امامِ ہمام، علامۂ عصر، مفسر و محدث عظیم، مورخ یگانہ امام الحفاظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی کی مشہور زمانہ تاریخ

تاریخ الخلفاء

ایک بصیرت افروز محققانہ مقدمہ کے ساتھ

جو عہدِ بنی امیہ اور بنی عباس کی علمی و فکری تاریخ پر مشتمل ہے

از: ادیب شہیر

حضرت شمس بریلوی

مصنف اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں اور مترجم غنیۃ الطالبین

پروگریسو بکس

انعام یافتہ ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تلک الایام نداولہا بین الناس

امام المورخین مفسر و محدث عظیم مورخ یگانہ امام الحفاظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی کی مشہور زمانہ تاریخ

تاریخ الخلفاء

(الکامل)

(جو خلافت راشدہ عہد بنی امیہ اور بنی عباس کی ایک مستند اور جامع تاریخ ہے) کا اردو ترجمہ

ایک بصیرت افروز محققانہ مقدمہ کے ساتھ

جو عہد بنی امیہ اور بنی عباس کی علمی و فکری تاریخ پر مشتمل ہے

از: ادیب شہیر

حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمۃ

مصنف اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں اور مترجم غنیۃ الطالبین

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352785

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ الخلفاء

تصنیف — حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ

مترجم — ادیب شہیر حضرت شمس بریلویؒ

باراول — اکتوبر 1997ء

باردوئم — ستمبر 2012ء

ناشر — چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

پرنٹرز — آصف صدیق پرنٹرز لاہور

تعداد — 1100/-

قیمت — روپے

عرض ناشر

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی معرکۃ الاراء کتاب "تاریخ الخلفا" کا ترجمہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مصنف کتاب کسی تعارف کے محتاج نہیں البتہ برکت کے لئے اتنا ضرور عرض کروں گا کہ نبی مکرم شافع روز جزا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہتر (72) مرتبہ سر کی آنکھوں سے دیدار کر چکے ہیں۔

اصل کتاب عربی زبان میں ہے اور متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی مگر "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" کے مصداق کوئی نہ کوئی خامی ضرور رہ گئی مگر حضرت علامہ شمس بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کتاب کے ترجمہ کا واقعی حق ادا کر دیا۔ عربی' فارسی کتب کا اردو میں ترجمہ کرنے والوں کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی کا نام نمایاں ہی نظر آتا ہے موصوف کے تراجم کا اگر مطالعہ کیا جائے تو نہ تو کہیں محاوراتی غلطی نظر آتی ہے اور نہ ہی لغوی' گرائمر کی غلطی کا تو ترجمہ میں ہونا محال ہے۔

ادارہ اب تک بے شمار دینی و ادبی کتب شائع کر چکا ہے۔

اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر جب کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں رجوع کیا تو شمس بریلوی صاحبؒ نے اس شرط پر بخوشی اجازت مرحمت فرمائی کہ کتاب کی طباعت عمدہ اور کتابت غلطیوں سے پاک ہو۔ ہم نے تصحیح کتابت کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر بتقاضائے بشریت غلطی کا صدور ممکن ہے۔ لہٰذا ادارہ نے کتاب شائع ہونے کے بعد پروف ریڈنگ کے لئے بھجوا دی ہے تا کہ غلطی نہ رہے۔ اس کے علاوہ مترجم نے اداہ کو غنیتہ الطالبین شائع کرنے کا حق تفویض فرما دیا ہے اور ادارہ نے اس پر کام شروع کر دیا ہے غنیتہ الطالبین طباعت کے آخری مراحل میں ہے جو بہت جلد شائع ہو جائے گی۔

"موطا امام محمد" بھی طباعت کے آخری مراحل میں ہے اللہ رب العزت سے امید قوی ہے کہ ہماری اس سعی کو قبولیت کا درجہ فرماتے ہوئے عوام الناس کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

شہباز رسول

پروگریسو بکس

حوالہ نمبر ________ تاریخ ۹ ستمبر ۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترمی میاں شہباز رسول صاحب سلمہ، مالک پروگریسو بکس ۴۰ - بی اردو بازار، لاہور کو میں بطیب خاطر اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ وہ میرے تراجم (مع تعلیقات) کو شائع کر سکتے ہیں، ان تراجم کی فہرست حسب ذیل ہے

۱۔ [illegible] تصنیف مع ترجمہ

۲۔ تحفۃ السلاطین مع ترجمہ

۳۔ تاریخ الخلفاء (حصہ سلاطین) مع ترجمہ

۴۔ عوارف المعارف مع ترجمہ

۵۔ نفحات الانس حضرت جامیؒ مع ترجمہ۔

۶۔ سیدنا حضرت بلال کا تحقیقی جائزہ۔

محترم ناشر سے یہ سند بھی ہے کہ صحت کا خصوصی التزام رکھیں گے۔ فقط

ناچیز

شمس الحسن شمس بریلوی

(دبستانِ لقمان)

۱۷۵/۱۳ گلشن اقبال کراچی

فہرست مضامین

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت خلافت ۱۹۶

خلافت صدیقی کے اہم واقعات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
(بن الخطاب)

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حضرت امام حسن ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

عبدالملک بن مروان

ولید بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

الرشید ابو جعفر ہارون الرشید

الامین۔ محمد ابو عبداللہ (ابن الرشید)

المامون۔ عبداللہ ابو العباس

محمد ابو جعفر المستنصر باللہ

ابو العباس احمد المستعین باللہ

المعتز باللہ محمد بن متوکل

المہدی باللہ محمد ابو اسحاق

المعتمد علی اللہ ابو العباس

المعتضد باللہ احمد ابو العباس

المستکفی باللہ، ابو القاسم، عبداللہ

المطیع للہ ابو القاسم الفضل بن مقتدر

الطائع للہ ابو بکر، عبدالکریم

القادر باللہ، ابو العباس، احمد

القائم بامر اللہ، ابو جعفر عبداللہ

المقتدی بامر اللہ، ابو القاسم عبداللہ بن محمد

المستظہر باللہ 'ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ

المسترشد باللہ 'ابو منصور الفضل

الراشد باللہ 'ابو جعفر 'منصور

المقتفی لامر اللہ 'ابو عبداللہ محمد

المستنجد باللہ 'ابو المظفر 'یوسف

المستضی بامر اللہ۔ حسن

الناصر لدین اللہ ٫ احمد ٫ ابو العباس

الظاہر بامر اللہ ٫ ابو نصر

المستنصر باللہ ٫ ابو جعفر منصور

المستعصم باللہ ابو احمد ٫ عبد اللہ

سلاطین عباسیہ مصر
المستنصر باللہ، احمد

الحاکم بامر اللہ، ابو العباس

المستکفی باللہ
ابو الربیع، سلیمان

الواثق باللہ، ابراہیم

تعارف

حضرت علامہ شمس بریلوی

حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی ابن مولوی ماسٹر ابو الحسن صدیقی عاصی بریلوی (المتوفی 1937ء) ابن مولانا حکیم محمد ابراہیم بدایونی نیا شہر بریلی کے محلہ ذخیرہ کے اس مکان میں 1337ھ/1919ء میں پیدا ہوئے جس مکان میں عالم اسلام کی ایک عظیم ہستی امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی (المتوفی 1340ھ/1921ء) ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (المتوفی 1297ھ/1880ء) ابن مولانا مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی (المتوفی 1282ھ 1865ء) انقلاب سے ایک سال قبل 1272ھ 1858ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مکان دراصل امام احمد رضا بریلوی کے جد امجد کی ملکیت تھا جس کو بعد میں حضرت شمس کے والد ماجد حضرت عاصی بریلوی نے خرید لیا تھا۔ حضرت شمس بریلوی نے امام احمد رضا کا زمانہ تو پایا مگر ابھی آپ 2 یا 2ر21 برس کے تھے کہ دین اسلام کا یہ مجدد برحق جس کو دنیا اعلیٰ حضرت اور امام اہلسنت کے نام سے یاد کرتی ہے دنیا سے رخصت ہو گیا حضرت شمس کا بچپن اور تعلیم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے دونوں لائق فرزندوں یعنی حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی (المتوفی 1362ھ/1943ء) اور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی (المتوفی 1402ھ/1981ء) کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوئی جس کے مثبت اثرات ان کی علمی کاوشوں میں نمایاں ہیں۔

حضرت شمس بریلوی بریلی شہر کے ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد جد امجد اور پردادا کے علاوہ آپ کے بڑے چچا مولوی ریاض الدین صدیقی بریلوی (المتوفی 1933ء) صاحب تصانیف بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت شمس کے خاندان کو روہیل کھنڈ کے مشاہیر علماء و شعرا اور ادباء میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت شمس بریلوی کا شجرہ نسب

حضرت شمس بریلوی کا شجرہ نسب

- حکیم محمد ابراہیم بدایونی
  - مولوی ریاض الدین صدیقی
    - معین الدین صدیقی
    - ناصر الدین صدیقی
  - مولوی ابوالحسن عاصی صدیقی
    - روح الحسن
    - فیض الحسن
    - مولوی شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی
      - جاوید شمس
        - محمد علی
      - فرید شمس
        - عارف حسن
        - آصف حسن
        - رضا حسن
      - سعید شمس
        - نبیل حسن
        - شبیہ الحسن
      - ۶ بیٹیاں
  - مولوی خلیل الدین صدیقی بریلوی
    - رفیع الدین صدیقی
    - میر خیرالدین صدیقی
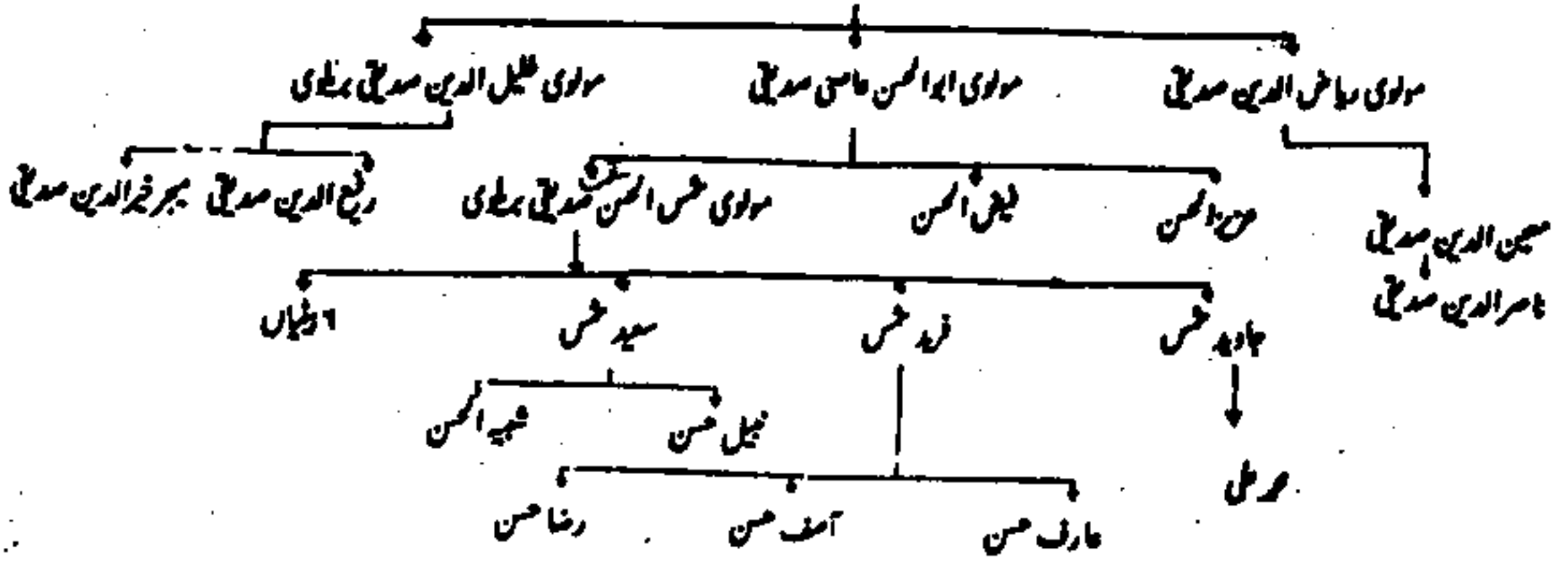
حضرت شمس کے جد امجد حکیم محمد ابراہیم بدایونی مراد آباد روہیل کھنڈ میں قائم ہونے والے پہلے اسکول کے صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر) تھے جبکہ والد گرامی ماسٹر مولوی ابو الحسن عاصی صدیقی بریلوی اپنے زمانے کے قابل قدر استاد بے مثل شاعر اور بریلی کی مشہور صاحب علم و قلم شخصیت تھے۔ آپ عاصی تخلص فرماتے اور اکثر کلام صوفیانہ ہے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

پنہاں یہ کس کے عارض تاباں کا نور ہے
جس کی ضیاء سے کعبہ دل رشک نور ہے
کھلتا نہیں ہے بھید قریب و بعید کا
اتنا ہی وہ قریب جتنا کہ دور ہے
عاصی تجھے گناہوں سے اتنا خطر ہے کیوں
دیکھی ہے تو نے شان بھی آمرزگار کی

حضرت عاصی نے معراج النبی ﷺ کو ایک شعر میں بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

وہ اتنی جلد سیر لامکان کر کے ہوئے واپس
کہ تھی زنجیر در جنبش اور گرمی تھی بستر میں
(جہان شمس ص 41-43)

حضرت شمس بریلوی کے تایا مولوی حاجی ریاض الدین صدیقی بریلوی (پ 1845/

1933م ء) بریلی شہر کے پہلے گریجویٹ بی اے تھے۔ آپ کے دو نواسوں نے بہت شہرت پائی ایک پروفیسر محمود بریلوی (المتوفی 1941ء) اور دوسرے پروفیسر یوسف سلیم چشتی مؤلف تاریخ تصوف نے تاریخ کی دنیا میں بہت نام روشن کیا۔

حضرت شمس بریلوی کے چھوٹے چچا مولوی خلیل الدین صدیقی بریلوی عرصہ دراز تک تاشقند میں السنیہ شرقیہ کے پروفیسر رہے اور کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے جب کہ حضرت شمس کے دونوں بھائی جوانی میں ہی انتقال کر گئے۔ حضرت شمس بریلوی کے 3 صاحبزادے اور 4 بیٹیاں ابھی ماشاء اللہ حیات ہیں جب کہ حضرت کے تین صاحبزادے بچپن میں ہی فوت ہو گئے آپ کے سب سے بڑے داماد 1988ء میں انتقال فرما گئے۔ جب کہ اہلیہ سکندر بیگم بنت حافظ عبد السعید خاں کا 1993ء میں وصال ہوا تھا۔

حضرت شمس بریلوی نے دارالعلوم منظر اسلام میں جس کی بنیاد خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے 1322ھ / 1904 میں رکھی تھی وہاں مقتدر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے دونوں صاحبزادوں کے علاوہ مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں۔

☆ حافظ عبد الکریم چتور گڑھی خلیفہ اعلیٰ حضرت
☆ مولانا رحم الٰہی منگلوری (م 1363ء) خلیفہ اعلیٰ حضرت
☆ مولوی احسان علی مونگیری
☆ مولانا قاسم علی خواہاں بریلوی
☆ مولوی رونق علی بریلوی

آپ نے مزید تعلیم کے سلسلے میں الہ آباد بورڈ سے فارسی' منشی کامل اور ادیب کامل کی سند بھی امتیازی نمبروں سے حاصل کی۔ شاعری میں سید قاسم علی خواہاں بریلوی سے اصلاح لی اور پھر ان کے صاحبزادے سید شایان بریلوی کی اصلاح فرمائی۔

حضرت شمس بریلوی نے صرف 17 سال کی عمر شریف میں 1935ء میں مدرسہ منظر اسلام میں شعبہ فارسی میں بحیثیت استاد تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور 1945ء تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اور 1945ء میں بحیثیت صدر مدرس شعبہ فارسی سے علیحدگی اختیار کی اور بریلی کالج میں بحیثیت پروفیسر 1954ء تک خدمت انجام دی۔ اور پھر پاکستان 1954ء میں تشریف لے آئے اور کراچی ایئرپورٹ پر قائم گورنمنٹ اسکول میں 1975ء تک پڑھاتے رہے۔ اور سبکدوش ہوئے۔

ادبی و قلمی خدمات

○ 1936ء میں "انشاء ابوالفضل" (دفتر اول) کی شرح لکھی جو انور بک ڈپو لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

○ 1942ء میں میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" پر مقدمہ لکھا۔ 1946ء میں نول کشور پریس سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔

○ "تنقیدی شہ پارے" اورینٹل بک ڈپو بریلی سے شائع ہوئی۔

○ 1946ء تا 1952ء آپ ایجوکیشن بک ڈپو علی گڑھ سے وابستہ رہے اور کئی کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں چند نام قابل ذکر ہیں۔ مثلاً

☆ تہذیب خانہ داری' ☆ بچوں کی تربیت

○ پاکستان آمد کے بعد 1952ء تا 1966ء آپ ایجوکیشنل پریس سے وابستہ ہوئے اور ادارہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی سے آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوئیں۔

☆ ترجمہ گلستان سعدی مع حواشی

☆ ترجمہ بوستان سعدی معہ حواشی

☆ ترجمہ مدارج النبوت جلد دوم

☆ سعیدی اردو کمپوزیشن حصہ اول و دوم

○ اسی دوران دیگر اداروں نے بھی آپ کی مندرجہ ذیل مطبوعات شائع کیں۔

☆ ارمغان سیفی پر تنقید ناشر سلطان احمد نقوی

☆ تکان مرگ کا ترجمہ "موت کا جھٹکا" مکتبہ رشیدیہ کراچی

☆ معلم الدین کا ترجمہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

☆ نفسیات کے زاویئے ناشر محراب ادب کراچی

☆ لمعات خواجہ کا ترجمہ معہ سوانح و تبصرہ ناشر ادارہ معین الادب کراچی

☆ ترجمہ لطائف اشرفی

☆ مقدمہ مقالات صوفیہ ناشر مکتبہ نبویہ لاہور

☆ مقدمہ ماثر الکرم دائرۃ المصنفین کراچی

○ علامہ صاحب 1966ء تا 1995ء مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے وابستہ رہے'

اس دوران آپ کی کئی معرکتہ الاراء تصنیفات' تالیفات و تراجم معہ مقدمات شائع ہوئیں۔

☆ مقدمہ کشف المحجوب
☆ مقدمہ مکاشفتہ القلوب
☆ مقدمہ فوائد الفوائد
☆ مقدمہ مدارج النبوۃ
☆ مقدمہ خصائص الکبریٰ
☆ مقدمہ و ترجمہ فیہ مافیہ
☆ مقدمہ ارشادات رسول ﷺ
☆ مقدمہ کلیات جامی (فارسی)
☆ مقدمہ و ترجمہ غنیتہ الطالبین
☆ مقدمہ و ترجمہ تاریخ الخلفاء
☆ مقدمہ و ترجمہ عوارف المعارف
☆ مقدمہ و ترجمہ نفحات الانس
☆ مقدمہ و ترجمہ اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں
☆ کلام رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ
☆ سرور کونین ﷺ کی فصاحت
☆ نظام مصطفےٰ ﷺ
☆ مقدمہ و ترتیب کلام "ذوق نعت" مولانا حسن رضا بریلوی

○ 1980ء تا وصال آپ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی سرپرستی فرماتے رہے ہیں۔

آپ کا شمار ادارہ کے بانیوں میں ہوتا ہے اس دوران آپ کے کئی مقالات اور کتابیں ادارہ سے شائع ہوئیں اور کئی زیر طبع ہیں۔

☆ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول 1984ء
☆ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد دوم 1986ء

○ مقالات جو معارف رضا کے مختلف سالانہ شماروں میں شائع ہوئے۔

☆ فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام شمارہ 1981ء
☆ امام احمد رضا کے حواشی کا تحقیقی جائزہ 1986ء
☆ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری 1983ء

☆ شرح قصیدہ رضا براصطلاح نجوم فلکیات 1987ء

☆ شرح قصیدہ رضا براصطلاح نجوم فلکیات 1988ء

☆ محدث بریلوی اور میاں نذیر حسین دہلوی 1991ء

☆ فتاوئ رضویہ اور فتاوئ عالمگیریہ کا موازنہ زیر طبع

☆ "آفتاب افکار رضا" مثنوی کی بحر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علوم و فنون کا 5 ہزار اشعار میں تعارف و تبصرہ

☆ "تاریخ نعت" (زیر طبع)

☆ "لمعات شمس" حضرت شمس صاحب کی مختصر سوانح و تعارف 1986ء

☆ "جہان شمس" حضرت شمس کا تفصیلی تعارف اور ان کی تصنیفات و تالیفات اور دیوان پر تبصرہ' مولف اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی

بحیثیت شاعر---- آپ نے اردو' عربی' فارسی کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی اشعار کہے ہیں افسوس کہ آپ کا دیوان تلف ہو گیا۔

حضرت شمس بریلوی کی حیات و افکار پر ان کی حیات میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے ایک کتاب "جہان شمس" کے نام سے 1962ء میں شائع کی تھی۔ اس کتاب کے مولف حضرت کے بھانجے سید اسمٰعیل رضا ترمذی مدظلہ العالی تھے اور اس کی تدوین و تزئین احقر نے کی تھی اس کے علاوہ مولانا غلام یحییٰ مصباحی نے انڈیا میں اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں حضرت شمس بریلوی کی دینی' ادبی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

حضرت شمس بریلوی سے احقر کی پہلی ملاقات 1983ء میں ہوئی تھی۔ اور آخری ملاقات ڈیفنس میں 24 فروری 1997ء/16/شوال 1417ھ کو ہوئی۔ اس آخری ملاقات میں آخری کلمات جو حضرت شمس کی زبان سے سنے وہ خود ان کی لکھی ہوئی فارسی کی ایک رباعی تھی۔ ملاحظہ کیجئے۔

در راہ بقا باغ و صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و دشت و زیبا بگذشت
ہیہات کہ بیشتر عمر فانی
بے طاعت ایزد تعالیٰ بگذشت

(حضرت شمس)

اس دنیا سے رات 9 بجے بروز بدھ' 12/ مارچ 1997ء/1417ھ کو (PNS شفا

ہسپتال کراچی میں) اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ کراچی کے سخی حسن قبرستان میں تدفین ہوئی۔

وہ جو اک مقدمہ نگار تھا' وہ جو اک ادیب شہیر تھا
جسے کہتے تھے شمس بریلوی' یہ اس کی لوح مزار ہے
(حضرت شمس)۔

حضرت شمس بریلوی کی علمی خدمات کو سراہتے ہوئے نہ صرف مختلف اداروں اور تنظیموں نے آپ کو انعامات سے نوازا بلکہ حکومت پاکستان نے بھی کئی اعزازات عطا فرمائے اس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

☆ 1995ء میں حکومت پاکستان نے "ستارہ امتیاز" دے کر آپ کی علمی خدمات کی پذیرائی فرمائی۔

☆ 1991ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی 11 ویں انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کے موقعہ پر آپ کو امام احمد رضا محدث بریلوی کی علمی خدمات پر تحقیقی مقالات لکھنے پر امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل اور سند امتیاز سے نوازا گیا۔

☆ 1987ء میں ایران میں قائم حافظ شیراز اکیڈمی کی جانب سے فارسی ادب میں آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے اکیڈمی کی جانب سے "علامہ" کا خطاب دیا گیا۔

☆ 1986ء میں حکومت پاکستان نے قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے موقعہ پر آپ کی تصنیف لطیف "سرور کونین کی فصاحت کو اول انعام کا مستحق ٹھہرایا گیا اور -/25000 روپے کا نقد انعام بھی دیا گیا۔

☆ 1975ء میں رائٹرگلڈ پاکستان کی جانب سے آپ کی دو کتابوں پر انعام دیا گیا اول اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں اور "تاریخ الخلفاء"

حضرت شمس بریلوی کی علمی خدمات کو سراہتے ہوئے دور حاضر کے چند مشاہیر اہل قلم کے تاثرات بھی ملاحظہ کیجئے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب۔

"حضرت شمس بریلوی ملک کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ ایک قومی اثاثہ ہیں۔ وہ ایک ایسی ہستی ہیں جس سے تاریخ بنتی ہے جس سے تاریخ سجتی ہے وہ عمر کی اس منزل کو پہنچ چکے ہیں جب لوگ آرام کرتے ہیں مگر علم و دانش کی لگن

نے ان کی راتوں کو دن بنا دیا ہے تحقیق و تدقیق میں بڑی محنت کرتے ہیں شعرو شاعری، تحقیق و تنقید، تصنیف و تالیف تدوین و ترتیب سب ہی یگانہ روزگار ہیں۔

جہاں شمس، ص 144

پروفیسر سحر انصاری

"حضرت شمس بریلوی عہد حاضر کے ان چند برگزیدہ اہل قلم میں سے ہیں جن کی عزت اور وقعت میں ان کی ہر نئی تصنیف یا تالیف سے اضافہ ہوتا جاتا ہے، حضرت شمس بریلوی شاعر بھی ہیں، محقق بھی ہیں اور عالم بھی، صاحب اسلوب نثر نگار بھی ہیں اور مترجم بھی ان کی یہ تمام حیثیات اپنی اپنی جگہ بہت بلند اور محترم ہیں لیکن میری دانست میں ان کی مترجم کی حیثیت کئی اعتبار سے غیر معمولی ہے۔

جہان شمس ص 177

حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کو مترجمین میں انفرادی حیثیت حاصل ہے۔ آپ عربی یا فارسی کتاب کا صرف ترجمہ ہی نہیں فرماتے بلکہ اس کتاب پر ایک مبسوط مقدمہ بھی ضرور تحریر فرماتے ہیں۔ آپ اپنے پبلشر کو پہلے ہی یہ فرما دیتے ہیں کہ ترجمہ اسی وقت کیا جائے گا جب آپ اس کتاب کے ساتھ میرا مقدمہ بھی شائع کریں گے آپ کے لکھے ہوئے مقدمات 2، 4 صفحات پر مشتمل نہیں ہوتے بلکہ بعض وقت یہ صفحات 100 سے بھی زیادہ تجاوز کر جاتے ہیں۔ حضرت شمس دراصل اس مقدمہ میں اپنے علم و ادب کی جولانیاں دکھاتے ہیں۔ اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ مقدمہ دراصل اس موضوع پر تاریخ کی روشنی میں ایک دستاویز ہوتا ہے۔ اور یہ ایک مشکل کام کے لئے ہوتا ہے کہ اس کے لئے تاریخ کے اوراق کو چند صفحوں میں سمیٹنا ہوتا ہے مگر حضرت شمس نے کئی موضوعات پر انتہائی تاریخی اور مبسوط مقدمات تحریر فرماتے ہیں۔ مقدمات یا تراجم میں ادبی چاشنی کم کم دیکھنے میں آتی ہے لیکن حضرت کے مقدمات جب کوئی پڑھتا ہے۔ تو اس بات کا ضرور اظہار کرتا ہے کہ آپ کے مقدمات اور تراجم اسلوب بیان، شستہ زبان، شگفتہ عبارت کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔

حضرت شمس نے متعدد موضوعات پر مقدمات تحریر کئے ہیں مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، تصوف، تاریخ عمومی، تاریخ اسلام، سیرت، حاشیہ نگاری، طبقات نگاری، شاعری، نقد و

ادب، سیاسیات، نفسیات وغیرہ وغیرہ، آپ نے تقریباً چالیس مقدمات عربی، فارسی کتب کے تراجم کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں۔ احقر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ آپ کے مقدمات درحقیقت آپ کی محققانہ تصانیف ہیں اور اگر ان سب کو یکجا کر کے "مقدمات شمس" کے نام سے اس تمام تحریر کو شائع کیا جائے تو اردو ادب کا یہ ایک عظیم اثاثہ ثابت ہوں گے یہاں اتنا تحریر کرنا اور ضروری سمجھتا ہوں کہ جس موضوع کی کتاب پر حضرت نے مقدمہ لکھا آپ نے اس موضوع کی رعایت کو اس طرح پیش نظر رکھا ہے اور اس طرح خامہ فرسائی کی ہے کہ وہ مقدمہ اس موضوع کی ایک تاریخ بن گیا ہے اس لئے آپ کے تمام مقدمات بلاشبہ آپ کے رشحات قلم کے نایاب مقالات ہیں کاش کوئی اردو ادب کا فاضل اس طرف قدم بڑھائے۔

تاریخ الخلفاء حضرت علامہ جلال الدین السیوطی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ تالیف ہے اس عربی کتاب کا حضرت علامہ شمس بریلوی نے نہ صرف ترجمہ کیا ہے بلکہ ایک مدلل تاریخی مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس ترجمہ اور مقدمہ کو حضرت شمس کے کمال ترجمہ اور فنی عروج کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی سنی رائٹر گلڈ نے حضرت کو انعام و اکرام سے نوازا۔

تاریخ الخلفاء در حقیقت طبقات کے انداز میں لکھی گئی کتاب ہے اور ایسی کتاب کا ترجمہ عام قاری کی دلچسپی کا باعث نہیں ہوتا ہے کیونکہ طبقات یا تاریخ کے موضوعات پر کتب خشک ادب میں شمار کی جاتی ہیں مگر حضرت شمس کے سلیس، شگفتہ ترجمہ نے عام قاری کے لئے دلچسپ بنا دیا ہے۔ اس کتاب کے ترجمہ میں زبان کی سلاست، طرز ادا کی لطافت کے ساتھ ہی ساتھ عربی متن کی روح اور ادبی حسن کو بھی حضرت نے قائم رکھا ہے، اس ترجمہ میں حضرت نے ایک خوبی یہ بھی رکھی ہے کہ ترجمہ کو اپنے عہد کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے کی بھی بھرپور سعی کی ہے۔ آپ نے زبان، انداز بیان اور ترتیب ایسی دلچسپ رکھی ہے۔ کہ پڑھنے والا یہ نہیں سمجھتا ہے کہ وہ کوئی صدیوں پرانا ادب پڑھ رہا ہے بلکہ وہ حضرت کی عبارت آرائی پڑھتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ وہ دور حاضر کے ادب سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

تاریخ الخلفاء کا ترجمہ معہ مقدمہ آج سے لگ بھگ 25 سال قبل مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے شائع کیا تھا اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے لیکن پچھلے 5 سال سے یہ کتاب ناپید ہو گئی تھی اور کسی وجہ سے مزید شائع بھی نہ ہو سکی ادھر اسی سال کے شروع میں حضرت اس دنیا سے کوچ بھی کر گئے۔

الحمد للہ حضرت کی اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر لاہور کے معروف بک پبلشر "

پروگریسو بکس" کے مالک جناب شہباز رسول زید مجدہ نے احقر کو یہ مژدہ سنایا کہ اب وہ اس کو لاہور سے شائع کر رہے ہیں اور احقر سے کہا کہ حضرت شمس کے حالات بھی تحریر فرمادیں تاکہ آپ کی سرانح بھی کتاب کے ساتھ شائع ہو سکے راقم نے اس کو سعادت سمجھتے ہوئے اس حکم کو قبول کیا اور حضرت شمس بریلوی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کی یہ احقر کو اعتراف کلی ہے کہ ادب کے اتنے بڑے عالم کی کتاب پر تبصرہ کرنا ہرگز اس ہیچمداں کا نہ منصب ہے اور نہ علمی مہارت اور نہ ان کی شایان شان انتہا انشاء پردازی پر کچھ لکھنے کی قابلیت رکھتا ہے بس احقر کو ایک ہی ناز ہے کہ حضرت کی 14 سال خدمت کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

آخر میں راقم الحروف بھی عزیزی شہباز رسول زبدہ مجدہ کو اس کتاب کی اشاعت پر قلب کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے حضرت کی روح بھی ضرور خوش ہو گی کیونکہ ایک دفعہ پھر لوگ آپ کی تحریر سے مستفیض ہوں گے اور آپ کی تحریر آپ کے لئے اب صدقہ جاریہ ثابت ہو گی۔ امید کرتا ہوں کہ کہ محترمی شہباز حضرت کی بقیہ کتابوں کی اشاعت کا بھی جلد از جلد بندوبست کریں گے اللہ تعالیٰ اس عمل خیر کی برکت سے جناب شہباز رسلول کے کاروبار میں وسعتیں عطا فرمائیں۔ آمین

احقر

ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ ارضیات جامعہ کراچی

15/ ستمبر 1997ء /13 جمادی الاول 1418ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن ہائے گفتنی

آج ہم اپنے اسلاف کے علمی و ادبی اور مذہبی کارناموں کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی تحقیق و تلاش پر کامل اعتماد کرتے ہیں' اس کا سبب یہی ہے کہ ان کا زمانہ ہمارے زمانے سے بہتر' ان کا ذوق تجسس و تحقیق ہمارے ذوق تجسس سے بمراحل آگے اور ان کی تحقیق ہماری تحقیق سے کہیں زیادہ قرین صحت ہے۔ ہمارے علم کو ان کے علم سے کوئی نسبت نہیں' رہا ان کا جذبہ ایمان تو اس سلسلہ میں لب کشائی کی میں کس طرح جرات کر سکتا ہوں۔ خلفائے راشدین المہدیین (رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین)' صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین حضرات (رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین) کے قلوب میں جو نور ایمان پر تو فگن تھا اور وہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ پر جس طرح عمل پیرا تھے اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اپنا نصب العین بنایا تھا میں یہاں اس کی کیا تفصیل پیش کروں' تاریخ اسلام کے صفحات اس کے شاہد ہیں۔

ہمارے اسلاف نے علوم دینی اور دنیوی کا جو گرانقدر سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے وہ ہمارے لیے سرمایہ صد فخر و مباہات ہے باوجودیکہ ان کو اس راہ میں وہ سہولتیں حاصل نہیں تھیں جو آج ہم کو میسر ہیں' اس وقت نہ دور دراز مقامات تک پہنچنے کے لئے سفر کے آسان ذرائع تھے نہ حصول کتب کی سہولتیں نہ مطابع جن کے ذریعہ مطبوعات کا عظیم ذخیرہ فراہم ہو سکے' صرف یادداشتوں اور حافظوں پر مدار تھا یا قلمی نسخوں پر انحصار! لیکن یہ تمام دشواریاں ان کے لئے بے معنی تھیں' علم کا شوق ان کو دور دراز اور دشوار گزار راستوں پر لے جاتا' صعوبات سفر کو وہ نصب العین کی تکمیل کے لیے ہنسی خوشی گوارا کرتے اور جب گوہر مقصود ہاتھ آجاتا تو ان میں سے ہر ایک یہ پکار اٹھتا۔

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

ہمارے ان بزرگوں نے جو دینی اور دنیوی علوم کا ذخیرہ اور گرانقدر سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے اس سے آگہی کے لئے ان بلند پایہ ہستیوں کے سوانح حیات کا مطالعہ کیجئے جو پہلی صدی ہجری سے مسلمانوں کے عہد عروج تک سرگرم عمل رہی ہیں' تو آپ حیران رہ جائیں

گے کہ ان کی ان ادبی (دینی اور دنیوی موضوعات پر) تصانیف کا شمار اور ان کا احاطہ ایک ناممکن امر ہے' اگر اس علمی سرمائے کے بارے میں جزوی اطلاعات سے بھی قطع نظر کرلی جائے اور صرف ان کے ناموں کا ہی استقصا کیا جائے تو ابن ندیم کی "کتاب الفہرست" جیسی کئی کتابیں تیار ہو جائیں گی۔

یہ خیال کرنا کہ ہمارے متقدمین علماء اور فضلاء نے جو کچھ علمی کاوشیں کی ہیں اور ان کا جس قدر علمی سرمایہ ہے اس کا موضوع صرف اسلام یا شریعت اسلامی ہے درست نہیں ہے' ہاں اتنا ضرور ہے کہ ان کی نظر میں سب سے اہم موضوع مذہب یا اسلامیات تھا' اسلامی موضوعات علوم قرآن یعنی تفسیر' حدیث' فقہ' اصول تفسیر' اصول حدیث' اور اصول فقہ پر ان کی طبع و قاد نے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ' وہ دنیا میں رہتے تھے' دنیا والوں کے ساتھ ان کے روابط تھے' اپنے زمانے کی ضرورتوں پر ان کی نظر تھی' وہ معاشرتی زندگی سے الگ تھلگ نہیں تھے' مذہبیت و سماج سے ان کا ربط و ضبط تھا' اس کی ضرورتیں اور تقاضے بھی ان کے پیش نظر تھے چنانچہ عمرانیات اور معاشرتیات پر انہوں نے خوب خوب لکھا' معاشرتی علوم میں تاریخ و جغرافیہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ اہمیت ان پر بھی واضح تھی۔ چنانچہ اس میدان میں بھی ان کے قلم نے خوب جولانیاں دکھائیں آج مغرب کو اپنی تاریخ اور تاریخ نگاری پر بڑا ناز ہے لیکن تاریخ کے وسیع اور عظیم موضوع کے تحت مسلمان مورخین نے جس طرح قلم اٹھایا ہے' دانی اور تاریخ کے جن اچھوتے اور ذہن عام سے دور جن موضوعات کو اپنایا وہ انہی کا حصہ ہے۔ مغرب کو تو ان نادر موضوعات کی ہوا بھی نہیں لگی ہے چنانچہ تاریخ کے وسیع موضوع کے تحت "طبقات" پر ہمارے اسلاف نے ایک گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے اور تاریخ کی چالیس انواع پر قلم اٹھایا ہے' یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اسلاف کے تاریخی کارنامے اور علم جغرافیہ پر ان کی کوششوں کو کس طرح بھلایا جاسکتا ہے۔' بلاذری کی فتوح البلدان اور امام تاریخ ابن خلدون کے کارنامے تو ایسے ہیں کہ مورخین مغرب نے انہی کی روشنی سے اپنی تاریخ دانی کی شمع روشن کی ہے اور یہ میں نہیں کہتا بلکہ خود انہوں نے اس کا اعتراف کیا ہے یہ ان کی شرافت علمی ہے علامہ ابن خلدون تو آٹھویں صدی ہجری کے نامور مورخ ہیں۔ ابن خلدون سے قبل کی صدیوں پر نظر ڈالئے تو تاریخ کی مجلس میں آپ کو امام محمد بن جریر طبری' امام ابوالحسن مسعودی' علامہ طبیب احمد بن محمد بن مسکویہ المعروف ابن مسکوی' حافظ ابن الجوزی' شیخ عزالدین علی بن محمد جزری المعروف بہ ابن اثیر۔ ابو الفداء اسمٰعیل صاحب تاریخ ابو

الفداء۔ (المختصر فی اخبار البشر) اور امام حافظ ابو عبد اللہ محمد ابن احمد الذہبی جیسے اعاظم مورخین نظر آئیں گے یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے اخبار البشر یا تاریخ عالم پر قلم اٹھایا ہے۔' یہاں میں نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم پر لکھنے والوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ میں اگر اس دائرے کو ذرا وسعت دیدوں تو مذکورہ بالا مورخین عظام کے علاوہ یا قوت حموی۔ ابن سعد۔ خطیب بغدادی۔ ابو شامہ' ابن خلکان' ابن حجر عسقلانی۔ عساکر۔ ابن عساکر اور علامہ سیوطی جیسے مورخین بھی نظر آئیں گے!

حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون جن کا تعلق گیارھویں صدی ہجری سے ہے کہتے ہیں کہ۔ "ہم نے اب تک تیرہ سو تک تاریخی کتب شمار کی ہیں"۔ اور ان تیرہ سو تاریخی کتب میں متعدد کتب ایسی ہیں جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں جیسے طبری' ابن اثیر' تاریخ ابو الفداء وغیرہ۔ میں یہاں اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔ آپ تاریخ الخلفاء کے ترجمہ کے دیباچہ میں اس موضوع پر میرے تاثرات اور رشحات قلم کو ملاحظہ فرمائیں' یہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ صرف تاریخ تمدن (تاریخ عالم) ہی نہیں بلکہ تاریخ اسلام اور طبقات پر جو گراں بہا اور عظیم سرمایہ ہمارے اسلاف نے چھوڑا ہے وہ ہمارے فخرو مباہات کا ایک عظیم سرمایہ ہے' سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا تاریخ مغازی سے تاریخ اسلام کا آغاز ہوتا ہے اس کے بعد طبقات الصحابہ پر سیر حاصل کتابیں لکھی گئیں اور اس کے بعد طبقات پر سب سے زیادہ کام ہوا۔ طبقات کے اہم اور وقیع موضوع پر ۴۰ انواع پر کتابیں لکھی گئی ہیں' ان میں بہت سی ناپیداور معدوم ہوگئیں اور اکثر موجود ہیں۔

دور متوسطین کے مشہور علماء' مفسرین' محدثین اور طبقات نگار حضرات میں ایک جامع کمالات شخصیت علامہ جلال الدین سیوطی کی ہے جو ایک طرف ایک عظیم مفسر ایک متبحر محدث ہیں اور دوسری طرف ایک مشہور مورخ ہیں اور طبقات نگار بھی' میں اس جامع کمالات شخصیت کے سوانح حالات میں ان کے علم و فضل کے کچھ گوشے بے نقاب کروں گا' یہاں صرف اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی بے نظیر تصنیف الاتقان (جو علوم قرآنی پر ایک معرکتہ الاراء کتاب ہے) اور انتہائی ایجازو واختصار کے رنگ میں لکھی جانے والی تفسیر جلالین (اول) کے باعث کسی تعارف کے محتاج نہیں' انھوں نے متعدد موضوعات پر قلم اٹھانے کے بعد تاریخ (طبقات نگاری) کی طرف بھی توجہ کی اور اس موضوع پر "تاریخ الخلفاء" کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ ان کی یہ تاریخ' ان کے پیشرو امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی المعروف بہ علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) کی جامع التاریخ کی تلخیص ہے' علامہ سیوطی

کہتے ہیں:

وما اوردته من الوقائع الغریبته والحوادث الجیبته فهو ملخص من تاریخ الحافظ الذهبی والعهده فی امره علیه والله المستعان ○

(دیباچہ تاریخ الخلفاء)

بس تاریخ الخلفاء میں جس قدر واقعات غریبہ اور حوادث عجیبہ مذکور ہیں وہ تاریخ الحافظ ذہبی (معروف جامع التاریخ) سے ملخص ہیں اور ان کی صحت و عدم صحت کی ذمہ داری بھی انھوں نے حافظ ذہبی ہی کے سرڈال دی ہے اسی لئے میں نے تاریخ الخلفاء کو جامع التاریخ ذہبی کی تلخیص کہا ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی طبقات یا تاریخ کو نہایت اختصار کے ساتھ خلافت راشدہ سے شروع کیا ہے اور اپنے عہد کے امیر المسلمین (المتوکل علی اللہ عبد العزیز بن یعقوب ۹۰۳ھ) پر اس کو ختم کر دیا ہے۔

یہ کتاب مدتوں سے مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی رہی ہے تاکہ مدارس عربیہ کے طلباء بھی اس کے مطالعہ سے معاشرتی علوم کے ایک شعبہ (تاریخ) سے اگر وہ اس کے خواستگار ہوں تو آگاہ ہو سکیں جس کی اس دور میں بڑی اہمیت اور ضرورت ہے اور ضمناً" ان کو ادبیات عربی سے بھی آگاہی اور آٹھویں صدی ہجری کے اسلوب انشاء سے وقوف حاصل ہو جائے اور تاریخ الخلفاء سے ادبی فائدہ بھی اٹھا سکیں' میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے دینی مدارس میں طلباء اس سے کس قدر اور کس طرح افادہ کرتے ہیں اور اس کے تاریخی مباحث سے کس قدر مستفید ہوتے ہیں ہاں یہ ضرور تسلیم کروں گا کہ ہمارے ادبی اور تاریخی حلقوں میں اس کتاب کو خاصی مقبولیت حاصل ہے اور یقیناً" اسی قبولیت کا نتیجہ ہے کہ "تاریخ الخلفاء" کے اردو میں بھی ترجمے ہوئے ہیں اور اصل کتاب تو برصغیر ہندو پاک اور عرب دنیا میں متعدد بار شائع ہو چکی ہے' ہماری زبان میں تاریخ اسلام پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اکثر موقعوں پر تاریخ الخلفاء کو ماخذ قرار دیا گیا ہے اور اس سے جگہ جگہ استفادہ کیا ہے لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آپ کتاب ملاحظہ فرمائیں یا اس کے اردو تراجم آپ کو مصنف کے بارے میں کہیں کہیں صرف چند سطور نظر آئیں گی۔ علامہ سیوطی کی مشہور زمانہ اور موضوع پر منفرد تصنیف الاتقان کے اردو ترجمے کو دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے بڑی پر اشتیاق نظروں سے اس کی ورق گردانی کی' مجھے یقین تھا کہ اس مبسوط اور گرانقدر کتاب کے ترجمے کے آغاز میں علامہ سیوطی کے مفصل سوانح حیات اور ان کی تصانیف پر سیر حاصل تبصرہ اور ان کے عہد کی ادبی تاریخ ضرور ہوگی لیکن میں حیران رہ گیا جب کہ میں نے دیکھا کہ اس ترجمہ میں بھی مصنف

علامہ کے ذکر کو چند سطروں پر ٹرخا دیا گیا ہے۔

۔ ہماری موجودہ نسل اپنے اسلاف کے علمی اور ادبی شہ پاروں کے مطالعہ سے اس لئے تو اعراض کرتی ہے اور ان جواہر پاروں کے مطالعہ سے کتراتی ہے اور ان میں ذوق مطالعہ پیدا نہیں ہوتا جب کہ وہ دیکھتے ہیں کہ مغربی زبان کے مصنفین پر ان کی تصانیف کے ساتھ ساتھ ان کی سوانح حیات' ان کے عہد کی ادبی سرگرمیوں اور ان کی طرز نگارش پر خوب کھل کر لکھا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں بھی داد تحقیق دی جاتی ہے اس وقت تو شدید ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ نسل کے ذہنی تقاضوں کو پورا کیا جائے اور اسلاف کی تصانیف یا ان کے تراجم کو ان کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے عصر حاضر کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

افسوس کہ چند صدیوں سے ہمارے معاشی تقاضوں نے جو رخ اختیار کیا ہے اور جو نتیجہ ہے سیاسی انقلاب کا! انھوں نے ہم کو ان زبانوں سے بہت دور کر دیا ہے جن میں علم و عرفان' دانش و آگہی کا وہ ذخیرہ موجود ہے جو آج بھی دنیائے علم و ادب کے پر ستاروں کی نگاہیں خیرہ کر دینے کے لئے کافی ہے' وہ زبانیں اب ہماری کشود کار مین بکار آمد نہیں! اسی لئے اب ہم ان کو چھوڑ کر ان زبانوں اور ان علوم کی تحصیل کی طرف بے تحاشہ دوڑتے چلے جا رہے ہیں جو ہماری معاشی دشواریوں کو حل کر سکیں یا جن کے طفیل ہم کو معاشی معراج حاصل ہو سکے' چنانچہ عربی اور فارسی آج بھی جس عالم کسمپرسی میں ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں' اس وقت تو اور بھی شدید ضرورت اس امر کی تھی کہ ہم اپنے اسلاف کے کارناموں کو جب موجودہ نسل کے سامنے پیش کریں تو اس شان اور اس انداز سے پیش کریں کہ ان کے باغی ذہن اور گریز پا طبیعت روگردانی یا اعراض کا کوئی بہانہ تلاش نہ کر سکے' اسی بلند پایہ تاریخ "تاریخ الخلفاء" کو لے لیجئے جس کے اسناد اور جس کا استدلال خالص مذہبی ہے اور نویں صدی کے اس عظیم مورخ نے تاریخی درایت کے لئے اپنا ماخذ حدیث و اخبار اور آثار کو بنایا ہے کہ یہ ان کے عہد کے ایسے تقاضے تھے کہ اگر علامہ سیوطیؒ ان سے گریز کرتے تو ان کا بیان پایہ اعتبار سے گر جاتا! لیکن آج وہ استدلال یعنی حدیث اخبار سے استناد ہماری علمی بے مائیگی' ذہنی افلاس اور دینی تعلیم سے عدم و قوف کے باعث ایک ٹکسال باہر کی چیز ہے' کیوں؟ اس لئے کہ ہم ان مصطلحات اور ان علوم و فنون سے بمراحل دور ہیں' اب آپ ہی انصاف فرمایئے کہ اگر ہم اپنے نوجوانوں کی ادب دوست طبیعتوں کے سامنے کسی بلند پایہ کتاب کا ترجمہ پیش کریں تو کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ مصنف کے حالات اور اس دور کے علمی مذاق سے بھی قاری کو آگاہی حاصل نہ ہو سکے۔ پھر ہم ان کو کس طرح مطمئن کریں کہ تصنیف قابل اعتبار ہے جب کہ

اس کے اسناد یا تاریخی درایت کے ثبوت اور حوالے ہمارے لئے ایک چیستان یا معمہ سے کم نہ ہوں تو اس صورت میں ہم کتاب کے ترجمے سے قاری کے لئے کیا دلچسپی کا سامان فراہم کر سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مجھے سب سے پہلی بات تو یہی کہنا ہے کہ مصنف کی سوانح حیات سے عدم واقفیت کسی تصنیف یا اس کے ترجمے سے دلچسپی کا سامان پیدا ہونے نہیں دیتی اس لئے کہ جب آپ مصنف کے ادبی مقام ہی سے آگاہ نہیں تو اس کے موضوع کی اہمیت اور اس کی ادبی حیثیت سے آپ کا مذاق کس طرح ہم آہنگ ہو سکتا ہے' دوسرے یہ کہ جن کتب کے حوالے اور شخصیتوں سے مصنف نے اسناد پیش کی ہیں ان سے آپ کو باخبر بنانے کے لئے جب کوئی اہتمام نہیں کیا گیا ہے تو پھر کسی تاریخ کی تاریخی اہمیت اور اس کی درایت آپ پر کس طرح ثابت کی جاسکتی ہے اور آپ کا ذہن اس کے بیان کردہ تاریخی حقائق کو کس طرح قبول کر سکے گا۔ تیسری بات یہ کہ مترجم کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے ترجمہ کو اپنے عہد کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے میں کوتاہی نہ کرے' زبان انداز بیان اور ترتیب ایسی دلچسپ اور دلنشین ہو کہ قاری یہی سمجھے کہ وہ اپنے عہد سے گزر رہا ہے۔ قاری کو آج سے صدیوں پیچھے نہیں دھکیلا جاسکتا' اگر اس کو یہ احساس ہوگیا کہ وہ اپنے زمانہ سے صدیوں پیچھے چل رہا ہے تو آپ جانتے ہیں کہ اس مطالعہ کا کیا حشر ہوگا؟ ذہنی بغاوت خیالات کا انتشار اور ادبی ذوق کی تشنگی! پس ضروری ہے کہ ترجمہ ایسا ہونا چاہیے کہ ترجمہ محسوس نہ ہو لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مترجم مصنف کے الفاظ کے معنی پیش کرنے سے اپنا دامن چھڑالے۔ جی نہیں! بلکہ مصنف کے الفاظ کو قاری کی زبان میں اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کو یہ محسوس ہو کہ مصنف نے جو کچھ کہا ہے وہ میری ہی زبان میں کہا ہے'

یہ جو کچھ میں نے عرض کیا یہ اس سلسلہ میں ہے کہ میں آپ کے سامنے علامہ سیوطی کی تاریخ یا طبقات "تاریخ الخلفاء" کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں اور میں نے اس ترجمہ میں انہی باتوں کا خیال رکھا ہے' ہرچند کہ مجھے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ علامہ جلال الدین سیوطی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ بعض ارباب سیر نے آپ کی تصانیف کی تعداد ساڑھے چار سو بتائی ہے تفسیر جلالین' "تاریخ الخلفاء" اور الاتقان' آج بھی بہت مشہور ہیں۔ تفسیر جلالین جس کے نصف اول کے مفسر علامہ سیوطی" ہیں' کئی سو برس سے درس نظامی میں داخل ہے' تفسیر جلالین کے ایجازو اختصار کی کیا تعریف کروں مختصرا" یہ سمجھئے کہ جتنے الفاظ متن کے ہیں اتنے ہی تفسیر کے ہیں' تمام علمائے کرام نے اس کو سراہا ہے لیکن کیا یہ افسوس کا

مقام نہیں؟ ایسی جامع بلند پایہ اور مقبول کتاب کے مصنف کے سلسلہ میں آپ کو کہیں ایک صفحہ بھی بطور سوانح حیات نہیں ملے گا۔ میں کیا عرض کروں کہ علامہ کی سوانح حیات کے سلسلہ میں کیسی جستجو اور تلاش میں نے کی ہے لیکن خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی بدرجہ مجبوری ان کی سوانح حیات کے ادھر ادھر بکھرے ہوئے چند اجزاء کو ایک جگہ جمع کرکے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں خدا کرے کہ آپ اسے پسند فرمائیں۔ اس ترجمہ کے آغاز میں علامہ سیوطی کی سوانح کے ساتھ ساتھ میں ایک اور اہم چیز آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ ہے ان مشہور ہستیوں اور ان اکابر کے مختصر حالات زندگی جن سے علامہ سیوطی نے استفادہ کیا ہے یا ان کی کسی تصنیف کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے اور یہ حضرات تمام تر مفسرین کرام اور محدثین عظام ہیں جن کی جامع، مسند معجم، موطا اور صحیح شک و شبہ سے بالا تر ہیں، بعض عظیم مورخین سے بھی علامہ سیوطی سند لائے ہیں۔ خطیب بغدادی۔ علامہ ذہبی، ابن عساکر و غیرہم ان سب حضرات کے مختصر حالات اور ان کی تصنیفات کا مختصر جائزہ آپ کے سامنے پیش کروں گا تاکہ میرے ترجمہ کے مطالعہ کے وقت آپ اس تشنگی سے دو چار نہ ہوں جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔

آپ کو علامہ سیوطی کی سوانح کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ علامہ کا دور تفسیر و حدیث، فقہ، کلام اور علم الکلام کا دور تھا۔ ہر طرف تفسیر و حدیث کا ذکر تھا، تفسیر و حدیث کا درس عام تھا یہاں تک کہ تاریخ اسلام کی درایت اور اس کے ثبوت کے لئے ان روایات کو ہی اہمیت دی جاتی جو کسی محدث یا مفسر سے مروی ہوتیں اور اسی کو وہ سند کہتے تھے، چنانچہ علامہ سیوطی نے خلفائے راشدین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حالات زندگی بیان کرنے میں احادیث ہی کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے اور اس کے بعد انہوں نے بنو امیہ اور بنو عباس کی تاریخ پیش کی ہے اس حصہ میں بھی علامہ نے بہت سے محدثین کرام اور متعدد احادیث مع ان کی رواۃ کے پیش کی ہیں اور ان کی ایسی تصانیف کو بھی بیان کیا ہے جو اس واقعہ یا روایت کا ماخذ ہیں۔ آپ کی دلچسپی اور ترجمہ کو وقیع اور دلکش بنانے کے لئے میں نے ان تمام محدثین اور ان کی تصانیف کا تذکرہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا ہے، اس عنوان کے تحت میں نے مختصراً" جو کچھ لکھا ہے اس کو آپ اسماء الرجال کا ایک مختصر سا رسالہ سمجھ لیجئے، علامہ سیوطی کا استدلال اکثر و بیشتر چونکہ حدیث شریف سے ہوتا ہے اور یہ اس دور کا اسلوب بیان تھا اس لئے تاریخ الخلفاء کے متن میں آپ کو علم حدیث کی مصطلحات بھی بکثرت ملیں گی مثلاً" صحیح، موضوع، حسن منکر، وغیرہ میں نے حسب موقع دیباچہ میں اصول حدیث کے تحت ان مصطلحات

کی بھی وضاحت کر دی ہے تاکہ مطالعہ میں مزید دلچسپی پیدا ہو اور اصطلاحات علمیہ کے باعث ذہنی الجھن پیدا نہ ہونے پائے اس سلسلہ میں ایک خاص بات یہ ضرور عرض کرنا ہے کہ فاضل مصنف جب کوئی حدیث شریف پیش کرتے ہیں تو اس کے تمام رواۃ کو وہ خاص طور پر پیش کرتے ہیں البتہ کہیں کہیں بنظر اختصار "طریق" کی اصطلاح بھی انھوں نے استعال کی ہے ورنہ بالعموم وہ فردا" فردا" تمام راویوں کے نام ان کی ابوت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اصول حدیث کے نقطہ نظر سے راویان حدیث ہی پر حدیث شریف کے صحیح، حسن متصل، موضوع یا منکر ہونے کا مدار ہے۔ لیکن اگر ترجمہ میں ان تمام راویوں کو نام بنام بیان کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اردو کا زور بیان اور روانی ختم ہو جائے گی اور بندش میں ضعف کا پیدا ہو جانا یقینی ہے چونکہ میں ترجمہ میں ان کمزوریوں کا روا دار نہیں اس لئے میں نے ایسے مواقع پر تمام راویوں کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ان "طریق روایت" کے اول اور آخر راوی کو ذکر کیا ہے تاکہ ترجمہ میں جھول اور ضعف تالیف پیدا نہ ہو، بیان کا زور اور زبان کی سلاست علی حالہ باقی رہے، میں نے اس کمی کو اسماء الرجال کے ذریعہ پورا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ "تاریخ الخلفاء" کے ترجمہ کے قارئین مطالعہ کے وقت اپنے اسلاف کی دینی اور ادبی سرگرمیوں سے بھی آگاہ ہو سکیں۔

چونکہ میں آپ کے سامنے "تاریخ الخلفاء" کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں اس لئے اس موقع پر فاضل مصنف کی انشاء پر دازی کی خصوصیات کس طرح پیش کروں کہ اصل تاریخ کا متن عربی ہے اگر ان کی سوانح حیات اور ان کا تذکرہ عربی زبان میں لکھا جاتا اور تاریخ الخلفاء پر تبصرہ کیا جاتا تو میں یہ فرض بھی انجام دیتا یہاں میں مختصرا" اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں کہ ایجازو اختصار ان کی انشاء کا وصف خاص ہے وہ زیادہ سے زیادہ معانی بیان کرنے کے لئے کم سے کم الفاظ استعال کرتے ہیں۔ عربی لغت کے گراں مایہ اور وسیع ذخیرہ پر ان کو پوری پوری قدرت اور گرفت حاصل تھی اور اسی قدرت کے باعث وہ اپنی انشاء کی اس خصوصیات سے عہدہ برآ ہو سکے ہیں، البتہ میں علامہ سیوطی کی سوانح حیات میں ان کی بیش بہا تصنیفات کا جہاں تک کھوج لگا سکا ہوں ان کو موضوع کی صراحت کے ساتھ ضرور بیان کروں گا اور تاریخ الخلفاء کے ماخذوں پر بھی روشنی ڈالوں گا اس دور میں آج کی طرح صرف "کتابیات" لکھ کر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا کافی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ "کتابیات" کے عوض متن میں اپنے ماخذوں اور حوالوں کو بیان کر دیا کرتے تھے اس خصوصیت میں علامہ سیوطی ہی منفرد نہیں بلکہ دسویں اور گیارھویں صدی ہجری تک کے مصنفین کا یہ عام انداز تھا۔

اس امر کے اظہار میں مجھے باک نہیں ہے کہ "تاریخ الخلفا" کے مطالعہ سے (خواہ متن ہو یا ترجمہ) اس امر میں بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ اس سے آپ کو اموی اور عباسی دور کی علمی اور ثقافتی ترقی کا کچھ سراغ نہیں مل سکے گا حالانکہ عباسی دور تاریخ اسلام کا زریں دور کہلاتا ہے۔ اموی اور عباسی دور میں اسلامی قدروں کے تحفظ سے قطع نظر بلحاظ فتوحات اور باعتبار علم و ادب جو ترقی ہوئی وہ آپ اپنی مثال ہے اور ان دونوں حکومتوں میں جو مشاہیر و ائمہ علم و فن گزرے ہیں جب آج بھی ان کا ذکر آتا ہے تو ان کی عظمت کے آگے ہم سر عقیدت خم کر دیتے ہیں خصوصاً" عباسی دور کی ترقیاں تو ہماری تاریخ کا سرمایہ فخرو مباہات ہیں لیکن آپ تاریخ الخلفاء کے مطالعہ سے اپنے اس ذوق تجسس کی تسکین نہیں کر سکتے وہ تو روزنامچہ کی طرح اموی اور عباسی دور کا ایک سالنامہ ہے یعنی اس میں ہر سال کے چند واقعات بقید ماہ وسال بیان کر دیئے ہیں اور بس وہ بنو امیہ اور بنو عباس کی فتوحات اور مسلمانوں کی سرفروشیوں کے ذکر سے بالکل خالی ہے' نہ آپ کو نظام سلطنت پر کوئی تبصرہ ملے گا اور نہ مذہبی و اخلاقی اقدار کے تنزل یا ترقی پر کوئی تفصیل نظر آئے گی علامہ سیوطی صرف اتنا بتاتے ہیں کہ جب فلاں رسمی خلیفہ مر گیا یا مارا گیا تو فلاں ولی عہد یا فلاں شخص تخت سلطنت پر یہ لقب اختیار کرکے بیٹھ گیا۔ اس کی ماں فلاں قبیلہ سے تھی اور ایک ام ولد تھی' وہ البتہ صاحب تخت کے اوصاف ؤ کردار اور اس کی کنیزوں اور باندیوں کی تعداد بھی بتا دیتے ہیں' علامہ سیوطی نے سیاسی تبدیلیوں کے اسباب کو بہت ہی مختصر طریقے پر پیش کیا ہے اسی طرح ملکی فتوحات' تمدن اور معاشرہ پر فتوحات کے اثرات' معاشرتی اور عمرانی حالات اور وقت وقت کی تبدیلیوں سے بالکل بحث نہیں کی ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت تاریخ نگاری پر یہی رنگ چھایا ہوا تھا کہ علامہ کے معاصرین کی تاریخی کتابوں میں یہ تمام مباحث موجود ہیں' میرا خیال ہے کہ علامہ سیوطی کے پیش نظر اختصار تھا۔ اور جیسا کہ انھوں نے "تاریخ الخلفاء" کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اب تک "طبقات الخلفاء" پر کوئی کتاب موجود نہیں تھی اس لئے میں نے یہ "طبقات الخلفاء"۔ لکھ کر اس کمی کو پورا کر دیا ہے' پس مناسب یہی ہے کہ "تاریخ الخلفاء" کو "طبقات الخلفاء " پر قیاس کریں۔ البتہ علامہ سیوطی کا یہ ایک احسان عظیم مورخین مابعد اور ہمارے اوپر ضرور ہے کہ انھوں نے "تاریخ الخلفاء" کے ذریعہ ہزاروں مشاہیر علم و ادب' مفسرین محدثین کرام اور فقہائے عظام کے ناموں کو تاریخ میں محفوظ کر دیا ہے یعنی انھوں نے ہر ایک امیر المسلمین کے عہد سلطنت میں وفات پانیوالے مشاہیر علم وفن اور اکابرین قوم کے نام آخر میں درج کر دیئے ہیں تاکہ یہ لوگ تاریخ کے حافظے سے نہ اتر

جائیں۔

جیسا کہ میں آغاز کلام میں عرض کر چکا ہوں میں علامہ سیوطی کی سوانح حیات کے ساتھ تاریخ الخلفاء کے ماخذوں' رجال تاریخ اور ان کی تصانیف کو پیش کروں گا تاکہ آپ کے ذوق مطالعہ کی کچھ تشنگی دور ہو سکے اور آپ کے لئے بصیرت کا سامان بھی فراہم ہو سکے۔ علامہ سیوطی کے ماخذ نویں اور دسویں صدی ہجری میں غیر معروف نہ تھے مشہور مفسرین کرام اور محدثین عظام ائمہ اربعہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے علاوہ علامہ بیہقی' علامہ ذہبی ابن عساکر' ابو نعیم وغیرہ جانے پہچانے ارباب فضل و کمال تھے۔ موطا' معجم' مسند اور صحیح ہر وقت استعمال ہونے والے الفاظ تھے' آج ہماری نگاہیں انکی صراحت کو بھی تلاش کرتی ہیں' میں نے علامہ سیوطی کی ان تمام اشاریات کی بھی وضاحت کر دی ہے تاکہ قاری کا ذہن اس راہ میں بھی سرگردانی سے محفوظ رہے امید ہے کہ میری اس کاوش میں آپ دلچسپی کا فقدان نہ پائیں گے اس کے ساتھ ہی میں آپ کے سامنے تاریخ اسلام کی تاریخ جیسا اچھوتا موضوع بھی پیش کر رہا ہوں تاکہ آپ اندازہ کر سکیں کہ اسلام کے علمبرداروں نے تاریخ کے موضوع پر کیا کچھ لکھا ہے اور کس انداز میں خامہ فرسائی کی ہے' آج جب کہ مورخ گبن عروج و زوال سلطنت روما کا مصنف'موسیولیبان صاحب تمدن عرب و تمدن ہند کے زمانے کو کافی عرصہ گزر چکا لیکن ان کے تاریخی کارنامے ہمارے لئے زیادہ پرانی بات نہیں' ان کے نام ہمارے حافظے سے نہیں اترے ہیں' عصر حاضر کی عرب تاریخ پر مستند تسلیم کئے جانے والے مورخین فلپ ہتی اور سرجان فلبی کا ہر طرف چرچا ہے ان کی تاریخی کارناموں سے ہماری موجودہ نسل کے کانوں میں ایک طنطنہ برپا ہے' ایسے وقت میں یہ بہت ضروری تھا کہ ہماری موجودہ نسل کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ تاریخ نگاری اہل مغرب کا حصہ نہیں بلکہ ان کے چراغ ہمارے اسلاف نے روشن کئے ہیں اور وہ یہ دیکھ سکیں کہ تاریخ کے میدان میں بھی ان اسلاف کرام نے کس بلندی کو چھوا ہے اور ان کی تحقیق اور علمی بصیرت نے اس راہ میں کیسے کیسے خرد افروز چراغ روشن کئے ہیں۔ یوں تو ہمارا صرف ایک مورخ ابن خلدون ہی ان سب پر بھاری ہے لیکن مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمارے مورخین نے علم تاریخ کے ایسے ایسے گوشوں کو بے نقاب کیا ہے کہ جہاں مغربی مورخین کے ذہن نارسائی کا شکوہ کرتے ہیں۔ تاریخ اسلام کی تاریخ میں آپ ایسی وضاحتیں مطالعہ کریں گے جو آپ کے لئے حیرت افزا بھی ہیں اور سرمایہ افتخار بھی! اس کے بعد میں بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد کی علمی و ادبی ترقی آپ کے سامنے پیش کروں گا اور آپ کو بتاؤں گا کہ ہمارے بزرگوں نے پر آشوب ماہ وسال میں بھی مذہبیات خصوصاً" تفسیر و حدیث پر

کیا گرانقدر اور بیش بہا سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جب کہ ان کو سلاطین وقت کی سرپرستی اور نوازشوں کے قبول کرنے میں عار تھی اور کس طرح ان کو درباری تملق کی فضا میں سانس لینا گوارا نہیں تھا۔

مختصر یہ ہے کہ میں نے اس امر کی بھرپور کوشش کی ہے کہ اس سلسلہ میں تمام مقتضیات کو پورا کروں اور "تاریخ الخلفاء" کا ترجمہ آپ کے لئے صرف ایک ہفت صد سالہ سالنامہ کی سیر نہ ہو بلکہ وہ آپ کی بصیرت افروزی' دلکشی اور دلچسپی کا ذریعہ بھی بن سکے کہ اس ترجمہ کو پیش کرنے کا اصل مقصد یہی ہے' میں اپنے فاضل دوست جناب مولانا ابوبکر صاحب قصر قندی (فاضل ادبیات عربی) خطیب جامع مسجد پی آئی اے ایرپورٹ کراچی کا شکر گزار ہوں کہ "تاریخ الخلفاء" کے اکثر مقامات پر ان سے تبادلہ خیال کیا اور انھوں نے میری رہنمائی فرمائی۔

میں اپنے محترم دوست جناب مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کتابت کی تصحیح کے سلسلہ میں میرے ساتھ تعاون فرمایا اور ذمہ دار حضرات کے سپرد یہ کام کرکے میرے لئے اطمینان کا سرمایہ فراہم کیا۔

اس سلسلے میں اپنے ناشر جناب چوہدری غلام احمد پروگریسو بکس لاہور کا میں بیحد ممنون ہوں کہ انھوں نے اس ترجمہ کو مفید و وقیع اور دلکش بنانے میں میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور مقدمہ کی ضخامت ان کو مائل شکوہ سنجی نہ کر سکی۔وما توفیقی الا باللہ

۱۵ فروری ۱۹۷۶ء
ایرپورٹ' کراچی

آپ کا مخلص
شمس بریلوی

علامہ جلال الدین سیوطی
ایک عظیم مفسر، محدث، مورخ اور ادیب

عصر قدیم کے وہ مورخین جنھوں نے اپنی تصانیف میں اپنے سوانح یا اپنے حالات تحریر کئے ہیں ان میں امام عبد الغافر الفارسی مصنف تاریخ نیشاپور، یاقوت الحموی مصنف معجم الادیان، لسان الدین بن الخطیب مصنف تاریخ غرناطہ، حافظ تقی الدین الفارسی مصنف تاریخ مکہ، حافظ ابو الفضل ابن حجر مصنف قضاۃ مصر اور ابو شامہ مصنف الردختین خاص طور پر قابل ذکر ہیں، انہی حضرات کی تقلید میں علامہ جلال الدین (عبد الرحمان) سیوطی نے اپنی کتاب، حسن المحاضرہ فی الاخبار مصر والقاہرہ میں اپنے حالات اس طرح لکھے ہیں کہ میرے جد اعلیٰ کا نام ہمام الدین ہے جو مشائخ طریقت میں سے تھے۔ ان کے مفصل حالات میں نے "طبقات الصوفیہ" میں لکھے ہیں۔ میرے بزرگ اہل وجاہت و اہل ریاست تھے۔ ان میں بعض حاکم شہر اور بعض حاکم کے مشیر تھے، ان میں ایک بزرگ سیوط میں ایک مدرسہ کے بانی تھے اور انھوں نے اس مدرسہ کے لئے اوقاف بھی مقرر کئے تھے لیکن سوائے میرے والد کے کسی نے ایسی علم کی خدمت نہیں کی جو اس کا حق تھا۔ میں نے اپنے والد کا مفصل ذکر "فقہائے شافعیہ" کی قسم میں کیا ہے۔ ہم لوگ جو خضر سے نسبت رکھتے ہیں مجھے نہیں معلوم یہ نسبت کیسی ہے مگر اتنا جانتا ہوں کہ خضر بغداد کے ایک محلّہ کا نام تھا۔

نسب :۔

"میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ ان کے جد اعلیٰ عجمی تھے۔ اہل مشرق سے تھے۔"
آپ کا نسب اس طرح ہے عبد الرحمان (ملقب بہ جلال الدین) بن الکمال ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین بن ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین الہمام الخضری الاسیوطی ۔ علامہ جلال الدین عبد الرحمان کی پیدائش غرہ ماہ رجب ۸۴۹ھ میں دریائے نیل کے کنارے قدیم قصبہ سیوط میں ہوئی اسی نسبت سے آپ کو سیوطی کہا جاتا ہے' آپ کے مورث اعلیٰ کی نسبت الخضری السیوطی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے مورث اعلیٰ خضر کی سکونت ترک کرکے مصر آگئے

تھے اور قصبہ سیوط میں سکونت پذیر ہوگئے تھے' علامہ فرماتے ہیں کہ ولادت کے بعد مجھے شیخ محمد مجذوب کی خدمت میں لے گئے جو کبار اولیا اللہ سے تھے' انھوں نے میرے واسطے برکت کی دعا کی' میری نشو نما یتیمی کی حالت میں ہوئی۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بذکر امیر المسلمین قائم بامر اللہ بیان کیا ہے کہ میرے والد خلیفہ المستکفی باللہ کے انتقال کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے اور صرف چالیس دن کے بعد ان کا انتقال محرم ۸۵۵ھ میں بعہد قائم بامراللہ ہوگیا۔ امیر المسلمین قبرستان تک جنازے کے ساتھ ساتھ گئے اور جنازہ کو کئی بار کندھا دیا۔

تحصیل علم:۔

ابھی آپ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی کہ شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی کی خدمت میں رہ کر قرآن شریف حفظ کیا' اس کے بعد شیخ شمس سیرامی اور شمس فردمانی حنفی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان دونوں حضرات سے بہت سی کتابیں پڑھیں' ان حضرات سے استفادہ واکتساب علوم کے بعد شیخ نے علوم درسیہ کی تکمیل چند اورارباب فضل و کمال سے کی اور بقول علامہ سیوطی کے شیخ شہاب الدین الشار مساحی شیخ الاسلام عالم الدین بلقینی علامہ شرف الدین المناوی اور علامہ محی الدین کا فیجی ان کے اساتذہ میں خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ علامہ سیوطی کا یہ اشتغال علمی ۸۶۴ھ سے شروع ہوتا ہے۔ فقہ اور نحو کی کتابیں ایک جماعت شیوخ سے پڑھیں۔ علم فرائض شیخ شہاب الدین الشار مساحی سے پڑھا ۸۶۶ھ کے آغاز میں ان کو عربی تدریس کی اجازت مل گئی اور اسی سال سے انھوں نے علمی خدمات پر قلم اٹھایا' سب سے پہلے شرح استعاذ' اور شرح بسم اللہ تصنیف کی ان دونوں کتابوں پر ان کے استاد خاص شیخ عالم الدین بلقینی نے تقریظ لکھی' ۸۷۱ھ میں انھوں نے افتاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے دورہ حدیث شریف کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوگیا۔

تبحر علمی:۔

حسن المحاضرہ میں علامہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم یعنی تفسیر' حدیث' فقہ' نحو' معانی بیان اور بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے' آپ نے کہا ہے کہ حج کے موقع پر میں

نے آب زمزم پیا اور اس وقت یہ دعا مانگی کہ علم فقہ میں مجھے سراج الدین بلقینی اور حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا رتبہ مل جائے چنانچہ آپ کی تصانیف اور ان کا علمی تبحر اس کا شاہد ہے کہ آپ کی یہ دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگئی

قوت حافظہ :۔

آپ کی قوت حافظہ نہایت شدید تھی چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر اس سے زیادہ احادیث مجھے اور ملتیں تو میں ان کو بھی یاد کر لیتا۔ جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے درس و تدریس' افتاء وقضاء وغیرہ کی مصروفیات کو ترک کر دیا اور گوشہ نشین ہوکر ہمہ تن تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوگئے۔ آپ کی یہ دینی خدمت جس میں آپ کے شب و روز گزر رہے تھے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حسن قبول سے شرف یاب ہوئی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویا میں آپ کو یا شیخ السنہ سے مخاطب فرمایا۔ شیخ شاذلی سے منقول ہے کہ آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ سرور ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار بہجت آثار سے کتنی بار مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا ستر بار سے زیادہ (اللہ اللہ کیسی خوش نصیبی ہے!)۔

وصال :۔

آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور ایک معمولی سے مرض یعنی ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہوکر ۹۱۱ھ میں بعہد المستمسک باللہ آپ نے انتقال فرمایا۔ اور آپ نے اس امر کی خود بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی' تاریخ الخلفاء کے خاتمہ پر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں کہ وہ نویں صدی ہجری کا فتنہ نہ دکھائے اور اس سے پہلے اپنے حبیب لبیب ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے جوار رحمت میں بلا لے (آمین یا رب العالمین)۔

علامہ سیوطی کی سیرت اور کردار!:۔

آپ کے تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ پاک باطن اور نیک سیرت تھے اور

زاہدانہ طبیعت پائی تھی لیکن واقعات اور سوانح اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ آپ کی طبیعت میں عجزو انکسار کا مادہ کم تھا' چنانچہ آپ کے مشہور ہمعصر ارشاد الساری اور مواہب لدنیہ کے فاضل مصنف یعنی علامہ قسطلانی سے ایک ادبی مناقشہ ہوا اور اس مناقشہ نے اس قدر طول پکڑا کہ معاملہ قاضی کے یہاں پہنچا' علامہ قسطلانی اظہار معذرت کے لئے علامہ سیوطی کی خدمت میں گئے لیکن انہوں نے معاف نہیں کیا' اس واقعہ کو برصغیر ہندو پاک کے ایک عظیم عالم و محدث حضرت مولانا عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف بستان المحدثین میں تفصیل سے ذکر کیا ہے' چنانچہ شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ' شیخ جلال الدین کو علامہ قسطلانی (ولادت ۸۵۱ھ) سے بڑی شکایت تھی اور شکایت کرتے تھے کہ انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے اکثر مقامات پر مدد لی ہے اور اس کا اقرار و اعتراف نہیں کیا ہے۔ یہ بات اک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور ایک طرح کی حق پوشی ہے۔ جب اس شکایت کا چرچا ہوا اور یہ شکایت شیخ الاسلام زین الدین ذکریا انصاری کے حضور بطور محاکمہ (مقدمہ) پیش ہوئی تو شیخ جلال الدین سیوطی نے قسطلانی کو بہت سے مواقع پر مورد الزام قرار دیا ان میں سے ایک یہ کہ مواہب میں وہ کتنے مواقع ہیں جو بیہقی سے نقل کئے گئے ہیں اور قسطلانی بتائیں کہ بیہقی کی مولفات اور تصنیفات میں سے ان کے پاس کس قدر تصانیف موجود ہیں اور یہ بتائیں کہ ان میں سے کن تصنیفات سے انہوں نے نقل کی ہے جب قسطلانی ان مواضع کی نشاندہی نہ کر سکے تو اس وقت سیوطی نے ان سے کہا کہ آپ نے میری کتابوں سے نقل کیا ہے اور میں نے بیہقی سے پس آپ کے لئے ضروری تھا کہ آپ اس طرح اس امر کا اعتراف کرتے کہ نقل السیوطی عن البیھقی کذا تاکہ اس طرح مجھ سے استفادہ کا حق بھی ادا ہو جاتا اور صحت نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے' اس طرح قسطلانی ملزم ہو کر مجلس شیخ الاسلام سے اٹھے اور ان کو ہمیشہ اس بات کا خیال رہا کہ علامہ سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دھو دیا جائے مگر وہ ناکام رہے' ایک روز وہ یہ تہیہ کر کے شہر مصر (قاہرہ سے) نکلے' اور روضہ (مقام سیوطی) تک پیدل گئے جو مصر سے دور دراز فاصلہ پر واقع ہے' قسطلانیؒ نے علامہ سیوطی کے دروازے پر دستک دی شیخ نے اندر سے دریافت کیا کہ کون شخص ہے؟ قسطلانیؒ نے عرض کیا کہ میں احمد ہوں' برہنہ پا اور برہنہ سر آپ کے در پر معافی کے لئے کھڑا ہوں تاکہ آپ کے دل سے کدورت دور ہو جائے اور آپ راضی ہو جائیں' یہ سن کر شیخ جلال الدین سیوطی نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا' لیکن نہ انہوں نے دروازہ کھولا اور نہ علامہ قسطلانی سے ملاقات کی (بستان المحدثین از شاہ عبد العزیزؒ)

دہلوی) اس واقع کو پیش کرنے سے مدعا یہ تھا کہ علامہ سیوطی کے اس بیان سے تطبیق ہو جائے جو انہوں نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سات علوم میں تبحر کیا ہے' یعنی (۱) تفسیر' (۲) حدیث' (۳) فقہ' (۴) نحو' (۵) معانی' (۶) بیان اور (۷) بدیع' ان علوم میں مجھ کو عرب اور بلغائے عرب کے طریقہ پر تبحر حاصل ہوا اور اہل فلسفہ اور اہل عجم کے طریق پر نہیں ہیں' یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ سوائے فقہ کے مجھ کو جس طرح باقی علوم میں رسائی حاصل ہوئی' میرے شیوخ میں کسی کو حاصل نہ ہوئی اور ان میں سے کوئی بھی میری طرح مطلع نہیں ہوا' دوسرے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے میں فقہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ فقہ میں میرا شیخ مجھ سے زیادہ وسیع النظر اور طویل الباع تھا'

آپ نے اندازہ فرمایا کہ جو اپنے استاد کے سامنے سر فخر خم نہ کرے اور خود کو اپنے شیوخ سے برتر سمجھے وہ بیچارے قسطلانی کو کب خطرے میں لاسکتا تھا' اس قسم کے دعاوی انہوں نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں کئے ہیں اور وہاں تو انہوں نے اور بھی کھل کر علامہ کا فیجی اپنے محترم شیخ کی کمزوریاں بیان کی ہیں' اس سلسلے میں تفصیل سے میں الاتقان کے ضمن میں ذکر کروں گا:۔

علامہ سیوطی کا تبحر علمی:۔

اس میں شک نہیں کہ علامہ سیوطی ایک عالم تبحر' ایک ژرف نگاہ مفسر اور ایک بے نظیر محدث تھے' آپ کا شمار نویں صدی ہجری کے سر آمد علماء میں کیا جاتا ہے' آپ کی فکر نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے' خوب خوب لکھا ہے' یہ تسلیم ہے کہ وہ نویں صدی کے علماء و فضلاء میں ایک بلند مقام کے حامل تھے' وہ خود الاتقان کے دیباچہ میں اپنے پائگاہ کا اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ:۔

"مذکورہ سات علوم کے سوا' معرفت' اصول فقہ' علم جدل' تصریف' انشاء' ترسل' اور فرائض' علم قرآت اور طب کو میں نے کسی استاد سے نہیں پڑھا' ہاں علم الحساب مجھ پر زیادہ دشوار شے ہے' اب بحمد اللہ میرے پاس اجتہاد کے آلات پورے ہوگئے ہیں' میں اس بات کو بطور ذکر نعمت الٰہی کہتا ہوں' فخر کی رو سے نہیں' اگر میں چاہتا کہ میں ہر ایک مسئلے پر ایک مستقل کتاب لکھوں اور اس مسئلہ کے انواع' ادلہ عقلیہ' نقلیہ' اس کے مدارک' اس کے نقوص اور ان

کے جوابات اور اس مسئلہ میں اختلاف مذاہب کے درمیان موازنہ کروں تو بفضل الٰہی اس امر پر مجھ کو قدرت ہوتی۔"

کیا علامہ سیوطی کے اس تفاخر اور تعلی ہی کا یہ نتیجہ تو نہیں کہ ان کے بعد کے علمائے مبصرین اور فضلاء نے ان کی تغلیط کی جگہ جگہ نشاندہی کی ہے اور ان کی کمزوریوں کو گنایا ہے۔ تفسیر جلالین جو ان کی متداول تصنیف ہے اس پر بھی رطب و یابس کا لیبل چسپاں کیا جاتا ہے' ان کی جمع الجوامع پر علمائے اصول حدیث نے کڑی نکتہ چینی کی ہے اور کہا ہے کہ اس مجموعہ میں ضعیف اور موضوع احادیث تک موجود ہیں۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کشف الظنون میں علامہ سیوطی کی جمع الجوامع پر ان الفاظ میں تنقید کرتے ہیں۔

"حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی نے مذکورہ چھ کتابوں اور دس مسانید وغیرہ کو اپنی "جمع الجوامع" میں جمع کر دیا جو متون احادیث کی تعداد کے لحاظ سے "جامع الاصول" سے کہیں بڑھ گئی مگر انھوں نے اس کی طرح جمع احادیث میں صحت و سقم کا لحاظ نہیں رکھا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی اس تالیف میں ضعیف بلکہ موضوع احادیث تک موجود ہیں۔"

(الثقافۃ الاسلامیہ علامہ راغب طباخ' مترجمہ افتخار احمد صاحب بلخی حصہ اول ۳۵۴)

علامہ سیوطی کی تصانیف پر ایک نظر:۔

عصر حاضر کے اعتبار سے دیکھا جائے تو علامہ سیوطی کی ایک ہی خصوصیت اپنی جگہ بہت عظیم ہے کہ انھوں نے مختلف موضوعات پر چار سو پچاس کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ تین سو کتابوں کے مصنف و مولف ہونے کا تو خود انھوں نے اقرار کیا ہے اور اپنی خود نوشت سوانح میں وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے' ارباب علم و فضل کا کہنا ہے کہ اس کے بعد ایک سو تصانیف کا اس پر اور اضافہ ہوا اس طرح ان کی کل تصانیف چار سو پچاس ہوتی ہیں' عصر حاضر کے اعتبار سے یہ ایک محیر العقول کارنامہ ہے لیکن علامہ سیوطی کے پیشرو مفسرین و محدثین اور مورخین کے علمی کارناموں کا جائزہ لیجئے تو ایک ہی موضوع پر لکھی جانے والی کتاب دس بیس ہی نہیں بلکہ ساٹھ جلدوں تک اس کی ضخامت پہنچ جاتی ہے۔ خدانخواستہ اس سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ میں علامہ سیوطی کے دینی اور ادبی خدمات کے اعتراف میں بخل سے کام لے رہا ہوں بلکہ آپ کو صرف یہ بتانا تھا کہ مورخین ہی کے گروہ کو لے لیجئے خطیب

بغدادی کی تاریخ بغداد آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق بیس جلدوں پر ختم ہوئی ہے' حلب کی تاریخ جس کے مصنف عمر بن احمد بن العدیم العجلی ہیں چالیس جلدوں پر محیط ہے۔ اسی طرح ابن اثیر۔ طبری متقدمین میں ہیں اور ان کی تاریخیں بڑی مبسوط اور ضخیم ہیں۔ آپ اس سلسلے میں بھی بنی امیہ اور بنی عباس کے ادبی کارناموں کے ذکر میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں کچھ تفصیل سے کہنا بے محل سی بات ہو جائے گی۔

علامہ سیوطی کی بہت سی تصانیف آج نایاب ہیں' آج ہی نہیں بلکہ مدتوں سے ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا' غنیمت ہے کہ حسن المحاضرہ کی بدولت ان کتابوں کے نام باقی رہ گئے ہیں' اب میں ان تمام موضوعات کو ایک ایک کرکے آپ کے سامنے پیش کروں گا جن پر علامہ سیوطی نے قلم اٹھایا ہے اور اپنے ترجمہ یعنی خود نوشت سوانح حیات میں ان کی صراحت کی ہے' میں علامہ کی تصانیف کے موضوعات کو سب سے پہلے قرآن حکیم سے شروع کرتا ہوں اگر چہ اس موضوع پر علامہ سیوطی نے سب سے پہلے قلم نہیں اٹھایا لیکن تقدیس کے اعتبار سے یہی موضوع سب سے اولیت چاہتا ہے۔ علوم قرآنی پر علامہ سیوطی کی مشہور زمانہ مبسوط اور ضخیم کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" ہے میں سمجھتا ہوں کہ علامہ کے تبحر علمی اور ان کے فضل وکمال کی شہادت میں ایک یہی کتاب بہت کافی ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اپنے موضوع پر ایک جامع اور مکمل کتاب ہے' اس کتاب کی وجہ تالیف علامہ سیوطی نے الاتقان فی العلوم القرآن میں اس طرح بیان کی ہے۔

"مجھے طالب علمی کے زمانے ہی سے اس بات پر بڑی حیرت اور سخت تعجب تھا کہ علمائے متقد مین نے علوم حدیث پر تو بہت سی کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں لیکن علوم القرآن پر کوئی کتاب نہیں لکھی(ا)۔ اتفاقاً" ایک دن میں نے اپنے استاد اور شیخ ابو عبد اللہ محی الدین الکافیجی کو یہ فرماتے سنا کہ انہوں نے علوم التفسیر کے متعلق ایک بے مثل کتاب ترتیب دی ہے کہ ایسی کتاب کبھی نہیں لکھی گئی۔ مجھے شوق پیدا ہوا اور میں نے اسے لیکر نقل کرلیا یہ ایک مختصر سا رسالہ تھا کہ اس میں صرف دو باب تھے یعنی باب اول تفسیر و تاویل قرآنی سورتوں اور آیات کے معانی میں اور باب دوم تفسیر بالرائے کی شرائط کے ذکر میں پھر ان دو ابواب کے بعد خاتمہ تھا جس میں عالم اور متعلم کے آداب ذکر کئے گئے تھے۔ اس رسالہ سے میری تشنگی شوق کو کچھ بھی تسکین نہ ہوئی اور اپنی منزل مقصود تک رسائی کا کوئی راستہ نہ مل سکا۔ اس کے بعد ہمارے شیخ اور

مشائخ اسلام کے سرگروہ، دین کے علمبردار عالم الدین بلقینی قاضی القضاۃ نے اپنے بھائی قاضی القضاۃ جلال الدین کی تصنیف کی ہوئی ایک کتاب کا مجھے پتا دیا جس کا نام "مواقع العلوم من مواقع النجوم" تھا اس کو میں نے دیکھا یہ اس موضوع پر ایک عمدہ اور قابل قدر تصنیف تھی انھوں نے مذکورہ بالا انواع میں سے ہر ایک نوع کا کچھ مختصر سا بیان بھی کیا تھا مگر ان کا بیان اس قدر ناکافی تھا کہ اس پر ضروری اضافہ کرنے کی حاجت اور مزید تشریح کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس موضوع پر ایک کتاب موسوم بہ "التجبیر فی علوم التفسیر" لکھی۔ اس کے بعد علامہ آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ "اس علم کی ایجاد میں میرا نمبر دو ہے لیکن اس علم کے بکھرے ہوئے آبدار جواہر کو یکجا فراہم کرنے اور تفسیر حدیث کے دو فنون کی تقسیم مکمل کرنے میں مجھے اولیت کا رتبہ ملے گا"

اس کے بعد علامہ سیوطی اپنی دوسری تصنیف جو اسی موضوع پر ہے یعنی "البرہان فی علوم القرآن" کی وجہ تصنیف بتاتے ہیں اور امام بدر الدین زرکشی کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"میں نے علامہ زرکشی کی کتاب کا مطالعہ کیا تو مجھے کمال مسرت ہوئی اور شکر الٰہی بجا لایا کہ ہنوز میرے لئے بہت بڑا کام کرنے کا موقع باقی ہے، یہاں تک کہ میں نے یہ عظیم الشان اور لاثانی کتاب تیار کرلی جو فوائد اور خوبی کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ کہی جاسکتی ہے۔ میں نے پراگندہ مسائل کی فراہمی سے اس کی دلچسپی میں چار چاند لگا دیئے اور اس کا نام "الاتقان فی علوم القرآن" رکھا"۔

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب کی خود اس قدر تعریف کر دی ہے کہ اب مزید اس کی تعریف کیا کی جائے اس میں شک نہیں کہ اس موضوع پر یہ ایک بے مثال اور لاجواب کتاب ہے لیکن آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ انھوں نے اپنے استاد کی کتاب کا ذکر کس حقارت سے کیا ہے اور علامہ بلقینی کی کتاب سے استفادہ کا بالکل اعتراف نہیں کیا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب کشف الظنون کو یہ "مجبوراً" لکھنا پڑا کہ:-

"الاتقان فی علوم القرآن" شیخ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے اور ان کے کارناموں میں زیادہ نمایاں اور سب سے زیادہ مفید کتاب ہے اس

میں اپنے شیخ کافیجی کا ذکر کیا ہے اور اس کو بہت کمتر سمجھا ہے (ذکر فیه تصنیف شیخه الکافیجی واستصغره"۔

اتقان پر اتنا لکھنا کافی ہے۔ آپ یہاں میرے اس قول کی تائید کر سکیں گے کہ علامہ تفاخر پسندی کے سامنے اپنے شیخ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ بیچارے قسطلانی تو کس شمار میں ہیں!

علامہ سیوطی اور تفسیر قرآن پر ان کی تالیفات:۔

علامہ سیوطی کی یہ بڑی مبسوط اور جامع تفسیر ہے۔ الاتقان ان کی اسی تفسیر کا مقدمہ ہے یعنی مجمع البحرین اور مطلع البدرین (الجامع التحریر الروایہ و تقریر الدرایہ) اس کا ذکر الشفافۃ الاسلامیہ مرتبہ علامہ راغب طباخ میں موجود نہیں۔ علامہ راغب طباخ نے بڑی کاوش اور جستجو سے ایسی تمام تفاسیر کا پتا لگایا ہے جو بصورت مخطوطہ یا مطبوعہ موجود ہیں بلکہ علامہ سیوطی کی ایک دوسری تصنیف الدر المنثور کا ذکر کیا ہے حالانکہ علامہ سیوطی نے الاتقان کے مقدمہ میں یہ صراحت کی ہے کہ یہ میری اس تفسیر کا مقدمہ ہے جس کا نام مجمع البحرین و مطلع البدرین ہے اغلب یہ ہے کہ یہ تفسیر طبع نہیں ہوئی یا اس کا تکملہ نہیں ہو سکا ورنہ ان کے شاگرد رشید حافظ زین الدین عمر الشجاع الجلبی اس کا ضرور ذکر کرتے' انھوں نے اپنے استاد کی تفسیر سے متعلق بتیس تصانیف کا ذکر کیا ہے اگر یہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں بھی ہوتی تو زین الدین عمر یا ان کے کارناموں کا علمی دنیا سے تعارف کرانے والے ملا علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) ضرور اس کا ذکر کرتے' ملا علی قاری (جو علامہ سیوطی کے شاگرد خاص ہیں) علامہ سیوطی کے سلسلہ میں ایک زبردست سند ہیں کہ وہ ان سے بہت ہی قریب العہد ہیں۔ یہی صورت حافظ زین الدین عمر الشجاع کی ہے۔ ملا علی قاری نے جو علامہ سیوطی کو اپنا شیخ مشائخ کہتے ہیں'

ان کی تفسیر الدر المنثور کی طرف ایک لطیف اشارہ اس طرح کیا ہے۔

شیخ مشائخنا السیوطی هو الذی احیا علم التفسیر الماثور فی الدر المنثور

ہمارے استاذ الاساتذہ سیوطی وہ عالم ہیں جنھوں نے تفسیر' ثور کو کتاب دارالمنثور کے ذریعے زندہ کیا۔

حافظ زین الدین عمر الشجاع الحبلی نے جن تفسیری تالیفات کا ذکر کیا ہے ان میں سے علامہ راغب طباخ مندرجہ ذیل کتب کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۔ الدر المنثور فی التفسیر بالما ثور (بارہ جلدوں میں سے اس کی پانچ جلدیں طبع ہو چکی ہیں)۔

۲۔ الاتقان فی علوم القرآن' ایک بہت ضخیم جلد میں (یہ مصر میں چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ عام طور پہ دو جلدوں میں اس برصغیرپاک و ہند میں طبع ہوئی ہے)۔

۳۔ ترجمان القرآن۔ ایک مستند تفسیر (پانچ جلدوں میں)

۴۔ الناسخ والمنسوخ

۵ الاکلیل فی استنباط التنزیل۔

۶ لباب المنقول فی اسباب النزول

۷ مفحات القرآن فی مہمات القرآن۔

(یہ ایسے مباحث ہیں جن پر علامہ سیوطی الاتقان میں بھی "نوع" کے عنوان سے بحث کرتے ہیں)

۸۔ اسرار التنزیل (ایک جلد) یہ تفسیر سورۃ براءۃ تک ہے'

۹۔ تفسیر جلالین (نصف اول)۔

آپ کی یہ تفسیر بہت متداول اور مشہور ہے' برسوں سے مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ یہ تفسیر جلالین کے نام سے بایں اعتبار موسوم و مشہور ہے کہ یہ جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی کی مشترکہ کوشش کا نتیجہ ہے۔ علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں یہ صراحت کی ہے کہ نصف اول میری کاوش کا نتیجہ ہے اور کمال یہ ہے کہ جلال الدین محلی کی نصف آخر اور اس نصف اول میں اسلوب بیان یا انشاء اور ایجازو اختصار کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے یہ تفسیر ایک مختصر تفسیر ہے معمولی استعداد کے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن اپنے اختصار کے باعث دوسری تفاسیر متداولہ کی طرح تفسیر معقول و منقول نہیں ہے۔ صرف تفسیر بالمعانی ہے۔ روایت اور درایت کے خواستگار اس سے اپنی تشنگی دور نہیں کر سکتے۔ تفسیر کا یہ ایجاز واختصار عرصہ تک مقبول رہا اور اس اسلوب پر متعدد تصانیف لکھی گئیں چنانچہ ان میں ملا حسین واعظ کاشفی کی تفسیر حسینی بھی ہے جو معمولی ضخامت کی دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

علامہ سیوطی اور علم حدیث:۔

جس طرح علامہ سیوطی مفسرین کرام کی صف میں ممتاز ہیں اور اپنے عہد کے ایک محقق اور بلند پایہ مفسر شمار کئے جاتے ہیں اسی طرح نویں صدی ہجری کے مشہور محدثین میں بھی آپ کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ مدون حدیث کے اعتبار سے ان کی مشہور تالیف جامع الجوامع ہے' اس میں علامہ نے صحیح بخاری 'مسلم' موطا' سنن ابن ماجہ' ترمذی' اور نسائی کو مع دس مسانید کے جمع کیا ہے' علامہ نے جن کتب احادیث و مسانید کو جمع کیا ہے اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کس قدر ضخیم کتاب ہوگی۔' علامہ سیوطی سے پہلے اس نوع کی ایک تالیف منصہ شہود پر آچکی تھی۔ اور "جامع الاصول" کے نام سے موسوم تھی لیکن متون احادیث کے اعتبار سے یہ جامع الاصول سے کہیں زیادہ ضخیم ہے لیکن اس میں صحت و سقم کا لحاظ چونکہ نہیں رکھا گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس تالیف میں ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع احادیث تک موجود ہیں۔

الازھاء المتناثرہ فی الاخبار المتواترۃ۔

یہ ایسی سو احادیث کا مجموعہ ہے جن میں سے ہر ایک حدیث شریف کو دس اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواتر کے ساتھ روایت کیا ہے اس خصوصیت کے باعث یہ ایک عجیب و غریب تالیف و تدوین ہے۔

تدوین حدیث کے لحاظ سے علامہ سیوطی کی ان دو تالیفات ہی کا پتا چلا ہے اور حسن المحاضرہ میں خود علامہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ شروح صحاح ستہ:۔

صحاح ستہ (یعنی حدیث شریف کے چھ معتبر ترین مجموعے) تیسری صدی ہجری کی تالیف میں شمار کی جاتی ہیں یعنی سوائے امام احمد بن شعیب نسائی کے باقی پانچ آئمہ نے تیسری صدی ہجری میں انتقال کیا اور ان سب حضرات کی پیدائش بھی اسی صدی ہجری کی ہے۔ صرف امام احمد بن شعیب نسائی کا انتقال ۳۰۲ میں ہوا۔ بہر حال یہ سب حضرات تیسری صدی ہجری ہی

کے آئمہ احادیث کہلاتے ہیں اور اسی لئے یہ چھ مجموعہ احادیث اپنی صحت کے لحاظ سے صحاح ستہ کہلاتے ہیں بعد کی صدیوں میں بھی احادیث کی تدوین کا کام جاری رہا (جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے) لیکن اسی کے ساتھ ساتھ مذکورہ کتب کی قبولیت اور مولفین کے علمی اور ادبی مقام نے دوسرے ارباب قلم مجتہدین' محدثین علماء اور فضلا کو اس طرف متوجہ کیا کہ انھوں نے بڑے ذوق و شوق سے صحاح ستہ میں سے ہر ایک صحیح کی شرح لکھی یا اس پر تعلیقات تحریر کئے۔

علامہ سیوطی کی نظر سے بھی ایسی کتابیں گزر چکی تھیں اور ان کے پیشرو ارباب فضل و کمال اس موضوع پر قلم اٹھا چکے تھے چنانچہ علامہ سیوطی جیسے محدث و محقق اور تیز قلم صاحب تصنیف بزرگ نے بھی اس موضوع کو اپنایا اور انھوں نے سوائے صحیح مسلم کے باقی تمام کتب کی شرحیں لکھیں! چنانچہ:

۱ التوشیخ علی الجامع الصحیح (بخاری کی شرح ہے)'
۲ القول الحسن فی الذب علی السنن' (سنن نسائی کی شرح ہے)'
۳ القوت المغتذی علی جامع الترمذی(ترمذی کی شرح ہے)'
۴ زہر الربٰی علی المجتبیٰ (سنن ابن ماجہ کی شرح ہے)'
۵ کشف الغطاء فی شرح الموطا (یعنی موطا امام مالکؒ) کی شرح ہے'

طبقات المفسرین و محدثین ہمارے اسلاف کرام کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ ان کی کاوشوں اور تراوش ہائے قلم کے طفیل ہزاروں ایسے علماء اور فضلا مفسرین' محدثین اور مورخین کے اسمائے گرامی تاریخ میں محفوظ رہ گئے جو ہمارے لئے آج بھی سرمایہ عزت و افتخار ہیں' اگر ان بزرگوں نے اس موضوع پر قلم نہ اٹھایا ہوتا تو خدا جانے کتنے نام تاریخ کے حافظے سے اتر جاتے اور ہم اپنے باکمال باصلاحیت صاحبان زہد و تقویٰ پاکباز و پاک باطن اسلاف کی آگاہی کے شرف سے محروم رہتے۔ طبقات کیا ہے؟ ایک موضوع یا ایک فن پر ان ارباب دانش و فکر کا تذکرہ جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنی فکر کے نتیجے یادگار چھوڑے!

طبقات المفسرین علامہ سیوطی خود ایک زبردست مفسر' محدث اور صاحب فضل و کمال بزرگ تھے ان کے تبحر کا ہر دور اور ہر صدی میں اعتراف کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے تفسیری کوششوں کے ساتھ ساتھ اپنے دور اور دور ہائے ماقبل کے ایسے مفسرین کے حالات اور انکی تفسیروں کے ناموں کو محفوظ کر دیا جن کی تصنیفات تک کسی نہ کسی اعتبار سے

ان کی رسائی ہو سکی اور ان پر تبصرہ بھی کیا ہے چنانچہ طبقات المفسرین ان کی اس موضوع پر ایک اوسط درجہ کی تصنیف ہے۔ علامہ راغب طباخ کہتے ہیں "طبقات المفسرین" یورپ میں طبع ہو چکی ہے، یہ بہت مختصر ہے تشنگی باقی رہتی ہے۔

طبقات پر ان کی ایک اور تصنیف ہے جس کا نام فوا ھد الا بکا ر ہے۔ یہ قدما مفسرین کے حالات پر مشتمل ہے۔

طبقات المحدثین : جس طرح طبقات المفسرین، مفسرین کرام کا تذکرہ ہے اسی طرح طبقات المحدثین، محدثین عظام کی سوانح حیات کا تذکرہ ہے۔ علامہ سیوطی نے طبقات المحدثین پر بھی کام کیا ہے چنانچہ تذکرہ الحفاظ محدثین کرام کا ایک اوسط درجہ کا تذکرہ ہے۔

تقریب و تدریب :

تقریب امام نوویؒ کی تصنیف ہے جس کا موضوع ہے کتابت حدیث کی رخصت یا ممانعت، علامہ سیوطی نے اس تقریب کی ایک مبسوط شرح لکھی اور تدریب کے نام سے موسوم کیا ہے یہ طبع ہو چکی ہے اور دستیاب ہے۔

شرح الفیہ : اس کتاب پر جو ان کی دوسری یا تیسری تصنیف ہے ان کے استاد شیخ امام علامہ تقی الدین الشبلی حنفی نے تقریظ لکھی ہے۔

تذکرہ اور تاریخ : علامہ سیوطی نے جس مجتہدانہ اور فاضلانہ انداز میں، علوم قرآن، تفسیر و حدیث پر قلم اٹھایا ہے اسی طرح تاریخ کے موضوع پر بھی انھوں نے اپنے مخصوص اسلوب اور انداز میں بہت کچھ لکھا ہے، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں ہجری میں تذکروں کو "طبقات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس دور کے تمام تذکرے، خواہ ان کا تعلق ادبی دنیا سے ہو یا مذہبیات کی کسی نوع اور صنف سے! کسی مخصوص علم و فن سے اس صنف کے ارباب کے حالات جب مرتب کئے جاتے تو ان کو طبقات ہی کہا جاتا تھا! چنانچہ طبقات المفسرین و محدثین کی طرح طبقات الخلفاء، طبقات الفقہاء، طبقات النحاۃ، طبقات الصوفیہ، طبقات الا طباء وغیرہ بہت سے ناموں سے یہ طبقات عہد بہ عہد تالیف و تصنیف ہوتے رہے چنانچہ علامہ سیوطی نے بھی طبقات نگاری کی طرف توجہ کی چنانچہ طبقات الخلفاء یا تاریخ الخلفاء کے دیباچہ میں انھوں نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ

میں نے احوال لانبیا (علیہم السلام) میں ایک کتاب مرتب کی' اس کے بعد احوال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شیخ الاسلام ابن حجر قسطلانی کی تصنیف اصابہ (اصابہ فی المعرفت الصحابہ رضی اللہ عنہ) کی تلخیص کی۔ اس کے بعد طبقات المفسرین پر قلم اٹھایا اس کے بعد طبقات الحفاظ (یعنی طبقات المحدثین) مرتب کی جو طبقات الذہبی کی تخلیص ہے' ایک مبسوط اور جامع کتاب طبقات النحاۃ صاحبان علم نحو لغت پر تالیف کی اور یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے قبل ایسی کتاب کسی نے تالیف نہیں کی' پھر علمائے علم اصول کے طبقات میں ایک کتاب لکھی' طبقات الاولیاء مرتب کی اسی طرح اہل فرائض کے طبقات پر "طبقات الفرضیین" لکھی۔ علمائے علم البیان پر "طبقات البیانین" لکھی انشاء پر دازوں کے طبقات پر "طبقات الکتاب" مرتب کی۔ "طبقات اہل وعظ"۔ تالیف کی۔ قرا کے طبقات پر میں نے طبقات ذہبی ہی کو کافی سمجھا' اور اس کے بعد لوگوں کا ذوق و شوق دیکھ کر یہ کتاب "طبقات الخلفاء" مرتب کی'

آپ نے ملاحظ فرمایا کہ طبقات پر کتنی کتابیں علامہ نے متنوع الموضوع مرتب و تالیف کیں۔ تاریخ الخلفاء یا "طبقات الخلفاء" کے دیباچہ میں چونکہ دوسرے موضوعات کا ذکر مناسب نہیں تھا اس لیے انھوں نے اپنی بہت سی کتابوں کا ذکر نہیں کیا۔ اپنی تمام تصانیف کا جیسا کہ میں قبل عرض کر چکا ہوں انھوں نے "حسن المحاضرہ" میں ذکر کیا ہے' ان میں سے بہت سی کتابیں جس طرح طبقات کے سلسلہ میں تالیفات نایاب ہیں اسی طرح اس فہرست کی کتب بھی مطبوعہ موجود نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے مخطوطات کتب خانوں میں موجود ہوں۔ آخر میں علامہ کی ایک بے مثال اور موضوع کے اعتبار سے ایک مہتم بالشان اور منفرد تصنیف کا اور ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ ہے آپ کی یگانہ روزگار تصنیف خصا نص کبری'() اس بے مثال و بے نظیر کتاب کا موضوع ہے' معجزات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم' یہ کتاب یعنی خصائص کبری دو ضخیم جلدوں میں ہے (۳) اور فخر آدم و آدمیان پناہ امتاں دستگیر بیکساں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی سے ۱۰ھ تک آپ کے بیشمار اور لاتعداد معجزات کو سرور ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مبارک و مقدس روز وشب اور ماہ و سال کے ساتھ بقید سنین پیش کیا ہے جس کا مطالعہ روح کی بالیدگی اور ایمان کی پختگی کا ذریعہ ہے اور زبان پر بیساختہ یہ شعر آجاتا ہے۔

زفرق تابہ قدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

خصائص کبریٰ اس کوتاہ نگاہی کے لئے سرمہ بصیرت ہے جو مقام رسالت تک روشناسی کے حصول سے محروم ہے اور ان ذہنوں کے لئے رشد و ہدایت کا سرمایہ ہے جو باعث کونین' حاصل کونین اور روح کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اقدس وارفع کو سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہیں اور جن کے قلوب سے وہ استعداد سلب ہوگئی ہے جو درود پاک کی مقدس فضاؤں میں دھڑکتے دلوں کا ساتھ دے سکے۔ علامہ سیوطی نے پوری کتاب میں ہر معجزہ پر متعدد احادیث سے مع رواۃ و سند کے استدلال کیا ہے گویا انھوں نے تمام احادیث معجزات کو جمع کر دیا ہے جو ان کا ایک لافانی کارنامہ ہے' میں نے کافی تجسس و تلاش اور متعدد کتابوں کے مطالعہ کے بعد علامہ فضل اجل' مفسر اعظم' محدث تبحر' حضرت عبدالرحمٰن جلا الدین سیوطی کے تصانیف کی یہ فہرست موضوع وار آپ کی خدمت میں پیش کی ہے اور اپنی بساط کے مطابق ہر کتاب کے بارے میں چند الفاظ تحریر کر دیئے ہیں' جانتا ہوں کہ یہ فہرست کس قدر ناکمل اور نا تمام ہے جب کہ علامہ فہام کی تصانیف کی تعداد چار سو پچاس کے قریب ہے کاش علامہ کی یہ تمام تصانیف دستیاب ہوتیں تو ان کے پائگاہ علم کا اندازہ ہوتا۔ مختصراً" میں یہ عرض کروں گا کہ میرے قلم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں ایک نامور اور بلند پایہ مجتہد' مفسر' محدث' فقیہ' ادیب' مورخ' لغوی اور شاعر کی ادیبانہ صلاحیتوں' عالمانہ شانٔ اور مجتہدانہ نظر پر کچھ لکھ سکوں۔ بہر حال یہ جو کچھ لکھا ہے وہ اس نیت سے لکھا ہے کہ اردو میں علامہ کی سوانح حیات اور تصانیف پر کچھ تو مواد پیش کر دیا جائے تاکہ ہمارے نوجوان اپنے گراں مایہ اور گراں قدر اسلاف میں سے ایک جلیل القدر ہستی کے علمی کارناموں سے کچھ روشناس ہو سکیں!

یہاں مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں کچھ باک نہیں ہے کہ میں علامہ سیوطی کی سوانح اور سیرت پر کچھ نہ لکھ سکا۔ ان کی پیدائش' تعلیم و تربیت' اساتذہ اور علمی مشغولیت پر تو کچھ نہ کچھ لکھا گیا ہے اور وہ آپ کے سامنے ہے لیکن زندگی کے بہت سے گوشے ایسے ہیں جن سے نقاب نہیں اٹھایا جاسکا مثلاً" ان کا ذریعہ معاش' متاہل زندگی' اولاد اور خاندان کے دوسرے بزرگ۔ علامہ کے مسلک کے بارے میں یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ شافعی تھے۔' ان کے اساتذہ کرام میں حنفی حضرات بھی ہیں اور شافعی بھی! بہر حال میں نے ان کی سوانح حیات کیلئے کچھ مواد فراہم کر دیا ہے اب خدا کرے کہ کوئی صاحب قلم اٹھیں اور اس ناتمام کام کو پورا کرکے جوان نسل کی طرف سے مشکور بنیں۔

حواشی

۱۔ یہ درست نہیں ہے، علوم قرآن پر تیسری صدی ہجری سے کام شروع ہو چکا تھا۔

۲۔ انشاء اللہ العزیز آپ خصائصؒ کبریٰ کی دونوں جلدوں کا بہترین، سلیس اور شستہ و دلنشین ترجمہ جلد ہی ملاحظہ فرمائینگے مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی اس کی طباعت کے انصرام و اہتمام میں مصروف ہے۔

۳۔ خصائص کبریٰ کی تالیف میں خود علامہ سیوطی کے ارشاد کے مطابق ۲۱ سال صرف ہوئے، علامہ نے اس کی ضخامت کے پیش نظر اس کی خود ہی تلخیص کی اور اس کا نام اللبیب فی خصائص الحبیب رکھا غالبا یہ تلخیص شائع نہیں ہوئی اس کی ایک اور تلخیص شیخ عبد الوہاب بن احمد الشعرانی (المتوفی ۹۷۳ھ) نے کی تھی۔

عہد بنی امیہ اور بنی عباس
کی فکری اور علمی تاریخ

علوم و فنون اسلامیہ پر تصنیف و تالیف کا زریں زمانہ

علامہ دوراں مجتہد زماں مفسر اعظم و محدث علام حافظ عبد الرحمان جلال الدین سیوطی کی سوانح حیات اور ان کی تصانیف پر تبصرہ آپ نے ملاحظہ فرمایا! میں نے اپنے دیباچہ میں "تاریخ الخلفاء" پر تفصیل کے ساتھ جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گزر چکا ہے' علامہ موصوف نے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں بنی امیہ اور بنی عباس کے تمام امراء المسلمین الموسوم بہ خلیفہ کے مختصر حالات پیش کئے ہیں اور ان کے سوانح بقید شہوود سنین معرض تحریر میں لائے ہیں لیکن انہوں نے اس زمانے کے علمی اور ادبی ترقیوں کا ذکر نہیں کیا ہے صرف اس پر اکتفا کی ہے کہ ہر ایک امیر المسلمین کے دور میں وفات پانے والے مشاہیر علماء فضلاء کا نام بنام ذکر کر دیا ہے جس سے ذوق مطالعہ کی تشنگی دور نہیں ہوتی۔ اسی طرح تمدنی حالات و ثقافت و تہذیب پر بھی کچھ روشنی نہیں ڈالی ہے صرف شخصی اطوار کا یعنی ہر ایک امیر المسلمین کی سیرت مختصرا" بیان کر دی ہے۔

ہمارے بچے اور ہمارے نوجوان یہ سنتے چلے آرہے ہیں کہ بنی امیہ کا عہد اور بنی عباس کا دور خصوصیت کے ساتھ ہماری تاریخ کا زریں دور ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زریں دور امیہ سے کیا مراد ہے۔ کیا امن و امان کا دور ہے؟ جی ایسا نہیں ہے۔ کیا فتوحات کے اعتبار سے اس کو زریں دور کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب بھی نفی میں ہے۔ اس لئے کہ اسلامی فتوحات کا دور تو دور فاروقی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا جس کو تاریخ اسلام کبھی فراموش نہیں کر سکتی ہاں یہ ضرور ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں اسلامی سلطنت کے حدود وسیع ہوئے اور رومیوں پر کامل فتح حاصل کی گئی۔ بہت سے ممالک اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آگئے اور عباسی سلطنت کا جزو بن گئے' عباسیوں کے خزانے زرو جواہر سے معمور ہوگئے لیکن مسلمان دولت کی فراوانی اور مال کی کثرت پر فخر نہیں کرتا اور نہ فتوحات و توسیع حدود سلطنت اس کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ اس کا سرمایہ افتخار صرف اس کا دین مبین اور علم دین ہے اس کی توسیع و اشاعت ہی پر وہ نازاں ہو سکتا ہے۔ عہد عباسی کے مصنفین کے قلم کی موشگافیاں

اور جولانیوں نے زرو جواہر سے ان کے خزانوں کو مالا مال نہیں بلکہ دین و مذہب اور علم و حکمت کی ترویج سے عباسیوں کی سلطنت کو چار چاند لگائے اور اپنی تصنیفات و تالیفات سے عباسیوں کے کتب خانوں کو مالا مال کر دیا اور آج انہی اسلاف کرام کے رشحات قلم کا صدقہ ہے کہ ہم اپنے علوم و فنون کے بے بہا خزانے پر نازاں ہیں۔ ان اسلاف کرام نے دس بیس ہزار صفحات پر اپنی فکر کے یہ نمونے بطور یادگار نہیں چھوڑے ہیں بلکہ لاکھوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور میں بلا مبالغہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر اسلاف کرام کی علمی کاوشوں کے ان نتائج کو جمع کیا جائے تو کروڑوں صفحات بن جائیں گے۔ انہوں نے جن علوم و فنون پر قلم اٹھایا ان میں علوم القرآن' تفسیر' حدیث' فقہ' اصول تفسیر' اصول حدیث' اصول فقہ' علم الکلام' فلسفہ' ہیئت' منطق' تاریخ' فلسفہ تاریخ' جغرافیہ' طب' جراحت' ریاضی' علم ہندسہ' جبرو مقابلہ' علم قرات' علم تجوید و صرف' نحو' معانی' بیان' انشاء' ادب' شاعری اور تاریخ کے تمام طبقات پر بے شمار تصانیف موجود ہیں۔ یہی علمی سرمایہ ہمارے اسلاف کا سرمایہ افتخار ہے اور آج ہمارے لئے یہی وجہ نازش و افتخار ہے چونکہ اس علمی اور فکری مذاق کو بنی عباس کے عہد میں بڑی ترقی ہوئی بلکہ ایسی ترقی کہ پھر اس کے بعد ایسی ترقی حاصل نہ ہو سکی۔ اس عہد میں فنون لطیفہ (فن تعمیر اور فن موسیقی و شاعری) کو بھی ایسا کمال حاصل ہوا کہ پھر عرب کی سر زمین پر کسی اور دور میں ان فنون لطیفہ کو ایسا فروغ حاصل نہیں ہوا۔ بس اسی اعتبار سے ہم عہد بنی امیہ اور بنی عباس کو اپنی تاریخ کا عہد زریں کہتے ہیں۔

تاریخ کا یہ عجب اتفاق ہے کہ بنی امیہ کا دور جس کا آغاز امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصی سلطنت سے ۴۱ھ (۶۶۱ء) میں ہوا اور جس کا اختتام مروان ثانی (متوفی ۱۳۲ھ) پر ہوا' گویا یہ دور ۹۱ سال کی مدت پر محیط ہے۔ آپ کو یہ دور اپنے دامن میں گوناگوں اور متضاد واقعات سمیٹے ہوئے ملے گا۔ میں یہاں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا ہوں کہ اس ۹۱ سالہ دور میں جہاں آپ کو ظالم و جابر اور قتل و غارت گری پر کمربستہ امراء المسلمین نظر آئیں گے وہاں آپ کو چند ایسی نفوس قدسیہ بھی ملیں گے جن کے تقدس اور پرہیز گاری کی تقویٰ خود قسم کھانے کو تیار ہے۔ جن کے زہد و اتقا کی تعریف میں قلم کی زبان خشک ہو جاتی ہے جن کے عدل و انصاف کے سامنے شاہ و گدا کی تمیز حرف غلط کی طرح باطل ہے۔ آپ کو اس دور میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے جم غفیر بھی نظر آئیں گے اور مدینۃ الرسول کو تاخت و تاراج کرنے والی سپاہ بھی ملے گی۔ یہاں آپ کو اسلام کے پرچم کے سربلندی کے لئے بیش قیمت جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے بھی ملیں گے اور کعبتہ اللہ کی دیواروں پر منجنیق سے سنگباری کرنے

والے بھی۔ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے سر کٹانے والے بھی فوج درفوج آپ کو نظر آئیں گے اور بساط سلطنت پر قبضہ کرنے کے لئے خون مسلم کو پانی کی طرح سے بہانے والوں سے بھی آپ کی ملاقات ہوگی۔ میں کہاں تک اس بو قلمونی کا نقشہ کھینچوں اور طبائع کے اس تضاد کا چربہ اتاروں۔ مختصرا" میں نے اسی کو تاریخ کے عجیب اتفاق سے تعبیر کیا ہے۔ اس بوقلمونی اور طبائع کے تضاد سے قطع نظر کیجئے۔ آیئے میں آپ کو اموی دور کی مذہبی اور علمی سرگرمیوں کی سیر کراؤں۔

اموی دور کی مذہبی اور ادبی سرگرمیاں:۔

خلافت راشدہ کے مقدس اور مبارک دور میں اگر چہ تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوچکا تھا لیکن ان کے پاکیزہ قلموں کی نگارش کا دائرہ صرف مذہبیات تک محدود تھا' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ایمانی کردار کے سر بفلک ایوان کے دیواروں میں درزیں اور رخنے پڑنا شروع ہوگئے تھے لیکن یہ مقدس دیواریں زمیں بوس نہیں ہوئی تھیں۔ چنانچہ ہر مسلمان کے لئے معاش کی قدریں دینداری کے پیمانوں ہی سے ناپی جاتی تھیں۔ اس دور میں علم نام تھا علوم دینی کا' اصحاب صفہ کی طرح اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینی تعلیم کی حدود سے آگے قدم بڑھانا کسی طرح گوارہ نہیں کرتے تھے۔ عہد جاہلیت کے علوم ان کے لئے بے معنی ہوکر رہ گئے تھے۔ خلافت راشدہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ قرآن پاک کی تدوین کے مقدس کام میں یہ پاک دیدہ پاک نظر ہستیاں ہمہ تن مصروف ہوگئیں اور اس کے بعد تدوین حدیث کے کام کی طرف بھی توجہ کی گئی اور چند صحابہء کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کو ضبط تحریر میں لانے کی مہم انجام دی اور یہ چند مجموعہ ہائے حدیث صحیفوں کے نام سے موسوم بھی ہوئے۔ آج یہ صحیفے یا ان کی نقول مخطوطات کی شکل میں موجود ہوتے اگر بانس کے کاغذ کی صنعت وجود میں آگئی ہوتی۔ یہ صحیفے بھی پارچہ ہائے چرم پر لکھے گئے تھے۔ چونکہ پہلی صدی ہجری میں تو سوائے یاد داشت کے ان صحیفوں کے تحفظ کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفظ احادیث کی سعادت پر نازاں تھے اور اسی طرح تحفظ احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے صحابہ کرام اور تابعین حضرات نے اپنی قوت حافظہ ہی کو کافی سمجھا۔ اگر آپ تاریخ تدوین حدیث کا مطالعہ کریں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ان احادیث شریفہ کو ہمارے پاکباز اسلاف

نے کس طرح اپنے سینوں میں محفوظ کرلیا تھا قرآن شریف کے بعد تحفظ کے لئے اگر ان کے سامنے کوئی چیز تھی تو صرف احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی تھی اور اس فرض کی ادائیگی میں تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کبھی کوتاہی نہیں برتی۔

خلافت راشدہ کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امن و امان کے حصول کے لئے خلافت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہوئے تو یہ ہجرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اکتالیسواں سال تھا ابتدائی چند سالوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام تر توجہ سیاسی استحکام پر مبذول رہی اور جب ان کو اس کی طرف سے فراغ حاصل ہوا تو وہ ایسے دوسرے امور کی طرف متوجہ ہوئے جو ایک دینی جماعت کے شایان شان کہے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے صوبوں کے استحکام و انتظام' فوجی نظام' بحری فوج کے قیام' جہاز سازی کے کارخانے کی تاسیس کی طرف پوری پوری توجہ دی اور پھر ملکی فتوحات اور اسلامی سلطنت کی توسیع کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان امور میں سے بعض امور کو ہم اولیات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں شمار کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی وفات (۵۹ھ) کے بعد اسلامی معاشرہ اور اسلامی ثقافت نام ہوگیا قتل و غارت' سب و شتم دشنام طرازی' راحت طلبی اور فراغت کوشی کا' اور یہ حالات دوسری صدی ہجری کے تقریباً" وسط تک رہے' اموی خاندان کا آخری امیر المسلمین مروان الحمار یا مروان ثانی (متوفی ۱۳۲ھ) کی گردن کا لہو عباسیوں کی تلوار چاٹ گئی اور دور بنی امیہ کا اس پر خاتمہ ہوگیا۔ لیکن آفرین ہے ان عاشقان پاک طینت اور نفوس قدسیہ پر کہ ان ہنگامہ ہائے داروگیر اور ان غلغلہ ہائے نامے و نوش میں بھی یہ اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ سر پر تلواریں چمک رہی ہیں۔ ہتھکڑیاں ہاتھوں سے ایک بالشت کے فاصلے پر ہیں' پاؤں بیڑیوں سے قریب ہیں لیکن یہ بندگان خدامست کلمات حق کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے مستعد ہیں اور ضبط تحریر میں لاتے چلے جارہے ہیں۔ کاش ان کے قلموں کی بجائے ان کی زبانوں سے یہ کلمہ حق بلند ہوا ہوتا تو ۶۱ھ میں سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خشک گلے پر یزیدی تلوار کی دھار کو نہ آزمایا جاتا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عہد بنی امیہ کی اس ۹۱ سالہ تاریخ نے زمانے کے عجیب عجیب رنگ اور سرد و گرم روزگار کے تماشے دیکھے۔ یہ ۹۱ سالہ دور ان مقدس ہستیوں کا دور ہے جن کو اسلامی ثقافت' اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ صحابہ کرام' تابعین عظام اور تبع تابعین کرام کے پاک اور گراں قدر الفاظ سے یاد اور معنون کرتی ہے اور آج بھی (ہم اس پر فخر) کرتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب مدینۃ الرسول کو تین شبانہ روز تاخت و تاراج کیا گیا تو

کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین حضرات محض اس جرم میں شہید کر دیئے گئے کہ انہوں نے مصلحت وقت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ ہمارے اس دور کے بعض مورخین نے صرف اتنا کہنے ہی پر اکتفا کیا ہے کہ اس جنگ میں بہت سے اکابر اور اشراف قریش وانصار کام آئے۔(۱) آپ جانتے ہیں کہ یہ اکابر اشراف قریش و انصار کون تھے' ان میں بیشتر ہستیاں وہ تھیں جن کو سرور ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت حاصل ہوا تھا اور صحابہ کرام کے عظیم لقب سے معزز و مفتخر تھے اور بہت سے وہ پاکباز و پاک طینت نوجوان تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور شرف حضوری سے توفیضیاب نہیں ہوئے تھے لیکن انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آغوش تقویٰ و طہارت میں پرورش پائی تھی یعنی تابعین حضرات مروان الحمار یا مروان ثانی تک ہزاروں کی یہ تعداد لاکھوں نفوس تک پہنچ گئی جن میں تابعین اور تبع تابعین حضرات شامل ہیں لیکن بایں فتنہ سامانی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں جو شمع ایمان فروزاں کی تھی وہ نہ بجھ سکی اور یہ دور بھی قراے قرآن' مفسرین عظام اور محدثین کرام سے خالی نہیں۔ ہمارے قراء سبعہ نے جن کی قرات پر آج بھی ہماری قرات قرآن کا مدار ہے۔ بنی امیہ کے اس پر آشوب ماہ وسال میں زندگی کے دن گزارے۔ چنانچہ امام عبد الرحمان نافع بن ابو نعیم مدنی فن قرات میں امام مالک کے استاد تھے یہ ۱۶۹ھ میں فوت ہوئے۔ ۲۔ حضرت ابو عمرو بن العلاء البصری (المتوفی ۱۵۴ھ)۳۔ حضرت ابو عمران عبد اللہ بن عامر الدمشقی (امام مسلم نے آپ سے اپنی صحیح مسلم میں روایات کی تخریج کی ہے) سال وفات ۱۱۸ھ ہے۔۴۔ حضرت ابو معبد بن عبد اللہ بن کثیر المکی' ان کا سال وفات ۱۲۰ھ ہے۔ حضرت ابوبکر عاصم بن ابی النجدا الکوفی' ۱۲۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی' ۶۔ حضرت ابو حمارہ حمزہ بن حبیب الزیات۔ یہ علم قرات میں حضرت سفیان ثوری کے استاد ہیں۔ ۱۵۷ھ میں بمقام حلوان انتقال ہوا۔۷۔ حضرت ابو الحسن علی بن حمزہ الکسائی (المتوفی ۱۸۹ھ) آپ نے ملاحظہ کیا۔ قرآت کے یہ تمام اساتذہ کرام دور بنی امیہ سے تعلق رکھتے ہیں اگر چہ ان میں سے بعض حضرات کا انتقال بنی عباس کے عہد میں ہوا۔ میں نے قصداً" قراء سبعہ کا تذکرہ سب سے پہلے کیا ہے کہ تمام علوم کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے اور اس کے علم کو افضلیت حاصل ہے۔ ان ہی قراء سبعہ کی قرات پر قرآن مجید کے اعراب کا مدار ہے ورنہ اہل عرب کو تو اعراب سے معرا قران مجید کا پڑھنا دشوار نہ تھا۔ مگر جب اسلام عرب سے نکل کر عجم اور بلاد غیر یا غیر ممالک میں پہنچا تو عجمیوں نے اعراب کی ضرورت شدت سے محسوس کی۔ اس ضرورت کے پیش نظر ان ہی قراء سبعہ کی قرات کے اعتبار سے اعراب لگائے گئے۔ میں یہاں اس بحث کو زیادہ طول

دینا نہیں چاہتا ورنہ اس پر مزید لکھنے کی گنجائش باقی ہے مجھے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ ان قراء سبعہ کے وجود گراں مایہ کے باعث اموی دور کو علم و فضل کی دنیا میں بڑا امتیاز حاصل ہوا اور مذہبی علوم کی تاریخ میں ایک خاص مقام مل گیا۔ آیئے اب قرآن مجید کے بعد تفسیر و حدیث وفقہ جیسے اہم علوم پر نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ اموی دور کن مفسرین کرام اور محدثین عظام کی بدولت مذہبی سرگرمیوں سے معمور تھا۔ سب سے پہلے میں مفسرین کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

یہ صحیح ہے کہ علم تفسیر کے سلسلہ میں اموی دور میں کسی قابل ذکر تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔ اگرچہ بعض محققین نے اس سلسلہ میں بعض تفسیروں کا ذکر کیا ہے لیکن یہ ایک بحث طلب بات بن جائے گی اور اس مقدمہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اموی دور میں تصنیف و تالیف کا وہ مذاق پیدا نہیں ہوا تھا جو عباسی دور کا طرہ امتیاز ہے۔ اموی دور میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے تفسیری روایات بکثرت پائی جاتی ہیں اور ان ہی حضرات سے یہ تفسیری روایات حضرات تابعین کو منتقل ہوئیں اور ان سے تبع تابعین کو اس طرح تفسیری روایات کے طریق قائم ہوگئے۔

طبقہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مفسرین میں خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے علاوہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ ابن زبیر شمار کئے گئے ہیں۔ موخرالذکرتین حضرات نے اموی دور کو پایا اور حضرت عبداللہ ابن زبیر تو قتیل و شہید امویت ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس علم تفسیر میں بہت بلند مقام کے مالک تھے۔ تاخت و تاراج مدینہ، واقعہ حرہ اور شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت بقید حیات تھے۔ آپ کا وصال ۶۸ھ میں ہوا۔

طبقہ تابعین میں سب سے زیادہ تفسیر کے جاننے والے مکی حضرات ہیں اور وہ سب کے سب حضرت ابن عباس کے تلامذہ ہیں۔ ان حضرات کو اموی دور کے مفسرین میں شمار کیا جاتا ہے لیکن یہ بھی صرف تفسیری روایات پیش کرتے ہیں۔ تصنیف پر انہوں نے بھی قلم نہیں اٹھایا۔ اس طرح اموی دور تفسیری روایات کا دور ہے۔ تفسیری تصانیف کا نہیں۔ یعنی قرآن حکیم کی تفسیری روایات اور آیات قرآنی کی وضاحت و تشریح جو انہوں نے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) سے سماعت کی تھیں وہ ان حضرات نے من و عن دوسرے طالبان تفسیر و تحقیق تک پہنچا دیں۔ ان حضرات میں سے کسی نے تفسیر کے موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ محققین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ تفسیر قرآن پر قلم اٹھانے والے

سب سے پہلے بزرگ حضرت سفیان بن عیینہ (متوفی ۱۹۸ ھ) اور حضرت وکیع بن الجراح (المتوفی ۱۹۷ ھ) ہیں۔ یہ دونوں حضرات تبع تابعین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تابعین میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ ان سے قبل جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں حضرات تابعین یا حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کسی نے تفسیر پر قلم نہیں اٹھایا۔ لیکن ان حضرات نے اپنی دینی بصیرت سے ایسی شمع روشن کر دی تھی جس نے بعد کے مفسرین حضرات کو صحیح راستہ دکھایا اور ان ہی حضرات کے دکھائے ہوئے راستہ پر بعد کے حضرات نے قدم اٹھایا۔ چونکہ مجھے دور بنی امیہ کے مفسرین کے ذکر سے بحث کرنا تھی اس لئے میں اس دائرے اور اس عہد سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علم تفسیر پر قلم اٹھانے والے حضرات سے یہ دور (بنی امیہ) تقریباً" خالی ہے۔

دور بنی امیہ اور تدوین حدیث:۔

اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ بنی امیہ کے ابتدائی دور میں صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود ایک صحابی تھے۔ آپ کے دور سلطنت میں بکثرت صحابہ کرام موجود تھے۔ یہ تمام حضرات علوم دینی کا ایک عظم سرمایہ اپنے پاک سینوں میں محفوظ رکھے ہوئے تھے اور تابعین حضرات نے ان کے حضور زانو ہائے تلمذ طے کئے تھے اور ان سے علوم دینی اکتساب کئے۔ مکہ مکرمہ ان حضرات کا مستقراوردار القیام تھا۔ یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ کی کثرت تھی۔ ان میں حضرت مجاہد (متوفی ۱۰۲ھ) حضرت عطا بن رباح (متوفی ۱۱۴ ھ) حضرت ابو سعید خدری (متوفی ۷۸ ھ) حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس (المتوفی ۱۰۵ھ) حضرت طاؤس بن کیسان (متوفی ۱۰۲ھ) حضرت ابو الشعثا (متوفی ۹۲ ھ) حضرت سعید بن جبیر شہید از دست حجاج بن یوسف (شہادت ۹۵ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تلامذہ اصحاب کرام میں اپنے فضل و کمال کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہیں۔ مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) بھی ارباب فضل و کمال سے خالی نہ تھا (ہر چند کے بہت سے اصحاب تاخت و تاراج شہر رسول میں شہادت کے منصب عظیم پر فائز ہو چکے تھے)۔ سر زمین کوفہ میں (جہاں باب العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کی اس شمع جاوید فروزاں کو روشن فرمایا تھا) حضرت عبداللہ بن مسعود ثقفی کے تلامذہ کی کثرت تھی ان حضرات میں حضرت ابراہیم نخعی (متوفی ۷۵ھ) حضرت اسود بن زید (متوفی ۷۵ ھ)

علقمہ بن قیس (متوفی ۱۰۲ ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ناموں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ان حضرات کے علاوہ ابن ابی مسلم خراسانی (متوفی ۱۲۹ ھ) محمد بن کعب ۱۱۷ھ۔ ابو العالیہ ایسے ارباب فضل و کمال ہیں جن کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ غرضیکہ اس دور میں ہر طرف علوم دینی کا فروغ تھا لیکن جس طرح دور بنی امیہ میں ارباب فضل نے تفسیر پر قلم نہیں اٹھایا بلکہ محض روایات کو دوسروں تک پہنچایا اس طرح علم حدیث میں بھی مذکورہ بالا حضرات نے قلم نہیں اٹھایا بلکہ مسند درس و تدریس پر متمکن ہوکر شاگردوں کے سامنے احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیان کر دیا کرتے تھے گویا روایت الحدیث علی التلمیذ پر کار بند تھے یعنی جو احادیث نبوی ان حضرات نے اپنے اساتذہ کرام یعنی صحابہ عظام سے سماعت کی تھیں اسی طرح اپنے شاگردوں کو سنا دیا کرتے تھے اور بس (اس وقت املاء حدیث کو بھی مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا) اس لئے بنی امیہ کے ابتدائی دور میں تدوین حدیث کے سلسلے میں کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ اکثر صحابہ اور تابعین حضرات احادیث کو لکھنا اور ضبط تحریر میں لانا ناروا سمجھتے تھے۔ ان کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ قرآن پاک سے خلط ملط نہ ہو جائیں یا لوگ کہیں اسی کے نہ ہو رہیں اور احکام قرآنی کو چھوڑ دیں لیکن کچھ حضرات اس خیال سے متفق نہیں تھے بلکہ وہ اس گنجینہ بیش بہا کو ضبط تحریر میں لانا ضروری خیال کرتے تھے چنانچہ ایسے حضرات اپنے اساتذہ کرام سے جو حدیث شریف سنتے تھے اس کو قید کتابت میں لے آتے تھے اور اس طرح احادیث مکتوبہ کا ایک ضخیم مجموعہ چند تلامذہ کے پاس مرتب ہوگیا لیکن ان میں سے کسی کو اس موضوع پر مستقل تصنیف پیش کرنے کی خاطر ان احادیث کی باقاعدہ تدوین کا خیال نہیں آیا۔ یہ تو تابعین حضرات تھے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں بھی اس سلسلہ میں مختلف الخیال جماعتیں موجود ہیں۔

احادیث مبارکہ کو ضبط تحریر میں لانے سے احتراز کرنے والے حضرات میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے ممتاز صحابہ کرام تھے اور دوسری جماعت میں جو اس بات کی خواہاں تھی کہ احادیث کو ضبط تحریر میں لایا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن (ابن علی) حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر، حضرت ابن عمرو بن العاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم شامل تھے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر بعد میں اس جماعت کے ہم خیال بن گئے تھے۔ یہ اختلاف محض کتابت حدیث کے سلسلہ میں تھا تدوین حدیث کے سلسلہ میں نہیں تھا۔

اموی دور میں سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۰۱ھ

نے حضرت ابوبکر بن حزم عامل مدینہ کو تحریر کیا کہ

"تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی احادیث ملیں ان سب کو قلم بند کر لو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ علماء کے اٹھتے چلے جانے کے باعث کہیں علم دین نہ مٹ جائے اور ہاں یہ خیال رہے کہ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی کو قبول کرنا۔"

"علماء کو چاہئے کہ علم پھیلائیں اور تعلیم دینے کے لئے بیٹھا کریں تاکہ جس کو علم نہیں آتا اس کو سکھائیں، کیونکہ جہاں علم پوشیدہ رہا وہاں مٹ گیا"۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا ارشاد گرامی اور فرمان یہ تھا

کتب عمر بن عبد العزیز الی الا فاق انظروا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ۔

بہر حال تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام بڑے بڑے شہروں کے حاکموں کے نام یہ احکام جاری کئے تھے۔ (آفاق سے یہی مراد ہے) خاص طور پر آپ نے حجاز و شام کے ایک مشہور عالم وقت محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری مدنی کو ایک مکتوب تحریر فرمایا تھا جس میں ان سے اپنی تدوین حدیث کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ مورخین کی اکثریت نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے تدوین حدیث کی اور اسے لکھا وہ ابن شہاب زہری ہیں۔(۲)

چنانچہ ابن شہاب زہری نے پہلی صدی ہجری کے آخری چند سالوں میں تدوین حدیث کا کام شروع کیا اور دور بنی عباس میں یہ اپنے منتہائے عروج کو پہنچ گیا جس کی تفصیل آپ عباسی دور کی علمی تاریخ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں ایک امر کی ضرور صراحت کردوں کہ تدوین حدیث کے سلسلہ میں ابن شہاب زہری کے سوا تاریخ متفقہ طور پر اور کسی محدث کی نشاندہی نہیں کرتی لیکن حفاظ حدیث کے اعتبار سے یہ دور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دور میں مشہور ترین حفاظ موجود تھے اور ایسے کہ ان کے مثل و نظیر دور ہائے ما بعد میں آپ کو نہیں ملیں گے اگرچہ دور ہائے مابعد میں بھی بڑے بڑے عظیم مدونین حدیث آپ کو ملیں گے لیکن ان کے چراغ ان ہی حضرات (حفاظ حدیث) کے مشکوۃ علم سے مستنیر اور روشن ہوئے ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں سب سے اول تو مقدس ہستی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے جن کا سال وفات ۵۸ھ ہے۔ آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار سے

زیادہ ہے۔ ام المومنین کے بعد مندرجہ ذیل حضرات بہت ہی محترم، مقدس اور نمایاں ہستیاں ہیں۔

۱۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۵۵ھ	تعداد مرویات ۵۳۷۴ احادیث
۲۔	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۶۸ھ =	۱۶۶۰
۳۔	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۷۴ھ =	۲۶۳۰
۴۔	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۷۸ھ =	۱۵۴۰
۵۔	حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۹۰ھ =	۲۲۸۶
۶۔	حضرت ابو سعید خدری (سعد بن مالک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۷۴ھ =	۱۱۷۰

(الثقافتہ الاسلامیہ)

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں خلفائے راشدین المہدیین میں ہر ایک سے مروی احادیث کی تعداد بتائی ہے اور اس ضمن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کی تعداد کی بھی صراحت کی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ تدوین حدیث کے شرف سے ابن شہاب زہری کا نام نامی تاریخ علوم اسلامیہ میں ثبت ہے۔ اور یہ کہنا تاریخی حقیقت کے خلاف نہیں ہوگا کہ دور بنی امیہ میں تدوین حدیث کا مبارک اور مقدس کام شروع ہوگیا تھا۔ ہر چند کہ اموی دور اپنی فتنہ سامانیوں میں عباسی دور سے کچھ کم نہیں لیکن اس وقت چونکہ دلوں میں ایمان کی شمعیں فروزاں تھیں اور اس کی روشنی کو لہو و لعب فسق و فجور، قتل و غارت گری کی تیز و تند آندھیاں نہ بجھا سکیں، زیادہ سے زیادہ یہی تو ہوا کہ کچھ مقدس ہستیاں متاع دین و ایمان کو سینوں میں چھپائے شہروں سے نکل کر ویرانوں میں جابسیں۔ لیکن جہاں شمع جلتی ہے وہاں پروانے ضرور آتے ہیں۔ چنانچہ ان ویرانوں میں ان مقدس نفوس کی موجودگی نہ چھپ سکی اور پروانے جب ان خسکدوں (زاویوں) پر گرنا شروع ہوئے تو عرفان الٰہی کی ایسی تیز و تند روشنیاں پھوٹ پڑیں کہ اموی سلاطین یا امراء المسلمین کی محفلوں کی چمک دمک بھی ماند پڑ گئی۔ یہی افراد ہماری تاریخ میں صوفیائے عظام کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے خس کدے زاویوں کے نام سے موسوم ہوئے۔ لیکن عہد جاہلیت کے علوم و فنون ابھی تک زندہ تھے اور اموی سلاطین اور امراء کی محفلیں ان کو زندگی کی حرارت پہنچا رہی تھیں۔ ان فنون میں ایک فن شاعری بھی تھا اور امراء المسلمین کی محفلوں اور ان کے درباروں کی بدولت اس کا بازار خوب گرم تھا۔ ان دنیا کے طلبگاروں اور گدایا نہ ابرام

کرنے والوں کی بدولت امراء المسلمین کے مذاق شاعری کا ذائقہ اور اس کی لذت بڑھتی گئی۔ آپ بنی امیہ کی تاریخ میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ اخطل ان کا قومی شاعر تھا اور اس کی شاعری پر امویوں کو بڑا ناز تھا۔

اموی دور کی شاعری کی خصوصیات :۔

عربوں کی شاعری کی اصل عہد جاہلیت کی شاعری ہے خواہ وہ کسی دور میں ہو (سوائے دور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد سعادت ماب خلفائے راشدین کے' شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کفار کے مقابل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان' دین اسلام کی عظمت و صداقت کو برسر منبر اپنے قصائد یا ان کی تشابیب کے ذریعے پیش کیا کرتے تھے۔ یہ ایک مخصوص رنگ تھا جو مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مختص تھا ورنہ عام رنگ تو وہی رنگ تھا جو عہد جاہلیت کا طرہ امتیاز تھا یعنی بنت عم اور عفیف و پارسا خواتین سے اظہار عشق' اپنے خاندان پر تفاخر اور مال و متاع کی کثرت و بہتات پر ناز۔ میرے اس قول کی تائید آپ کو قصیدہ بانت سعاد کی تشبیب سے ملے گی جس کو قبول اسلام سے قبل بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہ) نے عفو تقصیر کا ذریعہ بنایا تھا اور کہا تھا۔

انبت ان رسول اللہ اوعدنی والعفو عند رسول اللہ ما مول

مجھے خبر ملی ہے کہ مجھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کرنے کو فرمایا ہے۔
اور (صورت) حال یہ ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی کی امید ہے

اور سرور ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لطف وکرم سے انہیں معاف کر دیا اور نہ صرف معاف فرما دیا بلکہ بردہ یمانی بھی انعام میں مرحمت فرما دی۔ لیکن آپ اس قصیدے کی تشبیب ملاحظہ فرمائیں۔ تمام تر وہی رنگ ہے لیکن اس کے بعد حسان بن ثابت اور دوسرے صحابہ کرام کی شاعری حمد و نعت و پند و نصائح تک محدود رہی۔ یہی سبب ہے کہ عہد مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کو وہ شعر نظر نہیں آئینگے جو بارگاہ ایزدی میں نامقبول یا "غاوون" ہیں۔ جب اموی عہد میں شعراء آزاد ہوگئے اور زجرو توبیخ یا قید و بند کا خطرہ نہ رہا تو ان کی شاعری پھر اسی طرف کو لوٹ گئی۔ ممکن ہے کہ عربی شاعری کا مزاج ہی ایسا ہو۔(۳) تاریخ خلفاء میں اکثر امرالمسلمین کے درباروں سے وابستہ شاعر آپ کو ملیں گے۔ یہ شعرائے دربار

صرف مدحت نگار یا غزل کے شاعر تھے آپ کو ان شعرا کے یہاں حمد و نعت پر مشتمل کلام بہت کم ملے گا۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی شاعری درباروں سے وابستہ ہوکر تخت نشینوں کی مدح و ستائش کے ذریعہ جلب منفعت کا ایک ذریعہ بن کر رہ گئی تھی۔ان شعزاء سے امراء المسلمین اپنی حکومت اور اقتدار کے پروپیگنڈے کا کام بھی لیتے تھے۔

اموی دور کے مشہور شعراء میں اخطل' جریر' فرزدق' اشعی اور نا.بغہ وغیرہ ہیں۔ نعمان بن بشیر' یزید بن ر.بیعہ' ایمن بن خریم اس زمانے میں علویوں کے حامی شاعر تھے۔ مسکن دارمی' اخطل' عبداللہ بن خارجہ (اعشیٰ) اموی شاعروں میں سرخیل تھے۔ اس کے علاوہ طراح بن عدی' عمران بن عطان' عبداللہ بن حجاج ذبیانی' عمران ابن ابی ر.بیعہ' عبد بن قیس' کثیر عزہ ابن عبادہ وغیرہ اموی دور کے نامور شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

خطابت:۔

عربوں میں خطابت کو باقاعدہ فن کی صورت حاصل تھی۔ شاعری کی طرح خطابت کا فن بھی اموی دور میں اپنے عروج پر تھا لیکن عہد جاہلیت کا نسبی تفاخر اور زر و مال کی بہتات و کثرت پر ناز و افتخار اسلامی تعلیمات نے ان کے دلوں سے رخصت کر دیا تھا البتہ نسب کے تحفظ اور علم الانساب کا خاص اہتمام تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی فرد کھڑے ہوکر نسب پر طعنہ زنی کر سکے یا خود خاندان کے بزرگ کو اپنا نسب نامہ یاد نہ ہو' فن خطابت میں نسبی تفاخر کی آمیزش ضرور تھی لیکن عہد جاہلیت جیسی شدت نہیں تھی۔ امراء و شرفا کو فن خطابت سے آگاہ ہونا ضروری تھا۔ اب فن خطابت کا زیادہ تر مصرف یہ تھا کہ جونیا امیر تخت نشین ہوتا وہ اپنی تخت نشینی کے بعد جمعہ کے دن امامت کے فرائض انجام دیتا اور خطبہ میں اپنے استحقاق سلطنت (یا خلافت) کا اظہار کرتا اور اپنی علمی صلاحیتوں کا ذکر کرتا اس کے علاوہ خطابت کا فن سیاسی معرکوں اور خانہ جنگیوں میں بھی کام آتا تھا۔ جہاد میں اس سے کام لیتے تھے۔ غازیوں کے دل زور خطابت سے بڑھائے جاتے تھے۔ حجاج بن یوسف ثقفی اور طارق بن زیاد اموی دور کے نامور خطیب تھے۔ شرفاء اور روٗسا حکومت کی نظر میں عزت پانے یا حصول منصب کے لئے اس فن کو بڑے ذوق و شوق سے سیکھتے تھے لیکن سیکھنے سے زیادہ اس میں فطری صلاحیتوں کا دخل تھا۔

فن کتابت یا فن انشاء:۔

اس فن کی ابتداء سرور ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود ہی میں ہو چکی تھی، بانی دولت امویہ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود عہد رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دربار رسالت کے کاتب تھے لیکن عہد رسالت میں دار الانشاء کی سرگرمیاں بہت محدود تھیں۔ خلافت راشدہ میں مقبوضات اسلامی کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اس فن کو بھی ضرورت مراسلات کچھ ترقی ہوئی۔ حضرات انصار و مہاجرین میں سے اکثر حضرات نے اس فن میں خاصہ ملکہ حاصل کرلیا تھا۔ دارالانشاء کا قیام حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کی اولیات میں شمار ہوتا ہے لیکن اموی دور میں جب فتوحات نے اسلامی ممالک کی سرحدیں کہیں سے کہیں پہنچا دی تو اس وقت عمال حکومت کے ساتھ مراسلت جاری و ساری رکھنا نظام سلطنت کا ایک لازمی جزو بن گیا۔ پڑوسی ملکوں کے ساتھ برابر سلسلہ مراسلت جاری تھا اس لئے فن انشاء کو خوب ترقی ہوئی اموی دور کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس دور میں عربی زبان کو مملکت کی سرکاری زبان قرار دیا گیا اس لئے عربی کا سیکھنا غیر قوموں کے افراد کے لئے بھی ضروری ہوگیا۔ چنانچہ عیسائیوں، یہودیوں اور فارسیوں نے عربی زبان کی تحصیل کی طرف توجہ دی اور رفتہ رفتہ کاتب یا انشاء پرداز سے وابستگی، امراء وزرا اور اشراف سلطنت کے لئے بھی ضروری ہوگیا چنانچہ تاریخ بنی امیہ میں آپ کوایسے بہت سے نام ملیں گے جن کے ساتھ لفظ کاتب بطور صفت استعمال ہوا ہے۔ لوگ انشاء میں مہارت اور کمال کو دربار تک رسائی کا ذریعہ سمجھنے لگے۔

اموی دور میں یوں تو آپ کو بہت سے کاتب اور صاحبان انشاء ملیں گے لیکن ان حضرات میں کاتب سالم (عہد امیر المسلمین عبد الملک) اور کاتب عبد الحمید بہت زیادہ مشہور ہیں۔ علامہ سیوطی کا مورخین اسلام پر یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے تاریخ الخلفاء کے ذریعہ ہر امیر المسلمین کے دور میں وفات پانے والے مشاہیر فن کا ذکر کر دیا ہے۔ ان میں علماء بھی ہیں اور صلحاء بھی، خطباء بھی ہیں اور زہاد بھی، اسی طرح کاتب اور ندیم سلطانی بھی اس تذکرہ مشاہیر سے بلاشبہ کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اور بعد کے مورخین کے لئے ایک بڑی سہولت پیدا ہوگئی۔

فن انشاء اور کتابت اپنے عروج پر تھا لیکن بعض دینی کتب کے علاوہ آپ کو تاریخ یا طبقات، انشاء اور ادب پر اس دور میں کچھ زیادہ علمی سرمایہ دستیاب نہیں ہوسکتا۔ اس کا سبب وہ داخلی انتشار تھا جو اموی دور میں ابتداء سے آخر تک جاری رہا۔ ۶۱ھ تو سبط رسول (صلی اللہ

علیہ وسلم) کی شہادت کا سال ہے اور اس کے بعد کے چند سال اس کے رد عمل کے باعث خونریزیوں سے بھرپور ہیں۔ لیکن اس سے قبل بھی اموی دور مین چند خونریز و خونچکاں خانہ جنگیاں ہو چکی تھیں۔ ۶۱ھ کے بعد تو اس دور میں جو سیاسی ابتری پھیلی اور خانہ جنگیوں نے جو تندی اور تیزی اختیار کی اس کے سامنے ہرچند اموی حکمران اور امراء المسلمین بند باندھنے کی کوششیں کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ ہشام اور عبد الملک کو چند ماہ وسال ایسے میسر آگئے جس میں اس کی حکومت و سطوت کا سکہ کامیابی سے چلتا رہا لیکن وہ عہد معدلت آفریں جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کی ایمان پروری اور تقویٰ شعاری کی بدولت ظہور میں آیا۔ اس کو اموی تاریخ پھر کبھی نہ دیکھ سکی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے اٹھارہ مہینے کے مختصر دور کے سوا آپ کو اس نوے سالہ دور میں کبھی اور کہیں سکون اور امن و امان کی فضا نظر نہیں آئے گی۔ اسی لئے علم و فنون کو وہ ترقی اس دور میں حاصل نہ ہوسکی جو دور بنی عباس کا طرہ امتیاز ہے یا جس نے بنی عباس کی حکومت کو بھی چار چاند لگا دیئے۔ تعمیرات کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہ دور عالیشان اور پرشکوہ عمارات کی تعمیرات سے بالکل خالی نہیں ہے۔ جامعہ دمشق، مسجد نبوی کی توسیع، مدارس کی تعمیرات اس دور میں ضرور ہوئیں لیکن ایسی تعمیرات اس دور میں نہ ہو سکیں جیسی عباسی دور میں ہوئیں۔

حواشی

۱۔ ملاحظہ کیجئے شاہ معین الدین ندوی کی تاریخ اسلام۔ جلد دوم

۲۔ بعض مورخین نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے گورنر مدینہ محمد بن حزم کو تاکیدا" اس صراحت کیساتھ لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبد الرحمٰن انصاری (متوفیہ ۹۸ھ) اور قاسم بن محمد بن ابی بکر (متوفی ۱۰۶ھ) کے پاس جو سرمایہ حدیث مخطوطات کی شکل میں موجود ہے اس کو نقل کرکے میرے پاس بھیج دیا جائے۔

۳۔ یہ میں نے اسلیئے کہا کہ علامہ بوصیری رحمتہ اللہ علیہ کا مشہور قصیدہ بردہ شریف کی تشبیب کا شعر بھی عربی شاعری کی قدیم تشبیب سے کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے۔

عہد بنی عباس

اور علوم اسلامی کا فروغ

مشہور ہے کہ عہد بنی عباس تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ اور تاباں دور ہے یعنی تاریخ اسلام کا ایک زریں ورق ہے بجا اور درست! لیکن یہ خیال رکھئے یہ تابندگی علم و فضل کی تابندگی تھی اور علمائے کرام اور فضلائے عظام کی ذاتی اور انفرادی کوششوں کی تابانی اور ان کے ایمانی تقاضوں کا نتیجہ۔ یہ عباسی سلاطین (یا خلفائے عباسیہ) کی دین پروری' مذہب دوستی کا نتیجہ نہیں تھی۔ آپ ان محترم شخصیتوں کے علاوہ (جنھوں نے اپنی زندگانیوں کی متاع ہائے بیش بہاکو احیاء علوم اسلامیہ کی نذر کر دیا) سیرت و کردار یا اعلیٰ اخلاق کی درخشندگی کی تلاش کرینگے تو آپ کو مایوسی ہوگی۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے اپنے قلم سے بنی عباس کی تاریخ کو بام شہرت تک پہنچایا اور یہ وہ قناعت کوش اور توکل دوست طبقہ تھا جس نے عباسی سلاطین کی دولت کا کبھی سہارا نہیں لیا ہر چند کہ تاریخ میں ان کی زرپاشیوں اور فیاضیوں کی بڑی بڑی طویل داستانیں موجود ہیں اور برامکہ کی فیاضی بھی جو عباسیوں ہی کی قدر افزائی کا نتیجہ تھی اور آج تک ضرب المثل ہے' دست سوال دراز کرنے والوں' نغمہ طرازوں' خفیہ گروں اور شاعروں تک محدود تھی۔ الحمدللہ کہ ان نفوس قدسیہ نے اس زرو جواہر کی طرف آنکھ اٹھاکر بھی نہیں دیکھا وہ گدایانہ ابرام سے اپنی غیرت اور حمیت دینی کو موت کی نیند سلانے کے لئے تیار نہیں تھے چنانچہ آپ دولت عباسیہ کی تمام تاریخ پڑھ جائیے آپ کو ان نفوس قدسیہ میں سے کوئی بھی وابستہ دولت یا خادم دربار نہیں ملے گا' میں اس سے انکار نہیں کروں گا کہ بعض علمائے حق نے درباری تعلق کو قبول کرلیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہوں گا کہ تاریخ نے ان کے اس جرم کی پردہ پوشی نہیں کی۔ میں آئندہ اوراق میں کسی مناسب موقع پر اس کی وضاحت کروں گا۔ تاریخ الخلفاء کے اوراق مترجم آپ کے سامنے موجود ہیں آپ کو اس کے مطالعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ مروان حق گو اور حق بین درباری تعلق سے کس قدر دور تھے۔

بنی عباس کا یہ عہد زریں جس کو عموماً" تاریخ میں خلافت عباسیہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲ھ سے شروع ہوتا ہے اور اس کا اختتام ۴ صفر ۶۵۲ھ قتیل تاتار

مستعصم باللہ کی وفات پر ہوتا ہے۔ یہ پانچ سو تیس سال کی ایک بہت طویل مدت ہے اس طویل مدت میں جو مذہبی اور علمی کتابیں تالیف و تصنیف ہوئیں وہ ہماری تاریخ کے کسی دور مابعد میں تصنیف یا تالیف نہیں ہوئیں' امرائے عباسیہ (خلفائے عباسیہ) خصوصاً" منصور اور مامون الرشید کا دور اس طویل دور میں آپ اپنی نظیر ہے۔ یہ ایک تاریخی اتفاق ہے کہ مذہبیات میں ہمارے فضلائے عظام اور علمائے کرام نے جس قدر کارنامے اس دور میں انجام دیئے اور کسی دور میں ظہور میں نہیں آئے مامون کی علم پروری اور علم دوستی ان نفوس قدسیہ کو تو اپنا رہین منت نہ بنا سکی لیکن بیت الحکمت کا قیام اس کی علم دوستی اور اس کی بقا اس کی زرپاشیوں کا نتیجہ تھی جس کے ثمرات آج بھی ہم بطور فخر پیش کر سکتے ہیں کہ اس دارالحکمت یا اکیڈمی میں دوسری زبانوں سے بہت سے علوم و فنون کی کتابیں ترجمہ ہو کر عربی زبان کے ادبی اور فنی سرمایہ میں اضافہ کا موجب بنیں۔ یہ اعتراف حقیقت غیر قوموں نے بھی کیا ہے اور مجبوراً" کیا ہے کہ ان کی محفلوں کے چراغ اسی شمع سے فروزاں ہوئے تھے۔

مامون الرشید کے زمانے تک مختلف موضوعات پر جو کتابیں تصنیف یا تالیف ہوئیں ان کا شمار مشکل ہے۔ اگر طباعت کا فن اس عہد میں عربوں کے پاس ہوتا تو شاید ہمارا وہ علمی ذخیرہ تباہی سے محفوظ رہتا جو فتنہ مغول (منگول) میں تباہ ہو گیا۔ اس وقت تو کتابوں کی نقلوں کا سلسلہ جاری و ساری تھا جو کتاب اپنے موضوع اور متن کے اعتبار سے جس قدر وقیع اور بلند پایہ ہوتی اتنی ہی زیادہ اس کی نقول تیار کی جاتیں۔ اس سلسلہ میں منصور کا بھی علمی مذاق قابل ستائش ہے کہ اس نے نقول کی تیاری اور دور دراز مقامات سے نقول کے حصول میں بے دریغ روپیہ صرف کیا وہ چاہتا تھا کہ کتنی ہی دولت کیوں نہ خرچ ہو جائے اس کے دور میں لکھی جانے والی کتاب کی نقل سب سے پہلے اس کے کتب خانے میں پہنچ جائے۔ ابو جعفر منصور کا عہد امارت (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) اسلامی علوم کی تدوین' تالیف اور تصنیف اور اس کے فروغ کا عہد زریں ہے۔ ۱۴۳ھ سے تفسیر وحدیث و فقہ کی تدوین اور ان موضوعات پر تصنیف کا مبارک اور مقدس کام شروع ہوا۔ چنانچہ حضرت عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (المتوفی ۱۵۰ھ) جو تاریخ معارف اسلامیہ میں ابن جریج کے نام سے مشہور ہیں مکہ معظمہ میں' حضرت امام مالک بن انس نے مدینہ منورہ میں' امام اوزاعی (عبد الرحمٰن بن عمر اوزاعی) نے ملک شام میں' ابن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۴ھ) اور جناب معمر نے یمن میں' حضرت عمار بن مسلمہ نے بصرہ میں' حضرت سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں تفسیر و حدیث جیسے مقدس علوم اور خالص دینی موضوعات پر قلم اٹھایا۔ حضرت امام مالک کی مؤطا کو ارباب تحقیق علم

حدیث میں سب سے پہلی جامع کتاب شمار کرتے ہیں۔ حضرت ابن اسحٰق (محمد ابن اسحٰق بن یسار) متوفی ۱۵۰ھ) نے مغازی پر سب سے پہلے قلم اٹھایا اور حضرت امام اعظم نے کتاب الاثار اسی زمانے میں مرتب کی۔ امام اعظم نے عقائد پر بھی بہت کچھ لکھا ہے اور تدوین حدیث بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کا ایک مختصرمدونہ مجموعہ حدیث مئوطا امام اعظم کے نام سے مشہور ہے۔

منصور کے دور میں جو سرمایہ حدیث مدون ہوا' اگر چہ مہدی کے دور میں اس میں کچھ اضافہ نہ ہوسکا لیکن مہدی نے دین کی ایک بڑی خدمت انجام دی یعنی فتنہ وضع حدیث کو سختی سے کچل دیا لیکن یہ بھی کہنا پڑے گا کہ علم الکلام مہدی ہی کی دوز کی یادگار ہے یعنی اس کا آغاز مہدی ہی کے دور میں ہوا جس نے آگے چل کر ہمارے محدثین و مفسرین کرام کے لئے ایک دور ابتلا کو جنم دیا جس کی تفصیل آپ تاریخ الخلفاء میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ مہدی کے دور کے مشہور یگانہ روزگار فاضل علامہ قاضی شریک تھے۔ مہدی کا دور حضرت ثفیان ثوری' حضرت ابراہیم ادھم' حضرت داوٗد طائی' حضرت ممشاد دینوری' حضرت حماد بن سلمہ (رحم اللہ تعالیٰ) جیسی بزرگ ہستیوں اور باکمال فضلاء کے باعث دور عباسیہ کا ایک زریں ورق ہے۔ ہارون الرشید (فرزند مہدی) کا دور بھی علمی کارناموں کی تخلیق کا دور ہے۔ علامہ ذہبی اپنے تذکرۃ "تذکرۃ الحفاظ" یعنی محدثین کے تذکرہ میں دور عباسیہ کا اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

> یہ دور اسلامی شان و شوکت اور اس کے سطوت و عروج کا دور ہے جس میں علوم و فنون کا دور دورہ ہے' ایک طرف جہاد کی تیاریاں ہیں دوسری طرف علماء و محدثین احادیث کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں' بدعتیں مٹ چکی ہیں' حق کا غلغلہ ہر طرف بلند ہے' عابدوں اور زاہدوں کی کثرت سے لوگ امن و امان اور خوشحالی میں زندگی بسر کر رہے ہیں' اسلامی فوجیں فتوحات کرتی بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ اور اقصائے مغرب سے اور سر زمین اندلس سے چین کی سرحدوں کو جو ہندوستان کے بعض حصوں سے قریب ہی پہنچ گئی ہیں اور حبشہ تک پھیل گئی ہیں اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس عہد کے خلیفہ ابو جعفر منصور کے تدبر کا جو اگر چہ ظالم تھا لیکن کمال عقل و دانش میں' شجاعت و تہور میں' بیدار مغزی میں اور علم و ادب میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔
>
> اس کے بعد جب اس کا فرزند مہدی تخت نشین ہوا تو وہ سخاوت اور دوسرے فضائل اخلاق سے آراستہ اور زندیقوں کے قلع قمع کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اس کے بعد اس کا فرزند ہارون رشید اس کا جانشین ہوا۔

اگر وہ جہاد اور حج وغیرہ کی ادائیگی میں ممتاز نہیں بلکہ اپنے باپ دادا کے مقابلے میں عیش و عشرت کا دلدادہ تھا لیکن اس کے باوجود اس نے ہمیشہ امور شریعتہ اور شعائر اسلام کا احترام کیا۔ وہ ایک صائب الرائے انسان تھا اور احادیث نبوی و سنت ہائے نبوی سے اس کو خاص تعلق خاطر تھا۔

علامہ ذہبی (تذکرہ الحفاظ)

عہد ہارون بھی علمی سرپرستی میں دور ہائے ماسبق سے کچھ پیچھے نہیں لیکن اس دور میں فتنہ خوارج نے سر اٹھایا اور اس کے انسداد میں ہارون کی پوری سیاسی اور عسکری قوت حرکت میں آگئی تھی' اس لئے اس کو طمانیت قلب کے ساتھ منصور و مہدی جیسے ماہ و سال بسر کرنا تو میسر نہ آسکے لیکن یہ دور بھی علمائے عظام اور فضلائے کرام سے خالی نہیں۔ علماء میں سرفہرست حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد امام لیث بن سعد' امام سیوبیہ' عبداللہ بن ادریس کوفی اور امام موسیٰ کاظم جیسے علم و فضل کے درخشندہ ستارے عہد ہارون میں موجود تھے۔ ان کی علمی سرپرستی علمی مشغولیتوں اور تدریسی کوششوں نے عہد ہارون کو بھی دور عباسیہ کا ایک یادگار زمانہ بنا دیا تھا۔

مامون الرشید کے مذاق علمی کا سب سے بڑا ثبوت بغداد میں بیت الحکمت کا قیام ہے۔ اس بیت الحکمت (اکیڈمی) میں علماء اور فضلاء کی اتنی عظیم جماعت تصنیف و تالیف اور تراجم کے کام میں مصروف تھی کہ دنیا آج تک اس کی نظیر پیش نہیں کر سکی۔ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت' حضرت امام احمد بن حنبل' امام شافعی' سعد بن سعد کاتب واقدی اور واقدی جیسے محدثین و مورخین نے مامون کے دور کو تاریخ علم و ادب کا ایک تابندہ دور بنا دیا تھا۔ خلافت عباسیہ کا آغاز ربیع الاول ۱۳۲ھ کو ہوا اس کا اختتام ۴ صفر ۶۵۶ھ کو آخری امیرالمسلمین قتیل تا تار مستعصم باللہ پر ہوگیا۔ اس پانچ سو چھبیس سال کی مدت میں جو ارباب فضل و کمال پیدا ہوئے اور انہوں نے جس طرح قلم سے اس دور کو تابندگی بخشی اور بنی عباس کے علمی خزانے کو معمور کیا اگر ان کا شمار کیا جائے اور ان تصانیف پر اختصار کے ساتھ بھی کچھ لکھا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہوگا۔ ابن ندیم کی "کتاب الفہرست" مطالعہ کیجئے آپ کو ان گرانقدر ارباب فضل و کمال اور ان کی تصانیف سے ایک سطحی سا تعارف حاصل ہو جائے گا۔ حیرت یہ ہے کہ پانسو چھبیس سال تمام تر امن دامان ورفاہت و آسودگی کے ماہ وسال نہیں ہیں بلکہ اس دور کا نصف حصہ ایسا ہے جو خانہ جنگیوں' بغاوتوں اور یورشوں کے تلاطم اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ مسلمانوں کی ان تلواروں نے جو کبھی کافروں کے سر اڑایا کرتی تھیں خود مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا لیکن جب اس دور کے علمی ذخیرے پر نظر ڈالئے تو حدیث و تفسیر' فقہ' علم الکلام' سیرت' مغازی' ادب' فلسفہ' منطق' جغرافیہ' طب' جراحت' ہیئت' نجوم اور علم ہندسہ' غرض کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر ضخیم

کتابیں تصنیف و تالیف نہ کی گئی ہوں۔

دور عباسیہ میں تفسیر پر کیا کام ہوا:۔

اس تمہید کے بعد اب میں آپ کو قدرے صراحت کے ساتھ یہ بتاؤں گا کہ دور عباسیہ میں علم تفسیر' اصول تفسیر' حدیث اور فقہ پر کیا کچھ کام ہوا اور کیسے کیسے شاہکار وجود میں آئے۔ اس سے قبل میں نے عرض کیا تھا کہ بنی امیہ کے عہد میں تفسیری روایات کی بہتات تھی اور ان تفسیری روایات ہی کو کافی سمجھا جاتا تھا اور فقہی مسائل میں ان ہی سے کام لیا جاتا تھا' بنی امیہ کے نوے سالہ دور میں تفسیر پر کوئی مستقل کام نہیں ہوا' ان حضرات صحابہ کے بعد تابعین کرام کا دور آیا۔ ان حضرات میں عطا بن ابی مسلم خراسانی وفات ۱۳۵ھ۔ محمد بن کعب القرظی (وفات ۱۱۷ھ) ابوالعالیہ (متوفی ۹۰ھ) ضحاک۔ قتادہ اور ابو مالک علمائے تفسیر کہے جاتے تھے ان کے پاس بھی وہی روایات کا سرمایہ تھا جو صحابہ کرام سے انہوں نے حاصل کیا تھا۔ ان حضرات نے جو اگرچہ اکابر قدمائے مفسرین میں سے ہیں لیکن انہوں نے موضوع تفسیر پر قلم نہیں اٹھایا۔ ان حضرات کے بعد تبع تابعین کا دور آیا۔ ان میں آپ کو ایسے حضرات ضرور ملیں گے جنہوں نے تفسیر کی کتابیں باضابطہ طور پر تصنیف کیں لیکن ان کی کتب تفاسیر کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ ان تمام کتابوں میں صحابہ اور تابعین کے اقوال یا ان تفسیری روایات کو قلم بند کر دیا گیا ہے جو اب تک ایک فرد سے دوسرے فرد تک زبانی پہنچتی رہی تھیں۔

طبقہ تبع تابعین:۔

ان حضرات (تابعینؒ) کے بعد تبع تابعین کا طبقہ آتا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس نے باضابطہ تفسیر کی کتابیں تصنیف کیں لیکن اس دور میں بھی جو تفسیری کتابیں تالیف کی گئیں ان میں صحابہ اور تابعین کے تفسیری اقوال کو جمع کیا گیا۔ تبع تابعین حضرات میں اس موضوع پر قلم اٹھانے والے حضرت سفیان بن عینیہ (متوفی ۱۹۸ھ) وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ) شعبہ بن الحجاج (متوفی ۱۶۰ھ) یزید بن ہارون (متوفی ۱۱۷ھ) عبد الرزاق (متوفی ۲۱۱ھ) اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ) روح بن عبادہ (متوفی ۲۵۸ ھ) عبد بن حمید (متوفی ۲۴۹ ھ) اور ابوبکر بن ابی شیبہ (متوفی ۳۷۵ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ غور کیجئے کہ یہ سب حضرات دور عباسیہ سے تعلق رکھتے ہیں (دربار

عباسیہ سے نہیں) ان کے علاوہ بھی چند اور حضرات ہیں جنہوں نے تفسیری کتب تصنیف کیں۔

ان حضرات کے بعد ایک تیسرا طبقہ مفسرین کا اور ہے ان میں خاص طور پر ابن جریر (متوفی ۳۱۰ھ) ابن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷ھ) ابن ماجہ (متوفی ۲۷۵ھ) اور ابو الشیخ ابن الجبان (وفات ۳۵۴ھ) ہیں۔

اس طبقہ کے مصنفین کی بھی تمام تفسیری تصنیفات صحابہ اور تابعین کے اقوال سے سند لاتی ہیں اور ان میں اقوال صحابہ اور تابعین کے علاوہ اور کوئی تشریح و تصریح نہیں ہے۔ البتہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ایک نئی راہ نکالی اور وہ اقوال کی توضیح، اقوال پر ترجیح اور استنباط سے بھی بحث کرتے ہیں اس اعتبار سے ان کی تفسیر اب تک لکھی جانے والی تفاسیر میں ایک جداگانہ رنگ کی حامل ہے۔ اس طبقہ کے بعد جو دوسرا طبقہ مفسرین کا آیا انہوں نے تفسیر کو ایک موضوع بنا کر اس پر قلم اٹھایا۔ کسی نے فوائد کا اضافہ کیا، کسی نے اسانید کو حذف کر دیا۔ اس جماعت میں ایک گروہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، سندوں کو تو پہلے ہی حذف کر دینے کی روایت قائم ہو چکی تھی اب صرف اقوال کو قلم بند کر دینا ہی کافی سمجھا جانے لگا، صحیح اور موضوع کی جانچ پڑتال کی الجھنوں سے دامن بچایا اور جو چیز سمجھ میں آگئی اس کو قلمبند کر دیا اور یہیں سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں اور پھر ان کے اخلاف نے جب اس موضوع پر قلم اٹھایا تو ان ہی کی تصانیف کو مشعل راہ بنایا اور اپنے اسلاف سے جو باتیں انہوں نے پائیں ان کو بغیر جرح و تعدیل کے محض یہ گمان کرتے ہوئے نقل کرتے چلے گئے کہ ہمارے اسلاف کے اقوال کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔ میں اس بحث پر مزید کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ بحث بہت طویل ہے اور اس طرح میں اپنے موضوع سے ہٹ جاؤں گا میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ تفسیری کتابوں کی تصنیف کے کام کی ابتدا اور اس کی ترقی اور ترقی بھی کیسی کہ اس ترقی کو پھر ایسی ترقی میسر نہ آسکی جو دور بنی عباس سے وابستہ ہے۔ اس تقریباً چھ سو سالہ دور میں جو تفسیریں لکھی گئیں ہر چند کہ ہر ایک کا رنگ جداگانہ ہے اور ہر ایک پر بطور تعارف مجھے کچھ لکھنا چاہئے لیکن وہ میرا منصب نہیں۔ تفسیر رازی، تفسیر کشاف، تفسیر شیخ اکبر، تفسیر تستری پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا رنگ جداگانہ اور طرز الگ الگ ہے۔ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے میں علامہ سیوطی کے ایک قول کو نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تفسیری اختلافات کے سلسلہ میں آپ کو کچھ اشارہ مل جائے علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔

"میں نے اللہ تعالیٰ کے قول غیر المغضوب علیھم والضالین کی تفسیر کی بابت لوگوں کے دس اقوال تک دیکھے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے اس کی تفسیر میں بجز اس کے اور کوئی چیز وارد نہیں کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں"۔

آیئے اب میں تاریخی ترتیب کے ساتھ یہ بتاؤں اور آپ کے مطالعہ میں لاؤں کہ ہمارے اسلام کرام نے اس موضوع پر کتنا کام کیا ہے اور کتنے ہزار نہیں بلکہ کتنے لاکھ صفحات یادگار چھوڑے ہیں۔ میں یہاں تاریخی ترتیب کے ساتھ آپ کے سامنے یہ کام پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ٹیبل علیحدہ بنے گی

میں نے آپ کو مختصرا" ان مصنفین تفسیر سے روشناس کرایا ہے جن کا وجود گراں مایہ زینت بخش دور عباسیہ تھا۔ آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ دور عباسیہ کے بعد اس گراں مایہ موضوع پر تصنیف کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ جی نہیں بلکہ اس کے بعد بھی تیز رفتاری سے جاری و ساری رہا۔ علامہ جلال الدین سیوطی دسویں صدی ہجری کے مشہور مفسرین میں شمار کئے جاتے ہیں اور تفسیر قرآن پر ایک گراں مایہ ذخیرہ ان کی یادگار ہے جس کی صراحت میں نے ان کی سوانح عمری میں کیا ہے۔ تفسیر بیہقی (بیس جلدوں میں) تفسیر ابن کثیر (دس جلدوں میں) تنویر المقباس (بارہ جلدوں میں) الدرالمنثور (علامہ سیوطی' بارہ جلدوں میں) تفسیر فتح القدیر (پانچ جلدوں میں) جیسے شاہکار کس طرح بھلائے جاسکتے ہیں لیکن ان کا دور عباسیہ سے کوئی تعلق نہیں برصغیر ہندوپاک میں اس موضوع پر جو کچھ کام ہوا وہ بھی زندہ و پائندہ کارنامے ہیں انہیں بھلایا نہیں جاسکتا' اردو زبان میں جب اتنی سکت آئی کہ وہ ایسے عظیم موضوع کو بیان کر سکے تو

مسلمانان ہندو پاک نے بھی اپنی طبع وقاد کے جوہر دکھائے، تفسیر حقانی کو آج بھی مقبولیت تمام حاصل ہے۔ تفسیر ماجدی، تفسیر تفہیم القرآن (چھ جلدیں) کو اردو زبان میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علمائے اہل سنت وجماعت میں مفتی احمد یار خانصاحب، مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی، مولانا پیر محمد کرم شاہ صاحب کے نام ہائے نامی اس عصر کے مفسرین کرام میں لئے جاسکتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور ان کے پیشرو جناب مولوی اشرف علی صاحب کی تفاسیر بھی کافی مشہور اور مقبول ہیں عصر حاضر میں اسی طرح مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر معارف القرآن بھی قابل ذکر ہے یہاں مجھے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ دور عباسیہ میں علم تفسیر کی جو شمع روشن ہوئی اس کی تابانیاں مرور ایام کے ساتھ اور بڑھتی چلی گئیں اور کوئی صدی ایسی نہیں گزری کہ اس میں اس عظیم موضوع پر کام نہ ہوا ہو۔

دور بنی عباس اور تدوین حدیث (شریف)

صفحات گزشتہ میں آپ مطالعہ فرما چکے ہیں کہ بنی امیہ کے عہد میں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد پر تدوین حدیث کا کام شروع ہوا اور علامہ حضرت ابن شہاب زہری نے سب سے پہلے احادیث نبوی علیہ التحیۃ والثنا کو مدون کیا۔ لیکن اس موضوع پر کثرت سے جو کچھ کام ہوا اس کا تعلق دور بنی عباس سے ہے۔ قبل اس کے کہ میں آپ کے سامنے اس دور کے مولفین و مدونین حدیث کو پیش کروں ضروری سمجھتا ہوں کہ علامہ ذہبی کا ایک تبصرہ آپ کے سامنے پیش کر دوں جس کو علامہ راغب طباخ نے اپنی کتاب "الثقافۃ الاسلامیہ" میں درج کیا ہے۔

بنی عباس کے دور میں تدوین حدیث کے سلسلہ میں تیز رفتاری کے ساتھ جو کام ہوا علامہ ذہبی اپنی طبقات الحفاظ میں اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ محدثین کے طبقہ اول کے زمانہ میں بنوامیہ کے ہاتھوں سے اقتدار نکل کر بنو عباس کے ہاتھوں میں پہنچ گیا' یہ تبدیلی اپنے ساتھ خونریزیاں لے کر آئی' خون کی ندیاں بہہ گئیں' عراق' خراسان' جزیرہ اور شام میں بے شمار علماء قتل کر دیئے گئے' اور عباسی لشکر جو کچھ ظلم و ستم کر سکتا وہ اس نے کیا' میں آغاز میں اس کی صراحت کر چکا ہوں اس پر مستزادیہ کہ عمرو بن عبید معتزلی اور واصل بن عطا معتزلی نے اپنے عقائد کی بھرپور اشاعت کی اور عوام و خواص کو نظریہ قدریہ اور اعتزال کی کھل کر دعوت دی۔ خراسان سے جہم بن صفوان ابھرا اور اس نے لوگوں کو صفات الٰہی کے انکار اور خلق قرآن کی طرف بلایا۔ اس عظیم فتنے کا سد باب کرنے کے لئے علمائے تابعین اور ہمارے ائمہ سلف اٹھے اور انہوں نے لوگوں کو ان عقائد باطلہ اور ان کی ضلالتوں سے بچایا اور ہمارے جلیل القدر علماء نے احادیث و سنن کی تدوین کا کام شروع کیا' اصول و فروع دین اور فقہ اسلامی پر تصنیف و تالیف کے کام کا آغاز کیا۔

صحاح ستہ کی تدوین:۔

بنو عباس کے دور اقتدار میں تدوین حدیث پر بہت کچھ کام ہوا اور اسکی علت خاص آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے' دوسری صدی ہجری کے ان محدثین کی تعداد خاصی ہے اور ان محدثین میں

اکثریت ان حضرات کی ہے جو اپنی مدونات کے لحاظ سے خاصی شہرت کے مالک ہیں۔ ان حضرات میں عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی (وفات ۱۵۷ھ) حضرت سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) سفیان بن عیینہ (متوفی ۱۹۸ھ) عبد الملک بن جریج (متوفی ۱۵۱ھ) اور لیث بن سعد (متوفی ۱۷۵ھ) زیادہ مشہور ہیں' لیکن تدوین حدیث کا درخشاں دور تیسری صدی ہجری ہے۔ اور اس تیسری صدی کو اس شرف سے زیادہ اور کون سا شرف مل سکتا ہے کہ صحاح ستہ کے تمام محدثین و مولفین اس صدی سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی مشہور زمانہ تصانیف (مجموعہ ہائے حدیث) تیسری صدی ہجری کی تالیف و مدونات ہیں چنانچہ

۱۔ محمد بن اسمٰعیل البخاری صاحب صحیح بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)
۲۔ مسلم بن الحجاج قشیری صاحب صحیح مسلم (متوفی ۲۶۱ھ)
۳۔ محمد بن یزید ابن ماجہ صاحب سنن ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)
۴۔ ابو داوٗد سلیمان بن اشعث صاحب سنن ابو داوٗد (متوفی ۲۷۵ھ)
۵۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی صاحب جامع ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)
۶۔ احمد بن شعیب نسائی صاحب سنن نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)

اسی تیسری صدی ہجری سے متعلق ہیں۔ سنن نسائی کی تدوین کا زمانہ (دوسری صدی کا اواخر ہے) حضرت احمد بن شعیب نسائی کا انتقال چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں ہوا لیکن وہ اپنی تالیف کے اعتبار سے تیسری صدی ہجری سے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ تیسری صدی ہجری کے مشہور مدونین حدیث ہیں جن کی شہرت ایک ہزار سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد بھی ماند نہیں پڑی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں ان حضرات کے علاوہ اور شخصیتیں بھی ہیں جن کے آثار اور مجموعہ ہائے حدیث آج بھی اپنے حسن ترتیب اور طرز تالیف کے لحاظ سے اعتبار کی آنکھوں سے لگائے جاتے ہیں۔ ان حضرات میں ابو داوٗد طیالسی' امام احمد بن حنبل' یحییٰ بن حسین' اسحاق بن راہویہ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کی مسانید' معجم اور موطا آج بھی کافی مشہور ہیں اور ان سے سند لی جاتی ہے۔

آب آیئے چوتھی صدی ہجری کے کچھ مدونین حدیث سے آپ کا تعارف کرائیں۔ آپ ہیں۔

عبداللہ بن محمد اسفرائنی (متوفی ۳۱۸ھ) علی بن عمر دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ) عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (متوفی ۳۷۷ھ) محمد بن اسحٰق بن خزیمہ (متوفی ۳۹۱ھ) اور ابو عبداللہ بن مندہ محمد بن اسحاق (متوفی ۳۹۵ھ)

پانچویں صدی ہجری کے مشہور محدثین میں ابوبکر مردویہ (متوفی ۴۱۰ھ)۔ احمد بن عبداللہ ابو

نعیم اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ) احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۸۵ھ) احمد بن محمد البرقانی (متوفی ۴۲۵ھ) احمد بن ثابت خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) اور عبدالرحمٰن بن مندہ (متوفی ۴۷۰ھ)

چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدثین (تدوین حدیث) میں سرفہرست یہ اصحاب ہیں:۔

حسین بن مسعود البغوی (متوفی ۵۱۶ھ) ابو القاسم علی بن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) عبدالرحمٰن الجوزی البکری (متوفی ۵۹۷ھ) چھٹی صدی ہجری میں اگر آپ طبقات المحدثین ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو ہسپانوی یا اندلسی حضرات بکثرت نظر آئیں گے کہ بغداد میں یہ انتشار و خلفشار اور بے چینی کا زمانہ تھا' سکون خاطر مفقود تھا۔ البتہ ہسپانیہ یا اندلس میں علمی مجلسیں دلوں کو گرما رہی تھیں اور سلاطین اندلس قدردانی میں بہت پیش پیش تھے لیکن مجھے صرف ان ہی حضرات کا ذکر مقصود ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح عباسی حکومت سے تھا' وہ قلمرو عباسیہ میں زندگی گزار رہے تھے اس لئے میں نے اندلسی حضرات کا ذکر نہیں کیا۔

ساتویں صدی ہجری کے محدثین۔ یہ عباسی دور کی آخری صدی ہے۔ ۶۵۶ھ میں عباسی حکومت اور عباسی اقتدار چونکہ ختم ہوگیا اس لئے میں اس دور سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ اس دور کے محدثین میں عبد الرحمان الحرانی (متوفی ۶۴۳ھ)۔ محمد عبد الواحد المقدسی (متوفی ۶۴۳ھ)۔ عبد العظیم المنذری (متوفی ۶۵۶ھ) ابو شامہ عبد الرحمان (متوفی ۶۶۵ھ) مشاہیر محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری اور نویں دسویں ہجری میں ہم کو علامہ دمیاطی۔ ابن قدامہ المحدثی۔ محمد بن احمد الذھبی۔ اسماعیل بن کثیر۔ محمد بن رافع (آٹھویں صدی ہجری) اور سراج الدین عمر بلقینی' (متوفی ۸۰۵ھ) شمس الدین محمد بن محمد الجزری (متوفی ۸۲۳ھ) شہاب احمد بن علی بن حجر عسقلانی جیسے نامور محدثین نویں صدی ہجری سے تعلق رکھتے ہیں اور دسویں صدی ہجری کے مشہور محدثین میں تاریخ الخلفاء کے مصنف جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (۹۰۲ھ) کے نام قابل ذکر ہیں اگر چہ ان کا تعلق ملوک عباسیہ مصر سے ہے اس اعتبار سے ان کو بھی دور عباسیہ میں ایک طرح سے شمار کر سکتے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ بنو عباس کی اصل سلطنت اور حکومت کا اختتام ۴ صفر ۶۵۶ھ ہے۔ اس اعتبار سے ہم ساتویں صدی ہجری تک علوم و فنون میں جو کچھ ترقی ہوئی اور مذہبیات پر جو گر انقدر تصانیف سپرد قلم کی گئیں ان کو شمار کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ خیال رہے کہ یہ علمی و دینی خدمات کسی سلطان یا امیر کی زر پاشیوں کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ ان مقدس ہستیوں کے دلوں میں جو شمع ایمان فروزاں تھی اس کی روشنی میں یہ دینی خدمات ان حضرات نے انجام دیں ورنہ جہاں تک سیاسی اور عمرانی حالات کا تعلق ہے اس دور میں فتنہ سامانیوں نے ماحول پر گھپ اندھیرا طاری کر دیا تھا۔ ہماری تاریخ کا یہ زریں دوران ہی کے

تقدس اور تقویٰ اور دینی خدمات کی نور پاشیوں کی بدولت ہے ورنہ اسلامی اقدار' اسلامی کردار پر ان امراء المسلمین کے ہاتھوں جو کچھ گزری' تاریخ الخلفا' کے اوراق اس پر شاہد ہیں میں یہ خود نہیں کہتا۔

بنی عباس کے دور میں اسلامی فقہ نے نشو نما پائی اور اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے قرآن و حدیث سے ایسے ضوابط اخذ کئے گئے جو مسلمان کی شبانہ روز کی زندگی کو اسلامی دائرے میں رکھنے میں ممدو معاون تھے۔ یہ ضوابط مسلمان کی عبادات' معاشیات' سماجیات اور عمرانیات پر محیط تھے۔ میں ذرا واضح الفاظ میں اس کو اس طرح بیان کر سکتا ہوں کہ اسلامی ضابطہ حیات کے تحت زندگی بسر کرنے کے لئے قرآن و سنت سے احکام اخذ کرنے کے لئے ایسے قانونی اصول کی ضرورت تھی جن کے ذریعے دلائل سے قوانین کا استنباط کیا جاسکے' ان قوانین یا ضابطہ حیات کے اسلامی قاعدون کا نام فقہ ہے اور ان کے اصولوں کا نام اصول فقہ۔ یہ دونوں علوم نقلیہ ہیں اور صرف ملت اسلامیہ کے لئے مخصوص ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب علم فقہ پیش نہیں کر سکتا۔ علم فقہ کے جو اصول و قواعد منضبط ہوچکے ہیں وہ ہر دور اور ہر زمانے کے لئے ہیں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرن اول میں یہ اصول کیوں نہیں موجود تھے جب کہ حیات ملی اور اجتماعی معاشرہ موجود تھا اور ہر مسلمان کی زندگی اسلامی رنگ میں رنگی ہوتی تھی تو اس کا اصل سبب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صحبت میں زندگی بسر کی اور ان کی رشد و ہدایت کے لئے ذات اقدس موجود تھی۔ جب کسی سماجی یا معاشی مسئلہ میں اشکال پیدا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جاتا' اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ان کے لئے حرف آخر تھا' ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام نے عوام کی ان مشکلوں کو حل فرمایا' اور صحابہ کے بعد جب تابعین کا زمانہ آیا اور اس کے بعد تبع تابعین کا دور شروع ہوا وہ خالص عربی تمدن جو یکسر سادگی پر مبنی اور تصنع سے عاری تھا اس پر عجمی اور رومی رنگ چڑھنا شروع ہوا' غیر عرب سے عربوں کا اختلاط شروع ہوا۔ معاشی زندگی میں یکسر انقلاب رونما ہوا' معاشرتی زندگی کا رنگ یکسر بدل گیا' معاشرتی زندگی میں تنوع اور رنگارنگی پیدا ہوئی۔ معاش کے بہت سے نت نئے زاویئے زندگی میں قائم ہوئے' تجارت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوا' تمدنی ضرورتیں بھی شمار سے باہر ہوگئیں تو اس وقت مسلمان کی زندگی کے تقاضوں میں ایک آفاقی وسعت پیدا ہوگئی' چونکہ اسلامی زندگی ہر مسلمان کو دل سے عزیز تھی' وہ ان تقاضوں اور مسائل کو اسلامی روشنی اور اس کے احکام کے زیر اثر پورا کرنا چاہتا تھا اور اس دائرے سے قدم آگے رکھنا اس کو کسی طرح گوارا نہیں تھا اس لئے یہ ضرورت پیش آئی۔ اسلامی زندگی کے ان طریقوں اور

تقاضوں سے پیدا ہونے والے مسائل کو اسلامی احکام کے تحت کس طرح پورا کیا جائے یا اگر تقاضوں کی ادائیگی میں نزاع پیدا ہو تو ان کو کس طرح طے کیا جائے' اس ضرورت کے پیش نظر فقہ کی تدوین کی ضرورت محسوس ہوئی۔ قرن اول میں ہر مسلمان قرآن و حدیث پر اتنی نظر رکھتا تھا کہ وہ خود اس کی روشنی میں اپنے ایسے مسائل کو حل کر لیتا تھا لیکن دوسری اور تیسری صدی ہجری میں یہ بصیرت عوام سے دور ہو چکی تھی ظاہر ہے کہ اسلامی مقبوضات کا دائرہ اس قدر وسیع ہو چکا تھا کہ زندگی بدویت سے نکل کر حضریت کا بہترین نمونہ بن گئی تھی' نو مسلموں کی تعداد کروڑوں سے تجاوز تھی پھر یہ کہ وہ اصحاب جو ایسا حل قرآن و سنت کی روشنی میں کامیابی کے ساتھ تلاش نہیں کر سکتے تھے' صرف ان مسائل کے مماثل مسائل ان کے لئے احکام قرآن و سنت میں موجود تھے اس لئے پہلی صدی ہجری کے اواخر میں اجماع امت پر ایسے مسائل کے حل کا انحصار کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی رہنمائی کے لئے موجود تھا کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی لیکن ایک منزل ایسی آئی کہ اس اجماع کے ساتھ ساتھ قیاس کی بھی ضرورت پیش آئی چنانچہ زندگی کے ان مسائل کے حل کے لئے قران و سنت' اجماع' قیاس' دلیل ٹھہرے۔ میں اس موضوع پر مزید لکھنا نہیں چاہتا صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ تفسیر و حدیث کی طرح فقہ کی تدوین کی ضرورت بھی اس دور میں پیش نہیں آئی لیکن جب اسلامی مملکت کے حدود ایک طرف چین تک اور دوسری طرف اندلس تک وسیع ہو گئے اور خالص عربی تمدن اور معاشرہ میں دوسرے تمدنوں نے بھی اپنی جگہ پیدا کر لی تو اس وقت مسلمانوں کو ایسے ضابطہ حیات کی ضرورت پیش آئی جس کے اصول قرآن و سنت پر مبنی یا اس سے منضبط ہوں اس لئے اکابرین امت نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اگرچہ متکلمین کا گروہ بھی پیدا ہو چکا تھا اور اس موضوع پر انہوں نے بھی خامہ فرسائی کی لیکن چونکہ ان کے یہاں عقلی استدلال پر حصر کیا گیا تھا اور مسلمان قرآن و حدیث سے اس کا استدلال چاہتا تھا اس لئے ان کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

دور عباسیہ میں فقہ پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ ہیں جن کے فقہی مسائل اور اس کے اصول "فقہ حنفی" کہلاتے ہیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ فقہ کی تدوین کی طرف سے سب سے پہلے امام شافعی نے توجہ کی' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے امام اعظم سے پہلے اس موضوع پر ضرور قلم اٹھایا لیکن وہ کوئی جامع اور مبسوط کتاب مرتب نہ کر سکے صرف ایک رسالہ ہی مرتب کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے نامور تلامذہ امام احمد اور امام یوسف نے فقہ حنفی کا بے مثال ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے' آپ کے استدلال اور قیاس پر جو اختلافی صورتیں پیدا ہوئیں ان کے نتیجہ میں فقہ شافعی' فقہ مالکی اور فقہ حنبلی کی تدوین ہوئی اور

اس طرح مذاہب اربعہ کا ظہور ہوا اور یہ چاروں فقہی مذاہب دور بنی عباس ہی میں شروع ہوئے اور اسی دور میں یہ پروان چڑھے ہیں۔ اس کے تدریجی ارتقاء کی تاریخ یہاں بخوف طوالت پیش کرنے سے معذور ہوں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ تفسیر و حدیث کی طرح بنی عباس کے دور میں فقہ یعنی مذاہب اربعہ پر زبردست کام ہوا اور اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں جن میں کتاب الاثار' اصول والمل' جامع کبیر' معانی الاثار' قدوری (احمد بن محمد ندوری) مبسوط از محمد بن احمد ابوبکر سرخسی اور البدائع شرح تحفہ الفقہا صرف فقہ حنفی کی مشہور کتابیں ہیں۔ اگر مذاہب اربعہ کی تمام کتابوں کی تفصیل لکھوں تو یہ چند صفحات اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ (۱) شافعی فقہ پر امام ماوردی امام الحرین ابو المعالی جوئنی اور حضرت حجتہ الا سلام غزالی اور سید نا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہم کے نام سر فہرست ہیں جن کی تصانیف سینکڑوں سے متجاوز ہیں۔

علم الکلام:۔

فقہ کی طرح عباسی دور میں علم الکلام نے بھی خوب پروبال نکالے اور اس علم عقلی نے وہ زور پکڑا کہ ہزاروں علماء' وفضلاء اس فتنہ کی بدولت ابتلا میں پڑے' قیدوبند کی سختیاں جھیلیں' امام حنبل پر مامون اور معتصم باللہ کے ہاتھوں جو گزری وہ تاریخ عباسیہ کے ان سیاہ اوراق میں سے چند ورق ہیں جن کی تفصیل آپ تاریخ الخلفاء میں ملاحظہ کریں گے ۔ علم الکلام نے مسلمانوں پر عباسی عہد میں بڑے فتنے اٹھائے اور مہدی' مامون' معتصم کے ہاتھوں ہمارے ائمہ اور بزرگوں پر جو کچھ گزری اس کی تاریخ گواہ ہے۔(۲)

شاعری اور موسیقی:۔

اسلامی تاریخ میں جب ان فنون کا ذکر کیا جاتا ہے تو تقدس اور تقویٰ کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں لیکن اس کو کیا کہئے کہ عباسی سلاطین نے ان فنون لطیفہ کی بڑھ چڑھ کر سرپرستی کی۔ ہر امیر المسلمین کے دربار کی زینت اور اس کی مدح سرائی کے لئے شاعردربار موجود رہتا تھا۔ منصور اور مہدی تو موسیقی کے اتنے رسیا اور دلدادہ نہ تھے لیکن سلاطین گزشتہ کی تلافی ہارون اور اس کے گرامی فرزند خاص طور پر مامون الرشید نے کردی۔ ابراہیم موصلی اور اسحٰق موصلی اس کے دور کے نامور موسیقار یا فنکار تھے۔ سلاطین عباسیہ میں اکثر امراء المسلمین خود بھی نغمہ گو شاعر

تھے اور ان کی شاعرانہ طبیعت نے شعراء کی قدر افزائی بھی خوب خوب کی۔ لاکھوں درہم ایک ایک قصیدے کا صلہ دیا۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جب مدحت سرائی پر انعام و اکرام کی یہ حالت ہو تو کون ایسا نادان شاعر ہے کہ وہ دل کھول کر ایسے صاحب فضل و کرم کی تعریف نہ کرے۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء میں آپ ایسے بہت سے واقعات کا مطالعہ کریں گے اور شعراء کے مدحیہ اشعار کے بہت سے نمونے بھی ملیں گے۔ برامکہ بھی شعرو شاعری کی قدر افزائی میں اپنے خدا وندان نعمت سے کچھ کم نہیں تھے بلکہ بسا اوقات داود دہش اور انعام و اکرام میں ان سے بڑھ جایا کرتے تھے۔ برامکہ کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔ مدحیہ اور عشقیہ شاعری کے فروغ کا اصل زمانہ مامون رشید کا دور ہے۔ امین الرشید بھی شراب کی طرح شاعری کا بڑا ولدادہ تھا لیکن بے چارہ زیادہ مدت تخت نشین نہیں رہا ورنہ شاعروں پر بہت سے احسانات کے واقعات وہ بھی اپنی یادگار چھوڑ جاتا۔ مامون کے عہد کے مشاہیر شعرا میں صریح الغوانی۔ ابو حفصہ۔ ابراہیم صولی۔ اصمعی بصری۔ ابو عبیدہ ابو عمرالشیبانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں ہر ایک بلند مقام کا حامل تھا' یہ تمام مشاہیر شعراء مامون الرشید کے دربار سے وابستہ تھے۔ امین الرشید کے قتل کے بعد اس کے بھی درباری شعراء رفتہ رفتہ بندگان مامون میں شامل ہوگئے مامون کے بعد دور عباسیہ کے اکثر سلاطین نے شعرو شاعری کی قدر افزائی کی۔ مامون کا جانشین بیچارا خود جاہل تھا وہ شعرو شاعری کو کیا جانے۔ وہ ایک مرد سپاہی تھا۔ لہٰذا اس کی طبیعت مامون جیسی بزم آرائیوں کی طرف مائل نہیں ہوئی بلکہ اس نے اس کے بجائے میدان جنگ کو پسند کیا اور اس کا بیشتر حصہ جنگوں اور فتوحات میں گزرا۔ فتح عموریہ (جو ایشیائے کوچک میں رومیوں کا مرکز تھا) اور بابک خرمی کے فتنے کا استیصال اس کا بڑا کارنامہ ہے۔ معتصم کے عہد میں شعرو شاعری کی کساد بازاری کی تلافی اس کے فرزند و جانشین ہارون (واثق باللہ) نے کردی۔ وہ خود بھی ایک اچھا شاعر تھا اس لئے اس نے بھی شعراء کی خوب قدر افزائی کی۔ لیکن اپنے باپ اور دادا کی طرح مسئلہ خلق قرآن کے سلسلے میں یہ بھی بہت متشدد تھا۔ چنانچہ فتوحات کے علاوہ اس کا وقت بھی زیادہ تر اسی ہنگامے کی نذر ہوگیا۔ واثق کے دور میں شاعری سے زیادہ موسیقی کو فروغ ہوا جس کی تفصیل میں فن موسیقی کے تحت بیان کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت عباسیہ کا عہد عروج ۱۳۲ھ سے شروع ہو کر ۲۳۲ھ پر ختم ہو جاتا ہے یہی یکصد سالہ دور ان فنون کی ترقی کا دور ہے۔ یہ دور سفاح سے شروع ہو کر واثق باللہ (ہارون ابن معتصم باللہ) پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں کہ یہ عیش و طرب کا دور ہے اور سلاطین عباسیہ نے اس دور میں جی کھول کر داد عیش دی۔ صرف مامون کے بیت الحکمت کے قیام سے جو غیر اسلامی علوم کو فروغ حاصل ہوا تھا اور وہ جس ترقی پر پہنچ گئے تھے سنین مابعد میں ان غیر

اسلامی علوم و فنون کو وہ ترقی نہ مل سکی۔ البتہ اسلامی علوم و فنون تو نویں صدی ہجری تک خوب پروان چڑھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے بزرگان دین و ملت نے اپنی دینی خدمات کو ان سلاطین کی داودہش سے ہمیشہ بے نیاز رکھا۔ اس لئے بلامبالغہ یہ ہم فخریہ کہہ سکتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک ہمارے دینی علوم و فنون کا فروغ (باستثنائے چند) سلاطین وقت کے فضل و کرم کا رہین منت نہیں ہے ہمارا یہ عظیم دینی سرمایہ ہمارے اسلاف کرام کی جرات ایمانی' جوش دینی اور بے لوث خدمات کا نتیجہ ہے جو انہوں نے ہنگامہ ہائے مئے و نوش سے دور رہ کر انجام دین۔ اور اپنے علمی وقار کو کبھی دربار کی نوازشوں کا شرمندہ احسان نہ ہونے دیا۔ اس کی تفصیلات آپ کی نظر سے میرے دیباچے یعنی اس مضمون کے ابتدائی اوراق میں گزر چکی ہیں۔ لیکن زمانے کی ستم ظریفی تو دیکھیے اور ہماری احسان فراموشی کہ ان فضلائے کرام اور علمائے عظام کی بے لوث دینی خدمات کا سہرا ان کے سر باندھ دیا جن کو اپنی جنت نگاہ اور فردوس گوش محفلوں سے فرصت نہیں تھی اور ان کو بھلا دیا جنھوں نے سخت سے سخت نامساعد حالات میں فقرو فاقے کی زحمتیں برداشت کرکے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے اپنی یادگار چھوڑے۔ صرف ایک مثال حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ کی پیش کرتا ہوں کہ معتصم اور واثق کے جبرو تشدد کا نشانہ بنے رہے۔ سینکڑوں کوڑے جسم پر پڑ گئے لیکن اللہ اللہ آپ کی جلالت شان' آپ کے تقویٰ اور تحمل دینی کی پیشانی پر شکن بھی نہ آئی اور قید و بند کی صعوبات کے ساتھ ساتھ ہم کو مسند امام حنبل جیسی بلند پایہ کتاب عطا فرما گئے جو دو لاکھ احادیث میں سے تیس ہزار احادیث نبوی کا مجموعہ ہے۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ غنائیہ اور مدحیہ شاعری کے فروغ کے لئے جو فضا درکار ہوتی ہے وہ بنی عباس کے دور فروغ میں ان فنون کو میسر تھی۔ لہٰذا شاعری اور موسیقی کو بھی خوب خوب فروغ حاصل ہوا۔

موسیقی:۔

غنائیہ اور مدحیہ شاعری کے فروغ کے ساتھ اس کا بھی فروغ وابستہ ہے۔ موسیقی کو عہد مامون سے فروغ حاصل ہوا اور عباسیوں کی کامل بربادی تک اس کے فروغ کا چراغ گل نہیں ہوا۔ مامون کے عہد میں بڑے بڑے موسیقار موجود تھے اور انہوں نے فن موسیقی کے اصول وقواعد کے تحت موسیقی کو کمال تک پہنچایا۔ مامون کے دربار میں مخارق علویہ' عمرو بن بانتہ' زلزل' زرزوداد اور اسحاق موصلی نے اس فن کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔ ان تمام موسیقاروں

میں اسحاق موصلی سرائند روزگار تھا جو مشہور ماہر استاد موسیقی ابراہیم موصلی کا فرزند تھا۔ مامون کے دور میں بہت سے راگ اور راگنیاں ایجاد ہوئیں۔ مامون کی وادودہش اور آل برمک کے انعام واکرام نے موسیقی کے فروغ میں چار چاند لگا دیئے۔ شاعری کی طرح موسیقی بھی عباسی دربار کے دامن سے ان کے آخری دم تک وابستہ رہی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عہد مامون جیسا فروغ اس کو پھر نہ مل سکا۔

سلاطین عباسیہ اور فن تعمیر:۔

فن شاعری اور فن موسیقی کی طرح عباسی سلاطین نے فن تعمیرات کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ اموی دور میں جامع دمشق ان کے ذوق تعمیر کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے یا اس کے علاوہ چند مدارس کی تعمیرات کو ان کی یادگار سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن دور عباسیہ میں فن تعمیر نے بھی بڑی ترقی کی۔ عروس البلاد بغداد کی تعمیر ہی ان کے اس مذاق کی ترجمان ہے۔ بغداد کی تعمیر کے بعد رومانہ اور قصر الذہب پھر شہر کرخ کی تعمیر ان کے اہم تعمیراتی کارنامے ہیں لیکن حسین اور نازک اور فن تعمیر کا بہترین نمونہ واثق باللہ اپنی یادگار چھوڑ گیا۔ چنانچہ قصر مائدہ لازوال' قصر قوت القلوب' قصر سرور العیون' قصر نخات' قصر فردوس واثق کے دور کی تعمیرات ہیں جو آج دست برد زمانہ کے ہاتھوں برباد ہو چکے ہیں' لیکن یہ محلات کبھی اپنی نزاکت اور خوبصورتی کے باعث دور عباسیہ کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔ لیکن عباسیوں کا فن تعمیر کسی ایک مستقل انداز تعمیر کی بنیاد نہیں ڈال سکا جس طرح آج مغلیہ فن تعمیر کا ایک خاص انداز اور جداگانہ طرز تعمیر ہے یا اسلامی اندلس کا فن تعمیر آج بھی مشہور زمانہ ہے اس طرح عباسیہ طرز تعمیر فن تعمیرات میں کوئی جگہ نہیں پاسکا۔ میں نے عباسی عہد کے فنون لطیفہ پر مختصرا" یہ چند صفحات تحریر کر دیئے ہیں تاکہ اس دور کی چھ سو سالہ تاریخ کا یہ پہلو بھی قارئین کرام کے سامنے آجائے' اگر تفصیل سے نہیں تو اختصار کے ساتھ ہی لیکن میرا اصل موضوع اس دور کی علوم اسلامی کی ترقی کو بیان کرنا تھا۔ چنانچہ بہت اختصار کے ساتھ سابقہ صفحات میں میں نے ان کو پیش کر دیا ہے تاکہ ہمارے بچے اور نوجوان اپنی تاریخ کے اس عظیم دور کو فراموش نہ کریں اور ہمارے بزرگوں کی علمی کاوشوں اور دینی خدمات کے نقوش ان کے ذہنوں پر مرتسم ہو جائیں اور ان کے وہ علمی کارنامے کم از کم تاریخ کے صفحات ہی پر محفوظ رہ جائیں۔

حواشی

۱۔ تفسیر کی نگارش میں مصر بھی عصر حاضر میں کچھ پیچھے نہیں! مشہور مصری عالم علامہ رشید رضا مصری (المتوفی ۱۳۵۴ھ) نے بھی اس تفسیری سرمایہ میں اضافہ کیا' ان کی تفسیر کئی جلدوں میں ہے' مختصر یہ کہ نویں صدی ہجری اور عصر حاضر تک ہر دور میں تقریبا" ہر اسلامی ملک میں تفسیر پر کام ہوا یہاں تک کہ اس برصغیر میں اکبری دور جو گمرہی کا دور کہا جاتا ہے وہ بھی اس موضوع پر ایک کارنامہ پیش کرتا ہے۔ اس کارنامے سے میری مراد علامہ فیضی کی تفسیر سواطع الالہام ہے جو تمام تر صنعت مہملہ (بے نقط) میں لکھی گئی ہے۔

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے کشف الظنون (حاجی خلیفہ) ابن خلدون' الثقافتہ الاسلامیہ' علامہ راغب طباخ۔

۳۔ مسلہ خلق قرآن عباسی عہد کا بدترین فتنہ ہے جو مامون کے عہد میں اپنے کمال کو پہنچ گیا۔

تذکرۃ النبلاء
فی
تاریخ الخلفاء

علامہ جلال الدین سیوطی کی مشہور زمانہ تاریخ الخلفاء کا اردو ترجمہ ان تمام اوصاف سے آراستہ و پیراستہ کرکے جو اس عہد کے تقاضے ہیں اور جن کے بغیر کسی کتاب کا ترجمہ مستحق ستائش نہیں سمجھا جاتا' آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے اصل کتاب عربی زبان میں ہے اور نویں صدی کے اواخر کی تصنیف ہے۔ علامہ نے اس تاریخ کو اسی رنگ اور اسی انداز میں سپرد قلم کیا ہے جو تاریخ نگاری میں اس وقت جاری و ساری تھا یعنی حوالہ روایات وراویان واقعات کو بیان کیا ہے تاکہ روایت اور تاریخی صداقت میں کہیں شبہ نہ پیدا ہو' علامہ سیوطی سے قبل اور آپ کے معاصرین کے یہاں تاریخ نگاری کا یہی انداز تھا اور یہ طریقہ حوالہ روایات وسندات مدت مدید تک جاری رہا۔ اس برصغیر ہندو پاک میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی مستند اور منسوط کتاب یعنی "مدراج النبوت" دو جلد از محقق زماں محدث یگانہ حضرت عبد الحق دہلوی المعروف بہ محدث دہلوی میں یہی رنگ موجود ہے اور یہ گیارھویں صدی ہجری کا عہد ہے۔ بہر نوع میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تاریخ الخلفاء جس عہد کی پیداوار ہے اور جس زبان میں لکھی گئی ہے اس کے پیش نظر ان حوالوں سے آگاہ ہونا اس وقت کچھ دشوار نہ تھا۔ ارباب فضل و کمال سے قطع نظر معمولی استعداد کے لوگ بھی ان حوالوں سے آگاہ اور واقف تھے اور ان مصنفین کے کارناموں کا ان کو علم تھا وہ جانتے تھے کہ عساکر ابن عساکر کس فن میں شہرت رکھتے ہیں۔ خطیب بغدادی کی کون کونسی تصانیف ہیں۔ علامہ ذہبی اور بیہقی کی شہرت کا مدار کن تصانیف پر ہے لیکن عصر حاضر میں اردوداں طبقہ ان ناموں سے آشنا نہیں جس کا باعث ان کے ذوق مطالعہ کا فقدان یا شوق تجسس کی کمی ہے جی نہیں یہ بات نہیں بلکہ ان اکابر کے کارنامے ان کے سامنے پیش ہی نہیں کیے گئے۔ مذکورہ مصنفین کی تصانیف سے آج لوگ نابلدو ناواقف ہیں۔ صرف ابن خلدون' ابن کثیر' اور ابن ہشام طبری کے ناموں سے لوگ ان مصنفین کی کتب کے تراجم کے ذریعہ آشنا اور آگاہ ہوگئے میں سمجھتا ہوں کہ اتنا بھی غنیمت ہے۔

جب میں نے تاریخ الخلفاء کا ترجمہ شروع کیا تو ان حوالوں سے گزرنا پڑا اور میں نے اس وقت یہ ارادہ کرلیا تھا کہ ترجمہ کے خاتمہ پر ان مصنفین کے سوانح حیات اور ان کی تصنیفات پر

دل کھول کر لکھوں گا۔ لیکن قارئین کرام دل کھول کر لکھنا تو بڑی بات ہے ہر ایک مصنف پر دو چار صفحات ہی لکھنا جوئے شیر لانے کے برابر ہو گیا۔ ہمارے ملک میں ان مصنفین ہی کو جب کوئی نہیں جانتا تو ان کی تصانیف سے کیا سروکار۔ آپ حیرت فرمائیں گے کہ علامہ سیوطی کی کئی کتابوں کے ترجمے ہوئے ہیں اور ان میں آپ کی مشہور زمانہ الاتقان فی علوم القرآن بڑی مبسوط کتاب ہے لیکن سوانح سیوطی نام کی کوئی چیز وہاں بھی موجود نہیں۔

ایک اور صاحب نے علامہ سیوطی کی ایک اور کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے اور شرح حال مصنف میں ۱۰ سطروں پر قارئین کو ٹرخا دیا ہے اس سے آپ اندازہ کیجئے کہ مصنف کی سوانح ہی کا جب کہیں التزام واہتمام نہیں تو ان مصنفین کے بارے میں کیا کیا جائے جو علامہ سیوطی کے ماخذ ہیں۔ بہر حال میں نے ابتداء میں جو ارادہ کیا تھا اس پر سختی سے کار بند رہا اور توکلت علی اللہ اس راہ پر قدم اٹھا دیا اللہ تعالیٰ اس اہم مرحلہ سے مجھ کو منزل پر پہنچائے گا۔

تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے عموماً" مندرجہ ذیل حضرات سے استفادہ کیا ہے اور ان کی روایتوں کو نقل فرمایا ہے میں ان کے اسمائے گرامی بغیر ترتیب زمانی تحریر کر رہا ہوں۔ ابو داؤدؒ، ذہبیؒ، بیہقیؒ ابن عساکر، شمس الدین ابن جوزیؒ ابن الاثیرؒ، ابن حجرؒ، الحاکمؒ، ہزارؒ، طبریؒ، نودیؒ، بغویؒ، صولیؒ، مسعودیؒ طیالسیؒ شیخین، ابو نعیم، دینوری وغیرہ (رحم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

جب ان تصانیف اور ان کے مصنفین کے نام تاریخ الخلفاء کے ضمن میں آتے ہیں یا ان سے کوئی روایت بیان کی جاتی ہے تو اس وقت اردو خواں طبقہ "تاریخ الخفاء" کے ترجمہ سے کس قدر بیزار ہوتا ہوگا یا محظوظ ہوتا ہوگا آپ اندازہ کریں۔ چنانچہ میں اپنے ترجمہ کو اس طرح روکھا پھیکا نہیں رکھنا چاہتا تھا میری یہ دلی خواہش تھی کہ میرا ترجمہ پڑھنے والے ان تمام علمائے کرام اور ان کے ان مذہبی اور ادبی شاہپاروں سے بھی پوری طرح واقف ہو جائیں جس طرح وہ تاریخ الخلفاء کے مصنف کے حالات پڑھ کر آگاہ ہوئے ہیں، دوسرے یہ کہ ان ماخذوں اور ان کے مصنفین کے حالات پڑھ کر کم سے کم پانچسو سال کی اسلامی ادبی زندگی کے پہلو ان کے سامنے آجائیں اور ان کو جنت سی گرانمایہ اور بلند پایہ کتابوں سے بھی واقفیت حاصل ہو جائے بھر یہی نہیں بلکہ اموی اور عباسی عہد کی ثقافتی، علمی اور ادبی ترقیوں سے کما حقہ واقفیت کے لئے میں نے ایک اور باب کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اب میں تاریخ الخلفاء کے ماخذوں سے آپ کا مختصر تعارف کراتا ہوں۔

علامہ طیالسی (صاحب مسند):۔

آپ کا نام نامی سلیمان بن داؤد بن الجارود طیالسی ہے یہ شہر فارس کے رہنے والے تھے' ۱۲۴ھ میں آپ پیدا ہوئے' تحصیل علم کے لئے فارس سے بصرہ چلے آئے جو ان دنوں علم و ادب اور علوم دینی کا مرکز تھا اور پھر مدت العمر یہیں مقیم رہے' یہی سبب ہے کہ آپ بصرہ کے اعظم محدثین مثلاً" شعبہ" وہشام" وشتوائی اور ابن عون" وغیرہم سے روایت کرتے ہیں' اپنے عہد کے باکمال اور عالم محدث تھے۔ احادیث کے حفظ پر یدطولیٰ رکھتے تھے' علم حدیث کے حصول میں ان کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا' ان سے جو احادیث لوگوں نے لکھی ہیں ان کا شمار چالیس ہزار احادیث تک پہنچتا ہے۔

یحییٰ بن معین۔ ابن المدینی۔ فلاس۔ وکیع اور دوسرے علمائے فن رجال نے ان کی بیحد تعدیل و توثیق کی ہے۔ یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ علامہ ابوداؤد طیالسی وہ ابو داؤد ہیں جو صاحب سنن ابو داؤد ہیں۔ جو صحاح ستہ میں شامل ہے۔ علامہ طیالسی صاحب سنن ابی داؤد سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ اس اشتباہ سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ کا ذکر طیالسی سے کیا جاتا ہے اور عام طور پر اسم ابو داؤد حذف کر دیا جاتا ہے۔ آپ کی مسند فن حدیث میں ایک بلند مقام کی حامل ہے۔ صاحب سنن ابوداؤد ان سے کہیں ایک واسطے سے اور کہیں دو واسطوں سے روایت کرتے ہیں لیکن ان کی مسند اس قدر مشہور نہیں جتنی دوسری مسانید معروف ہیں۔ علامہ طیالسی" نے ۸۰ سال کی عمر میں ۲۰۴ھ میں بصرہ میں انتقال کیا۔ (شذرات الذہب)

مسند بزار علامہ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق:۔

سب سے پہلے میں لفظ بزار (بہ تشدید زا) کی تشریح ضروری سمجھتا ہوں بزار تخم فروش بالفاظ دیگر عرف عام میں پنساری کو کہتے ہیں' علامہ ابوبکر کا پیشہ تجارت تخم فروشی تھا اور آپ پنساری کا کاروبار کرتے تھے اس لئے اپنے پیشہ بزار سے مشہور ہوئے آپ کے اس عرف کے ساتھ آپ کا نام بہت کم لیا جاتا ہے۔

علامہ ابوبکر احمد بن عمرو صاحب مسند ہیں اور آپ کی مسند' مسند بزار یا مسند کبیر کہلاتی ہے' علامہ ابوبکر احمد بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی مسند فن حدیث میں مسند معلل کہلاتی ہے یعنی یہ اپنی مسند میں ایسے اسباب کو بھی بیان کر جاتے ہیں جو صحت حدیث میں قوت پیدا کرتے ہیں

اسی لئے ان کی مسند کو مسند معلل کہتے ہیں۔ شیخ ابوبکر احمد صاحب مسند نے ہدبتہ بن خالد سے (جو بخاری اور مسلم کے شیخ ہیں) عبد الاعلی بن حماد اور حسن بن علی بن راشد سے علم حدیث حاصل کیا' ابو الشیخ' طبرانی اور عبد الباقی اور چند دوسرے مشاہیر محدثین ان کے تلامذہ میں بلند مقام اور شہرت کے حامل ہیں۔ بزارؒ نے عالم پیری میں ان احادیث کی اشاعت کے لئے جو آپ کے حافظہ میں محفوظ تھیں دور دراز کا سفر کیا' عرصہ دراز تک اصبہان (اصفہان) اور شام میں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ دار قطنی آپ کے تذکرہ میں کہتے ہیں کہ آپ اپنے حافظہ پر اعتبار کرکے اکثر احادیث کو روایت کیا کرتے تھے اس لئے اکثر صحت میں خطا واقع ہو جاتی تھی۔ آپ کے سال پیدائش کے سلسلے میں تاریخ خاموش ہے۔ ملک شام کے مشہور شہر رملہ میں ۲۹۲ھ میں انتقال ہوا آپ کی پیدائش تیسری صدی ہجری کے پہلے عشرہ میں بتائی جاتی ہے۔ علامہ بزار بھی تیسری صدی ہجری کے مشہور محدث ہیں۔

مسند ابو یعلی موصلی:۔

ابو یعلی بھی صاحب مسند ہیں۔ آپ کا نام نامی احمد بن علی بن المثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن بلال تمیمی موصلی ہے۔ آپ بھی تیسری صدی ہجری کے مشہور محدثین میں سے ہیں۔ محدث علی بن الجعد' یحییٰ بن معین کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور مشہور محدثین یعنی ابن حبان ابو حاتم اور ابوبکر اسماعیلی آپ کے شاگرد ہیں' آپ جزیرہ میں ۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ صدق' دیانت' علم و تقویٰ میں مشہور تھے۔ علم حدیث کی تدریس سے کوئی ذاتی نفع نہیں اٹھایا محض حسبتہ للہ درس دیتے تھے۔ آپ نے طویل عمر پائی اور ۳۰۷ھ میں شہر موصل میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا جس روز انتقال ہوا موصل کے تمام بازار بند ہوگئے اور لوگ جوق در جوق گریاں اور اشکبار آپ کے جنازے کے ساتھ ساتھ تھے۔

آپ کی تصانیف میں ایک مسند' ایک معجم اور ایک ثلاثیات یادگار ہے۔ علامہ سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں آپ کی مسند سے اکثر سند پیش کرتے ہیں اور آپ سے روایت کرتے ہیں۔

آپ کی مسند کے بارے میں مشہور محدث ابن حبان آپ کے کمال کے معترف ہیں اور حافظ اسمٰعیل بن محمد بن فضل تمیمی کہتے ہیں کہ میں نے مسند عدنی اور مسند ابن المنیع اور ان کے علاوہ بہت سی مسندات پڑھی ہیں لیکن تمام مسندات نہروں کی طرح ہیں اور مسند ابو یعلی ایک دریائے ناپیدا کنار ہے مگر حیرت ہے علامہ محمد راغب الطباخ نے تیسری صدی ہجری کے محدثین

میں آپ کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ آپ کی مسند کا۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں آپ کی مسند کے حوالے سے متعدد احادیث و روایات بیان کی ہیں۔

مسند دارمی:۔

عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبد الصمد تمیمی دارمی سمرقندی، دوسری اور تیسری صدی ہجری کے مشہور محدثین میں سے ہیں، تدوین و تحصیل حدیث کے لئے بکثرت سفر کیے۔ خاص طور سے بلاد اسلام کا سفر بکثرت کیا۔ دور دراز کے شہروں میں گشت کر کے علم حدیث کو جمع کیا۔ دارمی، صاحب صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، عبداللہ امام احمد محمد بن یحییٰ ذہبی سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ خراسان میں علم حدیث کے حافظ چار شخص یعنی ابو زرعہ دارمی، محمد بن اسماعیل بخاری، عبداللہ بن عبد الرحمٰن دارمی سمرقندی اور حسن بن شجاع بلخی ہیں۔ آپ کے کمال علمی کا اندازہ اس سے ہو سکتا کہ جب آپ کی وفات (پنجشنبہ بروز عرفہ ۲۵۵ھ) کی خبر حضرت شیخ محمد بن اسماعیل بخاریؒ کو پہنچی تو انتہائی صدمہ سے سر جھکالیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ شعر نکل گیا حالانکہ آپ شعر بہت ہی کم پڑھا کرتے تھے۔ (ترجمہ)

اگر تو زندہ رہے گا تو تمام دوستوں کی مفارقت کا درد تجھے اٹھانا پڑے گا
مگر تیری موت کا سانحہ تو ان سب سے زیادہ درد ناک ہے

محدث دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ اور ذی الحجہ کی ۹ تاریخ ۲۵۵ھ آپ کا یوم وفات ہے۔ مسند دارمی کا موجوہ نسخہ تین ہزار پانچ سو احادیث سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ جن مسانید کے حوالہ اور ان سے اسناد علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں پیش کی ہیں۔ ان اصحاب مسانید کے مختصر حالات میں نے پیش کر دیئے ہیں۔ اب صحیح اور ان کے مصنفین سے آپ کا تعارف کرانا ہے۔ صحیح کے بہت سے حوالے تاریخ الخلفاء میں موجود ہیں۔ سب سے پہلے میں صحیح ابن حبان سے آپ کا تعارف کراتا ہوں۔

صحیح ابن حبان:۔

علامہ ابن حبان کی یہ صحیح مسند صحابہؓ اور معجم شیخ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کی ترتیب کی نہج بالکل الگ ہے۔ ان کا نام نامی محمد بن حبان ہے اور اپنی ابوت سے زمانہ میں مشہور ہیں یعنی ابن حبان سے معروف ہیں۔ ان کا نسب منعات بن تمیم تک پہنچتا ہے اس وجہ سے ان کو تمیمی کہا جاتا ہے۔ مولد کے اعتبار سے بستی ہیں یعنی سیستان کے شہر بسیت کے رہنے والے ہیں۔ حضرت نسائی کے شاگرد ہیں۔ ابو یعلی موصلی۔ حسن بن سفیان اور ابوبکر بن خذیمہ (رحم اللہ تعالیٰ) جو صاحبان صحیح ہیں (خود ابن حبان کتاب الانواع میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے تقریباً" دو ہزار شیوخ سے احادیث تحریر کی ہیں) تلمذ حاصل کیا۔ خراسان سے مصر تک حصول علم کے لئے سفر کیا اور جہاں جو عالم ملا اس سے استفادہ کیا۔ علم حدیث کے علاوہ دوسرے علوم پر بھی عبور کامل رکھتے تھے' فقہ' لغت' طب اور نجوم پر پوری دسترس تھی۔ حاکم صاحب مستدرک ان کے تلامذہ میں شامل ہیں اس سے ان کی پائگاہ علم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ صحیح کے خطبہ میں ابن حبان نے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے احادیث صحیحہ کے جمع کرنے میں سخت کاوش کی ہے۔ ابن حبان اپنی صحیح میں اول اقسام ذکر کرتے ہیں اور ان اقسام میں انواع قائم کرتے ہیں۔ علامہ ابن حبان نے ۲۲ شوال ۳۵۴ھ بروز جمعہ وفات پائی حضرت شیخ عبد العزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ازوے تصانیف بسیار مشہور و یادگاراست۔

تذکرہ شیخین

حضرت علامہ سید اسماعیل بخاری صاحب الجامع الصحیح

نام و نسب :-

ابو عبداللہ کنیت محمد نام' سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن البروزبہ الجعفی۔ ان کے مورث اعلیٰ کا پیشہ کاشتکاری تھا اس لئے بروزبہ کہلائے ہوئے جعفی کہلاتے ہیں جو نسبت اولا ہے۔ آپ کے جدا مجد بروز بخارا کے ایک مجوسی تھے اور اسی مجوسیت پر ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹے مغیرہ مسلمان ہوئے اور حاکم بخارا ایران جعفی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔ اس نسبت سے آپ کو جعفی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری کے اجداد کے حالات مجہول ہیں صرف آپ کے والد اسماعیل کے سلسلہ میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ اتقیا اور زہاد سے تھے اور طبقہ چہارم کے مشہور محدثین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کے شیوخ میں امام مالکؒ اور حماد بن زید کافی شہرت رکھتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک کی صحبت میں بھی ایک مدت تک رہے جو امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بخارا میں پیدا ہوئے۔ بخارا بھی اس دور میں مرکز تعلیمات اسلامی تھا۔ جسم کے کمزور اور میانہ قد تھے۔ بچپن ہی میں نابینا ہو گئے تھے لیکن ان کی والدہ گریہ و زاری کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں مدتوں التجا کرتی رہیں آخر کار دعا قبول ہوئی اور بصارت واپس آگئی۔ بچپن ہی سے احادیث یاد کرنے کا شوق تھا۔ دس سال کی عمر میں یہ حالت تھی کہ جہاں ان کو معلوم ہوا کہ کوئی شخص حدیث بیان کر رہا ہے فوراً وہاں پہنچے اور اس سے حدیث سنکر یاد کر لیتے۔ سولہ سال کی عمر میں مشہور محدثین کے تمام نسخہ ہائے حدیث انہوں نے حفظ یاد کر لئے تھے۔ والدہ اور دیگر افراد خانہ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے اور شوق علم نے قدم پکڑ لئے۔ سرزمین حجاز میں طلب حدیث کے لئے رک گئے۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ میں کیا اور علم حدیث وفقہ کے لئے دور دراز کے سفر اختیار کئے۔ مدتوں طلب علم حدیث میں مصر' شام اور جزیرہ کا سفر کیا۔ حجاز مقدس میں دو سال اسی تک و دو میں بسر کئے۔ آٹھ مرتبہ بغداد کا سفر کیا۔

امام صاحب کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خود امام صاحب کا قول ہے کہ

میں نے ایک ہزار دس افراد سے احادیث لکھی ہیں یہ تمام افراد محدثین تھے لیکن ان کے خاص اساتذہ اسحاق بن راہو یہ اور علی بن مدینی ہیں۔ ابن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب کو ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

امام بخاری کی شہرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ اور آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد نوے ہزار ہے جنھوں نے جامع صحیح کو آپ سے سنا تھا۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ کسی بادشاہ کے دربار سے وابستہ نہیں ہوئے اور نہ کسی کی فیاضی اور انعام سے فائدہ اٹھایا اکثر ایسا ہوتا کہ دو دو دن محض گھاس کھا کر گزارہ کرتے لیکن خود دار طبیعت نے کسی کی پیشکش کو قبول نہیں کیا۔

تصانیف:۔

اٹھارہ سال کی عمر میں فضائل صحابہؓ اور تابعین کو جمع کرکے ایک مجموعہ مرتب کیا اور کتاب التاریخ نام رکھا۔ جب آپ ۲۵۰ھ میں نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپ کا وہ شاندار استقبال ہوا کہ آج تک کسی والی یا عالم کا ایسا شاندار استقبال نہیں ہوا۔ آپ یہیں مقیم ہوگئے اور سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا لیکن یہاں فتنوں نے سر اٹھایا اور آپ نیشاپور کی سکونت ترک کرکے بخارا واپس آگئے لیکن یہاں بھی آپ کے مخالفین پیدا ہوگئے اور آپ یہاں کی سکونت ترک کرکے خرتنگ، بخارا چلے گئے جو سمرقند کے قریب ایک مشہور موضع تھا۔ یہاں رمضان شریف کا مہینہ گزار کر شوال میں سمرقند کا ارادہ کیا۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ پیغام اجل آگیا اور ۲۵۶ھ میں تقریباً" باسٹھ سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

امام بخاری کے مسلک کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اگر چہ آپ کے اساتذہ میں مذاہب اربعہ کے اساتذہ موجود تھے لیکن علامہ سبکیؒ نے آپ کو شافعی لکھا ہے اور ابن حجر عسقلانی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ علامہ ابن قیم کی تحقیق یہ ہے کہ آپ حنبلی مسلک رکھتے تھے۔ علامہ الجزائری کی نظر میں آپ ایک مجتہد کا منصب رکھتے ہیں۔ امام بخاری کثیرا لتصانیف تھے جن میں اکثر کا موضوع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قضایا الصحابہ والتابعین۔ التاریخ الکبیر۔ الجامع الکبیر۔ کتاب المبسوط۔ کتاب الاشربہ۔ کتاب الہبہ۔ الجامع الصحیح، یہی امام صاحب کی سب سے زیادہ مشہور و مقبول اور عظیم الشان تالیف ہے۔ چھ لاکھ احادیث نبوی سے نو ہزار بیاسی حدیثیں انتخاب کی ہیں جن میں کچھ مکررات بھی ہیں۔ بہت سے تراجم ہوئے اور اس پر جو

تعلیقات ہیں ان کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔ حدیث شریف کی چھ کتابوں میں جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ امام بخاری کی جامع صحیح سر فہرست ہے۔ امام بخاری جب کسی حدیث کے کہنے کا اہتمام کرتے تھے تو اول غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر اس حدیث کو تحریر فرماتے (اللہ اکبر!) چنانچہ اس انتخاب اور اس کی تدوین میں سولہ سال کی مدت صرف ہوئی۔ جب ترتیب کا خیال پیدا ہوا تو مدینہ منورہ میں روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قبر شریف کے درمیانی مقام پر بیٹھ کر اس اہم کام کو انجام دیا اور ہر باب کی تحریر پر دو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔ اس اہتمام اور اس نیت کا اثر تھا کہ جو قبول عام و خاص اس جامع کو حاصل ہوا وہ اور کسی جامع کو حاصل نہ ہو سکا۔ خود امام بخاری کی زندگی میں نوے ہزار افراد نے اس کی سماعت کی اور اب تک تو یہ تعداد کروڑوں سے تجاوز کر چکی ہے۔

حضرت امام مسلمؒ قشیری "صاحب صحیح مسلم شریف":۔

آپ کا نام نامی مسلم بن الحجاج القشیری ہے آپ کی کنیت ابو الحسین اور لقب عساکر الدین ہے۔ آپ کے اجداد کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنی قشیر سے تھا اسی نسبت سے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے۔ نیشاپور (صوبہ خراسان کا مشہور شہر) آپ کا وطن ہے' آپ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے (بعض مورخین نے آپ کا سال ولادت ۲۰۴ھ لکھا ہے) ابن اثیر نے آپ کا سال ولادت ۲۰۶ھ تحریر کیا ہے۔ امام مسلمؒ فن حدیث کے اکابرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ بہت سے محدثین کرام نے آپ کو محدثین کا پیشوا اور امام تسلیم کیا ہے امام ترمذی' ابو حاتم دارمی اور ابوبکر بن خزیمہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی طرح امام مسلم کی بھی بہت سی تصانیف ہیں لیکن آپ کی ان تمام تصانیف میں صحیح کو سب سے بلند مقام حاصل ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں فن حدیث کے عجائبات پیش کئے ہیں۔ روایت میں حد درجہ احتیاط کی ہے' اس احتیاط تام اور ورع کے باعث اکثر محدثین نے اس صحیح کو تمام تصانیف حدیث پر ترجیح دی ہے اس کا باعث یہ ہے کہ امام مسلم نے انتخاب حدیث میں شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین حضرات نے دو اصحاب رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو' آپ نے یہی شرط تمام طبقات میں پیش نظر رکھی ہے امام مسلمؒ نے نہایت تورع اور احتیاط کیساتھ اپنی سماعت کردہ تین لاکھ احادیث سے اپنی صحیح کا انتخاب کیا ہے امام مسلمؒ صحیح اور سقیم حدیث کی معرفت میں اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے۔ امام مسلمؒ کی اس صحیح

کے علاوہ دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں۔ المسند الکبیر علی الرجال۔ کتاب الاسماء والکنی۔ کتاب مشائخ مالک۔ کتاب مشائخ النوری۔ کتاب ذکر اوہام المحدثین۔ طبقات تابعین۔

امام مسلمؒ کی وفات:۔

امام مسلمؒ کی سال وفات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا انتقال ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو ہوا اور بروز دو شنبہ دفن کیے گئے۔ آپ کی وفات ایک عجیب و غریب واقعہ کا نتیجہ ہے۔ آپ کو ایک حدیث کی تلاش تھی۔ اپنے مسودات میں اس کو تلاش کرنے میں مشغول ہوئے۔ قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا تھا۔ اس میں سے کھجور اٹھاکر کھاتے جاتے اور تلاش حدیث میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح ٹوکرے کی تمام کھجوریں ختم ہوگئیں اور آپ کو اس کا احساس بھی نہ ہوا۔ اس طرح بے اندازہ و بے حساب کھجوریں کھالینا ہی آپ کے انتقال کا سبب ہوا۔

صاحب مستدرک حاکم:۔

مستدرک کو صحیح بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے مصنف محمد بن عبداللہ بن محمد ہیں نیشاپور وطن تھا۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے لیکن اپنے نام سے زیادہ اپنے لقب سے شہرت حاصل کی چنانچہ ان کی مستدرک یا صحیح بھی مستدرک حاکم کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ ان کے والد کا ذریعہ معاش بیوپار تھا اس لئے اپنے زمانے میں ابن البیّع کے نام سے مشہور تھے۔ ۳۲۱ھ (عہد عباسیہ میں) نیشاپور میں بماہ ربیع الثانی پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور ماموں کی خواہش پر فن حدیث کی تحصیل پر مائل ہوئے چنانچہ خراسان اور ماوراالنہر کے شہروں میں پھر کر دو ہزار شیوخ (محدثین) سے روایت حدیث سے استفادہ کیا۔ ابو عمر عثمان ابن سماک اور ابو علی حافظ نیشاپوری ان کے اساتذہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی علمیت اور تجربہ پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ ان سے ابویعلی موصلی اور ابوالقاسم قشیری اور مشہور زمانہ محدث بیہقی روایت کرتے ہیں' چونکہ عہدہ قضا پر مامور تھے اس لئے ان کا لقب حاکم پڑ گیا۔

ماہ صفر ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی وفات کا واقعہ بہت ہی عجیب ہے۔ یعنی ایک روز حمام گیے غسل سے فراغت کے بعد باہر نکلے۔ جسم پر صرف تہبند تھا' ایک آہ منھ سے نکلی اور جاں

بخش ہوگئے۔ انتقال کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور حالت دریافت کی تو فرمایا کہ احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کرنے کے باعث میں نے نجات پائی۔ حاکم بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کتابوں میں تاریخ نیشا پور' کتاب مزکی الاخبار' کتاب الاکلیل اور کتاب المدخل الی العلم الصحیح اور مستدرک زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ ان کی ربع کتاب (مستدرک) واہیات اور منکرات بلکہ محض موضوعات سے پر ہے۔ اسی وجہ سے علمائے حدیث نے یہ طے کر دیا ہے کہ حاکم کی مستدرک پر ذہبی کی تلخیص دیکھے بغیر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

صاحب حلیہ الاولیاء ابو نعیم اصبہانی (اصفہانی):۔

احمد بن عبداللہ نام ہے۔ ان کے جد اعلیٰ موسیٰ بن ہران مشہور صوفی گزرے ہیں' ان کی کنیت ابو نعیم ہے۔ اسی کنیت سے دنیائے علم و ادب میں مشہور ہوئے۔ ۳۳۶ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔ ابھی چھ سال ہی کی عمر تھی کہ مشائخ حدیث سے سماعت حدیث کی اجازت حاصل کی۔ جب جوان ہوئے تو بڑے بڑے مشائخ حدیث سے سماعت کی۔ طبرانی' ابوعلی صواف' ابوبکر آجری ان کے اساتذہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ جب انہوں نے تحصیل علم سے فراغت حاصل کی تو ان کے کمال کا یہ عالم تھا کہ شیوخت کے اس مرتبہ کو پہنچے کہ فن حدیث کے حفاظ انکے در دولت پر استفادہ کئے لئے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ان کے شرف اور بزرگی کے لئے یہی کافی ہے کہ خطیب بغدادی نے ان کے سامنے زانوے شاگردی طے کیا۔ خطیب بغدادی کے علاوہ بہت سے مشاہیر محدثین کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ کثیر التصانیف ہیں۔ ان کی تصانیف میں حلیتہ الاولیاء کو خاص شہرت حاصل ہوئی اور اس کے بعد دلائل النبوت نے شہرت پائی۔ یہی دونوں کتابیں ان کی شہرت کی اصل ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدراج النبوت میں "دلائل النبوت" سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ اور جگہ جگہ اس سے سند لائے ہیں۔ ان دونوں کتب کے علاوہ کتاب المستخرج علی البخاری۔ کتاب المستخرج علی مسلم۔ تاریخ اصفہان۔ صفتہ الجنتہ۔ کتاب الطب' فضائل الصحابہ' کتاب المعتقد ان کی یادگار ہیں۔ ان مبسوط اور ضخیم کتابوں کے علاوہ بہت سے رسائل بھی ان سے یادگار ہیں۔ چورانوے سال کی عمر میں ۴۳۰ھ میں وطن مالوف میں انتقال کیا۔

سنن کبریٰ بیہقی:۔

علامہ جلال الدین سیوطی کے ماخذوں میں سب سے اہم ماخذ یہی ہیں۔ انہوں نے علامہ بیہقی سے جگہ جگہ استدلال کیا ہے اور ان سے سند لائے ہیں۔ احمد بن الحسین نام ہے اور ابوبکر کنیت ہے لیکن اپنے قصبہ بیہق کی وجہ سے بیہقی اس قدر مشہور ہوئے کہ عام طور پر آپ کو بجائے نام کے علامہ بیہقی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء میں بھی کہیں آپ کا نام نہیں لیا گیا ہے بلکہ "قال بیہقی" پر اکتفا کی ہے۔ قصبہ بیہق نیشاپور سے تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ احمد بن حسن اسی قصبہ میں ماہ شعبان ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے مشاہیر۔ وقت سے تحصیل علم کی۔ آپ کے اساتذہ میں حاکم، ابوطاہر، ابو علی رودباری صوفی اور عبد الرحمٰن سلمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تحصیل علم کے بعد خراسان، بغداد، کوفہ اور حجاز کا سفر کیا اور علم کو مزید جلا بخشی، حضرت عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "ان کی تصانیف میں ایسی عجیب عجیب تصانیف موجود ہیں جو ان سے پہلے لوگوں سے سرانجام نہ ہو سکیں"۔ ان کی اہم تصانیف میں ایک کتاب الاسماء والصفات ہے۔ علامہ سبکیؒ اس کو بے نظیر کتاب بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دلائل نبوت تین جلدوں میں۔ مناقب الشافعی اور دعوات الکبیر ان کی پانچویں کتاب ہے۔ علامہ سبکی کہتے ہیں کہ میں یہ بات قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں یہ پانچوں کتابیں بے مثل ہیں۔ ان کی تمام تصانیف ہزار جزو کے قریب ہیں (یعنی سولہاہزار صفحات) اس کے علاوہ بھی ان کی بہت سی تصانیف ہیں لیکن ان کی خاص شہرت اور ان کے بقائے نام کا باعث ان کی عظیم الشان کتاب سنن کبریٰ (دس جلدوں میں) ہے۔ اس کتاب کا نام معرفۃ السنن والا آثار ہے۔ شافعی فقیہ کو اس کتاب کے بغیر چارہ نہیں۔ شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین نے احمد بیہقی کے بارے میں فرمایا ہے کہ دنیا میں بیہقی کے سوا اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے۔ بیہقی نے اپنی تمام تصانیف و تالیفات میں امام شافعی کے مذہب کی تقلید و تائید کی ہے۔

۱۰ جمادی الاول ۴۵۸ھ کو شہر نیشاپور میں انتقال ہوا۔ آپ کا جنازہ وہاں سے بیہق لایا گیا اور موضع خسرو جرد میں ان کو دفن کر دیا گیا۔

صاحب معاجم ثلاثہ۔ طبرانی (معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر):۔

علامہ طبرانی کا نام نامی سلیمان ہے اور کنیت ابو القاسم ہے۔ احمد بن ایوب بن مطیر لخمی

طبرانی کے نامور فرزند ہیں اور اس نسبت سے طبرانی کہلاتے ہیں۔ شام کے مشہور شہر عکہ میں بماہ صفر ۲۶۰ھ پیدا ہوئے۔ ۲۷۳ھ سے طلب علم کے لئے نکلے۔ ملک شام کے اکثر شہروں میں پہنچے تحصیل علم کی۔ وہاں سے پھر حرمین شریفین، یمن، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، اصفہان اور جزیرہ کا سفر کیا۔ علی بن عبدالعزیز بغوی، بشربن موسیٰ، ادریس عطا اور ابو ذرعہ دمشقی ان کے اساتذہ کرام ہیں۔ معاجم ثلاثہ، ان کی تین معجم پر مشتمل ہے یعنی معجم کبیر، معجم اوسط (یہ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے) معجم صغیر۔ ان کی شہرت خاص ان ہی تینوں معاجم کے باعث ہوئی۔ انہوں نے معجم کبیر کو مرویات صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ معاجم ثلاثہ کے علاوہ ان کی مشہور کتاب 'کتاب الدعا' ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دعاؤں کو جمع کر دیا گیا ہے 'کتاب کے آغاز میں فضائل دعا اور آداب دعا ہیں۔ یہ بھی ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس کے علاوہ طبرانی کی کتاب عشرۃ النساء اور کتاب دلائل النبوت بھی مشہور ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی مبسوط ضخیم تفسیر بھی ہے جو تفسیر طبرانی سے مشہور ہے۔ راقم الحروف نے اس کو "بنو امیہ اور بنو عباس کے دور کی علمی ترقی" کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے' ان تصانیف کے علاوہ بھی علامہ طبرانی کی متعدد تصانیف ایسی ہیں جو مدتوں سے نایاب ہیں۔ علم حدیث کی طلب اور اس کی تدوین میں علامہ طبرانی کے شغف کا یہ عالم تھا کہ تیس سال تک چٹائی پر سوتے رہے اور راحت و آرام کا خیال بھی ذہن میں نہیں آنے دیا۔ چنانچہ اس شغف کا یہ نتیجہ نکلا کہ علامہ طبرانی علم حدیث میں بلند پائیگاہ کے مالک بن گئے اور کثرت روایت میں اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آخر عمر میں قرامطہ نے آپ سے دشمنی کی بنا پر آپ پر سحر کرا دیا تھا جس سے آپ کی بصارت جاتی رہی تھی' اس بے بصری کے عالم میں بماہ ذی قعدہ ۳۶۰ ھ آپ نے ایک سو سال دو ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا اور عکہ میں دفن ہوئے۔

"سخن ہائے گفتنی" میں آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تاریخ اسلام کی تاریخ اور علامہ سیوطی کے بعض تاریخی ماخذوں اور ان کے مصنفین جیسے عساکر' ابن عساکر وغیرہ کے بارے میں احوال النبلاء فی تاریخ الخلفاء کے تحت کچھ لکھوں گا لیکن مجھے افسوس ہے کہ مقدمہ کی ضخامت اتنی ہوگئی کہ اب میں ان حضرات پر قلم نہیں اٹھا سکتا۔

قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں۔

شمس بریلوی
(مترجم تاریخ الخلفاء)

حصہ اول

خلفائے

راشدین المہدیین

رضی اللہ تعالٰی عنہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؀

وجہ تصنیف

حمدُ اللہ الذی وعد فوفی واو عد فعفی والصلوۃ والسلام علی سید نا محمد سید الشرفاء ومسود الخلفاء وعلی الہ واصحابہ اھل الکرم والوفا

بعد حمد و صلوٰۃ :-

جلال الدین سیوطی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس تاریخ لطیف میں ان حضرات کے حالات بیان کئے ہیں جو تاریخ میں خلفاء المسلمین اور امراء المسلمین کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اور جنہوں نے تنظیم امت کا امر عظیم سرانجام دیا ہے۔ اس کتاب (تاریخ الخلفاء) میں سید نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مسعود سے میں نے اپنے زمانہ تک کے سیاسی و معاشرتی اور عجیب وغریب رونما ہونے والے واقعات بیان کئے ہیں اور ہر عہد خلافت اور دورامارت کے ائمہ مذہب و علمائے دین کے حالات و کوائف کو اختصار کے ساتھ ضبط تحریر میں لایا ہوں۔

اس کتاب کی تصنیف کی وجہ خاص یہ ہے کہ اگرچہ اکثر اصحاب علم و فضل نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے اور متعدد کتابیں تالیف و تصنیف کی ہیں لیکن چونکہ وہ کافی ضخیم ہیں اس لئے عوام ان کے مطالعہ سے استفادہ نہیں کر سکتے ہیں' دوسرے یہ ایک امر دشوار بھی ہے کہ ایک ہی موضوع پر متعدد ضخیم کتابوں کے مطالعہ میں وقت صرف کیا جائے' اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ میں تاریخ کے مختلف موضوعات میں سے ہر ایک موضوع پر جداگانہ کتاب تصنیف کروں تاکہ مطالعہ کرنے والوں کے لئے افادہ اور استفادہ کا موجب ہو!۔ چنانچہ اس تصنیف سے قبل میں نے حالات انبیاء علیہم السلام پر ایک جداگانہ کتاب تصنیف کی شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) کی مشہور کتاب اصابہ کی تلخیص کی جو صحابہ کرامؓ کے حالات پر مبنی ہے۔ ان ہر دو کتب کے علاوہ مختلف موضوعات پر میری تصانیف یہ

ہیں۔

طبقات المفسرین۔ مختصر طبقات الحفاظ (طبقات المحدثین) یہ کتاب علامہ ذہبی کی طبقات کی تلخیص ہے۔ "علمائے نحو ولغت" اس موضوع پر یہ اولین کتاب ہے۔ اس موضوع پر مجھ سے پہلے کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔ طبقات علماء اصول۔ طبقات الاولیاء (یہ ایک مبسوط کتاب ہے)۔ طبقات علمائے علم فرائض۔ طبقات علمائے علم بیان۔ طبقات کاتبین (صاحبان انشاء) طبقات خطاطین۔ تاریخ شعرائے عرب (ایسے شعرائے عرب جن کا کلام عربی ادب میں بطور سند پیش کیا جاتا ہے) اس تاریخ شعرائے عرب میں اکثر اعیان امت کے حالات بھی میں نے جمع کر دیئے ہیں۔

اب رہے فقہائے عظام۔ تو اس موضوع پر میں نے قلم نہیں اٹھایا اس لئے کہ اس موضوع پر اکثر علمائے کرام نے بہت کچھ لکھا ہے' اسی طرح میں نے اہل قرائت (قراء) کے سلسلہ میں ذہبی کی طبقات کو کافی سمجھا اور اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا۔ اب رہے حضرات قضاۃ تو ان کا ذکر بھی تلخیص طبقات ذہبی میں موجود ہے۔ غرض اس طرح میں نے تمام اہم موضوعات پر الگ الگ کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں۔ اعیان امت میں صرف خلفاء کا طبقہ باقی رہ گیا ہے جن کے حالات جاننے کا عوام میں بڑا ذوق و شوق پایا جاتا ہے پس لوگوں کا یہ اشتیاق دیکھ کر میں اس موضوع "خلفاء" پر یہ کتاب مرتب کر رہا ہوں۔ جن خلفاء کا ذکر میں اس کتاب میں کروں گا ان میں کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس نے فتنہ انگیزی یا خروج کرکے حصول خلافت کی کوشش کی ہو اور اس میں وہ کامیاب ہوا ہو جیسے علو-لین! چند عباسی خلفاء اسی طرح میں نے اس کتاب میں عبیدئین کا ذکر بھی نہیں کیا ہے اس لئے کہ ان کی امارت چند وجوہ کے باعث درست نہیں تھی اول تو یہ کہ قریشی نہیں تھے صرف عوام جہلا ہی ان کو فاطمین کے نام سے موسوم کرتے ہیں ورنہ عبیدئین کے جدا اعلیٰ مجوسی تھے نہ کہ فاطمی! قاضی عبدالجبار بصری کہتے ہیں کہ عبیدئین یا خلفائے مصر کے مورث اعلیٰ کا نام سعید تھا جس کا باپ مجوسی اور اپنی ذات کے اعتبار سے لوہار اور پیکاں ساز تھا۔

اس سلسلہ میں قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں عبد اللہ الملقب بہ مہدی کا دادا جس کا نام مباح تھا مذہب کا مجوسی تھا۔ جب عبیداللہ ملک مغرب (مصر) میں آیا تو اس نے علوی ہونے کا دعویٰ کیا لیکن علمائے علم الانساب میں سے کوئی بھی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ (اس کے نسب سے آگاہ نہیں) اور کسی نے بھی اس کے دعوے کو صحیح تسلیم نہیں کیا ہے۔ صرف جہلا (عوام) ہی اس کو فاطمی کہتے ہیں۔ ابن خلکان (ماہر علم الانساب قاضی شمس الدین احمد) کا

بیان ہے کہ اکثر و بیشتر علمائے نساب نے خلفائے مصر کے مورث اعلیٰ یعنی عبیداللہ المہدی کے نسب کو صحیح تسلیم نہیں کیا ہے اس سلسلہ میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ العزیز باللہ بن المعزجب جمعہ کے دن خطبہ کے لئے منبر پر چڑھا تو اس نے وہاں پر چند اشعار رکھے ہوئے پائے۔

ترجمہ اشعار۔ ہم نے سنا ہے کہ ایک صحیح النسب شخص منبر پر چڑھا ہے۔ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو اپنی ساتویں پشت میں اپنے مورث کا نام بتا دو'

اگر تم کو ہمارے اس قول کی تردید منظور ہے تو پھر اپنے حسب و نسب کو بیان کرو ورنہ اپنے اس پوشیدہ نسب کو چھوڑ کر ہمارے وسیع نسب میں شامل ہو جاؤ۔

اس لئے کہ انساب بنی ہاشم تو ایسے ہیں کہ ان سے طمع کرنے والوں کے ہاتھ ہمیشہ کوتاہ رہے (ان کے نسب میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکا ہے)۔

اسی العزیز باللہ بن المعز نے اندلس کے اموی امیر کے نام ایک نامہ ارسال کیا جس میں خوب گالیاں دی تھیں اور اس کی خوب ہجو کی گئی تھی' اس کے جواب میں اموی خلیفہ نے اس کو لکھا۔

"حمد و صلوۃ کے بعد واضح ہو کہ چنانچہ تم ہمارے نسب سے واقف ہو اس لئے تم نے ہماری ہجو کی' اگر ہم کو بھی تمہارا نسب معلوم ہوتا تو ہم بھی اس ہجو کا ایسا ہی جواب دیتے۔"

العزیز باللہ کو یہ جواب بیحد ناگوار گزرا لیکن اس سے کوئی جواب اس کا بن نہ پڑا کیونکہ وہ اپنے نسب سے آگاہ نہ تھا۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ عبید اللہ المہدی علوی نہیں تھا کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ' معز کا خاندان اور مال صرف شان و شوکت ہے'

ابن طبا طبا علوی نے جب معز باللہ سے اس کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے نیام سے آدھی تلوار نکال کر کہا کہ میرا نسب یہ ہے اور اس کے بعد امراء وحاضرین دربار پر بہت سا زرومال لٹایا اور کہا کہ میرا حسب یہ ہے۔

عبیدیوں میں زیادہ تر زندیق ہیں!:۔

ان عبیدیوں میں زیادہ تر زندیق (خارج از اسلام) گزرے ہیں ان میں بعض ایسے خبیث و ملعون تھے کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام پر سب و شتم کیا ہے' ان عبیدیوں میں سے بعض نے شراب کو مباح قرار دیا بعض نے خود کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ عبیدیوں میں جس کو سب

سے اچھا اور بہتر حکمراں کہا جاتا ہے وہ پکا رافضی خبیث ولئیم تھا۔ اس خبیث نے حکم دیا تھا کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر سب و شتم کیا جائے۔ دوسرے بادشاہ بھی اس جیسے تھے۔ یہی سبب تھا کہ نہ ان کی بیعت صحیح تھی اور نہ ان کی امامت درست۔

قاضی ابوبکر باقلانیؒ کہتے ہیں کہ عبیداللہ المہدی باطنی اور پکا خبیث تھا۔ وہ ملت اسلامیہ کے زوال کا بڑا حریص تھا' علماء اور فقہا کو مٹانے کے درپے رہتا تھا تاکہ ان کے بعد وہ مخلوق کو خوب گمراہ کر سکے' اور اس کو کوئی روکنے والا نہ ہو' اس کی تمام اولاد بھی اس کے نقش قدم پر گامزن رہی۔ انھوں نے شراب اور زنا کو مباح کر دیا۔ اور رفض کو خوب پھیلایا۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ قائم بن مہدی اپنے باپ سے زیادہ شرپسند' زندیق اور ملعون تھا' انبیاء علیہم السلام پر سب و شتم کرنے میں باپ سے زیادہ بیباک اور گستاخ تھا' ذہبی کہتے ہیں کہ عبیدی سلاطین تو ملت اسلامیہ کے لئے تاتاریوں سے زیادہ ہی غارت گر تھے۔

صحابہ کرام سے محبت کرنے پر سزا:۔

ابو الحسن القابسی کہتے ہیں کہ عبیدئین نے چار ہزار سے زیادہ علماء اور صلحاء کو محض اس بنا پر قتل کرا دیا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کا ادعا کرتے تھے ان بزرگان ملت نے صحابہ کرام سے روگردانی کی بجائے مرنا قبول کرلیا۔ کاش عبیداللہ فقط رافضی ہی ہوتا وہ کم بخت تو پکا زندیق تھا۔ مشہور عالم ابو محمد قیروانیؒ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ اگر بنو عبید(حاکمان مصر) کسی شخص کو اپنے عقائد قبول کرنے پر مجبور کریں اور بصورت انکار قتل تو وہ قتل ہونا پسند کرلے یا ان کے عقائد قبول کرلے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ قتل ہونا اختیار کرلے اور اس سلسلہ میں کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص بنو عبید کے (کافرانہ) عقائد معلوم ہونے سے پہلے ان کے ملک میں داخل ہوگیا تو جب اس شخص پر عبیدیوں کے عقائد ظاہر ہو جائیں تو اس پر واجب ہے کہ وہ فوراً" ان کے ملک سے راہ فرار اختیار کرے' سکونت کے بعد عذر خوف (یعنی خوف کے باعث عبیدیوں کے عقائد کا قبول کرنا) ناقابل قبول ہے اس لئے کہ جہاں احکام شریعت معطل کر دیئے گئے ہوں وہاں مقیم ہونا جائز نہیں ہے۔ اور بعض فقہاء اور علماء نے امرائے عبیدئین کے ممالک محروسہ میں جو قیام کیا تھا وہ اس نیت سے کیا تھا کہ شاید وہ ان کو راہ راست پر لے آئیں اور دوسرے مسلمانوں کو ان کے ملک سے نکال لائیں لیکن افسوس کہ ان میں سے بہت

سے حضرات مسلمانوں کو باہر نکالنے کے بجائے خود ان کے دام میں پھنس گئے۔
یوسف الرعینی کہتے ہیں کہ قیروان کے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بنو عبید کی حالت زندیقوں اور مرتدوں جیسی ہے کہ ان سے شریعت کے خلاف امور ظہور میں آئے ہیں۔ علامہ ابن خلکان کہتے ہیں کہ عبیدئین غیب جاننے کے مدعی تھے' وہ کہتے تھے کہ ہمیں غیب کا علم ہے' ان کی اس قسم کی باتیں کچھ ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ چنانچہ جب ایک دن العزیز منبر پر چڑھا تو اس کو وہاں یہ رقعہ ملا۔ جس پر یہ اشعار لکھے تھے۔
ترجمہ۔ "ہم تمہارے ظلم و ستم کے باعث راضی ہو گئے ہیں لیکن تمہارے کفر و ارتداد پر ہم راضی نہیں ہیں۔ اگر تم غیب دانی کے مدعی ہو تو بتاؤ یہ اشعار کس نے کہے ہیں اور اس رقعہ پر کس نے تحریر کئے ہیں۔

ایک خاتون کی جرات:۔

ایک خاتون نے عبید کے نام ایک رقعہ تحریر کیا جس میں یہ مذکور تھا کہ اے عبید! تم کو اس ذات کی قسم جس نے شام کے عامل بیشا اور عیسائیوں کے عامل مصر ابن نسطور کو معزز کیا اور مسلمانوں کو تمہارے باعث ذلیل و رسوا کیا تم میرے معاملہ میں دلچسپی کیوں نہیں لیتے؟
عبیدیوں کی خلافت اس لئے بھی صحیح اور درست نہیں ہے کہ جس وقت عبیدیوں نے اپنے لئے بیعت لینا شروع کی تو اس وقت لوگ خلیفہ سے بیعت کر چکے تھے' اور وقت واحد میں دو والیان امامت و خلافت کا بیعت لینا درست نہیں ہے اور بیعت خلافت صرف اس کے لئے درست ہو گی جس نے لوگوں سے پہلے بیعت لی تھی۔ عبیدیوں کی خلافت کے صحیح اور درست نہ ہونے کا باعث اور اس کی عدم صحت کی دلیل یہ حدیث شریف بھی ہے کہ:۔
"خلافت جب بنو عباسؓ تک پہنچے گی تو (حضرت) عیسیٰؑ کے نزول اور امام مہدیؒ کے ظہور تک ان ہی میں رہے گی"
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بنو عباسؓ کی خلافت کے دور میں خلافت کا دعویٰ کرنے والا خارجی اور باغی ہے۔
مذکورہ بالا وجوہ کے باعث میں نے کسی عبیدی یا خارجی کا بطور امیر المسلمین ذکر نہیں کیا ہے میں نے صرف ان خلفاء اور امراء لمسلمین کے حالات بیان کئے ہیں جن کی خلافت' بیعت

اور امامت پر اجماع امت ہوا ہے۔

تاریخ الخلفاء میں جتنے واقعات عجیبہ و غریبہ معرض تحریر میں آئے ہیں وہ تمام کے تمام تاریخ ذہبی سے ماخوذ ہیں اور ان کی صحت کی ذمہ داری امام ذہبی پر ہی ہے۔ (واللہ المستعان)

اس میں

کیا راز تھا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کسی کو اپنا

خلیفہ نامزد نہیں فرمایا !

البزارؒ نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن وضاح الکوفی نے بروایت ابو یقظان وابو وائل اور حذیفہ بیان کیا کہ "لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ آپ ہمارے لئے ایک نائب (خلیفہ) نامزد کیوں نہیں فرماتے! ارشاد عالی ہوا کہ اگر میں اپنا نائب مقرر کردوں اور تم اس کے احکام سے روگردانی اختیار کرو تو تم پر عذاب الہٰی مسلط ہو جائے گا۔ (حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ ابو یقظان ضعیف راوی ہے)۔

حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے قاتل نے نیزہ مارا۔ (اور اس ضرب سے آپ کی شہادت کا یقین ہوگیا) تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد فرمادیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ مجھے اپنا جانشین نامزد فرمایا لیکن میں تم کو اسی طرح (بغیر کسی نامزدگی کے) چھوڑے جارہا ہوں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ گئے تھے۔

احمدؒ بیہقی نے دلائل نبوت میں ،سند حسن۔ عمرو بن سفیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ کے درمیان ارشاد فرمایا کہ لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت (خلافت) کے سلسلہ میں ہم سے (کسی کی بیعت کے لئے) کوئی عہد نہیں لیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم نے باتفاق رائے خلیفہ منتخب کرلیا

اور وہ امور خلافت کو بحسن و خوبی انجام دے کر اس دار فنا سے دارالبقا کو تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باتفاق آراء حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نامزد فرما دیا' انھوں نے بھی بڑی خوبی اور عمدگی کے ساتھ امور خلافت انجام دیئے اور اسلامی بنیادوں کو مستحکم کیا ان کے بعد لوگ دنیا طلبی میں پڑ گئے جس کے باعث قضائے الٰہی جاری ہو گئی اور اس نے جو چاہا وہ کیا۔

حاکمؒ نے مستدرک میں اور بیہقی نے دلائل میں ابو وائل کی زبانی اس قول کی اس طرح تائید کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ بھی کسی کو اپنا خلیفہ نامزد فرمائیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا تو میں کس طرح مقرر کردوں ہاں اگر اللہ تعالیٰ کو عوام کی بہتری اور فلاح منظور ہوگی تو لوگ خود ہی میرے بعد کسی بہتر شخص کو اپنا خلیفہ منتخب کرلینگے جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں نے ایک بہترین شخص کو خلیفہ منتخب کرلیا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ باطل پرست رافضیوں کا یہ خیال کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمانے کے لئے عہد لیا تھا' غلط اور باطل ہے ہذیل بن شرجیل کہتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے عہد لیتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے خلاف عمل فرماتے؟ اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا تھا۔

ابن سعد حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم سب نے اس نکتہ پر غور کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا تھا پس وہ شخص جس کو ہمارے دین کے لئے (امام) منتخب فرمایا گیا تو ہم دنیاوی امور کے لئے ان کے امام (خلیفہ) منتخب ہونے پر راضی ہو گئے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں سفینہؓ کی یہ روایت ابن جمہان کی زبانی بیان کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) خلیفہ ہیں اس روایت کی خود امام بخاریؒ نے تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ابن جمہان کے اس قول کو کسی ایک شخص نے بھی قبول نہیں کیا' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا۔

ابن حبان نے مذکورہ حدیث کو بروایت ابو لعلی اور چند دوسرے راویوں سے اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کی تعمیر کے وقت بنیاد میں دست مبارک سے پہلا پتھر رکھا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اب تم ایک پتھر میرے پتھر کے برابر رکھو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم ایک پتھر (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پتھر کے برابر رکھ دو پھر (حضرت) عثمان ابن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ اب تم ایک پتھر (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پتھر کے برابر رکھو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

(حضرت) ابوزرعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اسناد میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں بیان کیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں اس کو صحیح حدیث تسلیم کیا ہے' میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض اور منافات نہیں ہے اس لئے کہ ان حضرات کے اقوال کا مطلب و مدعا یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے وصال شریف کے وقت کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمایا تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات آپ کی وفات شریف سے پہلے کے ہیں' جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ "میری اور میرے خلفائے راشدین المہدیین کی سنت پر چلو"۔

حاکمؒ نے عرباض بن ساریہؓ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میرے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی پیروی کرنا۔ ان احادیث کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں کہ جن میں خلافت کے بارے میں اشارے پائے جاتے ہیں۔

خلافت و امامت

صرف
قریش کیلئے ہے !

ابو داؤد طیالسی اپنی مسند میں بروایت سکین بن عبدالعزیز و سیار بن سلامہ بحوالہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "امامت قریش ہی کو سزا وار ہے حکومت کرتے ہیں تو عدل و انصاف کے ساتھ کرتے ہیں' وعدہ کا ایفا کرتے ہیں' جب کوئی طالب رحم ہوتا ہے تو مہربانیاں کرتے ہیں۔" یہ حدیث ابویعلی اور طبرانی نے اپنی مسانید میں بیان کی ہیں

امام ترمذی نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "مملکت قریش کے لئے' قضا (فصل قضایا) انصار کے لئے اور اذان اہل حبشہ کے لئے ہے۔" اس حدیث کی تمام اسناد صحیح ہیں۔

امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں بروایت حاکم بن نافع؛ عتبہ ابن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ خلافت قریش میں' حکم انصار میں اور دعوت حبشہ میں رہے گی۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

البزار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "امرا قریش سے ہوں گے۔ نیک نیکوں کے لئے اور بدبدوں کے حاکم ہونگے۔

خلافتِ اسلامیہ کی مدت

امام احمدؒ نے حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جمہان اور سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ "تیس سال تک خلافت رہے گی' اس کے بعد ملوکیت ہو جائے گی (خلافت ملوکیت میں بدل جائے گی) اس

حدیث کو تمام اصحاب سنن نے لکھا ہے اور ابن حبان رضی اللہ عنہ نے اس کو صحیح لکھا ہے۔

علمائے کرام کہتے ہیں کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم اور امام حسن (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے زمانے پر یہ مدت ختم ہوگئی یعنی تیس سال پورے ہوگئے (بزارؒ نے محمد بن سکین' یحییٰ بن حسان اور دیگر اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہوئی' اس کے بعد خلافت و رحمت ہوگی اور اس کے بعد ملوکیت اور جبر کا دور دورہ ہوگا۔ (یہ حدیث حسن ہے۔)

قریش سے بارہ خلفاء ہوں گے:۔

عبداللہ بن احمد نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریش سے بارہ خلیفہ ہونے تک اسلام ہمیشہ غالب رہے گا۔ یہ حدیث بخاریؒ اور مسلمؒ نے بھی بیان کی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے محدثینؒ نے بھی بیان کیا ہے لیکن بتغیر الفاظ۔

امام احمدؒ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں "یہ امر صالح ہمیشہ رہے گا' یہ امر خلافت جاری و نافذ رہے گا۔" امام مسلمؒ کے یہاں اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ "لوگو! یہ حکم اس وقت تک نافذ رہے گا جب تک بارہ حاکم ان پر حکومت نہ کریں" "دین اسلام اس وقت تک مستحکم رہے گا جب تک بارہ خلیفہ نہ گزر جائیں"۔ "بارہ خلیفہ گزرنے تک اسلام سربلند رہے گا" البزارؒ نے جو حدیث پیش کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "بارہ خلفاء ہونے تک جو سب کے سب قریش سے ہوں گے میری امت مستحکم رہے گی"۔

ابوداؤد نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب در دولت کو واپس ہوئے تو قریش نے حاضر ہوکر دریافت کیا کہ یارسول اللہ! بارہ خلفاء کے گزرنے کے بعد پھر کیا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " ان کے بعد فتنہ و فساد قتل اور خونریزی ہوگی' ایک روایت اس طرح ہے کہ اجماع امت کے ساتھ بارہ خلیفہ گزرنے تک یہ دین مستحکم رہے گا یعنی یہ دین زوال پذیر نہیں ہوگا جب تک بارہ خلیفہ اجماع امت کے ساتھ منتخب ہوکر نہ گزر جائیں۔

امام احمدؒ اور امام بزارؒ کے نزدیک بہ سند حسن اس طرح پر (یہ حدیث) ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اس امت پر کتنے خلیفہ ہوں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس امر کو) دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے برابر یعنی بارہ۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان احادیث یا ان کے ہم معنی احادیث میں بارہ خلفاء سے مراد شاید یہ ہو کہ یہ بارہ خلیفہ خلافت کی سربلندی اور اسلام کی شان و شوکت اور استحکام کے زمانے میں گزریں گے' اور ان میں سے ہر ایک کی خلافت پر اجماع امت ہوگا' اور ایسا ہی ہوا کہ ان بارہ خلفاء کے زمانے میں سکون و اطمینان رہا' اور ان کے بعد بنو امیہ کی خلافت کے زمانے میں ولید بن یزید کے زمانے سے اضطراب و اختلال پیدا ہو جس کا سلسلہ بنی عباس کی خلافت کے قیام تک رہا اور بنی عباس کی خلافت کے قیام پر تو بنو امیہ کا کلیتہً استیصال ہی ہوگیا۔

قاضی عیاض کے قول کی تائید:۔

شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے شروع ہی میں قاضی عیاضؒ کے اس قول کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ قاضی عیاض کا یہ قول بہت خوب ہے کیونکہ بعض احادیث سے قاضی عیاض کی تشریح (حدیث) کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے کہ "ہر ایک کی خلافت پر اجماع امت ہوا" اس کی توضیح یہ ہے کہ اجماع سے مراد یہ ہے کہ لوگ ان کی بیعت میں مطیع ہوگئے (اور کسی نے حیلہ نہیں کیا) جیسا کہ حضرات ابوبکر' عمر' عثمان' و علی' رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت پر بالاتفاق بیعت کی جاتی رہی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ صفین (۱) (تحکیمین فی صفین) کا واقعہ پیش آیا اور امیر معاویہ نے اسی دن اپنے آپ کو خلیفہ سے موسوم کیا اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب امیر معاویہ سے صلح کرلی (اور ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے) تب بھی لوگوں نے ان سے امر خلافت پر بیعت کی۔ اس کے بعد لوگوں نے امیر معاویہ کے فرزند یزید پر اجماع کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اجماع نہیں ہوا بلکہ اس سے قبل ہی ان کو شہید کر دیا گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد خلافت کے معاملے میں پھر اختلافات پیدا ہوئے لیکن عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد عبد الملک بن مروان کی خلافت پر اجماع ہوا اور اس کے بعد اس کے چاروں بیٹوں ولید' سلیمان' یزید اور ہشام میں سے ہر ایک کی خلافت پر اجماع ہوا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ سلیمان بن عبدالملک اور یزید بن عبد الملک کے درمیان عمر بن عبد العزیز (۲) بھی کچھ مدت خلیفہ رہے۔ اس طرح خلفائے راشدین کے بعد مندرجہ ذیل سات خلفاء ہوئے ہیں (امیر معاویہ' یزید' عبدالملک' بن مروان' ولید بن عبدالملک'

سلیمان بن عبدالملک، یزید بن عبد الملک اور ہشام۔ اس طرح کل تعداد گیارہ ہوتی ہے، بارھواں خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک ہے جو باجماع امت خلیفہ وقت مقرر ہوا اور یہ اس وقت منتخب ہوا جب کہ اسکا چچا ہشام بن عبد الملک کا انتقال ہوا تو لوگوں نے بالاتفاق اس کو خلیفہ مقرر کیا مگر اس کی خلافت کو ابھی چار سال ہوئے تھے کہ لوگ اس سے منحرف ہوگئے اور اس کو قتل کر دیا۔

بارھویں خلیفہ کے بعد قتل وخونریزی کی گرم بازاری:۔

ولید بن یزید بن عبد الملک کے قتل کے بعد فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہوگئی۔ پھر کسی کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ یزید بن ولید اپنے برادر عم زاد ولید بن یزید کے مقابل میں (خلافت کا دعویدار بنکر) کھڑا ہوا لیکن جلد ہی مرگیا۔ اور اس کا چچا (باپ کا برادر عم زاد) مروان بن محمد بن مروان غالب آگیا اور جب یزید کا انتقال ہوا تو اس کے بھائی ابراہیم نے عنان سلطنت ہاتھ میں لے لی لیکن مروان بن محمد نے ابراہیم کو بھی قتل کر ڈالا اور اس کے بعد مروان کو بنو عباس نے مغلوب کرلیا اور اس کو قتل کر دیا۔ بنو عباس کا پہلا خلیفہ سفاح ابھی زیادہ عرصہ تخت پر متمکن نہیں ہوا تھا کہ ملک میں فتنہ و فساد عام ہوگیا اور سفاح کا بھائی منصور تخت نشین ہوگیا۔ منصور کے طویل عہد حکومت میں بھی عباسیوں کے ہاتھ سے مغرب اقصیٰ کے شہر نکل گئے کیونکہ اندلس پر مروانیوں کا قبضہ ہو چکا تھا، مروانیوں نے یہاں اپنے طویل عہد حکومت کے باعث خود کو خلیفہ کہلوانا شروع کر دیا ہرچند کہ امور خلافت نافذ نہیں تھے۔ صرف خلافت کا نام باقی تھا حالانکہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک تمام ممالک پر مسلمانوں کا قبضہ اور اقتدار تھا اور ہر جگہ خلیفہ کا نام خطبہ میں پڑھا جاتا تھا اور خلیفہ کے حکم کے بغیر کہیں کوئی از خود والی نہیں بن سکتا تھا لیکن انتشار اور طوائف الملوکی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ پانچویں صدی ہجری میں صرف اندلس میں چھ افراد بیک وقت خود کو خلیفہ سے موسوم کرنے لگے۔ ان کے علاوہ مصر کے عبیدی اور بغداد کے عباسی اور دوسرے ممالک میں علوی اور خوارج بھی خود کو خلیفہ کہلواتے تھے (اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خلافت کا کیا معیار تھا اور خود کو خلیفہ سے موسوم کرنا کس قدر آسان ہوگیا تھا)۔

بارہ خلفاء آغاز اسلام سے قیامت تک:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اسلام میں بارہ خلفاء ہوں گے اور پھر فتنہ و فساد برپا ہوگا، ان حالات پر بالکل منطبق ہوتا ہے کہ ان بارہ خلفاء کے بعد ملک میں ہر طرف فتنہ و

فساد اور خوں ریزی کا بازار خوب گرم ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی پوری ہوئی۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے اور وہ کہتے ہیں کہ بارہ خلیفہ اسلام کے آغاز سے قیامت تک کی درمیانی مدت میں ہونگے اور ان کا عمل حق پر ہوگا۔ تو یہ ضروری نہیں کہ ان خلفاء کا زمانہ پیہم اور مسلسل ہو، ان لوگوں کے اس قول کی تائید مسدد کے اس قول سے ہوتی ہے جو انھوں نے مسند کبیر میں لکھا ہے۔

"دین حق پر چلنے اور ہدایت پر عمل پیرا ہونے والے بارہ خلفاء کے ہونے تک جن میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو افراد بھی شامل ہیں، جب تک خلافت نہ کرلیں گے امت مسلمہ ہلاک و برباد نہیں ہوگی۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "ان بارہ خلفاء کی خلافت کے بعد پھر فتنہ و فساد کا ظہور ہوگا" اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ فتنہ و فساد کا زمانہ خروج دجال سے قیام قیامت کا درمیانی زمانہ ہے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بار خلفاء کی بابت ارشاد فرمایا ہے۔ وہ حضرات یہ ہیں۔ چاروں خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) امام حسن رضی اللہ عنہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبد العزیز۔ یہ جملہ آٹھ حضرات ہوئے۔ انھی خلفاء اثنا عشرہ میں خلیفۃ المہدی کو بھی شامل کرنا چاہیے کیونکہ عہد عباسی میں یہ اسی عدالت پسند اور نصفت شعار خلیفہ گزرے ہیں جس طرح بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ۔ دسواں خلیفہ الطاہر کو شمار کرنا چاہیے کہ یہ بھی عدل و انصاف کا مجسمہ اور عدل و انصاف کا پیکر تھے۔ ان دس خلفاء کے بعد اب صرف دو خلفائے منتظر باقی ہیں ایک ان میں سے امام مہدی ہیں جو اہل بیت سے ہوں گے۔(۳)

۱۔ اس جنگ میں جانبین سے دو حکم مقرر ہوئے تھے حضرت عمرو بن العاص امیر معاویہ کی طرف سے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے دونوں نے ان حکمین کے فیصلے کو قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ علامہ سیوطی نے یوم امرا لحکمین سے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۔ ان بارہ خلفا میں یہ شامل نہیں ہیں۔

۳۔ امام سیوطی نے بارہویں خلیفہ کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا ان کے الفاظ یہ ہیں "بقی الاثنان المنتظران احد هما الهدی لانه من ال بینت مصطفی (

(ﷺ)

خلافت بنو امیہ
کے سلسلہ میں
منذرہ احادیث (۱)

امام ترمذیؒ بروایت یوسف بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے حسن رضی اللہ عنہ آپ نے مسلمانوں کے منہ کالے کردیئے جس پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے' ہونے والی بات پر مجھے سرزنش نہ کرو۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بنو امیہ کو برسر منبر دیکھا تھا جو آپ کو ناگوار ہوا تھا۔ آپ پر اسی زمانے میں سورہ کوثر اور سورہ ان انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادرک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر یعنی نازل کیا ہم نے قران کو قدر کی رات میں' آپ کو معلوم ہے کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے' مفسرین یہاں اس طرح تفسیر کرتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کے بعد ہزار مہینے گزر جانے کے بعد بنو امیہ (خلافت کے) کے مالک ہوں گے۔ حدیث مذکورہ بالا کے راوی یعنی قاسم بن الفضل مدنی جنھوں نے اس حدیث کو یوسفؒ بن سعدؒ سے روایت کی ہے' کہتے ہیں کہ جب ہم نے حساب لگایا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے ٹھیک ہزارویں مہینے کے بعد نہ کم نہ بیش' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس بیعت کا واقعہ پیش آیا' اس حدیث کو بیان کرکے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راوی صرف قاسم بن الفضل مدنی ہی ہیں جو خود اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ان کے شیخ مجہول ہیں۔(۲) اس حدیث کو حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے' لیکن حافظ ابو الحجاج کا بیان ہے کہ مذکورہ حدیث منکر ہے ابن کثیر نے بھی اس قول سے اتفاق کیا ہے۔ ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے خواب میں مروان کے حکم بن ابو العاص کو منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے دیکھا'

یہ کیفیت آپ کو ناگوار ہوئی چنانچہ اس خواب کے بعد وصال شریف تک کسی شخص نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔وما جعلنا الرویا التی ارینک الا فتنۃ للناس جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا یہ لوگوں کی فتنہ انگیزیوں کا مظہر ہے' اس حدیث کی اسناد اگر چہ ضعیف ہین لیکن اس کی شواہد (تائید) میں امام عبداللہ بن عمرو یعلیٰ بن مرہ اور حسین بن علی وغیرہ کی احادیث موجود ہیں۔ ہم نے بھی اس حدیث کو مختلف طریقوں کے ساتھ کتاب التفسیر اور المسند میں نقل کیا اور اپنی تصنیف اسباب النزول میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

حواشی

۱۔ ڈرانے والی احادیث یعنی ایسی احادیث جن میں کسی امر کے سلسلہ میں ناگواری کا اظہار فرمایا گیا ہو۔

۲۔ روائت قابل قبول نہیں۔

خلافت بنی عباس
کی مبشرہ احادیث (ا)

امام البزار نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم لوگوں میں نبوت اور بادشاہت دونوں ہیں۔ اس حدیث کے راویوں میں عبد الرحمٰن العامری ضعیف ہیں لیکن اس حدیث کو ابو نعیم دلائل النبوت میں' ابن عدی رضی اللہ عنہ کامل میں اور ابن عساکرؒ اپنی کتاب میں روایت کے مختلف طریقوں سے لائے ہیں۔ امام ترمذی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کل صبح اپنے فرزند کو ساتھ لیکر میرے پاس آیئے تاکہ میں دعا کروں جو آپ کے اور آپ کی اولاد کے لئے سود مند ہو' چنانچہ دوسرے دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو اچھے کپڑے پہنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔ "الٰہی! عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند کے ظاہری و باطنی گناہ معاف کر دے اور کسی گناہ میں ان کو نہ پکڑ۔ الٰہی! ان کی اور ان کے بیٹے کی حفاظت فرما!" امام ترمذیؒ نے اس کو اپنی جامع میں اتنا ہی لکھا ہے یعنی اس حدیث کو بس انہی الفاظ پر ختم کر دیا ہے۔ لیکن زرین العبدری نے حدیث مذکور کے آخر میں یہ جملے اور اضافے کئے ہیں' "الٰہی ان کی اولاد میں خلافت باقی رکھ" ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اور اس سے قبل کی حدیث جو اس باب میں مذکور ہے۔ دیگر احادیث سے زیادہ اصلح ہیں۔

امام طبرانیؒ بروایت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے منبر پر بنو مروان کو اترتے چڑھتے دیکھا تو مجھے ناگوار گزرا لیکن بحالت خواب جب بنو عباس کو اس حال میں دیکھا تو مجھے مسرت ہوئی۔ ابو نعیم نے حلیہ میں بروایت ابو ہریرہؓ لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو الفضل میں تم کو خوشخبری دوں! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ضرور بشارت دیجئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جس کا کام کو شروع کیا ہے اس کا اختتام تمہاری اولاد پر ہوگا' میری تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ضعیف ہیں اور یہی ضعیف حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ (کی روایت) سے بیان کی جاتی ہے۔ ابن عساکر

نے یہ حدیث مختلف طریق ہائے رواۃ سے یوں بیان کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ "اللہ نے یہ کام میری ذات سے شروع کیا اور آپ کے فرزند پر اس کا خاتمہ ہوگا۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کے الفاظ یوں تحریر کئے ہیں کہ اس کام کا آغاز تم ہی سے ہوا اور تم ہی پر ختم ہوگا۔ اس حدیث کی اسناد ہم مہتدی باللہ کے حالات کے ضمن میں پیش کریں گے نیز اسی سلسلہ میں ایک اور حدیث خطیب (بغدادی) نے عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر کی سند سے حلیہ میں بیان کی ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے سلسلہ میں رسول اللہ کا ارشاد:۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بادشاہ (ملوک) ہوں گے اور میری امت کے ان امرا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دین کو سربلندی عطا فرمائے گا۔ (اس حدیث کے راویوں میں عمر بن راشد ضعیف ہیں)۔

ابو نعیم نے دلائل میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ ام الفضل (زوجہ عباس رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے کہا کہ ایک روز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تمہارے بطن میں لڑکا ہے جب پیدا ہو تو اس کو لیکر میرے پاس آنا چنانچہ جب وہ پیدا ہوا تو میں اس لڑکے کو خدمت اقدس میں لیکر حاضر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور لعاب مبارک اس کے منہ میں ڈالا اور عبداللہ نام رکھا اور فرمایا کہ اچھا اب اس ابو الخلفاء کو اب لیجاؤ۔ میں نے اس امر کا بیان (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ سے کیا۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس بات کو) دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ وہ خلفاء کا باپ ہی ہے یعنی ان کا مورث اعلیٰ ہوگا اس کی اولاد میں سفاح ہوگا اور اس کی نسل میں آخری خلیفہ المہدی ہوگا اور اس کی اولاد میں وہ شخص ہوگا جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ نماز ادا کرے گا (یعنی امام مہدی)۔

دیلمی مسند فردوس میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ قریب ہے کہ بنی عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پرچم ہوگا اور جب تک دنیا میں حق قائم نہ ہو جائے ان کے ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ دار قطنی نے اپنی افراد میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تمہاری اولاد ریف و عراق میں سکونت پذیر ہوگی اور سیاہ لباس پہنے گی اور اہل خراسان ان کے ممد و معاون ہوں گے اس وقت

تک حکومت ان ہی میں رہے گی یہاں تک کہ وہ اس حکومت کو عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیں گے (یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے راویوں میں ایک راوی احمد بن ابراہیم کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اور اس کے استاد مجہول ہیں)۔ اس حدیث کو ابن الجوزی نے احادیث موضوعات میں ذکر کیا ہے لیکن اس کے شواہد بھی موجود ہیں چنانچہ طبرانی نے اپنی کبیر میں بروایت ام سلمہ مرفوعاً" تحریر کیا ہے کہ خلافت میرے چچا زاد بھائیوں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں باقی رہے گی یہاں تک کہ وہ ان امور خلافت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے کر دیں۔ عقیلی نے اپنی کتاب الضعفا میں ابی بکرہ کی وادی کے حوالے سے مرفوعاً" بیان کیا ہے کہ بنی عباس اس کام کو ایک دن میں انجام دیں گے جس کو بنو امیہ دو دن میں مکمل کریں گے اور اس کام کو ایک مہینہ میں انجام دیں گے جس کو بنو امیہ دو ماہ میں سر انجام دیں گے۔ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں بیان کیا ہے کیونکہ اس کے راویوں میں ایک راوی بکار ہے جو متہم ہے حالانکہ بکار جھوٹا یا واضع حدیث سے متہم نہیں ہے' ہاں ابن عدی نے بکار کو ضعفاء میں شمار کیا ہے پھر ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث میں چنداں ہرج نہیں ہے اور نہ اس حدیث کے معنی بعیداز قیاس ہیں کیونکہ عباسیوں کے زمانہ عروج میں ان کی حکومت سوائے مغرب اقصیٰ کے تمام روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک قائم تھی۔

بنو عباس کا دور حکومت:۔

عباسیوںؓ کا عالیشان دور حکومت تقریباً" ۱۳۰ھ سے شروع ہو کر ۲۹۰ھ کے قریب زمانہ تک ہے پھر اس کے بعد خلافت مقتدر باللہ کے سپرد ہوئی اور امور سلطنت میں اختلال پیدا ہوگیا اور مغرب کے تمام ممالک اس کے ہاتھ سے نکل گئے اور حکومت معرض خطر میں پڑ گئی اس کی تفصیل ہم آئندہ پیش کریں گے اس طرح عباسیوں کا دور عروج اور اس کی وسعت مملکت اور فتوحات کا زمانہ تقریباً" ایک سو ساٹھ سال ہے اور یہ زمانہ بنو امیہ کے زمانہ اقتدار کی دو چند ہے بنو امیہ کا زمانہ عروج ۹۲ سال ہے جس میں سے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ حکومت جو نو سال ہے وضع کر دینے کے بعد یہ مدت صرف ۸۳ سال رہتی ہے یعنی صرف ایک ہزار ماہ!! اور یہ تراسی سال دولت عباسیہ کے عروج کی مدت سے نصف ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی شاہد وہ حدیث بھی ہے جس کو زبیر بن بکار نے الموفقیات میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم ایک روز حکومت کرو گے تو ہم دو روز کریں گے' اگر

تم ایک مہینہ کرو گے تو ہم دو مہینے کرینگے اور اگر تم ایک سال کرو گے تو ہم دو سال کریں گے (چنانچہ بنو امیہ نے ۸۳ سال شاندار حکومت کی تو بنو عباس نے ایک سو ساٹھ سال یعنی اس سے دوگنی مدت حکومت کی) ابن زبیر الموفقیات میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سیاہ پرچم اہل بیت کے لئے ہیں اور ان کا زوال مغرب کی طرف سے ہوگا۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اس طرح فرمایا اے اللہ! عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد فرما اور اولاد عباس کی مدد فرما! اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عم محترم! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی اولاد میں المہدی (موفق باللہ) پیدا ہوگا اور وہ رضائے الٰہی کو پہنچانے والا اور راضی برضا رہنے والا ہوگا۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی محمد بن یونس القرشی السلمی وضاع حدیث ہے۔

بنو عباس کا استحقاق خلافت:۔

ابن سعد نے طبقات میں بروایت شعبہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولاد عبد المطلب کو جمع کیا ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی محبت تھی کہ اور کسی سے ایسی محبت نہ تھی پس حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب فرمایا اور کہا کہ اے ابن برادر! آج میں تم سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں' اور مجھے یقین ہے کہ تم اس میں ثابت قدم رہو گے! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ چچا فرمایئے کیا حکم ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر دریافت کرو کہ آپ کے بعد خلافت کس کے پاس رہے گی۔ اگر وہ ہمارے لئے ہے تو خدا کی قسم جب تک ہم میں سے کوئی فرد زندہ ہے وہ اس امر خلافت کو کسی اور کے حوالے نہیں کرے گا اور اگر ہمارے علاوہ وہ کسی اور کو دی جارہی ہے تو پھر آئندہ ہم لوگ کبھی بھی اس کی طلب نہیں کریں گے' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا چچا جان! یہ امر خلافت تو آپ ہی کے لئے (خاندان کے لئے مخصوص ہے اور اس استحقاق خلافت میں آپ سے کوئی بھی تنازعہ نہیں کرے گا۔

دیلمی نے اپنی مسند فردوس میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک مرفوعاً" لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو خلافت کے امور انجام دینے کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اپنا دست قدرت اس کی پیشانی پر پھیرتا ہے (اس کے راویوں

میں میسرہ بن عبد اللہ متروک راوی ہے) اس حدیث کو ابوہریرہ نے بھی بیان فرمایا ہے اور دیلمی نے اس کو تین راویوں سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حواشی

۱۔ بشارت دینے والی

چادر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خلفاء بنو امیہ اور بنو عباس میں منتقل ہوتی رہی

سلفی نے اپنی الطوریات میں بیان کیا ہے کہ جب کعب رضی اللہ عنہ ابن زہیر نے اپنا قصیدہ بانت سعاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک دوش اطہر سے اتار کر کعب کو عطا فرمائی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ دس ہزار درہم لے لو اور چادر مباک ہم کو دے دو۔' لیکن کعب رضی اللہ عنہ نے انکار میں جواب دیا۔ جب کعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹوں سے وہ چادر مبارک بیس ہزار درہم میں حاصل کرلی' پھر وہ چادر خلفاء بنو عباس میں منتقل ہوگئی۔ سلفی کے علاوہ دیگر حضرات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن علامہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں اس طرح وضاحت کی ہے کہ یہ چادر جو بنو عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھی وہ نہیں تھی جس کو امیر معاویہ نے ہدیتہ" حاصل کیا تھا بلکہ یہ چادر وہ تھی جس کو غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایلہ کو مع فرمان امان عنایت فرمائی تھی۔ اس چادر مبارک کو ابو العباس سفاح نے تین ہزار درہم میں خریدلیا تھا' میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو چادر ہدیتہ" حاصل کی تھی وہ دولت امویہ کے زوال کے وقت ضائع ہوگئی جیسا کہ امام احمد حنبل نے اپنی تصنیف الزہد میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس چادر کو زیب دوش فرماکر وفود کو شرف ملاقات بخشنے تشریف لاتے تھے' وہ حضری چادر تھی جس کا طول چار گز اور عرض دو گز ایک بالشت تھا یہی چادر مبارک خلفاء بنو عباس کے پاس پہنچی تھی اور چونکہ (ارتداد زمانہ سے) یہ کہنہ ہوگئی تھی اس لئے اس کو کپڑوں میں لپیٹ کر رکھا جاتا تھا اور خلفاء اس کو عیدین کے موقعوں پر زیب تن کرتے تھے اور یہی چادر بطور وراثت خلفاء کو ملی اور ہر خلیفہ اس کو بڑے بڑے اجتماعات اور جلوسوں میں (بطور تبرک) اپنے کاندھوں پر ڈال لیتا تھا۔ بطور وراثت یہ چادر اسی طرح عباسی خلیفہ المقتدر باللہ کو پہنچی تھی۔ فتنہ قرامطہ میں جب المقتدر قتل ہوا تو یہ چادر اوڑھے ہوا تھا اور وہ اس کے خون سے آلودہ ہوگئی اور گمان یہی ہے کہ فتنہ تاتار میں یہ چادر نبوی ضائع ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فوائد متفرقہ جو یہاں مناسب و بر محل ہیں

ابن الجوزی بحوالہ الصولی رقمطراز ہیں کہ بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ ہر چھٹے خلیفہ نے خلع کیا ہے۔ (یعنی اپنے منصب خلافت سے معزول ہوا یا خود الگ ہوگیا) جب میں نے اس قول پر غور کیا تو ایک عجیب اعتقادی کیف حاصل ہوا۔ (یہ بات بالکل صحیح نکلی کہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، علی مرتضٰی اور امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) خلیفہ ہوئے اور یہ چھٹے خلیفہ نبی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دستبردار ہوئے۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں) اس کے بعد امیر معاویہ، یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان، عبد الملک اور عبداللہ ابن زبیر خلیفہ ہوئے اور ابن زبیر خلافت سے دستبردار کیے گئے۔ اس کے بعد ولید، سلیمان، عمر بن عبد العزیز، یزید ہشام اور ولید خلیفہ ہوئے اور ولید چھٹا خلیفہ تھا وہ بھی خلافت سے دستبردار ہوا اور ولید کی دستبرداری کے ساتھ ہی بنو امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ پھر دور عباسیہ شروع ہوا اور اس میں سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون الرشید اور امین خلیفہ ہوئے۔ اور چھٹے خلیفہ امین کو بھی خلافت سے دستبردار ہونا پڑا۔ امین کی دستبرداری کے بعد مامون، معتصم، واثق، متوکل، مستنصر اور مستعین باللہ خلیفہ ہوئے اور ان میں چھٹے خلیفہ مستعین باللہ کو دستبردار ہونا پڑا۔ پھر المعتز، المہتدی، المعتمد، المعتضد، المکتفی باللہ اور چھٹا خلیفہ المقتدر باللہ ہوا اور المقتدر ہی وہ واحد خلیفہ ہے جو ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ خلافت سے دستبردار ہوا اور آخر کار اس کو قتل کر دیا گیا۔ المقتدر کے بعد القاہر، الراضی، المتقی، المستکفی، المطیع، الطائع اور ان میں الطائع کو دستبردار ہونا پڑا۔ الطائع کی دستبرداری کے بعد القادر، القائم المقتدی، المستظہر، المسترشد اور الراشد خلیفہ ہوئے ان میں الراشد دستبردار ہوا جو چھٹا خلیفہ ہے۔ (ابن الجوزی)

امام ذہبی کا ارشاد خلع خلافت کے سلسلہ میں:۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ ابن الصولی کا مذکورہ بالا استدلال چند وجوہ کی بنا پر صحیح نہیں ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ اول یہ کہ عبد الملک کے بعد ابن زبیر خلیفہ نہیں ہوئے یعنی ان کے بیان

میں یہ ترتیب' عبدالملک و ابن زبیر۔ غلط ہے جبکہ ابن زبیر خلیفہ خامس ہیں اور ان کے بعد عبد الملک خلیفہ سادس ہیں' پھر وہ دونوں ہی پانچویں نمبر پر ہیں ان میں سے ایک (جو پانچواں ہے) خلیفہ ہے اور چھٹا اس ترتیب سے خارج ہے۔ اس لئے کہ عبداللہ ابن زبیر' عبد الملک سے سابق البیعت ہیں یعنی پہلے ان سے بیعت کی گئی اور پھر ان کے قتل کے بعد عبد الملک کے لئے بیعت ہوئی اور عبد الملک کی خلافت تسلیم کی گئی۔ دوسرے یہ کہ صولی نے یزید ناقص اور اس کے بھائی ابراہیم کو خلفاء کی ترتیب میں شامل نہیں کیا حالانکہ ابراہیم تخت خلافت سے دستبردار ہوا ہے۔ اسی طرح مروان کا نام بھی ترتیب میں شامل نہیں کیا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ امین ترتیب اور شمار کے اعتبار سے نواں خلیفہ ہے نہ کہ چھٹا کہ الصولی نے اس کو ترتیب میں چھٹے نمبر پر رکھا ہے۔

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ مروان کو شمار سے اس لئے ساقط کیا ہے کہ اس نے بغاوت کی تھی اور اسی طرح معاویہ بن یزید باغی تھا اس لئے وہ بھی شمار ترتیب میں شامل نہیں کیا گیا۔ اب ابن زبیر کا معاملہ رہا تو یزید کی موت کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی گئی تھی اگر چہ امیر معاویہ نے (اپنی زندگی میں) شام میں اس بیعت کی مخالفت کی تھی اسی وجہ سے مروان اور یزید بن معاویہ کو خلفا میں شامل نہیں کیا گیا۔ اب ابراہیم کی طرف آیئے جو یزید ناقص کے بعد ہوا ہے تو اس کے لئے امر خلافت پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا کہ کچھ نے اس کی بیعت کی اور کچھ نے نہیں کی۔ چنانچہ اکثر لوگ اس کو خلیفہ کے نام سے نہیں بلکہ امیر کے نام سے پکارتے تھے یعنی خلیفہ المسلمین کے بجائے امیر المسلمین کہتے تھے' اور پھر اس کی یہ سرداری یا امارت چالیس یا بقول بعض ستر دن سے زیادہ قائم بھی نہیں رہی۔ پس اس صورت میں مروان الحمار چھٹا خلیفہ ہے' حالانکہ امیر معاویہ کے بعد اس کا نمبر بارھواں ہے۔ اسی طرح امین کو چھٹا شمار کیا جاتا ہے۔

صولی کے بیان میں تیسرا نقص یہ بیان کیا گیا ہے کہ دستبرداری ہر چھٹے خلیفہ کے لئے مخصوص نہیں ہے اس لئے کہ الناصر' المتقی اور المستکفی نے بھی خلع خلافت کیا اور ان میں سے کوئی بھی خلافت میں چھٹے نمبر پر نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ (یہ اعتراض بھی کچھ وزن دار نہیں ہے) اس لئے کہ صولی نے یہ کہا ہے کہ ہر چھٹا خلیفہ دستبردار ہوا ہے قطع نظر اس کے کہ درمیان میں بھی بعض دوسرے خلفاء دستبردار ہوئے ہیں اور یہی صولی کا مقصود ہے۔ (وہ نہیں کہتے کہ اس چھٹے خلیفہ کے علاوہ کوئی اور خلافت سے دستبردار نہیں ہوا) اس طرح

صولی کے مقرر کردہ اصول میں کوئی تناقص پیدا نہیں ہوتا۔

صولی کے بیان پر ایک اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ راشد کے بعد المقتفی، المستنجد، المستضی، الناصر، الظاہر اور المستنصر خلیفہ ہوئے اور المستنصر ان میں شمار کے اعتبار سے چھٹا ہے اور اس نے خلع نہیں کیا پھر اس کے بعد المستعصم خلافت پر متمکن ہوا اور تاتاریوں نے اس کو قتل کیا، دولت عباسیہ کا یہ آخری خلیفہ تھا اس کے بعد خلافت منقطع ہوگئی اس کے بعد ساڑھے تین سو سال تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا پھر المستنصر خلیفہ ہوا لیکن وہ دارالخلافت میں موجود نہیں تھا بلکہ اس کی بیعت مملکت مصر میں لی گئی پھر عراق پہنچ کر اس نے تاتاریوں سے جنگ کی اور اس جنگ میں شہید ہوا اس کے قتل کے بعد ایک سال تک پھر خلافت منقطع رہی اس ایک سال بعد خلافت مصر میں منتقل ہوگئی۔

خلفائے مصر:۔

خلفائے مصر میں اول الحاکم اس کے بعد المستکفی، الواثق، الحاکم، المعتضد، المتوکل بالترتیب خلیفہ ہوئے۔ المتوکل ان میں چھٹا خلیفہ ہے اور یہ بھی خلافت سے دستبردار ہوا۔ اس کے بعد المعتصم نے تخت خلافت پر تمکن حاصل کیا لیکن پندرہ دن کے بعد ہی خلافت سے خلع کرلیا۔ المعتصم کی دستبرداری کے بعد المتوکل کو پھر خلیفہ منتخب کیا گیا پھر اس نے خلع کیا اور اس کے بعد واثق کی بیعت کی گئی اس کے بعد پھر المعتصم دوبارہ خلیفہ منتخب ہوا اور وہ پھر دستبردار ہوگیا اب تیسری بار متوکل کو پھر منتخب کیا گیا اس بار وہ جب تک زندہ رہا خلافت پر متمکن رہا اس کے مرنے کے بعد مستعین، معتضد، مستکفی، اور قائم بالترتیب خلیفہ ہوئے۔ قائم نے جو مستعصم اول اور مستعصم ثانی سے چھٹے نمبر پر تھا خلع کیا اور اس کے بعد خلیفہ وقت المستنجد تخت خلافت پر فائز ہوا جو خلفائے بنی عباس میں اکیاونواں خلیفہ ہے (حادی و الخمسون من خلفا بنی العباس)۔

خلفائے بنی عباس میں اکثریت کنیز زادوں کی ہے:۔

مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ خلفائے بنو عباس میں ایک خلیفہ اپنے دور کا آغاز کنندہ، دوسرا درمیانی اور تیسرا اس کا ختم کرنے والا ہے یعنی منصور وہ پہلا شخص ہے جو عباسیوں میں خلیفہ اول ہوا۔ درمیانی شخصیت المامون ہے اور سب سے آخری المعتضد ہے، خلفائے بنی عباس میں سفاح، مہدی اور امین کے علاوہ تمام خلفاء کنیزوں کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں (کنیز

زادے ہیں) صولی کہتے ہیں کہ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور الامین ابن ہارون الرشید کے علاوہ باقی خلفاء ہاشمی خاتون کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے۔ علاوہ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی اور علی المکتفی کے بجز کسی اور خلیفہ کا نام علی نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ (کوئی خاص بات نہیں) اکثر خلفاء کے نام مفرد ہیں۔ (مرکب نہیں ہیں) مرکب نام تو بہت ہی تھوڑے ہیں، مشابہ نام اس سلسلہ میں بہت ہیں جیسے عبداللہ، احمد اور محمد۔ خلفائے عراق میں آخری خلیفہ المستعصم تک تمام خلفاء کے القاب مفرد ہیں لیکن ان ہی القاب کی تکرار خلفائے مصر میں پھر ہوئی ہے یعنی جو القاب خلفائے عراق کے تھے وہی خلفائے مصر کے ہیں جیسے المستنصر، الواثق، الحاکم، المعتضد، المتوکل، المستعصم، المستعین، القائم، المستنجد یہ تمام القاب سوائے المستکفی، المعتضد کے دوبارہ نہیں دیئے گئے۔ خلفائے بنی عباس میں یہ القاب تین دفعہ اختیار کئے گئے

عبیدی امراء کے القاب:۔

خلفائے بنو عباس میں عبیدی امراء کے القاب سوائے القائم، الحاکم، الظاہر، اور المستنصر کسی اور نے اختیار نہیں کئے۔ سوائے ان چار خلفائے مذکور کے اور کوئی خلیفہ بنی عباس سے بنی عبید کا ہم لقب نہیں ہوا۔ بنی عبید سے پہلے بنی عباس کا لقب المہدی اور المنصور نے اختیار کیا۔

القاب کا اثر خلافت پر:۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس خلیفہ نے القاہر کا لقب اختیار کیا وہ کامیاب و بامراد نہیں ہوا (اس کو یہ لقب راس نہیں آیا) میرے نزدیک یہی حالت و کیفیت المستکفی اور المستعین کی ہے یہ لقب رکھنے والے بھی کامیاب نہیں ہوئے، یہ دونوں نام ان عباسی خلفاء کے ہیں جو تخت سے دستبردار اور شہر بدر کئے گئے۔ ہاں المعتضد بہترین بابرکت لقب ہے جس نے یہ لقب اختیار کیا وہ برکت و سعادت اندوز ہوا۔

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اپنے برادر زادے کی خلافت کے بعد تخت خلافت پر فائز ہونے والے صرف دو خلفاء ہیں ایک المقتفی جو راشد کے بعد خلیفہ ہوا۔ اور دوسرا المستنصر جو المعتصم کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا

ان خلفا کے نام جن کے تین فرزند خلافت پر فائز ہوئے:۔

۱۔ ہارون رشید کے تین فرزند' امین' مامون اور معتصم۔
۲۔ المتوکل کے تین فرزند' المستنصر' المعتز' اور المعتمد۔
۳۔ المقتدر کے تین فرزند' الراضی' المقتفی اور المطیع۔

بعض حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ خلیفہ عبد الملک ہی وہ واحد خلیفہ ہے جس کے چار فرزند یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے (ایسی کوئی مثال خلفائے سابق میں موجود نہیں) لیکن یہ صحیح نہیں اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والے خلفاء میں موجود ہے۔ مثلاً خلیفہ محمد المتوکل کی اولاد میں چار نہیں بلکہ پانچ خلفاء ہوئے یعنی المستعین' المعتضد' المستکفی' القائم اور المستنجد۔

چند امور مخصوصہ:۔

اپنے والد کی موجودگی میں منصب خلافت پر فائز ہونے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابوبکر طالع بن مطیع ہیں۔ ابوبکر طالع کے والد المطیع مفلوج ہوگئے تھے اس لئے انھوں نے اپنے بیٹے کو خلافت پر فائز کر دیا (خلیفہ بنا دیا) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اپنے والد کی حیات میں کاروبار خلافت چلانے والے اور خلافت پر فائز ہونے والے سب سے پہلے شخص حضرت ابوبکر صدیق (ابن ابو قحافہ) رضی اللہ عنہ ہیں۔

اولیات خلفاء:۔

۱۔ جس شخص نے سب سے پہلے بیت المال قائم کیا اور قرآن حکیم کو مصحف کے نام سے موسوم کیا---- وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۔ وہ جنھوں نے سب سے پہلے خود کو امیر المومنین کے لقب سے ملقب کیا' درہ ایجاد کیا' سنہ ہجری جاری کیا' نماز تراویح (باجماعت) پڑھنے کا حکم دیا اور امور داخلی و خارجی کے بہت سے شعبے قائم کئے---- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳۔ سب سے پہلے دور خلافت میں چراگاہیں قائم کرنے والے' جاگیریں دینے والے' جمعہ میں خطبہ سے پہلے اذان دینے کا انتظام کرنیوالے' موذنوں کی تنخواہیں مقرر کرنے والے' پولیس کا محکمہ قائم کرنے والے اور خطبہ میں (خوف الٰہی سے) لرزہ براندام ہونے والے---- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ وہ پہلے شخص جنھوں نے اپنی زندگی میں اپنا ولیعہد نامزد کیا اور اپنی خدمت کے لئے خواجہ سرا (خصیان) مقرر کئے ---- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۵۔ وہ پہلا شخص جن کے سامنے دشمن کا سر بریدہ پیش ہوا ---- عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۶۔ جس خلیفہ کا نام سب سے پہلے سکہ پر کندہ ہوا ---- عبد الملک بن مروان ہے۔

۷۔ وہ پہلا خلیفہ جس نے اصلی نام سے خود کو پکارنے کی ممانعت کی اور عباسی خلیفہ میں سب سے پہلے القاب کو استعمال کیا ---- ولید بن عبد الملک ہے۔

"ابن فضل اللہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بنو امیہ نے بھی عباسی خلفاء کی طرح القاب استعمال کئے ہیں' میرے اور دوسرے مورخین کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب "الناصرلدین اللہ" یزید کا المستنصر' معاویہ بن یزید کا الراجع الی الحق' مروان کا موتمن باللہ' عبد الملک کا الموفق لامراللہ اور اس کے بیٹے ولید کا المنتقم باللہ' حضرت عمر بن عبد العزیز کا معصوم باللہ' یزید بن عبد الملک کا القادر بصنع اللہ اور یزید ناقص کا الشاکر لانعم اللہ تھا۔

۸۔ سفاح کے عہد میں مختلف زبانوں نے رواج پایا۔

۹۔ خلیفہ منصور وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے نجومیوں کو اپنے دربار میں جگہ دی (ان کی عزت افزائی کی) ان کی رائے پر عمل کیا۔ اپنے غلاموں اور مملوک کو ممالک عربیہ میں گورنری اور حکومت کے دوسرے عہدوں پر فائز کیا۔

۱۰۔ خلیفہ مہدی اولین شخص ہے جس نے دیگر مذہب کے رد میں کتابیں تصنیف و تالیف کرائیں۔

۱۱۔ الہادی پہلا خلیفہ ہے جس نے سب سے پہلے اپنے کوکب و جلوس میں نیزہ برداروں اور چوبداروں کو ساتھ رکھا۔

۱۲۔ مامون الرشید وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے چوگان بازی کی۔ (۱)

۱۳۔ الامین وہ پہلا خلیفہ ہے جس کو اس کے لقب سے پکارا گیا۔

۱۴۔ معتصم وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے سب سے پہلے ترکوں کو وزارت کے عہدے دیئے۔

۱۵۔ المتوکل وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے ذمیوں کے لئے مخصوص لباس مقرر کیا اور خود ترکوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ترکوں کے ہاتھ سے المتوکل کے مارے جانے کے واقعہ سے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا " ترکوں کو اس سے پہلے آزاد کر دو کہ وہ تم کو چھوڑ دیں کیونکہ وہی اولین لوگ ہوں گے جو میری امت کے بادشاہ کو ہلاک کر دیں گے۔ (طبرانی)

۱۶۔ مستعین وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے چوڑی آستینیں اور چھوٹی ٹوپیاں استعمال کیں۔

۱۷۔ المعتز وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے گھوڑوں پر مرصع ساز رکھوائے (گھوڑوں کو سونے کے زیور پہنائے)۔

۱۸۔ المعتمد ہی وہ خلیفہ ہے جس پر خلفاء میں سب سے پہلے ظلم و جبر و تعدی کی گئی۔

۱۹۔ المقتدر وہ خلیفہ ہے جس کو کمسنی میں خلیفہ بنایا گیا۔

۲۰۔ الراضی۔ سب سے پہلا نہیں بلکہ آخری خلیفہ ہے جس کو انتظام ملکی' فوج اور دولت سے (اس کے امراء نے) محروم کر دیا اور یہی وہ آخری خلیفہ ہے جو شاعر تھا' خود خطبہ پڑھتا تھا اور لوگوں کے ساتھ نماز ہمیشہ پڑھتا تھا' یہی وہ آخری خلیفہ ہے جو ندیموں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا تھا' اس خلیفہ کی جاگیریں وظیفے' نوکر چاکر' کنیزوں اور لونڈیوں' خزانے باورچی خانے' آبدار خانہ' مجلسوں اور درباروں کا الگ الگ انتظام (محکمہ) خلافت اولیہ (بنو عباس کے چند پہلے خلفاء) کی طرح قائم تھا۔ یہی وہ آخری خلیفہ ہے جس نے لباس خلافت پہن کر سفر کیا۔

۲۱۔ المستنصر وہ پہلا خلیفہ ہے جس کا نام القاب سے ملقب ہوا۔ یہ المستعصم کے بعد خلافت پر فائز ہوا تھا۔

(کتاب اوائل مصنفہ عسکری)

۲۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جو اپنی والدہ ماجدہ کی حیات میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اسی طرح مندرجہ ذیل خلفاء (عباسیہ) کے ساتھ بھی یہ وصف مختص رہا ہے یعنی الھادی' مامون الرشید' الامین' المتوکل' المنتصر' المستعین' المعتز' المعتضد اور المطیع۔ (یہ سب بھی اپنی ماؤں کی زندگی میں خلافت کے منصب پر فائز ہوئے)۔

۲۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور الطائع ابن مطیع صرف دو اشخاص ہیں جو اپنے والد ماجد کی زندگی میں خلیفہ منتخب ہوئے۔ صولی کہتے ہیں ولید اور سلیمان کی والدہ ام ولید اور یزید ناقص اور ابراہیم کی والدہ شاہین' ہادی اور ہارون الرشید کی والدہ خیزران کے سوائے کسی اور خاتون کے دو بیٹے خلیفہ منتخب نہیں ہوئے' لیکن میرے نزدیک تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ

مذکورہ بالا خواتین کے علاوہ عباس اور حمزہ کی والدہ اور اسی طرح داؤد و سلیمان ابن متوکل الاخر کی ماں ان خواتین میں شامل ہیں جن کے دو بیٹے خلافت پر متمکن اور فائز ہوئے۔

خلافت عبیدیہ ۲۹۰ھ تا ۵۶۷ھ:-

لفظ الخلیفہ سے موسوم ہونے والے عبیدیوں میں چودہ افراد ہیں ان میں سے تین یعنی المہدی۔ القائم اور المنصور نے ممالک مغرب پر اور باقی گیارہ افراد یعنی المعز، العزیز، الحاکم، المستنصر، المستعلی، الامر، الحافظ، الظافر، الفائز اور العاضد نے ممالک مصر پر حکومت کی، ان کی سلطنت ۲۹۰ھ سے ۵۶۷ھ تک قائم رہی (گویا کل مدت ۲۷۷ سال ہے۔) آغاز ۲۹۰ھ کے قریب ہوا اور اختتام حکومت ۵۶۷ھ میں۔

علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ عبیدیوں کی سلطنت مجوسیوں اور یہودیوں جیسی تھی، علویوں کی طرح نہ تھی۔ باطنیہ چونکہ فاطمی نہ تھے اس لئے ان کی حکومت کو ہم خلافت سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ ان میں کل چودہ بادشاہ ہوئے جو بہ جبر خود کو خلیفہ کہلواتے تھے اور حقیقت میں خلیفہ نہ تھے۔

بنو امیہ میں سے جن افراد نے مغرب (اندلس) میں حکومت کی اور ان کی حکومت خلافت کے نام سے موسوم ہوئی وہ شریعت و سنت، عدل و انصاف، علم و فضل اور جہاد میں عبیدیوں سے بدر جہا بہتر تھے ان میں سے جو افراد اندلس میں خلیفہ کے لقب سے ملقب و مخاطب ہوئے، ان کا زمانہ بلا فصل تھا یعنی وہ چھ افراد یکے بعد دیگرے بغیر فصل زمانی کے اندلس میں خلافت پر فائز ہوئے۔

خلفاء کے سلسلہ میں مختلف تواریخ:-

اکثر علماء فضلاء نے خلفاء کے حالات پر مشتمل تاریخیں لکھی ہیں منجملہ ان کتب تاریخ الخلفاء کے ایک تاریخ، لفطویہ نحوی کی تالیف ہے جو دو جلدوں میں ہے جس میں القاہر باللہ کے زمانے تک کے حالات ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ صولی نے بھی اس موضوع پر ایک تاریخ لکھی ہے یہ محض خلفائے بنو عباس کی تاریخ ہے۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور اپنی اس تالیف "تاریخ الخلفاء" میں استفادہ کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے خلفائے عباسیہ کی تاریخ الناصر باللہ کے عہد تک لکھی ہے وہ بھی میرے زیر مطالعہ رہی ہے، ابو الفضل احمد ابن طاہر مروزی (المتوفی ۲۸۰ھ) نے بھی تاریخ الخلفاء لکھی ہے، ان کا شمار مشاہیر شعراء میں کیا جاتا ہے، علاوہ

ازیں امیر ابو موسیٰ ہارون بن محمد عباسی نے بھی "تاریخ خلفائے بنی عباس" لکھی ہے۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور مامون الرشید کے علاوہ کوئی اور خلیفہ حافظ قرآن نہیں ہوا ہے' یہ غلط ہے اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حافظ قرآن تھے جس کی صراحت بعض مورخین نے کی ہے' امام نووی نے اپنی تصنیف "تہذیب" میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کا حافظ قرآن ہونا لکھا ہے۔ آپ کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہ' نے بھی رسول اللہ کی وفات شریف کے بعد تمام قرآن پاک حفظ کیا تھا' اس لئے خطیب بغدادی کا وہ حصر غلط ہے۔

خلفاء کا طریقہ بیعت:۔

ابن الساعی نے لکھا ہے کہ خلیفہ الظاہر کے بیعت لینے کے وقت میں موجود تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ الظاہر ایک سفید کپڑے کے چتر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا وہ اپنی چادر تو اوڑھے تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کو (جس کا حال اس سے قبل تحریر کیا جاچکا ہے) اپنے شانوں پر ڈالے ہوئے تھا۔ اس کا وزیر (دربار) اس کے منبر کے سیدھے ہاتھ پر اور داروغہ دربار منبر کی سیڑھی پر کھڑا تھا اس حال میں وہ لوگوں سے ان الفاظ کے ساتھ بیعت لے رہا تھا کہ "میں اپنے آقا اور مولا (جن کی اطاعت تمام لوگوں پر فرض ہے) یعنی ابو نصر محمد الظاہر بامر اللہ کے دست مبارک پر قرآن کریم' سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتہاد امیر المومنین کے لئے بیعت کرتا ہوں نیز یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ان کے سوا (اس وقت) اور کوئی خلیفہ نہیں ہے۔

حواشی

ا۔ مامون کی اولیات میں شمار ہونے والے اور بہت سے امور ہیں مثلاً" دارالترجمہ کا قیام۔ دنیا بھر سے علماء و مصنفین کو لانا اور کتب یونانی کے تراجم کرانا۔ مسئلہ خلق قرآن میں مناظرے کرانا۔ اس مسئلہ پر انکار کرنیوالے کو قتل کرانا اور سخت ترین سزائیں دینا وغیرہ۔

خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صدیق کا نام نامی اور آپ کا نسب گرامی:۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے' آپ کا اسم گرامی عبداللہ ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی تھا۔ آپ کا نسب مرہ بن کعب پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

امام نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا اسم گرامی عبداللہ ہی صحیح اور مشہور ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا نام عتیق تھا لیکن تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے اسم گرامی نہیں ہے۔ عتیق کے معنی ہیں آگ سے آزاد کیا ہوا۔ حدیث شریف میں آیا جسے ترمذیؒ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ آتش دوزخ سے آزاد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کہے جاتے تھے (عتیق کے معنی صاحب جمال کے بھی ہیں) بعض مورخین کا خیال ہے کہ چونکہ آپ کے نسب میں کوئی عیب نہیں تھا اس لئے آپ کو عتیق کہا گیا۔ مصعب ابن زبیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ اس امر پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ آپ کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف اور نڈر ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور کسی قسم کی ترش روئی یا جھجک اس تصدیق میں سرزد نہیں ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیق کا مقام رفیع!:۔

اسلام میں آپ کا درجہ اور مرتبہ بہت ہی بلند ہے' صدیق کا لقب پانے میں واقعہ معراج بھی مشہور ہے کہ آپ نے کافروں کے سوال کے جواب میں واقعہ معراج کی فوراً تصدیق فرمائی۔ اہل وعیال کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی' غار ثور اور تمام راستے آپ کی خدمت میں رہے' نیز یوم بدر میں آپ کا (کفار کے مقابلہ میں) کلام کرنا' حدیبیہ میں مکہ شریف میں داخل نہ ہونے کے باعث لوگوں کے دلوں میں جو شکوک پیدا ہوگئے تھے ان کا ارتفاع (دور کرنا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سنکر

کہ "اللہ تعالٰی نے اپنے بندے کو دنیا میں رہنے یا آخرت قبول کرلینے کا اختیار دے دیا ہے"۔ آپ کا آہ و زاری کرنا' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت صحابہ کرام کی تسکین خاطر کے لئے آپ کی استقامت اور خطبہ کے ذریعہ ان میں تسکین قلب پیدا کرنا اور مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر بار خلافت کو قبول فرما لینا۔ مرتدین سے جنگ کے لئے حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں شام کی جانب لشکر کو روانہ کرنا اور اس عزم پر ثابت قدم رہنا' صحابہ کرام کو (اللہ شرح صدور فرمائے) بہ ثبوت و دلائل ان کو حق سے آگاہ کرنا اور مرتدین کے خلاف جنگ میں ان کو اپنا ہمنوا بنانا' مملکت شام کی جانب فوجوں کو روانہ کرنا اور پھر ان کو کمک پہنچانا اور پھر مملکت شام کی تسخیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اہم فضائل ہیں۔ نیز آپ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرانا بھی بہت بڑی فضیلت کا حامل ہے۔ یوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات بیشمار ولا تعداد ہیں۔ (ارشاد امام نوویؒ)۔

میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی معلومات کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات قدرے شرح و بسط کے ساتھ تحریر کروں' چنانچہ میں اس سلسلہ میں کئی عنوانات قائم کر رہا ہوں (جن کے تحت آپ کے حالات قدرے تفصیل سے تحریر کروں گا)۔

حضرت صدیق اکبر کا اسم گرامی آپ کا لقب جیسا کہ مذکور ہو چکا:۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان ہی ہے مگر ابن سعد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا اسم شریف "عتیق" ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ "عتیق" آپ کا لقب تھا' نام نہیں تھا ہاں اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کب اور کس وجہ سے ہوا' بعض کہتے ہیں کہ آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے یہ آپ کا لقب ہوا (اس کو لیث بن سعد' احمد بن حنبلؒ اور ابن معین وغیرہ نے روایت کیا ہے)۔ ابن نعیم کہتے ہیں کہ امور خیر میں آپ کے سبقت کرنے کی وجہ سے آپ کا یہ لقب ہوا۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ پاک و صاف اور اعلٰی نسب ہونے کی وجہ سے (کہ آپ کے نسب میں ایسا کوئی شخص نہیں گزرا جس پر کوئی عیب لگایا گیا ہو) آپ کا یہ لقب ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ کا نام عتیق ہی تھا پھر بعد میں عبداللہ ہوگیا۔

طبرانی نے لکھا ہے کہ قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہا سے آپ کا اسم مبارک دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ عبد اللہ عرض کیا گیا کہ لوگ تو آپ کو عتیق کہتے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابو قحافہ کی تین اولادیں تھیں جن کو عتیق معتق اور معتیق کہا جاتا تھا۔

ابن مندہ کا بیان ہے کہ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق کیوں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ان کی والدہ ماجدہ کی اولاد چونکہ زندہ پیدا نہیں ہوتی تھی تو جس وقت آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو خانہ کعبہ میں لے گئیں اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا! الٰہی یہ بچہ موت کے چنگل سے آزاد رہا ہے' اب اسے مجھے عنایت فرما دے۔ طبرانی نے لکھا ہے کہ آپ کو آپ کے حسن و جمال کے باعث عتیق کہا جاتا تھا۔ ابن عساکر کا بیان ہے انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام نامی گھر کے لوگوں نے تو عبد اللہ ہی رکھا تھا مگر عتیق زیادہ مشہور ہوگیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عتیق سے موسوم فرمایا تھا۔

ابویعلی نے اپنی مسند میں اور ابن سعدؒ اور حاکمؒ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا " میں ایک دن کاشانۂ نبوت کے دالان میں تھی اور دالان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ صحن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ رضی اللہ عنہم کرام تشریف فرما تھے اتنے میں والد ماجد تشریف لائے ان کو دیکھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی دوزخ سے بری اور آزاد شخص کو دیکھنا چاہتا ہو وہ ابوبکر کو دیکھ لے! (چونکہ زبان وحی ترجمان سے عتیق من النار فرمایا گیا) پس آپ کا نام گھر والوں نے تو عبد اللہ ہی رکھا تھا لیکن عتیق مشہور ہوگیا۔

ترمذیؒ اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک روز والد ماجد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو آگ سے بری فرما دیا۔ چنانچہ اسی دن سے آپ عتیق کے نام سے مشہور ہوگئے۔

بزار و طبرانی نے عبداللہ ابن زبیر کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے فرمایا کہ " اللہ تعالیٰ نے

تم کو دوزخ کی آگ سے بری (عتیق) فرما دیا ہے تو آپ عتیق کے نام سے مشہور ہوگئے

لقب صدیق کی حقیقت:۔

ابن مسدی نے لکھا ہے کہ آپ صدیق کے لقب سے زمانہ جاہلیت (قبل اسلام) ہی میں ملقب تھے اس لئے کہ آپ ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے بعض نے لکھا ہے کہ چونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خبر پر تصدیق کرنے میں سبقت فرماتے تھے اس لئے آپ کو صدیق کہا گیا' ابن اسحاق اور قتادہ کا بیان ہے کہ شب معراج کی صبح ہی سے آپ اس لقب سے مشہور ہوگئے (کہ آپ نے سب سے پہلے اس واقعہ معراج کی تصدیق کی) حاکم نے اپنی متدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے مشرکین عرب نے والد ماجد کے پاس آکر کہا کہ آپ کو کچھ خبر ہے کہ آپ کے دوست (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعوئ کرتے ہیں (یہ زعم ہے) کہ وہ رات کو بیت المقدس پہنچائے گئے' حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا واقعی وہ ایسا ہی فرماتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں وہ یہی کہتے ہیں تو آپ نے کہا بیشک وہ سچ فرماتے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح یا شام کو اس سے بھی زیادہ آسمانوں کی (سیر کی) خبر دیتے تو میں فوراً" ان کی تصدیق کرتا' اسی بنا پر آپ کو صدیق کہا جاتا ہے' اسی حدیث کو طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لکھا ہے'

سعد بن منصور نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ کے غلام ابی وہب کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب شب معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مقام ذی طوئ پر پہنچے تو آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس واقعہ کی تصدیق میری ملت نہیں کرے گی (کہ بظاہر وہ محیر العقول ہے) تو حضرت جبرئل علیہ السلام نے عرض کیا' آپ کی تصدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریں گے جو صدیق ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے متدرک میں نزال بن سیرہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین ! آپ ہم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کچھ بتایئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (حضرت) ابوبکر کی ہستی وہ (محترم) ہستی ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صدیق رکھا اور نماز میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ پس جس شخص سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دینی معاملات میں راضی ہوئے ہم اس سے اپنی دنیا کے معاملات کے

لئے راضی ہو گئے۔ (ان کو خلیفہ منتخب کرلیا اور ان سے بیعت کرلی)۔
دار قطنی اور حاکم نے ابن یحییٰ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا میں نے بار ہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بر سر منبر یہ فرماتے سنا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام صدیق رکھا۔ طبرانی حکیم ابن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک بار بحلف یہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام (صدیق) آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث احد میں موجود ہے کہ "تم تسکین رکھو تم میں نبی، صدیق اور شہید ہیں"

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ:۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب تھا اور ان کی کنیت ام الخیر تھی، آپ کی والدہ محترمہ آپ کے والد کے چچا کی دختر تھیں۔ ابن عساکر نے بھی اس قول سے اتفاق کیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولد و منشا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دو سال دو ماہ بعد (مکہ میں) ہوئی اور تریسٹھ سال کی عمر پاکر آپ کا انتقال ہوا۔ خلیفہ بن خیاط، یزید بن اصم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو بکر تم بڑے ہو کہ میں بڑا ہوں، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ بڑے تو آپ ہی ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے (یہ حدیث غیر متصل غریب ہے)۔
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پرورش اور نشو نما مکہ میں ہوئی اور تجارتی و کاروباری ضرورتوں کے علاوہ کبھی مکہ معظمہ سے باہر نہیں نکلے، اپنی برادری میں سب سے زیادہ دولت مند تھے لیکن مروت واحسان کے پیکر تھے۔ قوم میں بہت معزز سمجھے جاتے تھے، آپ کے اوصاف کے بارے میں ابن دغنہ کہتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرماتے ہیں اور گمشدہ کی تلاش آپ کا شیوہ ہے، زمانہ کی شدتوں کا آپ مقابلہ

کرتے ہیں اور میزبانی آپ کا شعار ہے۔ امام نوویؒ کا بیان ہے کہ ایام جاہلیت میں آپ کا شمار روٴسائے قریش میں ہوتا تھا' قریش آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور آپ سے ان لوگوں کو بیحد محبت تھی اور آپ بھی ان کے معاملات سے حد درجہ کا تعلق خاطر رکھتے تھے (ان کے معاملات کی دیکھ بھال فرماتے تھے)۔ جب آپ اسلام میں داخل ہوئے تو سوائے اسلام کے کسی چیز سے سروکار نہیں رہا (قدیم مشاغل بالکل ترک کر دیئے) ابن زبیر نے معروف بن خربوذ سے روایت کی ہے کہ آپ قریش کے ان گیارہ افراد میں سے ہیں جن کو عہد جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں شرف اور بزرگی حاصل رہی' آپ زمانہ جاہلیت میں دیت (خوں بہا) اور جرمانے کے مقدمات فیصل کیا کرتے تھے کیونکہ قریش میں کوئی بادشاہ نہیں تھا کہ ایسے کاموں کا انصرام اس کے ہاتھ میں ہو بلکہ ہر خاندان کا رئیس یا ہر قبیلہ کا محترم شخص ایک مقررہ کام کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ جس طرح بنی ہاشم حاجیوں کے منتظم اعلیٰ تھے (ان کو پانی پلانا اور خورد و نوش کا انتظام بنی ہاشم کے سپرد تھا' اسی طرح فصل قضایا اور دیت کے احکام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' قبل اسلام جاری فرمایا کرتے تھے)۔ عبد الدار کے ذمہ کعبہ کی دربانی' علمبرداری اور مجلس شوریٰ کا انتظام تھا یعنی ان کی اجازت کے بغیر کوئی بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور جب تک یہ پرچم جنگ بلند نہ کرتے کوئی خاندان جنگ کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ گویا جنگی امور کا انتظام بھی بنو عبد الدار کے سپرد تھا' مجلس شوریٰ کے منتظم بھی یہی تھے انہی کے حکم سے دار الندوہ میں اجتماع ہوتا تھا۔

عہد جاہلیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاکیزہ کردار:۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ زمانہ جاہلیت میں کبھی کوئی شعر کہا اور نہ عہد اسلام میں' آپ نے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان نے زمانہ جاہلیت ہی میں شراب ترک کر دی تھی۔

ابو نعیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا والد ماجد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ جاہلیت ہی میں خود پر شراب حرام کرلی تھی (شراب پینا ترک کر دیا تھا)۔ ابن عساکر نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے کبھی بھی شعر نہیں کہا۔ ابن عساکر ہی ابو العالیہ ریاحی کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے ایک مجمع میں حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں شراب نوشی کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا پناہ بخدا! میں نے کبھی شراب نہیں پی! لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ اس لئے نہیں پی کی عزت و ناموس محفوظ رہے، مروت باقی رہے کیونکہ شراب خوری سے مروت جاتی رہتی ہے، یہ خبر (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو حضور نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا۔

(یہ حدیث مرسل غریب ہے)۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ شریف:۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سراپا (حلیہ) سے آگاہ فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کا رنگ سفید تھا، اکہرا بدن تھا، دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے، پیٹ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپ کا ازارا اکثر نیچے کھسک جاتا تھا۔ پیشانی ہمیشہ عرق آلود رہتی تھی۔ چہرے پر گوشت زیادہ نہ تھا، نظریں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے، بلند پیشانی تھے انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں، (گھائیاں کھلی رہتی تھی) حنا اور کسم کا خضاب لگاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کے بال سفید اور سیاہ مخلوط نہیں تھے چنانچہ آپ ان کھچڑی بالوں پر حنا اور کسم کا خضاب لگایا کرتے تھے۔

آپ کا قبول اسلام

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول فرمانا:۔

ترمذی وابن حبان' ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم میں سب سے زیادہ مستحق خلافت میں نہیں ہوں؟ کیا اسلام لانے میں مجھے اولیت حاصل نہیں؟ کیا مجھ میں یہ اوصاف نہیں ہیں؟ (پھر آپ نے وہ تمام اوصاف بیان فرمائے) ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے لکھا کہ آپ نے فرمایا کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے' ابن ابی خثیمہ نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے! ابن سعد نے ابی اروی" الدوسی الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں شعبی" فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا تو آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تم نے حسان بن ثابت کے یہ اشعار تو سنے ہی ہوں گے۔

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقه فاذکر اخاک ابا بکر بما فعلا

جب تم کسی کا رنج و الم یاد کرو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یاد کرو

خیر البریه اتقاها واعدلها الا النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وفاها بما سهلا

وہ دنیا میں سب سے زیادہ نیک اور عادل تھے سوائے نبی اکرم کے' آپ سب سے زیادہ وفادار تھے اور صلح کار

والثانی الثانی المحمود مشهده واول الناس منهم صدق الرسلا

آپ بارگاہ خداوندی کی طرف رجوع ہونے اور آپ ہی سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق

کرنے والے تھے

والے اور یار غار تھے

ابو نعیم نے فرات بن سائب کی زبانی لکھا ہے کہ انھوں نے میمون بن مہرانی سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت علی کرم اللہ وجہ تو وہ لرزہ براندام ہوگئے اور ان کے ہاتھ سے عصا چھوٹ کر گر گیا اور انھوں نے جواب دیا کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میں ایسے زمانے تک زندہ رہوں گا کہ جس میں ان دونوں کے درمیان موازنہ کرنے کا وقت آئے گا۔ وہ دونوں اچھے تھے اور اسلام کے لئے ایسے تھے جیسے جسم کے لئے سر' پھر ان سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہوئے تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ نے جواب دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بحیرہ راہب کے زمانے میں اسلام لا چکے تھے' جبکہ (حضرت) علی کرم اللہ وجہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بعض اصحاب کی رائے ہے کہ آپ کل صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین و غیرہم سے پہلے ایمان لائے تھے بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ آپ کی سبقت اسلام پر اجماع ہے' اسی طرح بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں' بعض کا خیال ہے کہ (ام المومنین حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائیں ان سب مختلف اقوال کی تطبیق اس طرح ہے کہ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' خواتین میں (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سب سے پہلے ایمان لانے والی ہستیاں ہیں' یہ تطبیق و توضیح سب سے پہلے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

اس سلسلہ میں مختلف آراء:۔

سالم بن جعد نے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لانے والے شخص ہیں' انھوں نے کہا نہیں' ان سے پھر دریافت کیا گیا کہ پھر یہ بات کیوں مشہور ہوگئی کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انھوں نے فرمایا اس لئے یہ بات مشہور ہوگئی کہ وہ اسلام لانے سے اپنی وفات تک تمام مسلمانوں میں سب سے افضل و اعلیٰ رہے۔ (اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے)۔

ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے سعد ابن وقاص کی زبانی بیان کی ہے کہ میں نے اپنے

والد سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے میں سب سے سبقت لی تو انھوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ان سے قبل پانچ حضرات اسلام لاچکے تھے مگر امر واقعی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام ہم سے بہتر و بلند تھا۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے یعنی حضور کی زوجہ محترمہ (ام المومنین) خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے غلام زید' زید کی زوجہ ام ایمن' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ورقہ بن نوفل۔

ابن عساکر' عیسیٰ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کعبہ کے سامنے بیٹھا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل کھڑا ہوا تھا کہ اس اثنا میں امیہ ابن ابی صلت میرے پاس آیا اور میرا مزاج پوچھا میں نے کہا کہ ٹھیک ہوں پھر اس نے دین حنیفہ کے بارے میں ایک شعر پڑھا اور مجھ سے کہنے لگا کہ پیغمبر منتظر ہمارے خاندان میں پیدا ہونگے یا آپ کے خاندان میں' میں نے اب تک اس نبی منتظر کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا کہ وہ کب مبعوث ہونگے اس لئے میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا جو آسمانی کتب پر گہری نظر رکھتے تھے اور ان کے منہ سے اکثر ایسا کلام نکلا تھا جس کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا تھا میں نے ان کے پاس پہنچ کر یہ تمام قصہ ان سے بیان کیا۔ انھوں نے مجھ سے یہ واقعہ سن کر کہا کہ اے میرے بھائی! میں کتب سماوی کا عالم ہوں اور ان علوم آسمانی سے مجھے آگاہی ہے یہ نبی منتظر ملک عرب کے وسط میں نسب کے لحاظ سے پیدا ہونگے۔ (یعنی اس خاندان میں جو نسبا" وسط عرب میں آباد ہے) اور ان کے نسب کا مجھے علم ہے۔ چونکہ تم بھی نسبا" وسط عرب سے تعلق رکھتے ہو۔ اس لئے وہ تم ہی میں پیدا ہوگا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا تعلیم دیں گے انھوں نے جواب دیا کہ ان کی تعلیم یہی ہوگی کہ "ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو' نہ کسی غیر پر ظلم کرو اور نہ خود مظلوم بنو" یہ تفصیل سن کر واپس چلا آیا اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی میں نے فورا" اسلام قبول کرلیا اور آپ کی تصدیق کی۔

محمد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبد الرحمٰن نے بروایت عبد اللہ بن الحصین التمیمی بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں نے کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس کو تذبذب میں پایا اور اس کو تردد ہوا سوائے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے کہ جب میں نے (ان کے سامنے) اسلام پیش کیا تو بغیر تذبذب اور تردد کے انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (اس سے بھی آپ کی سبقت اسلام ظاہر ہے)

بیہقی کہتے ہیں کہ آپ کے سابق الاسلام ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ نبوت کی نشانیاں قبل از اسلام ہی معلوم کر چکے تھے پس جب آپ کو اسلام کی دعوت دی گئی تو آپ نے اسلام لانے میں سبقت کی (فوراً" اسلام قبول کرلیا) ابو میسرہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غیبی آواز یا محمد سنا کرتے تھے ایک بار جب یہی آواز سنی تو آپ نے اسی وقت یہ بات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنائی کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کے دوست تھے۔ (یہ بات بھی منجملہ ان آثار کے ہے جو حضرت صدیق کے علم میں تھے)۔

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ "میں نے جس کو دعوت اسلام دی اس نے میرے کلام کو لوٹا دیا یعنی انکار کیا سوائے ابن ابی قحافہ کے کہ میں نے جیسے ہی ان کو دعوت اسلام دی انھوں نے فوراً" قبول کرلیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔ بخاریؒ ابو الدرداء کی روایت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں کہ "اے لوگو! کیا تم میرے دوست (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑنا چاہتے ہو اور واقعہ یہ ہے کہ جب میں نے تم سے کہا کہ میں خدائے واحد کا رسول ہوں۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے تمھاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے تو تم نے مجھے جھٹلا دیا مگر اس وقت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے میری تصدیق کی۔

صحبت و حضوری خدمت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلسل رفاقت:۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے بعد سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف تک ہمیشہ سفرو حضر میں آپ کے رفیق رہے' بجز اس کے کہ آپ کے حکم اور اجازت سے حج کے لئے یا کسی جہاد میں آپ کی صحبت میں نہ رہ سکے' ورنہ وہ ہر حال میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے' اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا کے لئے اہل و عیال کو چھوڑ کر رسول اللہ کے ساتھ ہجرت فرمائی' غار ثور میں آپ کے ساتھ رہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: (ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ○ (غار میں دو ہی تھے جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق سے کہا کہ غم نہ کرو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے) اکثر غزوات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی' نیز آپ کی سیرت پر اور ایسے بہت سے شواہد موجود ہیں' خصوصاً" جنگ حنین میں جب کہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے آپ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود رہے' آپ کی شجاعت کا بیان جداگانہ عنوان کے تحت کیا جائے گا۔

ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یوم بدر (غزوہ بدر) میں فرشتوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھو صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سائبان کے نیچے موجود ہیں۔ ابو یعلیؒ' حاکمؒ اور احمدؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اور (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میں سے ایک کی مدد جبرائیل (علیہ السلام) کر رہے ہیں اور دوسرے کی میکائیل (علیہ السلام) ابن عساکرؒ کہتے ہیں' کہ غزوہ بدر میں عبد الرحمن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ تھے' اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے (اپنے والد) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ آپ جنگ بدر میں کئی بار میری زد میں آئے لیکن میں نے آپ سے قطع نظر کی اور آپ کو قتل

نہیں کیا یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں تم سے صرف نظر نہ کرتا اور تم کو قتل کر دیتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شجاعت

آپ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بہادر تھے:۔

البزلر نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے لوگوں سے دریافت کیا "بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے"؟ جواب دیا کہ آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں! آپ نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا ہوں پھر میں سب سے بہادر کیسے ہوا؟ تم یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے! لوگوں نے کہا کہ جناب ہم کو نہیں معلوم آپ ہی فرمائیں' آپ نے ارشاد کیا کہ سب سے زیادہ بہادر اور شجاع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' سنو! جنگ بدر میں ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سائبان (عرش) بنایا تھا ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ (اس سائبان کے نیچے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کردے" بخدا ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوگئے اور پھر کسی مشرک کو آپ کے پاس آنے کی جرات نہ ہوسکی۔ اگر کسی نے ایسی جرات کی بھی تو آپ فوراً اس پر ٹوٹ پڑے' اس لئے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری شہادت:۔

حضرت علی (کرم اللہ وجہ) ہی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نرغہ میں لے لیا اور وہ آپ کو گھسیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو کہ خدا ایک ہے۔ خدا کی قسم کسی کو ان مشرکین سے مقابلہ کرنے کی جرات نہ ہوئی لیکن (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور مشرکین کو مار مار کر اور دھکے دے دے کر ہٹاتے جاتے اور فرماتے جاتے تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو ایذا پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ "میرا پروردگار صرف ایک اللہ ہے۔" یہ فرماکر

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اٹھائی (چادر منہ پر رکھ کر) اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے۔' اے لوگو! بتاؤ کہ مومن آل فرعون اچھے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اچھے ہیں (آل فرعون سے جو لوگ ایمان لائے انھوں نے اپنے پیغمبر پر اس قدر جان نثاری نہیں کی جتنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) لوگ یہ سن کر خاموش رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! جواب کیوں نہیں دیتے! خدا کی قسم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی ایک ساعت (حیات) آل فرعون کے مومن کی ہزار ساعتوں سے بہتر اور برتر ہے' اس لئے کہ وہ لوگ اپنا ایمان (ڈر کی وجہ سے) چھپاتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار علی الاعلان کیا۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا کہ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ اور سخت ترین برائی (گستاخی) کون سی کی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابو معیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ نے اپنی چادر رسول اللہ کی گردن میں ڈالی اور آپ کا گلا گھوٹنے لگا (گلے میں چادر ڈال کر اس کو بل دینے لگا یہاں تک کہ حضور کا گلا گھٹنے لگا) کہ اتنے میں (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تشریف لے آئے اور عقبہ کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور کہا کہ تو اس شخص کو مار ڈالنا چاہتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ "میرا رب اللہ ہے' اور جو پروردگار کے پاس سے بہت سی نشانیاں لیکر آئے ہیں۔" ہیثم نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ جنگ احد میں تمام لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر منتشر ہوگئے۔ صرف میں تنہا وہ شخص تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا (اور آپ کی حفاظت کی)۔ ابن عساکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہین کہ جس وقت اسلام میں ۳۸ افراد داخل ہو چکے تھے تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لجاجت کے ساتھ عرض کیا کہ اب آپ اسلام کا علی الاعلان اظہار فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ابھی ہماری جمعیت بہت کم ہے' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اصرار فرمایا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین برحق کا اعلان فرما دیا اس کے بعد مسلمان مسجد سے ادھر ادھر منتشر ہوگئے صرف اہل خاندان ہی مسجد میں رہ گئے۔ اس وقت والد ماجد نے کھڑے ہوکر ایک تقریر فرمائی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت

دی، مشرکین نے (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) پر حملہ کر دیا اور مسجد میں موجود مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچائی۔

ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو ظاہر فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بذل اموال!

حضرت صدیق کے ایثار پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اصحاب رسول میں سب سے زیادہ سخی تھے' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "وہ پرہیزگار اور متقی ہے جو اپنا مال اسلام کے لئے اس مقصد سے خرچ کرتا ہے کہ وہ پاکیزہ ہو جائے" علماء مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا۔ اس پر حضرت صدیق نے روتے ہوئے عرض کیا "حضور میں اور میرا مال سب حضور ہی کا ہے۔ ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی طرح آئی ہے (ابو یعلی) سعید بن مسیب سے مروی حدیث میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم موجود تھے' آپ نے یہ تمام مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے ارشاد) پر خرچ کر دیا۔ ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے جس روز حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور جب آپ ہجرت کرکے مدینہ آئے تو اس مال میں سے صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے' آپ نے یہ تمام مال (۳۵ ہزار درہم) مسلمانوں کے آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کر ڈالا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات ایسے مسلمانوں کو آزاد کرایا جن کے آقا ان کے مسلمان ہونے کی بناپر ان پر درد ناک عذاب کرتے تھے۔ (ان کو سخت ترین سزائیں دیتے تھے)۔

ابن شاہین' البغوی اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور وہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور وہ ایک ایسی قبا پہنے ہوئے تھے جس کو انھوں نے اپنے سینہ پر

کانٹوں سے اٹکایا ہوا تھا (بٹنوں یا تسموں کی بجائے اس میں کانٹے لگے ہوئے تھے۔) پس اس وقت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انھوں نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قبا کو سینے پر کانٹوں سے کیوں اٹکائے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا انھوں نے اپنا تمام مال مجھ پر (اسلام کی ترقی کے لئے) خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبرائیل نے کہا یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ان سے کہو اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تم مجھ سے اپنے اس فقر میں راضی ہو یا ناخوش ہو! یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے رب سے ناخوش کس طرح ہو سکتا ہوں میں تو اس سے راضی ہوں، خوش ہوں، بہت خوش ہوں، بہت راضی ہوں، (یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔) اس طرح کی اور بہت سی احادیث اور بہت سی روایتیں ہیں جن میں آپ کے مال و دولت کے ایثار اور اسلام کی راہ میں اس کے خرچ کرنے کا حال ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن جبرئیل علیہ السلام ایک ایسا جبہ جس میں کانٹے لگے تھے پہنے ہوئے نازل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ اے جبرئیل یہ کیا حالت ہے، انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسا ہی لباس پہنیں جیسا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنے ہیں۔ (اس کی سند بھی ضعیف ہے)۔

ابو داؤد اور ترمذی نے بحوالہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ بارگاہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو حکم ہوا کہ ہم راہ خدا میں کچھ مال تصدق کریں۔ میں نے دل میں پختہ ارادہ کرلیا کہ میں آج ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق سے زیادہ مال راہ خدا میں تصدق کروں گا چنانچہ میں اپنا نصف مال لیکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، سرور عالم صلی علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کتنا مال چھوڑا، میں نے عرض کیا کہ ان کے لئے نصف مال چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا (کل) مال لیکر حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ انھوں نے جواب میں کہا کہ ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ میں کسی بات میں ان سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب صدقہ لیکر حاضر ہوئے تو اس کی مالیت کا اظہار کئے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ میرا

صدقہ ہے واللہ مجھے اب اللہ ہی کافی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صدقہ لے کر حاضر ہوئے اور اس کی مالیت ظاہر کر کے کہنے لگے کہ مجھے اب خدا کا سہارا ہی کافی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں کے صدقات میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے الفاظ میں فرق ہے۔ (کہ ایک نے مالیت کو چھپایا اور ایک نے مالیت کا اظہار کیا۔) (ابو نعیم۔ حلیہ)

ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے ہر ایک کا احسان اتار دیا سوائے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسان کے ان کا احسان میرے ذمہ باقی ہے' ان کا احسان اتنا عظیم ہے کہ اس کا عوض قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا فرمائے گا' مجھے کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں پہنچا جتنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے پہنچا۔

بزار نے بروایت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کیا ہے کہ ایک روز میں اپنے والد ابو قحافہ کے ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو (میرے بوڑھے والد کو دیکھ کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے ضعیف والد کو (یہاں آنے کی) کیوں تکلیف دی' میں خود ان کے پاس آجاتا اس پر میں نے عرض کیا کہ آپ کا زحمت فرمانے کے بجائے ان کا آنا ہی ٹھیک ہے' اس پر ارشاد ہوا کہ ہمیں ان کے بیٹے (یعنی ابوبکر) کے احسانات یاد ہیں۔

ابن عساکرؒ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجھ پر ایسے عظیم احسانات ہیں کہ اور کسی کے نہیں ہیں انھوں نے اپنے جان اور مال سے میری مدد کی۔ اور اپنی بیٹی بھی میرے عقد میں دے دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ علمی

آپ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ ذکی تھے:۔

امام نووی نے اپنی تصنیف "تہذیب" میں لکھا ہے کہ علماء نے آپ کے تبحر علمی پر بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر کوئی شخص نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے گا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ کیا ان میں وہ مجھے مجبور سمجھتے ہیں؟ وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کرتے تھے اگر اس میں کچھ بھی کمی کی تو میں ان سے قتال کروں گا۔ شیخ ابو اسحٰق نے اس حدیث سے اور دیگر احادیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ عالم تھے کیونکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی مسئلہ میں تردد ہوتا اور وہ اسے حل نہ کر پاتے تو اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے اور اس پر جو کچھ رائے آپ کی ہوتی تھی جرح و تعدیل کے بعد وہی جواب درست ہوتا تھا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طرف رجوع کرتے تھے (اسی فیصلہ پر عامل ہوتے تھے۔) عبداللہ ابن عمر سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کون شخص فتویٰ دیا کرتا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی عالم نہیں تھا۔ (یہی دونوں حضرات فتویٰ دیا کرتے تھے)۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال فہم و فراست:۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے سے کہا کہ وہ دنیا کو پسند کرلے یا آخرت کو اختیار کرلے سو اس بندے نے اپنے لئے آخرت کو پسند کرلیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ اشکبار ہوگئے اور کہنے لگے کہ کاش یارسول اللہ ہم اپنے مال

باپ آپ پر قربان کر دیں' یہ کلمات سن کر ہم حاضرین کو تعجب ہوا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو محض ایک شخص کا ذکر فرما رہے تھے جس کو یہ اختیار دیا گیا تھا اور اس میں حقیقت اور رمز یہ تھا کہ وہ صاحب اختیار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی' اس رمز کو فقط ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم ہی پاسکا۔ اسی ذکاوت فہم کے باعث وہ ہم میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ (بخاری و مسلم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لائے ان میں ابوبکر کی صحبت اور ان کا مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اگر میں اللہ کے سوا کسی کو دوست بنا سکتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دوست بناتا لیکن ان کی اخوت اسلامی مودت میرے دل میں باقی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام دروازوں کے بند کر دینے کے باوجود ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ لازما" کھلا رہے گا (یہ نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام ہے)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم قرآن:۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ علم قرآن رکھتے تھے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز میں صحابہ کرام کا امام بنایا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قوم کا امام قرآن شریف کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہونا چاہیے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوں ان کے بغیر کوئی دوسرا امامت نہیں کر سکتا (ترمذی بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا)۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ سب سے زیادہ احکام رسالت سے آگاہ تھے چنانچہ بار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امور سنت میں آپ سے رجوع کیا ہے' آپ ایسی صورتوں میں ہمیشہ ان کے سامنے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرمایا کرتے تھے' آپ کو بکثرت احادیث یاد تھیں اور بوقت ضرورت آپ انھیں بیان فرما دیا کرتے تھے اور آپ سے زیادہ حافظ احادیث اور کون ہو سکتا تھا کہ آغاز رسالت سے وصال مبارک تک آپ ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے علاوہ ازیں آپ کی قوت حافظہ بھی بہت قوی تھی اور آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ذکی اور ذی فہم تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قلیل احادیث مروی ہونے کا سبب:۔

بایں ہمہ قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکاوت فہم اور قوت حافظ آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد آپ بہت کم مدت تک بقید حیات رہے اگر آپ کچھ زیادہ مدت تک زندہ رہتے تو یقیناً" آپ سے مروی احادیث کی تعداد تمام صحابہ سے زیادہ ہو جاتی اور پھر کوئی حدیث ایسی نہ ہوتی جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سند نہ پائی جاتی' نیز یہ کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت لینے کی اس لئے ضرورت نہیں پڑی کہ وہ حضرات بھی تو اکثر و بیشتر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں ہوا کرتے تھے اور ارشادات نبوی سنا کرتے تھے پس جس کو خود انھوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کیا ہو اس کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل و روایت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مقدمات کے فیصلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحمل:۔

ابو القاسم بغوی نے بروایت میمون لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو اولا" آپ (اس کا حکم) قرآن مجید میں تلاش فرماتے اور قرآن حکم کے بموجب فیصلہ فرماتے اگر وہاں کوئی صراحت نہ ہوتی اور فیصلہ میں دشواری ہوتی تو پھر ارشادات نبوی (احادیث) کے مطابق اس کا فیصلہ فرماتے اور اگر کوئی حدیث بھی نہیں ملتی تو پھر آپ دوسرے مسلمانوں (اصحاب رسول) سے اس معاملہ میں مشورہ لیتے اور فرماتے کہ اس سلسلہ میں میرے پاس ایک مقدمہ آیا تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مقدمہ کو کس طرح فیصل کیا تھا پس آپ کے پاس تمام صحابہ کرام جمع ہو جاتے اور اگر کسی کو معلوم ہوتا (کوئی حدیث اس مسئلہ کے بارے میں یاد ہوتی) تو وہ آپ سے بیان کر دیتا۔ تو آپ اس کے مطابق فیصلہ صادر فرما دیتے اور فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے' ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر اس

طرح بھی کوئی حدیث شریف نہیں ملتی تو صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور جس فیصلہ پر اتفاق رائے ہو جاتا تو آپ اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی (فصل قضایا میں) یہی طریقہ تھا کہ اول قرآن مجید اور احادیث پر نظر فرماتے اگر وہاں سے مسئلہ کا حل نہ ملتا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی پیروی کرتے اور اگر اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی کوئی فیصلہ موجود نہیں ہوتا تو اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثرت رائے پر فیصلہ فرماتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علم الانساب میں ماہر تھے:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انساب عرب سے عموماً اور قریش کے نسبوں سے خصوصاً واقف تھے جبیر مطعمؓ جو قریش میں انساب کے سب سے زیادہ ماہر تھے کہتے ہیں کہ میں نے علم الانساب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھا ہے' جو عربوں کے نسبوں کے سب سے عظیم جاننے والے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علم تعبیر کے بھی عالم تھے:۔

ان کمالات کے ساتھ ساتھ آپ علم تعبیر سے بھی بخوبی واقف تھے' آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں خوابوں کی تعبیر بتلا دیا کرتے تھے چنانچہ مشہور معبر محمد بن سیرین (جو تعبیر رویا میں بلند پایہ رکھتے ہیں) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بڑے معبر تھے دیلمی نے اپنی مسند (فردوس) میں اور ابن عساکر نے بروایت سمرہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خواب کی تعبیر ابوبکر رضی اللہ عنہ بتایا کریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فصاحت تقریر:۔

ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح مقرر تھے' زبیر بن بکار کہتے

ہیں کہ میں نے اکثر علماء کا یہ قول سنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سب سے زیادہ فصیح مقرر حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے میں آئندہ صفحات میں حدیث سقیفہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول پیش کروں گا جس میں آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا' تعبیر رویا میں کمال رکھنے والا اور سب سے زیادہ فصیح البیان خطیب بتایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے جو حدیث سقیفہ میں مذکور ہے یہ بات بدلائل سامنے آجائے گی۔ صلح حدیبیہ والی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے'۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صلح کے بارے میں کچھ معروضات کئے اور کہا کہ کیا ہم دنیا کو دین کے عوض چھوڑ دیں' حضور نے اس کے جوابات مرحمت فرمائے' یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو آپ نے جو جوابات اس کے دیئے وہ بعینہٖ ان جوابات کے مطابق تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے۔ اسی لئے آپ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سب سے زیادہ عاقل' راست گفتار و درست کردار اور صائب الرائے سمجھے جاتے تھے۔

اصابت رائے!:۔

تمام الرازیؒ نے اپنی تصنیف فوائد میں اور ابن عساکرؒ نے بروایت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بن العاص لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جبرئیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ لے لیا کیجئے۔

طبرانی' ابو نعیم وغیرہ ہم نے بروایت معاذؓ بن جبل بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے ایک مجلس مشاورت قائم فرمائی جس میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (ساتھ ساتھ) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضیر موجود تھے' اس معاملہ پر گفتگو ہوئی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ تمھاری کیا رائے ہے' میں نے عرض کیا کہ جو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے ہے وہی میری رائے ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو (بر سرفلک) یہ گوارا نہیں کہ ابوبکر غلطی کریں۔ ابن اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ کو آسمان پر یہ گوارا نہیں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) زمین پر غلطی کریں۔ طبرانی نے بروایت سہل بن سعد الساعدی اپنی مسند میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلطی کریں۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حفظ قرآن:۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے تھے جنھوں نے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انصار سے چار افراد نے قرآن کریم جمع کرلیا تھا۔ کتاب الاتقان میں اس کی تفصیل موجود ہے' ابوداؤد نے شعبی کے حوالے سے جو یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک قران کریم جمع نہیں ہوا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ترتیب کے مطابق جمع نہیں ہوا تھا جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصحف کو جمع فرمایا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت

علمائے اہل سنت کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے بعد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی حضرات اس کے بعد باقی اصحاب بدر' پھر باقی اصحاب احد ان کے بعد بیعت الرضوان کے اصحاب ان کے بعد دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ ابو منصور بغدادی نے بھی لکھا ہے کہ اسی پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

بخاری نے بروایت عبداللہ ابن عمر لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمار کیا کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ طبرانی نے ان الفاظ پر اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہمارے اس خیال سے آگاہی ہوگئی اور آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (اثنائے گفتگو میں) ہم نے سب سے زیادہ افضل حضرت ابوبکرؓ پھر عمر فاروق کو پھر عثمان کو اور پھر علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو قرار دیا۔ ابن عساکر نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے کہ ہم (اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپس میں بیٹھتے اٹھتے تو اکثر کہا کرتے تھے کہ اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ان کے بعد حضرت عمر پھر عثمان (رضی اللہ عنہم) ہیں پھر خاموش ہو جاتے تھے۔ ترمذیؒ نے جابر بن عبداللہ کے حوالہ (سند) سے لکھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر پکارا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے اپنے آپ کو کیوں چھوڑ دیا' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شخص پر آفتاب کبھی طلوع نہیں ہوا

محمد بن علی ابن طالب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت علی سے دریافت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں کون افضل ہے انھوں نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے کہا پھر انھوں نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! اس کے بعد میں ڈرا کہ اب آپ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے پس میں نے کہا کہ اس کے بعد آپ افضل ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں یعنی ایک معمولی مسلمان ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد:۔

احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنما) خیر امت ہیں، ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ فرمایا ہے (رافضیوں پر خدا کی لعنت، وہ کیسی جہالت میں مبتلا ہیں) ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار، ہم میں سب سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (ترمذی)

ابن عساکر نے بروایت ابن ابی یعلی لکھا ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الناس ہیں۔ اگر کسی شخص نے اس کے خلاف کہا تو وہ مفتری ہے اور اس کو وہ سزا دی جائے گی جو افترا پرداز کے لئے شریعت نے رکھی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوائے نبی کے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو (یعنی نبی کے بعد دنیا میں ان سے کوئی افضل نہیں ہے)۔ ایک روایت میں "مرسل" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (علی احد من المسلمین بعد النبیین والمرسلین)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس طرح ہے کہ کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو، طبرانی وغیرہ نے اس کو ثبوت و دلائل کے ساتھ لکھا ہے، ابن کثیر نے بھی اس کی صحت پر دلائل پیش کئے ہیں۔ طبرانی، سلمہ بن اکواع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خیر الناس ہیں۔

سوائے اس کے کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ سعد ابن زرارہؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر الناس ہیں۔ عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے آپ نے فرمایا (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں نے عرض کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا ان کے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں نے عرض کیا ان کے بعد آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب۔ یہی حدیث بغیر لفظ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ترمذی اور نسائی نے اس کو ضبط کیا ہے۔ حاکم عبداللہ بن شقیق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ صحابہ کرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انھوں نے فرمایا (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد آپ نے فرمایا (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا ان کے بعد ' آپ نے فرمایا (حضرت) ابوعبیدہ بن الجراح۔

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر و عمر دونوں انبیا مرسلین کے علاوہ تمام اولین و آخرین کے جنت میں سردار ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' ابن عباس' ابن عمر' ابو سعید الخدری اور جابر ابن عبداللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے

طبرانی نے اوسط میں عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے اصحاب میں کسی کو (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دی اس نے مہاجرین و انصار پر زیادتی کی۔ ابن سعید نے زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ تم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بھی کچھ کہا ہے' انھوں نے کہا جی ہاں!

آپ نے فرمایا سناؤ' پس حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف قد   طاف عدو بہ اذ صعد الجبلا

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسالت ماب کے یار غار ہیں جب آپ پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو دشمن بھاگ جاتا ہے۔

وکان حب رسول اللہ قد علموا   من البریہ لم یعدل بہ رجلا

تمام لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ سے ان کو کتنی محبت ہے آپکو اتنی محبت کسی سے بھی نہیں ہوئی

ان اشعار کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حضرت حسان سے کہا کہ حسان تم نے سچ کہا!!

امت میں سب سے زیادہ رحم دل آپ ہیں:۔

احمدؒ و ترمذیؒ نے بروایت انسؓ بن مالک آپ کا یہ ارشاد لکھا ہے' میری امت میں ابوبکررضی اللہ عنہ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں اور احکام الٰہی کی تعمیل کرانے میں عمررضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سخت ہیں۔ اور سب سے زیادہ حیا والے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور حلال و حرام میں سب سے زیادہ تمیز کرنے والے معاذ بن جبل ہیں۔ اور زید بن ثابت سب سے زیادہ فرائض جاننے والے ہیں اور ابی بن کعب بہترین قاری ہیں۔ ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح ہیں' ابن عمر(اپنی روایت میں) اتنا اور زیادہ کرتے ہیں "سب سے زیادہ قضیوں کا فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں" ابن انس نے اسی حدیث کو اس اضافہ کے ساتھ بیان کیا ہے "سب سے زیادہ زاہد متقی اور راست گفتار ابوذررضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ عبادت گزار اور متقی ابو الدرداء ہیں اور معاویہ ابن ابی سفیان سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہیں اور بخشش و کرم والے ہیں۔ (جب ہم نے اپنے استاد علامہ شیخ کا نجی سے سوال کیا کہ سابقہ تفصیلات اور ان تفصیلات میں کوئی تناقص و تنافی تو نہیں ہے تو انھوں نے فرمایا نہیں کوئی منافات نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تعریف و تصدیق میں آیات قرآنی

میں نے اس موضوع پر چند کتابیں دیکھی ہیں ان میں وہ نصوص بیان کی گئی ہیں جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و تصدیق کی گئی ہے لیکن میرے نقطہ نظر سے وہ ناکافی ہیں اس لئے میں نے اس موضوع پر بھی ایک کتاب لکھی ہے اور اسی سے یہاں بطور اختصار کچھ پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثانی اثنین إذ هما في الغار إذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته عليه (یعنی جب وہ دونوں غار میں تھے تو رسول اللہ نے اپنے ہم نشیں (صاحب) سے کہا کہ رنج و غم نہ کیجئے اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے ان پر تسکین نازل فرما دی)۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں "صاحب" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سکینہ (سکون خاطر و تسلی) تو کبھی زائل نہیں ہوا۔ بس جن پر سکینہ نازل ہوا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ابن حاتم نے بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور چار سو درہم کے عوض خرید کر ان کو آزاد کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور ابی بن خلف و امیہ بن خلف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واللیل اذا یغشی سے ان سعیکم لشتی تک آیات نازل فرمائیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکہ میں دستور تھا کہ آپ ضعیف مردوں اور بوڑھی عورتوں کو جب وہ اسلام قبول کرلیتے ان کو خرید کر آزاد فرما دیتے تھے ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے کہا کہ "اے فرزند! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر غلامی سے آزاد کر رہے ہو' اگر تم ان بوڑھوں کے بجائے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کرو تو وہ ساتھ دیں گے' تم کو نقصان سے محفوظ رکھیں گے۔ اور تمہاری مدافعت کریں گے" یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے والد محترم! اس سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی

رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے (دنیاوی فائدہ میرے پیش نظر نہیں ہے) عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے افراد خاندان کا کہنا ہے کہ اس پر فاما من اعطی والتقی () کی آیت نازل ہوئی (ابن جریر) حضرت عروہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سات افراد کو جن پر محض مسلمان ہو جانے کی وجہ سے ان کے مالک تکلیف پہنچاتے تھے، جب خرید کر آزاد کر دیا تو یہ آیت ولیجنبھا الا تقی الذی یوتی ماله یتزکی () نازل ہوئی (طبرانی)۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ و ما لا حد عنده من نعمته یجزی سے سورۃ کی آخری آیت حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی شان میں نازل ہوئی۔

بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ والد محترم نے کبھی بھی قسم کھاکر اس کے خلاف نہیں کیا یہاں تک کہ قسم کے کفارے کی آیت نازل ہوگئی۔ بزارؒ وابن عساکر نے ابن اسید بن صفوان کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں اس صحبت میں موجود تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم اس طرح کھائی کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (رسول بناکر) بھیجا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس رسالت کی تصدیق کرائی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون ○ ()

حاکم نے ابن عباس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وشاور هم فی الا مر () حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ ابن حاتم ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں کہ آیت ومن خاف مقام ربه جنتان () حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، میں نے اس آیت کی تشریح و تصریح اپنی کتاب "اسباب نزول" میں کردی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صالح المومنین سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں،

عبداللہ بن ابی حمید نے اپنی تفسیر میں مجاہد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب ان اللہ وملئیکته یصلون علی النبی نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسی کوئی نیک بات آپ کے لئے نازل نہیں ہوئی جس میں ہم کو شامل نہ کیا گیا ہو لیکن اس آیت میں ایسا نہیں ہے (ہم اس میں

شامل نہیں ہیں) اسی وقت ھوالذی یصلی علیکم وملٰئکتہ' آیت نازل ہوئی (یہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے)' ابن عساکرؒ علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا " علی سرو متقا بلین () حضرت ابوبکرؓ' عمر و علی رضی اللہ عنہم کی شان میں ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا " سے وعد الصدق الذی کانوا یوعدون ○ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔

ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عینیہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تمام مسلمانوں پر سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عتاب فرمایا ہے (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس عتاب سے مستثنٰی فرمایا ہے) جیسے فرمایا ہے الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفرو ثانی اثنین اذ ھما فی الغار الخ (۷) ○ یہ آیت اس دعوے پر دلالت کرتی ہے۔

حواشی

۱۔ ترجمہ :۔ سو جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈرا

۲۔ ترجمہ :۔ اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے اور جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔

۳۔ ترجمہ :۔ اور وہ جو صدق کے ساتھ آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

۴۔ ترجمہ :۔ اور ان سے معاملہ میں مشورہ لے لیا کیجئے۔

۵۔ ترجمہ :۔ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں۔

۶۔ ترجمہ :۔ اور یہ جو آمنے سامنے بچھے ہوئے تختوں پر بھائی بھائی بیٹھے ہیں ہم نے ان کے دلوں سے ان کی باہمی کدورت کو نکال لیا۔

۷۔ ترجمہ :۔ اگر تم نے اس کی مدد نہیں کی تو خدا نے اس کی مدد کی۔ جبکہ کافروں نے اس کو گھر سے نکالا اور غار میں جب دو میں سے ایک نے اپنے ساتھ سے کہا۔

حضرت ابوبکرو حضرت عمر رضی اللہ عنہما

کی شان و فضل سے متعلقہ احادیث

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا' ایک چرواہا ایک جگہ بکریاں چرا رہا تھا اتفاقاً" ایک بھیڑیئے نے گلہ پر حملہ کرکے ایک بکری پکڑی چرواہے نے اس بھیڑیئے کا پیچھا کرکے اس بکری کو چھڑالیا اس وقت اس بھیڑیئے نے کہا کہ اس وقت کیا ہوگا (تو کیا کرے گا) جب بکریوں میں تو نہیں ہوگا بلکہ میں ہوں گا۔ اتنے میں ایک شخص ایک بار بردار بیل کے ساتھ ادھر سے گزرا بیل نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ میں سامان لادنے کے لئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا کیا خوب بیل بھی باتیں کرتا ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیان کی تصدیق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرینگے اگر چہ اس مجلس میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہیں تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کے ایمان کامل کے اعتماد پر یہ فرما دیا (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین کامل تھا کہ یہ دونوں حضرات آپ کے ارشاد کی ضرور تصدیق کریں گے خواہ بظاہر وہ کیسا ہی مستعذر ہو)۔

ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ہر نبی کے دو آسمانی اور دو زمینی وزیر ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمینی وزیر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بعض اصحاب السنن محدثین نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں اور اس کے بعد باقی حضرات عشرہ مبشرہ کا ذکر فرمایا (ان کو بھی جنتی ارشاد کیا) ترمذی نے اس حدیث کو ابی سعد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' بڑے رتبے والے لوگ اس طرح دکھائی دیتے ہیں جیسے افق آسمان پر ستارے زمین سے (جگمگاتے) نظر آتے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں بلند مرتبے والوں میں ہیں۔

ترمذی حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی مجلس میں تشریف لے جاتے اور وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود ہوتے تو پوری مجلس میں کوئی شخص (و فور ادب کے باعث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر نظر جماکر نہیں دیکھ سکتا تھا سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ حضرات روئے مبارک کا مشاہدہ کرتے اور تبسم فرماتے حضور بھی ان کی طرف دیکھتے اور تبسم فرماتے۔

ترمذیؒ اور حاکم نے ابن عمرؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اس وقت حضور نے دونوں اصحاب کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ہم قیامت میں اسی طرح اٹھیں گے۔ (طبرانی نے اپنی تالیف اوسط میں اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے)۔ ترمذیؒ اور حاکمؒ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے میں اٹھوں گا اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھیں گے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور یوں بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں میرے کان اور آنکھ ہیں۔ بزار و حاکم نے ابو اروی الدوسی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو میرا مددگار بنایا (یہی حدیث مراء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ابو یعلی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تو میں نے کہا اے جبرئیل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل مجھ سے بیان کیجئے انھوں نے کہا کہ میں اگر عمر نوح تک عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب کے فضائل بیان کروں تب بھی پورے نہیں ہوسکتے حالانکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ابوبکر کے مناقب و فضائل کا ایک جزو ہیں۔

احمد، عبد الرحمن بن غنم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر تم دونوں کسی امر پر متفق الرائے ہو جاتے تو میں ہرگز تمھاری رائے سے اختلاف نہیں کرتا۔ طبرانی نے براء

بن عازب سے اور ابن سعد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں حضرات سے کسی نے پوچھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد (مسعود) میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا تو انھوں نے کہا کہ یہ خدمت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انجام دیتے تھے اور ان کے علاوہ ہم کو اور کسی کا علم نہیں ہے۔

ابو القاسم بن محمد روایت کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی، حضرت علی کرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ وجہہ، فتویٰ دیا کرتے تھے (لوگ ان چاروں حضرات کی طرف رجوع ہوتے تھے) طبرانی نے بروایت ابن مسعود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی امت میں کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں، میری امت کے خاص خاص لوگ (حضرت) ابوبکر (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " اللہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے کہ انھوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا ہے اور دار الہجرت یعنی مدینہ تک پہنچایا۔ علاوہ ازیں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کرایا۔ اسی طرح عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی رحم فرمائے کہ وہ حق کہنے میں کبھی نہیں چوکتے اگر چہ کتنی ہی کڑوی اور کڑی بات کہنا پڑے۔ خداوند کریم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی رحم فرمائے کہ وہ اتنے حیادار ہیں کہ فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرما۔ جہاں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں وہاں حق علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رکھ (ابن عساکر)

حضرت سہیل کہتے ہیں کہ جب سردارِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم حج الوداع سے واپس تشریف لائے تو منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا، لوگو! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کبھی رنج نہیں پہنچایا اس کو یاد رکھو، اے لوگو! میں ان سے راضی ہوں اور یاد رکھو کہ میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف اور مہاجرین الاولین سے بھی خوش ہوں۔

عبداللہ بن احمد، ابن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضی اللہ عنہما) کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک میں کیا قدر و منزلت تھی (بارگاہ نبوی میں ان کا کیا مرتبہ تھا) علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جتنا قیامت میں ان کا مرتبہ حضور کے ساتھ ہوگا (اتنا ہی مرتبہ تھا) ابن سعد بسطام بن مسلم سے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کو مخاطب فرماکر ارشاد کیا کہ "میرے بعد تم پر کوئی حکمران نہ ہوگا۔"

ابن عساکر حضرت انس بن مالک سے (مرفوعا") روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا ایمان اور ان سے بغض و عداوت رکھنا کفر ہے۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت اور ان دونوں کی معرفت سنت کی پیروی ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا" روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میری امت (حضرت) ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھے گی اور اور کلمہ لا الہ الا اللّٰہ سے نہیں پھرے گی۔

وہ احادیث جو صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور شان میں وارد ہوئی ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کے تمام دروازوں سے خوش آمدید کہا جائے گا:۔

بخاری اور مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا "جو شخص کسی چیز کا جوڑا خدا کی راہ میں خرچ کر دے گا وہ جنت کے دروازوں سے اس طرح پکارا جائے گا۔ "اے خدا کے بندے! اس دروازے سے داخل ہو یہ دروازہ اچھا ہے۔" اس طرح جو شخص نمازی ہے وہ نماز کے دروازے سے اور جو مجاہد ہے وہ اہل جہاد کے دروازے سے اور صاحب صدقہ' صدقہ کے دروازے سے' صائم روزے کے دروازے سے جس کا نام ریان ہے پکارا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا زہے نصیب اس شخص کا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے پھر عرض کیا یارسول اللہ کیا ایسا شخص بھی ہوگا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' مجھے امید ہے کہ اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم ہی ایسے لوگوں میں سے ہوگے!

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ کی سند تصدیق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' انسانوں میں سب سے زیادہ جس نے میرے ساتھ دوستی اور مال کے ساتھ تعاون کیا وہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست بناتا۔ وہ میرے دینی بھائی ہیں۔ اس حدیث کو مختلف راویوں سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' جندب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک' جابر بن عبد اللہ' انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقد اللیثی' ابو المعلی' حضرت عائشہ' ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اظہار معذرت:۔

بخاریؒ ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور سلام کے بعد عرض کیا کہ میرے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب کے مابین کچھ چشمک ہوگئی ہے میں نے اس پر ان سے اظہار افسوس کیا اور معذرت چاہی لیکن انھوں نے معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیا' اب آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں یہ سن کر حضور نے تین بار ارشاد فرمایا' اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے! (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چلے جانے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احساس ندامت ہوا پس وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ لیکن وہ تشریف نہیں رکھتے تھے لہٰذا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو دیکھتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (کارنگ) متغیر ہوگیا یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال پر شفقت آئی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنجیدہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان سے دوگنا قصور وار ہوں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تم میں مبعوث فرمایا تو تم نے مجھے جھٹلایا لیکن ابوبکر صدیق نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی' کیا آج تم میرے ایسے (مخلص) دوست کو چھوڑ رہے ہو! آپ نے یہ جملہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا' اس کے بعد پھر ایسی صورت کبھی واقع نہیں ہوئی۔

ابن عدی نے بھی اس مضمون کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے لیکن اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ "تم مجھے میرے دوست کے بارے میں دکھ مت پہنچاؤ۔ جس وقت اللہ تعالیٰ مجھے دین حق کے ساتھ تمھاری ہدایت کے لئے مبعوث فرما چکا تو تم نے میری تکذیب کی (مجھے جھٹلایا) لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری تصدیق کی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے صاحب سے موسوم نہ فرمایا ہوتا تو میں اپنا دوست بنا لیتا (ان کو خلیل کہتا) لیکن اب بھی وہ میرے دینی بھائی ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر ہمیشہ نور افشانی رہے

گی:۔

ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل ابن ابی طالب میں کچھ بدمزگی ہوگئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فہیم و ہوشمند تھے دوسرے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار بھی تھے لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کچھ نہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شکایت سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین میں کھڑے ہوئے اور فرمایا لوگو! تم میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو' تمہاری حیثیت کیا ہے اور ان کی حیثیت کیا ہے (تم کو اس کا کچھ اندازہ ہے)۔ بخدا تم سب لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دروازہ نورانی ہے۔ بخدا تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی۔ اسلام کے لئے تم نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مال خرچ کیا' تم نے مجھے بدنام کیا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری دلداری کی اور آرام پہنچایا۔

بخاریؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غرور و تکبر سے اپنا کپڑا زمین پر لٹکائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف قیامت میں نظر نہیں فرمائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب جو کوئی شخص بھی میرے کپڑے کو اس طرح لٹکا دیکھے تو میں اسے زبان دیتا ہوں کہ وہ اس کو پھاڑ ڈالے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسا ازروئے غرور و تکبر نہیں کرتے ہو۔ مسلم نے ابوہریرہ سے مروی لکھا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا (حضرت) ابوبکر نے جواب دیا میں نے' آپ نے فرمایا کہ آج جنازہ میں شرکت کس نے کی (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے' حضور نے فرمایا آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا۔ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے' آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج مریض کی عیادت کس نے کی (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے! یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا' جس شخص میں اتنی خوبیاں جمع ہو جائیں وہ ضرور جنتی ہے۔ اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی روایتوں سے بھی بیان کیا ہے' ان کی روایت میں وہ جنتی ہے یا وہ جنت میں داخل ہوگیا کی بجائے یہ الفاظ ہیں۔ "جنت اس پر واجب ہوگئی۔"

بزارؒ نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر (فجر کی نماز پڑھ کر) صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ آج تم میں سے کون روزہ دار ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میرا آج روزہ نہیں ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ! میں نے رات روزے کی نیت کی تھی اور میں آج روزہ سے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی مریض کی عیادت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں تو آج گھر سے کہیں نہیں نکلا ہوں۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا تھا کہ عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف بیمار ہیں چنانچہ میں مسجد میں آتے ہوئے ان کی عیادت کر آیا ہوں' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ابھی تو ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور ابھی تک کہیں نہیں گئے (پس کھانا کس طرح کھلاتے) حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح جب میں مسجد کو آرہا تھا تو عبد الرحمٰن کے ہاتھ میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اتنے میں ایک فقیر نے سوال کیا۔ میں نے وہ ٹکڑا لیکر اس سائل کو دے دیا' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کو جنت کی بشارت ہو! پھر کچھ ایسے کلمات بھی فرمائے جن کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شادو مسرور ہوئے' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقرار کیا کہ ہر نیک کام میں ابوبکر ہی سبقت لے جاتے ہیں۔

ابو یعلی ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد دعا میں مشغول تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ساتھ میں (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (حضرت) عمر رضی اللہ عنہما تھے' آپ نے فرمایا کہ جو مانگو گے وہ دیا جائے گا پھر فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ قرآن پاک کو ترتیل اور عمدگی کے ساتھ پڑھے تو اس کو چاہیے کہ وہ ام عبید کے فرزند (ابن مسعود) کی قرات کرے اس کے بعد میں اپنے گھر چلا آیا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور مجھے مبارک باد دی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس جاتے ہوئے پایا تو انھوں نے اقرار کیا کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر خیر میں آپ ہی سبقت لے جاتے ہیں۔ ربیعہ اسلمی روایت کرتے ہیں کہ مجھ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انھوں نے مجھے کریہہ الفاظ کہہ ڈالے لیکن پھر وہ ان الفاظ پر نادم ہوئے اور مجھ سے کہا کہ اے ربیعہ تم بھی ویسے ہی نامناسب الفاظ مجھے کہہ لو تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔

انھوں نے کہا کہ نہیں نہیں وہ الفاظ کہنا پڑیں گے اور اگر تم نہیں کہو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ناگواری کا اظہار فرمائیں گے۔ میں نے کہا کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ یہ (انکار) سن کر حضرت ابوبکر واپس تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد بنی اسلم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ناراض کیوں ہوں گے اس لئے کہ انھوں نے ہی ایسے الفاظ کہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم کیا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان سے واقف نہیں ہو یہی ثا نی ا ثنین ہیں (آیت ثانی اثنین انہی کے سلسلہ میں نازل ہوئی) وہ مسلمانوں میں بزرگ اور بڑے ہیں۔ تم اپنی فکر کرو کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ تم میری حمایت کر رہے ہو اس سے ان کو ضرور ناگواری ہوگی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصے میں دیکھیں گے تو حضور بھی غصہ فرمائیں گے اور ان دونوں کے غصہ سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوگا اور اس طرح ربیعہ ہلاک ہو جائے گا بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوگئے اور میں بھی ان کے ساتھ ہی ساتھ چل پڑا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ماجرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے ربیعہ! تمہارے اور ابوبکر کے درمیان کیا قضیہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! صورتحال یہ ہے کہ انھوں نے مجھے ایسے ایسے الفاظ کہے جو مجھے ناگوار گزرے اور پھر انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم بھی ان ہی جیسے الفاظ مجھ سے کہہ لو تاکہ بدلہ اتر جائے لیکن میں نے انکار کر دیا، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کلمات تم ان کو نہ کہنا بلکہ یوں کہو کہ اے، ابوبکر اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

کوثر پر رفیق ہونے کی بشارت:۔

ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں میرے ساتھی و مونس تھے (اس حدیث کی اسناد حسن ہیں) بیہقی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جنت میں ایک پرندہ ہوگا جو بختی اونٹ کے برابر ہوگا' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا وہ چرنے والا جانور ہے' حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ پرندہ چرنے والا جانور ہے اور تم اس کا گوشت کھاؤ گے (حضرت انس سے بھی اسی طرح کی ایک حدیث مروی ہے)۔

ابویعلی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج میں آسمانوں پر گیا تو آسمانوں پر جا بجا اپنا نام اور اپنے نام کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لکھا ہوا دیکھا (اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسناد کے ساتھ بھی آئی ہے)۔

ابن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ابونعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یا ایتھا النفس المطمئنۃ (ا) کی تلاوت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا خوب الفاظ ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موت کے وقت فرشتے تم سے یہی کہیں گے (اسی طرح خطاب کریں گے)۔ ابن ابی حاتم' عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم ( ) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ مجھے حکم دیتے کہ میں خود کو ہلاک کرلوں تو میں خود کو ضرور ہلاک کر ڈالتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا۔

ابو القاسم بغوی بروایت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض اصحاب ایک تالاب پر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ ہر شخص شناوری کرتا ہوا اپنے دوست تک جائے تمام اصحاب تیرتے ہوئے ایک دوسرے کے پاس گئے۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شناوری فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کی گردن میں ہاتھ ڈال کر فرمایا (گلے لگا کر فرمایا) اگر میں اپنی زندگی بھر کے لئے کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست بناتا لیکن یہ میرے صاحب و ساتھی ہیں۔ (مرسل و غریب)

ابن عساکر نے سلیمان بن یسار کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پسندیدہ خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں جب اللہ تعالیٰ بندے کے لئے ارادہ خیر فرماتا

ہے تو اس میں ان میں سے کوئی خصلت پیدا فرما دیتا ہے جس کی بدولت اس کو جنت مل جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی موجود ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں وہ تمام (پسندیدہ) خصال موجود ہیں۔ ابن عساکرؒ نے اس حدیث کو دوسرے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان میں سے میرے اندر بھی کوئی موجود ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو مبارک ہو تم میں وہ تمام خصلتیں موجود ہیں۔

ابن عساکر نے یعقوب انصاریؒ کے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس (مبارک) میں لوگ ہجوم اور زیادتی کے باعث ایک دوسرے سے اس قدر قریب ہوکر بیٹھتے تھے کہ ایک جال کی طرح بن جاتے تھے اور (دور سے) فصیل شہر کی طرح نظر آتے تھے (ایک دوسرے کے اتصال میں خلا نہیں ہوتا تھا) سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ کے کہ وہ کشادہ ہوتی تھی او، کوئی شخص وہاں جاکر بیٹھنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا جب حضرت ابوبکر تشریف لاتے تو اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے مبارک آپ کی طرف کرکے گفتگو شروع فرماتے اور تمام حاضرین ان ارشادات کو سنتے!

ابن عساکرؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت پر واجب ہے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شکر ادا کرے اور ان سے محبت کرتی رہے۔ سہل بن سعدؒ نے بھی اس طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن عساکرؒ نے مرفوعاً" بیان کیا ہے کہ تمام لوگوں سے محاسبہ کیا جائے گا سوائے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے۔

حواشی

۱۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی برضا ہوکر لوٹ جا

۲۔ اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ وہ اپنے نفوس کو ہلاک کر ڈالیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں صحابہ کرام اور سلف صالحین رح کے ارشادات

ارشادات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین):۔

جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار (سید) ہیں (بخاری)۔ امام بیہقی نے اپنی تالیف شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اہالیان روئے زمین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا اگر وزن کیا جائے تو (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔ ابن ابی خثیمہ اور عبد اللہ بن احمد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر (نیک) کام میں سبقت لے جاتے تھے۔ (زوائد الزھد) ابن مسدد نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش میں حضرت ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ آپ کا یہ قول بھی ابن عساکر اور اور ابن ابی الدنیا نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ جیسی جنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے ویسی ہی جنت مجھے مل جائے' آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بدن کی خوشبو مشک سے بھی اچھی ہے۔ (ابو نعیم) ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا وہ صرف ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے تھے ان کی یہ حالت دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ کوئی صحیفہ والا اللہ کو اتنا محبوب نہیں جتنا یہ ایک کپڑا پہننے والا اس کو محبوب ہے۔

ابن عساکرؒ نے عبد الرحمن رضی اللہ عنہ ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے مجھ سے (کئی بار) کہا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے کار خیر میں سبقت لیجاتے ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ

میں نے جس کام میں بھی سبقت کا ارادہ کیا اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سبقت لے گئے۔ طبرانی نے اوسط ہی میں یہ دوسری روایت جحیفہ (ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بہتر ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغض کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔

طبرانیؒ نے کبیر (معجم الکبیر) میں ابی عمروؒ کا یہ قول لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریش میں یہ تین افراد یعنی حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت عثمان ابن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ایسے ہیں جو صورت، اخلاق حسنہ میں بے عدیل و بے نظیر اور دل کے سخت مضبوط ہیں، نہ انھوں نے لوگوں سے کبھی جھوٹا کلام کیا (جھوٹ بولا) اور نہ لوگوں نے ان کو جھوٹا کہا۔

ابن سعد نے ابراہیم نخعیؒ کی زبانی لکھا ہے کہ لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ان کی رحمدلی، مہربانی، اور حلم کے باعث "اواہ" مشہور ہو گیا تھا۔ ابن عساکرؒ نے ربیع بن انسؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کتاب اول میں مرقوم ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال قطرہ باراں سے دی گئی ہے کہ جہاں گرتا ہے نفع دیتا ہے۔ ابن عساکر ربیع ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے انبیائے سابقین کے اصحاب پر نظر ڈالی ہم کو کوئی ایسا نبی نظر نہیں آیا جس کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا دوست ملا ہو۔ زہری سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شک نہیں کیا۔

زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ میں نے بعض صاحبان علم و فضل سے سنا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تھے۔ ابن حصینؒ کہتے ہیں کہ انبیائے مرسلین کے بعد ذریت آدم (علیہ السلام) میں کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل پیدا نہیں ہوا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد کے دفاع میں آپ نے ایک نبی جیسا کردار ادا کیا ہے۔

اسلاف کرامؒ کے اقوال:۔

دینوریؒ نے اپنی المجالستہ میں لکھا ہے اور ابن عساکرؒ نے شعبی سے روایت کی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو ایسی چار خصلتوں سے مختص فرمایا جن سے کسی کو مخصوص نہیں کیا۔ اول یہ کہ آپ کا نام صدیق رکھا اور کسی دوسرے کا نام صدیق نہیں! دوسرے آپ رسول اللہ کے غار میں ساتھی ہیں۔ تیسرے ہجرت میں آپ کے رفیق تھے۔ چوتھی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ آپ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں اور دوسرے مسلمان آپ کے مقتدی بنے۔

ابن داؤدؒ نے کتاب المصاحف میں ابو جعفر کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر چہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نہیں دیکھتے تھے لیکن ان کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپس کی گفتگو سنا کرتے تھے۔ حاکمؒ نے ابن مسیب کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر خاص تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے تمام امور میں مشورہ فرمایا کرتے تھے، وہ اسلام میں ثانی، غار میں ثانی، یوم بدر میں سائبان میں ثانی اور مدفن میں بھی حضور کے ساتھ ثانی ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر کسی کو فضیلت نہیں دی۔

حواشی

۱۔ یعنی ابوبکر اسلام لانے والوں میں دوسرے شخص ہیں اس طرح آپ غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، یوم بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو سائبان بنایا گیا تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود تھے اور آپ کو یہ شرف ہے کہ وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کی خلافت پر

احادیث و آیات و آثار

آپ کی خلافت کے سلسلہ میں احادیث:۔

ترمذیؒ اور حاکمؒ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد تم ابوبکر، عمر (رضی اللہ عنہما) کی پیروی کرنا' طبرانی نے بروایت ابوالدردا اور حاکمؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور القاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اور ابوبکر بہت تھوڑی مدت خلافت پر فائز رہیں گے (یہ حدیث چند طریق پر وارد ہوئی ہے اس پر شروع میں بحث کر چکا ہوں) کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ وصال سے قریب خطبہ دیا تھا تو اس میں فرمایا تھا کہ بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے (تاختم حدیث) اور آخر میں فرمایا تھا کہ کوئی دروازہ باقی نہیں رہے گا۔ سوائے باب ابوبکر کے (باقی سب بند ہو جائیں گے) ایک روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں کہ کوئی دریچہ سوائے ابوبکر کے دریچہ کے بند ہونے سے نہیں بچے گا۔ اس حدیث پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اشارہ ہے کہ آپ دریچے ہی سے مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے مسجد کے تمام دروازے بند کردو۔" (ابن عدی)۔ ترمذیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو حدیث بیان کی ہے اور ابن عباس سے جو حدیث زوائد المسند میں اور طبرانی نے معاویہ رضی اللہ عنہ ابن سفیان سے اور البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔
بخاریؒ اور مسلمؒ نے جبیر بن معطم سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔ "بارگاہ نبوی میں ایک خاتون آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا پھر آنا' ان خاتون نے

کہا کہ اگر میں پھر آئی اور آپ کو نہیں پایا (اگر آپ رحلت فرما گئے تب) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنا۔(۱) حاکم نے صحت ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا ہے کہ مجھے بنی مصطلق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم اپنے صدقات کس کے پاس بھیجیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس (بھیجنا)۔ ابن عساکرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک خاتون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں جو آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتی تھیں، آپ نے ان سے فرمایا کہ پھر آنا، انھوں نے کہا کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں اور حضور کا وصال ہو چکا ہو، تب آپ نے فرمایا کہ اگر تم آؤ اور مجھ کو نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنا۔ کہ میرے بعد وہی خلیفہ ہوں گے۔ مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اپنی علالت کے دوران فرمایا کہ تم اپنے والد اور بھائی کو بلا لو تاکہ میں کچھ انھیں لکھ کر دے دوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد کوئی خواستگار خلافت کھڑا ہو جائے، پھر فرمایا کہ رہنے دو (مت بلاؤ) کیونکہ ابوبکر کو خلیفہ بنانے کا ہم کو حق ہے اور اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کو خلیفہ نہیں مانیں گے ۔ احمد اور دوسرے محدثین نے اسی حدیث کو ان الفاظ میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں ارشاد فرمایا کہ عبد الرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لو تاکہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک وصیت (دستاویز) لکھ دوں تاکہ میرے بعد ان سے کوئی اختلاف نہ کرے پھر فرمایا اچھا رہنے دو خدا نہ کرے کہ ابوبکر کے معاملہ میں مومنین اختلاف کریں۔

مسلمؒ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے آپ نے فرمایا کہ (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ ان سے پھر سوال کیا کہ ان کے بعد آپ نے فرمایا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے پھر دریافت کیا کہ ان کے بعد تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الجراح کو۔

بخاریؒ اور مسلمؒ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ لوگو! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

پاس جاؤ تاکہ وہ تم لوگوں کو نماز پڑھائیں (امامت کریں) یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے والد بہت رقیق القلب ہیں جس وقت وہ مصلے پر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے پھر وہی کہا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پھر فرمایا کہ جاؤ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور فرمایا یہ عورتیں تو حضرت یوسف (علیہ السلام) کے زمانے کی عورتیں ہیں' اس کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (ان کو بلایا گیا) اور انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات (طیبہ) ہی میں نماز پڑھائی۔ (یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ' ابن عمر رضی اللہ عنہ' عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زمعہ' ابن سعیدؓ اور علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کو الگ الگ روایت کیا ہے)۔ بعض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے اصرار کر رہی تھی (کہ وہ نماز پڑھانے کا حکم والد کو نہ دیں) کہ میرے دل میں یہ خطرہ گزر رہا تھا کہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے شخص سے محبت نہیں کریں گے جو آپ کا قائم مقام ہوگا اور جب کوئی آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو لوگ اس بات کو نیک خیال نہیں کریں گے (اس سے فال بدلیں گے) اس لئے میں اصرار کر رہی تھی کہ بجائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور شخص کو اس بات پر مقرر کر دیں۔

ابن زمعہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کا حکم دیا (کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو' وہ نماز پڑھائیں) تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ وہ نماز پڑھائیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! نہیں!! نہیں!!! ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا لوگوں کو اور کوئی نماز نہیں پڑھائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ کہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک ناگواری کے ساتھ اٹھا کر فرمایا' ابن ابو قحافہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ اس حدیث کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الصحابہ (علی الاعلان) ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت میں سب سے اولیٰ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی سلسلہ میں ائمہ سلف رحمہم اللہ کے ارشادات:۔

امام اشعری کہتے ہیں. یہ بات بالکل واضح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جب کہ تمام مہاجرین و انصار موجود تھے، نیز یہ بھی فرمایا کہ قوم کی امامت وہی شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو، پس یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کہ تمام مہاجرین و انصار میں سب سے زیادہ علم قرآن آپ ہی رکھتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بجائے خود اس سے استدلال کیا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی مستحق خلافت ہیں اور ان حضرات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں جن کا قول میں بیعت خلافت کے بیان میں پیش کروں گا۔ ابن عساکرؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں بھی بہ ثبات ہوش و حواس وہاں موجود تھا۔ پس ہم اپنے دنیاوی معاملات میں بھی ان کی قیادت پر راضی ہوگئے۔ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے بارے میں ان کی امامت پر رضا مندی کا اظہار فرمایا تھا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کی صلاحیت و اہلیت میں معروف و مشہور تھے۔

احمدؒ اور ابو داؤد (وغیرہ) نے سہل ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بنی عمرو اور بنی عوف میں جھگڑا ہوگیا اس کی اطلاع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ اطلاع ملنے پر آپ ظہر کے بعد وہاں تشریف لے گئے تاکہ ان میں صلح صفائی کرا دیں اور (حضرت) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر نماز کے وقت تک میں واپس نہ آسکوں تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں چنانچہ نماز عصر کا وقت ہوگیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور حسب ارشاد نبوی حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی۔

ابوبکر شافعیؒ نے اپنی تالیف الغیلانیات میں اور ابن عساکرؒ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے اپنی علالت کے زمانے میں (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا نہیں میں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا (یعنی بحکم الٰہی ان کو امام بنایا گیا تھا) دار قطنی نے افراد میں اور خطیب وابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین بار تمھارے بارے میں سوال کیا کہ تم کو امام بناؤں مگر وہاں سے انکار ہوا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو امامت کا حکم ہوا۔

ابن سعد نے (حضرت) حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بہت سے لوگوں کی گندگی پر سے گزر رہا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے ایک راستہ مقرر کرو گے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے اپنے سینے پر دو نشان بھی دیکھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دو سال ہیں (جو تمھاری مدت خلافت ہوگی)۔

ابن عساکر نے ابی بکرہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک دن (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا میں نے دیکھا کچھ لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے جو ان کے پیچھے بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا مخاطب ہوکر کہا کہ کیا تم نے قدیم کتب (سماوی) میں رسول اللہ کے خلیفہ کے بارے کچھ پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمام انبیائے سابقین کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ان کا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دوست) ہوگا۔

ابن عساکرؒ نے محمد بن زبیرؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مجھے عمر بن عبد العزیزؒ نے امام حسن بصری کے پاس کچھ باتیں دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو میں نے عرض کیا کہ لوگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہوگیا (لوگ مختلف الاراء ہیں)۔ آپ اس سلسلہ میں شافی جواب دیجئے اور بتایئے کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خلیفہ بنایا تھا (نامزد فرمایا تھا) یہ سن کر حضرت حسن بصریؒ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا کیا ان کو بھی اس میں شک ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے، اسی نے ان کو خلیفہ بنایا تھا، اور اللہ ان کو خلیفہ کیوں نہ بناتا

کہ وہی سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ متقی اور خدا ترس تھے، لوگ انھیں اگر خلیفہ نہ بھی بناتے تو وہ مرتے دم تک اسی طرح زندگی بسر فرماتے۔

ابن عدی نے ابی اکبہ بن عباس کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے ہارون الرشید نے کہا کہ لوگوں نے ابوبکر صدیق کو کس طرح خلیفہ منتخب کیا؟ (اس کی وضاحت کیجئے) میں نے کہ اے امیر المومنین! ان کی خلافت پر اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا (اس کے رد میں کوئی حکم نہیں آیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت رہے اور تمام لوگ بھی خاموش رہے، یہ سن کر ہارون الرشید نے کہا کہ تفصیل سے بیان کیجئے تاکہ میرا خلجان جاتا رہے۔ میں نے کہا کہ اے امیر المومنین! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا زمانہ آٹھ دن ہے پس اس زمانہ علالت میں (حضرت) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ لوگوں کو نماز کون پڑھائے، آپ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ روز تک نماز پڑھاتے رہے، ان ایام میں وحی الٰہی برابر نازل ہوتی رہی (اگر یہ امر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتا تو اس سلسلہ میں ضرور کوئی وحی نازل ہوتی) چنانچہ خدا وند تعالیٰ کے سکوت کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا اور حضور کے سکوت کے باعث تمام لوگ خاموش رہے، ہارون الرشید کو یہ وضاحت پسند آئی اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اجر عطا فرمائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر آیات قرآنی:۔

علمائے کرام کی ایک جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا استدلال اس آیت سے کیا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ○

(ترجمہ اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پس قریب ہے کہ اللہ ایک ایسی قوم کو (تم پر) لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے)۔

علمائے کرام نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ قوم سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

ان کے اصحاب ہی تھے کہ جب کچھ عرب مرتد ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب ہی نے ان پر جہاد کیا اور پھر ان کو مسلمان بنایا۔ یونس بن بکیر نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو بہت سے عرب مرتد ہوگئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے قتال کیا' اس زمانے میں ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ فسوف یاتی اللہ....تا یحبونہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابن ابی حاتم نے جویرؒ کی زبانی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں قل للمخلفین ( ) من الا عراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید مخلفین سے مراد بنو حلیفہ ہیں۔ ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ آیت مندرجہ بالا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر حجت اور واضح دلیل ہے کیونکہ آپ ہی نے مرتدین کے قتال کی طرف دعوت دی ہے۔

شیخ ابو الحسن اشعریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عباس بن شریح سے سنا ہے کہ آپ کہتے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہے کیونکہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ان لوگوں سے جنھوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مرتد ہوگئے تھے صرف ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ان سے قتال کی دعوت دی اور ان سے قتال کیا پس یہ آیت آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے اور لوگوں پر آپ کی اطاعت کو فرض کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ جو کوئی اس کو نہیں تسلیم کرے گا وہ درد ناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔ ابن کثیر اور بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر جنگ فارس و روم سے کی ہے اور اس کا پورے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پر انطباق ہوتا ہے کہ اول آپ ہی نے ان پر لشکر کشی کی تھی اس جنگ کا خاتمہ ضرور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھوں ہوا اور یہ دونوں حضرات بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے فرع تھے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد وعد اللہ الذین امنو امنکم وعملو الصلحت لیستخلفنھم فی الا رض ( ) (الایہ) کی تفسیر میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر پورے طور پر یہ آیت منطبق ہوتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبد الرحمٰنؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ کی خلافت اس آیت سے ثابت ہے۔

خطیبؒ نے ابوبکر بن عیاش کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے للفقراء المھاجرین---تا---اولیئک ھم الصادقون ○ اللہ تعالیٰ جن کو صادق فرمائے وہ کبھی کاذب نہیں ہو سکتے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جن کو قرآن نے صادقون فرمایا) ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا خلیفہ رسول کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ استدلال بہت قوی اور احسن ہے۔

آپ کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع:۔

بیہقی نے بحوالہ زعفرانی لکھا ہے کہ انھوں نے کہا میں نے امام شافعی سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع امت ہوا ہے اور وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر جب لوگوں کا اضطراب بہت بڑھ گیا اور وہ بہت پریشان ہوئے تو ان کو تمام روئے زمین پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر اور کوئی شخص نہیں معلوم ہوا پس سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (اپنے تمام امور آپ کے سپرد کر دیئے)۔ اسد السنہ نے فضائل میں معاویہ بن قرۃ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں کبھی شک نہیں کیا اور وہ آپ کو ہمیشہ خلیفتہ رسول اللہ ہی کہتے رہے علاوہ ازیں صحابہ کرام کا اجماع کبھی بھی خطا اور ضلال پر نہیں ہو سکتا تھا (وہ غلط اور غیر درست بات کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے تھے)۔

حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عام مسلمانوں نے جس چیز کو اچھا سمجھا وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس چیز کو عامتہ المسلمین نے برا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے اور چونکہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو احسن اور پسندیدہ سمجھا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی احسن ہے۔

حاکم نے مستدرک اور ذہبی نے اپنی صحیح میں مرۃ الطیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابو سفیان ابن حرب ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ انھوں نے قریش کے ایک معمولی آدمی سے بیعت کر لی (یعنی حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے)۔ اگر آپ چاہتے تو آپ کو بہت آسانی سے یہ خلافت حاصل ہو جاتی' تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے فرمایا اے ابو سفیان، تم اسلام اور مسلمانوں دونوں کے دشمن ہو، مجھے تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی کیونکہ وہ ہر طرح اس کے اہل ہیں۔

حواشی

۱۔ اس حدیث سے بھی حضرت ابو بکر کی خلافت کا اول ہونا ثابت ہے۔

۲۔ تم میں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک اعمال کئے ہیں اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو ضرور ارض پر خلیفہ بنائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی بیعت خلافت

تفصیل واقعہ بیعت حضرت ابوبکر صدیق:-

امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب سے روایت کی ہے کہ اپنے عہد خلافت میں حج سے واپسی پر آپ نے لوگوں سے خطاب کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے تم میں سے فلاں شخص کہتا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرنے کے بعد میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا۔ خبردار کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت چند آدمیوں نے اولاً بغیر سوچے سمجھے کرلی تھی اور ان سے بیعت اولاً اسی طرح ہوئی تھی مگر اس میں شک نہیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خلافت کے سلسلہ میں (ہونے والے) فتنہ و فساد سے بچا لیا تھا لیکن آج تم میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی آدمی موجود نہیں کہ لوگ اس کو اپنا حاکم بنالیں۔
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم میں سب سے بہتر تھے' اصل واقعہ یوں ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہم خیال لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے ادھر سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار اکٹھے ہوئے' مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے یہ دیکھ کر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میرے ساتھ ہمارے انصار بھائیوں کے پاس تشریف لے چلئے' پس ہم ادھر روانہ ہوگئے راستے میں ہم کو دو صالح افراد ملے اور قوم کو جو مسئلہ درپیش تھا اس پر گفتگو ہونے لگی پھر انھوں نے ہم سے کہا کہ اے مہاجرین کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں کے پاس جارہے ہیں' انھوں نے کہا کہ آپ لوگ ان کے پاس نہ جائیں اور آپ اپنا معاملہ خود نپٹالیں (خود ہی طے کرلیں) مہاجرین ہی میں اس مسئلہ خلافت کو طے کرلیں) یہ سن کر میں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ یہ کہہ کر ہم روانہ ہوئے جب ہم وہاں (سقیفہ بنو ساعدہ) پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں

سب لوگ جمع ہیں اور ان کے درمیان ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھا ہے' میں نے کہا یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں میں نے کہا کہ ان کو کیا ہو گیا کہ اس طرح بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ درد میں مبتلا ہیں پس ہم بھی اس مجمع میں جا کر بیٹھ گئے' اب ان میں سے ایک مقرر اٹھا اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا کہ ہم انصار اللہ ہیں اور ہم اسلام کا لشکر ہیں' اور اے گروہ مہاجرین (تم) چند نفوس ہو' اس کے باوجود تمہارا ارادہ ہے کہ تم ہماری جڑیں کاٹ دو اور ہمیں نکال باہر کرو اور خلافت سے ہمارا کچھ واسطہ ہی نہ رکھو' جب وہ تقریر کر کے خاموش ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ میں کچھ تقریر کروں' تقریر کا مضمون میرے ذہن میں تھا چنانچہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تقریر کرنے کی اجازت چاہی کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ نرمی سے گفتگو کرنے والے اور ہم میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ صاحب وقار تھے' لیکن انھوں نے مجھے تقریر کرنے سے روک دیا اور میں انکی ناراضگی اور وقار علمی کے باعث تقریر کرنے پر مصر نہیں ہوا۔ خدا کی قسم میں نے جو کچھ اپنے ذہن میں تقریر کے اہم نکتے سوچے تھے وہ تمام کے تمام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ طور پر کہہ دیئے بلکہ اس سے بڑھ کر تقریر کی' انھوں نے فرمایا "خدا کی حمد و ثنا اور نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد! اے انصاریو! تم نے جو کچھ اپنے فضل و خیر کے بارے میں کہا ہے تم واقعی اس کے اہل ہو' میں تمام عربوں کی بہ نسبت اس بات کو زیادہ جانتا ہوں اور اس بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ قریش نسب میں اوسط العرب اور سکونت کے لحاظ سے بھی وسط عرب کے باشندے ہیں لہذا خلافت خاص قریش ہی کا حق ہو سکتا ہے' پھر میرا اور ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ نے فرمایا کہ تم ان میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو میں تم سے خوش ہوں! (مجھے یہ بات پسند ہوگی کہ ان میں سے کسی سے بیعت کر لو۔) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تقریر میں جو کچھ فرمایا میں اس سے بالکل متفق تھا لیکن جب آپ نے بیعت خلافت کے لئے میرا نام پیش کیا تو مجھے ناگوار گزرا' خدا کی قسم میری گردن اگر مار دی جاتی تو مجھے اتنا ناگوار نہ معلوم ہوتا بہ نسبت اس کے کہ میں اس قوم پر حکمرانی کروں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے شخص موجود ہوں۔ اتنے میں ایک انصاری نے کہا کہ ہم وہ ہیں کہ قریش (ہماری بہادری و ...ات کے باعث) ہم پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم سے نفع اندوز ہوتے ہیں (یعنی ہم بھی قریش سے کم نہیں ہیں) پس بہتر یہ ہے کہ اے قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک قریش ...! اس پر شور و غوغا ہوا اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے چنانچہ میں نے ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی پھر میرے بعد تمام (موجود) مہاجرین نے بیعت خلافت کی اور مہاجرین کے بعد انصار نے! خدا کی قسم! اس وقت خلافت کے لئے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ موزوں اور بہتر کوئی شخص نہ تھا جس کی بیعت کی جاتی' علاوہ ازیں یہ خوف بھی دامن گیر تھا کہ بغیر بیعت کے یہ مجلس برخاست نہ ہو کہ اس نازک وقت پر مسلمانوں میں ایک امیرو حاکم کی شدید ضرورت تھی اگر ہماری عدم موجودگی میں (سقیفہ بنی ساعدہ میں) کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلی جاتی تو پھر ہم بھی اپنی مرضی کے خلاف اسی کے ہاتھ پر بیعت کرتے تاکہ کسی قسم کا فتنہ و فساد پیدا نہ ہو۔

دوسرے واقعات بروقت بیعت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

نسائی' ابویعلیؒ اور حاکمؒ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر انصار نے یہ تجویز پیش کی کہ اے قریش ایک امیر تم سے لیا جائے اور ایک ہم میں سے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب' نے ان کے پاس جاکر فرمایا اے معاشر الانصار! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا کہ "تم لوگوں کی امامت کرو"۔ اب تم میں ایسا کون ہے جو ان سے بڑھ جانے کا خیال اپنے دل میں لائے' یہ سنکر انصار نے کہا کہ پناہ بخدا! ہم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیشقدمی کا خیال بھی نہیں کرسکتے! (ہم ان سے بہتر کبھی نہیں ہوسکتے)۔

ابن سعد حاکم اور بیہقی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو لوگ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر جمع ہوئے ان لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق بھی تھے' سب سے پہلے ایک انصاری مقرر کھڑے ہوئے اور انھوں نے اس طرح خطاب کیا کہ اے مہاجرین! تم کو معلوم ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم میں کسی شخص کو کہیں کا عامل فرماتے تھے تو ہم میں سے بھی ایک شخص کو اس کے ساتھ کرتے تھے' پس اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ (اس خلافت میں بھی) ایک آدمی تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے ہو' دوسرے انصاری مقررین نے بھی اسی قسم کی تقریریں کیں۔ ان کی تقریروں کے بعد (حضرت) زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے

فرمایا لوگو! کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے لہٰذا اب ان کا خلیفہ (نائب) بھی مہاجرین ہی میں سے ہوگا۔ اور جس طرح ہم پہلے رسول اللہ کے انصار تھے اب اسی طرح خلیفہ رسول اللہ کے انصار اور مددگار رہیں گے یہ کہہ کر حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اب یہ تمہارے صاحب و والی ہیں یہ کہہ کر حضرت زید بن رضی اللہ عنہ ثابت نے آپ سے بیعت کی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد تمام مہاجرین نے پھر انصار نے آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور حاضرین پر ایک نظر ڈالی تو اس مجمع میں زبیر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تو آپ نے زبیر کو طلب فرمایا۔ جب (حضرت) زبیر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے زبیر رضی اللہ عنہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے اور ان کے حواری (صحابی) ہو اس پر تم مسلمانوں کی کمر توڑنا چاہتے ہو یہ سن کر انھوں نے کہا کہ اے خلیفہ رسول آپ کچھ فکر نہ کریں اور یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور آپ سے بیعت کرلی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجمع پر پھر نظر ڈالی اور وہاں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا تو فرمایا علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں ہیں ان کو بلا لاؤ۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ "اے ابن ابی طالب تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور ان کے داماد ہوکر اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہو" انھوں نے بھی زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح کہا کہ آپ فکر نہ کریں یا خلیفہ رسول اللہ اور یہ کہہ کر بیعت کرلی۔

بہ سلسلہ بیعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چند دوسری روایات:۔

ابن اسحاق سیرت میں لکھتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ بن مالک کہتے ہیں کہ جب بیعت سقیفہ ہو چکی تو دوسرے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے قبل اس کے کہ آپ تقریر کریں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے بعد حمد و صلوٰۃ کے فرمایا' لوگو! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب خاص اور یار غار کو تم پر حاکم بنا دیا ہے جو تم میں سب سے زیادہ بہتر اور اچھے ہیں اس لئے کھڑے ہو جاؤ اور بیعت عام کرلو! تمام لوگوں نے اس وقت آپ سے بیعت عام کی' یہ بیعت' بیعت سقیفہ کے بعد واقع ہوئی۔ اس بیعت عام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے

حمد و ثنا کے بعد فرمایا! مسلمانو! تم نے مجھے اپنا امیر بنایا ہے اگر چہ میں اس قابل نہیں تھا اب اگر میں بھلائی کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر مجھ سے برائی سرزد ہو تو مجھے ملامت کرنا۔ صدق امانت ہے اور کذب ایک خیانت ہے' تم میں سے جو ضعیف ہیں وہ میرے نزدیک اسوقت تک قوی ہیں جب تک میں ان کا حق نہ دلوادوں (انشاء اللہ) اور جو تم میں قوی ہیں وہ اس وقت تک ضعیف ہیں جب تک ان سے دوسروں کا حق نہ دلوادوں (انشاء اللہ) یاد رکھو جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا وہ خوار ہوگئی اور جس قوم میں بدکاری پھیل گئی اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا میں گرفتار کر دیا۔ مسلمانو! جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کروں تم میری اطاعت اور اتباع کرنا اور جب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کروں۔ (العیاذ باللہ) تو پھر میری اطاعت تم پر واجب نہیں رہے گی! پس! اب چلو نماز پڑھو! خداوند تعالیٰ تم پر رحم فرمائے!

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں لکھا ہے اور حاکم نے عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس دن یہ خطبہ ارشاد فرمایا:۔

"واللہ مجھے دن رات میں کبھی امارت کا شوق نہیں ہوا اور نہ میں نے کبھی اس کی حرص کی نہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے ظاہر و باطن میں دعا مانگی (کہ مجھے خلافت مل جائے) اصل یہ ہے کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے' میرے لئے خلافت میں کوئی راحت و سکون نہیں ہے' میرے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ رکھ دیا گیا ہے انشاء اللہ بتائید ایزدی اس امر دشوار کو انجام تک پہنچانے کی کوشش کروں گا' مجھے اللہ کی طاقت اور قوت پر پورا پورا بھروسہ ہے"۔

یہ تقریر سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں بڑی ندامت ہے کہ ہم مشورہ خلافت میں آپ کے ساتھ نہیں تھے حالانکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تمام لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں۔ ہمیں آپ کے شرف و بزرگی کا علم ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں آپ کو امامت کا حکم فرمایا تھا۔

ابراہیم تمیمی کی روایت:۔

ابن سعد(ا) نے ابراہیم تیمی سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کا خطاب دیا ہے لائیے اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ سے بیعت خلافت کرتا ہوں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ میں تو تم کو بڑا فطین اور ہوشمند سمجھتا تھا آج تم اس قدر ست رائے کیوں ہوگئے ہو کہ مجھ سے بیعت کرتے ہو حالانکہ تم میں صدیق رضی اللہ عنہ ثانی اثنین جیسی عظیم ہستی موجود ہے۔

ابن سعد نے بروایت محمد (ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تم سے بیعت کروں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ مجھ سے افضل ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن تم مجھ سے زیادہ قوی ہو' یہی بات دوبار دہرائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری یہ قوت بھی آپ ہی کے لئے ہے' آپ کے فضل و بزرگی کے ساتھ ساتھ! یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے بیعت کرلی۔

عبد الرحمٰن بن عوف کی روایت:۔

عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے دور تھے آپ کی وفات کی خبر سن کر آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور حاضر خدمت ہوکر روئے انور سے چادر مبارک ہٹائی اور روئے مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! جیسے آپ زندگی میں خوبرو تھے ویسے ہی آپ بعد وفات بھی خوبصورت ہیں رب کعبہ کی قسم' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا۔

عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انصار کے پاس تشریف لے گئے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر ایک تقریر فرمائی اثنائے تقریر میں آپ نے وہ تمام آیات و احادیث جو انصار کی

شان میں وارد ہوئی تھیں بیان فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ ایک وادی کی طرف جائیں اور انصار دوسری وادی کی طرف جائیں تو میں انصار کے ساتھ جاؤں گا اور اے سعد تم کو یاد ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلافت قریش کا حق ہے نیکوکار' نیکوں کی اور بدکار' گنہگاروں کی پیروی اور اطاعت کریں گے۔ یہ سن کر سعد نے جواب دیا کہ آپ بالکل سچ فرماتے ہیں کہ آپ لوگ (قریش) حاکم ہیں اور ہم لوگ (انصار) آپ کے وزراء ہیں۔

ابو سعید خدری کی روایت:۔

ابن عساکر ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کے بعد بعض لوگوں پر ناگواری کے اثرات دیکھے (انقباض دیکھا) پس آپ نے فرمایا اے لوگو! کون سی بات تم کو ناگوار گزری ہے' کیا میں خلافت کا زیادہ حق دار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا' اس جملے کو آپ نے تین بار دہرایا پھر آپ کے اپنے کچھ خصائل و فضائل بیان فرمائے۔

احمد نے رافع الطائی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیعت کا واقعہ' انصار و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سب نے میری بیعت کرلی اور میں نے خلافت کا بوجھ اس لئے سنبھال لیا کہ فتنہ و فساد پیدا ہوکر لوگوں کے مرتد ہونے کی وبا نہ پھیل جائے (لوگ مرتد نہ ہونے لگیں) ابن اسحاق وابن عابد نے کتاب مغازی میں رافع طائی کی زبانی لکھاہے کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو مجھے دو آدمیوں کا امیر بننے سے بھی منع فرمایا کرتے تھے پھر آپ نے اس امر خلافت کو کیسے قبول فرما لیا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے اس کو ضروری سمجھا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تفرقہ نہ پڑ جائے۔

قیسؒ ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک ماہ بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اپنی بیعت کا تمام و کمال و ماجرا مجھ سے بیان فرمایا' کچھ دیر بعد جمعہ کی اذان ہوگئی اور نمازی جمع ہوگئے اس وقت آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا حاضرین! اگر تم چاہو تو دوسرے کسی شخص کو اپنا

خلیفہ بنا سکتے ہو! مجھے یہ بات بخوشی منظور ہے۔ اس لئے کہ مجھ سے یہ بار نہیں اٹھایا جاتا' مجھے بھی شیطان کا کھٹکا ہے۔ شیطان سے تو بس وہی معصوم رہ سکتا ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہو۔

ابن سعد حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ امر خلافت میرے سپرد کیا گیا ہے اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہے' خدا کی قسم اگر تم میں سے کوئی شخص اس بار کو اپنے ذمہ لے لے تو بہتر ہوگا۔ اب جب کہ تم نے یہ ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے تو تم اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا رہوں' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی وہ سب سے اکرم اور معصوم تھے اور میں ایک معمولی انسان ہوں اور تم میں سے کسی سے بھی زیادہ میرے اندر خوبیاں نہیں ہیں' جب تک تم مجھے راہ راست پر دیکھو میری اطاعت کرنا جب ذرا سا بھی فرق پاؤ تو مجھے ملامت کرنا' یاد رکھو کہ شیطان میرے ساتھ بھی ہے' جب مجھے غصہ آئے تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ مجھے تم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں ہے۔

مالک بن عروہ کی روایت:۔

ابن سعد اور خطیب نے مالک بن عروہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے حمد و صلوٰۃ کے بعد اس طرح خطاب فرمایا۔

"اما بعد (بعد حمد و صلوٰۃ) لوگو! میں اگر چہ تمہارا امیر ہوگیا ہوں لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں' لیکن قرآن شریف نازل ہو چکا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی سنتوں پر چلنا سکھا دیا اور ہم اچھی طرح (احکام شریعت) جان بوجھ گئے! پس اے لوگو! سمجھ لو کہ دانشمند وہی ہے جو متقی ہے۔ اور سب سے زیادہ فاسق و فاجر وہ ہے جو سب سے زیادہ عاجز ہے۔ میرے نزدیک تم میں جو سب سے زیادہ کمزور ہے' وہ سب سے زیادہ قوی ہے جب تک میں اس کا حق قوی سے نہ دلوا دوں' اور میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ قوی' ضعیف ہے جب تک کہ میں اس سے لوگوں کا حق نہ لے لوں' لوگو! میں سنت کی پیروی کرنے والا ہوں' دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے والا نہیں ہوں پس میں نیکی کروں' تو مجھ سے تعاون کرنا اگر مجھ سے لغزش ہو جائے تو مجھے راہ راست پر لے آنا۔ بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔ اب میں اپنے اور

تمہارے سب کے لئے مغفرت چاہتا ہوں"

امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص ان شرائط مندرجہ بالا سے عاری ہو کر امام نہیں بن سکتا۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تو مدینہ شریف میں ایک عجیب شور و شغب برپا ہوگیا۔ ابو قحافہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیسا شورو شغب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی! یہ سن کر کہا کہ افسوس بہت بڑا سانحہ رونما ہوا ہے کیسے برداشت کیا جائے گا۔ پھر انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کے بعد کس کو انتظام (امر) سپرد ہوا ہے لوگوں نے کہا کہ آپ کے فرزند کو خلیفہ بنایا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کیا اس بات (ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت) پر بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ راضی ہوگئے ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا' جی ہاں! یہ سن کر آپ نے فرمایا جس کو اللہ بلندی پر پہنچاتا ہے اس کو کوئی گرانے والا نہیں ہے اور جس کو وہ گرا دے' اس کو کوئی بلندی پر نہیں پہنچا سکتا۔

یوم و تاریخ بیعت:۔

واقدیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ' سعید رضی اللہ عنہ بن المسیب (وغیرہم) کے طرق سے بیان کیا ہے کہ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی روز بیعت کی گئی جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ یعنی بروز دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نہیں بیٹھے:۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ تازیست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر اس جگہ نہیں بیٹھے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے' اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ پر جب تک زندہ رہے کبھی نہیں

ہیں۔

حواشی

۱۔ ابن سعد جن کی مشہور تصنیف طبقات ہے اور طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے۔

خلافت صدیقیؓ

کے اہم واقعات

مانعین زکوٰۃ و مرتدین سے جنگ:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو عرب کے بعض لوگ مرتد ہوگئے اور انھوں نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ پس میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا اے خلیفۂ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو تالیف قلوب کیجئے اور ان کے ساتھ رفق اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ یہ لوگ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مجھے تو تم سے بھرپور تعاون کی امید تھی اور تم مجھے ہی پست کئے دیتے ہو۔ تم عہد جاہلیت (قبل اسلام) میں تو بڑے جری اور بہادر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس قدر کمزور پڑگئے۔ بتاؤ میں کس طرح (کس ذریعہ سے) ان کی تالیف قلوب کروں؟ ان کے ساتھ باتیں بناؤں یا ان پر افسوں اور جادو کروں، افسوس صد افسوس، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور وحی کا سلسلہ بند ہوگیا! واللہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں زکوٰۃ نہ دینے والوں سے اس وقت تک جہاد کروں گا جب تک کہ وہ زکوٰۃ کی پوری رقم ادا نہ کردیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنے سے بھی زیادہ مستعد اور اجرائے احکام پر سخت پایا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ جب تم کو ان کا حاکم بنایا جائے گا تو اس وقت تم کو ان غمگساری کا حال معلوم ہوگا۔

ابو القاسم بغویؒ اور ابوبکر شافعیؒ اپنے فوائد میں اور ابن عساکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نفاق نے سر اٹھایا، عرب مرتد ہوگئے اور انصار نے بھی علیحدگی اختیار کرلی، اتنی مشکلیں جمع ہوگئیں کہ اگر اتنی مشکلات پہاڑ پر پڑتیں تو وہ بھی اس بار کو نہ اٹھا سکتا لیکن میرے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زبردست استقلال سے ہر ایک مشکل کا مقابلہ کیا اور ہر ایک کا حل نکالا۔ سب

سے پہلے مسئلہ تو یہ درپیش ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے۔ اس سلسلے میں سب خاموش تھے لیکن والد ماجدؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "ہر ایک نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اس کا انتقال ہوتا ہے"۔ دوسرا قضیہ حضور کی میراث کا پیدا ہوا اس سلسلہ میں بھی سب خاموش رہے (کوئی بھی اس مشکل کو حل نہ کر سکا) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس مسئلہ کو بھی والد محترم نے حل کیا اور آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے "ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہمارا ترکہ صدقہ ہے"۔

بعض علماء اس سلسلہ میں کہتے کہ سب سے پہلا اختلاف جو صحابہ کرامؓ کے مابین واقع ہوا وہ یہ تھا کہ بعض نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دفن کیا جائے کہ وہ شہر آپ کا مولد ہے (آپ کی وہاں ولادت شریف ہوئی) بعض کہتے تھے کہ آپ کو آپ کی مسجد ہی میں دفن کیا جائے، کچھ نے کہا کہ جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور بعض اصحاب نے کہا کہ بیت المقدس میں تدفین عمل میں لائی جائے جو مدفن انبیاء (علیہم السلام) ہے، یہاں تک کہ والد محترم ابوبکرؓ نے ان کو جو کچھ وہ جانتے تھے اس سے آگاہ کیا۔ (اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک ہی آپ کا مدفن بنا)۔

ابن زنجویہؒ کہتے ہیں کہ یہ شان حضرت ابوبکرؓ ہی کی تھی کہ اگر کسی مسئلہ پر آپ کی رائے تنہا ہوتی تھی تو تمام مہاجرین و انصارؓ آپ کے وفور علم کے باعث آپ ہی کی رائے کو تسلیم کرتے اور اپنی رائے سے رجوع کر لیتے تھے بیہقی اور ابن عساکرؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وحدہ لاشریک لہ کی قسم اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی بھی خدا کی عبادت نہ کرتا۔ اسی طرح اپنی قسم کو آپ نے تین بار دہرایا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ اے ابوہریرہؓ یہ آپ کس (دلیل کی) بنا پر کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ بن زیدؓ کو سات سو فوجیوں کا امیر لشکر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ ابھی حضرت اسامہؓ کا لشکر مقام ذی خشب ہی تک پہنچا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور یہ خبر سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہوگئے، صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اسامہ بنؓ زید کے لشکر کو واپس بلا لیجئے اور اس کو روم اور حوالی مدینہ کی طرف بھیج دیجئے جہاں عرب مرتد ہو رہے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں

ہے کہ اگر رسول اللہ کی (پاک) بیویوں کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں (کہ یہ عظیم ترین مصیبت ہوگی) جب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو میرے آقا نے روانہ فرمایا تھا اور نہ اس پرچم کو سرنگوں کروں گا جس کو آپ نے لہرایا تھا۔ پس آپ نے اسامہؓ بن زید کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت اسامہؓ جس مرتد قبیلے سے گزرتے وہ وحشت زدہ ہو جاتا تھا اور وہ لوگ کہتے کہ اگر مسلمانوں کے پاس قوت اور طاقت نہ ہوتی تو ایسے سنگین' وقت میں وہ ہم پر خروج نہیں کرتے' اسی طرح آگے بڑھتے بڑھتے اسامہؓ سلطنت روم کی حدود میں جاپہنچا اور طرفین میں مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کا لشکر فتحیاب ہوکر صحیح و سالم واپس آگیا اور اسلام کا بول بالا ہوا۔

لشکر اسامہؓ:۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانے ہی میں اسامہؓ کی سرکردگی میں لشکر کو روانگی کا حکم دیا تھا اور وہ مدینہ سے روانہ ہوکر جرف (مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں) تک پہنچ چکا تھا کہ میں نے عروہ کی بیوی فاطمہ بنت قیس کے ہاتھ اس کو پیغام بھیجا کہ تم آگے بڑھنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت علیل ہیں پس وہ ٹھہر گئے (آگے نہ بڑھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا' آپ کے وصال کے بعد اسامہؓ بن زیدؓ لوٹ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف جانے کا حکم دیا تھا لیکن اب حالات دگرگوں ہیں مجھے خوف ہے کہ عرب مرتد نہ ہو جائیں' اگر وہ مرتد ہوگئے تو سب سے پہلے ان سے نپٹنا ہوگا (مقاتلہ کرنا ہوگا) اگر وہ مرتد نہ ہوئے تو میں شام کی طرف چلا جاؤں اس لئے کہ میرے پاس بہت بہادر نوجوان سپاہی ہیں وہ مرتدین کے مقابلہ میں کام آئیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! میری جان پر خواہ کچھ ہی بن جائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادر فرما چکے ہیں کسی قسم کی ترمیم نہیں کروں گا اس کے بعد اسامہؓ کو (شام کی طرف) روانہ کر دیا۔

مانعین زکوٰۃ پر خروج:۔

ذہبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر جب چاروں طرف عام ہوئی تو عرب کے بہت سے قبیلے مرتد ہوگئے اور ادائیگی زکوٰۃ سے گریز کرنے لگے یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا' اس وقت حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے اصحاب نے مشورہ دیا کہ اس وقت ان سے جنگ کرنامناسب نہیں ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی یا ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ دیا کرتے تھے۔ اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے قتال کروں گا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگوں سے قتال کس طرح کریں گے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں۔ (ایمان نہ لے آئیں) اور جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا (ایمان قبول کرلیا) اس کا مال اور اس کی جان اور اس کا خون بہانا مجھ پر منع کر دیا گیا (اس کی جان' اس کا مال اور اس کا خون محفوظ ہوگیا) سوائے ادائے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے (وہی اس کا حساب لے گا)۔ حضرت عمرؓ نے کہا جب یہ حکم موجود ہے تو پھر ان سے کس طرح لڑ سکتے ہیں' اس کے جواب میں حضرت صدیقؓ نے فرمایا واللہ میں ان سے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق سمجھنے میں لڑوں گا۔ (کہ وہ کہتے ہیں' ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے)۔ کیونکہ زکوٰۃ بھی بیت المال کا حق ہے اور رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے کہ حق پر جنگ کی جائے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بخدا مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو اس جنگ کے لئے آگاہ کر دیا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی جنگ کے لئے مدینہ منورہ سے روانگی:۔

عروہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لے کر مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور جب علاقہ نجد کی سطح مرتفع پر پہنچے تو مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے اس موقع پر چند اصحابؓ نے عرض کیا کہ یا خلیفہ رسول اللہ اب مدینہ اور اہل و عیال

میں آپ کی مراجعت مناسب ہے البتہ یہاں کسی کو امیر عسکر مقرر فرما دیجئے اور اہل لشکران مرتدین کے واپس آنے تک یہاں سے نہ ہٹیں' آپ نے خالد بن ولید کو امیر لشکر مقرر فرما دیا اور ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ ادا کر دیں تو تم میں سے بھی جو واپس آنا چاہے وہ لوٹ آئے! یہ انتظام فرما کر حضرت ابوبکر صدیقؓ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

دار قطنی نے ابن عمرؓ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت ابوبکرؓ جہاد کے ارادے سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت علیؓ نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ کہاں کا ارادہ ہے؟ میں بھی آپ سے وہی کہنا چاہتا ہوں جو جنگ احد میں آپ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "تلوار نیام میں کر لیجئے!" اب آپ خود کو براہ کرم مصائب میں گرفتار نہ کریں اور مدینہ واپس لوٹ چلیں' خدانخواستہ اگر آپ کو گزند پہنچ گیا تو پھر خدا کی قسم اسلام بھی باقی نہیں رہے گا (ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا)۔

حنظلہ بن علی اللیثی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب خالد کو امیر لشکر مقرر کیا تو ان کو حکم دیا کہ جو شخص ان پانچ باتوں یا ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کرے تو اس سے جنگ کی جائے' اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار' دوم نماز پنجگانہ کی ادائیگی' سوم زکوٰۃ کی ادائیگی' چہارم رمضان کے روزے اور پنجم حج بیت اللہ کی روانگی چنانچہ خالد بن ولیدؓ اپنے لشکر کے ساتھ ماہ جمادی الاخرہ میں قبیلہ بنی اسد' قبیلہ غطفان سے نبرد آزما ہوئے اور بہت سے مرتدین کو قتل کیا' بہت سے گرفتار ہوئے اور باقی پھر اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس جہاد میں صحابہ کرام میں سے عکاشہ بن محصن' ثابتؓ بن اقرم۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات:۔

اسی سال رمضان کے مہینے میں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سیدۃ النسا) کا انتقال ہو گیا' انتقال کے وقت آپ کی عمر صرف ۲۴ سال تھی ذہبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب آپ ہی سے جاری ہوا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب کا اس سے قبل انتقال ہو چکا تھا۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ

ؓ کے انتقال سے ایک ماہ پہلے حضرت ام ایمن نے وفات پائی اور ماہ شوال میں عبداللہ بن ابوبکر صدیقؓ انتقال ہوا۔

مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) کا قتل:۔

حضرت خالد بن ولید اسی سال کے آخر میں اپنے لشکر کے ساتھ مسیلمہ کذاب کے قتل کے لئے یمامہ پہنچے دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ پھر چند روز کے لئے مسیلمہ کذاب کا لشکر قلعہ بند ہوگیا۔ آخر کار مسیلمہ کذاب، قاتل امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس جنگ میں صحابہ کرامؓ سے حضرت ابو حزیفہ بن عتبہ، حضرت سالم غلام ابو حذیفہ، حضرت شجاع بن وہب، حضرت زید بن خطاب، حضرت عبداللہ سہل، حضرت مالک بن عمرو، حضرت طفیل ابن عمرو دوسی، حضرت یزید بن قیس، حضرت عامر بن بکر، حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت سائب بن عثمان بن مظعون، حضرت عباد بن بشر، حضرت معن بن عدی، حضرت ثابت بن قیس بن شماس، حضرت ابود جانہ، حضرت سماک بن حربہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور دیگر کل ستر حضرات شریک تھے۔

قتل کے وقت مسیلمہ کذاب کی عمر ۱۵۰ سال تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی ولادت سے قبل پیدا ہوا تھا (ان سے بھی بڑا تھا)۔

فتنہ ارتداد کا انسداد:۔

۱۲ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاء بن الحضری کو بحرین کی طرف روانہ کیا کیونکہ وہاں ارتداد کے فتنے نے سر اٹھا لیا تھا جواثی کے مقام پر ان مرتدوں سے اسلام کے لشکر کا مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مظفر و منصور فرمایا، اسی سال حضرت صدیقؓ نے عکرمہؓ بن ابوجہل کو عمان کی طرف بھیجا وہاں بھی ارتداد پھیل گیا تھا۔ مہاجرین ابی امیہ کی جماعت کو آپ نے اہل بخیر کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اس فتنہ کی روک تھام کریں۔ حضرت زیاد بن عبید انصاری کی سرکردگی میں بھی ایک جماعت کو آپ نے مرتدوں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

اسی سال ۱۲ھ میں حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر ابو العاص بن ربیع کا انتقال ہوا اور صعب بن حبامتہ اللیثعی اور ابو مرثد غنوی (اصحاب رسول اللہ) نے بھی وفات پائی۔

مدائن و شام پر لشکر کشی:۔

مرتدین کی سرکوبی اور ان کے فتنے کے انسداد کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو بصرہ کی طرف روانہ فرمایا انھوں نے نبرد آزمائی کے بعد (مشہور شہر) ایلہ فتح کرلیا' پھر اسی سال کچھ عرصہ صلح اور پھر جنگ کے بعد عراق کے مشہور شہر مدائن کسریٰ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ اسی سال ۱۲ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حج بیت اللہ ادا فرمایا اور وہاں سے واپسی کے بعد حضرت عمرو بن العاص کو امیر لشکر بناکر شام کی طرف بھیجا۔ ملک شام میں پہلا معرکہ ۱۳ھ میں اجنا دین میں گرم ہوا یہاں بھی فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس فتح کی خوشخبری اس وقت پہنچی جب کہ آپ حالت نزع میں تھے۔ اجنا دین کی جنگ جمادی الاولیٰ ۱۳ ہجری میں ہوئی جنگ اخبادین میں عکرمہ بن ابوجہل' ہشام بن عاص اور دوسرے صحابہ کرام شامل تھے۔ اسی سال جنگ مرج الصفر بھی ہوئی اور اس جنگ میں بھی مشرکون نے شکست کھائی۔ جنگ مرج الصفر میں دوسرے حضرات کے علاوہ حضرت فضل بن عباسؓ بھی موجود تھے۔

حواشی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس موضوع پر اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے' علامہ موصوف نے اس تصنیف کا نام نہیں لکھا۔ (تاریخ الخلفا ۶۲)

جمع قرآن کا اہم کام

بخاری میں بروایت زید بنؓ ثابت بیان کیا گیا ہے کہ جنگ میلمہ کذاب کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے (زید بن ثابت) یاد فرمایا جس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا کہ (حضرت) عمرؓ مجھ سے کہتے ہیں کہ "جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے ہیں' مجھے خوف ہے کہ اگر اسی طرح مسلمان شہید ہوتے رہے تو حافظوں کے ساتھ ساتھ قرآن شریف بھی نہ اٹھ جائے (کہ وہ اب تک لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے) لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کو بھی جمع کرلیا جائے"۔

میں نے ان سے یعنی حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ بھلا میں اس کام کو کس طرح کر سکتا ہوں جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں) نہیں کیا' تو اس پر انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ واللہ یہ نیک کام ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس وقت سے اب تک ان کا اصرار جاری ہے یہاں تک کہ اس معاملہ میں مجھے شرح صدر ہوا (القا)' اور میں سمجھ گیا کہ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموشی سے سن رہے تھے' پھر حضرت صدیقؓ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا اے زید تم جوان اور دانشمند آدمی ہو اور تم کسی بات میں اب تک متہم بھی نہیں ہوئے ہو (تم ثقہ ہو) علاوہ ازیں تم کاتب وحی (رسول اللہ) بھی رہ چکے ہو۔ لہٰذا تم تلاش و جستجو سے قرآن شریف کو ایک جگہ جمع کر دو'

حضرت زید کہتے ہیں کہ یہ بہت ہی عظیم کام تھا مجھ پر بہت ہی شاق تھا' اگر خلیفہ رسول مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیتے تو میں اس کو بھی اس کام کے مقابلہ میں ہلکا سمجھتا۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات وہ کام کس طرح کریں گے جو حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میرا یہ جواب سنکر یہی فرمایا کہ اس میں کچھ ہرج نہیں ہے مگر مجھے پھر بھی تامل رہا (کہ میں خود کو ایک عظیم کام کے انجام دینے کا اہل نہیں سمجھتا تھا) اور میں نے اس پر اصرار کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی سینہ کھول دیا (شرح صدر فرمایا) اور اس امر عظیم کی اہمیت مجھ پر بھی واضح ہوگئی۔ پھر میں نے تفحص اور

تلاش کا کام جاری کیا اور کاغذ کے پرزوں، اونٹ اور بکریوں کے شانوں کی ہڈیوں اور درختوں کے پتوں کو جن پر آیات قرآنی تحریر تھیں یکجا کیا اور پھر لوگوں کے حفظ کی مدد سے قرآن شریف کو جمع کیا سورۃ توبہ کی دو آیتیں لقد جاء کم رسول من انفسکم الخ مجھے خزیمہؓ بن ثابت کے سوا کہیں اور سے نہیں مل سکیں اس طرح میں نے قرآن پاک جمع کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کر دیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات تک ان کے پاس رہا اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور ان کی وفات پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) بنت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔

ابو یعلی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے سلسلہ میں سب سے زیادہ اجر حضرت ابوبکر صدیق کو ملے گا کہ سب سے اول آپ ہی نے اس کو کتابی صورت میں جمع کیا۔

اولیات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ

آپ ہی وہ ہیں جو سب سے اول اسلام لائے، آپ ہی نے سب سے اول قرآن شریف جمع کیا (جس کی تفصیل بھی پیش کی جاچکی ہے۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو خلیفہ کہہ کر پکارے گئے۔ (آپ کو خلیفہ کہا گیا) امام احمد ابی بکر ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ کو "یا خلیفتہ اللہ" کہہ کر پکارا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں یعنی "خلیفتہ الرسول" اور مجھے یہی پسند ہے

آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں کہ جو اپنے والد ماجد کی حیات میں خلیفہ ہوئے، آپ ہی وہ اول خلیفہ ہیں کہ ان کی رعیت نے ان کے لئے وظیفہ مقرر کیا۔ بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ اب میں امور خلافت میں مشغول رہتا ہوں اور اس کے باعث میں صنعت و حرفت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اپنے اعیال کے لئے نفقہ فراہم نہیں کر سکتا پس اب ابوبکر کے اہل و عیال اس بیت المال ہی سے کھائیں گے۔

ابن سعد عطا بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) بیعت خلافت کے دوسرے روز کچھ چادریں لے کر بازار (بغرض تجارت) جارہے تھے، حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ کہاں تشریف لیجا رہے ہیں' فرمایا کہ بازار جارہا ہوں (بغرض تجارت) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب آپ یہ کام چھوڑ دیجئے' اب آپ لوگوں کے خلیفہ (امیر) ہوگئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کام چھوڑ دوں تو پھر میرے اہل و عیال کہاں سے کھائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ واپس چلئے' اب آپ کے واسطے یہ کام ابو عبیدہؓ کریں گے۔ پھر یہ دونوں حضرات ابو عبیدہؓ (بن الجراح) کے پاس تشریف لائے اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور ان کے اہل وعیال کے واسطے ایک اوسط درجہ کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزانہ کی خوراک اور موسم سرما اور گرما کا لباس مہیا کیجئے لیکن اس طرح کہ جب پھٹ جائے تو واپس لیکر نیا اس کے عوض دے دیا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وظیفہ یومیہ:۔

ان حضرات نے ان کے لئے آدھی بکری کا گوشت' تن ڈھانکنے کے لائق کپڑا اور پیٹ بھر روٹی مقرر کر دی۔ ابن سعدؒ میمونؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ کا سالانہ وظیفہ دو ہزار درہم مقرر ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا میرے گھر کے لوگ زیادہ ہیں اس قلیل وظیفہ میں گزر اوقات نہیں ہوسکتی۔ اور مجھے تم نے اشغال خلافت کے باعث تجارت کرنے سے بھی روک دیا ہے لہٰذا اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہیے چنانچہ اس میں پانچسو درہم کا اور اضافہ کر دیا گیا۔

طبرانی نے اپنی مسند میں حسنؓ بن علیؓ ابن ابی طالب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دیکھو! یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا پیالہ جس میں کھاتے پیتے ہیں اور یہ چادر جو میں اوڑھے ہوئے ہوں یہ سب بیت المال سے لیا گیا ہے۔ ہم ان سے اسی وقت تک نفع اندوز ہو سکتے تھے جب تک میں مسلمانوں کے امور خلافت انجام دیتا تھا۔ جس وقت میں مرجاؤں تو یہ تمام سامان حضرت عمرؓ کو دے دینا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ تمام چیزیں ان کو (ارشاد کے مطابق) واپس کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (چیزیں واپس پاکر) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ پر رحم فرمائے

کہ انھوں نے یہ تمام تکالیف میری وجہ سے اٹھائی ہیں۔ ابن ابی الدنیا' ابوبکر بن حفص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انتقال کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی! میں اگر چہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا مگر میں نے اس منصب سے روپے پیسے کا فائدہ کبھی حاصل نہیں کیا سوائے اس کہ معمولی طریقہ پرکھا اور پہن لیا' اب میرے پاس سوائے اس حبشی غلام' اس پانی کھینچنے والی اونٹنی اور اس پرانی چادر کے بیت المال کی کوئی چیز نہیں ہے' میرے مرنے کے بعد تم ان سب چیزوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا۔

آپ ہی وہ اول فرد ہیں جنھوں نے بیت المال قائم کیا۔ ابن سعد' سہل بن خثیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں بیت المال ایک سخ میں تھا اور اس پر کوئی نگہبان مقرر نہیں تھا کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بیت المال پر نگہبان کیوں مقرر نہیں فرماتے' آپ نے فرمایا جب اس پر قفل لگا رہتا ہے تو چوکیدار یا نگہبان کی کیا ضرورت ہے حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ جو کچھ مال غنیمت آتا تھا سب کا سب مسلمانوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اور بیت المال اسی طرح خالی رہتا تھا' ایک سال کے بعد بیت المال آپ نے اپنے گھر پر منتقل کرلیا' جس وقت مال آتا تھا تو آپ فقراء و مساکین پر برابر برابر تقسیم فرما دیا کرتے تھے یا کبھی اونٹ گھوڑے اور اسلحہ خرید کر مجاہدین کو فی سبیل اللہ عنایت فرماتے تھے' ایک بار آپ نے بادیہ میں تیار کی ہوئی کچھ چادریں خریدیں اور ان کو مدینہ منورہ کی بیواؤں میں تقسیم فرما دیا۔

آپ کی وفات پر بیت المال بالکل خالی تھا:۔

جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو آپ کی تدفین کے بعد حضرت عمرؓ نے چند اکابرین صحابہؓ کو جن میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمانؓ ابن عفان بھی شامل تھے' اپنے ساتھ لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیت المال میں تشریف لے جاکر اس کا جائزہ لیا تو وہاں سوائے خدا کے نام کے کچھ موجود نہ تھا (وہ بالکل خالی تھا)

اسی قول کی بنا پر عسکری نے یہ کہا ہے کہ اول وہ شخص جس نے بیت المال مقرر کیا حضرت عمرؓ ہیں۔ کیونکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

زمانے میں بیت المال نہیں تھا لیکن میں نے اس قول کی اپنی کتاب میں تردید کی ہے اس لئے کہ یہی قائل یعنی عسکری ایک اور موقع پر کہتے ہیں کہ اول وہ شخص جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیت المال کے منتظم اور مہتمم مقرر ہوئے وہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔

حاکم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی اولیات میں یہ بھی ایک بات ہے کہ اول اسلام میں عتیق کے لقب سے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ملقب ہوئے اور کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت جابرؓ کی زبانی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "بحرین سے مال غنیمت کی آمد پر میں تمھیں بہت کچھ دوں گا۔" چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں) بحرین سے مال غنیمت آیا اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کسی کا قرض ہو یا حضور نے کسی سے کچھ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہو وہ میرے پاس آئے! چنانچہ میں (جابر رضی اللہ عنہ) نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مذکورہ وعدہ سے آگاہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس مال میں سے لے لو! چنانچہ میں نے کچھ روپے اس میں سے اٹھا لئے جب ان کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ہزار مزید عطا فرمائے۔

حواشی

۱۔ اس ارشاد سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا ارشاد بجا تھا کہ اگر حافظ قرآن اٹھ گئے تو قرآن بھی اٹھ جائے گا۔ کہ یہ دو آیتیں مجھے خزیمہؓ بن ثابت کے علاوہ اور کہیں سے دستیاب نہ ہو سکیں۔

۲۔ تقریباً" ساڑھے پانچ درہم یومیہ'

۳۔ سات درہم یومیہ سے کچھ کم۔

۴۔ ایک ایسی جگہ خاص یا مکان جہاں سب چیزوں سے الگ تھلگ مال غنیمت رکھا جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مسجد نبوی یا حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ
کا حلم و انکسار

ابن عساکرؒ نے انیسہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تین سال تک خلیفہ ہونے سے پہلے اور ایک سال خلیفہ ہونے کے بعد ہماری بستی میں رہے (آپ کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ) جب محلّہ اور بستی کی لڑکیاں اپنی بکریاں آپ کے پاس (دوہنے کے لئے) لاتیں تو آپ ان سب کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ میمونؒ بن مہران کی روایت سے امام احمد نے زہد میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے ا سلا م علیک (آپ پر سلامتی ہو) یا خلیفہ رسول اللہ کہا' آپ نے فرمایا تمام مسلمانوں پر سلامتی ہو! (یعنی تم کو اسلام علیکم کہنا چاہئے تھا)۔

ابن عساکرؒ نے ابو صالح غفاریؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ایک نابینا عجوزہ کا جو مدینہ کے قریب و جوار میں رہتی تھی رات کو پانی بھر دیا کرتے اور دوسرے تمام کام بھی کر دیا کرتے تھے۔ اور اس کی پوری پوری خبر گیری کرتے تھے' ایک روز جب آپ اس کے یہاں تشریف لے گئے تو اس کے روز مرہ کے تمام کام نپٹے ہوئے پائے اور پھر تو روز کا یہ معمول ہوگیا کہ آپ کے پہنچنے سے پہلے اس کے تمام کام کوئی شخص کر جایا کرتا تھا' اس بات سے آپ کو بہت حیرت ہوئی آپ اس کی ٹوہ میں لگ گئے ایک دن دیکھ لیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آپ امیر المومنین اور خلیفتہ الرسول اللہ تھے' آپ کو دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ نے کہا اپنی جان کی قسم یہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتا تھا!

ابو نعیم وغیرہ نے عبد الرحمٰن اصبہانی سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ منبر پر تشریف رکھتے تھے اتنے میں حضرت امام حسنؓ (جو ابھی صغیر سن تھے) آگئے اور کہنے لگے کہ میرے بابا جان کے منبر سے اتر آیئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ تمھارے بابا جان ہی کا منبر ہے یہ کہہ کر آپ نے انھیں گود میں اٹھالیا اور اشکبار ہوگئے۔ حضرت علی بھی وہاں موجود تھے انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ آپ نے فرمایا! نہیں آپ سچ کہتے ہیں۔ میں آپ کو الزام نہیں دیتا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ اسلام میں جو سب سے پہلا حج ہوا اس میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حج ادا کیا (اسی سنت پر عمل پیرا ہوکر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بجائے خود تشریف لیجانے کے حضرت عمرؓ کو اولاً" بھیجا اور اس کے بعد آپ نے حج ادا کیا۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہوا اور حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے پہلے حضرت عبد الرحمن بن عوف کو اول حج کے لئے روانہ فرمایا۔ اور پھر آئندہ سال سے وفات کے سال تک خود حج ادا فرماتے رہے اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی (خود اول حج نہیں کیا) عبد الرحمٰن بن عوف ہی کو حج کے لئے روانہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیماری اور وفات:۔

سیف" و حاکمؒ نے ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موت کا اصل سبب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تھی اس صدمہ سے آپ کا جسم گھلنے لگا اور یہی آپ کی وفات کا باعث ہوا۔ ابن سعدؒ و حاکمؒ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے (آپ کی موت کا ظاہری سبب یہ تھا کہ) آپ کے پاس کسی نے تحفتہً" خزیرہ (قیمہ جس میں دلیہ پڑا ہو) بھیجا تھا' آپ اور حارثؓ بن کلدہ دونوں کھانے میں شریک تھے (کھانا کھا رہے تھے) حارث نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ہاتھ روک لیجئے (اسے نہ کھایئے) کہ اس میں زہر ہے اور یہ وہ زہر ہے جس کا اثر ایک سال میں نمایاں ہوتا ہے آپ دیکھ لیجئے گا کہ ایک سال کے اندر اندر میں اور آپ ایک ہی دن مرجائیں گے۔ یہ سن کر آپ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا لیکن زہر اپنا کام کر چکا تھا اور یہ دونوں اسی دن سے بیمار رہنے لگے اور ایک سال گزرنے کے بعد (اسی زہر کے اثر سے) ایک ہی دن میں انتقال کر گئے۔ حاکم کی یہ روایت شعبی سے ہے کہ انہوں نے کہا اس دنیائے دوں سے ہم بھلا کیا توقع رکھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور حضرت صدیقؓ اکبر کو بھی۔ واقدیؒ اور حاکمؒ نے بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے کہ والد محترم کی علالت کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ نے ۷ جمادی الاخر بروز دو شنبہ غسل فرمایا اس روز بہت سردی تھی پس آپ کو بخار آگیا اور پندرہ

روز تک آپ علیل رہے اس عرصہ میں آپ نماز کے لئے بھی باہر تشریف نہ لا سکے آخر کار اسی بخار کے باعث ۶۳ سال کی عمر میں شب شنبہ ۲۱ جماوی الاخریٰ ۱۳ھ آپ نے انتقال فرمایا۔

ابن سعد اور ابن ابی الدنیا ابی السفر سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کی علالت کے زمانے سے لوگ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ اجازت ہو تو ہم آپ کے لئے طبیب کو لائیں! آپ نے فرمایا مجھے طبیب نے دیکھا ہے' عرض کیا کہ طبیب نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہتا ہے انی فعال لما یرید (میں جو چاہتاہوں کرتا ہوں)۔ واقدی نے دوسری روایت سے بیان کیا ہے کہ جب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو آپ نے عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو بلایا اور فرمایا کہ تم عمرؓ (فاروق) کو کیا سمجھتے ہو انھوں نے کہا کہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ پھر بھی تمھاری ان کے بارے میں کیا رائے ہے انھوں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں جتنا آپ ان کے بارے میں خیال فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہی بات دریافت فرمائی۔ انھوں نے بھی یہی کہا کہ آپ ان کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں' حضرت صدیقؓ نے ارشاد فرمایا کچھ تو بتلاؤ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے ہم لوگوں میں ان کا مثل موجود نہیں' پھر آپ نے سعیدؓ بن زیدؓ' اسید بن حضیرؓ اور دوسرے حضرات انصار و مہاجرین سے بھی مشورہ لیا اور ان کی رائے معلوم کی۔ اسیدؓ نے کہا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ کے بعد حضرت عمرؓ ہی وہ شخص ہیں جو اللہ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں اور اللہ جس سے ناخوش ہو وہ اس سے خوش ہوں' ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی اچھا ہے اور کار خلافت کے لئے ان سے زیادہ قوی اور مستعد شخص کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد اور صحابہ کرامؓ تشریف لائے ان میں سے ایک نے حضرت صدیقؓ سے عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی سے آگاہی کی باوجود اگر آپ نے ان کو خلیفہ نامزد کر دیا تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیجئے گا' آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم نے تو مجھے بخدا خوف زدہ کر دیا لیکن میں بارگاہ الٰہی میں عرض کروں گا کہ اے الہ العالمین! میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو خلیفہ منتخب کیا ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اس سے بھی بالاتر ہیں' اور یہ جو کچھ میں نے کہا ہے تم دوسروں تک بھی پہنچا دینا۔

وصیت نامہ:۔

اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا' آپ کہیے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وصیت نامہ ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے اپنے آخر عہد میں دنیا سے جاتے وقت اور عہد آخرت کے آغاز میں عالم بالا میں داخل ہوتے وقت لکھایا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کہ ایک کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور ایک کاذب بھی سچ بولتا ہے اور ایک فاجر و فاسق بھی نور یقین حاصل کرلینا چاہتا ہے۔ لوگو! میں نے اپنے بعد تمہارے اوپر عمرؓ بن خطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے' ان کے احکام کو سننا اور ان کی تعمیل کرنا۔ میں حق المقدور خدا اور اس کے رسول اور دین اسلام ' اپنے نفس کی اور تمہاری خدمت کی ہے اور جہاں تک ممکن تھا تمہاری بھلائی اور بہتری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا! مجھے یقین ہے کہ وہ (حضرت عمرؓ) انصاف سے کام لیں گے اگر ایسا ہوا تو میرے ظن و خیال کے مطابق ہوگا اور اگر وہ بدل جائیں تو ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہوگا! البتہ میں نے تمہارے لئے نیکی اور بھلائی کا قصد کیا ہے۔ مجھے غیب کا علم نہیں ہے۔ ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔

پھر آپ نے اس وصیت نامہ کو سربمہر کراکے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور حضرت عثمانؓ اس کو لیکر چلے گئے اور لوگوں نے برضا و رغبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی' اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلوت میں بلا کر جو کچھ وصیتیں کرنا تھیں وہ کیں اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا الٰہی یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے میرا مقصود مسلمانوں کی فلاح و بہبود ہے' تو اس امر سے واقف ہے کہ میں نے فتنہ و فساد کے انسداد کے لئے یہ کام کیا ہے میں نے اس سلسلہ میں اپنی رائے کے اجتہاد سے کام لیا ہے' میں نے ان میں جو سب سے بہتر تھا اس کو ان کا والی بنایا ہے۔ اور جو ان میں سب سے زیادہ قوی اور نیکی حریص ہے! الٰہی میں تیرے حکم سے تیرے حضور ہو رہا ہوں! الٰہی تو ہی اپنے بندوں کا مالک و مختار ہے اور ان کی باگ ڈور تیرے ہی ہاتھ میں' الٰہی ان (حاکموں میں) صلاحیت و درستی پیدا کر اور عمرؓ کو خلفائے راشدین میں شامل کرنا۔ عوام اور رعیت کو صالح زندگی بسر کرنے کی

توفیق عطا فرما!

ابن سعدؒ و ...ؒ ابن مسعودؓ کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ تین افراد دانشمند ہوئے ہیں اول ابوبکر صدیقؓ کہ انھوں نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر کیا' دوسرے موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کہ انھوں نے (فرعون سے) کہا تھا کہ انھیں اجرت پر رکھ لیا جائے اور تیسرے عزیز مصر جنھوں نے بر بنائے فراست ذاتی یوسف علیہ السلام کے سلسلہ میں اپنی بیوی سے کہا تھا کہ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔(اکرمی د مثواہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے پر عوام کی رضا مندی:۔

ابن عساکرؒ نے بروایت یسار بن حمزہؒ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے اشتداد علالت میں دریچہ سے سر باہر نکال کر لوگوں سے اس طرح خطاب فرمایا اے لوگو! میں نے ایک شخص کو تم پر (خلیفہ) مقرر کیا ہے کیا تم اس انتخاب سے راضی ہو' لوگوں نے بالاتفاق کہا یاخلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بالکل راضی ہیں۔ حضرت علیؓ یہ سن کر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ وہ شخص اگر عمرؓ نہیں ہیں' تو ہم راضی نہیں ہیں' آپ نے فرمایا بیشک وہ عمرؓ ہی ہیں۔

احمدؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی اس روز آپ نے دریافت فرمایا کہ آج کونسا دن ہے' لوگوں نے عرض کیا دوشنبہ ہے! آپ نے فرمایا میں اگر آج رات تک مرجاؤں تو میرے دفن میں کل تک تاخیر نہ کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں جتنی جلد پہنچ جاؤں اتنا ہی اچھا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصایا:۔

امام مالکؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ والد محترم نے کھجور کا ایک درخت جس سے ۲۰ وثق (۱۲۰۰ صاع) کھجوریں سالانہ اترتی تھیں مجھے ہبہ فرما دیا تھا'

انتقال سے قبل مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹی! میں تم کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ آسودہ حال دیکھنا پسند کرتا تھا اور مجھے کسی طرح پسند نہیں کہ میرے بعد تم تنگدست ہو جاؤ' میں نے تم کو جو نخل دیا تھا اب تک تم نے اس سے نفع اٹھایا اور وہ تمہارا تھا اور میرے مرنے کے بعد وہ متروکہ ہو جائے گا اور وہ از روئے حکم قرآن تمہاری بہنوں اور بھائیوں پر تقسیم ہوگا۔ میں نے عرض کیا بابا جان ایسا ہی ہوگا! مگر آپ نے میری بہن تو صرف ایک اسماء ہی چھوڑی ہے اور تو کوئی بہن نہیں آپ فرماتے ہیں کہ بہنوں (اور بھائیوں) میں تقسیم ہوگا وہ دوسری بہن کونسی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری سوتیلی والدہ حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ایک لڑکی ہے (مجھے یہ القا ہوا ہے۔) اس روایت کو ابن سعد نے بیان کیا ہے مگر اس اضافہ کے ساتھ کہ " آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور مجھے القا ہوا ہے کہ ان کے بطن میں لڑکی ہے پس میں تم کو اس کی بھی وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد ام کلثوم ام حبیبہ بنت خارجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

ابن سعد نے عروہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کے بارے میں فرمایا کہ جس طرح مسلمانوں کے مال سے خمس انفاق فی سبیل اللہ کے واسطے لیا جاتا ہے اسی طرح میرے مال سے بھی پانچواں حصہ لیکر بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ ترکہ سے پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرنا چوتھائی حصہ کے داخل کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے اور اسی تناسب سے تیسرے حصہ کے بجائے چوتھائی مال کو بیت المال میں داخل کرنا بہتر ہے لیکن اگر تمام مال کے تیسرے حصہ کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے تو اس صورت میں وارثوں کو بہت ہی کم حصہ ملے گا اور دولت و متروکہ مال کے موجود ہوتے ہوئے ان کا مفلس و محتاج رہنا کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ضحاک سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کے لئے وصیت کی تھی کہ اس مال میں ہمارا کوئی رشتہ شریک نہیں ہے یہ فی سبیل اللہ ہے۔ عبد اللہ بن احمدؒ نے زوائد الزہد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا واللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک درہم یا دینار بھی (بعد مردن) نہیں چھوڑا سب کچھ راہ خدا میں صرف کر دیا۔

حضرت صدیقؓ کا انتقال:۔

ابن سعد و غیرہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب بابا جان کو مرض میں زیادہ تکلیف ہوئی تو میں نے یہ شعر پڑھا:۔

لعمرک ما یغنی الثمراء عن الفتی اذا حشر جت یوما و ضاق بها الصدر

(ترجمہ) اپنی عمر کی قسم جب ہچکی لگ جاتی ہے اور سینہ تنگ ہو جاتا ہے تو پھر مال کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

یہ شعر سن کر آپ نے چادر اپنے چہرے سے ہٹائی اور مجھ سے فرمایا نہیں بلکہ ایسا کہو کہ "موت کے وقت سکرات ہوتی ہے اور اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔" پھر فرمایا میرے یہ دو کپڑے ہیں مجھے غسل دیکر انہی دونوں (مستعملہ) کپڑوں میں کفنا دینا کیونکہ مردے کے مقابلے میں زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

ابو یعلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں سے بیان کرتے ہیں کہ جب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں گئی تو آپ نزع کی حالت میں تھے پس بیساختہ میری زبان سے نکلا۔

من لایزال ذمعہ مقنعا" فانہ فی مرۃ مدفوق

آج آپ کو سخت مرض لاحق ہوگیا ہے اللہ آپ کی روح کو توفیق بخشے (اللہ آپ پر رحم فرمائے

یہ سن کر آپ نے فرمایا! یہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ سکرات موت کا آنا ضروری ہے' یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا' پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس روز ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا دو شنبہ کے دن! آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے میں آج رات ہی انتقال کروں گا۔ چنانچہ آپ پیر اور منگل کے درمیانی شب میں انتقال فرما گئے اور صبح ہونے سے قبل آپ کو دفن کر دیا گیا۔

عبداللہ بن احمدؒ نے زوائد الزہد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی بالیں پر یہ شعر پڑھنے لگیں۔

وکل ذی ابل یوما سیوروھا وکل ذی سلب لابد مسلوب

ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے اور ہر کپڑا پہننے والے کا ایک کپڑا ہوتا ہے

آپ فوراً (ان کا) مدعا سمجھ گئے اور فرمایا بیٹی اس طرح نہیں بلکہ جس طرح اللہ عزوجل نے فرمایا ہے "موت کو بیہوشی تو ضرور آکر رہے گی یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا"۔

احمدؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب میں نے آپ کے سامنے یہ شعر پڑھا

وابیض یستسقی الغمامہ بوجھہ ثمال الیتامی عصمتہ للارامل

"بہت سے ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ.....ابران چہروں سے پانی حاصل کرتا ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔"

یہ سن کر حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ صفت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفن:۔

عبد اللہ بن احمدؒ نے زوائد الزھد میں عبادہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی! میرے ان دونوں مستعملہ کپڑوں کو دھوکر مجھے ان میں کفنا دینا تمہارا باپ کچھ انوکھا شخص نہیں ہے اچھا یا خراب کفن دینے سے عزت و ذلت وابستہ نہیں ہے۔

غسل میت کے سلسلہ میں وصیت:۔

ابن ابی الدنیا نے ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس غسل دیں۔ اور عبد الرحمٰن ابن ابوبکرؓ ان کا ہاتھ بٹائیں (غسل میں مدد دیں)۔

نماز جنازہ اور تدفین:۔

ابن سعیدؒ بن مسیب سے ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی قبر اور منبر کے درمیان پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں! عروہ اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی تھی کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کیا جائے چنانچہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کے لئے (وصیت کے بموجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں) قبر کھودی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے متوازی آپ کا سر رکھا گیا اور آپ کی قبر کی لمبائی روضہ اطہر کے برابر رکھی گئی۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت طلحہ، حضرت عثمان اور عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے آپ کو قبر میں اتارا اور متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ کو رات (یعنی شب انتقال) ہی میں دفن کر دیا گیا۔ ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے انتقال پر مکہ میں کہرام مچ گیا۔ (شہر کے لوگ سراسیمہ و پریشان پھر رہے تھے) یہ شور و غوغا سن کر آپ کے والد ابو قحافہ نے فرمایا کہ یہ سب کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کے فرزند کا انتقال ہوگیا یہ سن کر انھوں نے فرمایا عظیم حادثہ ہے! پھر فرمایا کہ ان کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ لوگوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھوں نے فرمایا اچھا ان کے دوست!

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابو قحافہ کو جو کچھ حضرت ابوبکرؓ کا ترکہ ملا وہ انھوں نے اپنے پوتے کو (واپس) دیدیا (خود اس سے دستبردار ہوگئے) اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد چھ ماہ چند دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے اور ماہ محرم ۱۴ھ میں بعمر ۹۷ (ستانوے) سال ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اپنے والد کی زندگی میں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت پر فائز ہوئے اور ابو قحافہ ہی وہ باپ ہیں جن کو اپنے بیٹے (ابوبکرؓ) کے مال سے ترکہ ملا۔

مدت خلافت:۔

حاکم ابن عمرؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ دو سال سات ماہ خلافت پر

فائز رہے۔ ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کے انتقال پر خفاف بن ندبہ السلمی نے یہ مرثیہ پڑھا۔

لیس لجی فا لمنہ بقا — و کل دنیا ا مرھا للفنا
میں اچھی طرح جان گیا کہ زندگی کو بقا نہیں — اور ساری دنیا فنا ہونے والی ہے۔

وا لملک فی ا لا قوا مہ مستودع — عا ریتہ فا لشرط فیہا لا دا
تمام اقوام میں (مسلم ہے کہ یہ) ملک مستعار ہے — اس میں یہ شرط ادا کرنا ہی ہوگی۔

وا لمرء یسعی ولہ را صد — تندبدا لعین وثا را لصدا
انسان سعی کرتا ہے مگر اس کے لئے امید ہے — آنکھیں روتی ہیں اور طائر بر انگیختہ ہوتا ہے

یھرم ا و یقتل ا و یقھرہ — یشکوہ سقم لیس فیہ شفا
بوڑھا ہو کر مرے یا قتل ہو یا مرض سے — موت آئے، مگر سب مرض ہی کی شکایت کرتے ہیں۔

ا ن ا با بکر ھوا نعیث ا ن — لم تزرع ا لجوزا ءبقلا بما
حضرت ابوبکر صدیقؓ ابر رحمت تھے۔ — جو سوکھی کھیتیوں پر سدا برستے تھے

تا للہ لا یدرک ا یا مہ — ذو مئزر نا ش و لا زور دا
خدا کی قسم نیک اعمال میں کوئی ان کی ہمسری نہیں کر سکتا، خواہ وہ کیسا ہی شان والا شخص ہو!

من یسع کی یدرک ا یا مہ — مجتھدا ا شدبا رض فضا
جس نے حضرت صدیقؓ کے عہد کو پانے کی سعی بلیغ کی وہ ان کی طرح نیک اعمال بجالاتا ہے

حواشی

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی اور روضہ رسول اللہ میں پہلوئے آقائے نامدار میں دفن ہوئے۔ آپ کے انتقال سے شہر مدینہ منورہ میں لوگ سراسیمہ ہوگئے، میرے ہاتھ میں تاریخ الخلفا کا نسخہ مطبوعہ کراچی ہے۔ جس میں صف ۷۰ سطر ۱۲ پر یہ الفاظ ہیں ا ن ا با بکرؓ مات ا رتجت مکہ حیران ہوں کہ اس کا ترجمہ کیا کرو۔ (شمس)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو احادیث مروی ہیں

ایک سو بیالیس احادیث آپ سے مروی ہیں:-

امام نوویؒ نے شرح تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایکسو بیالیس احادیث روایت کی ہیں' اس قلت روایت کا سبب باوجو اس کے کہ آپ کو صحبت نبوی میں تقدم کا شرف حاصل ہے۔ یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم مدت بقید حیات رہے دوسرے یہ کہ اس وقت تک احادیث کا بہت زیادہ چرچا نہیں تھا احادیث کی سماعت' ان کا حفظ اور ان کو دوسروں سے حاصل کرنے کا کام تابعینؒ کے عہد مسعود میں بہت زیادہ کوششوں کے ساتھ جاری و ساری ہوا۔

اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے جیسا کہ میں اس سے قبل کہہ چکا ہوں کہ بیعت کے قضیہ کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اس موقع پر انصار (کی فضیلت میں) کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تمام احادیث بیان فرمائی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ جو کچھ قرآن پاک میں انصار کے بارے میں نازل ہوا تھا وہ بھی ارشاد فرمایا تھا یہ اس بات کی ایک کھلی اور واضح دلیل ہے کہ آپ سنت کے سب سے زیادہ جاننے والے اور وسعت معلومات کے اعتبار سے قرآن شریف کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

آپ سے احادیث روایت کرنیوالے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین:-

آپ سے احادیث روایت کرنیوالوں میں حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبد الرحمٰن بن عوف' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن زبیر' حضرت ابن عمرو' حضرت ابن عباس' حضرت انس' حضرت زید بن ثابت' حضرت براء' حضرت ابن عاذب' حضرت ابوہریرہ' حضرت عقبہ بن الحارث' حضرت عبد الرحمٰن ابن ابوبکر' حضرت زید

بن ابوبکرؓ حضرت عبد اللہ بن مغفل، حضرت عقبہ بن عامر الجہنی، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوبرزہ بن سلمی، حضرت ابو سعید الخدری، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو طفیل اللیثی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت بلال، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور آپ کی صاحبزادیاں حضرت عائشہ و حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما (صحابہ کرام ہیں) اور تابعین کرام میں حضرت عمرؓ کے غلام اسلمؒ حضرت واسط البجلی ہیں۔ یہاں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث مختصراً مع عنوانات بیان کروں اور ان کے راویوں کے نام بھی ضبط تحریر میں لاؤں ان احادیث کو میں مفصلاً انشاء اللہ اپنی مسند میں لکھوں گا۔

نمبر حدیث	عنوان	مضمون حدیث بشکل ایجاز واختصار	حوالہ کتب مع اسم محدث
-1	ہجرت	کیفیت ہجرت	بخاری و مسلم ودیگر حضرات
-2	حدیث البحر	دریا کا پانی پاک ہے اور اس میں کا حلال جانور مرنے کے بعد بھی حلال ہے	دار قطنی
-3	حدیث مسواک	مسواک منہ کو پاک کرتی ہے اور اللہ کی خوشنودی کا موجب ہے	امام احمد
-4	وضو	رسول اکرم ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت تناول فرمایا پھر وضو نہیں فرمایا اور نماز ادا فرمائی	ابزار و ابو یعلی
-5	وضو	حلال روزی کے کھانے کے بعد	ابزار
-6	نمازی کو مارنے کی ممانعت	رسول اللہ ﷺ نے نمازی کو مارنے سے منع فرمایا ہے	ابو یعلی و ابزار
-7	رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز	رسول اللہ ﷺ نے جب میرے پیچھے آخری نماز ادا فرمائی تو آپ کے جسم مبارک پر ایک ہی کپڑا تھا	ابو یعلی
-8	قرات میں اقتدا	جو شخص نزول قرآن کی اصل صورت میں قرآن پڑھنا چاہے تو ضروری ہے کہ وہ ابن ام عبد کی قرات اختیار کرے	امام احمدؒ
-9	نماز میں پڑھی جانے والی دعا	میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی دعا بتا دیجئے جس کو میں نماز میں پڑھا کروں' آپ نے فرمایا تم یہ دعا پڑھا کرو اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم	بخاری و مسلم

-10	نماز فجر	جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں آگیا تم خدا کے اس معاہدہ میں دست اندازی مت کرو جو اس نمازی کو قتل کرے گا تو اللہ اس قاتل کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا۔	ابن ماجہ
-11	اپنے خلیفہ کے پیچھے نبی کی نماز	ہر نبی اپنی امت کے کسی فرد کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد ہی انتقال کرتا ہے۔	البزار
-12	مغفرت	گنہگار اگر گناہ کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لے تو خداوند تعالیٰ سے مغفرت کا طالب ہو تو خداوند تعالیٰ اس کا گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔	وابن حیان
-13	نبی کا دفن	اللہ تعالیٰ نبی کی روح اسی جگہ قبض فرماتا ہے جہاں اس کو دفن ہونا پسند ہوتا ہے۔	ترمذی
-14	قبور انبیاء کو مساجد نہ بناؤ	اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔	ابو یعلی
-15	میت پر رونے سے عذاب	میت پر اس کے پسماندگان کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔	ابو یعلی
-16	فضیلت خیرات	دوزخ سے بچنے کے لئے کھجور کے ٹکڑے ہی کے برابر خیرات کرو کیونکہ یہ خیرات ٹیڑھے کو سیدھا کرتی ہے، مردے کو عذاب سے بچاتی ہے اور بھوکے کو سیر کرتی ہے۔	ابو یعلی
-17	فضیلت صدقات	حدیث فرائض صدقات	بخاری وغیرہ
-18	اطاعت حکم رسول ؐ	اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپؓ کے ہاتھ سے کوڑا نیچے گر جاتا اور آپؓ اونٹنی پر سوار ہوتے تو حضرت صدیقؓ اونٹنی کو نیچے بٹھاتے اور نیچے آتے اور کوڑے کو اٹھالیتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہم سے اٹھانے کو کیوں نہیں فرماتے آپ نے جواب دیا کہ میرے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھے لوگوں سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔	امام احمد
-19	حالت نفاس میں حج و عمرہ میں تکبیر کا حکم	جب اسماء بنت عمیس کے بطن سے محمد بن ابو بکرؓ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ حالت نفاس میں غسل کرکے حج و عمرہ میں تکبیر کہیں۔	البزار والطبرانی

20-	کون سا حج افضل ہے	رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا حج افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا جس مین زیادہ تلبیہ کیا جائے اور قربانی کی جائے۔	ترمذی ابن ماجہ
21-	حجر اسود کا بوسہ	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس وقت حجر اسود کو بوسہ دیا تو فرمایا کہ اگر میں رسول اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔	دار قطنی
22-	مشرک کو حج کی ممانعت برہنگی میں طواف کی ممانعت	رسول اکرم ﷺ نے سورہ براۃ (کے احکام) بھیج کر اہل مکہ کو حکم دیا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی برہنہ ہو کر کوئی کعبہ کا طواف کرے۔	احمدؒ
23-	کاشانہ رسول ﷺ اور منبر رسول ﷺ کے درمیان کی زمین	میرے مکان اور میرے منبر کے درمیان کی زمین کا ٹکڑا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے ایک ٹکڑے پر واقع ہے۔	ابو یعلی
24-	حدیث طلاق	ابی ہیثم ابن التیہان کے مکان پر حضور اکرم ﷺ کی حدیث طلاق	ابو یعلی
25-	سونا اور چاندی مثل بہ مثل ہیں	چاندی سونا مثل بمثل ہیں اگر کوئی زیادہ لے تو وہ دوزخی ہے (سونے اور چاندی کے لین دین میں برابری ہے 'جتنا دے اتنا لے')	ابو یعلی
26-	مسلمان کو ایذا دینے والا جہنمی ہے	مسلمان کو تکلیف دینے والا اور مسلمان کے ساتھ فریب کرنے والا ملعون ہے۔	ترمذی
27-	جنت میں یہ لوگ داخل نہیں ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے والا پہلا شخص	بخیل' بدخواہ' خائن اور ظالم بادشاہ جنت میں داخل نہیں ہونگے اور پہلا شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ غلام ہوگا جس نے اللہ کی اور اپنے آقا کی اطاعت کی	احمدؒ
28-	غلام کے ترکہ کا حقدار	غلام کی وراثت (ترکہ) کا حق دار وہ ہے جو اسے آزاد کردے	ضیا المقدسی
29-	نبی صدقے کے وارث نہیں	ہم صدقے کے وارث نہیں ہوتے۔	بخاریؒ
30-	نبی کا وارث	نبی کے متروکے کا وہی شخص جائز قابض ہے جو اسی قوم سے اس کا خلیفہ و جانشین بنایا جائے۔	ابوداؤد

نمبر	عنوان	مضمون	حوالہ
-31	نسب میں تبدیلی	اپنے نسب میں ذرا سی تبدیلی کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے	البزار
-32	بیٹے کا متروکہ نفقہ باپ کی ملکیت ہے	تم اور تمہاری دولت سب کچھ تمہارے والد کا (مال) ہے (حدیث) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد نفقہ ہے۔	بیہقیؒ
-33	جہاد کا اجر	جس نے اللہ کے راستے میں (جہاد) اپنے قدموں کو غبار آلود کیا اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔	البزارؒ
-34	جہاد کا حکم	مجھے کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے	بخاری و مسلم وغیرہما
-35	حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کا صلہ	اللہ کا بہترین بندہ خاندانی بھائی خالد بن ولیدؓ ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے' اللہ تعالیٰ نے جسے کافروں اور منافقوں پر شمشیر براں بنا دیا ہے۔	احمدؒ
-36	حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی تعریف	حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے بہتر کسی شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا۔	ترمذیؒ
-37	ظالم حاکم مقرر کرنے والے اور بلا سبب حمایت سے دستبردار ہونے والے پر عذاب	جو مسلمانوں پر والی بنایا گیا وہ اگر کسی ایسے شخص کو لوگوں پر حاکم مقرر کرے جو رعایا کے حقوق کی حفاظت نہ کرے تو ایسے شخص پر اللہ کی لعنت ہے' اللہ تعالیٰ اس کے فرض کو اور عدل کو قبول نہیں فرمائے گا اور اللہ اس کو دوزخ میں ڈال دے گا اور جس نے اللہ کے لئے کسی کی حمایت کی اور پھر بلا سبب وہ اس حمایت سے دستبردار ہو گیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے	احمدؒ
-38	ماعز کی سنگساری کا ماجرا	ماعز اور اس کی سنگساری کا واقعہ	احمدؒ
-39	استغفار اور اعادہ کار	بغیر اصرار ایک ہی دن میں ایک کام سے استغفار کر کے 70 مرتبہ اسی کام کو کرنا	ترمذیؒ
-40	مشورت مابعد جنگ	جنگی معاملات میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مشورہ	طبرانی
-41	عمل سو کے بارے میں ارشاد	آیت من یعمل سوء یجز بہ الخ کے سلسلہ میں حدیث شریف	ترمذی' ابن ماجہ وغیرہما
-42	مسلمان اپنے نفس کا ذمہ دار ہے	تم یہ آیت پڑھتے ہو۔ یاایھا الذین امنو اعلیکم انفسکم (اے مسلمانو تم اپنے نفوس کے ذمہ دار ہو) کے سلسلہ میں حدیث شریف'	احمدؒ۔ ابن حبان و ائمہ اربعہ

نمبر	عنوان	متن	حوالہ
43-	اللہ تعالیٰ شاہد ہے	دو آدمیوں کی موجودگی میں تیسرا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے	بخاریؒ و مسلمؒ
44-	طعن و طاعون	حدیث اللھم طعنا و طاعونا (اس موضوع پر ارشاد نبوی ﷺ)	ابو یعلیٰ
45-	اقوام پر عذاب	سورہ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔	دار قطنی (علل میں)
46-	امت محمدیؐ	میری امت میں شرک کا داخلہ چیونٹی کی رفتار سے بھی کم ہو گا۔	ابو یعلیٰ
47-	صبح و شام پڑھنے کے لئے دعا	یا رسول اللہ ﷺ مجھے صبح و شام پڑھنے کے لئے کوئی دعا بتا دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم صبح و شام یہ دعا پڑھو۔	الشیم بن کلیبؒ ترمذی و غیرہ
48-	شیطان کا ورغلانا، ہمیشہ استغفار پڑھنا	لا الہ الا اللہ اور استغفار ہمیشہ پڑھتے رہا کرو کیونکہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں پھنسا کر برباد کر دیا اور لوگ لا الہ الا اللہ اور استغفار کا ورد کر کے مجھے برباد کرتے ہیں۔ اس صورت میں میں لوگوں کو خواہشات میں مبتلا کر دیتا ہوں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر گامزن ہیں۔	ابو یعلیٰ
49-	حضور ﷺ سے گفتگو کے آداب	"لا ترفعو اصواتکم فوق صوت النبی" نازل ہونے پر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اب میں حضور سے پیر فرتوت کی آواز میں (یعنی نہایت پست آواز میں) گفتگو کیا کروں گا۔	البزارؒ
50-	مخلوق کے لئے آسانیاں	مخلوق کے لئے آسانیاں ہیں	احمدؒ
51-	جھوٹ کی تہمت لگانا	جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ لگایا یا میرے حکم کی تردید کی تو ایسے شخص کا گھر دوزخ ہے۔	ابو یعلیٰ
52-	لا الہ الا اللہ	لا الہ الا اللہ کہنے کے سلسلہ میں ارشاد کہ اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔	احمدؒ و غیرہ

-53	لا الہ الا اللہ کا پڑھنا جنت میں داخل ہونا ہے	حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' جاؤ! لوگوں میں اعلان کردو کہ جس نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی تو وہ جنتی ہے' پس میں اس اعلان کے لئے نکلا اور سب سے پہلے میں نے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ (یہ حدیث شریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ محفوظ ہے (مصنف)	ابو۔علی
-54	مرجیہ اور قدریہ جنت میں داخل نہ ہونگے	میری امت کے دو گروہ جنت میں داخل نہ ہونگے۔ مرجیہ اور قدریہ	الدار قطنی (علل میں)
-55	دعائے عافیت	اللہ تعالیٰ سے اپنی عافیت کی دعا کیا کرو۔	احمد۔ نسائی۔ ابن ماجہ وغیرہم
-56	حضور ﷺ کی دعا آغاز کار سے قبل	کسی کام کے آغاز سے پہلے آنحضرت ﷺ اس طرح دعا فرماتے' الٰہی اس کام کو میرے لئے پسند فرما	ترمذی
-57	دعائے دین	حدیث دعائے دین۔ اللھم فارج الھم (الٰہی غم و آلام سے محفوظ رکھ)	البزار و حاکم
-58	مال حرام سے پرورش	وہ جسم جس کی پرورش حرام (مال) سے ہوئی ہے وہ دوزخی ہے۔ اور دوسری حدیث یوں ہے۔ "جس نے حرام غذا کھائی وہ جنت میں نہیں جائے گا"۔	ابو۔علی
-59	ہر عضو شکایت کرے گا	جسم کا ہر حصہ تیری زبان سے شکایت کرے گا۔	ابو۔علی
-60	شب نصف شعبان	اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں ہر شخص کی سوائے کافر اور کینہ جو انسان کے' مغفرت فرما دیتا ہے	ابو۔علی
-61	خروج دجال	دجال مشرق میں خراسان سے خروج کرے گا اور اس کے ساتھ دوسری ایسی قومیں ہوں گی جن کا منہ ڈھالوں کی طرح ہو گا۔ (ڈھال جیسا چہرہ رکھنے والے اس کے پیرو ہوں گے)	ترمذی' ابن ماجہ
-62	شفاعت رسول اللہ ﷺ	ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب کے میں جنت میں داخل کراؤں گا	احمد

نمبر	عنوان	مضمون	حوالہ
63-	حدیث شفاعت	شفاعت کے سلسلے میں انبیاء علیہم السلام کا میدان حشر میں تردد	احمدؒ
64-	حدیث بسلسلہ انصار	اگر لوگ ایک طرف جائیں اور انصار دوسری طرف جائیں تو میں انصار کے ساتھ رہوں گا۔	احمدؒ
65-	قریش کی خلافت	قریش اس امت کے امیر ہیں ان کے نیک نیکوں کے اور فاجر فاجروں کے تابع ہیں۔	احمدؒ
66-	وصیت بسلسلہ انصار	حضور ﷺ نے انصار کے بارے میں وصیت فرمائی کہ ان کے اچھے لوگوں کو قبول کرو اور ان کے بروں سے درگزر کرو!	البزار و طبرانی
67-	اہل عمان کے بارے میں	حضور ﷺ نے ارض عمان کی نسبت فرمایا کہ وہاں سمندر کے کنارے عربوں کا ایک قبیلہ آباد ہے جب میرا ایلچی وہاں گیا تو ان لوگوں نے نہ اس کے تیر مارے اور نہ پتھر	احمدؒ۔ ابو۔علیؒ
68-	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مشابہت	اک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، پس آپؓ نے ان کو اٹھا کر گردن پر بٹھالیا اور ابی شیبہؓ سے فرمایا کہ یہ رسول خدا ﷺ سے زیادہ ملتے جلتے ہیں بہ نسبت اپنے باپ کے (اپنے باپ سے اتنے مشابہ نہیں ہیں جتنے حضور ﷺ سے مشابہ ہیں۔) (ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔)	بخاریؒ
69-	ام ایمن کی عظمت	حضور نبی اکرم ﷺ اکثر ام ایمن کی زیارت کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔	مسلم
70-	چور کی آخری سزا	پانچویں بار اگر چور چوری کرے تو اس کو قتل کر دینا چاہئے۔	ابو۔علی و دیلمی
71-	واقعہ احد	حدیث واقعہ احد	الطیالسی و طبرانی

-72	دنیا ناقابل التفات ہے	ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ کو ہم نے کسی چیز کو دست مبارک سے ہٹاتے ہوئے پایا لیکن ہم کو وہ چیز دکھائی نہیں دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس چیز کو ہٹا رہے ہیں' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دنیا کو ہٹا رہا تھا اور اس کی دراز دستیوں کو۔ (دوسری حدیث اسی کا تکملہ ہے جس کا ذکر امام نوویؒ نے کیا ہے)	البزارؒ و ابن کثیرؒ
-73	اہل قردہ سے قتال	اہل قردہ کو اس وقت تک قتل کرو جب تک ان میں سے کوئی بھی باقی ہے۔	طبرانی
-74	گھر بنانے سے قبل	گھر بنانے سے پہلے وہاں کی آبادی' ہمسایہ اور وہاں کے راستوں کو دیکھ لو!	دیلمیؒ
-75	درود و صلوٰۃ	مجھ پر بے حد و بیشمار درود بھیجا کرو کیونکہ میرے مرقد پر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جب میری امت کا کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو مجھ سے وہ فرشتہ کہتا ہے کہ اس وقت فلاں ابن فلاں نے آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے۔	دیلمیؒ
-76	جمعہ کا غسل	ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کفارہ ہو جاتا ہے اور جمعہ کے دن غسل بھی کفارہ ہے	عقیلیؒ
-77	امت پر جہنم کی گرمی کا اثر	جہنم کی گرمی میری امت پر حمام کی گرمی کی طرح ہے	طبرانیؒ
-78	جھوٹ کی مذمت	خود کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ جھوٹ ایمان سے دور کرنے والا ہے	ابن لال (مکارم اخلاق)
-79	جنگ بدر میں شرکت کا اثر	جنگ بدر میں جو شخص حاضر ہوا (شریک ہوا) اس کو جنت کی بشارت دے دو	دار قطنی
-80	عظمت دین	دین خداوند عالم کا ایک عظیم الشان علم ہے لیکن اس کو اٹھانے کی ایک شخص میں بھی طاقت ہے	دیلمیؒ
-81	فضیلت یٰسین	حدیث فضیلت سورہ یٰسین	دیلمیؒ

-82	سلطان عادل کا اجر	سلطان عادل جو متواضع بھی ہو زمین پر اللہ کا سایہ اور اس کا نیزہ ہے' اس کو رات دن میں ستر صدیقوں کا ثواب عطا ہوتا ہے	عقیلی۔ابن حبانؒ
-83	مصیبت زدہ عورت کی امداد	موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی اس شخص کو کیا جزا ملے گی جو مصیبت زدہ عورت کی غمخواری کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ میں اسے اپنے سایہ میں رکھوں گا۔	ابن شاہینؒ۔دیلمی
-84	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعا	الٰہی اسلام کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے تقویت عطا فرما۔	طبرانی
-85	جانور کیوں شکار ہوتے ہیں اور درخت کیوں کٹتے ہیں؟	جانور جو شکار ہوتے ہیں اور خار دار درخت اور دوسرے درختوں کی قطع و برید صرف اس لئے ہوتی ہے کہ تسبیح الٰہی میں کمی کرتے ہیں (تسبیح الٰہی میں قلت اس کا سبب ہے)	ابن راہویہؒ
-86	فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ	اگر میں تم میں نبی ہو کر نہ آتا تو عمرؓ نبی ہوتے۔	دیلمیؒ
-87	کپڑے کی تجارت کی فضیلت	اگر اہل جنت کسی چیز کی تجارت کرتے (ان کو اجازت ہوتی) تو کپڑے کی تجارت ہوتی۔	ابو یعلیؒ
-88	امام پر خروج	اپنے امام (خلیفہ وقت) کی موجودگی میں جو شخص اپنے لئے یا دوسروں کے لئے خروج کرے اس پر خدا کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو' اس کو قتل کر ڈالو۔	دیلمیؒ
-89	اجر علم و تحریر حدیث	جو شخص مجھ سے اکتساب علم کرے یا مجھ سے حدیث لکھے تو جب تک وہ علم یا وہ حدیث اس کے پاس محفوظ ہے اس وقت تک اس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔	حاکمؒ (تاریخ)
-90	راہ الٰہی میں زحمت کا اجر	خداوند تعالیٰ کے راستے میں جو شخص برہنہ پا نکلے گا۔ خداوند تعالیٰ قیامت کے روز اس سے فرائض کے بارے میں سوال نہیں فرمائے گا۔	طبرانیؒ
-91	دوزخ سے رستگاری	دوزخ کے عذاب سے رستگاری کے طلبگار اور سایہ الٰہی کے آرزو مند کو چاہئے کہ مسلمانوں پر سختی نہ کرے بلکہ ان پر مہربانیاں کرے۔ (تو اسے یہ چیزیں حاصل ہو جائیں گی)۔	ابو الشیخ و ابن حبان

92-	حاجت روائی کا اجر	جو شخص محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کسی کی حاجت روائی کرے اگرچہ اس روز اس سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو (تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو اس روز اجر ضرور عطا کرے گا۔	دیلمیؒ
93-	ترک جہاد کا انجام	جس قوم نے جہاد ترک کر دیا وہ قوم عذاب میں مبتلا ہو گئی	طبرانیؒ
94-	مفتری کا انجام	افتراپرداز جنت میں داخل نہیں ہو گا۔	دیلمیؒ
95-	مسلمان کی تحقیر نہ کرو	کسی مسلمان کی ہرگز تحقیر نہ کرو' کیونکہ ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے یہاں بلند مرتبہ رکھتا ہے۔	دیلمیؒ
96-	مخلوق پر رحم۔	حدیث کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تم میری رحمت کے خواستگار ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو	ابوالشیخ
97-	حدیث ازار	میں نے پاجامہ (ازار) کے بارے میں حضور ﷺ سے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے پنڈلی کا اوپری حصہ پکڑا' دوبارہ دریافت کرنے پر پنڈلی کے عضلہ کا نچلا حصہ پکڑا پھر تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس سے زیادہ نیچا پائجامہ پہننا کوئی بھلائی کی بات نہیں' یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ اس صورت میں تو یارسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا' حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تم اس سے مستثنیٰ ہو اور تم نجات یافتہ ہو۔	ابو نعیم (حلیہ)
98-	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی	میرا (رضی اللہ عنہ) اور (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کا پلہ عدل و انصاف میں برابر ہے۔	دیلمیؒ
99-	رضی اللہ عنہ غافل نہ ہو	شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو بیشک تم اس کو نہیں دیکھتے لیکن وہ تم سے غافل نہیں ہے۔	دیلمیؒ
100-	تعمیر مسجد کا اجر	جس نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔	طبرانیؒ (اوسط)
101-	بدبودار ترکاری کھا کر مسجد میں جانا منع ہے	جو اس خبیث ترکاری (پیاز یا لسن) کو کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد میں نہ آئے۔	طبرانی (اوسط)
102-	رفع یدین	آغاز نماز' رکوع' سجود اور قومہ کے وقت رفع یدین کے بارے میں حدیث	بیہقیؒ

-103	ابوجہل کو اونٹ کا تحفہ	رسول اللہ ﷺ نے ہدیۃ ابوجہل کو اونٹ دیا	اسماعیل (معجم)
-104	رویت حضرت علی رضی اللہ عنہ	حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھنا عبادت ہے	ابن عساکر (تاریخ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تفسیر قرآن کریم

ابو القاسم بغوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ابو لیکہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفسیر قرآن کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر میں قرآن کریم کی آیت کی تفسیر کروں اور وہ منشاء الٰہی کے خلاف ہو تو بتاؤ میں کس زمین پر اور کس آسمان کے نیچے رہوں گا۔ (میرا کیا حال ہوگا اور مجھے کہاں پناہ ملے گی) ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابراہیم تیمیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فاکھتہ وابا کے معنی دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں سمجھے بوجھے بغیر (بغیر غور و فکر) قرآن کی تفسیر کروں تو وہ کونسی زمین ہے جو مجھے اپنے اوپر آرام کرنے دے گی اور کونسا آسمان ہے جو مجھ پر سایہ فگن رہے گا۔

قران کے معنی بیان کرنے میں احتیاط:۔

بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت ابو بکر صدیق سے کلالہ کے معنی دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کے جو کچھ معنی دریافت کروں گا وہ میری رائے ہوگی۔ اگر وہ رائے صائب اور درست ہے تو اس کو اللہ کا احسان سمجھنا چاہئے اور اگر میری رائے خطا ہے تو اس کو میرا اور شیطان کا فعل خیال کرنا چاہیے۔ میرے نزدیک کلالہ کے معنی تو ولد (بیٹا) اور والد ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کی تردید کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔ ابو نعیمؒ نے حلیہ میں اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ہلال کے حوالہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ آپ لوگوں کی ان دو آیتوں کے معانی کے بارے میں کیا رائے ہے۔

ان الذین قالو ربنا اللہ ثمہ استقامو۔ اور۔ والذین امنو ولم یلبسو ایما نھم بظلم○ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ استقامو کے معنی ہیں کہ انہوں نے استقامت کی اور کوئی گناہ نہیں کیا اور بظلم کے معنی ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے

ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی، یہ معنی سن کر آپ نے فرمایا کہ تم نے ان آیات کے معانی کو غیر محل پر محمول کیا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ "انھوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا پھر اس (اقرار) پر قائم رہے اور کسی دوسرے خدا کی طرف مائل نہیں ہوئے اور اپنے ایمان کو شرک سے ملوث نہیں کیا۔

ابن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامر بن سعد بجلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے للذین احسنوا الحسنٰی و زیادۃ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ "اللہ کی جانب نظر کی اور اسی سے لو لگائی۔ ابن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے ان ان اللذین قالوا ربنا اللہ ثمہ استقاموا کے معنی یہی ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا اور اسی عقیدے پر مرگیا تو اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس نے استقامت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال خطبے، فیصلے اور دعائیں

آپ کے اقوال و خطبات:۔

لالکائی (ابو القاسم ہبتہ اللہ) نے اپنی کتاب السنہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہوکر دریافت کیا کہ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ زنا بھی کیا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے آپ نے فرمایا' ہاں! اس نے کہا جب کہ ایسا ہے تو پھر کیا وہ مجھے عذاب دیگا؟ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا' ہاں! اے سڑاھندے! اگر اس وقت میرے پاس کوئی آدمی ہوتا تو میں اس کو حکم دیتا کہ وہ تیری ناک جڑ سے کاٹ ڈالے۔

ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خطبہ میں فرمایا! اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے شرم کرو' خدا کی قسم جب کبھی میں میدان میں رفع حاجت کے لیے بیٹھتا ہوں تو خداوند تعالیٰ سے شرما کر اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں۔ عبدالرزاق اپنی تصنیف میں عمرو بن دینار کے حوالے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے شرم کیا کرو خدا کی قسم جب میں بیت الخلا جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے شرم کے باعث دیوار سے اپنی پیٹھ لگا لیتا ہوں"۔

ابو داؤد عبداللہ صنابحی کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف (سورہ فاتحہ) اور قصار منصل سے ایک سورۃ پڑھی اور تیسری رکعت میں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا الا یہ تلاوت کی۔

ابن ابی خیثمہؒ اور ابن عساکرؒ نے ابن عیینہؒ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے تعزیت فرمایا کرتے تھے تو کہتے تھے کہ تعزیت کرنے والوں پر کوئی مصیبت نہیں پڑی ہے' صبر کرنا چاہیے اور گریہ وزاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے' سنو! موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے زیادہ سخت ہے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کو یاد کرو تو تم کو تمہاری مصیبت کم معلوم ہوگی اور خداوند تعالیٰ تم کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔

ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وار قطنی میں سالم بن عبید صحابی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے آؤ! آج پھر میرے ساتھ عبادت کرو یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفر کی زبانی بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے' میرا دروازہ بند کردو تاکہ صبح تک ہم عبادت میں مشغول رہیں۔ بیہقی اور ابوبکر بن زیادہ نیشاپوری نے کتاب الزیادات میں حضرت حذیفہ بن اسید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہما کو دیکھا ہے کہ وہ چاشت کی نماز علی الدوام نہیں پڑھا کرتے تھے۔

ابوداؤد نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ جو مچھلی دریا کے اندر مرکر سطح دریا پر آجائے اس کا کھالینا جائز ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زندہ جانور کے بدلے میں گوشت کی بیع مکروہ قرار دی تھی۔ بخاری شریف میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میراث میں دادا کو بمنزلہ باپ کے قرار دیا ہے۔ ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دادا کو اس وقت بمنزلہ باپ قرار دیا ہے جب باپ نہ ہو اور پوتے کو بھی بمنزلہ پسر اس وقت قرار دیا ہے جب بیٹا نہ ہو۔ قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ کے پاس اپنے باپ کو برا بھلا کہتا ہوا آیا' آپ نے (اس کا یہ حال دیکھ کر) فرمایا کہ اسے مارو اس کے سر پر شیطان سوار ہے۔

ابن ابی مالک کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جنازہ پڑھاتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی! اس شخص کے اہل و عیال اور دولت نے اس کو تیرے حوالہ کیا ہے اس کے گناہ اگر چہ زیادہ ہیں لیکن تیری رحمتیں اور بخششیں بہت زیادہ ہیں۔

فصل قضایا:۔

سعید بن منصور نے حضرت عمرؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کی والدہ سے کچھ ان بن ہوگئی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے عاصم سے فرمایا کہ اے عاصم! تمھاری والدہ کے پسینہ' ان کی خوشبو اور ان کی عنایتوں کی وجہ سے تم کو یہ برتری اور عزت ملی ہے اور وہ تم سے بہتر ہیں۔ بیہقی نے لکھا

ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے والد مجھ سے میرا تمام مال لیکر (چھین کر) مجھے محتاج بنانا چاہتے ہیں' یہ سن آپ نے اس شخص کے باپ سے کہا کہ تم اپنے بیٹے سے اس قدر مال لے لو جتنے مال کی تم کو ضرورت ہے' اس شخص نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے کہ "تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں بلکہ اس سے مراد نفقہ ہے۔

عمرو بن شعیب کے دادا روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غلام کے قصاص میں آزاد کو قتل کا حکم نہیں دیتے تھے (احمد) بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں کاٹا (اس کے ہاتھ میں دانت گڑ گئے) جس وقت اس شخص نے اپنا ہاتھ کھینچا تو زور کے باعث اس کے دونوں اگلے دانت باہر نکل پڑے (ٹوٹ گئے)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قصاص جاری نہیں فرمایا (کہ بدلہ تو ہو چکا تھا)۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عکرمہؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کان کے قصاص میں ایک شخص کو پندرہ اونٹ دلوائے اور فرمایا کہ کن کٹا اپنا کان اپنے بالوں اور عمامہ سے چھپا سکتا ہے بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کے شہروں پر حملہ کے لئے جو فوج روانہ کی تھی اس کا سپہ سالار یزید بن سفیان کو مقرر فرمایا اور روانگی کے وقت ان سے فرمایا کہ میں تم کو دس نصیحتیں کرتا ہوں ان پر عمل کرنا' یہ کہ کسی عورت' بچے' بوڑھے یا اپاہج شخص کو قتل نہ کرنا۔ کسی ثمردار درخت کو نہ کاٹنا بستیوں کو نہ اجاڑنا' بکریوں اور اونٹوں کو سوائے کھانے کے کام میں لانے کے نہ مارنا۔ کھیتوں کو برباد نہ کرنا نہ ان کو جلانا۔ اسراف سے بچنا۔ بخل سے احتراز کرنا۔

احمدؒ' داؤدؒ اور نسائیؒ نے ابوبرزہؓ اسلمی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو ایک شخص پر بیحد غصہ آیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا خلیفہ رسول اللہ (ﷺ) آپ اس شخص کو قتل کر دیجئے' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا یہ بات کسی کو جائز اور روا نہیں ہے۔ سیف نے کتاب الفتوح میں اپنے مشائخ سے بیان کیا ہے کہ آپ کے دور خلافت میں مہاجر بن ابی امیہ حاکم یمامہ تھے کچھ لوگ گانے والی دو عورتوں کو آپ کے پاس پکڑ کر لائے ان میں سے ایک رسول اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کیا کرتی تھی

اور دوسری مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی (دونوں ہجو و سب و شتم پر مشتمل گیت گایا کرتی تھیں) ہاکم یمامہ (مہاجر بن ابی امیہ) نے دونوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور ان کے دانت بھی اکھڑوا دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سزا کا علم ہوا تو آپ نے حاکم یمامہ کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے' تم نے دو عورتوں کو اس اس طرح سزا دی ہے اگر تم نے ان کی سزا دہی میں عجلت نہ کی ہوتی تو میں اس عورت کے لئے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کی ہے قتل کی سزا تجویز کرتا اس لئے کہ انبیا علیہم السلام کی شان تمام لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہے اگر ایسی گستاخی کسی مسلمان سے سرزد ہو جائے تو وہ مرتد ہے۔ یا غدار محارب ہے (ایسا غدار جس سے جدال فرض ہے) اور اس عورت کے بارے میں جو مسلمانوں کی ہجو کرتی ہے یہ حکم دیتا کہ اگر وہ مسلمانی کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کو شرم دلانا چاہیے ہاتھ پیر نہ کاٹنا چاہیے تھے اور اس کو ادب سکھانا چاہیے تھا اور اگر وہ ذمیہ ہے تو اس کا یہ فعل شرک سے بڑھ کر تو نہیں تھا جب اس کے شرک پر صبر کرلیا ہے تو س کے اس فعل پر بھی صبر کرلینا چاہیے تھا۔ ہاتھ پیر کٹوانا سوائے قصاص کے مکروہ ہے کیونکہ سزا پانے والے تو ہمیشہ لوگوں کی سامنے خود ہی شرمندہ رہتے ہیں' اب ان عورتوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔

مالکؒ و دار قطنیؒ نے صفیہ بنت ابوعبیدؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک باکرہ لڑکی سے زنا کا اقرار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اور اس کو سو درے لگوائے' پھر اس کو فدک کی جانب جلا وطن کر دیا۔ ابو یعلیؒ نے محمد بن عاطب سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ایک چور گرفتار ہوکر آیا جس کے ہاتھ پہلی چوریوں میں کٹ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تیرے متعلق وہی سزا تجویز کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تجویز کی تھی۔ اور قتل کا حکم دیا تھا' آپ سب سے زیادہ جاننے والے تھے پس میں تیرے لئے وہی سزا تجویز کرتا ہوں اور آپ نے پھر اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ مالکؒ نے قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک یمنی شخص جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر حاض ہوا اور شکایت کی کہ یمن کے عامل نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ وہ شخص شب کو کاشانہ صدیق رضی اللہ عنہ ہی پر قیام پزیر رہا اور تمام شب اس نے عبادت میں گزاری' حضرت صدیق نے جب اس چور کی یہ عبادت گزاری دیکھی تو خود پر افسوس کیا اور کہا کہ میری رات اس چور کی رات سے اچھی نہ رہی"۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس کا کوئی زیور

گم ہوگیا ہے اور وہ مہمان حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں کے ساتھ برابر پڑھتا رہا اور اپنے میزبان حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر مانگتا رہا' آخر کار بعد تلاش بسیار وہ زیور ایک سنار کے پاس سے برآمد ہوا اور معلوم ہوا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا یہی مہمان چور اس کو سنار کے پاس چرا کر لایا تھا' آخر کار اس نے خود چوری کا اقرار کیا یا کسی نے شہادت دی' آپ نے اس کے بائیں ہاتھ کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا واللہ اس کی دعا مجھ پر اس کی چوری سے زیادہ شاق تھی۔

دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک ڈھال کی چوری پر جس کی قیمت پانچ درہم تھی آپ نے چور کا ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ ابو صالح سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کچھ لوگ یمن سے آئے اور قرآن شریف کو سن کر بہت روئے جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے ہماری بھی یہی کیفیت تھی پھر دل مضبوط ہوگئے' ابو نعیم کہتے ہیں کہ دل مضبوط ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ معرفت الٰہی سے دلوں کو تقویت اور اطمینان حاصل ہوا' بخاریؒ نے (حضرت) ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت میں بیدار رہتے تھے۔ ابو عبید نے اپنی کتاب الغریب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے فتنہ و فساد سے پہلے زمانہ اسلام میں جس نے وفات پائی وہ بڑا ہی خوش نصیب رہا۔

ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہ و مالک رضی اللہ عنہ نے قبیصہؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک دادی اپنا ترکہ اور ورثہ طلب کرنے کے لئے دربار خلافت میں حاضر ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ قرآن شریف اور حدیث شریف میں تمہارا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اس وقت تو تم جاؤ پھر آنا تاکہ لوگوں سے معلومات کرلوں ان سے کوئی حدیث پوچھ کر تم کو بتاؤں گا پھر ابوبکر صدیق نے لوگوں سے اس قسم کی حدیث دریافت کی (جس سے دادی کا حصہ اور مطلوبہ ورثہ ثابت ہو)۔ مغیرہ بن شعبہ نے کہا میری موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا تھا یہ سن کر آپ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ اس وقت کوئی اور بھی تھا تب محمدؓ بن مسلمہؓ نے اٹھ کر کہا کہ صورت حال یہی ہے جو مغیرہؓ نے بیان کی (یعنی میں اس کا شاہد ہوں) اس تحقیق کے بعد آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

مالک و دار قطنی نے بحوالہ قاسم بن محمد بیان کیا ہے کہ بارگاہ خلافت میں ایک نانی اور

ایک دادی اپنا اپنا حصہ (ترکہ) طلب کرتی ہوئی آئیں پس آپ نے نانی کو ترکہ دلادیا یہ دیکھ کر عبد الرحمٰن بن سہل انصاری نے جو جنگ بدر میں موجود تھے اور بنو حارثہ سے تعلق رکھتے تھے اٹھ کر عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ نے نانی کو حصہ دلا دیا حالانکہ اگر نانی مرجائے تو اس کی وراثت مجوب نواسی کو نہیں مل سکتی یہ سن کر آپ نے ترکہ کا حصہ نانی اور دادی دونوں پر تقسیم کرا دیا۔

عبد الرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عنہا سے روایت کی ہے کہ قبیلہ رفاعہ کی ایک عورت نے اپنے خاوند سے طلاق لیکر عبد الرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا لیکن کسی پوشیدہ راز کی وجہ سے ان سے بھی ان بن ہوگئی اور ان سے بھی طلاق لیکر پہلے خاوند کے نکاح میں جانا چاہا اور رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آکر اپنا مقصد عرض کیا حضور صلی ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تو اس خاوند سے (عبد الرحمٰن بن زبیر) ہم بستر نہ ہولے (مباشرت نہ ہو جائے) تب تک طلاق نہیں ہو سکتی۔ (یہاں تک یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اس کے بعد عبد الرزاق نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ وہ عورت حضور صلی ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ عبدالرحمٰن بن زبیر نے مجھ سے مساس کیا تھا آپ نے اس پر بھی رجوع سے انکار فرمایا اور دعا کی الہ العالمین اگر یہ عورت قبیلہ رفاعہ میں رجوع کرنا چاہیے تو اس کا نکاح ثانی پورا نہ ہونے دے یہ عورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق دونوں حضرات کے عہد خلافت میں بھی حاضر ہوئی مگر ان دونوں حضرات نے بھی انکار فرما دیا۔

بیہقی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ نے بریدہ کے ذریعہ بطریق شام کا سر کاٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھیجا تو آپ نے اس فعل پر اظہار ناپسندیدگی فرمایا۔ عقبہ نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ وہ بھی تو ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں' آپ نے فرمایا تو کیا عمرو بن عاص اور شرجیل فارس و روم کی اقتدا کرتے ہیں۔ آئندہ کسی کا سرکاٹ کر روانہ نہ کیا جائے' بس اقتدا کے لئے قرآن کریم اور حدیث کافی ہیں۔

بخاری شریف میں قیسؒ بن ابی حازمؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زینب نامی عورت کو دیکھا وہ کسی سے کلام نہیں کرتی تھی' آپ نے فرمایا اس کو کیا ہوا؟ (جو یہ کلام نہیں کرتی) لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے خاموشی کا روزہ رکھا ہے! آپ نے اس

سے فرمایا بات چیت کرو یہ تو عہد جہالت کی پیداوار ہے اور اسلام میں منع ہے' غرض اس نے زبان کھولی اور کہا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک مہاجر ہوں! پھر اس نے پوچھا کون سے مہاجر! آپ نے فرمایا قریشی مہاجر! اس نے دریافت کیا کہ قریش کے کس قبیلہ سے آپ نے فرمایا تم تو بہت باتونی ہو! ارے بیٹی میں ابوبکر ہوں' پھر اس نے کہا کہ عہد جاہلیت کے بعد خدا نے جو یہ دین بھیجا ہے ہم کو اس پر کون شخص قائم رکھے گا' آپ نے فرمایا تمھارا امام اس دنیا پر تمھارے اس دین کو استقامت دیگا اس نے کہا کہ امام کون ہوتا ہے آپ نے فرمایا کیا تیری قوم میں سردار اور رئیس نہیں ہوتے جو حکمرانی کرتے ہیں اس نے کہا جی ہاں ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا بس وہی امام ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی بخاریؒ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک غلام تھا اس کی مزدوری اور اجرت سے آپ نے اپنا کچھ حصہ مقرر کر رکھا تھا جو آپ صرف میں لاتے تھے ایک روز وہ غلام کچھ کھانے کی چیز لایا آپ نے اپنے حصہ کی وہ چیز لیکر تناول کی' اس غلام نے کہا کہ آپ جانتے ہیں یہ چیز میں نے کس طرح حاصل کی؟ آپ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ ایام جاہلیت میں کہانت میرا پیشہ تھا' آپ کو معلوم ہے کہ کہانت جھوٹی سچی پیشگوئیاں ہوتی ہیں' میں نے ایک شخص کو فال بتائی تھی اتفاقاً" وہی شخص آج مجھے ملا اور اس نے میری کہانت کے عوض مجھ کو ریال دیا تھا جو میں نے آپ کو کھلایا یہ سن کر والد بزرگوار نے حلق میں انگلیاں ڈال کر قے کر دی (جو کچھ کھایا تھا نکال دیا) احمد نے الزہد میں ابن سیرینؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا میں نے کسی شخص کے بارے میں نہیں سنا کہ (مشتبہ چیز کے کھانے پر) قے کرکے سب کچھ پیٹ سے نکال دیا ہو۔

نسائی نے اسلمؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ اپنی زبان پکڑے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہی وہ ہے جس نے مجھے مصیبتوں میں گرفتار کر رکھا ہے۔ ابو عبیدؒ نے غریب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف کے پاس تشریف لے گئے وہ اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے ہمسائے سے جھگڑا نہ کرو کیونکہ وہ تو باقی رہے گا اور تمھارے جھگڑے کے بارے میں لوگ تمھاری بابت کہتے پھریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات:۔

ابن عساکرؒ نے موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ یہ خطبہ دیا:۔

"تمام تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں" میں اسی کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں اور موت کے بعد اسی سے کرم کا خواستگار ہوں' اے لوگو! میری اور تمھاری موت قریب آچکی ہے' (ہمیں اور تمھیں سب کو مرنا ہے)۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدائے واحد کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے اور بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ بشیر و نذیر اور روشن چراغ بناکر بھیجا تاکہ وہ زندہ لوگوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیں اور کافروں پر اللہ کی حجت تمام کر دیں' پس جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی انھوں نے ہدایت پائی اور جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلا گمراہ ہے۔

لوگو! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو (ہدایت کا) جو راستہ دکھایا ہے اس پر قائم رہو۔ کلمہ اخلاص کے بعد اسلامی ہدایات (احکام) کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے امیر کے احکام سنو اور ان کی تعمیل کرو' کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے امیر کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اطاعت کی اس نے فلاح پائی (کامیاب ہوا) اور اس پر جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا' خود کو نفس کی پیروی سے بچاؤ' جو نفس کی پیروی' طمع اور غصہ سے محفوظ رہا وہ کامیاب ہوگیا (فلاح کو پہنچ گیا) کبھی غرور نہ کرو' غور کرو کیا وہ شخص بھی فخر و غرور کر سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور مٹی ہی میں ملنے والا ہو' جس کو کیڑے (کرماں) کھائیں گے' آج وہ زندہ ہے کل مردہ ہوگا۔ پس ہر روز بلکہ ہر گھڑی نیک عمل کرو' مظلوم کی بد دعا سے بچو! اپنے نفوس کو مردہ شمار کرو! صبر کرو' کہ صبر ہی ایسی چیز ہے جو نیک اعمال کراتا ہے۔ پرہیز کرو کہ پرہیز ہی ایسی چیز ہے جو بہت نفع بخش ہے۔ عمل کرو کیونکہ عمل ہی قبول کیا جاسکتا ہے۔ جو چیز تمھیں اللہ کے عذاب کی طرف لیجائے اس سے بچو اور اس کام کے

کرنے میں عجلت کرو جس کے کرنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا وعدہ کیا ہے' خود سمجھو' دوسروں کو سمجھاؤ' ڈرو اور ڈراؤ' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ تم سے پہلے کے لوگ کن کن کاموں کے کرنے سے ہلاک ہوئے۔ اور کون سے کام کرنے کے باعث نجات پائی۔

اس نے اپنی پاک کتاب (قرآن کریم) میں حلال و حرام' مکروہ و پسندیدہ چیزیں بیان کر دی ہیں۔ میں تم کو اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ خداوند تعالیٰ مددگار ہے اور اس کے سوا کسی میں قوت نہیں ہے۔ تم جان لو کہ خداوند تعالیٰ بغیر اعمال کے تم کو نہیں چھوڑے گا۔ (عمل کا بدلہ ضرور ملے گا) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے حصہ کی حفاظت کرو' تم دین کی آرزو کرو' دین کو ہاتھ سے نہ چھوڑو' جہاں تک ہو سکے نوافل پڑھو کہ تمھارے فرائض (کی ادائیگی) میں جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو جائے' تم جب خالی ہاتھ ہوگے تو تم کو جزا ملے گی'

اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور دوستوں کے بارے میں غور کرو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' انھیں جو کچھ پیش آنا تھا وہ آچکا اور وہ اس پر قائم ہو چکے۔ (ان کو جو کچھ ملنا تھا مل گیا) موت کے بعد جو بدبختی یا سعادت مندی ملنی تھی اسے وہ حاصل کر چکے۔

خداوند تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے' اس کے اور مخلوق کے درمیان نسب (رشتہ) کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ محض اپنے کرم اور مہربانی سے مخلوق پر بخشش کرتا ہے' جب تک مخلوق عبادت کی طرف جھک نہ جائے اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس پر سے برائی اور مصیبت نہیں ہٹاتا۔ وہ بھلائی کس طرح بھلائی ہو سکتی ہے جس کا انجام دوزخ ہو اور وہ برائی برائی نہیں ہے جس کا نتیجہ جنت ہو۔ بس میں تم سے یہی کہنا چاہتا ہوں' میں اللہ تعالیٰ سے تمھارے اور اپنے لئے مغفرت کا طالب ہوں اور تمھارے نبی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیجتا ہوں' ان پر اللہ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں۔

بیہقیؒ اور حاکم نے عبد اللہ بن حکیمؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا:۔

خطبہ دیگر:۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور تمامتر ثناء اسی کے لئے ہے جو اس کا اہل ہے۔
لوگو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور جو تعریف اس کے لائق ہے وہ تعریف کیا کرو، لوگو! تم رغبت کو اہمیت کے ساتھ شامل کرو (رغبت کے ساتھ ثناء الٰہی کی اہمیت سمجھتے ہوئے اس کی حمد کرو) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے خاندان کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔

انهم کانو یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورهبا وکانوالنا خاشعن ○ (بیشک یہ لوگ نیک کاموں میں عجلت کیا کرتے تھے اور ہم کو بڑے ذوق و شوق سے یاد کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ خضوع و خشوع کرتے تھے۔)

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفوس اپنے حقوق کے عوض رہن اور گرو رکھ لئے ہیں اور اس پر تم سے وعدے لئے ہیں اور تم سے فانی اور قلیل دنیا کو کثیر اور باقی رہنے والی آخرت کے بدلے میں خرید لیا ہے، تمہارے پاس خدا کی جو کتاب ہے اس کا نور کبھی نہیں بجھے گا اور نہ اس کے عجائبات کم ہوں گے پس تم اس کے نور سے منور ہو جاؤ اور اس کتاب سے نصیحت حاصل کرو، اس دن کے لئے جس دن کوئی نور نہ ہوگا، اس کے نور کو ذخیرہ کر رکھو کیونکہ خداوند تعالیٰ نے تم کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور تم پر دو معزز لکھنے والے (کراماً کاتبین) مقرر فرما دیئے ہیں جو تمہارے کام سے واقف ہیں۔

خدا کے بندو! یہ بھی جاننے کے قابل بات ہے کہ تمہارا ہر قدم اس موت کی طرف بڑھ رہا ہے جس کا علم تم سے پوشیدہ ہے، اگر تم سے ہو سکے تو اتنا کرو کہ جس وقت تمہارے پاس موت آئے تو تم اللہ کے کام میں مصروف ہو، اور یہ بات سوائے فضل خداوندی کے تم کو میسر نہیں آسکتی، یہ اللہ کی دین ہے کہ وہی عمل صالح کی توفیق عطا فرماتا ہے، موت سے پہلے عمل صالح کی طرف بڑھو تاکہ برے کاموں سے محفوظ رہو، بہت سی قومیں ایسی گزری ہیں کہ جب ان کو موت آئی تو وہ خود کو غیر اللہ کے حوالے کر چکی تھیں (اللہ کی نافرمانی میں مصروف تھیں) اور اپنے نفوس کو فراموش کر چکی تھیں۔ میں تم کو متنبہ کرتا ہوں کہ تم ان کی مثل نہ ہو جانا، عمل خیر میں جلدی کرو! دوڑو! دوڑو!! موت تم سے بہت قریب ہے! اے مسلمانو! نجات تمہارے ہی لئے ہے۔

ابن ابی الدنیاؒ اور ابو نعیمؒ نے یحیٰی بن کثیرؒ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز خطبہ میں فرمایا،

"کہاں ہیں وہ چمکتے ہوئے چہرے! جن کی جوانی اور شباب کو دیکھ کر لوگ حیران و ششدر رہ جاتے تھے؟ اور کہاں ہیں وہ بادشاہ! جنھوں نے مدائن کو تعمیر کرایا اور اس کے قلعے بنوائے؟ اور کہاں ہیں وہ لوگ جو جنگ کے موقعوں پر فتح حاصل کیا کرتے تھے؟ آج ان کے (وہی) قویٰ ضعیف اور کمزور پڑ گئے' کیونکہ زمانے نے ان سے بیوفائی کی اس طرح کہ وہ قبروں کے اندھیروں میں پہنچ گئے۔ پس (عمل خیر میں) جلدی کرو! جلدی کرو! نیکی کی طرف دوڑو! دوڑو!!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نصائح:۔

احمدؒ نے کتاب الزہد میں سلمان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے! آپ نے فرمایا۔ "اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو! اچھی طرح یقین کرلو کہ وہ وقت قریب ہے جب ہر پوشیدہ بات ظاہر ہو جائے گی۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ہر چیز میں تمھارا کتنا حصہ ہے' تم نے کیا کھایا اور کیا چھوڑا۔ یاد رکھو! جس نے پانچوں وقت کی نماز ادا کی وہ صبح سے شام تک اللہ کی حفاظت میں آگیا اور اس کو کون مار سکتا ہے؟ اور جس نے اللہ کی اس ذمہ داری سے عہد شکنی کی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دے گا"

آپ ہی کا یہ ارشاد بھی ہے کہ " صالحین دنیا سے یکے بعد دیگرے اٹھا لئے جائیں گے صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو اس طرح بیکار ہوں جیسے جو اور کھجور کا چھلکا اور ان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی تعلق نہیں ہوگا"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعائیں!:۔

سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں معاویہ بن قرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے
"الٰہی میری آخری عمر بہتر ہو اور نیک عمل پر میرا خاتمہ فرما! میرے دنوں میں سب سے

بہتر دن وہ ہوگا جس دن مجھے تیرا دیدار میسر ہوگا'
امام احمدؒ نے زھد میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:۔
الٰہی! میں تجھ سے اس چیز کا سوال ہوں جس میں انجام کار میرے لئے خیر ہو الٰہی تو مجھے اپنی خوشنودی اور رضا عنایت فرما کہ وہ بہترین چیز ہے اور حیات نعیم کے بلند درجات مرحمت فرما'
عرفجہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔
''اے لوگو! خوف الٰہی سے تم میں سے جو روسکے وہ روئے کہ وہ دن آنیوالا ہے کہ تم رلائے جاؤ گے''

آپ کے کلمات حکمت:۔

عزرہ کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا زعفران اور سونے کی ملی ہوئی سرخیوں نے عورتوں کو ہلاک کر دیا' مسلم بن یعار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان کو ہر کام کا بدلہ ملتا ہے یہاں تک کہ ذرا سے رنج کا بھی جوتے کے تسمے ٹوٹنے تک کا بھی اس کو بدلہ ملے گا اور مال کے گم ہو جانے اور پھر اس کی آستین سے مل جانے پر اس کا جو رنج ہوتا ہی اس کا بدلہ بھی'
میمون بن مہران سے روایت ہے کہ ایک دن راستے میں ایک لمبے لمبے پروں کا کوا مردہ حالت میں پڑا ملا آپ نے فرمایا خواہ کوئی جانور مارا جائے یا کوئی درخت کاٹا جائے اس کا باعث اس کا اللہ کی تسبیح سے رک جانا ہوتا ہے۔
بخاری نے کتاب الادب میں اور عبداللہ بن احمدؒ نے زوائد الزھد میں صنابحی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ ایک بھائی کی دعا دوسرے بھائی کے حق میں جو محض اللہ کے لئے کی جائے ضرور قبول ہوتی ہے۔ عبداللہ نے زوائد الزہد میں عبیدبن عمیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ لبید شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مصرعہ پڑھا لا کل شی ما خلا اللہ با طل (خدا کے سوا ہر چیز باطل ہے یاد رکھو) آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ پھر انھوں نے یہ دوسرا مصرعہ پڑھا و کل

نعیم لا محالتہ زائل (ہر نعمت ضرور زائل ہونے والی ہے) یہ سن کر آپ نے فرمایا' تم نے جھوٹ کہا' اس لئے کہ اللہ تعالٰی کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو زائل نہیں ہوتی ہیں۔ جب لبید چلے گئے تو آپ نے فرمایا کبھی شاعر کلمہ حکمت بھی کہہ دیا کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خشیت الٰہی!

آپ کے وہ اقوال جو خشیت الٰہی پر دلالت کرتے ہیں:۔

ابو احمد حاکم نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے درخت کے سایہ میں ایک چھوٹی چڑیا دیکھی آپ نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا اے چڑیا تو بڑی خوش نصیب ہے کہ تو درختوں سے اپنی غذا حاصل کرتی ہے اور ان کے سایہ میں آرام کرتی ہے اور جہاں چاہتی ہے اڑتی پھرتی ہے (اس پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے) کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ ابن عساکر نے بیہقی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ فرماتے الٰہی تجھے میری بابت میرے نفس (ذات) کا زیادہ علم ہے اور میں اپنے نفس کو ان (مداحین) سے زیادہ جانتا ہوں' الٰہی! مجھے ان تعریف کرنے والوں کے گمان کی طرح بنا دے (میرے بارے میں ان کا جیسا گمان ہے ایسا ہی بنا دے) اور میری ان خطاؤں اور لغزشوں کو بخش دے جن کا ان لوگوں کو علم نہیں ہے' اور میرے بارے میں یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کا مواخذہ مجھ سے نہ فرمانا!

احمدؒ نے زوائد الزہد میں ابی عمران الجونی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند تھا کہ میں بندہ مومن کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ احمدؒ نے زوائد الزحد میں مجاہد سے روایت کی کہ جب حضرت ابن الزبیر نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو خضوع و خشوع کے باعث لکڑی کی طرح (ساکت و جامد) ہو جاتے تھے انہی کا یہ فرمانا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی یہی حالت ہو جاتی تھی۔ امام احمد حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایسا درخت ہوتا جس کو کھالیا جاتا اور (پھر) کاٹ دیا جاتا۔ قتادہ سے روایت ہے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش میں سبزہ کی طرح ہوتا کہ مجھے چوپائے چر جاتے۔ ضمرہؒ بن حبیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرزند صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار مسند کی طرف دیکھا انتقال کے بعد لوگوں نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں عرض کیا کہ آپ کے

فرزند بار بار مسند کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ سن کر آپ نے مسند کو اٹھوایا تو اس کے نیچے سے پانچ یا چھ دینار برآمد ہوئے پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر افسوس کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون○ پڑھا اور فرمایا کہ اے فلاں (اے فرزند) مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تمہارا دشمن اس طرح تمہارے ساتھ رہتا تھا۔ احمدؒ نے ثابت بنانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

لا تزال تنعی حبیبا ً حتٰی تکونه وقدر جو الفتی الرجا ء یموت دونه

تجھے ہمیشہ دوستوں کی موت کی خبر دیجاتی رہے گی تا اینکہ خود یہ خبر بن جائے گا (مر جائے گا) بسا اوقات انسان کو یہ آرزو ہوتی ہے کہ وہ حصول مطلب سے پہلے ہی مر جائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رعب و داب:۔

ابن سعد نے ابن سیرین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی شخص بھی زمانہ خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا رعب و داب کا نہیں ہوا، آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے رعب داب والے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اگر کوئی ایسا قضیہ آجاتا جس کے بارے میں قرآن حکیم کا کوئی صریح حکم موجود نہ ہوتا اور نہ حدیث سے ایسا کوئی حکم ملتا تو آپ اپنی رائے سے فیصلہ صادر فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اگر میری یہ رائے درست ہے تو اس کو اللہ کی طرف سے سمجھو اور اگر میری رائے غلط ہے تو اس کو میری جان سے سمجھنا اور میں اللہ تعالیٰ سے خواستگار معافی ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خوابوں کی تعبیر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب اور اس کی تعبیر:۔

سعید بن منصور، سعید بن مسیب کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ''میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں پس میں نے اپنا یہ خواب والد محترم حضرت ابوبکر صدیق سے بیان کیا کہ آپ سب سے بہتر تعبیر دینے والے تھے، آپ نے تعبیر فرمائی کہ تمہارا خواب سچا ہے تمہارے گھر میں مخلوق سے دنیا کے تین بہترین افراد دفن ہوں گے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا (اور حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں آپ دفن ہوئے) تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمہارے ان تین چاندوں میں سب سے بہترین چاند ہے۔ سعید بن منصور نے عمر بن شرجیل کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق سے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں کالی بکریوں کے پیچھے جارہا ہوں پھر سفید بکریوں کے پیچھے چلنے لگا اور کالی بکریاں اوجھل ہوگئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالی بکریاں عربی ہیں اور سفید بکریاں عجمی مسلمان ہیں۔ جو اپنی تعداد میں عرب مسلمانوں سے اتنے بڑھ جائیں گے کہ وہ ان میں نظر نہیں آئیں گے۔'' تعبیر سن کر حضور صلی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تعبیر مجھے سحر فرشتے نے بھی دی ہے، محمد بن منصور بھی ابن ابی یعلی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے (خواب) دیکھا ہے کہ میں ایک کنوئیں سے پانی کھینچ رہا ہوں اتنے میں میرے پاس سیاہ رنگ کی کچھ بکریاں آئیں ان کے بعد کچھ اور آئیں جن کے سفید بالوں پر سرخی غالب تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وہی تعبیر بیان کی جو ابھی اوپر مذکورہ ہو چکی ہے۔ ابن سعد محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بہتر خواب کی تعبیر بتانے والے تھے۔

ابن سعد ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب دیکھا اور وہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان فرمایا کہ میں دوڑ میں تم سے

ڈھائی ہاتھ آگے نکل گیا ہوں (ڈھائی سیڑھیاں آگے بڑھ گیا ہوں) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب آپ کو اپنی رحمت اور مغفرت میں ڈھانپ لیں گے تو میں اس کے صرف ڈھائی سال بعد تک زندہ رہوں گا۔

عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں ابی قلابہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ نے بطور تعبیر فرمایا کہ تم اپنی بیوی سے ایام حیض میں بھی مباشرت کرتے رہے ہو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بر محل فیصلہ!:۔

بیہقی دلائل میں عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کو ایک سریہ (ا) میں امیر لشکر بناکر روانہ کیا' اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ میدان جنگ کے قریب پہنچ کر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ جلائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ حکم ناگوار گزرا اور وہ غصہ میں آگے بڑھنا چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ماہر جنگ سمجھ کر ہی امیر لشکر مقرر کر دیا اس لئے ان کی بات مانو! بیہقی نے ابی معشر کے طریق سے اس طرح (اس حدیث کو) بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں قوم پر اس شخص کو حاکم مقرر کرتا ہوں جو امور جنگ میں بیدار مغز اور ہوشیار ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فطانت و ذہانت:۔

خلیفہ بن خیاط' امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن الاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ میں بڑا ہوں یا تم؟ آپ نے جواب دیا کہ بڑے تو آپ ہی ہیں لیکن عمر میری زیادہ ہے (یہ حدیث بہت زیادہ مرسل اور غریب ہے' اگر اس کو صحیح مان لیا

جائے تو اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظانت و ذکاوت کا پتہ چلتا ہے۔) یہ بھی مشہور ہے کہ حضور کے استفسار پر یہ جواب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیا تھا۔ یہی روایت سعید بن یربوع کے سلسلہ میں بھی آئی ہے اس کو طبرانی نے بیان کیا ہے' الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید بن یربوع سے دریافت فرمایا کہ ہم دونوں میں کون بڑا ہے؟ انھوں نے کہا مجھ سے بڑے اور بہتر تو آپ ہی ہیں مگر دنیا میں پہلے میں آیا ہوں۔

ابو نعیم نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اہل بدر (شرکاء بدر) کو عہدے کیوں نہیں عنایت فرماتے' آپ نے فرمایا کہ میں اہل بدر کے درجات سے آگاہ ہوں میں انھیں دنیا میں پھنسانا نہیں چاہتا (اس کو ان کے لئے مکروہ سمجھتا ہوں)۔ احمد نے زہد میں اسماعیل بن محمد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال غنیمت بہ حصہ مساوی تمام لوگوں میں تقسیم فرمایا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے اہل بدر کو بھی عام لوگوں کے مساوی کردیا' آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے ان کی فضیلت اور ان کا اجر تو آخرت میں بہت زیادہ ہے۔

احمد نے ابوبکر بن حفص کی زبانی زہد میں بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ آپ جاڑوں میں نہیں بلکہ موسم گرما میں نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ (۲) ابن سعد حیان الصائغ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر یہ تھی۔ نعم القادر اللہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر فضائل و کمالات:۔

طبرانی نے موسیٰ بن عقبہؒ سے روایت کی ہے کہ ان چار اشخاص کے علاوہ میں کسی ایسے سلسلہ سے ناواقف ہوں جس نے خود اور ان کے بیٹوں نے رسول اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد مسعود پایا ہوا اور وہ چاریہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم ابو قحافہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' آپ کے فرزند عبد الرحمٰن اور ان کے فرزند ابو عتیق جن کا نام محمد تھا۔ یہ وہ چار پشتیں ہیں جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مہاجرین میں سے سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم کے اور کوئی ایسا نہیں جس نے اسلام

قبول کیا ہو' ابن سعد البرار نے حضرت انس کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب رضی اللہ عنہم (کرام) میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسمعیل بن عمرو بن بیضاو سب سے زیادہ عمر والے تھے (اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان سے زیادہ عمر کا کوئی اور نہیں تھا)۔

بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا سال فتح مکہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ باہر نکلیں راستے میں ان کو کچھ اسپ سوار ملے ان میں سے کسی نے ان کے گلے سے چاندی کا ہار نکال لیا۔ جب رسول اللہ رضی اللہ عنہ مسجد میں آکر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جس نے میری بہن کا ہار لیا ہے وہ دیدے۔ (اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر اپنی بہن کا ہار مانگتا ہوں) مگر کسی نے جواب نہیں آپ نے پھر دوبارہ یہی کہا مگر پھر بھی کسی نے جواب نہیں دیا تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے بہن صبر کرو! اپنے ہار سے ہاتھ اٹھالو' قسم ہے اللہ کی آج کل لوگوں میں امانت بہت کم ہے

میں نے حافظ ذہبی کی ایک تحریر دیکھی ہے جس میں انھوں نے اپنے اپنے عہد کے وحید عصر حضرات کو اس طرح جمع کیا ہے۔

نمبر شمار	فن	صاحب فن
۱۔	علم الانساب	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔	شجاعت و بسالت	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۳۔	عفت و حیا	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
۴۔	قضاء	حضرت علی رضی اللہ عنہ
۵۔	قرات	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۶۔	فرائض	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۷۔	امانت	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ
۸۔	تفسیر	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
۹۔	صدق بیانی	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
۱۰۔	شجاعت	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
۱۱۔	تذکیر	حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ
۱۲۔	قصص	حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ
۱۳۔	تعبیر	حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ
۱۴۔	قرآت	حضرت نافع رضی اللہ عنہ
۱۵۔	فقہ	حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
۱۶۔	مغازی	حضرت امام ابن اسحٰق رضی اللہ عنہ
۱۷۔	تاویل	جناب مقاتل رحمتہ اللہ علیہ
۱۸۔	قصص القرآن	جناب الکلبی رحمتہ اللہ علیہ
۱۹۔	علم عروض	جناب خلیل رحمتہ اللہ علیہ
۲۰۔	عبادت	حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ
۲۱۔	نحو	جناب سیبویہ رحمتہ اللہ علیہ
۲۲۔	علم	حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ
۲۳۔	فقہ الحدیث	حضرت امام ادریس الشافعی رضی اللہ عنہ

۲۴-	غرابت لفظی	حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۵-	اسباب وعلل	حضرت علی بن مدینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۶-	اسماء الرجال	حضرت یحییٰ بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۷-	شاعری	جناب ابو تمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۸-	سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹-	نقد حدیث	حضرت امام اسماعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۰-	تصوف	حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۱-	اختلاف	حضرت محمد بن نصر المروزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۲-	اعتزال	الجبائی
۳۳-	کلام	امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۴-	طب	جناب محمد بن ذکریا الرازیؒ
۳۵-	نجوم	ابو معشر
۳۶-	تعبیر	ابراہیم الکرمانی
۳۷-	خطابت	ابن بناتہ
۳۸-	محاضرات	جناب الفرج اصبہانیؒ
۳۹-	عوالی وعالیات	جناب ابو القاسمن طبریؒ
۴۰-	ظواہر	جناب ابن خرم رحمتہ اللہ علیہ
۴۱-	کذب	ابو الحسن البکری
۴۲-	مقامات	جناب حریری رحمتہ اللہ علیہ
۴۳-	سعتہ الرجاع	ابن مندہ
۴۴-	شاعری	جناب متنبی
۴۵-	غنا	ابراہیم موصلی
۴۶-	شطرنج	الصولی
۴۷-	سرعت قرآت	الخلیب بغدادی رحمتہ اللہ علیہ
۴۸-	خطاطی	علی بن ہلال
۴۹-	خوف	عطا السلیمی

۵۰۔	انشاء	قاضی فاضل
۵۱۔	نوادر	الاصمعی
۵۲۔	طمع	اشعب
۵۳۔	غنا	معبر
۵۴۔	فلسفہ ابن سیناؒ	

حواشی

۱۔ سریہ، مسلمانوں کی کافروں سے جنگ جو اصحاب رسولؐ اللہ پر مشتمل ہو اور حضور ﷺ بہ نفس نفیس اس میں شریک نہ ہوں

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں اگر ذکر کیا جاتا تو ربط پایا جاتا یہاں ربط سے خالی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب

آپ کا نسب نامہ:۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کا نسب نامہ یوں ہے:۔ (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب بن عبد العزی بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

اسلام کس عمر میں قبول کیا:۔

امیر المومنین ابو حفص القرشی العدوی الفاروق (رضی اللہ عنہ) ۶ھ نبوت میں مشرف بہ اسلام ہوئے اس وقت آپ کی عمر شریف ۲۷ سال تھی۔ ذہبیؒ اور نووی کا قول ہے کہ آپ عام الفیل (واقعہ فیل) کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔(۱) آپ اشراف و اکابر قریش میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کے خاندان سے سفارت مختص اور مخصوص تھی یعنی جب کبھی آپ کے مابین (قریشی خاندان کے درمیان) یا کسی اور ملک سے جنگ ہوتی تھی تو آپ ہی کے خاندان کے افراد صلے و صفائی کے لئے سفیر بناکر بھیجے جاتے تھے یا اگر کبھی تفاخر نسب کے اظہار کی ضرورت پیش آتی تو آپ ہی کے بزرگ اس کام کے لئے روانہ کئے جاتے تھے' آپ اس وقت ایمان لائے جب چالیس مرد اور گیارہ خواتین اسلام قبول کر چکی تھیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ انتالیس مرد اور تیئس عورتوں کے ایمان لانے کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب آپ نے اسلام قبول فرمایا تو اس وقت ۴۵ مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لاچکی تھیں' آپ کی ذات گرامی وہ ذات ہے کہ آپ کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی مکہ میں اسلام کا عام طور پر چرچا ہوا اور مسلمانوں کو حد درجہ مسرت ہوئی آپ کا شمار بھی سابقین اولین میں ہوتا ہے' آپ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں(جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی) آپ کی ذات گرامی خلفائے راشدین میں شامل ہے' آپ کو رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ علماء وزہاد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ سے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (۵۳۹) پانچ سو انتالیس احادیث مروی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث کی روایت کرنیوالے اصحاب:۔

آپ سے احادیث کی روایت کرنیوالے حضرات عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عفان، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر بن عبسہ۔ آپ کے فرزند عبداللہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمرو بن العاص، ابو موسیٰ، اشعری، البراء بن عازب، ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ بعض اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔ اب میں چند عنوانات کے تحت آپ کے فضل و کمال کو بیان کرتا ہوں۔

حواشی

۱۔ عام الفیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال ولادت ہے، اور چالیس سال کی عمر شریف میں آپ کو نبوت (ظاہری) عطا ہوئی اس طرح ۶ نبوت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۴۶ سال ہوئی بس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ۶ نبوت میں ایمان سے مشرف ہوئے تو آپ کی عمر ۲۷ سال کس طرح ممکن ہے جب کہ ۱۳ عام الفیل آپ کا سال ولادت ہے، آپ کی ولادت اگر ۱۳ عام الفیل مانا جائے تو بعثت سرکار دو عالم کے وقت آپ کی عمر ۲۷ سال ہوتی ہے اور ۶ نبوی کو ستائیس سال نہیں بلکہ ۳۳ سال ہوئی اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کی ولادت ۱۶ عام الفیل کو ہوئی اور بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۲۴ سال تھی اور ۶ نبوی میں ۳۰ سال کے تھے (شمس)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول

فرمانے کے سلسلہ میں چند احادیث نبوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترمذیؒ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ الٰہی عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے جس کو تو چاہے مسلمان بناکر اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ طبرانی نے اسی حدیث کو ابن مسعود اور انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی "الٰہ لعالمین! عمر بن الخطاب سے اسلام کو غلبہ عطا فرما! اس روایت میں کسی دوسرے شخص کا نام (شامل) نہیں ہے۔ اسی حدیث کو طبرانی نے اپنی اوسط میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، معجم کبیر میں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

احمدؒ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کی غرض سے گھر سے چلا تو میں نے آپ کو مسجد میں پایا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے پس میں کسی قدر پیچھے ٹھہر گیا آپ نے سورۃ الحاقۃ کی تلاوت شروع فرمائی میں قرآن کے اس اثر سے جو قلب کو متاثر کر رہا تھا۔ حیران تھا' میں نے اپنے دل میں کہا بخدا یہ شخص مجھے شاعر معلوم ہوتا ہے (جو اس قدر دلنشین کلام پڑھ رہا ہے) قریش بھی ایسا ہی کہتے ہیں' میرے دل میں خطرہ گزرا تھا کہ آپ اس آیت پر پہنچے:۔

انہ لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر قلیلا ما تومنون الخ

یہ قول رسول کریم کا قول ہے یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تم میں سے تھوڑے ہی لوگ ایماندار ہیں۔ یہ آیت سنتے ہی اسلام نے میرے دل میں گھر کرلیا اور مجھ پر اس کی عظمت ظاہر ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلمہ شہادت پڑھنا:۔

ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ میری ہمشیرہ رات کے وقت درد زہ میں

مبتلا ہوئیں تو میں گھر سے نکل کر کعبہ شریف کے پردوں کے پیچھے چلا گیا (تاکہ رات وہاں گزاردوں) اتنے میں وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجر کی طرف تشریف لائے جس پر صوف کی ایک موٹی چادر پڑی ہوئی تھی آپ نے وہاں کچھ نماز پڑھی اور پھر وہاں سے تشریف لے گئے۔ اس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ایسا کلام سنا جو اس سے قبل میں نے کبھی نہیں سنا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس جانے کے بعد میں بھی پیچھے پیچھے نکلا' آپ نے (آہٹ پاکر) فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا' میں عمر ہوں! آپ نے فرمایا کہ عمر تم میرا رات دن میں کسی وقت پیچھا نہیں چھوڑتے (ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے ہو) اس وقت میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو آپ میرے لئے بد دعا فرمائیں۔ پس مین نے فوراً" کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ (اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله) آپ نے فرمایا کہ اے عمر! اس کو ابھی پوشیدہ رکھو میں نے عرض کیا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بناکر بھیجا ہے کہ جس طرح میں اپنے شرک کو ظاہر کرتا تھا اب اسی طرح اسلام کا بھی اعلان کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:۔

ابن سعد و ابو یعلیٰ" و حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) تلوار حمائل کئے ایک روز گھر سے نکلے ہی تھے کہ قبیلہ بنو زہرہ کا ایک شخص آپ کو ملا اور پوچھا اے عمر کہاں کا قصد ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے ارادہ سے چلا ہوں' اس شخص نے کہا کہ اس قتل کے بعد تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے (وہ اس قتل کا بدلہ لیں گے) اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا' اس کو جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے' تم نے بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں تم کو اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات بتاتا ہوں وہ یہ کہ تمھاری بہن اور بہنوئی دونوں اپنا آبائی دین ترک کر چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں سے پلٹ پڑے اور اپنی بہن کے گھر پہنچے اس وقت جناب خباب بھی موجود تھے لیکن وہ آپ کی آہٹ پاکر گھر میں کسی جگہ چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں آنے سے پہلے یہ تینوں آہستہ آواز میں سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ اور ان کے

آجانے پر خاموش ہوگئے تھے آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی دریافت کیا کہ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے۔ آپ کی بہن اور بہنوئی نے کہا کچھ نہیں ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں بے دین ہوگئے ہو آپ کے بہنوئی نے کہا کہ ہاں تمہارے دین میں حق نام کو نہیں ہے! یہ سنتے ہی آپ نے غضبناک ہوکر بہنوئی کے زور سے طمانچہ مارا یہ دیکھ کر آپ کی بہن ان کو بچانے آئیں تو آپ نے بہن کو بھی ہاتھ سے پرے دھکیل دیا جس سے ان کے بھی چوٹ آئی اور منہ خون سے بھر گیا۔ آپ کی بہن نے غصہ سے کہا کہ جب تمہارا دین سچا نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے ایک معبود کے کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں بھی اس کو پڑھوں آپ کی بہن نے کہا کہ تم نجس ہو اور اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ پہلے غسل کرو یا کم از کم وضو کرلو' آپ نے (ان کے کہنے پر) وضو کیا اور وہ کتاب لے کر پڑھی' اس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ آپ اس کو پڑھنے لگے اور جس وقت اس آیت پر پہنچے انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني واقم الصلوٰة لذكري (بیشک میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں اور کوئی دوسرا میرے سوا معبود نہیں اس لئے تم میری عبادت کرو اور میری ہی یاد میں نماز پڑھو)۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جلدی ملا دو! جس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ سنا تو آپ باہر نکل آئے اور کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ جمعرات کی شب میں ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی اسلام کو عمر (رضی اللہ عنہ) بن خطاب یا عمر بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غلبہ اور قوت عطا فرما' یہ اسی کا اثر ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوہ صفا کے متصل ایک مکان میں تشریف فرما تھے' حضرت خباب رضی اللہ عنہ آپ کو ساتھ لئے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے روانہ ہوئے جس مکان میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس کے دروازے پر حضرت حمزہ حضرت طلحہ اور چند دوسرے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بطور نگراں بیٹھے ہوئے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ کر کہا عمر رضی اللہ عنہ آرہے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی خیریت منظور ہے تب تو یہ

میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے اور اگر ان کا ارادہ کچھ اور ہے تو پھر ان کا قتل کرنا بہت آسان ہے۔ اسی اثناء میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ان تمام حالات پر مشتمل وحی نازل ہو چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان سے باہر تشریف لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن اور ان کی تلوار پکڑ لی اور فرمایا اے عمر کیا یہ فساد تم اس وقت تک برپا کرتے رہو گے جب تک تم پر بھی وہ خواری اور ذلت اللہ کی طرف سے مسلط نہ ہو جائے جیسی ولید بن مغیرہ کے لئے ہوئی۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک عبد اللہ ورسولہ۔

قبول اسلام کا اظہار:۔

البزار" طبرانی رضی اللہ عنہ۔ ابو نعیم" بیہقی" نے بحوالہ اسلم لکھا ہے کہ ہم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح) خود فرمایا کہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا۔ موسم گرما میں ایک روز میں مکہ کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص مجھے ملا اور مجھ سے کہا کہ اے عمر بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم خود کو بہت کچھ سمجھتے ہو اور تمہارے گھر میں وہ کام ہو جائے کہ تم کو اس کی خبر ہی نہیں۔ میں نے کہا کیا ہوا' اس شخص نے کہا ہوتا کیا' تمہاری بہن مسلمان ہو گئی ہے! یہ سنتے ہی میں جہاں تھا وہیں سے غصہ میں پلٹ پڑا اور سیدھا بہن کے مکان پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا' اندر سے پوچھا گیا کون ہے! میں نے کہا عمر ہوں! اندر جو لوگ تھے گھبرا گئے اور مجھ سے خوف زدہ ہوئے وہ ایک کتاب کو پڑھ رہے تھے جلدی میں اسے اٹھانا بھول گئے وہ کتاب باہر ہی رکھی رہی' میری بہن نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے ہی میں نے کہا اے دشمن جاں! تو بے ایمان ہو گئی (اپنے دین سے ہٹ گئی) یہ کہہ کر غصہ میں جو کچھ میرے ہاتھ میں تھا وہ میں نے اس کے سر پر کھینچ مارا۔ سر سے خون بہنے لگا' بہن نے رو کر مجھ سے کہا عمر! میں بے دین ہو گئی یا جو کچھ ہو گئی' جو کچھ میری سمجھ میں آیا وہ میں نے کر لیا! یہ سن کر میں اندر گیا اور تخت پر جا کر بیٹھ گیا وہاں میں نے ایک کتاب رکھی ہوئی دیکھی۔ میں نے بہن سے کہا یہ کیا ہے میرے پاس لاؤ' بہن نے جواب دیا کہ تم اس کو چھونے کے اہل نہیں کہ اس کو پاک لوگ ہی ہاتھ میں لے سکتے ہیں میں نے اصرار کیا۔ میرے اصرار سے مجبور ہو کر وہ کتاب لے کر میرے پاس آئی میں نے جیسے

ہی اس کو کھولا تو شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا' اللہ تعالیٰ کے نام کی ہیبت سے میں کانپ گیا۔ اور وہ مقدس کتاب (ہیبت کے باعث) میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جب کچھ دیر کے بعد میرے اوسان بحال ہوئے تو میں نے پھر اسے اٹھاکر پڑھا اس مرتبہ میری نظر اس آیت پر پہنچی' سبح للہ ما فی السموت والا رض (جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں)۔ میں پھر لرزہ براندام ہوگیا۔ تیسری بار جب میں نے اسے پڑھا اور جب میں اس آیت پر پہنچا آمنو با للہ ورسولہ (اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) تو بیساختہ میری زبان سے نکلا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ یہ سن کر تمام لوگ جو گھر میں موجود تھے میری طرف دوڑے اور سب نے زور سے تکبیر کہی اور مجھے مبارک باد دی۔ پیر کے روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی دعا فرما چکے تھے کہ الہ العالمین اپنے دین کے ان دو دشمنوں ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جسے تو چاہے اس کے ذریعہ اپنے دین کو غلبہ عطا فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوہ صفا کی وادی کے مکان میں تشریف رکھتے تھے یہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ میں نے وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا' اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں عمر ہوں چونکہ تمام لوگ میری دشمنی اور عداوت سے واقف تھے چنانچہ میرا نام سن کر کسی نے دروازہ کھولنے کی جرات نہیں کی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ' دروازہ کھول دو۔ لوگوں نے دروازہ کھول دیا اور دو افراد نے میرے بازو پکڑ لئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے' آپ نے فرمایا انھیں چھوڑ دو پھر آپ نے میرا دامن پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا عمر مسلمان ہو جاؤ! الٰہی عمر کو ہدایت دے! میں نے فوراً" کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کی گلیوں میں اس تکبیر کی آواز پہنچی! لوگ ڈر گئے اور مجھ سے مار پیٹ کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ جب میں باہر نکلا تو کچھ دھینگا مشتی ضرور ہوئی لیکن میں ضربات سے محفوظ رہا۔ یہاں سے میں اپنے ماموں ابوجہل بن ہشام کے پاس پہنچا' ابوجہل قریش میں بااثر سمجھا جاتا تھا اور اس کو بھی رئیس قریش کی حیثیت حاصل تھی' میں نے اس کے دروازے پر دستک دی' اس نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ ہوں اور میں نے تیرا دین چھوڑ دیا ہے اس نے کہا کہ عمر ایسا مت کرنا اور پھر خوف کے باعث اندر سے دروازہ بند کرلیا اور میں اسی طرح باہر کھڑا رہا۔ میں نے اس سے کہا کہ ان باتوں سے کیا

فائدہ'

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرے روساء قریش سے ملنا:۔

یہاں سے میں قریش کے ایک اور سردار اور بااثر شخص کے پاس پہنچا اور اس سے بھی وہی گفتگو ہوئی جو ابوجہل سے ہوئی تھی اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا اور اس نے بھی خوف سے اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ میں نے کہا کہ ان حرکتوں سے کیا حاصل! تم دوسرے مسلمانوں کو تو (دین کی تبدیلی کی وجہ سے) مارتے پیٹتے ہو مگر اب مجھ سے آنکھ بھی نہیں ملاتے میری یہ باتیں سن کر ایک شخص نے کہا کہ تم اپنا دین اور اپنا اسلام کیا اس طرح ظاہر کرنا چاہتے میں نے کہا کہ ہاں اب اسی طرح ہوگا! اس نے کہا کہ وہ دیکھو اس پتھر کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہیں ان میں ایک شخص ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے تم کچھ راز کی بات کہدو تو وہ راز نہیں رہ سکے گی (فوراً" اس کو طشت از بام کر دے گا)۔ اس سے جاکر اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرو ہر جگہ خبر ہو جائے گی۔ خود کیوں دروازے دروازے جاتے ہو چنانچہ میں وہاں پہنچا اور اس سے اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا اس نے کہا کیا تم مسلمان ہو چکے۔ میں نے کہا ہاں۔ یہ سنتے ہی اس نے زور سے کہا کہ لوگو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب ہمارے دین سے خارج ہوگیا۔ یہ سنتے ہی ادھر ادھر جو مشرکین موجود تھے مجھ پر ٹوٹ پڑے' دیر تک مارپیٹ ہوتی رہی اس شوروغل کی آواز سن کر میرے ماموں نے پوچھا۔ یہ کیا شوروغل ہے انھوں نے کہا کہ عمر مسلمان ہوگیا ہے۔ یہ سن کر میرا ماموں (ابوجہل) پتھر پر چڑھا اور لوگوں سے کہا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے' یہ سنتے ہی وہ لوگ جو مجھ سے الجھ رہے تھے مجھ سے الگ ہوگئے مگر یہ امر مجھ پر بڑا شاق گزرا کہ دوسرے مسلمانوں سے مار پیٹ کا سلسلہ جاری رہے اور میں کھڑا تماشہ دیکھوں چنانچہ میں ابوجہل کے پاس پھر پہنچا اور میں نے اس سے کہا کہ مجھے تمہاری پناہ نہیں چاہیے اس کے بعد مار پیٹ کا سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا (اور یہ سلسلہ بند ہوگیا)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب فاروق کس طرح رکھا گیا:۔

ابو نعیمؒ (نے دلائل میں) اور ابن عساکرؒ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

ایک روز میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کا لقب فاروق رضی اللہ عنہ کس طرح ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے تین روز قبل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے' میں اتفاقاً مسجد کی طرف جانکلا تو میں نے ابوجہل کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (خاکم بدہن) سب و شتم کرتا چلا آرہا ہے' اس بات کی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی وہ فوراً اپنی کمان لے کر مسجد کی طرف چلے اور قریش کے اس حلقہ کے قریب جس میں ابوجہل بیٹھا تھا ابوجہل کے بالمقابل کمان کے سہارے کھڑے ہوگئے اور اس کو مسلسل دیکھنے لگے' ابوجہل نے اندازہ کرلیا کہ آج حمزہ کے تیور خراب ہیں' اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابو عمارہ آج تمھیں کیا ہوگیا ہے' یہ سنتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کمان اس زور سے اس کی پیٹھ پر ماری کہ اس کے خون بہنے لگا قریش نے فوراً بیچ بچاؤ کرا دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چلے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ارقم بن ابی ارقم مخزومی کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے اور اسلام قبول کرلیا۔

اس واقعہ کے تیسرے دن میں باہر نکلا تو راستے میں مجھے ایک مخزومی شخص ملا میں نے اس سے کہا کہ کیا تم نے اپنے دین کو ترک کر دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کرلیا' اس نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو کیا تعجب ہے جب کہ ایک ایسے شخص نے یہ دین اختیار کرلیا ہے جس پر تم کو مجھ سے زیادہ حق ہے (مجھ پر اتنا حق نہیں جتنا کہ تم کو ان پر ہے) میں نے کہا کہ وہ کون ہے' اس نے کہا کہ تمھاری بہن اور بہنوئی یہ سن کر میں فوراً اپنی بہن کے گھر گیا' جب میں دروازے پر پہنچا تو کچھ پڑھنے کی بھنبھناہٹ مجھے محسوس ہوئی میں سیدھا اندر چلا گیا اور ان سے کہا یہ کیا ہے۔ سوال و جواب میں بات بڑھ گئی اور میں نے بہنوئی کا سر پکڑ کر مارا اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ میری بہن نے میرا سر پکڑ لیا اور کہا کہ بیشک تمھاری منشاء کے خلاف ہوا ہے! میں نے جب بہنوئی کے سر سے خون بہتے دیکھا تو مجھے شرمندگی لاحق ہوئی اور میں بیٹھ گیا اور کہا کہ ذرا مجھے بھی یہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے' بہن نے جواب دیا کہ اسے پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں چنانچہ میں نے اٹھ کر غسل کیا تب انھوں نے وہ کتاب مجھے دی میں نے جو دیکھا تو اولاً میری نظر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ پر پڑی۔ میں نے کہا کہ یہ نام تو بڑے پاکیزہ ہیں۔ اس کے بعد لکھا تھا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ تا آیت لہ الا سماء الحسنیٰ میرے دل

میں اس کلام کی بڑی عظمت پیدا ہوئی' میں نے کہا کیا قریش اسی کلام سے بھاگتے ہیں' اور میں اس دم مسلمان ہوگیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے ہیں' میری بہن نے کہا کہ وہ ارقم کے مکان میں تشریف فرما ہیں میں یہاں سے اسی وقت وہاں پہنچا اور دروازہ پر ہاتھ مارا لوگ جمع ہوگئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے لوگوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے فرمایا اگر عمر ہیں تو دروازہ کھول دو' اگر وہ نیک نیتی کے ساتھ آئے ہیں تو ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں' اگر ان کا ارادہ بد ہے تو ہم انھیں قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سماعت فرمائیں اور آپ باہر تشریف لے آئے' آپ کے باہر تشریف لاتے ہی میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اس گھر میں اس وقت جتنے مسلمان تھے انھوں نے (میرے اسلام قبول کرنے کی خوشی میں) اس زور سے تکبیر بلند کی کہ اس کو تمام اہل مکہ نے سنا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا! یارسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا' کیوں نہیں! ہم یقیناً" حق پر ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ پھر یہ اخفا اور پردہ کیوں ہے؟ چنانچہ اس گھر سے ہم تمام مسلمان دو صفیں بناکر نکلے ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور ایک صف میں میں تھا۔ اور اسی طرح صفوں کی شکل میں ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ قریش نے مجھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو جب دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دیکھا تو ان کو حد درجہ ملال ہوا۔ اس روز سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا خطاب مرحمت فرمایا کیونکہ اسلام ظاہر ہوگیا اور حق و باطل کے درمیان فرق پیدا ہوگیا'

ابن سعدؒ ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کس نے رکھا' آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' ابن ماجہ و حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

البزار اورحاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحت کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو مشرکین نے کہا کہ مسلمانوں نے ہم سے اپنا پورا پورا بدلہ چکا لیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ آیت یا ایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک

من المومنین نازل فرمائی (یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اور آپ کی اتباع کرنے والے مومنین کے لئے اللہ کافی ہے)۔ بخاری میں عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس دن سے اسلام ہمیشہ عزت و سربلندی ہی پاتا گیا۔

مسجد حرام میں مسلمانوں کا نماز پڑھنا:۔

ابن سعد اور طبرانیؒ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام گویا اسلام کی فتح تھی' آپ کی ہجرت ' نصرت تھی اور آپ کی امامت رحمت تھی۔ ہم میں یہ ہمت و طاقت نہیں تھی کہ ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ سکیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تو آپ نے مشرکین سے اس قدر جدال وقتال کیا کہ عاجز آکر انھوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا اور ہم بیت اللہ شریف میں (اطمینان سے) نماز پڑھنے لگے۔

ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تب سے اسلام کی حالت ایسی ہوگئی جیسا ایک اقبال مند شخص جس کا ہر قدم ترقی کی جانب ہوتا ہے اور جب سے آپ شہید ہوئے یہ حالت ہوئی کہ اسلام کے عروج و ترقی میں کمی آتی گئی اور اس کا ہر قدم پیچھے کی طرف ہی پڑنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو تقویت:۔

طبرانی حضرات ابن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے سب سے اول اپنا اسلام علی الاعلان ظاہر کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تب اسلام ظاہر ہوا (ورنہ لوگ اپنا اسلام لانا ظاہر نہیں کرتے تھے) اسلام کی طرف کھلم کھلا لوگوں کو بلایا جانے لگا اور ہم کعبہ کے گرد بیٹھنے ' طواف کرنے' مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کا جواب دینے کے

قائل ہو گئے۔

ابن سعد نے اسلم مولیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ماہ ذی الحجہ ۶ میں بہ عمر ۲۶ سال مشرف باسلام ہوئے۔

ہجرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ہجرت کو کسی سے نہیں چھپایا:۔

ابن عساکرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا ہم کسی ایسے ایک شخص کو بھی نہیں بتلا سکتے جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے نکلے تو آپ نے اپنی تلوار حمائل کی اور اپنے شانے پر کمان لٹکائی اور ہاتھ میں ترکش سے تیر نکال کر لے لیا پھر کعبتہ اللہ میں تشریف لائے' وہاں کچھ اشراف قریش بھی بیٹھے تھے' آپ نے ان کے سامنے ہی سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا' مقام ابراہیم پر دو رکعتیں پڑھیں اور پھر اشراف قریش کے حلقہ کے پاس آکر ایک ایک شخص سے الگ الگ فرمایا کہ تمھاری صورتیں بگڑیں' تمھارا ناس ہو جائے! ہے کوئی تم میں جو اپنی ماں کو بے پوت' بیٹے کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو! آئے اور جنگل کے اس طرف آکر مجھ سے مقابلہ کرے! مگر وہاں کس میں تاب تھی کہ وہ آپ کا پیچھا کرتا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہجرت کرکے ہمارے پاس (مدینہ میں) مصعب بن عمیر آئے' پھر ابن مکتوم اور ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے! ہم نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارادہ ہے انھوں نے فرمایا وہ پیچھے تشریف لائیں گے۔ چنانچہ آپ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور جنگ احد میں آپ نے ثابت قدمی دکھائی تھی۔

فضیلت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مشتمل احادیث

بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ میں نے خواب میں جنت کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ اس میں ایک عورت جنت کے قصر کی جانب بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے' میں نے دریافت کیا یہ قصر کس کا ہے' فرشتوں نے کہا کہ یہ قصر (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے' یہ خواب بیان فرما کر آپ نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے تمہاری غیرت کے پیش نظر اس قصر میں قدم نہیں رکھا اور واپس آگیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم' میں اور آپ سے غیرت کروں!

بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے' دودھ کی تازگی اور خوشبو میرے ناخنوں تک سرایت کر گئی ہے پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اس خواب کی تعبیر کیا ہوئی؟ آپ نے فرمایا علم! بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ:۔

"میں نے خواب دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جارہا ہے انھوں نے جو قمیضیں پہن رکھی ہیں وہ بعض کے سینوں تک ہیں اور بعض کی اس سے کچھ زیادہ نیچی ہیں' جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش کیے گئے تو ان کی قمیص زمین سے گھسٹتی جارہی تھی"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ قمیض کیا تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا' دین"

بخاریؒ اور مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے' جس راستے سے تم گزرو گے اس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا بلکہ وہ دوسرے راستے سے جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کے محدث یا صاحب الہام ہیں:۔

بخاریؒ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں محدث یعنی صاحب الہام گزرتے رہے ہیں اگر میری امت میں کوئی ہو سکتا ہے تو وہ عمر ہیں۔ ترمذیؒ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور قلب پر اللہ تعالیٰ نے حق کو جاری کر دیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں لوگوں کے قول کے مطابق حکم نازل نہیں ہوا مگر قرآن شریف اکثر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق نازل ہوا ہے۔

ترمذیؒ اور ہاکمؒ نے عقبہ بن عامر کی صحت کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوشاد فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔ اسی حدیث کو طبرانی نے ابو سعید خدریؒ اور عصمہ بن مالک سے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

جن وانس اور شیاطین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگتے ہیں:۔

ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جن وانس اور شیاطین کو (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ ابن ماجہؒ اور حاکمؒ نے ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص جس سے خداوند عزوجل سب سے اول مصافحہ فرمائے گا اور سلام بھیجے گا اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کریگا وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ابن ماجہ اور حاکمؒ نے بروایت ابوذر لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر وضع کر دیا ہے کہ وہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں۔ احمدؒ اور البزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور دل پر حق کو جاری فرما دیا۔

ابن منیعؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہم تمام صحابہ رسول

اللہ کو اس امر میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر ہم سب کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں اور ہم سب کو دلی سکون میسر آتا ہے۔ البرار نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب جنت کے چشم و چراغ ہیں۔ (اس حدیث کو ابن عساکرؒ نے بھی بیان کیا ہے)۔

البزارؒ نے قدامہ بن مظعون کے عم محترم عثمان بن مظعون کی زبانی بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (حضرت) عمر کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہی وہ ہستی ہے جس کے باعث فتنہ و فساد کے دروازے بند ہیں اور جب تک زندہ رہیں گے اس وقت تک تم میں کوئی شخص پھوٹ اور فتنہ و فساد نہیں ڈال سکے گا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر:۔

طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ جبرئیلؑ نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلام کے بعد فرما دیجئے کہ ان کا غضب عزیز و پسند ہے اور ان کی رضا کے مطابق ہی حکم ہوتا ہے۔ ابن عساکرؒ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیطان خوف کے باعث بھاگتا ہے۔

احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد طریقوں سے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سے شیطان ڈر کر بھاگتا ہے۔ ابن عساکرؒ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام آسمانی مخلوق (فرشتے) میں ایسا کوئی نہیں جو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و توقیر نہ کرتا ہو اور زمین پر شیطان ان سے ڈر کر بھاگتا ہے۔

طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہل عرفہ پر بالعموم اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بالخصوص مباہات فرماتا ہے۔ (اسی طرح کی ایک حدیث کبیرؒ نے ابن عباس سے بیان کی ہے) طبرانی اور ویلمی نے فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد حق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے گا خواہ وہ کہیں ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں فروغ اسلام:۔

بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوہریرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول پڑا ہوا تھا چنانچہ میں نے کنوئیں سے کئی ڈول کھینچے' پھر بھرا ہوا ایک یا دو ڈول ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھینچے لیکن اس کام میں انھوں نے کچھ ضعف محسوس کیا (اللہ ان پر اپنا کرم فرمائے) پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انھوں نے کئی ڈول کھینچے اور اس طرح کھینچے کہ کسی جواں مرد کو میں نے اس طرح ڈول کھینچتے نہیں دیکھا۔ پھر چاروں طرف سے پیاسے لوگ آئے اور خوب سیراب ہوئے۔ امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال میں اس حدیث کا اشارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی طرف ہے اور اس امر کا اظہار ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بکثرت فتوحات ہوں گی اور اسلام بہت زیادہ پھیلے گا۔

طبرانی نے سدیسہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے ہیں تب سے جب کبھی ان کو شیطان ملا اور آمنا سامنا ہوا تو الٹے پاؤں بھاگا ہے طبرانی نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل کہتے تھے کہ اسلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر روئے گا۔ (اسلام کو ان کی موت سے بہت نقصان پہنچے گا)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہ سے محبت اور عداوت:۔

طبرانی نے اوسط میں ابو سعید خدری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اللہ جل شانہ' نے اہل عرفہ پر عموماً" اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خصوصاً" فخرو مباہات کی ہے' جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں۔ ہر ایک کی امت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے اگر میری امت کا کوئی محدث ہے تو وہ عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محدث کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان سے ملائکہ گفتگو کریں۔ (اس حدیث کے اسناد درست ہیں)۔

حواشی

ا۔ یہ احادیث شریفہ ان احادیث کے علاوہ ہیں جن میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

صحابہ کرام و سلف صالحین کے اقوال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین پر مجھے عمر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے (ابن عساکر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے مرض موت میں دریافت کیا کہ اگر جناب سے خداوند تعالیٰ دریافت فرمائے کہ تم نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ کیوں منتخب کیا تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا میں عرض کروں گا کہ میں نے لوگوں پر ان میں سے سب سے بہتر شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ (ابن سعد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی فراموش نہ کرو کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ ان کا قول الہام ہو اور فرشتے کی زبانی بیان کر رہے ہوں'

اقوال سلف صالحین:۔

ابن سعد نے ابن عمر کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر ہی سب سے زیادہ صاحب عقل و شعور اور بزرگ و برتر ثابت ہوئے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلہ میں اور تمام دنیا کا علم ایک پلہ میں رکھ کر وزن کیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلہ ہی بھاری رہے گا۔ کیونکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم آپ کو دیا گیا ہے (طبرانی اور حاکم)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی

شخص سے واقف نہیں جس نے جرات کے ساتھ خدا کی راہ میں ملامت سنی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نہایت زود فہم تیز طبع اور معاملہ فہم تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس نہ دنیا آئی اور نہ انھوں نے اس کی خواہش اور آرزو فرمائی البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا آئی مگر انھوں نے اس کو دھتکار دیا اور میں نے دنیا کو بالکل ہی اپنے پیٹ میں بھرلیا ہے (زبیر بن بکار نے موفقیات میں بیان کیا)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے بعد اس چادر اوڑھنے والی ہستی کے اقوال سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ضرور ہی کرنا چاہیے کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ قرآن کریم اور اسلامی احکام کے جاننے والے ہیں۔

(عالم و فقیہہ ہیں)۔ و طبرانی اور حاکم۔

حضرت ابن عباس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ سراپا خیر تھے پھر ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال اس پرندے کی ہے جس کو دیکھ کر دیکھنے والے کو یہ آرزو ہوتی ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح اس کو اپنے دامن میں لے لوں، پھر آپ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواباً" ارشاد کیا کہ ارادے کی پختگی، ہوشمندی، علم، دلیری اور مردانگی سے آپ بھرپور تھے۔ (آپ کے اندر یہ اوصاف بتام و کمال موجود تھے)۔ (طیوریات)

طبرانی عمیر بن ربیعہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ تم نے کسی پچھلے صحیفہ میں میرا ذکر بھی پایا ہے انھوں نے کہا کہ ہاں آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ قرنا من الحدید ہوں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ قرنا من الحدید سے کیا مطلب ہے انھوں نے کہا کہ

ایک ایسے مضبوط امیر جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے نہیں ہٹیں گے یا اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ اور اس کے بعد کیا لکھا ہے انھوں نے کہا کہ آپ کے بعد جو خلیفہ ہوگا اس کو ایک ظالم جماعت قتل (شہید) کردے گی۔ آپ نے فرمایا اور اس کے ساتھ اور کیا لکھا ہے انھوں نے کہا کہ اس کے بعد فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و بزرگی چار باتوں سے ظاہر ہے اول اسیران بدر کے سلسلہ میں قتل کا حکم دیا گیا اور لولا کتب من اللہ سبق الخ نازل ہوئی (جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید ہوئی)۔ دوم آپ نے ازواج مطہرات کے پردے کے سلسلہ میں فرمایا اور اس پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اے عمر بن خطاب تم ہم پر اپنا حکم نافذ دیکھنا چاہتے ہو حالانکہ وحی تو ہمارے ہی گھر میں اترتی ہے۔ چنانچہ امہات المومنین کے پردے کے بارے میں آیات فاذا سالتموھن متاعا الخ۔ سوم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق دعا فرمائی کہ الٰہی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمان بناکر اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ چہارم آپ کا سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت خلافت کرنا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں ذکر کیا کرتے تھے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مقید رہے اور آپ کے بعد آزاد ہوکر ہر طرف پھیل گئے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے تو اس نے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو نہیں بلکہ تمام مہاجرین و انصار کو خطاکار ٹھہرایا۔

حضرت شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں ایک ذرا سی بھی نیکی ہے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقابلے میں زیادہ مستحق خلافت تھے۔

حضرت ابو اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو! تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کون تھے' وہ دونوں حضرات اسلام کے لئے بمنزلہ ماں باپ کے

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھلائی کے ساتھ یاد نہ کرے تو میں ایسے شخص سے بالکل بیزار اور الگ ہوں۔

آراء حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موافقات قرآنی!

ان موافقات قرآنی سے صرف بیس مقامات کا ذکر:۔

ابن مردویہ نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ رائے (کسی اہم مسئلہ میں) دیتے تھے قرآن حکیم کا حکم اس کے مطابق نازل ہوتا تھا ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائیں موجود ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کی رائے کچھ اور ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ اور تو قرآن شریف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا!

بخاریؒ اور مسلمؒ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (مرفوعاً) روایت کرتے ہیں کہ میرے رب نے میری رائے سے تین موقعوں پر اتفاق فرمایا اول اس وقت کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کاش ہم مقام ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بناتے تو اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی وا تخذ و ا من مقام ا برا ہیم مصلےO ( ) دوسرے میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں اور وہاں ازواج مطہرات بھی ہوتی ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم فرما دیتے تو اس گزارش کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی۔ تیسرے جب تمام ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (نان و نفقہ کی تنگی کے سلسلہ میں) غیرت دلانے پر یک زبان اور متحد ہوگئیں تو میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا " عسی ربه ا ن طلقکن ا ن یبدله ا زوا جا خیرا منکنO اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور بالکل یہی الفاظ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمائے۔ (بالکل انہی الفاظ کے ساتھ وحی نازل ہوئی)۔

مسلمؒ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے میری رائے کی موافقت تین مقامات پر کی' پردے کے بارے میں۔ مقام ابراہیم پر نماز کے بارے میں۔ اسیران بدر کے قضیہ میں۔ اور اسی حدیث سے ایک چوتھے موقع کا بھی اظہار ہوتا ہے یعنی غیرت دلانے کے مسئلہ پر۔

امام نووی" تہذیب میں اس طرح لکھتے ہیں کہ قرآن شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے چار جگہ اتفاق کیا گیا۔ اسیران بدر۔ پردہ ازواج مطہرات' مقام ابراہیم اور تحریم شراب' چنانچہ اس سے پانچویں بات تحریم شراب کے سلسلہ میں پائی۔ اس سلسلہ میں حاکم نے سنن اور مستدرک میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی کہ الٰہی شراب کے بارے میں ہمارے لئے واضح بیان فرما دیجئے اس کے بعد شراب کے حرام ہونے پر آیت نازل ہوگئی۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے چار باتوں میں موافقت فرمائی ہے ان میں سے ایک یہ کہ جب آیت لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین () نازل ہوئی تو اسے سن کر میری زبان سے بیساختہ نکلا فتبارک اللہ احسن الخالقین○ () اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوگئی۔ اس حدیث سے مقام موافقت کا چھٹا مقام ظاہر ہوگیا۔ اس حدیث کے دوسرے طرق بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہیں جن کو میں نے اپنی تفسیر مسند میں بیان کیا ہے پھر میرے مطالعہ سے کتاب فضائل الاامامین مصنفہ ابو عبداللہ شیبانی گزری تو اس میں میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا ہے کہ اس کے رب نے اس سے اکیس جگہ موافقت فرمائی ہے انھوں نے مذکورہ بالا چھ مقامات کا ذکر کرکے عبد اللہ ابن ابی کا واقعہ لکھا ہے کہ:۔

۷۔ جب عبداللہ ابن ابی مرا تو اس کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ کے لئے بلا (اور خواستگار ہوئے کہ اس کی نماز جنازہ آپ پڑھائیں) جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانگی کے لئے تیار ہوئے تو میں بھی کھڑا ہوا لیکن میرے دل میں یہ بات آئی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ عبداللہ ابن ابی تو بڑا سخت دشمن تھا ایک دن تو وہ اس طرح کہہ رہا تھا۔ بخدا ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ولا تصل علی احد منھم مات ابدا الخ (اور جب ان میں سے کوئی مرے تو اس پر نماز نہ پڑھئے)۔

۸۔ نزول آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ (وہ آپ سے شراب کے بارے میں سوال کرتے ہیں الخ)

۹۔ یا ایھا الذین امنو لا تقربو الصلوٰۃ الخ کا نزول۔
میری رائے ہے کہ مذکورہ بالا دونوں آیتیں بلکہ گذشتہ میں تیسری بات جو بیان ہوئی وہ ایک ہی سلسلہ کی چیزیں ہیں۔

۱۰۔ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے حق میں دعائے مغفرت فرمانے لگے تو میں نے عرض کیا سواء علیہم تب بھی آیت سواء علیہم استغفرت لھم الخ نازل ہوئی۔ (طبرانی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔

۱۱۔ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے باہر نکل کر لڑنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکلنے ہی کا مشورہ دیا تھا اور تب ہی آیت کما اخرجک ربک من بیتک الخ (آپ کے رب نے آپ کو گھر سے باہر لڑنے کے لئے نکالا) نازل ہوئی۔

۱۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قضیہ نامرضیہ کے سلسلہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مشورہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اللہ نے! اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ سے ان کے عیب کو چھپایا ہوگا۔ بخدا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب کچھ بہتان ہے سبحانک ھذا بھتان عظیم○ بس اسی طرح آیت نازل ہوئی۔

۱۳۔ ابتدائے اسلام میں رمضان شریف کی رات میں بھی بیوی سے قربت منع تھی' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا۔ اس کے بعد (شب میں مجامعت کو جائز قرار دے دیا گیا) اور آیت نازل ہوئی احل لکم لیلتہ الصیام الرفث الخ۔

۱۴۔ ابن حاتم نے بروایت عبد الرحمٰن بن ابی یعلی بیان کیا ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور آپ سے کہا کہ جبرئیل فرشتہ جس کا ذکر تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ من کان عدوللہ وملا ئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین' () پس بالکل انہی الفاظ میں آیت قرآنی نازل ہوئی اس حدیث کو ابن جریر

نے چند طریقوں سے بیان کیا ہے مگر موافقت سے زیادہ قریب یہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فلا وربک لا یومنون الخ (آپ کے رب کی قسم وہ ایمان نہیں لائیں گے) سے موافقت رائے کا واقعہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابوالا سودؒ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ دو شخص لڑنے کے بعد انصاف کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے آپ نے ان کے قضیہ کا فیصلہ کر دیا لیکن جس شخص کے خلاف یہ فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان سے فیصلہ کرائیں۔ چنانچہ یہ دونوں پہنچے اور جس شخص کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمارا فیصلہ اس طرح فرمایا تھا لیکن یہ میرا ساتھی نہیں مانا اور اس نے کہا کہ آؤ (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فیصلہ کے لئے چلیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں آتا ہوں۔ آپ اندر سے تلوار نکال لائے اور اس شخص کو جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلنے کو کہا تھا قتل کر دیا' دوسرا شخص بھاگا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع حضور کو پہنچائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر اس طرح جرات کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فلا و ربک لا یومنون نازل فرمائی اور اس شخص کا خون رائیگاں گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے خون سے بری رہے۔ (اس حدیث کو اور بھی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے جن کو میں نے اپنی تفسیر مسند میں لکھا ہے)

۱۶۔ "گھر میں داخلہ کے لئے اجازت لو" ہوا یوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز سو رہے تھے اور آپ کا ایک غلام بے دھڑک (بغیر اجازت طلب کئے) اندر چلا آیا' اس وقت آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی! بغیر اجازت لئے داخل ہونا حرام فرما دے۔ پس آیت استیذان (حصول اذن) نازل ہوئی۔

۱۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ یہود ایک حیران و سرگرداں قوم ہے اور آپ کے اس قول کے مطابق آیت کا نازل ہونا۔

۱۸۔ آیت ثلۃ من الا ولین وثلۃ من الا خرین () کی شان نزول کا قصہ وہی ہے جس کو ابن عساکرؒ نے بروایت جابر بن عبد اللہ بیان کیا ہے۔

۱۹۔ آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا کا منسوخ التلاوت ہونا بھی آپ کی رائے سے موافقت رکھتا ہے۔

۲۰۔ جنگ احد میں جب ابو سفیان نے کہا افی القوم فلان تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایالا تجیبنہ (اس کا جواب نہ دو) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اس قول سے موافقت فرمائی' اس واقعہ کو احمدؒ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے ساتھ اس قصہ کو بھی ملا لینا چاہیے جسے عثمان بن سعید الدارمی نے اپنی کتاب میں سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے جو اس طرح ہے کہ ایک روز کعب احبار نے کہا کہ آسمان کا بادشاہ زمین کے بادشاہ پر افسوس کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا مگر اس بادشاہ پر افسوس نہیں کرتا جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا۔ یہ سن کر کعب احبارؒ نے کہا واللہ توریت میں یہ الفاظ ہیں' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدے میں گر گئے۔ (سجدہ شکر بجا لائے)۔

۲۱۔ میں نے کامل ابن عدی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے یہ مطالعہ کیا ہے کہ جب پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیا کرتے تھے تو اشھد ان لا الہ الا اللہ کے بعد حی علی الصلوٰۃ کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجویز پیش کی کہ تم اشھد ان لا الہ الا اللہ کے بعد اشھد ان محمد الرسول اللہ بھی کہا کرو' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جس طرح عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہا کرو۔

حواشی

۱۔ آپ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیجیے۔

۲۔ ہم نے انسان کو گندھی ہوئی (خمیر کی ہوئی) مٹی سے پیدا کیا ہے۔

۳۔ پس برکت والا ہے وہ جو تمام خالقوں میں سب سے بہتر اور برتر خالق ہے۔

۴۔ جو شخص اللہ' اس کے فرشتوں اس کے رسولوں اور جبرئیل و میکائیل (علیہم السلام) سے دشمن کرے تو کافروں سے اللہ اس دشمنی کا بدلہ لیں گے۔

۵۔ ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

کرامات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیہقیؒ اور ابو نعیمؒ نے دلائل النبوت میں اور لالکائی نے شرح السنہ میں، ابن لاعرابی نے کرامات الاولیا میں اور الخطیب نے رواۃ مالکؒ میں نافع سے بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساریہؒ نامی ایک شخص کو امیر لشکر بنا کر ایک جنگ پر مامور کیا، کچھ عرصہ بعد ایک روز آپ نے اثنائے خطبہ فرمایایا ساریتہ الجبل (اے ساریہ! پہاڑ کی طرف) یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا، چند روز کے بعد اس لشکر کا فرستادہ ایک ایلچی آیا آپ نے اس سے جنگ کے حالات دریافت کیے اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین ہم کو شکست ہو چکی تھی کہ یکایک ہم نے تین بار یہ آواز سنی کہ "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" چنانچہ ہم نے فورا" پہاڑ کی طرف رخ کیا۔ ہمارا ادھر رخ کرنا تھا کہ جنگ کا رخ بدل گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کو شکست دیدی۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب خطبہ کے دوران آپ نے یا ساریتہ الجبل کہا تھا تو لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا کہ ساریہ تو نہاوند (عجم) میں ہیں اور آپ ان کو یہاں پکار رہے ہیں۔ (ابن حجر نے الاصابہ میں اس کی اسناد کو صحیح بتایا ہے)۔

ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے حوالہ سے لکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپ نے خطبہ کے دوران فرمایا "اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جس شخص نے بھیڑیے کی حفاظت کی اس نے ظلم کیا"۔ لوگ دوران خطبہ آپ کی یہ بات سن کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت انھوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا پتہ لگ جائے گا۔ چنانچہ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے یہ کیا فرمایا؟ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ ہمارے بھائی کافروں کے ہاتھ سے شکست کھاگئے ہیں اور اس وقت وہ پہاڑ کی طرف سے گزر رہے ہیں اگر وہ یہاں سے پلٹے تو ایک ایک مسلمان شہید ہو جائے گا اور اگر آگے بڑھے جب ہلاک ہو جائیں گے۔ لہٰذا میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے (کہ اسی طرح ان کی سلامتی ہے)۔ ایک مہینے کے بعد جب ایک قاصد فتح کی خوشخبری لے کر آیا تو اس نے کہا

کہ ہم نے لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی اور ہم پہاڑ کی طرف ہٹ گئے' اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرما دی۔

ابو نعیم نے دلائل میں عمر ابن حارث سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ آپ نے درمیان میں خطبہ ترک کر کے تین بار یہ فرمایا کہ "اے ساریہ پہاڑ کی طرف جا"۔ اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع کر دیا۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کو جنون لاحق ہو گیا ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قدرے بے تکلف تھے انھوں نے کہا کہ آج آپ نے ایسا کام کیا ہے کہ لوگ آپ پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں' آپ تو خطبہ دے رہے تھے کہ یکایک چیخنے لگے یا ساریۃ الجبل آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا میں نے دیکھا کہ مسلمان پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دشمن ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہدیا کہ " ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جا۔" اس واقعہ کے بعد ساریہ کا خط لیکر ایک قاصد آیا' اس خط میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز ہم دشمن سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست پا جائیں کہ عین نماز جمعہ کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی کہ "ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جا"۔ چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہٹ گئے اور ہم کو دشمنوں پر فتح حاصل ہو گئی اور انھیں ہم نے تہ تیغ کر ڈالا۔

عمر بن حارث کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس روز آپ پر زبان طعن دراز کی تھی انھوں نے اس شہادت پر بھی یہی کہا کہ یہ سب کچھ تصنع اور بناوٹ ہے۔ (نعوذ باللہ)

جمرہ کا گھر جل گیا:۔

ابو القاسم بن بشران نے فوائد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا جمرہ (چنگاری) آپ نے دریافت فرمایا اور باپ کا نام اس نے کہا شہاب (شعلہ) آپ نے اس کے قبیلے کا نام دریافت کیا اس نے حرقہ (آگ) بتایا' آپ نے اس کا وطن دریافت کیا اس نے بتایا حرہ (گرمی)! آپ نے کہا حرہ کہا واقع ہے اس نے کہا لظی (شعلہ) میں ' یہ سن کر آپ نے فرمایا اپنے اہل و عیال کی جلد خبر لو وہ تو جل مرے' وہ شخص اپنے گھر گیا تو واقعی اس

کے گھر کو آگ لگ چکی تھی اور سب کے سب جل مرے تھے (مالک نے موطا میں بھی اسی طرح روایت کی ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نامہ دریائے نیل کے نام:۔

ابو الشیخ کتاب العصمت میں قیس ابن حجاج سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر فتح کیا تو ایک مقررہ دن پر جو اہل عجم کا معمول تھا' بہت سے لوگ حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہماری کھیتی باڑی کا دارومدار دریائے نیل کے پانی پر ہے جب دریائے نیل خشک ہو جاتا ہے کو ایک قدیم طریقے (ٹوٹکے) کے بغیر اس میں پانی نہیں بڑھتا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ قدیم طریقہ کیا ہے انھوں نے کہا کہ جب چاند کی گیارہ تاریخ آتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کا انتخاب کرکے اس کے والدین کی رضا مندی سے اسے اعلیٰ درجہ کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اس کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں (پس اس مرتبہ بھی دریا میں پانی نہیں ہے ہمیں بھینٹ چڑھانے کی اجازت دی جائے)۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ یہ تمام لغو اور بے سروپا باتیں ہیں اسلام تو ان تمام باطل باتوں اور واہموں کو مٹانے آیا ہے چنانچہ آپ نے اجازت نہ دی اور دریائے نیل بالکل خشک ہوگیا بہت سے لوگ ترک وطن پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے تمام واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگاہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپ نے ان کو جواب میں لکھا کہ تم نے مصریوں کو بہت اچھا جواب دیا' اسلام ان تمام لغو باتوں کو مٹانے آیا ہے' میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ ملفوف کر رہا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب حضرت عمرو بن العاص کے پاس وہ خط آیا تو آپ نے اس رقعہ کو پڑھا اس میں لکھا تھا کہ:۔

بندہ الٰہی عمر امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو' اور اگر تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد و قہار ہی سے استدعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے۔ فقط

حضرت عمرو بن العاص نے اس رقعہ کو صلیب ستارہ کے طلوع ہونے کے پہلے دریائے نیل میں ڈال دیا' جب اہل مصر صبح کو خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح جاری کر دیا ہے کہ معمول سے سولہ گز پانی زیادہ چڑھ گیا ہے اور اسی دن سے اہل مصر کی یہ مزموم اور جاہلانہ رسم بھی ختم ہو گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹ بات پہچان لیتے تھے:۔

ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی' آپ نے اس سے فرمایا چپ رہ! اس نے پھر وہی بات دہرائی' آپ نے پھر فرمایا چپ رہ' تب اس شخص نے کہا کہ میں آپ سے جو بات کہتا ہوں وہ سچ ہوتی ہے مگر آپ نے مجھے جس بات پر چپ رہنے کا حکم دیا وہ فی الواقع جھوٹ تھی۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹ کو پہچان لیا کرتے تھے اور یہ بات آپ کے لئے مخصوص تھی۔

بیہقی نے دلائل میں ابوہدبہ حمصی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی کہ اہل عراق نے آپ کے مقرر کردہ والی کو سنگسار کرکے ہلاک کر دیا ہے۔ اس خبر سے آپ کو سخت غصہ آیا اور آپ طیش کی حالت مین گھر سے باہر تشریف لائے نماز پڑھی اور یہ دعا کی:۔

"الہیٰ! اگر ان لوگوں نے مجھے دھوکا دیا ہے تو ان کو اپنے وبال میں گرفتار فرما اور ان پر قبیلہ بنی ثقیف کا ایک چھوکرا مسلط فرما دے جو ان پر ایسی حکومت کرے جیسی عہد جاہلیت میں کی جاتی تھی اور الہیٰ نہ ان کے نیک (عمل) کو قبول فرما اور نہ عمل بد سے درگزر فرما۔"

میرا خیال ہے کہ اس کمسن ظالم حاکم سے آپ کا مقصود حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ ابن لہیعہ کا خیال ہے کہ وہ چھوکرا ابھی پیدا نہیں ہوا۔ (۱)

سیرت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال سے کیا حاصل کرتے تھے:۔

ابن سعد نے احنف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک لونڈی گزری لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المومنین کی باندی ہے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ امیرالمومنین کی باندی نہیں ہے اور کیسی باندی یا کیسی کنیز! جب کہ امیر المومنین کے لئے بیت المال (اللہ کے مال) سے ان کو کنیز رکھنا حلال بھی نہیں ہے ہم نے عرض کیا کہ پھر اللہ کے مال سے آپ کے لئے کیا حال ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تو بس دو جوڑی کپڑے ایک جوڑا موسم سرما کے لئے اور ایک موسم گرما کے لئے' حج اور عمرہ کا خرچ' میری اور میرے گھر کے لوگوں کی غذا جیسی کہ عام طور پر قریش استعمال کرتے ہیں (نہ فقیروں جیسی غذا اور نہ امیروں جیسی بلکہ متوسط درجہ کی) کہ میں بھی ایک معمولی مسلمان جیسی حیثیت رکھتا ہوں!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے گورنروں کیلئے شرائط نامہ:۔

خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی شخص کو والی مقرر فرماتے تو یہ شرائط رکھتے اور ان شرائط کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے' کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو اعلیٰ درجہ کی غذا نہ کھائے۔ باریک (ریشمی) کپڑا نہیں پہنے گا۔ اہل حاجات کے لئے اپنے دروازے کو بند نہیں کریگا۔ اگر ایسا کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا۔ (آپ والیوں کو بھی احکام کی خلاف ورزی پر سزا دیتے تھے)۔

اولاد کا مشورہ قبول کرنے سے انکار!:۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ آپ کی صاحبزادی حفصہ اور صاحبزادے عبداللہ نے ایک روز

عرض کیا کہ اگر آپ عمدہ غذا کھائیں تو امور خلافت اور زیادہ مستعدی سے انجام دیں اور امر حق پر بھی اور زیادہ قوی ہو جائیں' آپ نے فرمایا بچو! اس مشورے کا شکریہ! لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خاص دستور کا پابند دیکھا ہے اگر میں ان کی روش اور دستور کے مطابق عمل نہیں کروں گا تو ان کی منزل کس طرح پاسکوں گا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ قحط سالی میں جو ایک سال تک جاری رہی' ایک سال تک متواتر آپ نے گھی اور گوشت تناول نہیں فرمایا۔

ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اسی زمانہ میں) اچھی غذا کھانے کو کہا تو آپ نے جواب دیا کہ افسوس اس چند روزہ زندگی میں اچھی غذا کھانے اور اس سے متمتع ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرزند عاصم کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ گوشت کھا رہے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ گوشت کھانے کو جی چاہ رہا تھا (پس گوشت کھارہا ہوں)۔ تب آپ نے فرمایا کہ تب تو تم ہر ایک چیز کھانے کے لئے چوری کرنے کو بھی تیار ہو جاؤ گے۔

اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تازہ مچھلی کھانے کو دل چاہتا ہے چنانچہ آپ کے غلام یرفا نے اونٹ دوڑایا اور ایک مچھلی خرید کرلایا۔ واپسی میں اونٹ کو بھی نہلالیا' آپ نے فرمایا مچھلی ابھی رکھ دو میں پہلے اپنے اونٹ کو دیکھ لوں چنانچہ آپ اونٹ کے پاس گئے اور آپ نے اونٹ کے کان کے نیچے پسینہ بہتا ہوا دیکھ لیا' غلام سے فرمایا کہ تم اس کو دھونا بھول گئے۔ افسوس میں نے اپنی خواہش کے لئے غریب جانور کو تکلیف دی اس صورت میں بخدا میں اس مچھلی کو چکھ بھی نہیں سکتا۔

پیوندار صوف کا لباس:۔

قتادہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر صوف کا لباس پہنتے تھے جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوتا حالانکہ آپ خلیفہ (امیر المومنین) تھے۔ اور اسی لباس میں درہ لئے ہوئے بازار تشریف لے جاتے اور اہل بازار کو ادب و تنبیہہ فرماتے تھے' اگر آپ کے راستہ میں کہیں خرکش کی رسی یا چھوہارے کی گٹھلی پڑی ہوتی تو آپ اس کو اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینک

دیتے تھے تاکہ وہ اس سے دوبارہ فائدہ اٹھائیں۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کرتے میں شانے کے قریب چار پیوند لگے دیکھے۔ ابو عثمان النہدی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائجامے میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں پڑاؤ کرتے تو نہایت سادگی سے:۔

عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا' سفر کے دوران آپ منزل پر جب پڑاؤ کرتے تو کوئی خیمہ یا شامیانہ نہیں لگواتے تھے بلکہ کسی درخت کے نیچے کمبل یا کپڑے وغیرہ کا سائبان ڈال لیا کرتے تھے اور اسی کے سایہ میں آرام فرمالیا کرتے تھے۔
عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کثرت گریہ سے دو سیاہ لکیریں پڑگئی تھیں
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی کی عیادت کے لئے تشریف لیجاتے تھے تو اس کو گلاب کی پنکھڑیاں (ہدیتہ") دے دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک باغ میں گیا تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی (میرے ان کے درمیان دیوار حائل تھی) وہ کہہ رہے تھے کہ عمر خطاب کا بیٹا اور امیر المومنین کا منصب! واہ کیا خوب! اے عمر اللہ سے ڈرتے رہو ورنہ اللہ تم کو سخت عذاب دے گا
عبداللہ بن عامرؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ کاش میں اس تنکے کی طرح ہوتا' کاش میں کچھ نہ ہوتا' کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔ عبیداللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پیٹھ پر پانی کی مشک لادے جارہے تھے' لوگوں نے کہا یہ آپ نے کیا کیا! آپ نے جواب دیا کہ میرے نفس میں غرور پیدا ہو گیا تھا پس میں اس کو اس طرح ذلیل کر رہا ہوں۔
محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر بیت المال سے کچھ لینے آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو سختی سے منع کر دیا اور کہا کیا آپ کی یہ خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان بادشاہوں کی فہرست میں شامل کرے جو خیانت کیا کرتے تھے' اس کے بعد اپنے ذاتی

مال سے دس درہم ان کو دیدیئے۔

کار خلافت اور کاروبار تجارت:۔

امام نخعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں برابر تجارت کرتے رہے' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ۱۷ھ میں قحط عام پڑا' اس خشک سالی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھی کا استعمال بالکل ترک کر دیا تھا اور اس کے بجائے روغن زیتون استعمال کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں قراقر رہتی تھی' ایک مرتبہ جب اسی طرح کی قراقر آپ کے پیٹ میں ہوئی تو آپ نے حلق میں انگلیاں ڈال کر تے کر دی اور فرمایا کہ ہمارے لئے یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ عوام قحط کی مصیبت میں گرفتار ہیں اور ساری قوم بھوکی ہے۔

سفیان بن عینیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے جو مجھے میرے نقائص سے آگاہ کرے۔ اسلمؒ کا بیان ہے کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ آپ ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے اپنا کان پکڑے ہوئے ہیں اور پھر گھوڑے کے تھان کی طرف جھک گئے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب کبھی آپ کو غصہ آیا اور کسی نے آپ کو خدا کا خوف یاد دلایا یا قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھ دی' اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا! پس آپ کا غصہ فوراً" کافور ہوگیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دریافت کیا کہ تم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسا پایا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ سب سے اچھے آدمی ہیں مگر جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو پھر ان کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب وہ غصے میں ہوتے ہیں تو اس وقت تم کوئی آیت کیوں نہیں پڑھ دیتے تاکہ ان کا سارا غصہ ختم ہو جائے۔

احوص بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایسا گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی پڑا ہوا تھا' آپ نے اس کو کھانے سے انکار کر دیا کہ ہر ایک سے علیحدہ جب سالن بن سکتا ہے تو پھر ملانے کی کیا ضرورت تھی۔

ابن سعدؒ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک قوم کی اصلاح کردوں بمقابلہ اس کے کہ ایک امیر کو دوسرے امیر کی جگہ تبدیل کردوں۔

سراپائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعدؒ اور حاکمؒ زر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن میں مدینہ کے لوگوں کے ساتھ شہر سے باہر نکلا تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدل جاتے ہوئے دیکھا' آپ کا رنگ گندمی تھا۔ خود پہننے کی وجہ سے آپ کے سر کے بال گر گئے تھے۔ آپ کا قد لمبا تھا' آپ کا سر دوسرے لوگوں کے سروں سے اونچا معلوم ہوتا تھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کسی جانور پر سوار ہیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گندمی بتلاتے ہیں انھوں نے آپ کو قحط کے زمانے میں دیکھا ہوگا' روغن زیتون کے استعمال نے آپ کا رنگ گندمی کر دیا تھا۔

ابن سعدؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آپ کا سراپا یہ بیان کیا ہے کہ آپ کا رنگ سفید مائل بہ سرخی تھا۔ لمبا قد تھا' سر کے بال جھڑے ہوئے تھے اور بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے۔

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں میں اونچے معلوم ہوتے تھے' سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ آپ تمام کام بائیں ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔

ابن عساکر نے ابن رجاء العطاردی سے روایت کی ہے انھوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل قامت اور فربہ اندام شخص تھے' آپ کے بال بہت زیادہ جھڑے ہوئے تھے رنگ گوڑا چٹا تھا جس میں سرخی جھلک مارتی تھی' گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے اور مونچھیں بہت لمبی تھیں اور ان کے اطراف میں بھی سرخی تھی۔

ابن عساکر کی تاریخ میں موجود ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ یعنی ابوجہل کی بہن تھیں (اس رشتہ سے ابوجہل آپ کا ماموں تھا)۔

حواشی

۱۔ اب تک اہل عراق پر ایسے بہت سے ظالم نوجوان حکمران گزر چکے ہیں۔

خلافت فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاریخ خلافت و فتوحات:۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات ہی میں بماہ جمادی آلاخر ۱۳ھ خلافت کے لئے نامزد ہوگئے تھے۔ زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس روز انتقال ہوا آپ اسی روز منتخب ہوگئے تھے یعنی بروز سہ شنبہ ۲۲ جمادی آلاخر ۱۳ ہجری!۔

آپ کے دور خلافت میں بیحد فتوحات ہوئیں چنانچہ ۱۴ھ میں دمشق، صلح اور جنگ سے فتح ہوا اس کے بعد حمص، بعلبک پر بذریعہ صلح قابض ہوئے اور اسی سال بصرہ اور ابلہ فتح ہوئے، اسی سال آپ نے لوگوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی۔

۱۵ھ میں ملک اردن جنگ سے فتح ہوا اور طبریہ بذریعہ صلح مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، یرموک و قادسیہ پر زبردست جنگیں ہوئیں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت سعد نے کوفہ کا شہر بسایا۔ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی جاگریں مقرر فرمائیں، دفاتر کھولے اور لوگوں کو عطیات بخشے۔

۱۶ھ میں اہواز اور مداین فتح ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن وقاص) نے ایوان کسریٰ میں جمعہ کی نماز ادا کی اور یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق کی مملکت میں پڑھا گیا (یہ ماہ صفر تھا)۔

اسی سال جلولا کا واقعہ پیش آیا یزدجرد بن کسریٰ نے شکست فاش اٹھائی اور رے کی طرف بھاگ گیا۔ اسی سال تکریت فتح ہوا اور وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ پھر بیت المقدس فتح ہوا اور آپ نے شہر جابیہ میں اپنا مشہور خطبہ دیا۔ اسی سال قنسرین اور سروج جنگ سے اور حلب انطاکیہ اور منبج صلح و صفائی سے فتح ہوئے۔ اسی سال قرقیسا صلح سے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے سال ہجری کا اجرا ہوا۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع:۔

۱۷ھ میں آپ نے مسجد نبوی (ﷺ) کی توسیع کا کام کیا۔ اسی سال قحط عظیم پڑا' اسی نسبت سے اس سال کا نام "عام الرمادۃ" رکھا گیا۔ طلب باراں کے لئے آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز استسقا ادا فرمائی۔ ابن سعد نے نیاز الاسلمی سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقا کے لئے باہر تشریف لے گئے تو اس وقت آپ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مقدس و مطہر اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عون فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کر کے اس طرح دعا کی' اے رب العالمین! ہم عاجز بندے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بناکر تیرے حضور میں عرض کرتے ہیں کہ قحط اور خشک سالی کو ختم فرما دے اور ہم پر باران رحمت نازل فرما! آپ یہ دعا مانگ کر ابھی واپس بھی نہیں چلے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور کئی روز تک متواتر ہوتی رہی۔

اہواز کا شہر بھی اسی سال فتح ہوا۔

مزید فتوحات:۔

۱۸ھ میں جند نیسابور (نیشاپور) صلح سے اور حلوان جنگ سے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ اسی زمانے میں حلوان میں سخت طاعون پھیلا' جو تاریخ اسلام میں طاعون عموس کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی سال ختم ہو گیا۔ اس سال سمساط' حران' نصیبین اور بعض جزائر جنگ سے فتح ہوئے اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ تمام علاقے صلح کی صورت میں قبضے میں آئے موصل اور اس کے اطراف کے علاقے جنگ سے فتح ہوئے! ۱۹ھ میں قیساریہ بعد جنگ قبضہ میں آیا۔

۲۰ھ میں مصر جنگ کے بعد فتح ہوا' بعض مورخین کے خیال کے مطابق اسکندریہ کے علاوہ باقی تمام علاقے بذریعہ صلح حاصل ہوئے علی بن رباح کہتے ہیں کہ تمام مغرب (ممالک غربی) جنگ سے حاصل ہوئے اور اسی سال تستر فتح ہوا۔ قیصر روم کا انتقال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر اور نجران سے یہود کو جلا وطن کیا خیبر اور وادی القریٰ کو تقسیم کر دیا۔

۲۱ھ میں جنگ عظیم کے بعد اسکندریہ اور نہاوند فتح ہوئے' ان شہروں کے فتح ہونے کے بعد ملک عجم میں کوئی سرکش جماعت باقی نہیں رہی۔

۲۲ھ میں آذر بائیجان بقول بعض جنگ سے اور بعض کے قول کے مطابق صلح سے حاصل ہوا۔ اس کے بعد دینور۔ ماسبذان اور ہمدان جنگ سے فتح ہوئے۔ اسی سال طرابلس الغرب۔ رے، عسکر اور قومس ممالک محروسہ میں داخل ہوگئے۔

۲۳ میں کرمان، بحستان، مکران فتح ہوئے اور بلاد جبل سے اصبہاں (اصفہان) اور اس کے اطراف کے علاقے فتح ہوئے اور اسی سال کے آخر میں حج سے تشریف آوری کے بعد آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

آپ نے منیٰ سے واپس آتے ہوئے اپنی موت کی دعا مانگی تھی:۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ سے ابطح واپس آتے ہوئے اپنے اونٹ کو راستے میں بٹھلایا اور اس کی پشت سے تکیہ لگا کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا مانگی! الٰہی میں بوڑھا ہوگیا ہوں میرے قویٰ میں ضعف آگیا ہے۔ رعیتوں میں انتشار آگیا ہے اس سے پہلے کہ میں ناکارہ ہو جاؤں اور میری عقل میں فتور پیدا ہو جائے تو مجھے اپنے پاس طلب فرمالے! چنانچہ آپکی وہ دعا قبول ہوئی اور ابھی ذوالحجہ ختم بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ آپ شہید کر دیئے گئے۔ (حاکم)

توریت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی بشارت:۔

امام بخاریؒ نے ابو صالح کے حوالہ سے کعب احبار کا یہ بیان لکھا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے توریت میں دیکھا ہے (پڑھا ہے) آپ نے فرمایا یہ کس طرح ممکن ہے کہ عرب میں رہتے ہوئے میں شہید ہو جاؤں۔ (جب کہ میں اسلامی جنگوں میں حصہ نہیں لیتا)۔

اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی کہ الٰہی! مجھے اپنی راہ میں شہید کیجئے اور اپنے محبوب کے شہر میں مجھے موت دیجئے۔ (بخاری)

شہادت سے قبل ایک خواب اور اس کی تعبیر!:۔

معدان ابن ابی طلحہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ مرغ نے میرے دو ایک ٹھونگیں ماری ہیں' اس کی تعبیر سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ میری موت کا زمانہ قریب آگیا ہے' مجھ سے قوم کہتی ہے کہ میں خلافت کے لئے کسی ولیعہد کا تقرر کروں تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اس امر خلافت کو کبھی ضائع نہیں فرمائے گا۔ موت تو میرے ساتھ ہے دین خلافت کے ساتھ نہیں ہے' میرے بعد خلیفہ کا انتخاب ان چھ افراد کے مشورے سے ہونا چاہیے جن سے رسول اکرم اصلی اللہ علیہ وسلم رضا مند رہتے ہوئے جنت کو تشریف لے گئے ہیں (حاکم)

اسباب شہادت:۔

زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ کسی نابالغ لڑکے کو مدینہ منورہ میں باہر سے داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک بار حاکم کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے آپ کو لکھا کہ یہاں ایک بہت ہی ہوشیار اور کاریگر لڑکا موجود ہے' اس کو بہت سے ہنر آتے ہیں لوہار اور بڑھئی کا کام خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ نقاشی بہت عمدہ کرتا ہے اگر آپ اس کو مدینہ میں داخلہ کی اجازت دے دیں تو میں اس کو وہاں سے روانہ کر دوں تاکہ وہاں پہنچ کر اہل مدینہ کے کام آسکے! آپ نے اس کو مدینہؓ میں داخلہ کی اجازت دے دی اور لکھ دیا کہ یہاں بھیج دیا جائے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ میں اس پر سو درہم کا خراج (ٹیکس) عائد کر رکھا تھا۔ یہاں مدینہ آکر اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ انھوں نے مجھ پر بہت ٹیکس لگا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ٹیکس زیادہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب اس کو بہت ناگوار گزرا اور غصہ سے تلملاتا ہوا واپس آگیا۔ چند روز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پھر بلایا اور فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ اگر آپ کہیں گے تو میں ایسی چکی تیار کردوں گا جو ہوا سے چلے گی۔" اس نے کڑوے تیوروں کے ساتھ جواب دیا کہ میں آپ کے لئے ایسی چکی تیار کردوں گا جس کا لوگ ہمیشہ ذکر کیا کریں گے' جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا

ہے۔

آپ کی شہادت:۔

یہ لڑکا ابو لولو نامی ایک دو دھارا خنجر (جس کا قبضہ بیچ میں تھا) آستین میں چھپا کر مسجد میں ایک گوشتہ میں چھپ کر بیٹھ گیا' ابھی پو نہیں پھٹی تھی'۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز کے لئے جگاتے ہوئے گشت کر رہے تھے جب مسجد میں اس کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ کے جسم پر پے درپے تین وار کئے (ابن سعد)

عمرو بن میمون انصاری" کہتے ہیں کہ ابو لولوہ مغیرہ کے غلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دو دھارے خنجر سے شہید کیا آپ کے علاوہ بارہ اور افراد کو بھی زخمی کیا' ان مجروحین میں چھ افراد کا انتقال ہوگیا۔ اس حال میں جب کہ وہ لوگوں کو زخمی کر رہا تھا ایک عراقی نے اس پر کپڑا ڈال دیا (تاکہ وہ الجھ جائے اور اس کو پکڑ لیا جائے) جب ابو لولوہ اس کپڑے میں الجھ گیا تو اس نے اسی وقت خود کشی کرلی۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ ابولولوہ مغیرہ کا غلام چکیاں بنایا کرتا تھا اور حضرت مغیرہ اس سے چار درہم روزانہ وصول کیا کرتے تھے جس وقت وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو اس نے شکایت کی کہ اے امیر المومنین مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ پر زیادتی کرتے ہیں آپ ان کو تنبیہہ کر دیجئے' آپ نے جواب میں فرمایا کہ تجھے اپنے آقا کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہیے' آپ کا منشاء تو تھا کہ آپ اس کے بارے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سفارش کریں گے لیکن چونکہ آپ نے واضح طور پر نہیں کہا تھا اس لئے ابو لولوہ کو آپ کا جواب ناگوار گزرا اور کہنے لگا امیر المومنین آپ میرے سوا ہر ایک کا انصاف کرتے ہیں! اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کرلیا اور ایک خنجر پر دھار رکھی اور اس کو زہر میں بجھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ آپ تکبیر سے پہلے فرمایا کرے تھے صفیں سیدھی کرلو! یہ سن کر ابو لولوہ صف میں آپ کے بالکل مقابل آکھڑا ہوا اور فوراً" ہی آپ کے شانے اور پہلو پر خنجر سے دو وار کئے جس سے آپ گر پڑے اس کے بعد اس نے اور نمازیوں پر حملہ کیا اور تیرہ افراد کو زخمی کر دیا (جن سے بعد میں چھ حضرات وفات پاگئے) چونکہ آفتاب طلوع ہوا چاہتا تھا اس لئے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے دو بہت ہی چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے

مکان پر لائے اور آپ کو اولاً" نبیذ پلائی لیکن وہ آپ کے زخموں کے راستے باہر نکل گئی' پھر آپ کو دودھ پلایا گیا وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا۔ لوگوں نے آپ کی تسلی خاطر کے لئے کہا کہ آپ فکر نہ کیجئے (اگر دودھ اور نبیذ زخموں سے نکل گیا تو کچھ ہرج نہیں) یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اگر قتل میں کچھ ہرج بھی ہے تو بھی میں قتل ہو چکا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انفاس باز پسین اور اقوال زریں:۔

لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے کہ آپ ایسے تھے اور ایسے تھے' آپ نے فرمایا واللہ میں چاہتا تھا کہ میں دنیا سے جس وقت رخصت ہو رہا ہوں تو مجھ پر کسی کا قرض نہ ہو اور نہ میرا کسی پر خدا کا شکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے میرا ساتھ دیا اور مجھ کو محفوظ رکھا۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر آپ کی تعریف کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس تمام دنیا کا سونا ہوتا جب بھی میں اس کو قیامت کی دہشت اور آنے والے حالات کے ڈر سے خدا کی راہ میں فدا کر دیتا پھر آپ نے حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی انتخاب خلیفہ کے لئے شوریٰ مقرر فرما دی کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کریں۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا۔ مجلس شوریٰ کے تین اصحاب نے انتخاب سے دستبرداری دے دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ابو لولوہ مجوسی تھا اور عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی پھر آپ نے اپنے فرزند عبداللہ سے فرمایا کہ بتاؤ ہم کتنے مقروض ہیں؟ انھوں نے حساب کرکے بتایا کہ تقریباً" چھیاسی ہزار روپیہ قرض ہے! آپ نے ارشاد فرمایا' یہ رقم ہمارے مال سے ادا کر دینا اور اگر اس سے پورا قرض ادا نہ ہوسکے تو بنو عدی سے مانگنا اور اگر پھر بھی پورا نہ ہو تو قریش سے لینا! پھر فرمایا جاؤ ام المومنین حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے جاکر کہو کہ عمر یہ اجازت چاہتا ہے کہ وہ اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہو۔ عبداللہ ابن عمر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ جگہ تو میں نے اپنے لئے محفوظ رکھی تھی مگر آج میں اپنی ذات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترجیح دیتی ہوں' حضرت عبداللہ نے آکر عرض کیا کہ ام المومنین نے آپ کو اجازت دے دی

ہے یہ سن کر آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین آپ کو وصیتیں کرنا ہیں کر دیجئے اور کسی کو خلافت کے لئے بھی منتخب فرما دیجئے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ میں اس کام کے لئے سوائے ان چھ اشخاص کے جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش رہ کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، کسی اور کو حقدار نہیں سمجھتا ہوں، پھر آپ نے ان چھ حضرات کے نام لئے اور فرمایا کہ مجلس شوریٰ کے انتظام میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ بٹائیں لیکن خلافت سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اگر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن وقاص منتخب ہو جائیں۔ تو وہ اس کا استحقاق رکھتے ہیں ورنہ ان چھ میں سے جس کو چاہیں انتخاب کرلیں۔ اور میں نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی خیانت! کسی عجز کی بنا پر (امارت سے) معزول نہیں کیا تھا۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں اپنے بعد منتخب ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا سے ڈرتا رہے۔ اور تمام مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام رعایا کے ساتھ نیکی سے کام لے اور اسی قسم کی بہت سی وصیتیں فرمائیں اور پھر جان جان آفرین کے سپرد فرما دی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین:۔

جس وقت آپ کا جنازہ تیار ہوگیا تو لوگ آپ کا جنازہ لے کر چلے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر سلام عرض کیا اور کہا کہ دفن کی اجازت مرحمت فرما دیجئے، انھوں نے اجازت مرحمت فرما دی اور ہم نے آپ کو آپ کے دونوں دوستوں کے پاس سپرد خاک کر دیا۔

تدفین کے بعد خلیفہ کا انتخاب:۔

آپ کے دفن سے فارغ ہوکر لوگ خلیفہ کے انتخاب کے لئے جمع ہوئے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اولاً" مشورے کے لئے تین آدمی منتخب کرلینا چاہیے۔ چنانچہ حضرت زبیر نے اپنی طرف سے حضرت علی کو، حضرت سعد بن وقاص نے حضرت عبد الرحمٰن کو اور حضرت طلحہ۔ نے حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو منتخب کیا یہ تینوں

حضرات باہم مشورہ کرنے کے لئے ایک طرف چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ میں امر خلافت اپنے لئے پسند نہیں کرتا' تم میں بھی اگر کوئی خلافت کی ذمہ داری سے بری رہنا چاہتا ہو تو مجھے بتا دے ایسا ہی شخص خلیفہ کا انتخاب کرے گا' جو کوئی خلیفہ منتخب ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ امت محمد ﷺ میں سب سے افضل ہو اور اصلاح امت کی خواہش رکھتا ہو۔ حضرت عبد الرحمٰن کا یہ فیصلہ سن کر دونوں حضرات (حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما) خاموش رہے' پھر عبد الرحمٰن بن عوف نے ہی خود دریافت کیا اچھا اس انتخاب کا کام تم میرے سپرد کردو تاکہ میں سب سے بہتر اور افضل شخص کا انتخاب کردوں۔ دونوں حضرات نے ان سے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔ تب آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اک طرف لے گئے اور ان سے کہا' اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ پہلے اسلام لائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ قریبی عزیز ہیں اس لئے آپ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں پس اگر میں آپ کو خلیفہ مقرر کردوں تو آپ قبول کرلیں اور اگر آپ پر کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کردوں تو آپ اس کی اطاعت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تسلیم ہے۔ پھر آپ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک طرف لے گئے اور ان سے بھی انہی دو باتوں کا اقرار لیا' جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ان دونوں حضرات سے یہ عہدو پیان لے چکے تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے بیعت کرلی۔

انتخاب خلیفہ میں بعض دوسری روایات:۔

مسند امام احمدؒ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر میں ابو عبیدہ بن جراح کی زندگی میں انتقال کروں تو (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے' اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بارے میں سوال کرے گا تو میں عرض کروں گا کہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اگر میری زندگی میں ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو پھر میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کروں گا۔ اگر میرے رب نے ان کے بارے میں مجھ سے سوال کیا تو میں عرض کروں گا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جبل قیامت کے روز علماء کے گروہ میں محشور ہوں گے

(مگر یہ دونوں حضرات آپ کی حیات ہی میں وفات پا چکے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلیفہ کے بارے میں استفسار:۔

امام احمدؒ اپنی مسند میں ابو رافع کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کے انتقال کے وقت خلافت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اصحاب میں سے کسی کے بارے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اگر سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جراح بقید حیات ہوتے تو میں ان میں سے کسی کے متعلق کہہ سکتا تھا۔

تاریخ شہادت و تدفین اور عمر شریف:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز چہار شنبہ شہید ہوئے اور یکشنبہ کے دن غرہ محرم (چاند رات) کو دفن کیے گئے۔ (۱) شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔ بعض کا قول ہے کہ چھیاسٹھ سال کی عمر پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اکسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے، بعض نے آپ کی عمر ساٹھ سال لکھی ہے اور واقدی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ بعض اقوال میں آپ کی عمر شریف کے بارے میں انسٹھ سال چون (۵۴) اور پچپن سال بھی آیا ہے۔ (۲)

نماز جنازہ:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کی نماز حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

تہذیب مزنی میں مذکور ہے کہ آپ کی مہر خلافت پر یہ نقش کندہ تھا۔ وکفی بالموت واعظا " (موت آدمی کے لئے ایک کافی وعظ ہے)۔

حواشی

۱۔ آپ کی شہادت کے واقعات میں لکھا ہے کہ جب آپ وصیتیں فرما چکے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہلوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کی اجازت دیدی تو جنازہ اٹھایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کر دیا گیا یہ صراحت کہیں نہیں ہے کہ آپ کی نعش مبارک چھ دن تک بغیر تدفین کے رکھی گئی یعنی چہار شنبہ سے یکشنبہ تک! (مترجم)

۲۔ گذشتہ اوراق میں آپ نے سال ولادت کے سلسلہ میں پڑھا ہے کہ آپ ۶ نبوت میں بعمر ۲۷ سال مشرف بہ اسلام ہوئے اس لئے ہجرت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت آپ ۴۵ سال کے تھے۔ آپ نے ۱۱ سال خلافت فرمائی۔ پھر ۴۵ + ۲ر۱ر۱۲ + ۱۱ = ۲ر۱ر۵۸ چھ ماہ سال آپ کی عمر شریف ہوئی۔ یعنی بوقت وصال عمر شریف تقریباً" انسٹھ سال صحیح چھیاسٹھ یا اکسٹھ سال کی روایات درست نہیں۔ (مترجم)

اولیات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عسکری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المومنین سے موسوم کیا گیا۔ (آپ کی اولیات میں خاص طور پر قابل ذکر باتیں یہ ہیں):۔

۱۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے تاریخ و سال ہجری جاری کیا۔

۲۔ بیت المال قائم کیا۔

۳۔ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز باجماعت جاری فرمائی۔

۴۔ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے راتوں کو آبادی کا گشت کیا۔

۵۔ ہجو' مذمت کرنے والے لوگوں پر حد جاری فرمائی (سزائیں دیں)۔

۶۔ شراب پینے والے پر اسی کوڑے لگوائے۔

۷۔ متعہ کی حرمت کو عام کیا اور اسے کسی فرد کے لئے بھی جائز نہ کیا۔

۸۔ جن لونڈیوں سے اولاد ہو جائے ان کی خرید و فروخت ممنوع قرار دے دی۔

۹۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا۔

۱۰۔ دفاتر قائم کئے اور وزارتیں معین و مقرر فرمائیں۔

۱۱۔ سب سے زیادہ فتوحات حاصل کیں۔

۱۲۔ مصر سے بحرایلہ کے راستے مدینہ منورہ غلہ پہنچانے کا بندوبست فرمایا۔

۱۳۔ صدقہ کا مال اسلامی امور میں خرچ کرنے سے روکا۔

۱۴۔ ترکہ اور ورثے کے مقررہ حصوں کی تقسیم کا نفاذ فرمایا۔

۱۵۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول کی۔

۱۶۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطال اللہ بقائک اور ایدک اللہ کہہ کر دعا دی۔ یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کیا اور جب تک بقید حیات رہے ان کو سرانجام دیتے رہے۔ عسکری نے آپ کی اولیات کو یہیں تک بیان کیا ہے۔ مگر امام نوویؒ نے تہذیب میں مزید یہ امور بھی بیان کئے ہیں:۔

۲۰۔ آپ ہی نے سب سے پہلے درہ ایجاد کیا۔ آپ کا درہ ایجاد ہونے کے بعد یہ بات ضرب المثل بن گئی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درہ تمہاری تلواروں سے زیادہ ہیبت ناک ہے۔

۲۱۔ شہروں میں قاضی مقرر فرمائے۔

۲۲۔ کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام، مصر اور موصل کے شہر آباد کیے۔

ابن عساکرؒ نے اسماعیل بن زیاد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ماہ رمضان میں ایک مسجد کے پاس سے گزرے تو آپ نے وہاں قندیل روشن دیکھی، یہ روشنی دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو روشن فرمائے کہ انھوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹے کا ایک گودام بنوا دیا تھا اس میں آٹا، ستو، کھجوریں، منقی (مویز) وغیرہ کافی رکھوا دیں تاکہ حسب ضرورت ان چیزوں کو مسافر یہاں سے حاصل کرلیا کریں۔ آپ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایسے انتظامات اور وسائل بہم پہنچائے کہ جس سے مسافروں کو اثنائے سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، آپ ہی نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وسیع کرایا اور اس میں ٹاٹ کا فرش بچھوایا۔ آپ نے یہودیوں کو نجد سے شام کی طرف بھیج دیا۔ اور نجران کے یہودیوں کو کوفہ منتقل کر دیا۔ آپ ہی نے مقام ابراہیم کو اس جگہ قائم کیا جہاں وہ اب موجود ہے ورنہ پہلے وہ بیت اللہ سے ملا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں چند مزید باتیں اور آپ کے فیصلے

امیر المومنین کے لقب کا کس طرح آغاز ہوا:۔

عسکریؒ نے اوائل میں لکھا ہے اور اسی کو طبرانی نے کبیر میں اور حاکمؒ نے ابن شہاب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابوبکر بن سبحان سے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کو خلیفہ رسول اللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ لکھا اور کہا جاتا تھا لیکن یہ بتاؤ کہ خلیفہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عوض سب سے اول امیر المومنین کس نے لکھا؟ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حشمہ نے جواب دیا کہ مجھ سے شفا نے جو ایک مہاجرہ خاتون ہیں اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح تحریر فرمایا کرتے تھے۔ "خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح تحریر فرماتے تھے "خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کی جانب سے"۔ ایک بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق کے عامل (گورنر) کو تحریر فرمایا کہ تم میرے پاس دو بہادر اور ہوشیار عراقیوں کو بھیج دو تاکہ ہم ان سے عراق اور اہل عراق کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکیں! حاکم عراق نے آپ کے پاس لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیج دیا جب یہ دونوں مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں پہنچے یہاں عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی انھوں نے آپ سے کہا کہ ہم حاضر ہوگئے ہیں آپ ہمیں "امیر المومنین" کی خدمت میں باریاب کرا دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بن العاص نے کہا واللہ تم نے ان کو بہت ہی اچھا لقب دیا یہ کہہ کر آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "السلام علیکم یا امیر المومنین"۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم کو میرا یہ لقب کہاں سے معلوم ہوا۔ انھوں نے آپ کو یہ تمام قصہ سنایا اور کہا کہ واقعی ہم سب مومنین ہیں اور آپ ہمارے امیر ہیں اس لئے آپ امیر المومنین ہی ہوئے' پس اس روز سے

خلافت کے تمام کاغذات میں یہی لکھا جانے لگا۔

نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ کو اس نام (لقب) سے عدی بن حاتم اور لبید بن ربیعہ نے اس وقت موسوم کیا جب وہ عراق سے بحیثیت سفیروں کے آئے تھے، بعض کہتے ہیں کہ آپ کا یہ لقب مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شعبہ نے رکھا تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے لوگوں سے ارشاد فرمایا تھا کہ تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں، پس اسی روز سے آپ کا لقب امیر المومنین پڑ گیا ورنہ اس سے پہلے آپ کو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ لکھا اور کہا جاتا تھا چنانچہ اس لقب کے مقابل یہ پہلا لقب بوجہ طوالت کے متروک ہو گیا۔

ابن عساکر نے معاویہ بن قرہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے جاتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت آیا، تو لوگوں نے آپ کو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہنا شروع کیا اور یہی لکھنے کا ارادہ کیا تو خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ طویل لقب ہے، اس پر لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے امیر ہیں آپ نے فرمایا تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں اس طرح لوگوں نے آپ کو امیر المومنین لکھنا اور کہنا شروع کر دیا۔

تاریخ اسلام کی تحریر و تدوین کا کام!:۔

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں مسیبؒ سے اس طرح روایت کی ہے کہ اول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب نے اپنی خلافت کے ڈھائی سال کے بعد تاریخ اسلام لکھوانا شروع کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے یہ کام شروع کردیا۔ یہ تاریخ ۱۶ھ کے واقعات تک لکھی گئی۔

سلفی نے اپنی طیوریات میں صحیح اسناد کے ساتھ ابن عمر کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھوانے کا ارادہ کیا۔ پھر آپ نے اس سلسلہ میں استخارہ کرنے کے بعد مجھ سے ارشاد کیا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم سے قبل بھی لوگوں نے سیرت کی کتابیں مرتب کیں جن پر لوگ بری طرح ریجھ گئے اور انھوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا (اس کے بعد آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا)۔

بیعت خلافت کے بعد سب سے پہلی دعائیہ تقریر:۔

ابن سعد نے شداد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کے بعد منبر پر تشریف لے گئے تو سب سے پہلے آپ نے یہی دعا کی کہ الہٰی! میں سخت ہوں تو مجھے نرم فرما دے' الہٰی! میں ضعیف ہوں تو مجھے قوی کردے' میں بخیل ہوں تو مجھے سخی بنا دے۔

بیت المال سے قرض:۔

ابن سعد اور سعید بن منصور نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی مجھے ضرورت ہوتی تھی تو میں بیت المال سے (قرض) لے لیا کرتا تھا اور جب میرے پاس آتا تھا تو میں ادا کر دیا کرتا تھا اور جب پھر مفلس ہو جاتا تھا تو پھر لوگوں کے سامنے ہی بیت المال سے لے لیتا تھا اور پھر ادا کردیا کرتا تھا۔
ابن سعدؒ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو احتیاج اور ضرورت ہوتی تھی تو وہ داروغہ بیت المال سے قرض لے لیا کرتے تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ داروغہ بیت المال آپ پر قرض کی ادائیگی کے لئے تقاضا کرتا اور آپ غربت و تنگدستی کے باعث ادا نہیں کر پاتے تھے تو داروغہ آپ کو الزام دیا کرتا تھا اور آپ کچھ حیلہ کر دیتے تھے جب آپ کے پاس ہوتا تھا تب ادا کر دیتے تھے۔

بیت المال سے اجازت کے بعد شہد لینا!:۔

ابن سعد ابن برا ابن معرور سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لائے آپ کو کوئی تکلیف لاحق تھی بعض لوگوں نے کہا کہ اس مرض کے دفعیہ کے لئے شہد اچھی چیز ہے۔ اس وقت بیت المال میں شہد کا ایک کپا موجود تھا۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اس میں سے کچھ شہد لے لوں اگر تم اجازت دو گے تو لوں گا ورنہ تمہاری بغیر اجازت کے وہ مجھ پر حرام ہے چنانچہ لوگوں نے آپ

کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے آپ کو اجازت دے دی۔

خشیت الٰہی:۔

سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اونٹ کے زخم کو دھوتے جاتے تھے (جو اس کی پیٹھ پر تھا) اور فرماتے جاتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے اس زخم کے بارے میں پرسش نہ ہو' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب لوگوں کو کسی چیز سے روکنے یا منع کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو ان کے گھروں پر تشریف لے جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں جس چیز کی ممانعت کروں اور وہ پھر بھی کی جائے تو میں ایسے مجرموں کو دوگنی سزا دونگا

خلق اللہ کی خبر گیری:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ راتوں کو مدینہ منورہ کی آبادی میں گشت فرمایا کرتے تھے' ایک بار ایک عورت اپنا دروازہ بند کئے یہ فراقیہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

تطاول ھذا اللیل تسری کواکبہ   وارقنی ان لا ضجیع الاعبہ

یہ رات بڑھ گئی ہے اور ستارے چمک رہے ہیں مجھے یہ بات جگا رہی ہے کہ میرے ساتھ کھیلنے والا کوئی نہیں۔

فواللہ لولا اللہ تخشیٰ عواقبہ   لزحزح من ھذا لسریر جوانبہ

خدا کی قسم اگر اللہ کے عذاب کا خوف نہ ہوتا   تو اس کی چارپائی کی چولیں ہلتی ہوتیں۔

ولکننی اخشی رقیبا"..... موکلا   بانفسنا لا یفتر الدھر کاتبہ

لیکن میں اس نگہبان اور موکل سے ڈرتی ہوں   اپنے نفس کے ساتھ جس کا کاتب کسی وقت نہیں تھکتا

مخافۃ ربی والحیاء یصدنی   واکرم بعیلی ان تنال مراکبہ

مجھے خوف خدا اور حیا منع کرتی ہے   علاوہ ازیں میرا خاوند ایسا کریم ہے کہ اس کی سواری پر کوئی سوار نہیں ہو سکتا

نہیں ہو

سکتا

دوسرے روز آپ نے فوراً" ہی غزوات میں موجود عاملین کو لکھا کہ کوئی شخص چار مہینے سے زیادہ میدان جنگ میں نہ رہنے پائے (چار ماہ بعد اس کو گھر جانے کی اجازت دے دی جائے)۔

بادشاہ اور خلیفہ کا فرق:۔

ابن زاذان سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر آپ مسلمانوں کا ایک درہم لے کر بیجا خرچ کریں گے تو آپ بادشاہ ہوں گے، ورنہ آپ خلیفہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے نصیحت حاصل کی۔

سفیان ابن ابی العرجاء کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ واللہ مجھے نہیں معلوم کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ہوں۔ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بڑا مشکل معاملہ ہے، یہ سن کر ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین! ان دونوں میں بڑا فرق ہے، آپ نے فرمایا کیا فرق ہے؟ انھوں نے کہا خلیفہ وہ ہے جو نہ کسی سے بیجا پیسہ وصول کرے اور نہ ہی کسی کو دے اور الحمد للہ کہ آپ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں اور بادشاہ وہ ہے کہ لوگوں سے بجبر وصول کرے اور جس سے چاہے حاصل کرے اور جس کو چاہے دیدے، آپ یہ سن کر خاموش ہوگئے،

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اتفاق سے سوار ہوتے وقت آپ کی ران کھل گئی، اہل نجران (یہودیوں) نے آپ کی ران پر ایک سیاہ داغ دیکھ کر کہا کہ ہماری کتابوں میں تحریر ہے کہ جس شخص کے یہ نشان ہوگا وہ ہم کو ہمارے شہروں سے نکال دے گا(چنانچہ آپ نے نجران کے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا تھا)۔

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جاریہ کہتے ہیں کہ کعب احبار" نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے انبیائے سابقین (علیہم السلام) کی کتب میں پڑھا ہے کہ آپ جہنم کے دروازے

پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اس میں جانے سے منع فرمائیں گے اور جب آپ کا انتقال ہو جائے گا تو پھر قیامت تک لوگ اس میں گرتے رہیں گے۔

ابو معاشرؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ کاروبار خلافت اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک اس میں اتنی شدت نہ کی جائے جو جبر نہ بن جائے اور نہ اتنی نرمی کی جائے جو سستی سے تعبیر ہو'

عمال کو نصیحت:۔

ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصنف میں حکم بن عمیر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اعمال کو لکھا کہ کوئی امیر جیش یا امیر سریہ کسی شخص کو اس وقت تک کوڑوں کی سزا نہ دے جب تک اسلامی لشکر اپنی حدود میں نہ آجائے۔ ممکن ہے کہ معزوب شخص کو پھر شیطان بہکا کر حلقہ کافرین میں داخل کر دے (کافروں میں شامل کر دے)

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے کہ قیصر روم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب کو لکھا کہ میرا ایلچی جو آپ کے پاس گیا تھا اس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ کے پاس ایک ایسا درخت ہے جو کسی دوسرے درخت سے پیدا نہیں ہوتا۔ اس درخت کی صورت گدھے کے کانوں کے مشابہ ہے جس وقت اس کے پھول پھٹتے ہیں تو ان سے موتیوں کی مانند کچھ نکلتا ہے۔ ہرے ہونے کی شکل میں وہ سبز زمرد معلوم ہوتا ہے اور جب وہ سرخ ہوتا ہے تو سرخ یاقوت نظر آتا ہے اور اس کا پھل جب پختگی پر پہنچتا ہے تو عمدہ قسم کا فالودہ بن جاتا ہے' مقیم کی غذا اور مسافر کے لئے زاد راہ کا کام دیتا ہے۔ اگر میرے قاصد نے جھوٹ نہیں کہا تو میرے خیال سے یہ جنت کا ایک درخت ہے۔

آپ نے قیصر روم کے اس خط کے جواب میں لکھا کہ :۔

"یہ خط عبداللہ عمر امیر المومنین کی طرف سے قیصر روم کے نام ہے تمہارے قاصد نے سچ کہا وہ درخت ہمارے یہاں موجود ہے' یہ وہی درخت ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے واسطے اگایا تھا! تجھے لازم ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کا خوف کرے اور عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ

بنائے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال خداوند تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسی آدم علیہ السلام کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے پیدا فرمایا تھا۔

عمال کے اثاثوں سے آگاہی!:۔

ابن سعد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نے اپنے عمال کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے مال (اثاثہ) کی ایک ایک فہرست بناکر ان کو بھیج دیں انہی عمال میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وقاص بھی تھے جب انھوں نے اپنے اثاثوں کی فہرست بناکر بھیجی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مال کے دو حصے کرکے ایک حصہ ان کو چھوڑ دیا اور ایک حصہ بیت المال کے لئے لے لیا۔
شعبی" کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ جب کسی عامل کو کسی صوبہ پر مقرر فرماتے تو اس کے تمام مال (اثاثے) کی فہرست لکھ لیا کرتے تھے۔

سیرت فاروقی:۔

ابن سعد نے ابوامامتہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طویل مدت تک بیت المال سے کوئی چیز یا رقم نہیں لی یہاں تک کہ آپ افلاس میں مبتلا ہوگئے' اس صورت حال پر پہنچ کر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ میں امور خلافت انجام دینے کے باعث اپنے اور اپنے اہل و عیال کے آزوقہ کا کچھ بندوبست نہیں کر سکتا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صبح و شام کا کھانا بیت المال سے لے لیا کریں چنانچہ حضرت عمر خلیفتہ الرسول اللہ نے اس کو منظور کرلیا۔
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حج کے خرچ میں سے سولہا اشرفیاں (دینار) خرچ ہوگئیں والد محترم نے فرمایا اے عبداللہ ہم نے بیت المال سے فضول خرچی کی ہے۔
عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں قتادہ" اور شعبی" سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرا شوہر دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات بھر عبادت میں مصروف رہتا ہے' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا تمہارا شوہر تحسین کے قابل ہے' واہ واہ!! کعبؓ بن سوار نے کہا کہ اس نے آپ سے شوہر کی شکایت کی ہے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ کیسے کعبؓ بن سوار نے کہا کہ میرا خیال ہے وہ وظیفہ زوجیت ادا نہیں کرتا' اس پر آپ نے فرمایا کہ جب تم اس معاملہ کو سمجھ گئے ہو تو پھر اس قضیہ کو طے بھی کردو' پس کعب بن سوار نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اس شوہر کے لئے چار بیویاں حلال فرمائی ہیں پس اس حساب سے چوتھا دن اور چوتھی رات عورت کے لئے مخصوص ہونا چاہئے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے ایک دوست نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب معمول گشت فرما رہے تھے کہ انھوں نے سنا کہ ایک عورت یہ اشعار پڑھ رہی ہے (سابقہ صفحہ پر ہم ان اشعار کو مع معانی درج کر چکے ہیں)۔ یہ اشعار سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تجھے کیا ہوا تو یہ اشعار کیوں پڑھ رہی ہے اس نے کہا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے اس کے اشتیاق ملاقات میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو بدی کی طرف مائل تو نہیں کیا ہے' اس نے جواب دیا معاذ اللہ (خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے)۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنے نفس پر قادر رہ میں صبح ہی تیرے شوہر کو بلاتا ہوں۔ چنانچہ صبح ہی کو اس کی طلبی کیلئے قاصد روانہ کر دیا اور اس کے بعد اپنی صاحبزادی (ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے ایک مشکل درپیش ہے تم اس کو حل کردو اور وہ مشکل یہ ہے کہ یہ بتاؤ عورت کتنے عرصہ تک شوہر کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔(ا) یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا سر نیچے کرلیا اور خاموش رہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتا' تب بجائے زبان سے کہنے کے حضرت حفصہؓ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ تین یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ! واپس آکر آپ نے حکم جاری فرما دیا کہ چار مہینے سے زیادہ کسی مجاہد کو میدان جنگ میں نہ روکا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی بیویوں کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم ان کی کیا شکایت کرتے ہو میں خود اس میں مبتلا ہوں میری تو یہ حالت ہے کہ میں اگر کسی ضرورت سے باہر جاتا ہوں مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلے کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لئے گئے تھے۔ اس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنین آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی سارہ

کی بدمزاجی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کی تھی اس پر آپ کو بارگاہ الٰہی سے جواب ملا تھا کہ عورتیں تمہاری پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور تمہارا لباس ہیں، ان سے نبھاؤ! جب تک ان میں کوئی دینی خرابی نہ دیکھو!

فرزند کو سزا:۔

عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے بالوں میں کنگھی کئے اور عمدہ لباس پہنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو درے سے مارا وہ رونے لگے، ان کا رونا دیکھ کر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ نے ان کو کس قصور کی سزا دی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا کہ اس میں (اس عمدہ لباس سے) کچھ عجب و غرور پیدا ہوگیا ہے بس میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس غرور کا سر جھکا دوں۔

معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیث بن ابی سلیم سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الحکم یا ابو الحکم نام مت رکھو کہ حکم تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور نہ کسی راستے کا نام سکہ رکھا جائے!

بیہقی نے شعب الایمان میں ضحاک سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واللہ مجھے یہ زیادہ محبوب تھا کہ میں کسی راستے پر درخت ہوتا اور کوئی اونٹ مجھے چباکر نگل جاتا پھر مینگنیاں کرکے اسے نکال پھینکتا، مگر میں انسان نہ ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کے مثل فرمایا، کاش میں پالتو دنبہ ہوتا اور مجھے کھلا پلا کر اتنا فربہ کیا جاتا کہ لوگ میرے دیکھنے کو آتے پھر مجھے ذبح کر ڈالا جاتا۔ کچھ لوگ میرا گوشت بھون کر کھاتے اور میرے گوشت کا قیمہ کرکے کھاتے مگر میں انسان نہ ہوتا۔

محبت اہل بیت:۔

ابن عساکرؒ ابو البختری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن الخطاب منبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے گئے وہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے آپ کو

منبر پر تشریف فرما دیکھ کر کہا کہ میرے بابا جان کے منبر سے اتریئے! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک یہ آپ کے بابا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا منبر ہے۔ میرے باپ کا نہیں ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ تمھیں کس نے سکھایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سن کر کھڑے ہوگئے اور آپ نے فرمایا واللہ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا! اے نادان! تم سے یہ بات کس نے کہی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے بھتیجے کو نہ ڈانٹیے! واقعی یہ منبران کے بابا جان کا ہے' انھوں نے سچ ہی کہا! (اس روایت کے تمام اسناد صحیح ہیں)۔

درگزر:۔

خطیبؒ نے رواۃ میں ابو سلمہ ابن عبد الرحمٰن اور سعید بن مسیب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ فاروق اعظم اور حضرت عثمان ابن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے مابین کسی مسئلہ پر اس قدر نزاع ہوگیا کہ دیکھنے والے یہی سمجھے کہ اب ان دونوں میں کبھی صلح نہیں ہوگی مگر جب دونوں حضرات ایک دوسرے سے رخصت ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔

حواشی

۱۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ وفات پاچکی ہیں اس لئے بدرجہ مجبوری صاحبزادی سے دریافت کیا

خطبہ اول میں آپ نے کیا فرمایا؟

ابن سعدؒ نے حضرت حسنؓ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلا خطبہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا وہ یہ تھا۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ میں تمھارے ساتھ مبتلا ہوگیا ہوں اور تم میرے ساتھ مبتلا ہوگئے ہو! میں اپنے دو دوستوں کے بعد خلیفہ مقرر ہوا ہوں' جو لوگ ہمارے پاس موجود ہیں وہ اپنے نفوس کے ساتھ ہم سے ملے ہوئے ہیں اور جو غائب ہیں ان پر ہم ان لوگوں کو مقرر کریں گے جو اہل قوت اور صاحب امانت ہوں گے' جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں گے اور جو ہم سے بدی کرے گا ہم اس کو سزا دینگے خداوند تعالیٰ ہم سب کی بخشش و مغفرت فرمائے"

دفاتر امور ملکی کا قیام اور اس سلسلہ میں مشورہ:۔

جبیر بن حویرث کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقسیم آمدنی کے لئے دفاتر قائم کرنے کے منصوبہ پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے پاس جو کچھ جمع ہوا کرے اس کو سالانہ تقسیم کردیا کیجئے' آمدنی اور خرچ لکھنے کے لئے دفاتر کی چنداں ضرورت نہیں ہے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مال اس قدر زیادہ ہے کہ اگر اس کو تقسیم کیا جائے تو یہ معلوم ہونا دشوار ہے کہ وہ کسے پہنچا اور کون اس سے محروم رہا۔ اس طرح بد نظمی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ولید بن ہشام بن مغیرہ نے کہا کہ اے امیر المومنین میں نے ملک شام کی سیر کی ہے اور وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا ہے انھوں نے نظام سلطنت کے لئے دفاتر قائم کر رکھے ہیں۔ جس کے باعث شہروں کو خوب آباد کیا ہے۔

ولید کا یہ مشورہ آپ کو پسند آیا اور آپ نے ایسا ہی کیا۔ پس آپ نے عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو طالب' مخرمہ بن نوفل اور جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مطعم کو جو قریش کے نسب نامے کے ماہر تھے۔ طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ تم تمام لوگوں کے نام علیٰ قدر مراتب لکھ کر

لاؤ چنانچہ وہ اس طرح لکھ کر لائے کہ پہلے انہوں نے بنی ہاشم کو لکھا' ان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان اور افراد قوم کو لکھا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی قوم کے نام تحریر فرمائے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے شروع کرو پھر جوان کے قریب ہیں ان کو لکھو اسی طرح لکھتے جاؤ اور میرا نام سب سے آخر میں لکھو جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے بنایا ہے۔

کوہ عرفہ کا آخری قیام:۔

سعید ابن مسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دفاتر محرم ۲۰ھ میں قائم فرمائے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ لوگوں کو ان کی تنخواہیں اور اس کیساتھ ساتھ عطیات بھی تقسیم کردو انہوں نے آپ کو تحریر کیا کہ میں نے ایسا ہی کیا لیکن ابھی مال بہت زیادہ موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لکھا کہ یہ سب مال "مال غنیمت" ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے یہ سب انھیں پر تقسیم کردو' یہ عمر رضی اللہ عنہ یا اس کی اولاد کا مال نہیں ہے۔

ابن سعید نے جبیربن مطعم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرفہ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ایک شخص اے خلیفہ! اے خلیفہ!! کہہ کر چیخنے لگا' اس کی یہ چیخ و پکار سن کر کسی نے کہا کہ یہ شخ زمانہ جاہلیت کی طرح ایسا چیخ رہا ہے جس طرح وہ پرندوں کو اڑایا کرتے تھے' چنانچہ ایک دوسرے شخص نے اے خلیفہ' اے خلیفہ پکارنے والے شخص سے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے تو نے اپنی خواہشات کے لئے اللہ کو چھوڑ دیا ہے (یہ مقام تو ذکر الٰہی کے لئے ہے اور تو خلیفہ خلیفہ پکار رہا ہے) چنانچہ اس روز تو یہ بات گئی گزری ہوگئی' دوسرے روز میں (جبیربن مطعم) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہی کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک نامعلوم جگہ سے ایک پتھر آکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر لگا۔ اس کی ضرب سے آپ کے سر پر معمولی سی خراش بھی آگئی' پس جس سمت سے پتھر آیا تھا میں ادھر کو گیا تو سامنے کے پہاڑ سے انسانی آواز آئی کہ رب کعبہ کی قسم! تم یقین کرلو کہ اس سال کے بعد قیامت تک پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر کبھی کھڑے نہیں ہو سکیں گے' جب

میں نے غور کرکے دیکھا تو یہ کہنے والا وہی کل والا شخص تھا جو یا خلیفہ یا خلیفہ کل پکار رہا تھا' مجھے یہ پیش گوئی بہت شاق گزری۔

جنات کا آپ کی شان میں منقبت پڑھنا:۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کا آخری حج امہات المومنین کے ساتھ ادا کیا اس کے بعد ہم سب واپس ہوئے اور مقام محصب سے گزرے تو میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنی سواری پر بیٹھا ہوا اس طرح کہہ رہا ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟ جب اس کے ساتھ کے دوسرے شخص نے کہا کہ امیر المومنین یہ موجود ہیں! پھر ایسا معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے اونٹوں کو بٹھا دیا اور ان میں سے ایک نے یہ اشعار پڑھے۔

علیک السلام من امام وبارکت   ید اللہ فی ذلک الا دیم الممزق

اے امام آپ کے اوپر سلام ہو اور برکت   دے اللہ تعالیٰ اس چمڑے کو جو پارہ پارہ ہوگا

فمن یسمع او یرکب جناحی نعامتہ لیدرک ما قدمت بالا مس یسبق

شترمرغ جلد آپ کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ   وہ مسبوق ہو جائے بلکہ اعمال جلیلہ کے باعث آپ مسبوق رہیں گے

قضیت امورا ثم غادرت بعدھا   بوائق فی اکماھا لم تفتق

آپ نے مصیبتوں اور ہلاکتوں کو چھوڑ دیا ہے   اس طرح کہ وہ بند کلیاں ہیں جو ابھی نہیں کھلی ہیں

پھر نہ ان اشعار کا پڑھنے والا وہاں پر ملا اور نہ یہ پتا چلا کہ وہ کون تھا ہم نے آپس میں یہی کہا کہ یہ جن تھے (جو حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں اشعار پڑھ رہے تھے) جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حج سے واپس ہوئے تو خنجر کی ضربات سے شہید کر دیئے گئے۔

خلافت کے اہل افراد موجود نہیں ہیں:۔

عبد الرحمٰن بن ابزیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد کیا کہ امور خلافت کی سرانجام دہی کا ڈھنگ اہل بدر میں تھا لیکن آج ان میں سے کوئی باقی نہیں ہے' ان کے بعد شرکاء غزوہ احد اس کے سزا وار ہو سکتے تھے لیکن ان میں سے بھی کوئی بقید حیات نہیں! اب یہ جو فلاں ابن فلاں باقی ہیں (بعد میں اسلام قبول کرنے والے) یا وہ جو فتح مکہ کے روز ایمان لائے یا فتح مکہ کے روز آزاد کر دیئے جانے والے لوگ اور ان کی اولاد یا وہ جن پر اسلام کا احسان ہے امور خلافت سرانجام دینے کے لائق نہیں ہیں۔

آپ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بھی اپنا نائب نہیں بنانا چاہتے تھے:۔

امام نخعی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے کہا کہ آپ اپنے فرزند عبداللہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیں آپ نے اس شخص کو جواب دیا اللہ تمھیں غارت کرے (کہ تم مجھے ایسا غلط مشورہ دے رہے ہو) جس شخص کو اپنی بیوی کو ڈھنگ سے طلاق دینے کا بھی سلیقہ نہ ہو کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ نامزد کردوں'

شدا بن انس' کعب سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک (صالح) بادشاہ گزرا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے فضائل بہت ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی ہم اس کا ذکر کرتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آجاتے تھے اور جب کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تھا تو خواہ مخواہ وہ اسرائیلی بادشاہ یاد آجاتا تھا۔ اس کے زمانہ بادشاہت میں اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر موجود تھے' ان کو ایک مرتبہ وحی آئی کہ تم اس بادشاہ سے کہہ دو کہ اس کی زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں اگر وہ کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے تو کرلے جس وقت اس بادشاہ نے یہ سنا تو سجدہ میں گر کر نہایت خضوع و خشوع سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اتنی مہلت دیدے کہ میرا لڑکا جوان ہو جائے اور تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے کہاں تک تیرے احکام کی اطاعت کی ہے اور میں نے اپنی رعایا سے جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہے عدل و انصاف سے کام لیا ہے اس کی اس استدعا کے بعد پیغمبر عصر پر پھر وحی نازل ہوئی کہ اس بادشاہ نے ہم سے اس اس طرح سے استدعا کی ہے اور اس نے اپنی دعا میں جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے

لہٰذا ہم اس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کرتے ہیں تاکہ اس مدت میں اس کا لڑکا جوان ہو جائے' جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزے کی ضربات لگیں اور آپ زخمی ہوگئے تو کعب احبار نے یہ قصہ بیان کرکے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خداوند تعالیٰ سے یہ سوال کریں تو خداوند تعالیٰ ان کی بھی عمر بڑھا دے گا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس کی خبر مل گئی اس وقت آپ نے یہ دعا فرمائی' الٰہی! مجھے عاجز کئے بغیر اور بغیر رنج والم دیئے دنیا سے اٹھالے'

آپ کی موت پر جنوں کا نوحہ کرنا:۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر جنوں نے بھی نوحہ کیا چنانچہ حاکم' مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ شہید ہوگئے تو یمن کے پہاڑوں کی طرف سے یہ اشعار سنائی دیئے گئے۔

لیبک علی الاسلام من کان باکیا	فقد لوشکوا صرعی وماتدم العھد
جو شخص اسلام پر رونے والا ہو وہ رولے	کیونکہ وہ بیہوش ہیں اور اب انکا زمانہ ختم ہوگیا
وا و نبرت الدنیا وا وبر خیرھا	وقدملھا من کا ن یوقن با لوعد

گویا دنیا ہی الٹ گئی اور اس کا بہترین شخص چل بسا وہ شخص جو وعدوں پر یقین کئے بیٹھا تھا غمزدہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفین و تدفین کے سلسلہ میں وصایا:۔

ابن ابی الدنیا' یحییٰ بن راشد بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں بیجا خرچ نہ کرنا کیونکہ میں اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہوں تو وہ اس (معمولی کفن) کو بدل دیگا اور اگر میں اس کے نزدیک بہتر نہیں ہوں تو یہ کفن بھی چھن جائے گا۔ پس اس میں تکلف کیوں کیا جائے۔ میری قبر لمبی چوڑی نہ کھدوانا کہ اگر میں خدا کے نزدیک بہتر ہوں تو وہ میری قبر کو حد نظر تک وسیع کر دے گا ورنہ خواہ کتنی ہی وسیع قبر ہو وہ اتنی تنگ کی جائے گی کہ پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔
میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے' جو صفات مجھ میں نہیں ہیں ان صفات

سے مجھ کو مرنے کے بعد یاد نہ کیا جائے کیونکہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ جب میرا جنازہ گھر سے لیکر چلو تو چلنے میں جلدی کرنا کیونکہ اگر میں خدا کے نزدیک اچھا ہوں تو جتنی جلد ممکن ہو مجھے اس کے پاس پہنچا دو اور اگر میں برا ہوں تو ایک برے آدمی کا بوجھ دیر تک کیوں اٹھائے رہو، جلد اپنے کندھوں سے اتا پھینکو!

انتقال کے بعد بعض بزرگوں کا آپ کو خواب میں دیکھنا:۔

ابن عساکرؒ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے ایک سال کے بعد دعا کی میں خواب میں ان کا دیدار حاصل کروں پس ایک سال کے بعد میں نے حضرت کو خواب میں اس حال میں دیکھا کہ آپ کی پیشانی عرق آلود ہے میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین (میرے ماں باپ آپ پر قربان) آپ کس حال میں ہیں، آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی حساب کتاب دے کر فارغ ہوا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ رؤف الرحیم نہ ہوتا تو میری عزت برباد ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں تھی! زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا، آپ نے دریافت کیا کہ آپ کس حال میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے تم سے جدا ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا انھوں نے کہا کہ بارہ سال کے قریب ہوئے، آپ نے فرمایا کہ بس میں (حساب کتاب سے) ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں ابن سعدؒ نے سالم بن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ ایک انصاریؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھے خواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیدار ہو جائے دس سال کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا، آپ کی پیشانی پسینہ سے تر تھی۔ میں نے اس حال میں آپ کو دیکھ کر کہا، اے امیر المومنین آپ کا کیا حال ہے فرمایا کہ حساب کتاب سے ابھی فرصت ملی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو میں برباد ہو جاتا۔

حاکم نے شعبیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عاتکہ بنت زید ابن عمرو بن نفیل نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر مرثیہ لکھا، چندا اشعار یہ ہیں:۔

عین جودی بعبرة ونجیب،

ولا تملی علی الامام الصلیب
فجعتنی المنون بالفارس المعلم
یوم الهیاج والتا" نیب
عصمة الدین والمعین علی الدهر
وغیث الملهوف والمکروب
قل لاهل الضراء والبوس موتوا
اذ سقتنا المنون کاس شعوب

وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جنہوں نے

عہد فاروقی میں رحلت فرمائی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے عہد مسعود میں ان اکابرین صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے انتقال فرمایا۔

(۱) حضرت عتبہ بن غزوان۔ (۲) حضرت علا بن حضرمی۔ (۳) قیس ابن السکین۔ (۴) حضرت ابو قحافہ۔ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد) (۵) حضرت سعد بن عبادہ۔ (۶) حضرت سہیل بن عمرو۔ (۷) حضرت ابن ام کلثوم۔(۸) حضرت عیاش بن ابو ربیعہ۔ (۹) حضرت عبد الرحمٰن (برادر زبیر بن عوام) (۱۰) حضرت قیس بن ابی صعصعۃ (یہ ان حضرات میں شامل ہیں جنھوں نے قرآن پاک جمع کیا تھا) (۱۱) حضرت نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور ان کے بھائی (۱۲) ابو سفیان۔ ام المومنین (۱۳) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔حضرت ابراہیم کی والدہ)۔ (۱۴) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (۱۵) حضرت معاذ بن جبل ۔ (۱۶) حضرت یزید بن ابو سفیان۔ (۱۷) حضرت شرجیل بن حسنہ۔ (۱۸) حضرت فضل بن عباس۔ (۱۹) حضرت ابو جندل بن سہل۔ (۲۰) حضرت ابو مالک الاشعری (۲۱) حضرت صفوان ۔معطل۔ (۲۲) حضرت ابی بن کعب۔ (۲۳) حضرت بلال (موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (۲۴) حضرت اسید بن حضیر۔ (۲۵) حضرت براء بن مالک (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ام المومنین (۲۶) حضرت زینب بنت جحش۔ (۲۷) حضرت عیاض بن غنم۔ (۲۸) حضرت ابو الہیثم بن نیہان۔ (۲۹) ، حضرت خالد بن ولید۔ (۳۰) حضرت جارود سردار قبیلہ عبد القیس۔ (۳۱) حضرت نعمان بن مقرن۔ (۳۲) حضرت قتادہ بن نعمان۔ (۳۳) حضرت اقرع بن حابس۔ (۳۴) حضرت سودۃ بنت زمعۃ۔ (۳۵) حضرت عویم بن ساعدہ۔ (۳۶) حضرت غیلان ثقفی۔ (۳۷) حضرت ابو محجن ثقفی۔

رضوان اللہ تعالیٰ عنہم و عنہ اجمعین اور ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حواشی

۱۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ وفات پاچکی ہیں اس لئے بدرجہ مجبوری صاجزادی سے دریافت کیا

۲۔ حضرت عشرہ مبشرہ سے چند اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اس وقت موجود تھے' اس لئے یہ روایت ضعیف ہے۔

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب!:۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے' عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی اموی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عمر تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ اور ابویعلی آپ کی کنیت تھی۔

آپ کا سال ولادت:۔

آپ عام الفیل کے چھ برس بعد پیدا ہوئے' آپ ابتدائے اسلام ہی میں ایمان لے آئے تھے' آپ ان حضرات میں سے ہیں جن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپ نے اسلام کے لئے دوبار ہجرت کی۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ طیبہ کی جانب۔

آپ کی شادی:۔

آپ کی شادی قبل نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ سے ہوئی جن کا غزوہ بدر میں انتقال ہوگیا' اور ان کی تیمارداری کے باعث آپ غزوہ میں شرکت نہیں فرماسکے تھے کیونکہ آپ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم رقیہ کی تیمارداری کرو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ آپ کو بدر کے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا تھا اس لئے آپ کا شمار اہل بدر میں کیا جاتا ہے۔ جس وقت مدینہ میں قاصد جنگ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر داخل ہوا تھا اس وقت حضرت رقیہ کو دفن کیا جارہا تھا۔ حضرت رقیہ

کے انتقال کے بعد آپ کی شادی حضرت رقیہ کی دوسری بہن ام کلثوم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی' ام کلثوم کا انتقال بھی مدینہ منورہ میں ۹ہجری میں ہوا۔

سوائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی شخص کو یہ فخر حاصل نہیں ہے کہ یکے بعد دیگرے کسی نبی کی دو بیٹیاں عقد میں آئی ہوں اسی مناسبت سے حضرت کا لقب ذوالنورین تھا۔ آپ بھی سابق اولین' اوّل مہاجرین اور عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں' آپ کا شمار ان چھ ہستیوں میں بھی کیا جاتا تھا جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریف تک خوش رہے۔ آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جنھوں نے قرآن شریف جمع کیا بلکہ کلبہ ابن عبادرضی اللہ عنہ تو یہ کہتے ہیں کہ خلفاء میں سے سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عباسی خلیفہ مامون کے کسی نے قران شریف کو جمع نہیں کیا۔

نیابت رسول اکرم علیہ السلام:۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ جب رسول اکرم غزوہ ذات الرقاع و غطفان میں تشریف لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ بنا گئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چھیالیس احادیث روایت کی ہیں' حضرت زید بن خالد جہنی۔ ابن زبیر۔ سائب بن یزد۔ انس بن مالک۔ زید بن ثابت' سلمہ بن اکوع۔ ابو امامہ باہلی۔ ابن عباس۔ ابن عمر۔ عبداللہ بن مغفل۔ ابو قتادہ اور ابو ہریرہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان احادیث کی روایت کی ہے۔

ابن سعد نے عبد الرحمٰن بن حاطب سے روایت کی ہے کہ میں نے سوائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب رسول میں سے اور کسی شخص کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ ان کی طرح صحت و عمدگی کے ساتھ احادیث کو بیان کرتا ہو۔ آپ پر احادیث کی ہیبت کا بہت اثر ہوتا تھا۔

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مناسک حج کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ واقف تھے۔

بیہقی نے اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر ابن ابان جعفی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مجھ سے میرے ماموں حسین جعفی نے کہا کہ تمھیں معلوم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب (نام) ذوالنورین کیوں تھا میں نے کہا میں نہیں جانتا' انھوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک حضرت عثمان کے سوا کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو لڑکیاں نہیں آئیں اسی واسطے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

ابو نعیم' حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا لقب ذوالنورین اس واسطے ہوا کہ آپ کے سوا کسی نبی کی دو لڑکیاں کسی کے نکاح میں نہیں آئیں۔ خثیمہ فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسی ہستی ہے جو ملا اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہے' اور ان کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صاحبزادیاں دی ہیں۔

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ آپ کو ذوالنورین اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب آپ جنت کے ایک محل سے دوسرے محل میں منتقل ہونگے تو دوبار آپ پر تجلی نور ہوگی۔

آپ کی کنیت:۔

عہد جاہلیت میں آپ کی کنیت ابو عمر تھی اور عہد اسلام میں جب حضرت رقیہ (بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے بطن سے آپ کے یہاں عبد اللہ پیدا ہوئے تو آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت!:۔

آپ کی والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھا اور آپ کی نانی کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم تھا آپ کی نانی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ بن عبد المطلب توام پیدا ہوئے تھے' اس رشتہ سے حضرت عثمان کی والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی زاد بہن تھیں۔

قبول اسلام:۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق‘ حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بعد اسلام قبول کیا۔

آپ کا سراپا:۔

ابن عساکر (چند طرق) سے آپ کا سراپا اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ درمیانے قد کے خوبرو شخص تھے‘ رنگ میں سفیدی کے ساتھ ساتھ سرخی شامل تھی چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ داڑھی بہت گھنی تھی‘ جسم کی ہڈیاں چوڑی تھیں‘ شانے کافی پھیلے ہوئے تھے۔ پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں‘ ہاتھ لمبے تھے جن پر بال کافی تھے۔ سر کے بال گھنگھریالے تھے۔ دانت بہت خوبصورت تھے اور سونے کے تار سے بندھے ہوئے تھے۔ کنپٹیوں کے بال کانوں تک آتے تھے زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے۔

ابن عساکر‘ عبیداللہ بن خزم الحازنی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوبرو عورتوں اور مردوں میں کسی اور کو نہیں پایا۔ موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ حسین تھے۔

ابن عساکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بادیہ گوشت کا دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جب میں آپ کے گھر میں گیا تو حضرت رقیہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں میں کبھی حضرت رقیہ کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت دیکھتا تھا۔ جب میں آپ کے گھر سے واپس آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا‘ اسامہ! تم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے اندر گئے تھے‘ میں نے عرض کیا جی ہاں! ارشاد ہوا کہ کیا تم نے ان میاں بیوی سے خوبصورت میاں بیوی دیکھے ہیں‘ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں۔

خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیعت :۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات کے تین دن بعد آپ سے بیعت کی گئی۔ کہتے ہیں کہ اس عرصہ میں لوگ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے مشورے کرتے رہے اور آپ کے پاس آتے جاتے رہے' جو صائب الرائے شخص تخلیہ میں حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ بن عوف سے مشورہ کرتا وہ یہی رائے دیتا کہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ملنا چاہیے (خلیفہ حضرت عثمان ہی کو ہونا چاہیے) آخر کار حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ بن عوف بیعت لینے کے لئے بیٹھے اور حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیعت کے سوا کسی اور کی بیعت پر راضی نہیں ہیں۔ (ابن عساکرؒ)

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حمد و صلوٰۃ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے علی رضی اللہ تعالٰی عنہ! میں نے تمام لوگوں کی رائے معلوم کرلی ہے' سب کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ہے' اب آپ اپنے لئے کوئی کاروائی نہ کیجئے! آپ نے یہ کہ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا دست مبارک پکڑ کر کہا کہ میں آپ سے سنت اللہ' سنت رسول اللہ اور ہر دو خلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سنت پر بیعت کرتا ہوں' اس طرح پہلے آپ نے بیعت کی اور پھر تمام مہاجرین و انصار نے آپ سے بیعت کی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی وفات سے ایک ساعت قبل ابو طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انصاری کو بلا کر فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ ابھی کسی جگہ اصحاب شوریٰ (برائے انتخاب خلیفہ) جمع ہونے والے ہیں تم پچاس آدمی لیکر اس مکان کے دروازے پر پہنچ جاؤ جہاں یہ لوگ جمع ہوں اور تا وقت یہ کہ وہ لوگ کسی کو خلیفہ منتخب نہ کرلیں تم برابر وہیں موجود رہنا۔ (ابن ماجہ)

مسند امام احمدؒ میں ابی وائل سے اس طرح روایت بیان کی گئی ہے کہ میں نے عبد رحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ بن عوف سے دریافت کیا کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیعت کیوں

کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیوں چھوڑ دیا' ان سے بیعت کیوں نہیں کی۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اس میں میرا کچھ قصور نہیں! میں نے تو اولاً" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے کہا کہ میں آپ سے کتاب اللہ' سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اور سنت ابوبکر' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما' پر بیعت کرتا ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ مجھ میں اس کی استطاعت نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی باتیں کہیں تو انھوں نے جواب دیا بہت اچھا (یعنی ان کو قبول کرلیا)۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے تخلیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیںگے آپ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے' پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح تخلیہ میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے تو انھوں نے کہا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے! میں نے اسی طرح زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے انھوں نے کہا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے' پھر میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور کہا میرا اور آپ کا ارادہ تو خلافت کرنے کا ہے نہیں لیکن "آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں' تو انھوں نے فرمایا حضرت عثمان سے! اس کے بعد میں نے تمام اصحاب اور اعیان سے مشورہ کیا تو اکثریت کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف پائی۔

ابن سعدؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا موجودہ امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ ہم آپ کی پیروی اور حکم کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔

آپ کے دور خلافت کے اہم واقعات:۔

آپ کی خلافت کے پہلے سال ۲۴ھ میں ملک رے فتح ہوا۔ اسی سال ناک سے خون بہنے کا عام مرض پھیل گیا خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نکسیر اس طرح پھوٹی کہ اس

کی شدت کے باعث آپ کو حج کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا یہاں تک کہ آپ نے وصیتیں بھی فرمادیں۔

۲۴ھ:-

اس سال ملک روم کا ایک وسیع رقبہ فتح کرلیا گیا۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرکے ان کی جگہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وقاص کو بھیج دیا۔

۲۵ء میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد کو بھی کوفہ کی گورنری سے معزول کرکے ان کی جگہ ایک صحابی ولید بن عقبہ بن ابی محیط کو (جو آپ کی ماں کی طرف سے بھائی تھے) مقرر کر دیا۔ یہ آپ پر اقربا نوازی کے الزامات عائد ہونے کی ابتدا تھی، کہتے ہیں کہ یہ ولید مے نوش تھا، ایک روز صبح کی نماز نشہ کی حالت میں پڑھائی اور چار رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا اور پھر مقتدیوں سے کہا کہ اگر کہو تو نماز اور پڑھا دوں۔

۲۶ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ مکانات خرید کر مسجد حرام کو مزید وسیع بنایا اسی سال شہر سابور فتح ہوا۔

۲۷ھ میں امیر معاویہ نے جہاز کے ذریعہ لشکر لیجاکر قبرص پر حملہ کیا، اس لشکر میں (مشہور صحابی) حضرت عبادہ بن صامت اپنی بیوی امت حرام بنت ملحان انصاریہ کے ساتھ موجود تھے، آپ کی بیوی بار بردار جانور سے گر گئیں اور اسی صدمہ سے ان کا انتقال ہوگیا اور ان کو وہیں (قبرص میں) دفن کر دیا۔ اس لشکر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اس لشکر میں عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی بھی ہوگی اور اس کی قبر قبرص ہی میں بنے گی۔ (چنانچہ پیشگوئی پوری ہوئی) اسی سال جرجان اور دارالجبرود فتح ہوئے۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن العاص کو مصر کی گورنری سے معزول کرکے ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا، انھوں نے مصر پہنچ کر افریقہ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کرکے تمام مملکت کو ممالک محروسہ میں شامل کرلیا۔ اس جنگ میں اس قدر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور بقول بعض تین تین ہزار دینار ملے۔ اس عظیم فتح کے بعد اسی سال ملک اندلس (اسپین ہسپانیہ) بھی فتح ہوگیا۔

اس لشکر کشی کی درخواست حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسترد کر دی تھی:۔

امیر معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی بار یہ درخواست کی تھی کہ قبرص پر دریائی راستے سے لشکر کشی کی اجازت دی جائے' لیکن آپ ہمیشہ انکار کر دیا کرتے تھے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار حد سے بڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص سے دریافت کیا کہ تم دریا اور بادبانی جہازوں کی مفصل کیفیت لکھ کر مجھے روانہ کرو! انھوں نے تحقیق کے بعد لکھا کہ میں نے اس سواری کو دیکھا یہ جہاز ایک بڑی مخلوق ہے جس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے اس سواری کے ٹھہر جانے پر سواروں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اور اس کی رفتار پر عقل و فہم تک خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس میں خوبیاں کم ہیں اور خرابیاں زیادہ ہیں اس پر سوار ہونے والوں کی حیثیت کیڑے مکوڑوں سے زیادہ نہیں ہے اگر یہ سواری ٹیڑھی ہو جائے (ایک طرف کو جھک جائے) تو سوار ڈوب جاتے ہیں بصورت دیگر لرزاں و ترساں ساحل تک پہنچ جاتے ہیں حضرت عمرو بن العاص کے اس معروضہ کو پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم میں مسلمانوں کو ایسی سواری پر سوار کرا کے انھیں مصائب میں مبتلا نہیں کروں گا۔

ابن جریر (طبری) کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بحری راستہ سے قبرص پر حملہ کرکے اس کو فتح کرلیا اور جزیہ لینے کی شرط منظور کرلی۔

۲۹ھ میں اصطخر۔ فساء اور ان کے علاوہ بعض دیگر ممالک بھی فتح ہوئے۔

اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی اور اس میں منبت کاری کی گئی۔ ستون پتھر کے لگوائے' اس کی چھت میں ساگون کی لکڑیاں ڈالی گئیں اور اس کا طول بڑھا کر ایک سو ساٹھ گز اور عرض ڈیڑھ سو گز کر دیا۔

۳۰ھ میں جور اور خراسان اور نیشا پور صلح کے ذریعہ فتح ہوئے۔ اسی طرح ایران کے دیگر شہر طوس' سرخس۔ مرو اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے' جب اس قدر فتوحات ہوئیں اور بیشمار مال غنیمت چاروں طرف سے دار الخلافت میں آنے لگا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ

قبول السلام پر شدائد مصائب:۔

ابن سعد نے محمد بن ابراہیم کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو پکڑ کر ایک کمرے میں بند کر دیا اور کہا تم نے آبائی مذہب ترک کرکے ایک نیا مذہب اختیار کرلیا ہے۔ جب تک تم اس نئے مذہب کو نہیں چھوڑو گے میں تمھیں آزاد نہیں کروں گا (اسی طرح بند رکھوں گا) یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' چچا! خدا کی قسم میں مذہب اسلام کبھی نہیں چھوڑوں گا اور اس دولت سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گا۔ اس طرح حکم بن ابی العاص نے جب آپ کو اسلام پر مستحکم اور مستقل پایا تو مجبور ہوکر آپ کو قید و بند سے آزاد کر دیا۔

ہجرت اول پر دعائے رسول:۔

ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی نے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی اس پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی کہ "اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ ہو اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ اللہ کے لئے ہجرت کی ہے۔

ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح کرکے ان سے فرمایا تھا کہ تمھارے شوہر' تمھارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمھارے والد محمد (مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) سے شکل و صورت میں بہت ہی مشابہ ہیں۔

ابن عدی اور ابن عساکرؒ نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت مشابہ ہیں۔

فضائل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائل میں احادیث نبوی:۔

امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لباس مبارک کو ٹھیک کر لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اس سے کس طرح شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے ابو عبد الرحمٰن سلمی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایام ابتلا میں) گھر میں محصور ہو جانے کے بعد محاصرہ کرنے والوں سے فرمایا کہ اللہ کی قسم دے کر تم سب سے خصوصاً صحابہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے میں یہ بات پوچھتا ہوں کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی جیش عسرہ کے لئے سامان فراہم کرے وہ جنتی ہے تو میں نے سامان جنگ فراہم کیا تھا! تم کو رسول اللہ کا یہ فرمان یاد ہوگا کہ جو شخص بر رومہ (مسلمانوں کے لئے) خرید دے گا وہ جنتی ہوگا چنانچہ میں نے مدینہ منورہ کے اس کوئیں کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا' آپ کی ہر بات کی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کی۔

ترمذیؒ نے عبد الرحمٰن بن قباب کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیش عسرۃ کی تیاری کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترغیب دے رہے تھے میں بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عفان نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سو اونٹ مع پالان اور سامان اپنے ذمہ لیتا ہوں' (اللہ کے لئے سو اونٹ مع سازو سامان پیش کرتا ہوں)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو پھر ترغیب دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں دو سو اونٹ اور سازو سامان اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی صحابہ کرام کو ترغیب دی تو آپ نے فرمایا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ تین سو اونٹ مع پالان اور سامان کے! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا کہ عثمان کے جرم و گناہ ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

امام ترمذیؒ عبد الرحمٰن بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت جیش عسرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضور ﷺ دیناروں کو الٹتے پلٹتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ آج کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی عمل ان کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔ (آپ نے دو مرتبہ فرمایا)۔

امام ترمذیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بیعت الرضوان ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے مکہ معظمہ میں ایلچی بن کر گئے تھے۔ یہاں لوگوں نے رسول اللہ سے بیعت رضوان کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چونکہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ اور اس کے رسول کے کام کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ یہ ارشاد فرماکر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا' اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان کا دست مبارک تمام لوگوں کے ہاتھوں اور جانوں سے کس قدر افضل و برتر ہے۔

ترمذیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علی وسلم نے فتنوں کی بابت ارشاد فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ایک فتنہ میں یہ بھی مظلوم شہید ہونگے۔

ترمذی' حاکم اور ابن ماجہؒ نے مرہ بن کعب سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں برپا ہونے والے ایک فتنے کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے تشریف لائے' آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا۔ میں نے کھڑے ہوکر دیکھا کہ کون صاحب ہیں تو دیکھا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے ان کی طرف متوجہ ہوکر عرض کیا! کیا یہ ہدایت پر ہوں گے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہی!!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان! خداوند تعالیٰ تمھیں ایک قمیص (خلافت) عنایت فرمائے گا۔ جب منافق اس کو اتارنے کی کوشش کریں تو تم اس کو مت اتارنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو! اسی بناء پر آپ نے جس روز آپ محصور ہوئے تھے یہ فرمایا تھا کہ اس کے بارے میں مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا چنانچہ اس پر میں قائم ہوں اور صبر کر رہا ہوں۔

حاکمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ جنت خریدی ہے' ایک مرتبہ تو بر رومہ خرید کر اس کی کھدائی کرا کے (یہودی سے خرید کر اس کی کھدائی کرائی تاکہ مسلمانوں کو زیادہ پانی مل سکے)۔ دوسری مرتبہ جیش عسرہ کو سازو سامان فراہم کر دے۔

ابن عساکرؒ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ میں مجھ سے مشابہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ طبرانی نے عصمہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم (زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بھی انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح کسی سے کردو' اگر میری تیسری بیٹی (ناکتخدا) موجود ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیتا کہ میں نے ان کے نکاح پہلے بھی وحی الٰہی کے ذریعہ سے کئے تھے۔

ابن عساکرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔ (یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہتی)۔

ابن عساکرؒ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے تو ایک فرشتہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا یہ شہید ہیں ان کو قوم شہید کر دے گی مجھے ان سے شرم آتی ہے۔

ابو یعلیٰؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے (حضرت) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح شرم کرتے ہیں جیسے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ابن عساکرؒ نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ (آپ کی حیا کا کیا پوچھتے ہو) اگر آپ کبھی نہانے کا قصد کرتے تو گھر میں کواڑ بند کرکے بھی کپڑے اتارنے میں اس قدر شرم فرماتے تھے کہ اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتے تھے۔

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس خط پر جو مہر ہے کیا وہ آپ کی ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں یہ میری ہی مہر ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ غلام آپ کا ہے' اونٹنی آپ کی ہے اور خط پر مہر بھی آپ کی ہے اور اس پر آپ فرماتے ہیں کہ آپ کو کچھ نہیں معلوم! آپ نے پھر قسم کھائی کہ واللہ نہ اس خط کو میں نے لکھا نہ کسی سے لکھوایا نہ میں نے یہ خط اس غلام کو دے کر اسے مصر کی طرف روانہ کیا' اس کے بعد کچھ لوگوں نے (تحریر پر غور کرکے) پہچانا کہ یہ تحریر مروان کی ہے۔ چونکہ مروان آپ ہی کے پاس مقیم تھا اس لئے لوگوں کو اب کچھ شبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی ہونے لگا۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ آپ مروان کو ہمارے حوالے کردیں مگر آپ نے انکار فرما دیا' آپ کے اس انکار پر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو سخت غصہ آیا۔ اور اسی غصہ کی حالت میں آپ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے' کچھ لوگ اب بھی یہی کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے تھے بعض نے کہا لیکن وہ اس وقت تک شک سے بری بھی نہیں ہو سکتے جب تک وہ مروان کو ہمارے حوالے نہ کردیں اور ہم اس سے تحقیق نہ کرلیں اور یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا تھا۔ اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ خط انھوں نے ہی لکھا ہے تو ہم ان کو معزول کر دیں گے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ یہ نامہ مروان نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لکھا تھا تو ہم مروان کو اس کی سزا دیں گے۔ معاملہ اس حد تک پہنچ جانے پر اور یہ رخ اختیار کرنے کے بعد بھی محاصرہ ختم نہیں ہوا۔ ادھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر مروان کو ان لوگوں کے سپرد کر دیا گیا تو وہ غیظ میں اس کو قتل کر دیں گے'

محاصرہ میں سختی پیدا کر دی گئی:۔

لوگوں نے محاصرہ اور سخت کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ پر پانی بھی بند کر دیا گیا بندش آب سے پریشان ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑکی سے جھانک کر کہا لوگو! کیا تم میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں' آپ نے پھر فرمایا کیا تم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں لوگوں نے جواب دیا نہیں' یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا کوئی

شخص علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاکر کہدے کہ وہ ہم کو پانی فراہم کر دیں، یہ خبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئی اور آپ نے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھجوا دیئے لیکن یہ پانی ان تک سخت جدوجہد کے بعد پہنچا اور اس کے باعث بنی ہاشم اور بنی امیہ کے چند لوگ زخمی بھی ہوگئے۔ اس بات سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندازہ ہوگیا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے درپے ہیں!

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرزندان طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہرہ!:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ مروان کو ہمارے حوالہ کردیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے، پس آپ نے اپنے صاجزادوں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اپنی تلواریں لیکر جاؤ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر پہرے دار کی طرح چوکس اور ہوشیار کھڑے رہو کسی بلوائی کو اندر نہ جانے دینا۔ اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کرنے سے روکو اور مروان کو باہر نہ لانے دو، یہ سب برابر ان کی حفاظت کرتے رہے۔

محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندر پہنچنا اور ایک بلوائی کا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردینا:۔

یہ دیکھ کر کہ دروازے پر ایسا پہرہ ہے کہ اندر پہنچنا مشکل ہے محمد بن ابوبکرؓ نے تیر چلانا شروع کر دیئے، یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیر پھینکنا چاہتے تھے لیکن ایک تیر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جالگا جو دروازہ کے پہرے پر موجود تھے اور آپ زخمی ہوگئے ایک تیر مروان کے بھی لگا جو حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھا۔ محمد بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زخمی ہوئے، نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام بھی ایک تیر سے زخمی ہوا، اس طرح جب یہ لوگ

زخمی ہوئے تو محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوف لاحق ہوا کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے لوگوں کو زخمی دیکھ کر کہیں بنی ہاشم نہ بگڑ جائیں اور ایک نئی مصیبت نہ پیدا ہو جائے پس انھوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑے اور ان سے کہا کہ اگر اس وقت بنو ہاشم آگئے اور انھوں نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی دیکھ لیا تو وہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھول جائیں گے اور الٹے ہم سے الجھ پڑیں گے اور ہمارا منصوبہ برباد ہو جائے گا۔ پس چپکے سے یہاں سے چلے چلو اور ہم دوسرے گھر میں پہنچ کر (حضرت) عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر میں کود پڑیں اور انھیں قتل کردیں' اس طرح باہر کے لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوگی۔ یہ مشورہ کرکے محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک انصاری کے مکان سے ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں پہنچ گئے۔ اور کسی کو بھی خبر نہ ہوئی کیونکہ گھر میں جو دوسرے لوگ موجود تھے وہ سب چھت پر تھے نیچے صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ معہ اپنی اہلیہ کے موجود تھے۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پہلے میں جاتا ہوں اور (حضرت) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قابو میں کرتا ہوں جب میں ان پر قابو کرلوں تو تم ایک دم حملہ کرکے قتل کر دینا یہ منصوبہ بناکر محمد بن ابوبکر یکبارگی اندر پہنچ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی پکڑلی۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر تیرے باپ تجھے یہ حرکت کرتے دیکھ لیتے تو کیا کہتے! یہ سن کر محمد بن ابوبکر نے ان کی داڑھی چھوڑ دی۔ لیکن اس عرصے میں وہ دونوں شخص پہنچ چکے تھے۔ وہ دونوں آپ کی طرف جھپٹے اور آن کی آن میں آپ کو قتل کر ڈالا اور جس راستے سے یہ لوگ آئے تھے اسی راستے سے واپس ہوگئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برہمی:۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ ہوا اور لوگ آپ کو شہید کر رہے تھے تو آپ کی زوجہ محترمہ نے بہت کچھ شور کیا لیکن ادھر ادھر اس قدر شور برپا تھا کہ آپ کی چیخ و پکار کوئی نہ سن سکا۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ بالا خانے پر پہنچیں اور بلند آواز سے کہا' لوگو! امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا' لوگوں نے جب اندر آکر دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خون میں آغشتہ تھے اور دم توڑ چکے تھے۔ آپ کی شہادت کی اطلاع فوراً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور دوسرے صحابہ کرام اور اہل مدینہ کو ملی تو ان سب کے ہوش اڑ گئے۔ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے گھر میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاں بحق ہو چکے ہیں آپ نے ان للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اپنے فرزندوں سے فرمایا کہ جب تم دروازے پر موجود تھے تو امیر المومنین کس طرح قتل کر دیئے گئے۔ غصہ سے آپ نے ایک طمانچہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور ایک گھونسہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر مارا اور محمد بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی برا بھلا کہا۔ آپ سخت غصہ اور اشتعال کی حالت میں اپنے دولت کدہ پر واپس آگئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کیلئے لوگوں کا ہجوم:۔

جیسے ہی حضرت علی اللہ تعالیٰ عنہ مکان واپس تشریف لائے لوگ آنا شروع ہوگئے اور کہنے لگے ہاتھ بڑھایئے ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ اس وقت کسی خلیفہ کا ہونا بہت ضروری ہے' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف اہل بدر کر سکتے ہیں' جس سے اہل بدر راضی ہیں وہ خلیفہ ہو سکتا ہے' تھوڑی ہی دیر میں تمام اہل بدر جمع ہوگئے اور کہا کہ ہم آپ سے زیادہ کسی کو بھی مستحق خلاف نہیں سمجھتے' آپ ہاتھ بڑھایئے تاکہ ہم بیعت کریں' چنانچہ اسی وقت سب نے آپ سے بیعت کرلی۔

حادثہ قتل کی تفتیش اور قاتل کی تلاش:۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل ہوتے ہی مروان اور اس کے بیٹے فرار ہو چکے تھے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے' انھوں نے کہا کہ میں ان لوگوں کو تو نہیں جانتی جو اندر داخل ہوئے تھے' ہاں ان کے ساتھ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین کی داڑھی بھی پکڑی تھی' حضرت

تعالیٰ عنہ کو خزانہ کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مال دولت کی اس قدر بہتات تھی کہ آپ نے دل کھول کر لوگوں کو روزینے تقسیم کیے یہاں تک کہ ایک ایک شخص کے حصے میں ایک ایک لاکھ بدرے (توڑے) آئے ہر بدرے میں چار چار ہزار اوقیہ تھے۔ (ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں)۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت !:۔

آپ ۳۵ھ میں شہید کر دیئے گئے۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال خلافت کی۔ شروع کے چھ سال میں لوگوں کے ساتھ آپ کی روش اس قسم کی تھی کہ کسی کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ ان برسوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ قریش میں مقبول اور محبوب تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج میں قدرے سختی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں اس سختی کا وجود بھی نہ تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت پر فائز ہوتے ہی ان کے حال پر مہربانیاں کرنے لگے۔ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ اور ان کو سزا دینے میں عجلت سے کام نہیں لیا۔ لیکن چھ سال بعد آپ نے اپنے رشتہ داروں کو گورنری کے عہدے دیئے اور اپنے اقربا کے ساتھ بہت زیادہ سلوک اور مہربانیاں کرنے لگے اور عوام کے ساتھ وہ پہلے جیسی نرمی باقی نہ رہی۔ آخری چھ سال میں تو حالت یہ ہوگئی کہ افریقہ کے گورنر مروان کو مملکت کا خمس معاف کر دیا۔ اور اپنے رشتہ داروں کو بیت المال کی دولت سے مالا مال کر دیا اور اس سلسلہ میں یہ توجیہ کی کہ میں خداوند تعالیٰ کے حکم کے بموجب صلہ رحمی سے کام لیتا ہوں' اگر چہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایسا نہیں کیا حالانکہ وہ ایسا کرسکتے تھے'۔ اس سے لوگوں میں شورش پیدا ہوگئی۔ (ابن سعد)

شورش کے اسباب:۔

ابن عساکرؒ نے زہریؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ بتائیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کیوں واقع ہوئی' لوگوں کی روش کیا

تھی اور آپ کا عوام کے ساتھ کیا رویہ تھا اور صحابہ کرام نے آپ کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟ انھوں نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظلوم شہید کئے گئے اور جنھوں نے آپ کو قتل کیا وہ ظالم تھے اور جنھوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا وہ معذور و مجبور تھے۔ یہ سن کر میں نے ان سے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناگوار گزرا تھا کیونکہ آپ اپنے اعزا اور رشتہ داروں سے محبت کرتے تھے۔

آپ نے بارہ سال خلافت کی' ان بارہ سال میں پہلے چھ سال میں آپ نے کسی اموی کو حاکم و والی نہیں بنایا بلکہ صحابہ ہی حاکم رہے اور آپ نے کسی کو معزول نہیں کیا اور ہمیشہ ان کی تالیف قلوب کرتے رہے۔ چھ برس کے بعد آپ نے اپنے چچا کی اولاد کو والی بنانا شروع کیا اور صحابہ پر ان کو ترجیح دیکر گورنر بنایا حالانکہ بہ وقت تقرر آپ ان کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی برابر تاکید کیا کرتے تھے۔ آپ نے عبداللہ ابن سرح کو مصر کا والی مقرر کیا' ابھی ان کے تقرر کو دو سال ہی گزرے تھے کہ مصریوں کو ان سے شکایات پیدا ہوگئیں اور انھوں نے بارگاہ خلافت سے داد رسی چاہی۔ ان سے قبل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عبداللہ ابن مسعود' حضرت ابوذر اور حضرت عمار بن یاسر سے شکایات پیدا ہوگئی تھیں کیونکہ بنو ہذیل اور بنو زہرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف اور بنو غفار اور ان کے حلیفوں نے حضرت ابوذر کے خلاف اور بنو مخزوم نے حضرت عمار بن یاسر کے خلاف آپ سے شکایت کی تھیں اور یہ تمام قبیلے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدظن ہو چکے تھے' اب اہل مصر نے ابن ابی سرح کی آکر شکایتیں کیں یہ شکایات سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ابی سرح کو ایک تہدید نامہ لکھ کر روانہ کیا (تاکہ وہ اپنی روش درست کرلیں) لیکن اس نے اس تہدید نامہ کی کچھ پرواہ نہیں کی اور جن باتوں سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا تھا جان بوجھ کر وہ انہی باتوں پر عامل ہونے لگا یہاں تک کہ مصر کے جو لوگ آپ کے پاس اس کی شکایتیں لے کر آئے تھے اس نے ان کو قتل کرادیا۔ اس سے حالت خراب ہوگئی اور مصر سے سات سو افراد دارالخلافہ میں آئے اور مسجد میں نمازوں کے اوقات میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابن ابی سرح کی شکایتیں بیان کیں چنانچہ حضرت طلحہ بن عبداللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس معاملہ میں سخت کلامی کی۔ ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو کہلا بھیجا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ سے

ایسے شخص کی معزولی کے لئے کہتے ہیں جس پر قتل کا الزام ہے' مگر آپ کچھ پرواہ نہیں کرتے اور آپ اس کے معزول کرنے سے گریز کر رہے ہیں آپ کو چاہیے کہ آپ ایسے شخص کو قرار واقعی سزا دیں' تھوڑی دیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' تشریف لے آئے آپ نے بھی کہا کہ آپ سے یہ لوگ قتل ناحق کے عوض ایک عامل کی معزولی چاہتے ہیں آپ اس معاملہ میں انصاف کو کیوں کام میں نہیں لاتے اور دوسرا آدمی کیوں مقرر نہیں فرما دیتے' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے لئے عامل اور والی خود ہی مقرر کرلیں میں عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کرکے اس کا تقرر کہیں اور کردوں گا' چنانچہ مصری وفد نے کہا کہ آپ محمد ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمادیجئے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقرری اور عبداللہ ابن ابی سرح کی معزولی کا فرمان جاری کر دیا کچھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجرین وانصار) بھی محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مصر کو روانہ ہوئے تاکہ بچشم خود وہاں کے حالات کا جائزہ لیں چنانچہ یہ لوگ ایک قافلہ کی صورت میں یہاں سے مصر روانہ ہوئے۔

حبشی سوار کے پاس سے ایک خط برآمد ہوا:۔

ابھی یہ قافلہ مدینہ منورہ سے تین منزل ہی نکلا تھا کہ ان کو ایک حبشی غلام سانڈنی سوار نظر آیا جو بڑی تیزی سے اس قافلہ کے پاس سے گزرا۔ اس کی تیز رفتاری اور اس کے رنگ ڈھنگ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یا تو یہ کسی کا قاصد ہے یا کوئی مفرور شخص ہے۔ اس شبہ کی بنا پر اس قافلہ والوں نے اس کو پکڑلیا اور دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ تجھ کو کسی کی تلاش ہے یا تو کہیں سے بھاگا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو امیرالمومنین کا غلام ہوں' پھر کہنے لگا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔ بعض لوگوں نے اس کو پہچان لیا اور بتایا کہ یہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہے! محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تمھیں کہاں بھیجا ہے اس نے کہا کہ مجھے عامل مصر کے پاس ایک خط دے کر بھیجا گیا ہے' آپ نے دریافت کیا کہ وہ خط تیرے پاس ہے' اس نے کہا نہیں آخر کار اس کی تلاشی لی گئی۔ لیکن اس کے پاس سے کوئی خط نہیں نکلا۔ اس کے پاس ایک خشک مشکیزہ بھی تھا جب اسے دیکھا تو اس کے اندر کوئی چیز اچھلتی ہوئی لگی اسے اوندھا کیا گیا کہ نکل پڑے جب اس طرح بھی کچھ نہیں نکلا تو

اس مشکیزہ کو چیر دیا گیا اور اس سے ایک خط برآمد ہوا۔ یہ خط امیر المومنین کی جانب سے عبداللہ ابن سرح والی مصر کے نام تھا۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے اس خط کی مہر توڑی اور اس کو پڑھانا شروع کر دیا' اس میں تحریر کیا تھا کہ:

"جس وقت تمہارے پاس محمد ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فلاں فلاں اشخاص پہنچیں تو تم کسی نہ کسی حیلہ سے ان کو قتل کر دینا اور مرسلہ فرمان کو کالعدم قرار دینا۔ اور حسب دستور اپنا کام کرتے رہو۔ اور جو لوگ تمہاری شکایتیں لے کر یہاں میرے پاس آئے تھے ان کو قید کر لینا اور تم اپنی حکمت عملی پر قائم رہو"

اس خط کو پڑھ کر یہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے اور اسی مقام سے مدینہ شریف کو واپس ہو جانے کا ارادہ کر لیا' اس خط پر تمام حاضرین کی مہریں لگا دیں اور وہ خط ایک شخص کی تحویل میں دے دیا۔ اور یہ سب لوگ یہاں سے مدینہ کو واپس پلٹ پڑے' مدینہ منورہ واپس آکر حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت علی۔ حضرت سعد (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں مہر زدہ خط نکالا گیا کھول کر سب کو پڑھوایا۔ اور اس حبشی کا پورا قصہ بیان کیا۔ اس پر سب لوگ سخت برافروختہ ہوئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت ابوذر غفاریؓ۔ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معزولی کے واقعات نے اس غیظ و غضب میں اور اضافہ کر دیا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے' اس خط کے واقعہ سے لوگ بہت بھڑک چکے تھے اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور محمد ابن ابوبکر اپنے قبیلہ بنی تمیم کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چڑھ آئے۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند دوسرے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو سب کے سب بدری تھے' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے ان کے ساتھ وہ خط' غلام اور وہ اونٹنی بھی تھی جس کو پکڑا گیا تھا۔ آپ کے پاس پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا یہ غلام آپ کا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں! پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور یہ اونٹنی آپ کی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں میری ہے۔ پھر خط دکھا کر فرمایا کیا آپ نے یہ خط لکھا ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں' خدا کی قسم میں نے یہ نامہ تحریر نہیں کیا نہ میں نے اس کے لکھنے کا حکم دیا اور نہ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم ہے' اس پر حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً" محمد ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور قتل کے بارے میں دریافت کیا۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ سچ کہتی ہیں میں ضرور اندر داخل ہوا تھا اور میں نے ان کے قتل کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن جب انھوں نے میرے والد کا ذکر چھیڑ دیا تو میں ان کو چھوڑ کر ہٹ گیا' میں اس فعل پر نادم ہوں اور اللہ سے توبہ کرتا ہوں! خدا کی قسم میں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو پکڑا۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی تائید حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ نے بھی کی لیکن یہ کہا کہ ان دونوں افراد کو گھر میں لانے والے یہی تھے

ابن عساکرؒ (زوجہ حضرت عثمان) حضرت صفیہ کے غلام کنانہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی مصری نے شہید کیا تھا جس کی نیلی آنکھیں تھیں اور جس کا نام حماد تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

امام احمدؒ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور ہوگئے تو میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے میں نے عرض کیا آپ امیر المومنین ہیں اور آپ پر یہ افتاد پڑی ہے میں آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو جسے آپ چاہیں قبول کرلیں اول یہ آپ باہر نکل کر لڑیئے بفضل ایزدی آپ کے معاونین بکثرت ہیں اور آپ حق پر ہیں اور وہ لوگ باطل پر ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کسی دوسرے راستہ سے باہر نکل کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو جایئے۔ دوسرا راستہ ہم آپ کو بتا دیں گے' اور مکہ معظمہ پہنچ جایئے وہاں حرم کعبہ کی وجہ سے یہ لوگ آپ سے تعرض نہ کریں گے اور وہاں خونریزی پسند نہیں کرینگے۔ سویم یہ کہ آپ یہاں سے ملک شام کا ارادہ کیجئے وہاں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں۔ میری یہ باتیں سن کر آپ نے فرمایا اے مغیرہ! رسول اللہ کا خلیفہ ہوکر میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں مسلمانوں کی خونریزی کراؤں۔ مکہ معظمہ جانا مجھے اس لئے پسند نہیں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی خود سنا ہے کہ جو قریش حرم مکہ میں خونریزی اور ظلم و ستم کا موجب بنے گا اس پر آدھی دنیا کے باشندوں کا عذاب ہوگا اب رہا ملک شام جانا تو یہ اس لئے

ناممکن ہے کہ میں اپنے مقام ہجرت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو ترک نہیں کر سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس خصائل:۔

ابن عساکر نے ابن ثور الفہمی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت گیا جب کہ آپ محصور تھے اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میری دس خصلتیں اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں (۱) میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص ہوں (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کو میرے عقد میں دیا (۳) میں کبھی گانے بجانے میں شریک نہیں ہوا (۴) میں کبھی لہولعب میں مشغول نہیں ہوا (۵) میں نے کبھی کسی برائی اور بدی کی تمنا نہیں کی (۶) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے بعد میں نے کبھی اپنا سیدھا ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہیں لگایا (۷) اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو اللہ کیلئے ایک غلام آزاد کیا اگر اس وقت ممکن نہ ہوا تو بعد میں آزاد کیا (۸) زمانہ جاہلیت یا عہد اسلام میں کبھی زنا کا مرتکب نہیں ہوا (۹) عہد جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کبھی چوری نہیں کی (۱۰) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مطابق میں نے قرآن شریف کو جمع کیا۔

تاریخ شہادت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

۳۵ ھ ماہ ذی الحجہ کے ایام تشریق میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو آپ نے شہادت پائی اور شنبہ کی شب کو مابین مغرب و عشاء آپ کو حش کوکب کے مقام پر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ سب سے پہلے بقیع میں آپ ہی دفن ہوئے۔ بعض کا قول ہے کہ آپ بروز چہار شنبہ اور بقول بعض دوشنبہ چوبیس ذی الحجہ شہید کئے گئے۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف:۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر کیا تھی اس سلسلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر بیاسی ۸۲ سال تھی' بعض اکیاسی ۸۱ سال بتاتے ہیں بعض چوراسی اور بعض چھیاسی سال کہتے ہیں۔ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اس وقت آپ کی عمر اسی سال تھی۔ اسی طرح بعض نواسی ۸۹ سال اور بعض نوے ۹۰ سال کہتے ہیں (علامہ سیوطیؒ نے خود تاریخ ولادت ۶ عام الفیل تحریر کی ہے اس حساب سے ۳۵ ھ کو آپ کی عمر شریف بیاسی سال ہوتی ہے۔ یعنی بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی اس میں مکی زندگی کے ۱۳ سال جمع کیجئے۔ سینتالیس سال ہوئی اور ۳۵ ھ سنہ شہادت ہے یعنی مدنی زندگی ۳۵ سال = ۴۷ + ۳۵ = کل ۸۲ سال مترجم)

آپ کی نماز جنازہ:۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ آپ کے جنازے کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' نے پڑھائی اور آپ ہی نے ان کو دفن کیا کہ آپ نے ان کو ان باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ ابن عساکرؒ اور ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فروعاً" بیان کیا ہے کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ رہے خدا کی تلوار میان میں رہی اور آپ کی شہادت کے بعد پھر وہ اس طرح میان سے نکلی کہ قیامت تک برہنہ رہے گی (مسلمانوں کے باہمی جدال وقتال کی طرف اشارہ ہے) علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں عمرو بن قائد منفرد ہے اس لئے روایت قابل اعتبار نہیں ہے)۔

ابن عساکر یزید بن حبیبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے (لوگوں نے مجھ سے بیان کیا ہے) کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چڑھائی کی تھی ان میں سے اکثر دیوانے ہوگئے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہل فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے اور سب سے آخری فتنہ خروج دجال کا ہو گا۔ اور بخدا کوئی شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر ایک ذرہ برابر بھی خوش ہو گا تو اگر اس نے دجال کا زمانہ پایا تو وہ اس پر ضرور ایمان لائے گا اور اگر اس کو دجال کا زمانہ نہ ملا تو وہ اپنی قبر ہی میں اس کا پیرو محسوب ہو گا۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا مطالبہ نہ کیا جاتا تو آسمان سے پتھر برستے۔ (ابن عساکرؒ)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تاثرات:۔

ابن عساکرؒ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ شریف میں موجود نہیں تھے۔ جب آپ کو اس واقعہ ہائلہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا خداوند! نہ میں اس واقعہ پر راضی ہوں اور نہ میں نے اس میں کس طرح کی مدد کی۔

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ الٰہی! تو خواب واقف ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوں سے بالکل بری ہوں بلکہ آپ جس روز شہید ہوئے تو (اس صدمہ سے) میرے حواس مختل ہوگئے تھے' جب لوگ میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے اس وقت بیعت لینا برا سمجھا اور میں نے ان سے کہا کہ واللہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے حضرت عثمان کو قتل کروایااور پھر اس صورت میں تو اور بھی شرم کا مقام ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی دفن بھی نہیں ہوئے ہیں اور میں بیعت لوں' یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے لیکن وہ پھر آئے اور مجھ سے پھر بیعت کا سوال کیا تو میں نے پھر کہا الٰہی! میں اس افتاد سے ڈرتا ہوں جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی ہے۔ آخر کار جب میرا دل قابو میں آیا تو میں نے لوگوں سے بیعت لے لی مگر جب انھوں نے مجھے امیر المومنین کہکر پکارا تو ان کے اس خطاب سے میرے دل پر چوٹ لگی اور میں نے دعا کی الٰہی! مجھے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لینے کا حوصلہ عطا فرماتا کہ عثمان رضی اللہ عنہ' مجھ سے راضی ہو جائیں۔

ابن عساکر نے ابو خلدہ حنفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ بنو امیہ کا یہ خیال ہے کہ میں نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرایا! میں اللہ کی الوہیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے انھیں قتل کرایا اور نہ قتل کی سازش میں تعاون کیا بلکہ میں نے تو قتل سے ہر طرح باز رکھنے کی کوشش کی لیکن لوگوں نے میرا کہنا نہ سنا۔

مختلف اصحاب کے تاثرات:۔

سمرہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے لوگوں نے اسلام کے مضبوط قلعہ میں ایسا رخنہ ڈال دیا جو قیامت تک بند نہیں ہوگا' خلافت مدینہ والوں کا حق تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے انہوں نے خلافت کا اس طرح خاتمہ کیا کہ پھر کبھی مدینہ والوں کو خلافت نصیب نہیں ہوگی۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا)۔

محمد ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد فرشتوں نے اسلامی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کرنا ترک کردی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے پہلے تک مسلمانوں میں رویت ہلال کے سلسلہ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد آسمان پر (مشرق و مغرب میں) شفق پھیلنے لگی۔

عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں حمید بن ہلال کی زبانی تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں کے مجمع میں عبد اللہ ابن سلام آئے اور کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل تو بڑی بات ہے تمہارے دلوں میں اس کا خیال تک نہ آنے پائے بخدا جو کوئی آپ کو شہید کرے گا وہ کوڑھی ہو جائے گا' بخدا شمشیر الٰہی اب تک نیام میں ہے اگر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ اپنی شمشیر بے نیام کر دے گا اور مسلمانوں کے مابین ہمیشہ کے لئے خونریزی کا سلسلہ جاری و ساری ہو جائے گا۔ یاد رکھو کہ ایک نبی کے قتل کے عوض ستر ہزار آدمی اور ایک خلیفہ کے قتل کے بدلہ ۳۵ ہزار آدمی قتل کئے جاتے ہیں' اس کے بعد بھی باہمی اتفاق و اتحاد بمشکل ہی ہوتا ہے۔

ابن عساکر عبد الرحمٰن بن مہدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کے اندر دو خصلتیں ایسی تھیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بھی موجود نہ تھیں۔ ایک تو شہادت کا وقت تک اپنے نفس پر صابر رہنا دوم ایک مصحف پر تمام مسلمانوں کو جمع کرنا۔

حاکمؒ نے شعبیؒ سے روایت کی ہے کہ کعب بن مالک نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر جو مرثیہ لکھا تھا اس سے بہتر کوئی دوسرا مرثیہ اب تک سننے میں نہیں آیا' اس مرثیہ کے بعض اشعار یہ ہیں:۔

فکف یدیہ ثمہ اغلق بابہ — وایقن ان اللہ لیس بغافل

آپ نے اپنے ہاتھ اور اپنا دروازہ بند کرلیا — اور یقین کرلیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے

وقال لاھل الدار لا تقتلوھم — عفا اللہ عن کل امرء لم یقاتل

انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم مقابلہ مت کرو جو شخص مقابلہ نہیں کریگا وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا

فکیف رایت اللہ حب علیھم — العداوۃ والبغضاء بعد التواصل

پھر اے دیکھنے والے تو نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں آپ کی شہادت کے بعد بغض و عداوت کو ڈال دیا

وکیف رایت الخیو ادبر بعدہ — عن الناس ادبار الریاح الجوافل

اور پھر تو نے دیکھا کہ بھلائی اس طرح ان لوگوں سے نکل گئی جیسے لوگوں پر سے آندھیاں گزر جائیں

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار۔

ابن سعد نے موسیٰ ابن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ ایک جمعہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرد رنگ کا لباس پہنے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر تشریف لیجاکر لوگوں سے بازار کے بھاؤ، ان کے کوائف، مریضوں کے حالت دریافت فرما رہے تھے اور مؤذن جمعہ کی ازان دینے کی تیاری کر رہا تھا۔

عبد اللہ رومی کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اٹھ کر خود ہی وضو کا سامان فراہم کر لیتے تھے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کسی غلام کو بیدار کرلیا کیجئے تاکہ وہ یہ انتظام کر دیا کرے تو آپ نے فرمایا میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ رات کو تو وہ بھی آرم کرتے ہوتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر۔

ابن عساکرؒ نے عمر بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ابن عفان کی زبانی لکھا ہے کہ والد محترم

(حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی انگوٹھی پر یہ نقش مرتسم تھا:۔

امنت با لذی خلق فسوی'

ابو نعیم نے دلائل میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک جمعہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ فرما رہے تھے کہ جہجاہ غفاری نے آپ کے دست مبارک سے آپ کا عصا چھین لیا اور گھٹنے پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ آکلہ (کینسر) کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔

حواشی

۱۔ جنت البقیع کے قبرستا میں جن مواضع کی زمین شامل ہے ان میں ایک موضع حش کو کب بھی تھا۔

اولیات وایجادات حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عسکریؒ نے اپنی کتاب اوائل میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے لوگوں کے لئے جاگیریں مقرر فرمائیں۔ آپ نے جانوروں کے لئے چراگاہیں قائم کیں، آپ ہی نے حکم دیا کہ تکبیر میں آواز نیچی رکھیں۔ (اذان کی طرح آواز بلند نہ ہو) مسجدوں میں نجو رات جلانے کو رواج دیا جس میں زعفران کی آمیزش ہوتی تھی۔ جمعہ کے دن اذان اول دینے کا حکم صادر فرمایا۔ مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ بیعت لینے کے بعد جب آپ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ سے تقریر نہ ہو سکی۔ بس اتنا فرمایا، لوگو! اول مرتبہ گھوڑے پر سوار ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، آج کے دن کے بعد بہت سے دن آئیں گے اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تمھارے سامنے ضرور خطبہ دوں گا۔ ہمارے خاندان میں لوگ خطیب نہیں ہوئے ہیں۔ میں جیسا کچھ ہوں تمھارے سامنے آجائے گا۔

آپ ہی نے سب سے اول لوگوں کو خود زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے آپ ہی وہ فرد ہیں جو اپنی والدہ کی حیات میں خلیفہ منتخب ہوئے،

آپ ہی نے سب سے اول پولیس اور اس کے عہدے دار مقرر فرمائے۔ آپ ہی نے سب سے اول مسجد میں اپنے لئے ایک مقصورہ تعمیر کرایا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی صعوبت پیش نہ آئے (کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد میں محراب امام میں خنجر سے زخمی کیا گیا تھا)۔

سب سے پہلے آپ ہی خلافت پر اختلاف پیدا ہوا اور بعض کو بعض نے برا سمجھا ورنہ آپ سے پہلے صرف فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ایک دوسرے کو برا نہ سمجھا جاتا تھا۔ (اس روایت کو صرف عسکری نے بیان کیا ہے)۔

آپ کے بعض اولیات اور بھی ہیں (جو مورخین نے ذکر نہیں کئے) مثلاً'' آپ ہی نے سب سے پہلے مع اہل و عیال کے راہ خدا میں ہجرت فرمائی۔ آپ ہی نے تمام مسلمانوں کو سب سے اول ایک ہی قرات قرآن پر جمع فرمایا۔

ابن عساکرؒ۔ حکیم بن عباد ابن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ اولا'' آپ ہی کے

زمانے میں غنیمت کے مال و متاع کی اتنی کثرت ہوئی کہ لوگ فکر معاش سے بے فکر ہو کر کبوتر اڑانے اور غلیل چلانے میں مصروف رہنے لگے چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اس کام سے روکنے کے لئے بنی لیث کے ایک شخص کا اپنی خلافت کے آٹھویں سال تقرر فرمایا جس نے کبوتروں کو پر قینچ کر دیا اور غلیلوں کو توڑ ڈالا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں انتقال فرمانے والے مشاہیر

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عفان کے عہد خلافت میں ان مشاہیر اسلام نے انتقال کیا۔
سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک بن جعشم۔ جبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن صخر۔ حاتم ابن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بلتعہ۔ عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ظہیر ابواسید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ہمامت۔ حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نوفل۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ زید بن خارجہ۔ لبید شاعر۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد مسیب۔ معاذ بن عمرو بن الجموع معبدبن العباس۔ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی۔ ابولبابہ بن عبد المنذر۔ نعیم بن مسعود الا شجعی۔
ان حضرات کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کا انتقال بھی آپ کے عہد خلافت میں ہوا (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) خطبہ شاعر اور ابو ذویب شاعر ہذلی کا بھی آپ کے عہد خلافت میں انتقال ہوا۔

حواشی

ا۔ مشہور ہے کہ انھوں نے مرنے کے بعد گفتگو کی تھی۔

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ ابن ابو طالب

آپ کا سلسلہ نسب و کنیت:۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے علی ابن ابی طالب المعروف بہ عبد مناف بن عبد المطلب معروف بہ شیبہ بن ہاشم المعروف بہ عمر بن عبد مناف المعروف بہ مغیرہ بن قصیٰ المعروف بہ زید بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ'

آپ کی کنیت ابو الحسن تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو تراب فرمائی تھی' آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا اور آپ ہی پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور رشتہ مواخات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ (اس کے علاوہ بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد تھے)۔ آپ عالم ربانی' مشہور شجاع' بے بدل زاہد اور زبردست خطیب تھے' آپ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے قرآن شریف جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا' آپ بنی ہاشم میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ اسلام میں قدیم ہیں بلکہ ابن عباس' حضرت انس' زید بن ارقم اور سلمان فارسی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ اول آپ ہی اسلام لائے اور بعض کا اس پر اجماع بھی ہے۔

ابو یعلی خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور دوسرے دن سہ شنبہ کو میں مسلمان ہوا' جس وقت آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر شریف دس سال تھی بلکہ بقول بعض نو سال اور بعض آٹھ سال اور کچھ اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔ حسن بن زید کہتے ہیں کہ آپ نے صغر سنی میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی۔ (ابن سعد)

جس روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ نے حکم دیا کہ تم میرے بعد چند روز تک مکہ معظمہ میں مزید قیام کرنا اور جو امانتیں اور وصیتیں لوگوں کی ہمارے پاس ہیں۔ ان کے مالکوں اور صاحبوں کو پہنچا دینا۔ چنانچہ آپ نے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کی۔

آپ تمام غزوات میں سوائے غزوہ تبوک کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا خلیفہ بناکر مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا، تمام غزوات اور دوسری جنگوں میں آپ سے بہادرانہ کارنامے اور دلاورانہ کمالات مشہور ہیں۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جنگ احد میں آپ کے سولہ زخم آئے تھے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ جنگ خیبر میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم مرحمت فرمایا تھا۔ اور یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ خیبر آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ آپ کی شجاعت کے کارنامے اور قوت بازو کے شاندار نتائج مشہور و معروف ہیں آپ کے جسم فربہ تھے، خود کے استعمال کی وجہ سے آپ کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ آپ میانہ قد مائل بہ پستی قوی تھے۔ آپ کا پیٹ تناسب اعضا کے اعتبار سے کسی قدر بھاری تھا۔ آپ کی ریش مبارک دراز تھی، مونڈھوں کے درمیان کا گوشت بھرا ہوا تھا۔ پیٹ سے نیچے کا جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی تھا۔ تمام جسم پر لمبے لمبے بال تھے۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر میں آپ نے اپنی پیٹھ پر خیبر کا درواز اٹھالیا تھا اور مسلمان اس دروازے پر چڑھ چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہوگئے تھے اور خیبر کو فتح کرلیا تھا اس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب اس دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈال جانے لگا تو چالیس افراد نے اس کو اٹھایا تھا۔ (ابن عساکر)

ابن اسحاق نے مغازی میں، ابن عساکر نے ابی رافع سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے جنگ خیبر میں قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر بہت دیر تک اپنے ہاتھوں پر رکھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا جس وقت قلعہ فتح ہوگیا تو اس دروازے کو آپ نے پھینک دیا، جنگ سے فراغت کے بعد ہم اسی افراد نے مل کر اسے ہلانا چاہا لیکن وہ نہیں ملا۔

بخاریؒ نے ادب میں سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کو اپنا نام (کنیت) ابو تراب بہت پسند تھی اور جب کوئی آپ کو اس نام سے پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے۔ اور آپ کی اس مسرت کا سبب یہ تھا کہ یہ کنیت آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عنایت ہوئی تھی اس کنیت کے رکھنے کا موجب یہ ہوا کہ آپ حضرت فاطمہؓ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہوکر مسجد میں آکر لیٹ گئے تھے اور آپ کے بدن پر کچھ مٹی لگ گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلانے بہ نفس نفیس مسجد میں

تشریف لائے، آپ کے بدن سے مٹی جھاڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اے ابو تراب (مٹی کے باپ) اٹھو! (اسی روز سے آپ کا لقب یا کنیت ابو تراب مشہور ہوگئی۔)

آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو چھیاسی احادیث مروی ہیں آپ سے روایت کرنے والے آپ کے تینوں صاحبزادے حضرت حسن اور حسین، محمد ابن حنیفہ، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابو موسیٰ، ابو سعید، زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ، ابو امامہ، ابو ہریرہ، (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور دیگر صحابہ کرام اور تابعین حضرات ہیں۔

احادیث نبوی بہ سلسلہ فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں وارد نہیں ہوئی ہیں۔ (حاکم)

بخاری اور مسلم میں حضرت سعد ابن وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں جب آپ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا (اور دیگر مجاہدین کے ساتھ نہیں لیا) تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے یہاں بچوں اور عورتوں پر اپنا خلیفہ بناکر چھوڑے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً" ارشاد فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمھیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جس طرح موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے بس فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (اس حدیث کو احمد، بزارؒ اور دیگر صحابہ کرام نے روایت کیا ہے)۔

بخاریؒ اور مسلمؒ نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر کے زمانے میں ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل پرچم اسلامی اس شخص کے حوالہ کروں گا جس کے ہاتھ سے انشاء اللہ خیبر فتح ہو جائے گا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے راضی ہے۔' رات کو لوگ بہت دیر تک اس بات پر غورو خوض کرتے رہے کہ دیکھئے کل صبح کس کو علم عنایت ہو صبح ہوئی تو ہر شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہر ایک کے دل میں یہی خواہش موجزن تھی کہ شاید یہ فخر مجھے حاصل ہو جائے۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ

آشوب چشم میں مبتلا ہیں اس وجہ سے حاضر خدمت نہیں ہوئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نھیں فوراً" بلالو۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن (شریف) لگا دیا جس سے آپ کی آنکھیں فوراً" اچھی ہوگئیں، (اور پھر تازیست دکھنے نہیں آئیں) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم لشکر آپ ہی کو مرحمت فرمایا اور ہم سب غور و خوض کرتے ہی رہ گئے۔ (طبرانی نے اس حدیث کو متعدد صحابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔

صحیح مسلم میں سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت (مباہلہ) نازل ہوئی فدع ابناء نا وابناء کم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر دعا کی الٰہی یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں۔

ترمذیؒ نے ابو سریحہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں صاحب (مولا) ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے صاحب (مولا) ہیں۔ (اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے بھی لکھا ہے) بعض راویوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ الٰہی جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

احمدؒ نے ابو الطفیل سے روایت کی ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وسیع مقام پر لوگوں کو جمع کرکے فرمایا کہ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر خم کے موقع پر میری نسبت کیا ارشاد فرمایا تھا۔ اس مجمع سے تیس آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا "میں جس کا مولا ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولا ہیں، الٰہی! علی رضی اللہ عنہ سے جو محبت رکھے اس سے تو بھی محبت فرما اور جو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے اس سے تو بھی دشمنی رکھنا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا حکم:۔

ترمذیؒ اور حاکمؒ نے بریدہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے' آپ نے ارشاد فرمایا ان میں سے ایک علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ باقی تین حضرات کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین حضرات یہ ہیں:۔ حضرت ابوذر' حضرت مقداد اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ترمذیؒ۔ نسائیؒ اور ابن ماجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبشی بن خبادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوں"

ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین رشتہ مواخات قائم کرایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچشم گریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ آپ نے تمام صحابہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا (ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا) مگر میں یوں ہی رہ گیا (آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

مومن اور منافق کی پہچان:۔

مسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور جان پیدا کی کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن تم سے محبت رکھے گا اور منافق بغض رکھے گا۔ ترمذی نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ ہم منافق کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض سے پہچان لیا کرتے تھے'

طبرانی اور البزارؒ حضرت جابر بن عبداللہ سے اور ترمذیؒ و حاکمؒ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا دروازہ ہیں"۔ (یہ حدیث حسن ہے اور جنھوں نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے انھوں نے غلطی کی ہے)۔

حاکمؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی جانب (قاضی بناکر) بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں تو ابھی الھڑ جوان ہوں' ناتجربہ کار جو معاملات طے کرنا نہیں جانتا۔ اور آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں یہ سن کر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور پھر فرمایا "الہیٰ! اس کے قلب کو روشن فرمادے۔ اس کی زبان کو تاثیر عطا فرما دے' قسم ہے اس خدا کی جس کے حکم سے بیجوں سے درخت پیدا ہوتے ہیں کہ اس دعا کے بعد سے پھر کبھی مجھے کسی مقدمہ کے تصفیہ میں کوئی دغدغہ اور تردد پیدا نہیں ہوا' بغیر شک و شبہ کے میں نے ہر مقدمہ میں درست فیصلہ دیا۔

اقوال صحابہ کرامؓ:۔

ابن سعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ آپ زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں! میں نے ان کو جواب دیا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دریافت کرتا تھا تو آپ مجھے خوب اچھی طرح سمجھایا کرتے تھے اور جب میں چپ رہتا تھا (خود کچھ نہیں پوچھتا تھا) تو آپ خود ہی بتلایا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے (قاضی) ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔

ابن سعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بھی ہم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست جواب ان سے پایا۔

سعید ابن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی مشکل قضیہ آتا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے (تعوذ پڑھا کرتے تھے) کہ کہیں قضیہ غلط طے نہ ہو جائے۔ سعید بن مسیب یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ۔پوچھنا

ہو مجھ سے پوچھ لو!

ابن عساکرؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں فصل قضایا (مقدمات کے فیصل کرنے) اور علم فرائض میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی اور نہیں تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم سنت کا جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔

مسروق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اب حضرت علی' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور عبداللہ بن عمر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تک محدود رہ گیا ہے۔

عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں علم کی قوت' ارادے کی پختگی' مضبوطی اور استقلال موجود تھا' خاندان بھر میں آپ کی بہادری مشہور تھی' آپ پہلے اسلام لائے' آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے' احکام فقہ و سنت میں ماہر تھے' جنگی شجاعت اور مال و دولت کی بخشش میں سب سے ممتاز تھے۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہو! میں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہی درخت سے ہیں۔

طبرانی اور ابن حاتم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جس جگہ قرآن شریف میں یا ایھا الذین امنو ہے وہاں سمجھنا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے امیرو شریف ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں چند مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عتاب فرمایا ہے' مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہر جگہ خیر کے ساتھ ہے۔

ابن عساکر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو کچھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوا وہ کسی کی شان میں نازل نہیں ہوا۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس ہی سے اس کو بھی روایت کیا ہے کہ آپ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔

البزارؒ نے سعد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس مسجد میں سوائے میرے اور تمہارے کسی کے لئے جنبی ہونا

حلال ہونا ہے۔ (جنبی ہونے کی صورت میں اس مسجد میں داخل ہونا میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے حلال نہیں ہے)

طبرانی' ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ سے گفتگو کر سکے۔

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنا بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔" (اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں)۔ طبرانی نے اپنی اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایسی اٹھارہ صفات ہیں جو اور کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نہیں ہیں۔

ابویعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین فضیلتیں ایسی ملی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے نزدیک وہ تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ فضائل کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی صاحبزادی (حضرت) فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا۔ دوم آپ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ ان کو وہاں حلال ہے مجھے حلال نہیں ہے۔ تیسرے جنگ خیبر میں علم ان کو عطا فرمایا'

ابو یعلی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دن سے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب دہن مبارک لگایا تھا اور مجھے علم مرحمت فرمایا تھا نہ میری آنکھیں دکھنے آئیں اور نہ میرے سر میں درد ہوا۔

ابویعلی اور البزار نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذیت دی اس نے خود مجھے اذیت دی۔

طبرانیؒ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا۔ اور جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی رکھی گویا اس نے مجھ

سے دشمنی رکھی اس نے گویا اللہ سے دشمنی رکھی۔

احمدؒ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

احمدؒ اور حاکمؒ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حذری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم قرآن شریف کی تاویل پر اس طرح جھگڑتے ہو جس طرح میں تنزیل قرآنی پر کفار سے جھگڑتا تھا۔

البزارؒ، حاکم اور ابو یعلیٰؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تمھاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک بغض و عداوت کی کہ ان کی (معصومہ) ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اتنی کی جس کے وہ لائق نہ تھے۔ یاد رکھو دو چیزیں انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں ۔ ایک تو اتنی محبت کہ وہ محبوب میں وہ باتیں سمجھنے لگے جو حقیقت میں اس میں موجود نہ ہو' دوسرے اس قدر شدید بغض و عداوت کہ برا کہتے تہمت لگانے سے بھی نہ چوکے۔

طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود سنا ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں مجھ سے جدا ہونے کے بعد مجھ سے کوثر پر پھر مل جائیں گے۔

احمدؒ اور حاکمؒ نے بسند صحیح عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یاسر سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ دو شخص سب سے زیادہ شقی ہیں ایک تو آل ثمود جنھوں نے صالح پیغمبر کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں' دوسرے وہ شخص جو تمھارے سر پر تلوار مارے گا اور تمھاری داڑھی خون میں تربتر ہو جائی گی۔

حاکم نے ابو سعید حزری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ چند لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ شکایت پیش کی تو آپ نے فوراً ایک خطبہ فرمایا اور کہا کہ لوگوں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت ہرگز نہ کرنا۔ وہ خداوند تعالیٰ کے راستے میں اور اس کے معاملات میں بہت ہی سخت گیر ہیں۔

خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوائے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب نے بیعت کرلی:۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی' حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اور یہاں پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے۔ بصرہ راستے ہی میں پڑتا تھا یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آمنا سامنا ہوا اور یہاں جنگ ہوئی۔ یہ لڑائی جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔ ان کے علاوہ طرفین کے تیرہ ہزار مسلمان کام آگئے۔ یہ واقعہ جماوی آلاخر ۳۶ھ میں پیش آیا۔ بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پندرہ روز قیام کیا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔

جنگ صفین:۔

آپ کے کوفہ پہنچنے کے بعد آپ پر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خروج کردیا ان کے ساتھ شامی لشکر تھا کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر ماہ صفر ۳۷ ھ میں خوب معرکہ آرائی ہوئی اور لڑائی کا یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا آخر کار حضرت عمرو بن العاص کے غورو فکر کرنے کے بعد شامیوں نے قرآن شریف نیزوں پر بلند کر دیئے' لوگوں نے اس صورت میں لڑائی سے ہاتھ اٹھالیا (جنگ موقوف کردی)۔ طرفین سے صلح کے لئے ایک ایک شخص بطور حکم مقرر ہوا۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن العاص اور حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ابو موسیٰ اشعری حکم مقرر ہوئے دونوں حضرات نے ایک معاہدہ تحریر کیا کہ آئندہ سال مقام ازرح میں جمع ہو کر اصلاح امت کے بارے میں گفتگو کی جائے گی' اس معاہدے کے بعد طرفین کے لوگ اپنے اپنے مقام کو واپس ہو گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ واپس چلے گئے۔

خوارج کا ظہور:۔

جب آپ کوفہ واپس آگئے تو اک جماعت (خوارج) آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگئی اور انھوں نے خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار کرکے لا حکم الا اللّٰہ (سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں ہے) کا نعرہ بلند کیا اور موضع بحرورا میں انھوں نے اپنا لشکر بنالیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابن عباس کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا۔ طرفین میں جنگ ہوئی۔ لڑائی کے بعد کچھ لوگ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہوگئے اور کچھ اپنے عقیدے پر جمے رہے اور مقابلہ سے بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر انھوں نے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی شروع کردی آخر کار حضرت علی رضی اللہ عنہ نہروان پہنچے اور ان سب کو تہ تیغ کر ڈالا اور اس موقع پر ذوالثدیہ بھی مارا گیا خوارج سے یہ جنگ ۳۸ھ میں ہوئی۔

ازرح میں اجتماع اور حکم کا فیصلہ:۔

اس سال (۳۸ھ) سابقہ معاہدہ کے بمو جب سعد ابن ابی وقاص' ابو موسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام مقام ازرح میں جمع ہوئے' عمرو بن العاص اپنی چرب زبانی' اور زور بیان سے ابوموسیٰ اشعری پر چھا گئے اور ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سے معزول کر دیا اور حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت پر فائز کرکے ان سے خلافت پر بیعت کرلی' اس فیصلے سے لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت سے لوگوں نے بدستور خلافت پر قائم رکھا۔ (آپ ہی کو خلیفہ تسلیم کیا) اور بہت سے لوگ آپ سے کٹ گئے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کے

بعد بعض اوقات اپنی انگلیاں چبانے لگتے اور کہتے میں نے نامناسب کام کیا مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرلینا چاہیے تھی۔

خوارج کی سازش قتل:۔

گروہ خوارج کے یہ تین افراد یعنی عبد الرحمٰن بن ملجم المراوی۔ برک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر التمیمی مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ عہد کیا کہ ہم تین افراد ان تین افراد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب، معاویہ ابن ابوسفیان، اور عمرو بن العاص کو قتل کرکے اصل قضیہ ہی پاک کر دیں (کہ انہی لوگوں کی وجہ سے یہ خلفشار برپا ہوا ہے) تاکہ مسلمانوں کو ان جھگڑوں اور آئے دن کے قضیوں سے نجات حاصل ہو جائے، چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برک نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور عمرو بن بکیر نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر عہد کیا کہ ان تینوں کو ایک ہی رات میں یکم رمضان المبارک یا ۱۱ رمضان یا ۱۷ رمضان کو قتل کر دینگے اور یہ تینوں بدبخت ان شہروں کو روانہ ہوگئے جہاں جہاں ان کو اپنے اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنا تھا۔ ان میں سب سے پہلے ابن ملجم کوفہ میں پہنچا۔ اس نے وہاں پہنچ کر دوسرے خوارج سے رابطہ قائم کرکے اپنا ارادہ ان پر ظاہر کیا کہ وہ ۱۷ رمضان ۴۰ ھ جمعہ کی شب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت:۔

۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ھ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الصبح بیدار ہوکر اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کج روی اختیار کی ہے اور اس نے سخت نزاع برپا کر دیا ہے، آپ نے اس کے جواب میں مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ سے دعا کرو چنانچہ میں نے بارگاہ رب العزت میں اس طرح دعا کی کہ الٰہی! مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میرے بجائے ان لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال جو مجھ سے بد تر

ہو۔" ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابن نباح موذن نے آکر آواز دی الصلوٰۃ الصلوٰۃ! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کے لئے گھر سے چلے راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے دے کر جگاتے جاتے تھی کہ اتنے میں ابن ملجم سے سامنا ہوا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ وار اتنا شدید تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جاکر ٹھہری اتنی دیر میں چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑلیا۔

یہ زخم بہت کاری تھا پھر بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع و ہفتہ تک بقید حیات رہے مگر اتوار کی شب میں آپ کی روح بارگاہ قدس میں پرواز کر گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو غسل دیا، امام حسن رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دارالامارت کوفہ میں رات کے وقت آپ کو دفن کر دیا ابن ملجم کے جسے گرفتار کیا جاچکا تھا جسم کے ٹکڑے کرکے ایک ٹوکرے میں رکھ کر آگ لگا دی اور وہ جل کر خاکستر ہوگیا۔

مندرجہ بالا واقعات ابن سعد نے (طبقات) میں لکھے ہیں اور میں نے ان کو مختصراً" بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں تفصیلی واقعات لکھنے کی گنجائش نہیں تھی، دوسرے یہ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو خواہ ان سے قتل ہی کیوں نہ سرزد ہو جائے۔ (اس لئے یہاں کسی قسم کی تنقید یا تبصرہ نہیں کیا گیا ہے)۔

سدی کا بیان ہے کہ ابن ملجم ایک خارجیہ عورت پر عاشق ہوگیا تھا اس کا نام قطام تھا، اس نے اپنا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل رکھا تھا۔

شاعر فرزدق تمیمی نے ان اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فلم ار مهر ا ساقه ذو سماحة	كمهر قطام من فصيح واعجم
ایسا مہر کسی جوانمرد نے نہیں سنا ہو گا	جیسا کے قطام کا..... کہ عجیب تھا
ثلثة الاف وعبد وقينة	وضرب علي بالحسام المصمم
یعنی تین ہزار درہم، ایک غلام اور	شمشیر براں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل
فلا فهو اعلى من علي ولن غلا	ولا قتل الا قتل ابن ملجم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے گراں قدر مہر اور کونسا مہر ہو سکتا ہے اور نہ ابن ملجم کے قتل سے

بڑھ کر قتل ہو سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار:۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر شریف کو اس لئے ظاہر نہیں کیا گیا کہ کہیں بدبخت خارجی اس کی بھی بے حرمتی نہ کریں۔ شریک کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسد مبارک کو دارالامارۃ کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کر دیا تھا۔ مبرد نے محمد بن حبیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل ہونے والی پہلی نعش حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہو گئے تو آپ کے جسد مبارک کو مدینہ منورہ لے جانے لگے تاکہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں دفن کریں۔ نقش ایک اونٹ پر رکھی ہوئی تھی رات کا وقت تھا وہ اونٹ راستہ میں کسی طرف کو بھاگ گیا اور اس کا پتہ نہیں چلا۔ اسی واسطے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں' بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش وجستجو کے بعد وہ اونٹ سرزمین بنو طے میں مل گیا اور آپ کی نعش کو اسی سرزمین میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر شریف:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں: شہادت کے وقت (۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ) آپ کی عمر ۶۳ سال تھی' بعض چونسٹھ (۶۴) بتاتے ہیں' کچھ ۶۵ سال اور کچھ ۵۷ سال اور بعض ۵۸ سال کہتے ہیں۔ جب آپ کی شہادت واقع ہوئی تو اس وقت آپ کی باندیوں کی تعداد انیس تھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات آپ کے فیصلے اور اقوال

بطور اختصار

سعد بن منصور کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے یہ توفیق بخشی کہ ہمارے مخالفین ہم سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں، معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے دریافت کرایا کہ خنثیٰ مشکل کی میراث کا کیا حکم ہے؟ میں نے لکھ بھیجا کہ اس کی پیشاب گاہ کی ہیت سے میراث کا حکم جاری ہوگا (یعنی اگر اس کی پیشاب کی جگہ مردوں سے مشابہ ہے تو وہ مردوں میں اور اگر عورتوں سے مشابہت ہے تو عورتوں میں محسوب کیا جائے گا)۔ ہشیم نے مغیرہ سے بھی اس طرح روایت کی ہے۔

خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر آپ سے یہ دریافت کیا کہ آپ ہمیں یہ بتلایئے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہوگے، یہ بات کہاں تک سچ ہے کیونکہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے آپ کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کی تو اب آپ پر جھوٹ کیوں تراشوں، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا۔ میں ان دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفعتاً نہ کسی نے قتل کیا اور نہ

آپ نے یکایک انتقال فرمایا بلکہ آپ چند روز مرض الموت میں مبتلا رہے اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے آپ کو نماز (پڑھانے) کے لئے حسب معمول بلایا تو پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور آپ نے بموجب حکم کے نماز پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا اس عرصہ میں ایک بار جب آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا تو آپ کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو! جاؤ ابوبکر ہی کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے معاملات میں (دربارہ خلافت) غور کیا اور پھر اسی شخص کو اپنی دنیا کے واسطے بھی اختیار کرلیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین (امامت) کے لئے منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور دین اور دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے۔ لہٰذا ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرلی اور سچی بات بھی یہی ہے کہ آپ ہی اس کے اہل بھی تھے۔ اسی واسطے آپ کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا ورنہ کسی نے آپ کی خلافت سے سرگردانی کی، میں نے بھی اسی بنا پر آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہوکر کافروں سے جنگ کی مال غنیمت اور بیت المال سے آپ نے جو دے دیا وہ بخوشی قبول کرلیا اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کیلئے بھیجا میں گیا اور دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں (حد جاری کی) اور جب آپ کا وصال ہوگیا تو آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بناگئے اور وہ خلیفہ اول کے بہترین جانشین اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہوئی تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے مطلق اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی کسی کی نقصان رسانی کے درپے ہوا اور یقینی طور پر کوئی فرد بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے بیزار نہیں ہوا۔ پہلے کی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی میں نے حقوق ادا کئے اور ان کی مکمل طور پر اطاعت کی۔ جو کچھ مجھے انھوں نے دیا میں نے لے لیا۔ انھوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کئے اور آپ کے عہد میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو سزا دی۔

خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی وقت انتقال قریب آیا تو اس وقت میں نے اپنے دل میں غور کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت' اسلام لانے میں اپنی سبقت اپنے اعمال اور اپنی بعض دیگر فضیلتوں کی جانب غور کیا تو مجھے خیال ضرور پیدا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب میری خلافت میں اعتراض نہیں کریں گے لیکن شاید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کردیں جس کے اعمال کا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انھوں نے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا اور خلافت کے لئے نامزد نہیں فرمایا۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمی طور پر اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ چھ قریشیوں کے سپرد کر دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ ارکان نے انتخاب خلیفہ کے لئے مجلس طلب کی تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کا بار میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا اور یہ مجلس میرے برابر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی۔ اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کریگی۔ اس کے بعد عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف ہم نے سب سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر کر دے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام کو برضا ورغبت بجالائیں گے۔ اس کے بعد عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر خود بیعت کی اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ (اصل میں) دوسرے کی بیعت کے لئے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کرلی اور خلفائے سابقین کی طرح ان کی اطاعت و فرمان پذیری کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقوق ادا کئے' ان کی قیادت میں جنگیں لڑیں' ان کے عطیات کو قبول کیا اور شرعی سزائیں بھی دیں۔ پھر مجھے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد خیال ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ جن سے میں نے لفظ بالصلوۃ کے ساتھ بیعت کی تھی انتقال فرما چکے اور جن کے لے مجھ سے وعد لیا گیا تھا وہ بھی اب رخصت ہوگئے پس یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کردی چنانچہ مجھ سے اہل حرمین شریفین (مکہ اور مدینہ) کے باشندوں نے اور ان دو شہروں (بصرہ اور

کوفہ) کے باشندوں نے بیعت کرلی اب خلافت کے لئے میرے مقابلہ میں وہ شخص کھڑا ہوا ہے جو قرابت علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور میں ہر طرح اس شخص کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔

توکل علی اللہ:۔

ابو نعیمؒ نے جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مقدمہ فیصلہ کے لئے آیا' آپ اس کی سماعت کے لئے ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے' ایک شخص نے عرض کیا کہ جناب والا یہ دیوار گراہی چاہتی ہے۔ (آپ یہاں سے اٹھ جائیے) آپ نے فرمایا تم اپنا کام کرو میری حفاظت کرنے والا میرا خدا ہے چنانچہ آپ نے مقدمہ سنا اور فیصلہ سنا کر جب آپ وہاں سے اٹھ گئے تو دیوار گر پڑی۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نے خطبہ میں آپ کو فرماتے سنا ہے کہ "اے اللہ ہم کو ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی تو نے ہدایت یاب خلفائے راشدین کو عطا فرمائی تھی۔" ازراہ کرم مجھے ان ہدایت یاب خلفائے راشدین کے نام بتادیں' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا میرے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک امام ہدیٰ اور شیخ الاسلام تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ دونوں قریش کے مقتدیٰ تھے۔ جس شخص نے ان کی پیروی کی وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہوگیا'

عبدالرزاق نے حجرا لمدری کی زبانی لکھا ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمہیں حکم دے کہ مجھ پر لعنت بھیجو تو تم کیا کرو گے' میں نے عرض کیا کیا ایسا بھی ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ایسا بھی ہوگا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے آپ نے فرمایا کہ تم لعنت بھیجو (یعنی اس کام پر لعنت بھیجو) اور مجھ سے جدا نہ ہونا' چند ہی سال اس بات کو گزرے تھے کہ محمد بن یوسف (برادر حجاج بن یوسف ثقفی) نے جو یمن کا حاکم تھا حکم دیا کہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجی جائے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ امیر یمن حکم دیتا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کریں لہٰذا تم اس پر (حاکم یمن پر) لعنت بھیجو کہ خدا اس پر لعنت کرے' میری اس بات

کو ایک شخص کے سوا کوئی اور نہ سمجھ سکا (کہ میں نے اصل میں حاکم یمن پر لعنت بھیجنے کو کہا ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بد دعا کا اثر!:۔

طبرانی اور ابو نعیم نے زاذان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ فرمایا ایک شخص نے آپ کی اس بات کو جھٹلایا تو آپ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے لئے بددعا کروں، اس نے کہا ضرور بد دعا کیجئے! چنانچہ آپ نے اسی وقت اس کے لئے بددعا کی ابھی وہ شخص اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا کہ اندھا ہوگیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے:۔

زربن جیش کہتے ہیں کہ دو شخص صبح کے وقت کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں، اتنے میں ادھر سے ایک شخص گزرا اس نے سلام علیک کہا انھوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا اور تینوں نے وہ تمام آٹھ روٹیاں کھالیں اس تیسرے شخص نے جاتے وقت آٹھ درہم ان دونوں کو دیئے اور کہا کہ میں نے تمھارے ساتھ کھانا کھایا ہے یہ اس کی قیمت ہے۔ تم دونوں اس کو آپس میں تقسیم کرلینا، ان دونوں میں اس رقم کی تقسیم پر جھگڑا ہوگیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا اور تین درہم تمھارے ہیں کہ تمھاری صرف تین روٹیاں تھیں لیکن تین روٹیوں والے نے کہا کہ یہ روٹیوں کی تعداد کا معاملہ نہیں ہے رقم نصف نصف تقسیم کرنا ہوگی یہ دونوں یہ قضیہ لیکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے مقدمہ سنکر تین روٹی والے سے کہا کہ تمھارا ساتھی جو کچھ کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے اس کو قبول کرلو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اور تم اپنے حصہ کے تین درہم لے لو، یہ سن کر تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ غیر منصفانہ نہیں ہے ورنہ تم کو ایک درہم اور تمھارے دوسرے ساتھی کو سات درہم ملیں گے یہ سن کر اس شخص نے کہا سبحان اللہ یہ کیا فیصلہ ہوا

آپ مجھے سمجھا دیجئے۔ پس حضرت علی نے فرمایا کہ آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے تم تین آدمیوں نے کھائے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس نے کم کھائے اور کس نے زیادہ اس لئے اپنی روٹیوں کے برابر حصے کرلو پس تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکروں میں سے تم نے آٹھ ٹکڑے کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا باقی بچا اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے ۱۵ ٹکڑے ہوئے جس میں سے اس نے بھی منجملہ ان چوبیس ٹکڑوں سے صرف آٹھ ٹکڑے کھائے اور اس کے سات ٹکڑے باقی بچے۔ اس طرح مہمان نے تمہاری روٹیوں سے صرف ایک ٹکڑا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں سے سات ٹکڑے کھائے اس لئے تم کو ایک ٹکڑے کے عوض ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات ٹکڑوں کے عوض سات درہم ملنا چاہئیں۔ تفصیل سننے کے بعد اس جھگڑنے والے شخص نے آپ کے فیصلے کو قبول کرلیا۔

ابن ابی شیبہ نے بحوالہ عطا لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مرتبہ ایک شخص پر دو شخصوں نے چوری کی گواہی دی آپ نے تفتیش حال فرمائی اور فرمایا کہ میں جھوٹے گواہوں کو سخت سزا دوں گا اور جب کبھی میرے پاس جھوٹے گواہ آئے ہیں میں نے ان کو سخت سزائیں دی ہیں پھر آپ نے ان دونوں گواہوں کو شہادت کے لئے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے ہی فرار ہو چکے ہیں، پس آپ نے ملزم کو بری کر دیا۔

عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حاضر ہوا اور کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ خواب میں نے تیری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے آپ نے فیصلہ کیا کہ جاؤ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کرو (جس نے خواب میں زنا کیا ہے) اور اس کے سائے کے کوڑے مارو (مطلب یہ کہ یہ شخص مستوجب سزا نہیں ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر۔

ابن عساکر نے بحوالہ جعفر بن محمد لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس پر نعم القادر اللہ تحریر تھا لیکن عمر بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی مہر کی عبارت الملک للہ تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اقوال!:۔

مدائنی کہتے ہیں کہ کوفہ میں قیام کے زمانے میں دشمندان عرب میں سے ایک شخص نے آپ کے پاس آکر کہا کہ اے امیر المومنین! بخدا آپ نے تو مسند خلافت پر متمکن ہوکر اسے زینت بخشی اور آپ نے درجہ خلافت کو بلند کیا لیکن خلافت نے آپ کو بلند و بالا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ خلافت آپ ہی جیسی شخصیت کی محتاج تھی۔

مدائنی مجمع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال میں جھاڑو دیتے (تمام مال مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے) پھر نماز پڑھتے تاکہ بیت المال اس بات کی گواہی دے کہ آپ نے وہاں مسلمانوں سے بچاکر مال کو جمع نہیں کیا۔

عربی زبان کی قواعد:۔

ابو القاسم زجاجی امالیہ میں چند راویوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ابی الاسود نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ میں ایک روز حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو گردن جھکائے کچھ سوچتے ہوئی دیکھا یہ دیکھ کر میں نے کہا اے امیر المومنین آپ کیا سوچ رہے ہیں اور کس فکر میں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں لغات کے اندر تغیر و تبدل کیا جارہا ہے! اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ عربی زبان کے کچھ اصول و قواعد منضبط و مرتب کردوں تاکہ زبان کی حیثیت برقرار رہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم پر بڑا احسان ہوگا اور آپ کے بعد وہ اصول ہمیشہ قائم و باقی رہیں گے' اس واقعہ ے تین روز کے بعد میں پھر حاضر خدمت ہوا تب آپ نے ایک کاغذ نکال کر میرے سامنے ڈال دیا۔ اس میں تسمیہ کے بعد لکھا تھا کہ:۔

"کلام کی تین قسمیں ہیں ' اسم' فعل' حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمی کی نشاندہی کرے' فعل وہ ہے جو اس کی حرکت کو ظاہر کرے اور حرف وہ ہے جو اسم و فعل تو نہ ہو لیکن ظہور معنی میں مدد دے"

پھر فرمایا تم اپنی معلومات کے ذریعہ اس میں اضافہ کر سکتے ہو' اس کے بعد فرمایا کہ اے

ابی الاسود! ہر چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں‘ ظاہری‘ باطنی (پوشیدہ) اور درمیانی (جو نہ ظاہر ہو اور نہ پوشیدہ) اس تیسری حالت پر علماء نے تفصیل سے بہت کچھ لکھا ہے‘ آپ سے یہ تفصیل سن کر میں گھر واپس آیا اور میں نے حروف کی اقسام سے حروف نصب (ناصبہ) ان۔ ان۔ لیت۔ لعل۔ کان لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ ملاحظ فرماکر آپ نے فرمایا! تم نے حروف ناصبہ میں لکن کیوں نہیں لکھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے لکن کو ان میں شمار نہیں کیا‘ ارشاد ہوا کہ اس کا اضافہ کرو‘ لکن بھی حروف ناصبہ میں شامل ہے۔

ابن عساکرؒ نے ربیعہ بن ناجد کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگو! تم شہد کی مکھیوں کی طرح بن جاؤ اگرچہ دوسرے پرندے ان شہد کی مکھیوں کو حقیر جانتے ہیں لیکن اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ انکے پیٹ میں بڑی برکت والی چیز پنہاں کر دی ہے تو وہ ان کو ہرگز حقیر نہ جانتے! اس لئے اے لوگوں اپنی زبان اور جسم میں اتحاد پیدا کرو اور اعمال و قلوب میں مفارقت روانہ رکھو کیونکہ قیامت میں انسان کو اسی چیز کا بدلہ ملے گا جو اس نے کیا ہے اور قیامت کے دن وہ اسی کے ساتھ محشور ہوگا جس سے اس کو دنیا میں محبت تھی۔

عمل صالح کی ترغیب:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ کام کرو جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہو اور عمل صالح کرنے میں زیادہ سے زیادہ سعی کرو کیونکہ عمل صالح بغیر تقویٰ قابل قبول نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس عمل میں خلوص نہ ہو وہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

صاحبان علم کی حالت:۔

یحییٰ بن جعدہ کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا‘ اے حاملین قرآن! قرآن پر عمل بھی کرو اس لئے کہ عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے‘ وہ وقت قریب ہے کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو علم تو حاصل کریں گے۔ لیکن ان کا علم ان کے حلقوم کے نیچے نہیں اترے گا اور ان کا باطن ان کے ظاہر

کے مخالف ہوگا' ان کا عمل ان کے علم سے بالکل متضاد ہوگا۔ وہ حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ ایک شخص اپنے پاس بیٹھنے والے پر محض اس کے برابر بیٹھنے پر غصہ ہوگا اور کہے گا کہ وہ اس کے برابر سے اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھے۔ ان لوگوں کے اعمال ان کی مجلسوں سے خدا تک نہیں پہنچے گے۔

آپ نے فرمایا کہ امر خیر پر توفیق (اگر حاصل ہو جائے تو) بہترین رہبر ہے' خوش اخلاقی بہترین دوست ہے۔ عقل و شعور بہترین ساتھی ہیں۔ ادب بہترین میراث ہے۔ اندوہ و غم اصل میں تکبر سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔

قدر کی تعریف:۔

حارث کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ قدر کی وضاحت کے بارے میں استدعا کی' آپ نے جواب میں فرمایا قدر وہ تاریک راستہ ہے جس پر چلنا ممکن نہیں' اس کے دوبارہ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا مسئلہ قدر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ۔ (اس میں نہ گھسو) کیونکہ تم مسئلہ قدر کا وجدان نہیں کر سکو گے' اس نے ایک بار پھر اسی بات کو دوہرایا! تو آپ نے فرمایا مسئلہ قدر ایک سر الٰہی ہے جو تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی تفتیش مت کرو۔ مگر اس شخص نے پھر اس کی وضاحت پر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اچھا تم یہ بتاؤ کہ خالق ارض و سما نے تم کو اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیا یا تمھاری مرضی کے مطابق؟ اس شخص نے کہا کہ جس طرح اس نے چاہا اس طرح اس نے پیدا کیا اس پر آپ نے فرمایا تو پھر جس طرح وہ چاہے گا تم کو استعمال بھی کریگا۔ (یہی قدر ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رنج و مصیبت بھی ایک مقام پر پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں اور جب کسی پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ اپنی انتہا تک ضرور پہنچ کر رہتی ہے لہٰذا عاقل کو چاہیے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو اس کے دفعیہ کی کوشش نہ کرے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے ورنہ اختتام مدت سے پہلے دفعیہ کی تدابیر اپنے ساتھ اور مصیبتیں لیکر آتی ہیں۔ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ سخاوت کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بغیر طلب کے کچھ دینا سخاوت ہے اور مانگنے والے کو دینا بخشش اور دادودہش ہے۔

ایک ایسا شخص آپ کی خدمت میں آیا جو پہلے کبھی کسی دوودراز مقام پر آپ کی مذمت

میں کچھ کہہ چکا تھا' اب اس نے آتے ہی آپ کی تعریف بہت مبالغہ کے ساتھ کرنا شروع کی' آپ نے اس سے فرمایا میں ایسا تو نہیں ہوں جیسی تم تعریف کر رہے ہو' ہاں جو کچھ میرے متعلق تمہارے دل میں ہے میں اس سے زیادہ (برا) ہوں۔

معصیت کی سزا:۔

آپ نے فرمایا کہ معصیت کی سزا یہ ہے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو جاتی ہے' معیشت میں تنگی اور لذت وحظ میں کمی آجاتی ہے' حلال کی خواہش اس شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کی کمائی چھوڑ دینے کی مکمل اور بھرپور کوشش کرتا ہے۔

علی بن ربیعہ" کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اس وقت آپ غصہ کی حالت میں بیٹھے تھے' اس نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس حالت کو برقرار رکھے آپ نے جواب میں اس سے کہا کہ تیرے سینے پر (یعنی تیری یہ آرزو پوری نہیں ہوگی)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری!:۔

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرات شاعر تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شعر و شاعری کرتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تینوں حضرات سے زیادہ اچھے اشعار کہا کرتے تھے۔ (تینوں حضرات سے زیادہ اچھے شاعر تھے) .بنیط الاشجعی نے آپ کے یہ اشعار پیش کئے ہیں

اذا اشتملت علی الیاس القلوب   وضاق لما بہا لصدر الرجیب

جب دلوں کو مایوسی گھیر لیتی ہے   اور کشادہ سینہ اس کی وجہ سے تنگ ہو جاتا ہے

او وطنت المکاره واطمانت   وارستفی اماکنہا الکروب

اور مصیبتیں (سینے کو) وطن بنا کر مطمئن ہو جاتی ہیں اور ان (سینوں میں) تکلیفیں لنگر انداز ہو جاتی ہیں

لم یرلا نکشاف الضروجه   ولا اغنی بحیلۃ الاریب

اور اس تکلیف کے دور ہونے کی صورت نظر نہیں آتی دانشمند اپنی تدبیر سے کچھ بھی دفعیہ نہ کرسکا۔

اتاک علی قنوط منک غوث   یمن بہا اللطیف المستجیب

اس ناامیدی کے وقت تمھارے پاس ایک فریاد رس آتا ہے جس کے واسطے سے دعا قبول کرنے والا احسان کرتا ہے

وکل حادثات اذا تناھت فموصول بہ فرج القریب

جب حوادث زمانہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو اس کے بعد کشادگی جلد آجاتی ہے۔

شعبی سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایسا شخص بیٹھا تھا جس کی صحبت وہم نشینی آپ کی طبع پر گراں تھی' اس وقت آپ نے یہ اشعار کہے

ولا تصحب اخا الجہل وایاک وایاہ فکم من جاھل اردی حکیما حین اخاہ

جاہلوں کی صحبت مت اختیار کر ان سے بچ بہت سے جاہلوں نے اس دانشمند کو تباہ کر دیا جس نے ان سے دوستی کی

یقاس المرء بالمرء اذا ما ھوما شاہ ولشیء من الشیء مقاییس اشباہ

دو آدمی جب ساتھ ساتھ چلتے ہیں تو ایک دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے کہ چیزیں ایک دوسرے کے لئے مقیاس اور مشابہ ہوتی ہیں

قیاس النعل بالنعل اذا ما ھو ما زاہ وللقلب علی القلب دلیل حین یلقاہ

اور جوتا دوسرے جوتے سے جب ہی انداز کیا جاتا ہے جب مقابل کیا جائے جب دو دل ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے راہ ہوتی ہے

مبرد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار پر یہ اشعار کندہ تھے۔

للناس حرص علی الدنیا بتبذیر وصفوھا لک ممزوج بتکدیر

لوگ دنیا کے بہت ہی زیادہ حریص ہیں حالانکہ اس کی صفا تیرے لئے کدورت سے آمیختہ ہے

کم من تلح علیھا لا تساعدہ وعاجز نال دنیاہ بتقصیر

بہت سے اس کیلئے مصر ہیں اور دنیا ان کو نہیں ملتی اور بہت سے عاجز کوتاہی کے باوجود دنیا کو حاصل کر گئے

لم یرزقوھا بعقل حین ما رزقوا لکنھم رزقوھا بالمقادیر

جب رزق ملتا ہے تو عقل سے نہیں ملتا ہے بلکہ یہ رزق تقدیر ہی سے حاصل ہوتا ہے

لو کان من قوۃ ا وعن مغا لبۃ طا را لبزا ۃ با رزا قا لعصا فیر

اگر دنیا غلبہ اور قوت بازو سے ملتی ہوتی۔ تو جرہ باز چڑیوں کی روزی لے اڑتے چڑیاں محروم رہتیں

حمزہ بن حبیب الزیات نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے تھے۔

ولا تفش سرک الا الیک ۔۔۔ فا ن لکل نصیح نصیحا ”

اپنا راز سوائے اپنی ذات کے کسی پر ظاہر نہ کر ۔۔۔ کہ ہر ایک نیک خواہ کیلئے نیک خواہ موجود ہے

فا نی را یت غوا ۃ الرجا ل ۔۔۔ لا یدعون ا دیما صحیحا

اور میں نے بہت سے گمراہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی کھال کو بھی صحیح نہیں چھوڑتے (رعیب جوئی کرتے ہیں)

وصایائے دم واپسیں:۔

عقبہ بن ابی صہبا کہتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا یعنی جب آپ زخمی ہو گئے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا ”بیٹے! میری ان چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا! حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کیا ہیں فرمایئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا اول یہ کہ سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے‘ حماقت سے زیادہ کوئی مفلسی اور تندستی نہیں غرور و تکبر سب سے سخت وحشت ہے‘ اور سب سے عظیم خلق ‘کرم ہے۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی فرما دیجئے‘ آپ نے فرمایا ”احمق کی محبت سے بچو‘ کیونکہ وہ تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن پہنچ جاتا ہے ضرر‘ جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ بعید کو قریب اور قریب کو بعید کر دیتا ہے۔ بخیل سے اعراض کرو کیونکہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دیگا جن کی تم کو احتیاج ہے فاجر سے کنارہ کش رہو کیونکہ وہ تمھیں تھوڑی سی چیز کے بدلے فروخت کر ڈالے گا۔

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ مجھے بتایئے کہ ہمارا رب کب سے ہے‘ یہ سنکر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی ذات نہیں کہ ”کبھی نہیں تھا اور پھر ہو گیا“۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور بےچگوں اور بیچوں ہے۔ نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ اس کی انتہا ہے‘ تمام نہایتیں اس سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہیں و ہر انتہاء کی انتہا ہے یہ سن کر وہ یہودی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

دراج نے قاضی شریح کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں شرکت کے لئے تیار ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ کی زرہ کھو گئی ہے جب جنگ ختم ہو گئی اور آپ کوفہ واپس تشریف لائے تو ایک یہودی کے پاس آپ نے اپنی زرہ کو دیکھا آپ نے اس سے فرمایا کہ زرہ تو میری ہے' نہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے پھر یہ تیرے پاس کیسے آگئی' اس نے کہا کہ یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے' آپ نے فرمایا کہ میں قاضی کے یہاں دعویٰ کرتا ہوں چنانچہ آپ قاضی شریحؒ کے پاس آئے اور ان کے برابر بیٹھ گئے اور قاضی شریح سے کہا کہ اگر میرا مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر ہی عدالت میں مخصوص مقام پر کھڑا ہوتا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہود کو حقیر سمجھا ہے تو تم بھی ان کو حقیر سمجھو'۔

قاضی شریح نے کہا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے' آپ نے فرمایا "یہ زرہ میری ہے' اور نہ میں نے اس کو فروخت کیا اور نہ ہبہ کیا۔" پھر قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا کہ اس دعویٰ کے بارے میں تمہارا کیا جواب ہے۔ یہودی نے کہا کہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے' قاضی شریح نے کہا کہ امیر المومنین آپ کا کوئی گواہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہیں ایک میرا غلام قنبر اور میرا فرزند حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کے گواہ ہیں' کہ زرہ میری ملکیت ہی قاضی شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے واسطے (مقدمہ میں) نادرست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل جنت کی گواہی نادرست و ناجائز ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اہل جنت کے سردار ہیں بات یہاں تک ہی پہنچی تھی کہ اس یہودی نے باآواز بلند کہا کہ اے امیر المومنین آپ مقدمہ کے تصفیہ کے لئے مجھے قاضی کے پاس لے آئے باوجودیکہ آپ امیر المومنین (صاحب اختیار) ہیں اور پھر قاضی نے آپ سے اسی طرح جرح کی جس طرح عام لوگوں سے کی جاتی ہے۔ یہی آپ کے دین کی سچائی ہے۔ بیشک زرہ آپ ہی کی ہے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تفسیر قرآن

تفسیر قرآن میں آپ کا کلام بہت ہے ہم نے اپنی تفسیر المسند میں اسانید کے ساتھ اس کو پیش کیا ہے ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

بخدا جتنی آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں ان سب کا مجھے علم ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں اور کہاں اور کس طرح نازل ہوئیں' اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے مجھے قلب سلیم عقل و شعور اور زبان گویا عطا فرمائی ہے۔

ابن سعد وغیرہ نے ابی طفیل کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن شریف کے بارے میں مجھ سے پوچھو! میں ہر آیت کی بابت جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یادن میں میدان پر اتری یا پہاڑ پر۔ ابن ابی داوٗد نے محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کچھ تامل ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں مگر میں نے اس بات کی قسم کھائی ہے کہ جب تک میں قرآن پاک کو اس کی تنزیل کے مطابق جمع نہیں کرلوں گا اس وقت تک سوائے نماز پنجگانہ کے میں اپنی چادر نہیں اڑھوں گا (یعنی اور کسی کام کے لئے مستعدی نہیں کروں گا۔) چنانچہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے قرآن پاک کو جمع کیا۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر آپ کا جمع کردہ (باعتبار تنزیل) قرآن پاک ہم کو مل جاتا تو ہم کو مزید معلومات حاصل ہو جاتیں'

حواشی

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اشارہ ہے' اس کی صراحت پہلے گزر چکی ہے (مترجم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدیع و حکمت ماب اقوال

آپ نے فرمایا زیادہ ہوشیاری دراصل بدگمانی ہے (ابن حبان)۔ محبت دور کے لوگوں کو قریب، عداوت قریب کے لوگوں کو دور کر دیتی ہے۔ ہاتھ جسم سے بہت قریب ہے لیکن گل سڑ جانے پر کاٹ دیا جاتا ہے اور پھر اس کو داغنا پڑتا ہے (ابو نعیم)۔ ہماری یہ پانچ باتیں یاد رکھو:۔ (۱) کوئی شخص گناہ کے سوا کسی چیز سے خوفزدہ نہ ہو (۲) صرف اللہ تعالیٰ ہی سے امیدیں اور آرزوئیں وابستہ رکھو (۳) کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو (۴) عالم کو کسی مسئلہ کی دریافت کرنے پر (جب کہ وہ اس سے کما حقہ واقف نہ ہو) یہ کہنے میں شرم نہیں کرنا چاہیے کہ میں اس مسئلہ سے واقف نہیں (۵) صبر اور ایمان کی مثال سر اور جسم جیسی ہے جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے گویا جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن منصور)۔

کامل فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور لوگوں کو گناہ کرنے کی ڈھیل نہ دے نیز ان کو عذاب الٰہی سے محفوظ بنانے کا اطمینان نہ دلائے۔ لوگوں کو قرآن حکیم پڑھنے کی طرف مائل کر دے۔ یاد رکھو جس عبادت کی عبادت گزار کو خود خبر نہ ہو اس میں خیر کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ علم نہیں جس کو اچھی طرح سمجھا نہ گیا یہ پڑھنا نہیں کہلاتا۔

جب مجھ سے کچھ دریافت کیا جاتا ہے تو میں یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اس مسئلہ سے ناواقف ہوں پھر اس وقت میرے دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور میرا یہ جواب مجھے خود بیحد مرغوب اور پسند ہے۔ (ابن عساکر)

جو شخص لوگوں میں انصاف کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے (ابن عساکر)۔

آپ نے فرمایا کہ یہ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں (شیطانی حرکات ہیں) (۱) بہت زیادہ غصہ (۲) زیادہ پیاس (۳) جلد جلد جماہی کا آنا (۴) قے آنا (۵) نکسیر پھوٹنا (۶) بول و براز (۷) یاد الٰہی میں نیند کا غلبہ

انار کے دانے کو اس کی جھلی کے ساتھ کھانا چاہیے جو دانوں پر لپٹی ہوتی ہے۔ یہ مقوی معدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ عالم کے سامنے تیرا پڑھنا اور عالم کا تیرے سامنے پڑھنا برابر ہے (حاکم)۔ لوگ ایک ایسا زمانہ بھی دیکھیں گے کہ مومن شخص کو غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا

جائے گا۔ (سعید بن منصور)۔ آپ کی وفات پر ابو الا سود الدئلی نے یہ مرثیہ لکھا تھا:۔ (اردو ترجمہ)

۱۔ اے آنکھ خبردار تجھ پر افسوس ہے کہ تو میرا ساتھ نہیں دیتی اور حضرت امیرالمومنین پر کیوں نہیں روتی۔

۲۔ ان پر ام کلثوم بھی روتی ہیں اور آنسو بہاتی ہیں' انھوں نے یقین کو پالیا ہے۔

۳۔ خوارج جہاں کہیں بھی ہوں ان سے کہدو کہ ہمارے حاسدوں کی آنکھیں کبھی بھی ٹھنڈی نہیں ہونگی۔

۴۔ کیا تمہیں رمضان المبارک ہی کے مہینے میں ہم کو غم دینا تھا ایسے شخص کی جدائی سے جو سراپا خیر تھا۔

۵۔ تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جو تیز اونٹنی پر سوار ہوتا تھا۔ اور ایسے شخص کو غرق کر دیا جو کشتی پر سوار ہوتا تھا۔

۶۔ جو جوتی پہنتا تھا اور جو مثانی اور مبین کا ورد رکھتا تھا۔

۷۔ تمام مناقب واوصاف اس میں موجود تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات سے محبت فرماتے تھے۔

۸۔ اہل قریش جہاں کہیں ہوں یاد رکھیں کہ وہ دین و نسب میں سب سے بہتر تھے۔

۹۔ حسین رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا چہرہ جب بھی سامنے آجاتا ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ بدر کامل نکل آیا۔

۱۰۔ ہم ان کی شہادت سے پہلے سمجھتے تھے کہ ہم اپنے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کو دیکھ رہے ہیں۔

۱۱۔ آنجناب حق قائم رکھنے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور دوست دشمن کے ساتھ یکساں عدل کرتے تھے

۱۲۔ وہ علم کو چھپانے والے نہیں تھے اور نہ وہ غرور و تکبر لے کر پیدا ہوئے تھے۔

۱۳۔ علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہاتھ سے کھوکر لوگ ایسے ہوگئے جیسے شہر سنین میں شترمرغ مارا مارا پھرتا ہو'

۱۴۔ معاویہ بن صخر کو برا مت کہو کہ خلفا کا بقیہ (ان کی ذات سے) اب بھی ہم میں موجود ہے۔

عہد مرتضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وفات پانے والے مشاہیر دین و ملت

آپ کے زمانہ خلافت میں ان مشاہیر نے وفات پائی یا وہ قتل ہوئے (۱) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن صوحان (۵) حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارسی (۶) حضرت ہند ابن ابی ہالہ' (۷) حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸) حضرت جناب بن الارث (۹) حضرت عمار بن یاسر (۱۰) حضرت سہل بن حنیف (۱۱) حضرت تمیم الداری (۱۲) حضرت خوات بن جبیر (۱۳) حضرت شرجیل بن السمط (۱۴) حضرت ابو میسرہ البدری (۱۵) حضرت صفوان بن عسال (۱۶) حضرت عمرو بن عنبہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) (۱۷) ہشام بن حکیم (۱۸) حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان حضرات کے علاوہ کچھ اور لوگوں نے بھی وفات پائی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو طالب ابو محمد' سبط و ریحان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق آخری خلیفہ ہیں۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دونوں نام اہل جنت کے ہیں' یہ نام عہد جاہلیت میں کبھی نہیں رکھے گئے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت:۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت نصف ماہ رمضان المبارک ۳ھ میں ہوئی' آپ نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں اور آپ کے حوالہ

سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بہت سے حضرات تابعین مثلاً" آپ کے صاحبزادگان اور ابو الحوار، ربیعہ بن شیبان، الشعبی، اور ابو الوائل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وغیرہ نے احادیث بیان کی ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہہ تھے۔ آپ کا نام نامی حسن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے رکھا تھا، آپ کی ولادت کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور آپ کے سر کے بال اتارے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کے اترے ہوئے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی جائے۔ آپ اہل کساء میں پانچویں شخصیت ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل:۔

عسکری کہتے ہیں کہ جاہلیت میں یہ نام نہیں پایا جاتا۔ مفضل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین نام پوشیدہ رکھے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں نام اپنے نواسوں کے لئے تجویز فرمائے! بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہہ تھے، سوائے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتی تھی بخاری اور مسلم نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت میں دیکھا کہ حضرت حسن کو آپ اپنے دوش مبارک پر اٹھائے فرما رہے ہیں کہ الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیار:۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر اس طرح رونق افروز پایا کہ آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کبھی تو حضور والا لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے ذریعہ

مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری دنیا کے پھول ہیں۔ ترمذی اور حاکم نے ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدری سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوانان جنت کے سردار ہیں'

ترمذی نے اسامہ بن زید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی گودوں میں اٹھایا ہوا تھا' آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے یعنی میری بیٹی کے فرزند ہیں' اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرتے ہیں ان کو بھی تو اپنا محبوب بنالے۔ ترمذیؒ ہی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے آپ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوش مبارک پر اٹھائے ہوئے تھے کسی شخص نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے صاحبزادے تمھاری سواری کتنی اچھی ہے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار بھی کتنا اچھا ہے'

ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام لوگوں کے مقابلے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بہت مشابہہ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی گردن یا پیٹھ پر آکر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک وہ خود نہیں اترتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں اتارتے تھے۔ میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حالت رکوع میں ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاہائے مبارک کے اندر سے ہوکر دوسری طرف نکل گئے۔

ابن سعد نے ابن عبد الرحمٰن سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان مبارک باہر نکالتے اور حسن رضی اللہ عنہ زبان مبارک کی سرخی کو دیکھ کر بہت ہنستے اور خوش ہوا کرتے تھے۔ حاکمؒ نے زہیر بن ارقم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت حسن

رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے قبیلہ ازد شنوہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں لئے ہوئے فرما رہے تھے' مجھ سے محبت کرنے والے کو چاہیئے کہ ان سے بھی محبت کرے اور جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری یہ بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطاعت منظور نہ ہوتی تو میں یہ بات زبان پر نہ لاتا۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب:۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔ آپ بڑے برد بار' حلیم الطبع' عزت و شان والے' پر وقار صاحب جاہ و حشم تھے۔ آپ فتنہ و فساد اور خوں ریزی کو ناپسند فرماتے تھے' آپ سخاوت میں بے بدل تھے' بسا اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیتے تھے' آپ نے بہت سی شادیاں کیں۔۱۔

حاکمؒ نے عبد اللہ بن عبید بن عمر سے روایت کی ہے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر سواری کے پچیس حج ادا فرمائے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اعلیٰ قسم کے اونٹ آپ کے ساتھ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر سوار نہیں ہوتے اور پاپیادہ راستہ طے فرماتے۔ ابن سعد یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آپ کی شیریں کلامی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کسی سے تکلم فرماتے تو جی چاہتا کہ بس آپ اسی طرح سلسلہ کلام جاری رکھیں اور خاموش نہ ہوں میں نے آپ کی زبان سے کبھی کوئی فحش بات نہیں سنی سوائے اس ایک بار کے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین زمین کے سلسلے میں کچھ تنازعہ تھا آپ نے ان سے تصفیہ کے سلسلہ میں کوئی بات کہی جسے انھوں نے منظور نہیں کیا تو آپ نے فرمایا تمہاری ناک خاک آلود ہو۔" بس یہی ایک فحش جملہ میں نے آپ کی زبان سے سنا۔

ابن سعدؒ عمر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ مروان جب حاکم تھا تو وہ منبر پر علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب و شتم کرتا تھا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ (کمال تحمل کے ساتھ) اس کی ان گستاخیوں کو سنا کرتے تھے اور خاموش رہا کرتے تھے۔ ایک دن مروان نے ایک شخص کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ علی پر' علی

پر، علی پر اور تجھ پر، تجھ پر، تجھ پر؟ اور تمھاری مثال تو بس خچر جیسی ہے کہ اس سے پوچھا جائے کہ تمھارا باپ کون تھا تو جواب دیتا ہے میری ماں گھوڑی تھی۔ مروان کے فرستادہ کی باتیں سن کر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جاؤ مروان سے کہدینا کہ تمھاری یہ باتیں بخدا مجھے یاد رہیں گی حالانکہ تم کو یقین تھا کہ میں تمھاری گالیوں کے بدلہ تم کو بھی گالیاں دوں گا لیکن میں صبر کرتا ہوں قیامت آنیوالی ہے اگر تم سچے ہو تو اللہ جزائے خیر دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ کا انتقام اور اس کی گرفت بڑی سخت ہے۔

ابن سعد زریق بن سوار سے روایت کرتے ہیں، کہ مروان اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اس نے آپ کے سامنے ہی گالیاں دینی شروع کر دیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے اس اثناء میں مروان نے اپنے سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا افسوس تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ سیدھا ہاتھ ہاتھ دھونے کے لئے اور بایاں بول و براز کے مقامات کے لئے ہے۔ (تجھے بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا چاہیے تھی) یہ سن کر مروان خاموش ہوگیا۔

ابن سعد نے اشعث بن سوار سے اور اس نے ایک اور شخص سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آکر بیٹھا آپ نے فرمایا کہ تم ایسے وقت میرے پاس آکر بیٹھے ہو جب کہ میرے اٹھنے کا وقت ہے اگر تم اجازت دو تو میں چلا جاؤں۔ ابن سعد، علی ابن زید بن جدعان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیا اور تین بار نصف نصف مال راہ الٰہی میں دیدیا یہاں تک کہ ایک جوتا بخش دیا اور ایک رکھ لیا۔ایک موزہ دیدیا اور ایک رکھ لیا۔

ابن سعد نے علی بن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کو طلاق بہت دیا کرتے تھے۔ (بہت سی عورتوں کو طلاق دے دی) اور جو عورت آپ کے نکاح میں آجاتی وہ آپ سے جدائی ہرگز نہیں چاہتی تھی۔ آپ پر فریفتہ ہو جاتی۔ اس طرح آپ نے نوے شادیاں کیں۔ جعفر بن محمد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکاح کرتے اور طلاق دیدیتے آپ کی اس روش سے ہمیں خوف پیدا ہوگیا کہ اب قبائل میں دشمنی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ ابن سعد نے جعفر بن محمد کے حوالہ سے اور انھوں نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کیا کہ اے کوفہ والو! حسن کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی مت کرو وہ طلاق دینے کے عادی ہیں۔

یہ سن کر ایک ہمدانی نے کہا "خدا کی قسم ان سے اپنی بیٹیاں ضرور بیاہینگے جس کو وہ پسند کریں رکھیں اور جو ناپسند ہو اس کو طلاق دے دیں' ابن سعد نے عبد اللہ بن حسین سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بہت نکاح کیا کرتے تھے وہ اپنی نئی بیاہتا کو چند دن رکھتے اور پھر طلاق دیدیتے اس کے باوجود یہ عالم تھا کہ آپ جس عورت سے شادی کر لیتے وہ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو جاتی تھی۔

آپ کے تحمل کا اعتراف مروان نے بھی کیا!:۔

ابن عساکرؒ نے جویر یہ بن اسماء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں مروان نے جب گریہ وزاری کی تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ اب تو روتا ہے اور آپ کی زندگی میں تو نے ان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اور کیا کچھ نہیں کہا' یہ سن کر مروان نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے میں ایسا اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ (پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے) سے بھی زیادہ حلیم و بردبار تھا۔

توکل علی اللہ:۔

ابن عساکر نے مبرد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ میں مفلسی کو تونگری سے اور بیماری کو تندرستی سے بہتر سمجھتا ہوں یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے میں تو کہتا ہوں کہ میں خود کو بالکل اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں میں کسی ایسی بات کی تمنا ہی نہیں کرتا جو اس حالت کے خلاف ہو جو خداوند تعالیٰ میرے لئے اختیار کرتا ہو' یہ حالت راضی برضائے الٰہی کو مکمل طور پر ظاہر کرتی ہے (یعنی آپ کی حالت راضی برضا الٰہی کے عین مطابق تھی۔

خلاف اور خلافت سے دستبرداری:۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شہادت کے بعد چھ ماہ تک خلافت کے منصب پر فائز رہے (آپ سے صرف اہالیان کوفہ نے بیعت کی تھی) اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کو حکم اور فیصلہ دہندہ تسلیم کرکے مندرجہ ذیل شرائط آپس میں طے ہوئیں کہ فی الوقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔ مدینہ، عراق اور حجاز کے باشندوں سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لیا جارہا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو قرض ہے اس کی تمام تر ادائیگی امیر معاویہ کریں گے ان شرائط کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کرلیا اور باہمی صلح ہوگئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا "کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔" حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط کے ساتھ خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی، بلقینی نے خلافت سے اس طرح دستبردار ہونے پر استدلال کیا ہے کہ جب خلافت جیسے عظیم منصب سے دستبردار ہونا جائز ہے تو وظائف کا ترک کر دینا بھی یقیناً" جائز ہے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ربیع الاول ۴۱ ھ میں اور بقول بعض ماہ ربیع الثانی ۴۱ ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے کچھ کا خیال ہے کہ آپ ماہ جمادی الاول ۴۱ ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احباب آپ کو "اے عار المومنین" کہہ کر پکارا کرتے تھے، اس پر آپ فرماتے تھے کہ عارنار سے بہتر ہے، ایک شخص نے آپ کو یہ کہہ کر پکارا "اے مسلمانوں کے ذلیل کرانے والے السلام علیکم" اس پر آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو ذلیل کرانے والا نہیں ہوں البتہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں ملک کے لئے جدال وقتال کراؤں،

دوبارہ طلب خلافت کے سلسلہ میں افواہیں:۔

خلافت سے دستبردار ہونے کے کچھ عرصہ بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ چلے گئے اور پھر وہیں قیام پذیر ہوگئے۔ حاکم نے جبیر بن نفیر کی زبانی لکھا ہے کہ میں

نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روز عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے (عرب میری بیعت کر چکے تھے) اس زمانے میں جس سے چاہتا میں ان کو لڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کرادیتا لیکن اس وقت میں نے صرف اللہ کی رضا مندی کے حصول کے لئے خلافت سے دستبرداری دے دی اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کو مفت نہیں بہنے دیا۔ پس جس خلافت سے میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کیلئے دستبردار ہوگیا ہوں اب اس کو میں باشندگان حجاز کی خوشنودی کے لئے کیا دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا یہ کس طرح مناسب ہوگا۔

آپ کو زہر دے دیا گیا:۔

آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو مدینہ شریف میں یزید نے خفیہ طور پر یہ پیام بھیجا کہ اگر (امام) حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیدو تو میں تم سے نکاح کرلوں گا اس فریب میں آکر بد نصیب جعدہ نے آپ کو زہر دے دیا جس کے اثر سے آپ شہید ہوگئے۔ جعدہ نے یزید کو لکھا کہ اپنا وعدہ پورا کرے جس کا جواب یزید نے یہ دیا کہ جب تجھ کو میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح ہی میں گوارا نہیں کر سکا تو اپنے نکاح میں کس طرح گوارا کروں گا۔

تاریخ و سال شہادت:۔

آپ کی شہادت' زہر خورانی سے ۵ ربیع الاول ۵۰ ہجری کو واقع ہوئی بعض کے نزدیک یہ حادثہ ۴۹ھ اور بعض کے نزدیک ۵۱ ھ میں پیش آیا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت کوشش کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ زہر دینے والے کی نشاندہی کردیں۔ لیکن آپ نے نام بتانے کے بجائے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے' کوئی شخص محض میری گمان کی بنا پر کیوں قتل ہو' (میں نے کسی پر گمان کیا اور اصل میں قاتل وہ نہ ہوا تو)۔

شہادت کے سلسلہ میں خواب:۔

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے' جس وقت آپ یہ خواب بیان کیا تو اہل بیت بہت خوش ہوئے لیکن جب سعید بن مسیب نے یہ خواب سنا تو انھوں نے کہا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی حیات کے چند روز باقی رہ گئے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد آپ صرف چند روز بقید حیات رہے اور آپ زہر دے کر ہلاک کر دیئے گئے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت تنگ دست تھے ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو ہر سال ایک لاکھ درہم سالانہ بطور وظیفہ کرتے تھے وہ انھوں نے روک لیا اور آپ کو بہت تنگی پیش آئی' آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یاد دہانی کے لئے اپنی حالت پر مبنی ایک رقعہ لکھنا چاہا قلم دوات طلب کیا لیکن آپ پھر کچھ سمجھ کر رہ گئے (خط نہیں لکھا) اسی روز آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فرزند کیا حال ہے؟ آپ نے عرض کیا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اچھا ہوں لیکن تنگ دست ہوں۔ (تنگدستی کی شکایت کی) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسی غرض سے دوات منگائی تھی کہ تم ایک مخلوق سے اس سلسلہ میں کچھ کہو۔ (مخلوق سے مانگو) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ارادہ تو یہی تھا' اب آپ ہی فرمایئے کہ میں کیا کروں! حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم یہ دعا پڑھا کرو'

اللھم اقذف فی قلبی رجاء ک وقطع رجال عمن سواک حتی لا ارجوا احد غیرک اللھم وما ضعفت عنه قوتی وما قصر عنه عملی ولم تنته الیه رغبتی ولم تبلغه مسئا لتی ولم یجر علی لسانی مما اعطیت احد من الاولین والا آخرین من الیقین فخصنی به یا رب العالمین○

ترجمہ:۔ الٰہی! میرے دل میں اپنی آرزو پیدا کردے اور دوسروں سے میری تمنائیں اس طرح ختم کردے کہ میں کسی سے پھر تیرے سوا امید وابستہ نہ رکھوں! الٰہی! میری قوتوں کو کمزور نہ بنا میرے نیک اعمال کو کوتاہ نہ کر' مجھ سے اعراض نہ فرما' تو اپنے فضل و کرم سے

مجھے توکل و توفیق کی ایسی قوت عطا فرما کہ میں کسی مخلوق کے پاس اپنی حاجت نہ لے جاؤ' تو ہی میرے مسائل کو حل فرما اور مجھے وہ سب کچھ دے دے جو اب تک پچھلے یا آنے والے شخص کو نہیں دیا۔ اے رب العالمین مجھے یقین کی دولت سے مالا مال فرما دے! (آمین)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے یہ دعا ایک ہفتہ تک نہیں پڑھی ہوگی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پانچ لاکھ درہم بھیج دیئے جس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو اپنے یاد کرنے والوں کو کبھی فراموش نہیں فرماتا' اور اپنے مانگنے والوں کو محروم و ناامید نہیں فرماتا۔ جس دن یہ رقم آئی اس روز رات کو میں نے پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے ہو! میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا ہوں اور اس کے بعد میں نے تمام واقعہ عرض کیا آپ نے سماعت فرما کر ارشاد کیا کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہونا اور مخلوق سے التجا نہ کرنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔

طیوریات میں سلیم بن عیسیٰ قاری کوفی کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات کے وقت گھبرانے لگے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ گھبراہٹ کیسی؟ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جارہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جارہے ہیں اور وہ دونوں تو آپ کے بابا جان ہیں' نیز آپ اپنی والدہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' نیز اپنے ماموں حضرت قاسم اور طاہر کے پاس جارہے ہیں' اور اپنے چچا حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس جارہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے بھائی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایسی جگہ جارہا ہوں جہاں اب سے پہلے کبھی نہیں گیا تھا اور میں ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ابن عبدالبر چند راویوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت پر ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فائز ہوئے پھر مجلس شوریٰ میں یقین تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کو خلافت ملے گی لیکن شوریٰ کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے پھر تلواریں نکل آئیں اور ہم نے خلافت کو چھوڑ دیا اور اب مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ بخدا قوت و خلافت اب ہمارے خاندان میں نہیں رے گی اور مجھے یقین ہے کہ بیوقوف کوفی تم کو خلیفہ بنائیں گے لیکن پھر وہی تم کو کوفہ سے شہربدر کریں گے۔

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خواہش کی تھی کہ وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیدیں چنانچہ انھوں نے مجھے اجازت دے دی ہے لیکن میری وفات کے بعد تم پھر دوبارہ وہاں دفن کرنے کی اجازت حاصل کر لینا میرا خیال ہے کہ دوبارہ اجازت حاصل کرنے پر کچھ لوگ مزاحم ہوں گے ان کی مخالفت کی موجودگی میں تم زیادہ اصرار نہ کرنا۔

چنانچہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت چاہی آپ نے فرمایا اجازت ہے لیکن مروان (حاکم مدینہ) حائل ہوا جس پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار سنبھال لئے مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درمیان میں صلح کرادی اور آخرکار امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

حواشی

۱۔ قال علامہ سیوطیؒ تزوج کثیرۃ (مترجم)

تارخ الخلفاء

حصہ

امراء المسلمین

بنی امیہ و بنی عباس

بنی امیہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابو سفیان

سلسلہ نسب:-

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے! معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی الاموی۔
ابو عبد الرحمٰن (امیر معاویہ) اور آپ کے والد فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور جنگ (غزوہ) حنین میں شریک ہوئے۔ اسلام لانے سے قبل آپ مؤلفتہ القلوب میں شامل تھے لیکن بعد میں پکے اور سچے مسلمان ہوگئے (پختگی کے ساتھ ایمان قبول کیا)

کتابت وحی کی خدمت:-

آپ دربار رسالت کے کاتبوں میں سے تھے۔(ا) آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث مروی ہیں، آپ سے بہت سے صحابہ کرام مثلاً" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن عمر۔ ابن زبیر۔ ابو الدرداء۔ جریر البجلی۔ نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور چند تابعی حضرات مثلاً" ابن المسیب، حمید بن عبد الرحمٰن و غیرہم (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ فہم و تدبر، علم و دانائی اور تحمل میں بڑے مشہور تھے۔ آپ کی فضیلت میں بہت سے احادیث وارد ہیں (لیکن ان میں سے پایہ ثبوت کو پہنچے والی بہت کم ہیں) امام ترمذی نے ایک حدیث حسن عبد الرحمٰن ابن ابی عمر کے حوالہ سے بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ الٰہی! تو معاویہ کو حساب کتاب سکھا دے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔
ابن ابی شیبہ مصنف میں اور طبرانی معجم کبیر میں عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے خلافت ملنے کی اس روز سے امید ہوگئی تھی جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ معاویہ! جب تم بادشاہ ہو جاؤ تو

مخلوق سے اچھی طرح پیش آنا۔

حضرت امیر معاویہ کا سراپا:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دراز قد' خوبرو اور وجیہہ شخص تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے "کسریٰ" ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ معاویہ کو برا نہ کہو جب یہ تمہارے اندر سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سرتن سے جدا کئے جائیں گے (جدال وقتال ہوگا)۔ مقریٰ کہتے ہیں کہ لوگوں پر حیرت ہے کہ وہ کسریٰ (شاہ فارس) اور ہر کل (شاہ روم) کا تو ذکر کرتے ہیں مگر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھول جاتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ کا تحمل:۔

آپ کا تحمل ضرب المثل تھا چنانچہ ابن ابی الدنیا اور ابوبکر بن ابی عاصم نے آپ کے حلم پر ایک کتاب تک لکھی ہے' ابن عون کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ معاویہ تم سیدھے ہو جاؤ ورنہ ہم خود تمہیں سیدھا کر دیں گے آپ نے فرمایا تم مجھے کس چیز سے سیدھا کرو گے اس نے کہا' اینٹیں مار مار کر! آپ نے فرمایا اچھا تو اس وقت میں سیدھا ہو جاؤں گا۔ قبیصہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں بہت رہا ہوں۔ میں نے آپ سے زیادہ حلیم' عقیل اور ذی فہم کسی اور شخص کو نہیں پایا' آپ جاہلوں سے دیر آمیز تھے اور بڑے باتدبیر تھے۔

جنگ میں شرکت اور امارت!:۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی جانب لشکر روانہ فرمایا تو حضرت معاویہ بھی اپنے بھائی یزید ابنِ ابوسفیان کے ہمراہ ملک شام چلے گئے تھے اور وہیں مقیم رہے جب یزید ابن ابو سفیان کا انتقال ہوگیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

کی جگہ ان کو دمشق کا حکم بنا دیا۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے اپنے زمانہ خلافت میں حاکم دمشق ہی رہنے دیا۔ آخر کار بعہد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو تمام مملکت شام کا امیر بنا دیا گیا۔ جہاں آپ بیس ۲۰ سال تک بحیثیت گورنر حاکم رہے اور پھر بیس سال تک بحیثیت خلیفہ حکمراں رہے۔

کعب احبار کا بیان ہے کہ امیر معاویہ کے پاس جتنی دولت موجود رہی اتنی کسی مسلمان کی ملکیت میں نہیں رہی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ کعب احبار کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا (پھر ان کی یہ رائے کیسے درست ہوگی) لیکن کعب بن احبار کا یہ کہنا بالکل درست ہے اس لئے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے آخری بیس سالہ دور خلافت میں مملکت شام میں کسی گورنر یا حکم نے کہیں بھی سر نہیں اٹھایا۔ اس کے برعکس آپ کے بعد بہت سی بغاوتیں اور مخالفتیں ہوئیں اور بعد کے حاکموں اور سربراہوں کے قبضے سے بہت سے ملک (ان بغاوتوں کے نتیجے میں) نکل گئے۔

حضرت امیر معاویہ کی خلافت:۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خروج کیا (جنگ صفین واقع ہوئی) اور خود کو خلیفہ کے لقب سے ملقب کیا' اسی طرح انھوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خروج کیا جس کے باعث امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سے دستبردار ہوگئے۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۱ ھ ماہ ربیع الاخر یا جمادی الاول میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور چونکہ اس سال کوئی اور خلافت کا دعویدار نہیں تھا اور صرف آپ کی خلافت پر امت کا اجماع ہوا اس لئے اس سال کا نام سال جماعت رکھا گیا۔

مروان حاکم مدینہ:۔

۴۱ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان بن حکم کو گورنر مقرر کر دیا۔ ۴۳ ھ میں رخج جو بجستان سے متعلق تھا اور صوبہ برقہ کا شہر ودان اور ملک سوڈان کا شہر کوری فتح ہوئے اسی

سال آپ نے اپنے بھائی زیادہ ابن ابوسفیان کو خلیفہ نامزد کیا اور یہ سب سے پہلا واقعہ نیابت خلافت ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ظہور میں آیا (خلافت کی نامزدگی بذریعہ انتخاب نہیں ہوئی بلکہ انھوں نے اپنے حکم سے اپنے بھائی کو خلیفہ نامزد کیا)۔

۴۵ ھ میں تیقان کا علاقہ فتح ہوا اور ۵۰ ھ میں قستان جنگ کے بعد قبضہ میں آیا۔ یہ سال اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سال اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی پر اہل شام سے بیعت لی' اس اعتبار سے آپ اسلام میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی حیات میں اپنے بیٹے کے لئے مسلمانوں سے بیعت لی اور شام سے فارغ ہوکر آپ نے حاکم مدینہ مروان کو لکھا کہ وہ اہل مدینہ سے بھی یزید کی بیعت لیں' چنانچہ ایک خطبہ میں مروان نے کہا کہ مجھے خلیفہ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں ان کے بیٹے یزید کے لئے آپ لوگوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر بیعت لوں یہ سن کر حضرت عبد الرحمٰن ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً جواب دیا کہ نہیں نہیں یہ سنت حضرت ابوبکر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نہیں ہے بلکہ یوں کہو کہ قیصرو کسریٰ کی سنت پر بیعت لوں۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی اپنی اولاد یا اپنے کسی اہل بیت کے لئے بیعت نہیں لی۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حج اور یزید کی بیعت:۔

۵۱ ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج ادا کیا اور اپنے بیٹے یزید کے لئے تمام لوگوں سے بیعت لی۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند کو بلا کر کہا کہ اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم تو یہ کہتے تھے کہ جس دن مجھ پر کوئی امیر نہیں ہوگا اس روز مجھے چین نہیں آئے گا۔ اور اب تم معاملہ خلافت میں رخنہ اندازی کر رہے ہو۔' یہ سن کر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر کرتے ہوئے حمد و نعت کے بعد کہا کہ اے امیر! آپ سے پہلے خلفاء گزرے ہیں۔ اور ان کے بھی فرزند تھے۔ اور ان کے لڑکوں سے آپ کا لڑکا (یزید) بہتر نہیں ہے مگر انھوں نے کبھی بھی اپنی اولاد میں سے کسی بیٹے کو ولیعہد مقرر نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے تو اس انتخاب کو عام مسلمانوں پر چھوڑ دیا پس آج بھی اگر وہ کسی شخص کی خلافت پر اجماع کرلیں تو میں بھی اس کو قبول کرلوں گا (میں بھی انھیں عامۃ المسلمین میں سے ایک فرد ہوں)

آپ مجھے اس بات سے ڈراتے ہیں کہ میں مسلمانوں میں رخنہ اندازی کرنے والا ہوں حالانکہ یہ امر واقعہ نہیں ہے یہ تقریر کرکے آپ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے' پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرزند حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا جب وہ تشریف لائے تو اس سے بھی وہی کچھ کہا جو ابھی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ حضرت ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات بیچ سے کاٹ کر کہا کہ کیا آپ نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انتخاب خلیفہ کے معاملہ میں ہم نے آپ کو اپنا وکیل بنالیا ہے' خدا کی قسم ہم نے آپ کو اپنا وکیل نہیں بنایا ہے۔' خدا کی قسم ہم چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں تمام مسلمان جمع ہوں اور باہم مشورت کریں اور پھر انتخاب کریں یہ کہکر آپ، اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی کہ الٰہی جو کچھ میں چاہتا ہوں اس میں تو میری مدد فرما۔ پھر حضرت ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم سختی اور درشتی سے کام مت لو ذرا نرمی کا رویہ اختیار کرو کہیں تم اہل شام اس بات کو نہ پہنچا دینا۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ سبقت کرکے آپ سے بیعت نہ کرلیں۔(۲) آپ کچھ صبر کریں تاکہ میں رات تک ان کو اطلاع دے دوں کہ تم نے یزید کی بیعت کرلی ہے اس کے بعد تم سے جو کچھ بن پڑے وہ کر گزرنا۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ اے ابن زبیر تم ایک شاطر لومڑی کی طرح ہو جو ایک بل سے نکل کر جھٹ دوسرے بل میں جاگھستی ہے' تم نے ہی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں میں کچھ پھونک دیا ہے اور انھیں بھڑکا دیا ہے اور کسی دوسرے شخص کی بیعت پر تیار کر رکھا ہے حضرت ابن زبیر نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر آپ کا دل خلافت سے بھر گیا ہے یا آپ اپنی خلافت سے بیزار ہیں تو پھر اس تخت خلافت کو ترک کیوں نہیں کر دیتے تاکہ ہم آپ کے بیٹے ہی سے بیعت کرلیں' ذرا آپ ہی سوچئے کہ اگر اس کی بھی بیعت کرلیں تو پھر ہم کس کی سنیں اور کس کی بات مانیں کیونکہ آن واحد میں یا ایک وقت میں دو بادشاہوں سے تو بیعت ہو نہیں سکتی۔ یہ کہکر آپ بھی واپس آگئے۔

ان حضرات کے چلے جانے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف لائے حمد و نعت کے بعد کہا کہ میں نے کجرو لوگوں کی باتوں کو سنا ہے ان کی باتوں سے ظاہر ہے وہ (ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یزید کی بیعت کبھی

نہیں کریں گے حالانکہ تینوں یزید کی بیعت کر چکے ہیں' اس کی اطاعت قبول کرلی ہے یہ سن کر اہل شام نے کہا کہ خدا کی قسم وہ لوگ جب تک ہمارے سامنے یزید کی بیعت نہیں کرینگے ہم اس بات کو نہیں مانیں گے اور اگر انھوں نے ہمارے سامنے ایسا نہیں کیا تو پھر ہم ان تینوں کے سر اڑا دینگے! یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا کہ واہ واہ قریش کی شان میں ایسی گستاخانہ باتیں! آج کے بعد میں آئندہ تمھاری زبان سے ایسی باتیں نہ سنوں'۔ یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے' اس واقعہ کے بعد لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید سے بیعت کرلی ہے حالانکہ یہ تینوں حضرات اس بات سے برابر انکار کرتے رہے۔ حج سے فراغت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام واپس چلے گئے۔

ابن المنکدر کہتے ہیں کہ جب یزید کی بیعت لی گئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص اگر اچھا ثابت ہوا تو ہم اسے سے موافقت کریں گے ورنہ اس مصیبت اور بلا پر صابر رہیں گے۔

امیر معاویہ کی والدہ کا عجیب و غریب واقعہ:۔

خرائطی نے ہواتف میں حمید بن وہب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فاکہ ابن مغیرہ قریشی کے حبالہ نکاح میں ایک عورت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھی فاکہ نے اٹھنے بیٹھنے کے لئے ایک نشست بنوا رکھی تھی اس نشست گاہ میں آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اتفاقاً" ایک روز فاکہ اور اس کی بیوی ہند اس نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی ضرورت سے کچھ دیر کے بعد فاکہ اٹھ کر باہر چلا گیا اور ہند اکیلی رہ گئی اچانک اس وقت ایک شخص آیا اور بیٹھک میں داخل ہوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہاں تنہا ایک عورت بیٹھی ہے تو وہ فوراً" پلٹ پڑا اس کے پلٹتے وقت فاکہ باہر سے واپس آگیا اور اس نے مرد کو باہر نکلتے دیکھ لیا چنانچہ فاکہ ہند کے پاس آیا اور غصے سے اس کو ٹھوکریں مار کر پوچھا کہ تیرے پاس یہ کون مرد آیا تھا۔ ہند نے کہا کہ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا ہاں تمھارے کہنے سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی آیا تھا لیکن فوراً" واپس ہوگیا۔ فاکہ نے کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنے ماں باپ کے پاس چلی جا (تو میرے لائق نہیں ہے)۔ ہند اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی لیکن لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوا' ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا کہ لوگ تجھے ہر

طرف مطعون کرتے ہیں تو مجھے سچ بات بتادے اگر تیرا خاوند سچا ہے تو میں اس کو کسی شخص کے ذریعہ قتل کرادوں گا تاکہ لوگ اس طعنہ زنی سے باز آجائیں اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چلو یہ معاملہ یمن کے کسی کاہن کے پاس پیش کریں یہ سن کر ہند نے اپنی پاک دامنی پر اس طرح قسمیں کھانا شروع کردیں جیسا کہ عہد جاہلیت میں دستور تھا جب عتبہ (والد ہند) کو یقین ہوگیا کہ ہند سچ کہہ رہی ہے تو اس نے فاکہ کو مجبور کیا کہ چونکہ تم نے میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس لئے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لیکر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلو' چنانچہ فاکہ بنو مخزوم کو اور عتبہ عبد مناف کو لیکر یمن کی جانب روانہ ہوئے' ہند کے ساتھ اس کی کئی سہیلیاں بھی موجود تھیں۔ جب قافلہ یمن کے قریب پہنچا تو ہند کے چہرے کا رنگ بدل گیا یہ حال دیکھ کر اس کے باپ نے کہا کہ تیرے اس تغیر رنگ سے صاف ظاہر ہے کہ تو گنہگار ہے۔ ہند نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے جارہے ہیں جس کی بات کبھی صحیح ہوتی ہی اور کبھی غلط اگر اس نے بلاوجہ مجھ پر تہمت لگا دی تو پھر میں تمام عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ عتبہ نے کہا کہ میں تیرا معاملہ کاہن کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس کا امتحان لوں گا' چنانچہ کاہن کی صداقت کا امتحان لینے کے لئے اس نے اپنے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی وہ بولی بولی جس سے گھوڑا گرما گیا اس وقت عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا ایک دانہ رکھ کر اوپر چمڑے کی پٹی باندھ دی پھر یہ قافلہ کاہن کے پاس پہنچا اس نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کی تواضع کے لئے اونٹ ذبح کیا۔ دستر خوان پر عتبہ نے اپنے میزبان کاہن سے کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک کام سے آئے ہیں لیکن اس سے پہلے بغرض امتحان ہم نے ایک کام کیا ہے وہ بتا دیجئے پھر اپنا کام آپ کو بتائیں گے' نجومی نے کہا "نرکل میں گیہوں کا دانہ" عتبہ نے کہا کہ اس کی وضاحت کیجئے تب کاہن نے کہا کہ تم نے گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا رکھا ہے' عتبہ نے کہا کہ آپ نے بالکل درست کہا۔ اب اصل معاملہ ان عورتوں کا ہے آپ اس معاملے میں غور کیجئے۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کہا کھڑی ہو جا پھر اسی طرح دوسری اور تیسری عورت کے پاس آیا یہاں تک کہ ہند کی آئی۔ کاہن نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا تو پاک صاف ہے تو نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور تو ایک بادشاہ کو جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا' یہ سن کر ہند کے خاوند فاکہ نے ہاتھ پکڑ لیا مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا کہ مجھ سے دور ہو میں قسم کھا کر کہتی

ہوں کہ کاہن کی یہ بات اگر سچ ہے کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ الحاصل (فاکہ کو چھوڑ کر) ہند نے ابوسفیان سے شادی کرلی اور ان سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات!:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بماہ رجب ۶۰ھ میں وفات پائی۔ دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ستر سال کی عمر پائی۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موہائے تراشیدہ اور ناخن مبارک آپ کے پاس (بطور تبرک و یادگار) موجود تھے آپ نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد یہ میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں اور پھر مجھے میرے اور میرے ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا (دفن کر دینا) چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا۔

حواشی

۱۔ حضرت علامی سیوطی کے الفاظ یہ ہیں وکان احد الکتاب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر آپ کو کاتب وحی کہا جاتا ہے علامہ امام سیوطیؒ نے اس امر کی کوئی صراحت نہیں فرمائی ہے صرف "احد الکتاب" تحریر فرمایا ہے اسی کا میں نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں یا محرروں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خطوط و فرامین کو تحریر کیا کرتے تھے جو حسب ضرورت صلی اللہ علیہ وسلم ارسال فرمایا کرتے تھے۔ (شمس)

۲۔ حضرت مصنف علامہ کے الفاظ یہ ہیں:۔ فانی اخاف ان یسبقونی بنفسک الخ اس جملہ سے ایک مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ اہل شام تم پر سبقت نہ کر بیٹھیں (تمہارے ساتھ لڑنا شروع نہ کردیں)۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ مزید حالات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ تھے:۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں سعید بن جمہان سے روایت کی ہے کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ کہتے ہیں کہ خلافت ہمارے خاندان میں ہے! تو سفینہ نے جواب دیا کہ بنو زرقا جھوٹ کہتے ہیں وہ خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ ہیں اور سب سے پہلے بادشاہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے ہیں۔

بیہقی و ابن عساکر نے ابراہیم بن سویدا ارمنی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے امام حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کون حضرات خلیفہ ہوئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' میں نے پوچھا اور امیر معاویہ اللہ تعالیٰ رضی عنہ آپ نے جواب دیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مستحق خلافت اور کوئی نہیں تھا۔

سلفی طیوریات میں عبداللہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم امام احمد بن حنبل سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی اور انھوں نے آپ میں عیوب تلاش کئے اور جب کوئی عیب نظر نہیں آیا تو پھر وہ اس شخص کے مداحوں کے زمرے میں داخل ہوگئے جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی (یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان لوگوں نے اپنے اس ممدوح کو بہت ہی ہوشیار اور حیلہ گر پایا۔

ابن عساکر نے عبدالملک بن عمیر کی زبانی تحریر کیا ہے کہ جاریہ بن قدامہ سعدی امیر معاویہ کے پاس آیا اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دریافت کیا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں جاریہ بن قدامہ سعدی ہوں۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اور کیا بننا چاہتے ہو تم تو شہد کی مکھی کی طرح ہو؟ جاریہ نے کہا اب زیادہ نہ فرمایئے آپ نے مجھے شہد مکھی بنا دیا جس کا ڈنک بڑا زہریلا ہوتا ہے لیکن اس کا تھوک بہت ہی میٹھا اور لذیذ ہوتا اور بخدا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معنی اس کتے کے ہیں جو دوسروں پر بھونکتا ہے اور امیہ تو

امتہ (کنیز) کی تصغیر ہے۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے تحمل اور صبر سے یہ بات سن لی۔)

فضل بن سوید کا بیان ہے کہ ایک دن جاریہ بن قدامہ سعدی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی طرفداری کرتے پھرتے ہو اور اس طرح آگ کے شعلے بھڑکا رہے ہو' یاد رکھو اس سے ایسی آگ بھڑکے گی کہ عرب کے گاؤں جل جائیں گے اور ہر طرف خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ اس پر جاریہ نے جواب دیا اے معاویہ رضی اللہ عنہ اب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیچھا چھوڑیئے' ان کا حال یہ ہے کہ جب سے ہم نے ان سے محبت شروع کی ہے وہ ہم پر کبھی غصہ نہیں ہوئے اور جب سے وہ ہم کو نصیحت کرنے لگے ہیں ہم نے ان کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا اے جاریہ! افسوس تو اپنے گھر والوں پر اتنا بھاری تھا کہ انھوں نے تیرا نام جاریہ (لونڈی) رکھا۔ یہ سن کر جاریہ نے کہا کہ آپ بھی اپنے گھر والوں پر اتنے بھاری تھے کہ انھوں نے تیرا نام معاویہ (بھونکنے والا) رکھا ہے یہ سن کر امیر معاویہ نے فرمایا کیا تجھے تیری ماں نے جنا ہے؟ جاریہ نے کہا کہ انھوں نے مجھ جیسا بہادر جری فرزند جنا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب سے پہلے ہم تم سے جنگ صفین میں شمشیر براں لئے ہوئے روبرو ہو چکے ہیں۔ تم کو ہماری تلوار کی باڑھیں یاد ہوں گی! امیر معاویہ نے کہا کہ جاریہ کیا تم ہم کو دھمکا رہے ہو؟ جاریہ نے کہا کہ نہ تم ہم کو بزور شمشیر جنگ میں زیر کیا اور نہ ہم پر فتح پائی صرف یہ کہ معاہدہ کے مطابق ملک تمھارے سپرد کر دیا گیا۔ اگر تم ان سے عہد کرو گے تو ہم بھی تمھارے وفادار رہیں گے اور تم خلف وعدہ کرو گے تو ہم بھی بدعہدی اور خلافت ورزی کریں گے۔ ہمارے ساتھ ہمارے بہت سے مددگار ہیں۔ ایسے مددگار جن کی زرہیں نہایت مضبوط اور جن کی بانہیں لوہے سے زیادہ سخت اور پائیدار ہیں اگر تم نے بدعہدی سے ہماری طرف ہاتھ بڑھایا تو پھر ہم بھی عذر کریں گے اور بغاوت کر کے تم کو مزا چکھا دیں گے' امیر معاویہ نے یہ سن کر کہا کہ خدا تم جیسوں کو غارت کرے۔

ابو طفیل عامر بن واثلہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امیر معاویہ کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ کیا تم بھی قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل تھے میں نے کہا نہیں لیکن میں ان کی شہادت کے وقت موجود تھا مگر میں نے ان کی مدد نہیں کی' امیر معاویہ نے کہا کہ تم کو ان کی مدد سے کس نے روک دیا تھا' میں نے کہا ان کی مدد مہاجرین

انصار میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ان لوگوں پر ان کی مدد کا حق واجب تھا اس پر میں نے کہا کہ امیر المومنین آپ کو ان کی مدد سے کس نے روک دیا تھا۔ حالانکہ آپ کے ساتھ تو تمام اہالیان شام بھی تھے؟ اس پر انھوں نے کہا کہ میں نے ان کے خون کا مطالبہ کرکے ان کی مدد کی تو ہے! یہ سن کر میں ہنس پڑا اور میں نے کہا کہ آپ کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مثال تو ایسی ہے جیسے شاعر کہتا ہے کہ

لا العینک بعدا لموت تندوبنی وفی حیا تی ما زودتنی زا دا

موت کے بعد تو مجھے ملا نہیں کہ تو میرا نوحہ کرے اور زندگی میں میرا توشہ جو تجھ پر واجب تھا وہ بھی تو نے نہیں دیا

اولیات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:۔

شجعی کہتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے بیٹھ کر خطبہ دیا۔ آپ ہی ہیں کیونکہ آپ بہت لحیم شحیم ہوگئے ہیں تھے (کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا دشوار تھا) اور آپ کا پیٹ بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ زہریؒ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عید کی نماز میں نماز سے قبل خطبہ دیا۔ (عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں اس کو بیان کیا ہے)۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ عید میں اذان دینا بھی آپ ہی کی ایجاد ہے (ابن ابی شیبہ) نیز کہتے ہیں کہ جس شخص نے تکبیر کے الفاظ کم کئے وہ امیر معاویہ ہی ہیں۔ عسکری اوائل میں کہتے ہیں کہ اسلام میں قاصد و پیامبر سب سے پہلے آپ ہی نے مقرر کئے اور اپنی خدمت کے لئے خواجہ سرار رکھنے والے سب سے اول آپ ہی ہیں۔ سب سے اول رعیت آپ ہی سے ناراض ہوئی۔ (اس سے قبل کسی خلیفہ سے رعیت ناخوش نہیں ہوئی)۔

سب سے پہلے آپ ہی کو اس طرح سے سلام کیا گیا "السلا م علیک یا ا میر المومنین ورحمتہ اللہ و برکا تہ الصلوٰۃ یرحمک اللہ"

دفتری کاموں کے لئے آپ نے ہی سب سے اول مہر ایجاد کی اور مہر برداری کی خدمت پر عبد اللہ بن اوس غسانی کو مامور کیا' اس مہر پر لکل عمل ثوا ب کندہ تھا (یعنی ہر کام کے لئے ثواب ہے) مہر کا یہ طریقہ خلفائے بنی عباس میں بھی آخر تک رائج رہا۔ اس مہر کے

رائج کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی شخص کو ایک لاکھ درہم دینے کے لئے حکم لکھا مگر اس شخص نے حکم نامہ کو راستہ میں کھول کر ایک لاکھ کے بجائے دو لاکھ بنالئے۔ جب امیر معاویہ کے سامنے حساب کتاب پیش ہوا تو انھوں نے دو لاکھ درہم تحریر کرنے اور ادا کرنے کا حکم دینے سے انکار کیا اور پھر اسی روز سے مہر لگانے کا طریقہ جاری کر دیا گیا۔

جامع مسجد میں اول آپ ہی نے مقصورہ (چھوٹا سا حجرہ) بنوایا اور آپ ہی نے اولا" غلاف کعبہ اتار کر دوسرا چڑھانے کا حکم دیا ورنہ اس سے قبل ایک غلاف پر دوسرا غلاف (تہہ بہ تہہ) چڑھا دیئے جاتے تھے۔ زبیر بن بکار نے الموفقیات میں زہری کے برادر زادہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے چچا زہری سے دریافت کیا کہ بیعت لیتے وقت قسم لینے کا طریقہ سب سے پہلے کس نے جاری کیا تو انھوں نے کہا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بیعت لیتے وقت قسم کا طریقہ جاری کیا اور عبد الملک بن مروان نے بیعت لیتے وقت بیوی پر طلاق اور غلام آزاد ہو جانے پر بھی قسم لینا شروع کردی۔ (یعنی اگر میں خلف بیعت کروں تو میری بیوی پر طلاق ہے اور میرے غلام آزاد ہیں)۔

عسکری نے اپنی کتاب وائل میں سلیمان بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ کی مسجد میں آئے (مدینہ کی مسجد میں) تو وہاں ابن عمر۔ ابن عباس۔ اور عبد الرحمٰن ابن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تشریف رکھتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں کے پاس آکر بیٹھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا یہ دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس منہ پھیرنے والے اور اس کے برادر زاد سے زیادہ مستحق خلافت میں ہوں! یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ کیسے؟ کیا تقدم اسلام کی وجہ سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے ساتھ دینے کی وجہ سے' یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت رکھنے کے باعث؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے برادر عم زاد (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقتول ہونے کے سبب سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس صورت میں تو ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ مستحق ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں ان کے والد محترم کو تو ایک کافر نے شہید کیا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس توجیہہ سے تو تمھاری ہی دلیل باطل ہوگئی وہ اس طرح کہ تمھارے برادر عم زاد پر تو خود مسلمانوں نے چڑھائی کی اور ان کو خود مسلمانوں

نے شہید کیا۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ شریف میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اتنے میں ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے (بر سبیل شکایت) کہا کہ مجھ سے ملنے کے لئے تمام لوگ آئے لیکن انصار میں سے کوئی نہیں آیا۔ آپ نے کہا کہ ہم انصاریوں کے پاس کوئی سواری نہیں ہے یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تمھاری اونٹنیاں کیا ہوئی' حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جنگ بدر میں تمھارے اور تمھارے باپ کے تعاقب کے سلسلہ میں وہ تمام اونٹنیاں کام آگئیں' پھر انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد ہی تم دیکھو گے کہ لوگ غیر حق دار کو حقدار پر ترجیح دیں گے۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے زمانے کے متعلق تم کو کیا حکم دیا تھا میں نے کہا کہ حضور صلی اللا علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس صورت میں تم صبر کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو پھر صبر کرو۔ جب اس گفتگو کی خبر عبد الرحمن بن حسان کو ہوئی تو انھوں نے یہ اشعار پڑھے۔

الا ابلغ معاویہ بن حرب	امیر المومنین نبا کلامی
یاد رہے معاویہ بن حرب	امیر المومنین کا کلام ہم تک پہنچا
فانا صابرون ومنظروکم	الی یوم لتغابن والخصام
ہم صبر کرتے ہیں اور تم کو مہلت	دیتے ہیں قیامت اور انصاف کے دن تک کی

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے جبلہ بن سحیم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابو سفیان کے پاس گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آپ تخت خلافت پر متمکن تھے میں نے دیکھا کہ ان کی گردن میں رسی پڑی ہے اور ایک بچہ اس کو کھینچ رہا ہے یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ آپ کیا کر رہے ہیں انھوں نے کہا کہ اے مردک چپ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کے بچہ ہو یعنی جو صاحب اولاد ہو اس کو چاہیئے کہ خود بھی (بچے کے ساتھ) بچہ بن جائے۔ (ابن عساکر نے اس کو غریب بتایا ہے)

ابن ابی شیبہ مصنف میں شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قریش کا ایک نوجوان آیا اور ان کو مغلظات سنانے لگا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ اے بھتیجے! ان باتوں سے باز آجاؤ کہ بادشاہ کا غصہ بچوں کے غصہ کی طرح اور ان کی پکڑ شیر کی پکڑ ہے (جو پکڑ کر کھالیتا

ہے)۔

شعبی کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو خراج کی وصولی کے لئے مقرر کیا جب اس سے حساب لیا گیا تو اس کا غبن ثابت ہوا وہ میرے خوف سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھاگ گیا میں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ اس شخص کا فرار ہو جانا میرے لئے رسوائی کا موجب ہے اور اس شخص نے بھاگ کر مجھ سے گستاخی کی ہے اس پر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے جواب میں لکھا کہ ہم دونوں کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک ہی شخص پر سیاست کریں اور نہ یہ مناسب ہوگا کہ دونوں نرمی سے کام لیں کہ اس طرح لوگ نڈر اور بیباک ہو جائیں گے اور گناہوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور اگر سختی سے کام لیں گے تو لوگ مہلکات میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اس صورت میں مناسب یہ ہے کہ اگر تم کسی کے ساتھ سختی اور درشتی سے پیش آؤ تو مجھے چاہیے کہ میں اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کروں۔

شعبی کا بیان ہے کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ جس قوم میں جھوٹ اور تفرقہ پڑ گیا وہاں باطل پرست' اہل حق پر غالب آ گئے۔ مگر ہماری ملت کا یہ حال نہیں ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داد و دہش:۔

طیوریات میں سلیمان مخزومی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار عام کیا اور جب تمام لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے کہا کہ مجھے کسی عربی شاعر کے ایسے تین اشعار مسلسل کوئی سنائے جس میں ہر شعر کا مطلب اسی شعر میں پورا ہو جاتا ہو' لوگوں نے یہ سنا اور خاموش رہے اتنے میں ابو حبیب عبد اللہ ابن زبیر آ گئے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ لو عرب کا بیسار گو اور افصح شخص آ گیا' امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے ابو حبیب میں تین اشعار سننا چاہتا ہوں لیکن وہ ایسے ہوں' عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں آپ کو سناؤں گا لیکن میں تین اشعار کے عوض تین لاکھ درہم لوں گا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا منظور ہے پڑھو' عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

بلوت الناس قرنا بعد قرن　　فلم ارغیر خیال وقال

میں نے یکے بعد دیگرے لوگوں سے ملاقات کی ہے لیکن میں نے سوائے مکار اور دشمنی کرنیوالے کے کسی کو نہیں دیکھا

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سچ ہے اب دوسرا شعر پڑھو' ابو حبیب نے پھر یہ شعر پڑھا۔

ولم ارنی فی الخطوب اشد وقعا واصعب من معادات الرجال

میں نے حوادث و صعوبات زمانہ میں لوگوں کی دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سچ ہے اور تیسرا شعر پڑھنے کو کہا۔ ابو حبیب نے یہ تیسرا شعر پڑھا۔

وذقت مرارۃ الاشیاء عطرا فما طعم امرمن السوال

میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر سوال کرنے کی تلخی سے زیادہ کسی چیز میں تلخی نہیں ہے

آپ نے فرمایا بالکل سچ ہے' پھر آپ نے حسب وعدہ تین لاکھ درہم ابو حبیب کو مرحمت کر دیئے۔

بخاری نسائی اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس زمانے میں مروان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ پر حاکم تھا تو اس نے ایک بار خطبہ میں کہا کہ امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنانے میں بالکل حق پر ہیں کیونکہ یہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت ہے یہ سن کر حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ یہ ہرقل اور کسریٰ کی سنت ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے خدا کی قسم نہ اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا ولی عہد نامزد کیا نہ اپنے خاندان سے کسی کو خلیفہ بنایا امیر معاویہ تو ایسا محض شفقت پدری کے باعث کر رہے ہیں یہ سن کر مروان نے کہا کہ تو وہی شخص ہے جس کے لئے قرآن شریف میں نازل ہوا ہے کہ "تم اپنے والدین کو اف تک نہ کہو" کیونکہ تم ہی نے اپنے والدین کا مقابلہ کیا تھا جب ہی یہ حکم نازل ہوا' یہ سن کر عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا تو ابن لعین نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے۔ جب یہ روائیداد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا مروان جھوٹا ہے' یہ آیت تم اپنے والدین کو اف تک نہ کہو۔" فلاں شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر ضرور لعنت بھیجی ہے اور مروان اس وقت صلب پدر میں تھا پس مروان اس لعنت سے ضرور بہرہ یاب ہوا۔

ابن شیبہ نے مصنف میں مروہ کی زبانی لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تجربہ

کے بعد ہی حلم و بردباری پیدا ہوتی ہے'۔

عقلائے عرب:۔

ابن عساکرؒ نے شعبی سے روایت کی ہے کہ عرب میں یہ چار شخص ہوشیار اور تجربہ کار پیدا ہوئے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زیاد۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلم و بردباری اور دانش میں' حضرت عمرو بن العاص مشکلات کے حل کرنے میں' حضرت مغیرہ بن شعبہ اوسان بجا رکھنے میں۔ اور زیاد ہر جھوٹی بڑی بات میں۔ یہ بھی روایت ہے کہ قاضی بھی چار گزرے ہیں۔ حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ارباب فضل و ہنر:۔

قبیصہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے آپ سے زیادہ قرآن شریف اور فقہ کا عالم کسی دوسرے کو نہیں دیکھا اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی اٹھا بیٹھا ہوں ان سے بڑھ کر بغیر سوال کے رہنے والا کسی کو نہیں پایا۔ اور حضرت عمرو بن العاص کی ہم نشینی کا لطف بھی اٹھایا ہے' ان سے زیادہ مخلص دوست اور ہم حلبیس کسی کو نہیں پایا' حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس بھی اٹھنے بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے ان کا حال یہ ہے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ہر دروازے سے بغیر مکرو فریب کے نکلنا دشوار ہو تو یہ آٹھوں دروازوں سے بڑی آسانی سے نکل سکتے ہیں۔

بیت المال پر عدم اختیار اور اختیار کلی:۔

ابن عساکر نے حمید بن ہلال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابن ابی طالب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک روز آئے اور کہا کہ آج کل میں بہت

تنگ دست ہوں مجھے کچھ دیجئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ٹھہریئے جب میں اور لوگوں کو دوں گا تو آپ کو بھی دوں گا حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت اصرار کیا تو آپ نے ایک شخص سے کہا کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بازار میں لے جاؤ اور ان سے کہو کہ یہ دوکانوں کے قفل توڑ کر ان میں سے مال نکال لیں اور جو کچھ ضرورت ہو لے لیں یہ سن کر حضرت عقیل نے کہا کہ آپ مجھے چوری میں پکڑوانا چاہتے ہیں' آپ نے جواب دیا تو کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے مال نکال کر تمھیں دے دوں (اور ان سے اجازت نہ لوں) یہ سن کر حضرت عقیل نے کہا تو پھر میں معاویہ کے پاس جاتا ہوں' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اختیار ہے بس حضرت عقیل امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کچھ روپیہ طلب کیا انھوں نے ان کو بیت المال سے ایک لاکھ درہم دیدیئے اور ان سے کہا کہ تم منبر پر چڑھ کر اس بات کا اعلان کرو کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تم کو کیا دیا اور میں نے کیا دیا؟ حضرت عقیل منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و نعت کے بعد لوگوں سے اس طرح خطاب کیا کہ اے لوگو! میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں سنو! میں نے اولاً" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسی چیز طلب کی جو ان کے دین کو نقصان پہنچانے والی تھی انھوں نے اپنے دین کو عزیز رکھا اور (وہ چیز مجھے نہیں دی) پھر میں نے وہی چیز امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مانگی انھوں نے اپنے دین پر مجھے مقدم سمجھا اور وہ چیز مجھے عطا کر دی (یعنی بیت المال سے روپیہ دے دیا جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا)۔

حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نوک جھونک:۔

ابن عساکرؒ نے جعفر بن محمد کے والد سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے' حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ لوگو! یہ عقیل ہیں جن کے چچا ابو لہب تھے! آپ نے یہ سن کر فرمایا' جی ہاں! یہ امیر معاویہ ہیں جن کی پھوپھی "حمالتہ الحطب" تھیں یعنی ابو لہب کی بیوی۔

ابن عساکر نے اوزاعی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حزیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن فاتک حضرت امیر معاویہ کے پاس آئے ان کی پنڈلیاں بہت خوبصورت تھیں اتفاق سے اس وقت یہ پائنیچے

چڑھائے ہوئے تھے حضرت معاویہ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اے کاش یہ پنڈلیاں کسی عورت کی ہوتیں، حزیم نے کہا کہ یا امیر المومنین پھر تو وہ آپ کی بیوی ہوتی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں

مندرجہ ذیل اصحاب فضل و کمال نے انتقال کیا

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مندرجہ ذیل مشاہیر وارباب فضل و کمل نے انتقال کیا۔ صفوان بن امیہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ام المومنین حضرت سودہ و حضرت جویریہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن عرب کا مشہور شاعر لبید۔ عثمان بن طلحہ حجبی۔ حضرت عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن سلام الجبر۔ محمد بن مسلمہ حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابوبکر۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ المغیرہ بن شعبہ۔ حضرت جریر البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عمران صفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فضالہ بن عبید۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت حکم بن خرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وقاص۔ ابوالیسر۔ قثم بن العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ برادر قثم عبید اللہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۹ ہجری میں انتقال فرمایا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایا کرتے تھے الٰہی مجھے ۶۰ ہجری کے زمانے سے محفوظ رکھنا جب لونڈوں کی حکومت ہوگی چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی۔

ان حضرات کے علاوہ چند اور مشاہیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں انتقال کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

ابو خالد یزید ابن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یزید کا نسب:۔

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ۔ یزید کی کنیت ابو خالد تھی۔ یزید ۲۵ ھ یا ۲۶ ھ میں پیدا ہوا۔ یہ اپنے باپ کی طرح بہت ہی لحیم شحیم تھا۔ اور تمام جسم پر بال بکثرت تھے' یزید کی ماں کا نام میسون بنت بحدل کلبی تھا۔

عبد الملک کی ایک وضاحت:۔

عبد الملک بن مروان نے خالد بن یزید اور یزید کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو اپنی زندگی میں ولیعہد مقرر کیا تھا اس وجہ سے لوگ ان سے ناخوش تھے' حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخصیتوں نے مسلمانوں میں فساد کا بیج بویا ان میں سے ایک عمرو بن العاص ہیں جنھوں نے جنگ صفین میں امیر معاویہ کی جانب سے نیزوں پر قرآن شریف بلند کرائے۔ ابن قرا کا بیان ہے کہ عمرو بن عاص ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے خوارج کو حکم (ثالث) مقرر کیا تھا۔ جس کا وبال قیامت تک ان کی گردن پر رہے گا۔ دوسری فتنہ انگیز شخصیت مغیرہ بن شعبہ کی ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کو امیر معاویہ نے ایک حکم بھیجا کہ جس وقت تم میرا مکتوب پڑھو خود کو اسی وقت معزول سمجھو مغیرہ نے اس حکم کو نہیں مانا اور چند روز کے بعد خود معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ معاویہ نے اس دیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں ایک اہم کام کی تکمیل میں مصروف تھا جس کے باعث تعمیل حکم میں اتنی تاخیر ہوئی۔ امیر معاویہ نے پوچھا وہ اہم کام کونسا تھا' مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ میں لوگوں سے یزید کے لئے (آپ کے انتقال کے بعد) خلافت کی بیعت لے رہا تھا یہ سن کر امیر معاویہ نے دریافت کیا تو پھر تم نے اس کام کی تکمیل کر دی۔ مغیرہ نے کہا ہاں! میں اس کام کو پورا کر چکا حضرت

معاویہ نے مغیرہ سے کہا تم جاؤ اور حسب سابق اپنے فرائض ادا کرتے رہو۔ جب مغیرہ ابن شعبہ امیر معاویہ کے پاس سے واپس ہوئے تو ان کے ملنے والوں نے پوچھا "کیسی گزری" مغیرہ نے جواب دیا کہ میں معاویہ کو ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ اب قیامت تک ان کا پاؤں اس سے نہیں نکل سکے گا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اسی دن سے باپ کی زندگی میں بیٹا بطور ولیعہد مقرر ہونے لگا ورنہ اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو قیامت تک مسلمانوں میں انتخاب بذریعہ شوریٰ ہوتا۔ ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ عمرو بن حزم نے حضرت امیر معاویہ کو کہلا بھیجا کہ میں آپ کو خوف الٰہی یاد دلاتا ہوں، غور کیجئے کہ آپ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس شخص کو خلیفہ بنائے جاتے ہیں، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم نے مجھے نصیحت کی ہے اور اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، اس کا شکریہ چونکہ اس وقت امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لڑکے ہی لڑکے موجود ہیں (اور کوئی بزرگ نہیں ہے) اور سب لڑکوں میں میرا لڑکا سب سے بہتر ہے اور خلافت کا زیادہ مستحق ہے لہٰذا میں اسی کو اپنا ولیعہد بنا رہا ہوں۔

یزید کی ولیعہدی کے سلسلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا۔

عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک روز خطبہ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح دعا مانگی کہ الٰہی! میں اگر یزید کو اس کی لیاقت اور ہوشمندی کے باعث ولیعہد بنا رہا ہوں تو میری اس کام میں مدد فرما اور میں محض شفقت پدری کے باعث اگر ایسا کر رہا ہوں اور وہ خلافت کے قابل نہیں ہے تو اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے اس کو موت دے دے'

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد (ا) اہل شام نے یزید سے بیعت کی یہاں سے فارغ ہوکر اس نے اہل مدینہ سے بیعت کے لئے کہلا بھیجا' اہالیان مدینہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا اور اسی روز رات کے وقت یہ دونوں حضرات مدینہ سے مکہ معظمہ چلے گئے۔ حضرت ابن زبیرؓ نے نہ خود یزید کی بیعت کی اور نہ اپنی بیعت کے خواستگار ہوئے مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ ان سے جدا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہالیان کوفہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے ہی سے بلا رہے تھے اور ان سے بیعت کے لئے تیار تھے لیکن

آپ ہمیشہ انکار فرما دیا کرتے تھے مگر جب یزید کی بیعت ہونے لگی تو اول تو آپ نے اپنی موجودہ حالت پر رہنے کا ارادہ کیا (کوفہ والوں کے تقاضے کے پیش نظر پھر کوفہ (عراق) جانے کا ارادہ کرلیا۔'

حضرت امام حسینؓ کو اہل الرائے حضرات کے مشورے:۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آپ کو خروج کی رائے دی مگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اس امر سے روکا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی تائید کی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کے اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے مختار بنایا تھا۔ مگر آپ نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔ آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں اس لئے آپ بھی دنیا پر آخرت کو اختیار کیجئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ لوگوں کا یہ مشورہ قبول نہیں کیا اور آخر کار حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو چشم گریاں الوداع کہا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارا مشورہ قبول نہیں کیا اور خروج کر دیا حالانکہ ان کو کوفہ والوں کا اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملہ میں خوب تجربہ ہو چکا تھا۔ (اہل کوفہ کی دغا بازی اور بے وفائی سے بخوبی آگاہ تھے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشگوئی:۔

جابر بن عبداللہ' ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو واقد لیثی نے اسی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نشیب و فراز سے آگاہ کیا لیکن آپ نے کسی کا مشورہ قبول نہیں کیا آخر کار جب آپ نے عراق جانے کا پختہ ارادہ کرلیا تو اس وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے کہا کہ بخدا میرا گمان ہے کہ آپ اپنی مستورات و بنات کے سامنے اسی طرح شہید کر دیئے جائیں گے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے تھے لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت نے بھی آپ پر کچھ اثر نہ کیا اور روانگی پر مصر رہے تو حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے کہا اب تو ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑی۔ اس کے بعد جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو ان سے کہا کہ جو تم چاہتے تھے وہ پورا ہوگیا۔ لو اب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جارہے ہیں اور تمھیں اور سرزمین حجاز کو چھوڑے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

یا لک من قنبرہ بمعمر خلا لک البر فبیضی وا صفری

اے قنبرہ! اب میدان خالی ہے جس جگہ دل چاہے دانہ چگ اور جہاں چاہے انڈے دے اور چہچہا

(عبداللہ ابن زبیر پر طنز)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عراق کو روانگی:۔

اہل عراق کے طلب و تقاضے اور مکتوبات کے بموجب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰ ذی الحجہ ۶۰ ھ اپنے اہل بیت کے ساتھ جس میں مرد عورتیں اور بچے شامل تھے، مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانہ ہوگئے، آپ کی روانگی کی خبر سن کر یزید نے اپنے والی عراق عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کرو، اس نے چار ہزار نفری پر مشتمل لشکر عمر ابن سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں آپ کی طرف روانہ کر دیا، اہل کوفہ اپنی قدیم عادت کے مطابق آپ کو اسی طرح جیسا کہ انھوں حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیا تھا، آپ کو بے یارومددگار چھوڑ کر چل دیئے۔ جب آپ پر ہر طرف سے لشکر مخالف کا دباؤ بڑھا تو آپ نے عمر بن سعد کے سامنے تین باتیں پیش کیں، اول صلح، دوم واپسی، سوم یزید سے ملاقات، لیکن عمر بن سعد نے ان تینوں، باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں مانی اور آپ کو (ہمراہیوں سمیت) شہید کر دیا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد (والی عراق) کے سامنے پیش کیا۔ ابن زیاد، یزید اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل، ان تینوں پر اللہ کی لعنت،۔

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد:۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے مقام پر شہید کیا گیا' آپ کی شہادت کا واقعہ بہت طویل اور دلگداز ہے جس کو لکھنے اور سننے کی دل میں طاقت نہیں ہے۔ان للہ وانا الیہ راجعون امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صرف ۲۶ اہل بیت (گھر کے لوگ) شہید ہوئے' آپ کی شہادت کے ہنگامہ کے بعد سات دن تک اندھیرا رہا۔ دیواروں پر دھوپ کا رنگ زرد پڑ گیا تھا اور بہت سے ستارے بھی ٹوٹے' آپ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو واقع ہوئی۔ آپ کی شہادت کے دن سورج گہن میں آگیا تھا' مسلسل چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے بعد میں رفتہ رفتہ وہ سرخی جاتی رہی البتہ افق کی سرخی جس کو شفق کہا جاتا ہے آج تک موجود ہے یہ سرخی شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے موجود نہیں تھی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن بیت المقدس میں جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔ عراقی فوج کے پاس جس قدر بھی کسنبھ (گیاہ زرد) موجود تھا وہ سب خاکستر بن گیا تھا۔ لشکریوں نے جب اپنے لئے اونٹ ذبح کیا تو اس کا گوشت آگ کی طرح سرخ بن گیا اور جب اس کو پکایا تو وہ کڑوا ہوگیا۔ ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کیا تو بحکم الٰہی آسمان سے ستارے ٹوٹے اور وہ اندھا ہوگیا۔

قصر امارت کوفہ:۔

ثعلبی عبد الملک بن عمیر اللیثی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے دارالامارت میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبید اللہ بن زیادہ کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا تھا پھر اسی قصر امارت میں کچھ دنوں کے بعد عبید اللہ بن زیاد کا سر مختار ابن عبید کے سامنے رکھا ہوا دیکھا پھر کچھ عرصہ بعد مختار ابن عبید کا سر مصعب ابن زبیر کے سامنے، اسی قصر میں رکھا ہوا دیکھا اور کچھ مدت کے بعد مصعب ابن زبیر کا کٹا ہوا سر عبد الملک کے سامنے رکھا ہوا پایا' جب میں نے یہ قصہ عبد الملک کو سنایا تو انھوں نے اس دارالامارت کو نحس، سمجھ کر چھوڑ دیا۔

ترمذیؒ نے سلمیٰ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ام سلمیٰ کے پاس گئی تو میں نے ان کو روتا ہوا پایا میں نے اس رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ کا سر مبارک اور ریش مبارک غبار آلود تھی میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آپ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں' آپ نے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہوتے دیکھا ہے!

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار خواب میں کیا میں نے دیکھا کہ آپ غبار آلود تشریف لئے جارہے ہیں اور آپ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے ہمراہیوں کا خون ہے جو آج میں دن بھر جمع کرتا رہا ہوں۔' لوگوں نے جب اس خواب کے دن کا حساب لگایا تو وہ امام حسین کی شہادت کا دن تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر جنات بھی روئے:۔

ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ام سلمہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جنات کو اشکباری اور نوحہ کرتے دیکھا ہے۔ ثعلب نے امالی میں ابی جناب کلبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے کربلا میں جاکر ایک معزز عرب سے دریافت کیا کہ کیا تم نے جنات کو گریہ وزاری کرتے سنا ہے اس نے کہا کہ تم جس سے چاہو پوچھ لو اور ان کی گریہ وزاری ہر ایک نے سنی ہے میں نے کہا جو کچھ تم نے سنا ہے وہ مجھے بھی بتاؤ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے جنات کی زبانی یہ اشعار سنے ہیں۔

مسح الرسول جبینہ فلہ بریق فی الخلود

جس کی پیشانی پر رسول اللہ نے دست مبارک پھیرا ہے ان کے رخساروں پر بہت چمک تھی

ابواہ من علیا قریش وجدہ خیر الجدود

ان کے والدین قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھے اور ان کے جد تمام اجداد سے بہتر تھے

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو چکے تو ابن زیاد نے ان تمام شہدا کے سروں کو یزید کے پاس دارا السلطنت میں بھیج دیا۔ یزید پہلے تو ان سرہائے بریدہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا مگر جب عامتہ المسلمین اس کے اس فعل پر اس سے ناراض ہوئے اور ملامت کی تو اس کو بھی افسوس ہوا اور اپنے فعل پر ندامت ہوئی۔ سچ تو یہ

ہے کہ عامتہ المسلمین کا یزید کے اس فعل پر ناراضگی کا اظہار بالکل بجا تھا۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں (بسند ضعیف) ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ بنی امیہ میں یزید نامی ایک شخص ہوگا وہ اس عدل میں رخنہ اندازی کردے گا۔

الرویانی نے اپنی مسند میں ابو الدروا کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ میری سنت کو تبدیل کرنے والا بنی امیہ کا ایک شخص یزید نامی ہوگا۔

یزید کو امیر المومنین کہنے پر دروں کی سزا:۔

نوفل بن ابو الفرات کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز (اموی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا یزید کا کچھ ذکر آگیا ایک شخص نے یزید کا امیر المومنین یزید بن معاویہ کہکر نام لیا۔ عمر بن عبد العزیز نے اس شخص سے کہا کہ تو اسے امیر المومنین کہتا ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المومنین کہنے والے اس شخص کو ۲۰ کوڑے لگائے جائیں۔

مدینہ پر حملہ اور قتل و غارت:۔

۶۳ھ میں یزید کو خبر ملی کہ اہل مدینہ اس پر خروج کی تیاری کر رہے ہیں، اور انھوں نے اس کی بیعت توڑ دی ہے یہ سن کر اس نے ایک بڑا بھاری لشکر اہل مدینہ کی طرف روانہ کیا۔(۲) اور مدینہ والوں سے اعلان جنگ کر دیا۔ یہاں لوٹ مار کرنے کے بعد یہی لشکر مکہ معظمہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر لشکر کشی کے لئے بھیجا گیا اور واقعہ حرہ باب طیبہ پر واقع ہوا۔ واقعہ حرہ جانتے ہو کیا ہے، اس کی کیفیت حسن مرہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب مدینہ پر لشکر کشی ہوئی تو مدینہ کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ ہزار ہا اصحابہ ان لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے مدینہ شریف کو خوب خوب لوٹا گیا، ہزاروں لڑکیوں کی بکارت زائل کی گئی (ان کے ساتھ مدینہ النبی میں زنا بالجبر کیا گیا) انا للہ وانا الیہ راجعون!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس شخص کے اوپر اللہ' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی (مسلم) اہل مدینہ نے یزید سے خلع بیعت یوں کیا کہ یزید گناہوں اور فواحش میں بری طرح پھنس گیا تھا۔ واقدی عبداللہ بن خنظلہ الغسیل سے روایت کرتے ہیں کہ واللہ یزید پر حملہ کی ہم نے اس وقت تیاری کی جب ہم کو یقین ہوگیا کہ اب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی کیونکہ فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں' بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے۔ شرابیں پی جارہی تھیں اور لوگوں نے نماز ترک کر دی تھی۔

مکہ پر چڑھائی اور کعبہ اللہ کی بے حرمتی !:۔

ذہبی کہتے ہیں کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ یہ معاملہ کیا (کہ ان کے گھربار اور عزت و ناموس کو لوٹا) اور شراب و دیگر منکرات کا تو وہ پہلے ہی سے عادی تھا اس صورت حال سے مکہ کے تمام لوگ بر افروختہ ہوگئے اور چاروں طرف سے اس کے خلاف آوازیں بلند ہونے لگیں' اور لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ (مدینہ طیبہ کی بے حرمتی اور بربادی ان سے برداشت نہیں ہوئی) ادھر اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر بھی تھوڑی رکھی تھی چنانچہ مدینہ کی غارت گری کے بعد اس نے اپنا لشکر ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے مکے بھیج دیا راستہ میں (مدینہ اور مکہ کے راستہ میں) لشکر کا سپہ سالار مرگیا یزید نے فوراً" دوسرا سپہ سالار نامزد کر دیا۔ جب یہ لشکر یزیدی مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرلیا۔ جہاں تک بن پڑا حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اس لشکر کا مقابلہ کیا چونکہ آپ محصور تھے اس لئے آپ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے ان پتھروں کے شراروں سے کعبہ شریف کا پردہ جل گیا کعبہ کی چھت اور اس دنبہ کا سینگ جو فدیہ حضرت اسماعیل علیہ السلام میں جنت سے بھیجا گیا تھا اور وہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھا سب کچھ جل گیا۔(۴) (اسی آتش زدگی کے باعث اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں) واقعہ حرہ صفر ۶۴ ھ میں پیش آیا اور ماہ ربیع الاول ۶۴ ھ کی آخری تاریخوں میں ملک الموت نے یزید کو آدبوچا اور دنیا اس کے وجود سے پاک ہوگئی۔ یہاں مکہ معظمہ میں یزیدی لشکر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے برسرپیکار تھا کہ عین کارزار میں یہ خبر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو پہنچی اس وقت حضرت عبداللہ ابن زبیر

نے پکار کر کہا کہ اے شامیو! تمھارا گمراہ کرنے والا مرگیا۔ یہ خبر جب شامی لشکر میں عام ہوئی تو تمام لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے سخت ذلت اٹھائی لوگوں نے لشکر کا تعاقب کیا اور جو کچھ کر سکتے تھے وہ کیا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیعت:۔

یزید کے مرنے اور لشکر کے فرار ہو جانے کے بعد ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لوگوں سے اپنی خلافت پر بیعت لی اور اسی دن سے خلیفہ کے نام سے موسوم ہوئے ادھر شامیوں نے معاویہ بن یزید سے بیعت کرلی لیکن معاویہ بن یزید بن معاویہ کا زمانہ خلافت بہت ہی مختصر ہے جس کی تفصیل پر ہم آئندہ پیش کرینگے۔ یزید شاعر بھی تھا اس کے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں (مترجم بخوف طوالت صرف ایک شعر پیش کر رہا ہے)۔ یزید کہتا ہے:۔

اب هذا السهم فاكتحا وامر النوم فا متنعا

ابن عساکر عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ تم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام نامی ٹھیک رکھا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ لوہے کے سینگ کی طرح سخت تھے ان کا لقب (فاروق) بھی ٹھیک رکھا' حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عفان ذوالنورین مظلوم شہید ہوئے اور بارگاہ ایزدی سے دوگنا حصہ رحمت پایا' معاویہ اور ان کا بیٹا ارض مقدس کے بادشاہ ہوئے اور پھر سفاح' سلام' منصور' جابر' مہدی' امین' (امیر الغضب) کل کے کل کعب بن لوی کی اولاد سے ہونگے اور ان کی مثال نہیں ملے گی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت ابن عمرؓ کی زبانی کئی طریقوں سے بیان کی گئی ہے' لیکن کسی نے بھی یہ بیان نہیں کیا کہ میں نے خود ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ واقعہ سنا ہے۔ (بلکہ سب نے روایت دوسرے سے کی ہے)

واقدی نے حضرت ابو جعفر باقرؒ کی زبانی بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے یزید بن معاویہ نے خانہ کعبہ پر ریشمی (دیباج) غلاف چڑھایا۔

یزید کے عہد میں رحلت کرنے والے مشاہیر

یزید کے دور حکومت میں حضرت امام حسین اور ان کے رفقاء' واہل بیت (رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین) اور واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے حضرات صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے سوا ان حضرات نے رحلت فرمائی۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت خالد بن عرفطہ جرہد الاسلمی۔ جابر بن عتیک۔ بریدہ بن الحصیب' مسلمہ بن مخلد' علقمہ بن قیس النخعی الفقیہہ۔ مسروق بن مخرمہ رضی اللہ عنہ۔ (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

واقعہ حرہ (۴) میں شہادت پانے والے قریشیوں اور انصار کی تعداد ۳۶۰ (تین سو ساٹھ) افراد ہے۔

معاویہ بن یزید

ابو عبدالرحمٰن معاویہ بن یزید بن معاویہ ابن ابوسفیان جس کو بعض لوگ ابو یزید اور بعض ابو لیلیٰ بھی کہتے ہیں۔ معاویہ بن یزید ربیع الاول ۶۴ ہجری میں اپنے باپ یزید کے مرنے پر تخت پر بیٹھا' یہ ایک صالح نوجوان تھا۔ بیماری کی حالت ہی میں اس کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور اسی بیماری میں معاویہ بن یزید کا انتقال ہوگیا' اس نے کسی طرف فوج کشی کی اور نہ امور سلطنت میں کوئی اہم کارنامہ انجام دیا اور نہ اس نے کسی روز امامت کی فرائض انجام دیئے۔ اس کی مدت حکومت (خلافت) کل چالیس ۴۰ روز ہے۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ دو ماہ اور بقول بعض تین ماہ حکومت کی۔ انتقال کے وقت اس کی عمر اکیس سال تھی بعض نے بیس سال ہی بتائی ہے۔

جب اس پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد کردیں۔ معاویہ نے جواب دیا کہ جب میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا تو پھر میں اس کی تلخی کیوں چکھوں (یعنی کسی کو نامزد کرنے کا وبال کیوں لوں)۔

حواشی

۱۔ ۶۰ ہجری۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماہ رجب ۶۰ میں انتقال کیا۔

۲۔ مدینہ منورہ کو لوٹنے والا سپہ سالار حصین بن نمیرہ تھا۔ مدینہ کو لوٹ کر اور ایک ایک گھر کی بے حرمتی کرنے کے بعد جب یہ مکہ کی جانب روانہ ہوا تو راستہ میں مرگیا۔

۳۔ یزید کے ان ناپاک اعمال کے بعد بھی لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شان میں گستاخی نہ کرو یا للعجب (مترجم)

۴۔ مصنف علامہ نے واقعہ حرہ سے مدینہ منورہ کی تاخت و تاراج اور کعبتہ اللہ پر فوج کشی دونوں واقعات مراد لئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا سلسلہ نسب:۔

آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے' عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی اسدی' آپ کی کنیت ابوبکر و ابو خبیب ہے۔ آپ خود صحابی ہیں اور صحابی زادہ ہیں' آپ کے والد ماجد زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' آپ کی والدہ ماجدہ اسما بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں۔ آپ کی جدہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

ولادت:۔

آپ ہجری نبوی کے بیس ماہ بعد یعنی دوسری ہجری میں پیدا ہوئے بعض کے نزدیک آپ کی ولادت ۱ ہجری میں ہوئی۔ ہجرت کے بعد آپ ہی پہلے نومولود ہیں' آپ کی پیدائش پر تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی' کیونکہ یہودیوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور اب مدینہ میں ان کے یہاں اولاد نہیں ہوگی' آپ کے پیدا ہونے کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور چبا کر آپ کو چٹائی (یہ کتنی عظیم سعادت تھی جو آپ کے حصہ میں آئی) اور آپ کا نام عبداللہ رکھا اور آپ کے نانا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر آپ کی کنیت بھی حضور نے ابوبکر تجویز فرمائی۔

حضرت عبداللہ کے فضائل:۔

آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے اور نمازوں میں قرات طویل کیا کرتے تھے۔ صلہ رحمی بہت زیادہ کرتے تھے' بہت شجیع و دلاور تھے' آپ نے اپنی راتوں کو اس طرح تقسیم کیا

تھا کہ ایک دن تمام رات صبح تک نمازیں ادا فرماتے اور دوسرے دن تمام رات رکوع کی حالت میں رہتے اور ایک پوری رات سجدے میں گزارتے۔ (راتوں کی یہ تقسیم آپ کا معمول تھا۔ آپ سے تینتیس احادیث مروی ہیں۔ اور آپ سے ان احادیث کی روایت کرنے والے آپ کے بھائی عروہ، ابن ابی ملیکہ، عباس بن سہیل، ثابت النبانی، عطا اور عبیدہ السلمانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ بھی چند اور حضرات ہیں۔

آپ سے بیعت کرنیوالے:۔

آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اور مکہ معظمہ چلے آئے تھے آپ نے نہ خود کسی سے بیعت کی اور نہ دوسروں سے اپنی بیعت طلب کی بیعت سے انکار پر یزید بن معاویہ آپ سے سخت ناراض ہوگیا تھا۔ جب یزید کا انتقال ہوگیا تو آپ نے لوگوں سے اپنے لئے بیعت لی۔ اہل حجاز، اہل یمن، اہل عراق اور اہل خراسان نے آپ سے بیعت کرلی (اہل شام نے نہیں کی)

توسیع حرم:۔

آپ نے کعبہ شریف کی عمارت کی تجدید کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر دو دروازے قائم کئے۔ اپنی محترمہ خالہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمانے پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ میں مزید چھ گز زمین شامل کی جائے آپ نے حسب شمالی میں حرج اسود کے پاس سے حطیم کعبہ میں چھ گز اور شامل کر دی۔ شامیوں اور مصریوں نے یزید کے مرنے کے بعد معاویہ ابن یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا تھا لیکن معاویہ کے مرنے کے بعد انھوں نے بھی عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اطاعت کا اعلان کر دیا اور آپ کی خلافت پر ان شامیوں اور مصریوں نے بھی بیعت کرلی۔

مروان کی شرانگیزی:۔

اسی عرصہ میں مروان نے خفیہ سازشوں کے ذریعے مصرو شام پر اپنا اقتدار قائم کرلیا اور ۶۵ ہجری میں اپنے بیٹے عبد الملک کو اپنا جانشین و ولیعہد نامزد کرکے اس سال مرگیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ مروان کو خلیفہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ باغی تھا اور اس نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خروج کیا تھا اور اس کی اس بغاوت ہی کے باعث اس کا کسی کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا بھی درست نہیں (اس طرح عبد الملک کی ولیعہدی بھی باطل قرار پاتی ہے)۔ ہاں عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبد الملک کی خلافت یا حکومت درست ہو سکتی ہے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت!:۔

عبداللہ ابن زبیر امیر المومنین کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھے کہ عبد الملک بن مروان نے حجاج ثقفی کو چالیس ہزار فوج دے کر حکم دیا کہ مکہ پر حملہ کیا جائے حجاج نے مکہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ متواتر ایک ماہ تک جاری رہا حجاج منجنیق کے ذریعہ مکہ پر سنگباری کرتا رہا۔ ابن زبیر کے معاونین اس طویل محاصرہ سے گھبرا گئے اور بہت پوشیدہ طریقے سے حجاج سے مل گئے۔ ۱۷ جمادی الاول ۷۳ ھ بروز شنبہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرلیا گیا اور انھیں پھانسی دے دی گئی' بعض کے نزدیک حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۷۳ ہجری کے آخری مہینہ میں واقع ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک نے مکہ پر بھی قبضہ کرلیا اور اپنی خلافت و حکومت کا اعلان کر دیا۔

ابن عساکر' بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حجاج نے منجنیق کے ذریعے جب عبداللہ بن زبیر پر سنگباری شروع کی تو اس وقت میں کوہ ابو قیس پر تھا میں نے پہاڑ سے دیکھا کہ گدھے کے برابر ایک شعلہ چکر لگاتا ہوا ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں پر آکر گرا جس سے تقریباً" ۵۰ افراد جل کر خاکستر ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان قریش میں اعلیٰ درجہ کے شہسوار مشہور تھے آپ کی شجاعت کے بہت سے واقعات عوام میں مشہور ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال درجہ محبت:۔

ابویعلی اپنی مسند میں ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے۔ پچھنوں سے نکلا ہوا خون مجھے دے کر فرمایا کہ تم اس کو کسی ایسی جگہ پھینک دو جہاں کسی کی نظر نہ پڑے چنانچہ میں وہ خون باہر لے گیا اور باہر جاکر وہ خون میں نے کہیں چھپانے کے بجائے خود پی لیا اور پھر واپس آگیا۔ حضور نے دریافت فرمایا خون کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو ایسی جگہ چھپا دیا ہے جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم نے اس سے پی لیا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! ارشاد ہوا کہ اس کی وجہ سے لوگ تمہارا دبدبہ مانیں گے اور لوگوں پر تم کو غلبہ اور برتری حاصل رہے گی۔ چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں طاقت اور قوت اسی کی وجہ سے تھی۔

نوف البکالی کہتے ہیں کہ مجھے قرآن پاک میں صاف لکھا نظر آتا ہے کہ ابن زبیر فارس الخلفاء (خلفاء میں شہسوار) ہیں

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت و شجاعت:۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ابن زبیر سے بہتر کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا' آپ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور منجنیق سے پتھر آپ کے کپڑوں کے پاس آکر گرتے لیکن آپ ادھر متوجہ نہیں ہوتے اور برابر نماز میں مشغول رہتے۔

مجاہد کا بیان ہے کہ ابن زبیرؓ عبادت کا بہت شوق رکھتے تھے اگر آپ کے بجائے کوئی دوسرا شخص ہوتا تو ناگہانی حوادث سے عاجز آجاتا (لیکن آپ مطلق نہ گھبراتے) ایک مرتبہ بیت اللہ میں پانی بھر گیا' آپ کو چونکہ ارکان حج ادا کرنے تھے لہٰذا آپ نے تیر کر طواف کعبہ کیا۔

عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین باتوں میں بے مثال تھے' شجاعت' عبادت اور فصاحت و بلاغت' آپ اتنے بلند آواز تھے کہ جب آپ خطبہ دیتے تو آپ کی آواز پہاڑوں سے ٹکراتی تھی۔ ابن عساکر نے عروہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں عرب کے مشہور شاعر نابغہ جعدی نے یہ اشعار لکھے ہیں۔

حکیت لنا الصدیق لما ولیتنا وعثمان الفاروق فارتاح معدم

تم نے بیان کیا جب سے کہ تم ہم پر والی اور حاکم ہوئے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت

فاروق رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کو

وسویت بین الناس فی الحق فستوٰی فعاد صبا حالک اللون اسحم

تمام لوگوں کو حق میں برابر کردیا اور حق روشن ہوگیا سخت تیرگی کے بعد جو گیسوئے سیاہ کی تیرگی کے مانند تھی

ہشام بن عروہ اور خبیب سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے دیباج کا غلاف کعبہ پر چڑھایا ورنہ اس سے قبل غلاف کعبہ پلاس اور چمڑے کا چڑھایا جاتا تھا۔

عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس سو غلام تھے اور وہ ہر غلام سے اس کی (مادری) زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے (اتنی زبانوں سے واقف تھے) جب آپ کو کوئی شخص دنیاوی معاملات میں مصروف دیکھ لیتا تو وہ یہی سمجھتا کہ یہ شخص ذرا دیر کے لئے بھی دنیا سے الگ تھلگ نہیں ہوگا اور اگر کوئی آپ کو دینی امور میں منہمک پاتا تو وہ یہ خیال کرتا کہ یہ شخص کبھی دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہوگا۔ ہشامؒ بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا (عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ) بچپن میں ہر وقت سیف سیف ہی زبان سے ادا کرتے رہتے تھے جب ان کے والد (حضرت زبیر) نے ان کا یہ تکیہ کلام سنا تو اپنی قیافہ شناسی سے فرمایا کہ تم کو مدتوں تک اس (تلوار) سے سابقہ پڑے گا۔

ابو عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز عبداللہ بن زبیر الاسدی حضرت عبداللہ ابن زبیر کے پاس آئے اور کہا کہ یا امیر المومنین میرے اور آپ کے درمیان فلاں تعلق کی بنا پر رشتہ داری ہے' آپ نے فرمایا یہ درست ہے' لیکن اگر تم غور کرو تو تمام انسانوں کے درمیان یہ رشتہ موجود ہے کہ وہ ایک ہی ماں باپ سے ہیں' یہ سن کر عبداللہ بن زبیر الاسدی نے کہا کہ میرا خرچ ختم ہوگیا ہے' آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے نفقہ کا ذمہ نہیں لیا ہے بس مناسب یہی ہے کہ تم اپنے اہل و عیال میں واپس چلے جاؤ' انھوں نے کہا کہ یا امیر المومنین میری اونٹنی بھوک سے اور سردی سے مر رہی ہے آپ نے فرمایا کہ اسے کسی چراگاہ اور مرغزار میں چرنے کے لئے چھوڑ دو اور اس پر نمدہ ڈال دو (تاکہ سردی سے محفوظ رہے) یہ سن کر انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین میں تو آپ سے کچھ وجہ معاش حاصل کرنے کے لئے آیا تھا رائے اور علاج دریافت کرنے کیلئے نہیں آیا تھا۔ لعنت ہو اس اونٹنی پر جس نے مجھے آپ تک پہنچایا ہے' آپ نے فرمایا اور اس کے سوار پر بھی لعنت ہو (جو سائل بن کر آیا ہے) یہ سن کر اسدی چلا گیا اور اس نے چند نامناسب اشعار آپ کی بابت کہے۔

عبداللہ بن زبیر کے دربار میں سرہائے بریدہ پیش ہوئے:۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی بھی کسی دشمن کا سرپیش نہیں کیا گیا البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے ایک شخص کا سربریدہ پیش کیا گیا تھا۔ لیکن آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا تھا، مگر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دربار میں سرہائے بریدہ پیش کیے گئے۔

مدعی نبوت سے مقابلہ و مقاتلہ:۔

آپ کے زمانہ میں مختار الکذاب مدعی نبوت نے خروج کیا پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر لشکر کشی کی اور اس پر ۶۷ ھ میں فتح پائی اور آپ نے اس ملعون کو قتل کر دیا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں وفات پانے والے مشاہیر

آپ کے زمانہ خلافت میں اسید بن ظہیر' عبداللہ بن عمرو بن العاص' نعمان بن بشیر' سلیمان بن صرد جابر بن سمرہ' حضرت زید بن ارقم' حضرت عدی بن حاتم' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' زید بن خالد الجہنی' اور ابو الاسود الدئلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے چند دوسروں لوگوں نے وفات پائی۔

عبد الملک بن مروان

عبدالملک کا سلسلہ نسب:۔

عبد الملک کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبد الملک ابن مروان ابن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب' عبد الملک کی کنیت ابو الولید ہے۔ عبدالملک ۱۷ ھ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ مروان کی زندگی ہی میں جب کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے' ولیعہد مقرر ہوا' اسی وجہ سے اس کی خلافت(۱) کو صحیح نہیں مانا گیا ہے۔ اولاً" جبرو استبداد کے ذریعہ مصر و شام پر قابض ہوا۔ پھر عراق بھی اس کے قبضہ میں آگیا لیکن عراق پر ۷۳ ھ یعنی شہادت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صحیح طور پر متصرف نہیں ہوسکا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد یہ صحیح طور پر خلیفہ بن سکا۔ اسی سال اس کے سپہ سالار حجاج نے کعبہ کو منہدم کراکے اس کی از سر نو تعمیر کرائی اور آج وہ اسی صورت میں موجود ہے۔(۲) حجاج ہی کے اشارہ پر ایک شخص نے علی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زہر میں بجھے ہوئی حربہ سے وارہ کیا جس کے باعث وہ بیمار ہوگئے اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوگیا۔

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جبرو تشدد:۔

۷۴ ہجری میں حجاج نے' باشندگان مدینہ پر بہت ہی جبرو تشدد کیا۔ اور ان کو طرح طرح سے ذلیل و رسوا کیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ' حضرت جابر بن عبداللہ حضرت سہل بن ساعد ساعدی کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر ان کو ذلیل و خوار کیا۔ (ان للہ وانا الیہ راجعون)
۷۵ء میں عبدالملک نے لوگوں کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا اور اسی سال حجاج کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ ۷۷ ھ میں عبد الملک نے مملکت روما کا مشہور شہر ہر قلہ فتح کیا۔ اسی سال عبد العزیز بن مروان نے مصر کی جامع مسجد کو منہدم کرا کر اس کو چاروں طرف سے مزید کشادہ اور وسیع کیا۔

۸۲ ھ میں سنان کا قلعہ جو حیصہ کے اطراف میں واقع تھا فتح کیا۔ اسی سال مغرب میں آرمینیہ و صحاجہ کی جنگ ہوئی۔

۸۳ ھ میں حجاج نے شہر واسطہ کی بنیاد رکھی۔

۸۴ ھ میں حیصہ فتح ہوا اور مغرب کی وادیاں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں۔

۸۵ ھ میں عبد العزیز ابن ابو حاتم نے شہرار دبیل اور بزوعہ بسائے۔

۸۶ ھ میں قلعہ بولق اور قلعہ اخرم فتح ہوئے اور اس سال اخرم میں طاعون پھیلا جو طاعون فتیات کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ اس کی ابتدا عورتوں سے ہوئی تھی۔ اور اسی سال شوال کے مہینے میں عبد الملک بن مروان کا انتقال ہوگیا' اس نے ۱۷ بیٹے چھوڑے۔

سیرت عبد الملک:۔

احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں کہ عبدالملک گندہ دہن تھا (اس کے منہ سے بو آتی تھی) یہ ماں کے پیٹ میں صرف چھ ماہ رہا (چھٹے مہینے پیدا ہوگیا تھا) ابن سعد کا بیان ہے کہ منصب خلافت پر فائز ہونے سے پہلے بہت عابد و زاہد تھا اور مدینہ منورہ کے عبادت گزار لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا یحیی غسانی کا بیان ہے کہ عبد الملک اکثر و بیشتر حضرت ام درد اصحابیہ کے پاس بیٹھا اٹھا کرتا تھا۔(۳) ایک دن ام درد انے فرمایا کہ اے امیر المسلمین میں نے سنا ہے

کہ تم عبادت گزار ہونے کے بعد شراب خوار بن گئے ہو' اس نے جواب دیا کہ شراب خوار ہونے کے ساتھ ساتھ خونخوار بھی ہو گیا ہوں۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الملک بن مروان جیسا چست دانشمند' فقیہ' عالم اور قرآن و حدیث کا جاننے والا نوجوان نہیں دیکھا۔ ابو زناد کہتے ہیں کہ قبیصہ بن ذویب' عروہ بن زبیر' سعید بن مسیب اور عبد الملک بن مروان مدینہ کے فقیہ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ بیٹے پیدا کرتے ہیں لیکن مروان نے باپ پیدا کیا۔

عبد الملک کے علم کے بارے میں ابن عمر کی رائے:۔

عبادہ بن نسی کا بیان ہے کہ کسی شخص نے عبد اللہ ابن عمر سے دریافت کیا کہ آپ قریش کے مشہور عالم ہیں لیکن آپ کے بعد ہم کس سے مسائل دریافت کریں تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا کہ مروان کا بیٹا فقیہ ہے اس سے دریافت کرنا۔ حضرت ابو ہریرہ کے غلام سحیم کا بیان ہے کہ عبدالملک اپنی جوانی کے زمانہ میں ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن یہ نوجوان مملکت عربیہ کا مالک ہو گا۔

عبدالملک کا فضل و کمال:۔

عبیدہ بن ریاح غسانی کا بیان ہے کہ ام درداء (صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عبد الملک سے کہا کہ میں نے تو پہلی نظر میں یقین کرلیا تھا کہ تم بادشاہ بنو گے۔ عبدالملک نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا تھا؟ ام درداء نے جواب دیا کہ تم سے بہتر بات کرنے والا اور بات کا سننے والا میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ (اس سے مجھے یہ یقین ہو گیا تھا)۔

شعبی کہتے ہیں کہ میں جس شخص کا بھی ہم صحبت رہا وہ میرے علم و فضل کا معترف ہو گیا لیکن عبد الملک کے علم و فضل کا خود مجھے اعتراف کرنا پڑا کیونکہ میں نے جب بھی اس کے سامنے کوئی حدیث بیان کی تو اس نے اس میں ضرور کچھ نہ کچھ اضافی کلمات کی طرف مجھے متوجہ کیا اور میں نے جب بھی کسی مضمون کا کوئی شعر اس کے سامنے پڑھا تو عبد الملک نے اسی موضوع کے کئی کئی اشعار فوراً" میرے سامنے پڑھ دیئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ عبد الملک بن

مروان نے حضرت عثمان، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو سعید، حضرت ام سلمہ، حضرت بریرہ، حضرت ابن عمر اور امیر معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حدیث کی سماعت کی اور عبد الملک سے عروہ، خالد بن معدان، رجا بن حیوۃ زہری، یونس بن میسرہ، ربیعہ بن یزید، اسماعیل بن عبید اللہ، جریر بن عثمان (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور چند دوسرے حضرات نے روایت کی ہے۔

بکر بن مزنی کا بیان ہے کہ یوسف نامی ایک یہودی، مسلمان ہوگیا اور قرآن پاک کی تلاوت کو اس کا بیحد شوق پیدا ہوا ایک روز وہ مروان کے مکان کے قریب سے گزر رہا تھا اس نے وہاں بلند آواز سے یہ کہا کہ اس مکان کے مالک سے امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت زیادہ تکالیف اٹھائے گی۔ اس کی یہ بات سن کر میں نے کہا کہ کب تک ان کو یہ تکلیفیں اٹھانا پڑیں گی، اس نے جواب دیا جب تک خراساں سے کالے جھنڈے والے نہیں آئیں گے۔ یہ شخص عبد الملک کا دوست تھا ایک روز اس نے عبد الملک کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا کہ اے عبد الملک بادشاہ بننے کے بعد امت محمدی کے ساتھ خوف خدا سے کام کرنا۔ عبدالملک نے اس کے جواب میں کہا کہ میں ایسے کام ہرگز نہیں کر سکتا جو شریعت کے خلاف ہوں۔ میں اللہ سے ڈرتا رہوں گا۔

یزید کے فعل سے بیزاری:۔

کہتے ہیں کہ جب یزید ابن معاویہ نے مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی تو عبدالملک بن مروان نے کہا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ یہ شخص حرم محترم پر لشکر کشی کر رہا ہے۔ عبدالملک کے دوست یوسف نے یہ سن کر کہا کہ (پناہ بخدا کہنے میں) جلدی مت کرو تمہارا لشکر کعبہ پر چڑھائی کرنے میں اس سے بھی تیز ہوگا۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا تو میں مسجد نبوی میں جاکر عبدالملک کے برابر بیٹھ گیا اس پر عبدالملک نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم بھی اس لشکر میں شامل ہو، میں نے کہا کہ ہاں عبدالملک نے کہا کہ بدبخت تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تو ایسے شخص کے مقابلے کے لئے آرہا ہے جو مدینہ میں مسلمانوں میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا فرزند ہے اور جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور ذات النطاقین کا فرزند ہے یہ وہ

شخص ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چبائی ہوئی کھجور چٹائی (کھلائی) ہے۔ اور جب بھی میں دن کے وقت ان کے پاس پہنچا تو ان کو روزہ دار پایا۔ اور جب رات کے وقت ان کے پاس کبھی گیا تو انھیں تہجد کی نماز میں مصروف پایا' یاد رکھو کہ جو شخص ان کے قتل کی کوششیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔ (اگر روئے زمین کے تمام باشندے مل کر انھیں قتل کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان تمام کو دوزخ میں ڈال دے گا)۔

خود عبدالملک نے خلیفہ بننے کے بعد حجاج کو مکہ پر چڑھائی اور لشکر کشی کا حکم دیا۔ اور حجاج کے لشکر نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جن کی خود عبدالملک نے اتنی تعریف کی تھی) شہید کر دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حکومت عبدالملک کو حاصل ہوگئی تو قرآن شریف کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "تیرا آخری زمانہ ہے' تیرا عہد ختم ہو چکا ہے۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعد سے سنا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان عبد الملک بن مروان اور دو اور نوجوان مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ سعید بن مسیب سے کسی نے دریافت کیا کہ جس طرح یہ تینوں حضرات نماز پڑھا کرتے ہیں اگر ہم بھی اس طرح نماز پڑھیں تو کیا ہرج ہے! انھوں نے فرمایا کہ عبادت زیادہ نماز پڑھنے اور اکثر روزہ رکھنے ہی کا نام نہیں۔ بلکہ عبادت نام ہے ذات الٰہی کے متعلق غور فکر کرنے اور گناہوں سے بچنے اور محفوظ رہنے کا۔

عبدالملک کے اولیات:۔

مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ پہلا وہ شخص جس کا نام اسعدی دور میں عبدالملک رکھا گیا وہ یہی ابن مروان ہے۔ یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے سب سے پہلے عبدالملک ہی نے دینار پر آیات الٰہی نقش کرائیں۔ مصعبؒ کہتے ہیں کہ عبدالملک نے دیناروں پر ایک طرف قل ھو اللّٰہ احد نقش کرایا۔ اس دینار کے کنارے سنہرے اور دائرے پر دارالضرب (ٹکسال) کا نام اور دائرے کے باہر محمد رسول اللہ ارسلہ اللہ بالہدیٰ و دین الحق لکھا ہوتا تھا

عسکری اوائل میں لکھتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان اپنے مراسلوں کی پیشانی پر "قل

ھو اللہ احد" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور تاریخ تحری کروایا کرتا تھا۔ عبدالملک نے جو دینار اپنی مملکت میں رائج کر رکھے تھے وہ عیسائی سلطنت کے دینار تھے۔ ایک بار شاہ روم نے عبد الملک کو لکھا کہ سرکاری خطوط کی پیشانی پر آپ اپنے نبی کا ذکر لکھتے ہیں۔ (آیات قرآنی مراد ہے) اس کو ترک کر دیجئے ورنہ ہم بھی دیناروں پر ایسی چیزیں کرائیں گے جس سے آپ کے دل کو تکلیف پہنچے گی۔ کیونکہ آپ کے اس فعل سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے۔ عبدالملک نے اس معاملے میں خالد بن یزید سے مشورہ کیا۔ خالد نے کہا کہ آپ عیسائی ٹکسال کے دینار اپنی مملکت میں آنا بند کر دیجئے۔ اور خود اپنے دینار دار الضرب میں ڈھلوایئے ' اور اس پر اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مسکوک کرائے' وہ اگر آپ کے خطوط کی پیشانی پر ذکر الٰہی کو ناگوار محسوس کرتے ہیں تو کرنے دیجئے آپ ان کی ناگواری کا اثر قبول نہ کیجئے اور اس کو بدستور باقی رکھئے۔ چنانچہ عبد الملک نے اس پر عمل کیا اور ۷۵ ھ میں خود اپنے دینار ڈھلوائے۔

عبدالملک کے زمانے میں کیا کچھ ہوا:۔

عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلا بخیل خلیفہ عبد الملک بن مروان تھا۔ اس کے بخل کے باعث اس کو "رشح الحجار" (پتھروں کا دینے والا) اور اس کی کنیت ابو الذبان مشہور ہوگئی تھی۔ عبدالملک ہی وہ پہلا خلیفہ ہے جس کے عہد میں عذر ہوا۔ عبدالملک ہی نے اپنے سامنے عوام کا بولنا (کلام کرنا) ممنوع قرار دیا۔ اسی کے زمانے میں لوگوں کو امر بالمعروف سے روکا گیا۔ اس سلسلہ میں عسکری کلبی سے روایت کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے عبدالملک کے بعد عمرو بن سعید بن عاص کو ولیعہد بنایا تھا مگر عبدالملک نے تخت نشین ہونے کے بعد عمرو بن سعید کو قتل کرا دیا (تاکہ اس کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہو سکے) یہ قتل اسلام میں پہلی غداری محسوس کی جاتی ہے' اس قتل کے سلسلہ میں ایک شاعر کہتا ہے۔

یا قوم لا تغلبوا اعربه ایکم فلقد جربتم الغدر من ابناء مروانا

اے قوم کے لوگو! اپنی رائے پر مت چلو کیونکہ تم نے مروان کے بیٹوں کی غداری کا تجربہ کرلیا۔

مسوا وقد قتلو عمر وما رشدوا یدعون غدرا بعهد الله کیسانا

کہ وہ عمرو کی طرف چلے اور اس کو قتل کر ڈالا اور اس طرح اللہ کے عہد سے غداری کی.....

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۷۵ ھ میں عبد الملک نے مدینہ منورہ میں ایک تقریر کی حمد و صلوۃ کے بعد کہا لوگو! میں خلیفہ ضعیف (حضرت عثمان) نہیں ہوں اور نہ میں خلیفہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرح ست ہوں۔ نہ یزید کیطرح کمزور رائے رکھتا ہوں۔ اچھی طرح سن لو میرے پیش رو خلیفہ اپنے اپنے حالات میں گزر گئے لیکن میرے پاس ان تمام بیماریوں کا علاج یہ شمشیر براں ہے۔ تمھیں چاہیے کہ تم میری امداد کے لئے اپنے نیزے سیدھے کر لو' مہاجرین ہم کو اعمال صالح پر مجبور کرتے ہیں لیکن یہ خود ماضی کی طرح اعمال صالح پر عامل نہیں ہیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تم کو بد ترین عذاب دے کر ہلاک کردوں گا۔ یہاں تک کہ پھر ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ اے عمرو بن سعد یاد رکھو قرابت اور رشتہ داری اور چیز ہے اور حکومت اور عہدیداری دوسری چیز تم ذرا سر اٹھا کر میری تلوار دیکھو کہ یہ کیا حال کرتی ہے' یاد رکھو میں ہر چیز برداشت کرلوں گا لیکن کسی امیر پر تمھارا خروج یا اس سے جنگ کرنا برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر اس وقت کوئی مجھے خوف خدا بھی یاد دلائے گا تب بھی میں اس کی گردن اڑانے سے دریغ نہیں کروں گا۔ یہ کہکر وہ منبر سے اتر آیا (اس روایت کا راوی کذاب ہے)۔

عسکری کہتے ہیں کہ عبدالملک ہی وہ پہلا امیر ہی جس نے دفتری زبان فارسی سے بدل کر عربی رائج کی اور وہی پہلا شخص ہے جس نے منبر پر بیٹھ کر (خطابت میں) ہاتھ اٹھائے' میں کہتا ہوں کہ عبدالملک کی اولیات دس ہیں اور ان دس میں پانچ مذموم ہیں اور پانچ محمود و احسن ہیں۔

ابن ابی شیبہ مصنف میں محمد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ امیر جس نے عید الفطر اور عید الضحیٰ کی نماز کے لئے اذان دلوائی مروان ہی کی اولاد میں سے ہے خواہ وہ عبدالملک ہو یا مروان کا کوئی اور بیٹا۔ عبدالرزاق بن جریج کہتے ہیں کہ مجھ سے متعدد اشخاص نے یہ روایت کی ہے کہ اولاً" جس شخص نے کعبہ شریف پر دیباج کا غلاف چڑھایا وہ عبدالملک ہے۔ فقہا میں سے جس جس کو یہ خبر پہنچی اس نے یہی کہا کہ واقعی کعبتہ اللہ کے لئے یہی کپڑا موزوں اور مناسب تھا۔

یوسف بن ماجشون کہتے ہیں کہ عبدالملک جب اجرائے احکام کے لئے بیٹھتا تو اس کے

سر پر تلواروں کا سایہ کیا جاتا تھا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ عبدالملک سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ اے امیرالمومنین آپ پر بوڑھاپا اس قدر جلد کیوں آگیا؟ عبدالملک نے جواب دیا کہ اس لئے قبل از وقت آگیا کہ میں ہر جمعہ کو اپنی تمام عقل لوگوں پر خرچ کر دیتا ہوں محمد بن حرب الزاری کا بیان ہے کہ عبدالملک سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ آدمیوں میں سب سے بہتر کونسا آدمی ہے؟۔ اس نے جواب دیا کہ جو بلند مرتبہ ہو کر تواضع اور انکسار اختیار کرے۔ اور بحالت قدرت (خرچ) زہد کو اپنائے اور بحالت قوت عدل کرے۔

ابن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جو آپ کے بھانجے تھے) کہتے ہیں کہ عبدالملک کے پاس جب کوئی شخص کسی شہر یا قریہ سے آتا تو وہ آنے والے سے کہتا کہ دیکھو مجھے چار باتوں سے معاف رکھنا اور ان چار کے علاوہ جو کچھ کہنا ہو وہ کہنا' اول یہ کہ جھوٹ نہ بولنا کہ میرے یہاں جھوٹے کی قدر نہیں ہے۔ دوسرے میں جو کچھ پوچھوں محض اسی بات کا جواب دینا کیونکہ میری توجہ اسی طرف ہوگی تیسرے میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا کیونکہ اپنی حالت میں خود بھی خوب جانتا ہوں۔ چوتھے مجھے میری رعیت پر بر انگیختہ نہ کرنا کیونکہ ان کو میرے عتاب کے بجائے میری عنایات کی ضرورت زیادہ ہے

وصایائے دم بازپسیں:۔

مدائنی کہتے ہیں کہ جب عبدالملک کو اپنے مرنے کا یقین ہوگیا تو اس نے کہا کہ واللہ جب سے میں پیدا ہوا تھا اس روز سے میری خواہش تھی کہ میں مزدور یا حمال ہوتا' اس کے بعد اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو اور اختلاف سے بچو۔ اور کہا کہ تم ام بریرہ بن جانا اور لڑائی میں ہمیشہ سرگرمی دکھانا' اس موقع پر احرار بنجانا اور جب امرو بالمعروف کرو تو اسطرح کرنا کہ تم ضرب المثل بنجاؤ' کیونکہ وقت سے پہلے لڑائی موت کو نہیں بلاتی (جنگ دعوت موت نہیں ہے) اور امر بالمعروف بطور یادگار باقی رہ جاتا ہے اور اس کا اجر بھی' تلخی میں میٹھے ہو جاؤ اور سختی میں نرم بنجاؤ اور ان اشعار کے مصداق بن جاؤ جو شاعر ابن عبدالاعلیٰ نے کہے ہیں۔

ان القداح اذا اجتمعن فرامها	بالکسرز و منق و بطش بالید
جب بہت سے تیر اکٹھے کر لئے جائیں تو پھر	تو سخت گرفت والے ہاتھ سے بھی
عزت فلم تکسروان ھی بددت	فالکسر والتوھین للمبتدد

ان کا توڑنا ممکن نہیں ہے اور وہ بکھر جائیں   تو ان کے توڑنے میں کسی خاص زور کی ضرورت نہیں

اور اے ولید (ولیعہد سلطنت) حکومت کے معاملات میں (امور خلافت میں) خدا سے ڈر کر کام کرنا اور حجاج کا بہت خیال رکھنا اور اس کی ہمیشہ توقیر و تعظیم کرنا کیونکہ اسی نے تجھ کو خلافت تک پہنچایا ہے' اے ولید حجاج تیرا بازو اور تیری تلوار ہے اس کے بارے میں کسی کی شکایت نہ سننا۔ یاد رکھ تجھ کو اس کی زیادہ ضرورت ہے اور اس کو تیری ضرورت بہت کم ہے۔ جب میں مر جاؤں تو لوگوں سے اپنی بیعت لینا اگر کوئی تیری بیعت سے انکار کرے تو اس کی گردن اڑا دینا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وصیتیں کیں جب عبد الملک پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو ولید رونے لگا اور یہ شعر پڑھا۔

کم عا ئده رجلا و لیس یعوده   الا لیعلم هل یراه یموت

بہت سے بیمار پرسی کرنے والے آتے ہیں لیکن   مرنیوالے کو لوٹا نہیں سکتے تاکہ معلوم ہو کہ مر کر کیا گزری

ولید کو روتا دیکھ کر عبدالملک نے کہا کہ لڑکیوں کی طرح رونے سے کیا حاصل! جب میرا انتقال ہو جائے تو اپنے پیروں کے بل کھڑے ہو جانا (اپنی طاقت اور قوت سے کام لینا) اور جرات سے کام لینا' جا شیر جیسا لباس پہن اور اپنی تلوار کندھے پر رکھ لے جو شخص سرکشی کرے اس کا سر اڑا دے اور جو خاموشی اختیار کرے اس سے مت الجھ (اس کو چھوڑ دے) وہ اپنی بیماری سے خود مر جائے گا۔

میں (جلال الدین سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ عبدالملک اور حجاج (ظلم و ستم میں) دونوں برابر ہیں کیونکہ عبد الملک ہی نے حجاج جیسے ظالم کو مسلمانوں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر حاکم مقرر کیا۔ اور حجاج کمبخت نے عام مسلمانوں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قتل کرنے' ان کے ذلیل و خوار کرنے' گالیاں دینے اور قید میں ڈالنے کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ اور بیشمار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشکیں کسوائیں اور ان کو بہت زیادہ ذلیل و رسوا کیا۔ یقیناً" اللہ تعالیٰ اس کو عذاب سے معاف نہیں فرمائے گا۔

عبدالملک کی شاعری:۔

عبدالملک کو بھی شعرو شاعری سے شوق تھا' اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

بعمری لقد عمرت فی الدھر برھتہ — ودانت فی الدنیا یوقع البواتر

اپنی عمر کی قسم کہ میں دنیا میں بہت جی لیا — اور میری تمام عمر کا زار میں گزری

ناصحنی الذی قد کان ممایسرنی — کلمح مضی فی المزمنات الغوابر۔

بس جو چیز مجھے اچھی معلوم ہوئی وہ — زمانہ سابق میں ایک لمحہ کے مانند گزر گئی

فیالیتنی لم امن فی الملک ساعتہ — ولم الہ فی اللذات عیش لواضر

افسوس میں نے ایک گھڑی بھی فروتنی نہیں کی — کاش میں لذتوں میں اور عیش میں نہ رہتا

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ — من الدھر حتی زار ضینک المقابر

کاش میں درویش و فقیر کی طرح زندگی بسر کرتا — میں قبروں کی تنگ آغوش میں زمانے کے ہاتھوں پہنچ جاتا۔

عبدالملک کا استقلال اور حوصلہ!:۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں بحوالہ ابراہیم بن عدی تحریر کرتے ہیں کہ میں نے عبدالملک بن مروان کو دیکھا ایک بار اس کو ایک رات میں چار مشکلیں پیش آئیں مگر وہ ذرا بھی نہ گھبرایا اور اس کے چہرہ پر شکن بھی نہیں پڑی وہ چار مشکلیں یہ تھیں۔ عبداللہ بن زیاد اور حجاز میں حبیش بن دلجہ کا قتل۔ بادشاہ روم سے کشیدگی اور دمشق کی جانب عمرو بن سعید کا خروج۔

اصمعی کا قول ہے کہ ان چار لوگوں نے نیک کاموں اور بیہودہ باتوں میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ وہ چار یہ ہیں شعبی۔ عبدالملک بن مروان۔ حجاج بن یوسف۔ اور ابن القریہ۔

شعبی کی خطابت و ذکاوت:۔

سلفی اپنی طیوریات میں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عبدالملک باہر نکلا تو ایک عورت اس کو کھڑی ہوئی ملی اس نے عبدالملک کو دیکھ کر کہا کہ اے امیرالمومنین عبدالملک نے کہا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے اور اس نے چھ سو دینار ترکہ میں چھوڑے ہیں۔ میرے رشتہ دار اس کی میراث سے صرف ایک دینار دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا حق بس اتنا ہی بنتا ہے۔ عبدالملک کی سمجھ میں یہ معاملہ نہیں آیا۔ اس نے عورت کو شعبی

کے پاس بھیج دیا۔ امام شعبی نے مسئلہ سن کر کہا کہ تجھے ٹھیک ہی دے رہے ہیں اس لئے متوفی نے اپنے ورثا میں دو بیٹیاں چھوڑی ہیں بس دو تہائی یعنی چار سو دینار تو ان کے ہوئے اور اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے اس کو سو دینار پہنچے' اور بیوی کو آٹھواں حصہ ملا یعنی پچھتر (۷۵) دینار' اور بارہ بھائی ہیں ان کو چوبیس دینار یعنی فی کس ۲ دینار دیئے گئے اس طرح ۴۰۰ + ۱۰۰ + ۷۵ + ۲۴ = ۵۹۹ اب ایک دینار بچا وہی تیرے حصے میں آیا۔

ابن ابی شیبہ مصنف میں خالد بن محمد قرشی سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص حظ نفسانی کے لئے باندی خریدے تو بربری باندی خریدے اور اگر اولاد پیدا کرنا چاہتا ہے تو فارسی کنیز اور اگر خدمت چاہتا ہے تو رومی کنیز خریدے۔

عبدالملک کا بذل و انعام:۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ جس وقت عبدالملک کے سامنے اخطل شاعر نے یہ شعر پڑھا۔

شمس العداوۃ حتی یستفاد لھم — واعظم الناس احلاما" اذا قدروا

ایک عداوت کا آفتاب ہے حتیٰ کہ اس سے فائدہ اٹھایا گیا اور جب اس کو قدرت حاصل ہوگئی تو وہ سب سے زیادہ حلیم بن گیا۔

یہ شعر سن کر عبدالملک نے اپنے غلام سے کہا کہ اخطل کا ہاتھ پکڑ کر اس کو خزانے میں لیجا اور جتنا مال اس سے اٹھ سکے اس کو دیدے' یہ حکم دے کر کہا کہ ہر قوم کا ایک شاعر ہوتا ہے اور بنی امیہ کا شاعر اخطل ہے۔ اصمعی کی روایت ہے کہ ایک روز اخطل عبدالملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے کہا کہ آج شراب کی کچھ تعریف بیان کرو۔ اخطل نے کہا کہ اس کی ابتداء (نشہ کی) لذت ہے اور انتہا درد اور خمار اور درمیانی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ عبدالملک نے کہا کہ آخر کچھ تو کہو' اخطل نے جواب دیا کہ امیر المومنین اس وقت آپ کا تمام ملک میرے جوتے کے تلے سے بھی زیادہ حقیر و ذلیل مجھے معلوم ہوتا ہے' پھر اس نے دو اشعار پڑھے۔

اذا ما ندیمی علنی ثم علنی — ثلث زجاجات لھن ھدیر

جس وقت مجھے میرے ندیم نے بھر بھر کے جام پر جام دیئے پھر تین جام ایسے دیئے کہ ان کی آواز کبوتر کی طرح تھی

خرجت اجر الذیل تیھا کاننی — علیک امیر المومنین امیر

پس میں آپے سے باہر ہو گیا تفاخر کے باعث اس طرح کپڑے سمیٹے سویا کہ میں امیر المومنین پر امیر ہوں

ثعالبی کہتے ہیں کہ عبد الملک کہا کرتا تھا کہ میں ماہ رمضان میں پیدا ہوا' رمضان ہی میں ماں کا دودھ چھوٹا۔ رمضان ہی میں میں نے قرآن ختم کیا۔ رمضان ہی میں بالغ ہوا۔ رمضان کے مہینے ہی میں ولیعہد سلطنت بنا اور رمضان ہی میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور اب مجھے خوف ہے کہ میں رمضان ہی میں وفات پاؤں گا۔ جب رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا تو عبدالملک مطمئن ہوگیا مگر چند دن بعد ہی ماہ شوال میں اس کا انتقال ہوگیا۔

عبدالملک کے عہد میں ان لوگوں کا انتقال ہوا:۔

عبدالملک بن مروان کے عہد سلطنت میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت رافع بن خدیج۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الاکوع۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب' سائب بن یزید' اسلم غلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو ادریس خولانی۔ قاضی شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان شاعر اعشیٰ۔ ایوب بن قریہ (جو اپنی فصاحت میں ضرب المثل تھا)۔ خالد بن یزید بن معاویہ۔ زر ابن حبیش' سنان بن سلمہ بن محبق۔ سوید بن غفلہ۔ ابو وائل۔ طارق بن شہاب۔ حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عبداللہ بن شداد بن الہاد۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عمرو بن حریث۔ عمر بن سلمۃ الجرمی اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگ۔

حواشی

۱۔ خلافت سے مراد حکومت ہے' اس کی صراحت اس سے قبل ہو چکی ہے۔

۲۔ علامہ سیوطیؒ نے یہ صراحت زمانہ کے لحاظ سے کی ہے۔

۳۔ یہ تمام عالمانہ خوبیاں اس کے مے نوشی اور رندی سے پہلے کی ہیں (مترجم)

ولید بن عبدالملک

ولید بن عبدالملک بن مروان کی کنیت ابو العباس تھی۔
شعبی کہتے ہیں کہ چونکہ ولید کو اس کے باپ عبدالملک نے بڑے نازو نعم سے پالا تھا اس لئے وہ ان پڑھ رہ گیا۔ روح بن زنباغ کہتے ہیں کہ میں ایک روز عبدالملک کے پاس گیا میں نے اس کو غمگین پایا تو میں نے کہا کہ آپ اس قدر غمگین کیوں ہیں۔ عبدالمالک نے کہا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ میں اپنا ولیعہد کس کو بناؤں میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا میں نے کہا کہ ولیعہد کو کیا ہوا؟ عبدالملک نے کہا کہ اس کو تو علم نحو بھی نہیں آتا۔ ہماری یہ گفتگو ولید بھی سن رہا تھا اس نے اسی وقت علمائے نحو کو جمع کیا اور ان سے درس لینا شروع کر دیا۔ چھ ماہ تک وہ درس لیتا رہا مگر اس پر بھی وہ جیسا جاہل تھا ویسا ہی جاہل رہا۔ اس وقت عبدالملک نے کہا کہ یہ بیچارہ معزور ہے (یہ پڑھ ہی نہیں سکتا)۔
ابو الزناد کہتے ہیں کہ ولید کثرت سے اعراب کی غلطیاں کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں (بروقت خطاب) اس طرح کہا اھل المدینۃ (لام اہل مفتوح ہونا چاہیے تھا) ابو عکرمہ الضبیعی کہتے ہیں کہ ایک بار ولید نے برسرمنبر اس طرح خطاب کیا۔ یا لیتھا کانت القاضیہ (اس میں اعراب کی بہت سی غلطیاں ہیں) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور سلیمان بن عبدالملک منبر سے قریب ہی بیٹھے تھے' چنانچہ سلیمان بن عبدالملک سے نہ رہا گیا اور اس نے طنزا" باآواز بلند کہا۔ ماشاء اللہ خوب تقریر کرتے ہیں۔ ایک طرف تو اس کی جہالت کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف یہ صورت تھی کہ وہ انتہائی ظالم حکمراں تھا۔

تعریف خود بہ زبان خود:۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابراہیم بن زرعہ سے روایت کی ہے کہ ولید نے مجھ (ابراہیم بن زرعہ) سے کہا کہ تم مجھے کیا خیال کرتے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ ہی بتایئے کہ آپ افضل ہیں یا داؤد علیہ السلام (اللہ کے نزدیک) ولید نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی ذات گرامی میں نبوت اور خلافت دونوں کو جمع کر دیا تھا پھر ان

کی بابت اپنی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ یا داؤد انا جعلنک خلیفة۔ اور انھوں نے جہاد بھی فرمایا تھا۔ میں نے اپنی خلافت کے دور میں بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ اس کے علاوہ میں نے یتیم لڑکوں کے ختنے کرائے، ان کے لئے استادوں کا انتظام کیا، میں اپاہجوں اور معزوروں کے لئے خدمتگار فراہم کرتا ہوں، نابیناؤں کے لئے ان کی تمام ضروریات کا بندوبست کرتا ہوں، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ازسرنو تعمیر کرایا اور اس کو سعت دی۔ قیبوں۔ ضعیفوں اور فقیروں کے روزینے مقرر کر دیئے اس طرح کہ اب ان پر سوال کرنا حرام ہوگیا علاوہ ازیں تمام امور کے سرانجام دینے کے لئے قواعد و ضوابط مقرر کر دیئے۔

ابن ابی علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ولید پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اب ولید جیسے بادشاہ کہاں پیدا ہوتے ہیں جس نے ہندوستان (صوبہ سندھ) فتح کیا اور اندلس کو ممالک محروسہ میں داخل کیا۔ مسجد دمشق کی تعمیر کرائی اور بیت المقدس کی مسجد کے فقراء کو زر سرخ (اشرفیاں) دیا کرتا تھا۔

ولید کی ولیعہدی اور کارنامے:۔

عبدالملک بن مروان نے ولید کو اپنی زندگی میں شوال ۸۶ ھ میں اپنا ولیعہد نامزد کیا۔ ۸۷ ھ میں ولید نے دمشق کی جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور اسی سال مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع اور تعمیر کے احکام جاری کئے۔ اسی سال بیقند۔ بخارا، سردانیہ، مطمورہ، قمیم، بحیرة القرسان فتح کئے۔ اسی سال حاکم مدینہ (عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ) نے بحیثیت میر حجاج دوسرے حاجیوں کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا اور چونکہ سہوا" انھوں نے یوم نحر میں وقوف کیا جس کا تمام عمر ان کو افسوس رہا۔

۸۸ ھ میں ولید نے جرثومہ اور طوانہ فتح کیا۔

۸۹ ھ میں جزیرہ منورقہ(۱) اور میورقہ فتح کئے علاوہ ازیں طوانہ بھی اسی سال فتح ہوا۔

۹۱ ھ میں نسف، کش، شومان، مدائن، اور آذربائیجان کے بعض ساحلی قلعے فتح کئے۔

۹۲ ھ میں ملک اسپین (اندلس)،(۲) باسرہ، شہرار مابیل (شہراردیل)، قترون قبضے میں آ گئے۔

۹۳ھ میں شہر دیبل وغیرہ، کیرخ، برھم و باجہ، بیضاء، خوارزم، سمرقند اور سغد فتح ہوئے۔

۹۴ھ میں کابل، نزعانہ شیوش (سوس) اور سندرہ وغیرہ فتح ہوئے۔

۹۵ھ میں شہر موقان اور مدینہ الباب ممالک محروسہ میں داخل ہوئے۔

۹۶ھ میں لوس وغیرہ فتح ہوئے اور اسی سال نصف جماوی الآخر میں اکیاون سال کی عمر میں ولید نے انتقال کیا۔

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ ولید کے دور میں فتوحات کا سلسلہ (سلسلہ جہاد) برابر جاری رہا اور اس کے زمانے میں ویسی ہی عظیم فتوحات ہوئیں جیسی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہوئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ولید کو قبر میں اتارا تو وہ اپنے کفن کے اندر زمین پر بار بار پاؤں مار رہا تھا۔

ولید کے قولوں میں سے ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آل لوط کا ذکر قرآن پاک میں نہ فرماتا تو مجھے یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص لواطت جیسے فعل کا بھی مرتکب ہو سکتا ہے۔

ولید کے دور میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا:۔

ولید کے دور سلطنت میں انتقال فرمانے والے مشاہیر میں یہ لوگ ہیں۔ عتبہ بن عبد السلمی، مقدام بن معدی کرب۔ عبد بن بشر المازنیؓ۔ عبداللہ بن ابی اوفی۔ ابو العالیہ۔ جابر بن زید۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سہلؓ ابن سعد۔ مسائب ابن یزید۔ سائب ابن خلاء۔ جناب خبیب بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہلال ابن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جناب سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابوبکر بن عبد الرحمٰن۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو حجاج نے قتل کرایا (اللہ کی حجاج پر لعنت ہو)۔ اور بعض دیگر حضرات!

حواشی

۱۔ جزیرہ منورقہ اور میورقہ لکادیپ و مالدیپ سے مراد ہے۔

۲۔ دیبل کے شہر کیرخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد شہر کراچی ہے۔ کراچی ممکن ہے کہ اسی کیرخ کی بدلی ہوئی شکل ہو۔

سلیمان بن عبدالملک

ابو ایوب سلیمان بن عبدالملک' بنی امیہ کے بہترین بادشاہوں میں سے تھا۔ اس کے باپ عبدالملک نے اس کو ولید کے بعد ولیعہد نامزد کیا تھا۔ سلیمان ولید بن عبدالملک کے بعد جمادی الآخر ۹۶ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔

سلیمان نے اپنے والد عبد الملک اور عبد الرحمٰن بن ہبیرہ سے حدیث روایت کی اور سلیمان کے فرزند عبدالواحد اور الزہری نے اس سے روایت کی ہے۔

سلیمان کے اوصاف:۔

سلیمان نہایت فصیح البیان تھا۔ اس نے عدل کو ہر طرف پھیلایا' اس کو جہاد کا بہت شوق تھا۔ اس کی ولادت ۶۰ھ میں ہوئی تھی۔ اس کے اوصاف فضائل میں صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے باکمال شخص کو اپنا وزیر نامزد کیا جو ہمیشہ اس کو خیر کی طرف رغبت دلاتے اور نیکی کی طرف مائل کرتے تھے۔ سلیمان نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حجاج جیسے شقی اور ظالم کے تمام عاملوں کو یک قلم برطرف کر دیا۔(ا) اور عراق کے قید خانوں میں (حجاج کے حکم سے) جو لوگ مقید تھے سب کو آزاد کر دیا۔

سلاطین بنو امیہ تاخیر سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان کو اول وقت میں نماز پڑھنے پر مائل کیا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سلیمان پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی خلافت کا آغاز اول وقت میں نماز کی ادائیگی سے کیا' اور اس کا خاتمہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ مقرر کرنے پر ہوا۔" (یعنی آغاز بھی نیک اور انجام بھی مبارک ہوا)۔

سلیمان بن عبدالملک نغمہ و سرود سے نفرت کرتا تھا۔ بہت بڑا پیٹو (بہت زیادہ کھانے والا) تھا ایک بار ایک مجلس میں ستر انار' ایک بھنا ہوا بزغالہ' چھ مرغ اور کشمش کا ایک مکوکہ کھاگیا (جو کسی طرح بھی ایک شخص کی خوارک نہیں ہے)۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ ایک روز سلیمان بن عبدالملک نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی تو رعنائی اور خوبروئی پر متحیر ہوا اور کہنے لگا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاروق تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باحیا تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے حلیم و بردبار تھے' یزید صبر کرنے والا اور عبدالملک ایک سیاسی بصیرت رکھنے والا تھے ولید بڑا جابر تھا لیکن میں ایک نوجوان رعنا بادشاہ ہوں۔ اس بات کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہوگیا۔ سلیمان نے بروز جمعہ ۱۰ صفر ۹۹ ھ میں وفات پائی۔

سلیمان بن عبدالملک کی فتوحات!:۔

سلیمان کے زمانے میں جرجان۔ قلعہ حدید۔ سروا۔ شفاء۔ طبرستان اور شہر سفالیہ فتح ہوئے اور مندرجہ ذیل مشاہیر کا اس کے زمانہ میں انتقال ہوا قیس بن ابی حازم۔ محمود بن ولید۔ حسن بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب' کریب مولا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عبدالرحمٰن بن الاسود' جناب نخعی علیہ الرحمتہ۔ اور بعض دیگر حضرات۔

سلیمان کی وفات:۔

عبدالرحمٰن بن حسان کنانی فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک میدان جنگ میں دابق کے مقام پر فوت ہوا اس پر جب مرض الموت کا غلبہ ہوا تو اس نے رجاء بن حیوۃ سے دریافت کیا کہ میرے بعد تخت پر کس کو بیٹھنا چاہیے۔ کیا میں اپنے بیٹے کو نامزد کروں رجاء نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو یہاں موجود نہیں جس کی بیعت لی جاسکے' سلیمان نے کہا تو پھر دوسرے بیٹے کو ولیعہد مقرر کروں رجاء نے کہا کہ وہ بہت کم سن ہے! سلیمان نے کہا کہ پھر تمہارے نزدیک کون مناسب اور بہتر ہے؟ رجاء نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ اور کوئی شخص اس کے لئے مناسب اور موزوں نہیں ہے۔ آپ انھیں خلیفہ نامزد کردیں' یہ سن کر سلیمان نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ میرے بھائی ان کی خلافت پر راضی نہیں ہوں گے۔ رجاء نے کہا اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک کو ولیعہد نامزد کردیں' آپ یہ وصیت نامہ لکھ کر اس پر مہر کر دیجئے کہ عمر بن عبد العزیز کے بعد یزید بن عبدالملک ولیعہد ہوگا۔ پھر آپ لوگوں کو بلا کر حکم دیجئے کہ تم اس سے بیعت کرو جس کا نام اس وصیت

نامہ میں موجود ہے۔ سلیمان نے رجاء کی اس رائے کو پسند کیا اور قلم دوات منگا کر وصیت نامہ لکھ کر رجاء کے حوالہ کر دیا اور کہا کہ باہر جاکر فوراً" لوگوں سے بیعت لے لو۔ رجاء نے باہر جاکر لوگوں کو جمع کیا اور کہا لوگو! جس شخص کا نام اس میں درج ہے میں امیرالمومنین کے حکم سے اس شخص کی بیعت تم سے لیتا ہوں لوگوں نے کہا کہ اس شخص کا نام کیا ہے رجاء نے کہا کہ وصیت نامہ پر مہر لگی ہوئی ہے اس شخص کا نام خلیفہ کے انتقال کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہم بیعت نہیں کرتے' رجاء نے سلیمان سے جاکر صورت حال بیان کی۔ سلیمان نے رجاء سے کہا کہ تم کوتوال اور سپاہیوں کو ساتھ لیجاؤ اور زبردستی ان سے بیعت لو اگر کوئی انکار کرے تو اس کی گردن اڑادو چنانچہ یہ ترکیب کارگر ہوئی اور اس طرح بیعت لی گئی۔ رجاء کہتے ہیں کہ میں جس وقت بیعت لیکر واپس آرہا تھا تو راستہ میں مجھے ہشام بن عبدالملک مل گیا اور کہنے لگا۔ رجاء امیرالمومنین نے میرے لئے کچھ کہا ہے یا نہیں' مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے محروم نہ کر دیا ہو! مجھے بتا دو اگر واقعی میں محروم کر دیا گیا ہوں تو پھر میں اپنا کچھ انتظام کروں۔' میں نے کہا مجھے کیا معلوم! جو میں تمہیں کچھ بتلاؤں امیرالمومنین نے تو اس کام کو بہت ہی پوشیدہ رکھا ہے۔' پھر راستے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز مل گئے اور انھوں نے مجھ سے کہا رجاء مجھے سلیمان سے اندیشہ ہے اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اس نے مجھے خلیفہ نامزد نہ کر دیا ہو کیونکہ مجھ میں اس کام کی اہلیت اور صلاحیت نہیں ہے لہٰذا اس سلسلہ میں اگر تم کو کچھ معلوم ہو تو مجھے بتلا دو کہ میں کچھ تدبیر کروں اور کسی نہ کسی طرح اس بلا کو سر سے ٹال دوں میں نے ان کو بھی یہی جواب دیا کہ مجھے اس سلسلہ میں کچھ نہیں معلوم اور اس طرح میں نے ان کو بھی ٹال دیا۔

سلیمان کے انتقال کے بعد حسب وصیت عمر بن عبدالعزیز کا خلیفہ ہونا:۔

جب سلیمان کا انتقال ہوگیا اور وصیت نامہ کھولا گیا تو اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا نام بطور ولی عہد سلطنت (خلافت) درج تھا' یہ دیکھ کر عبدالملک کے دوسرے بیٹوں کو سخت قلق ہوا اور ان کے منہ اتر گئے لیکن جب آگے یزید بن عبدالملک کی ولیعہد کے بارے میں لکھا ہوا پایا تو قدرے اطمینان ہوا اور پھر سب نے بالاتفاق خلافت ان کے سپرد کردی۔ لیکن عمر

بن عبدالعزیز حیران و ششدررہ گئے بیٹھے ہوئے تھے اٹھنے کی سکت بھی باقی نہیں رہی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان کے بازو پکڑ کر ان کو منبر پر چڑھایا عمر بن عبدالعزیز دیر تک منبر پر خاموش بیٹھے رہے، رجاء نے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا کہ تم لوگ کھڑے کس لئے ہو آگے بڑھ کر بیعت کیوں نہیں کرتے یہ سن کر لوگ آگے بڑھے اور رجاء نے آپ کو ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا بیعت کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگوں میں اس امر کو شروع کرنیوالا نہیں ہوں بلکہ ختم کرنے والا ہوں، میں کسی چیز کا ایجاد کرنے والا نہیں ہوں بلکہ اپنے پیش رو حضرات کی پیروی اور اقتدار کرنے والا ہوں۔ اگر دوسرے شہر اور ممالک کے لوگ میری بیعت تمہاری طرح کرلیں تو میں تمہارا خلیفہ ہوں اور اگر انھوں نے انکار کر دیا تو پھر میں خلیفہ نہیں ہوں۔ صرف اس قدر تقریر کرکے آپ نیچے اتر آئے، اتنی دیر میں داروغہ اصطبل گھوڑا لیکر آیا، آپ نے اس سے فرمایا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ خاص خلیفہ کی سواری کا گھوڑا ہے آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں ہے میرا ہی گھوڑا لایا جائے چنانچہ آپ کا گھوڑا لایا گیا اور اس پر آپ سوار ہوئے اور اپنے مکان تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر آپ نے قلم اور دوات طلب کیا اور اپنے ہاتھ سے اطراف و جوانب کے عالمین (گورنروں) کے نام فرمان لکھے رجاء کہتے ہیں کہ جب آپ فرامین لکھ رہے تھے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ کہیں ان میں اپنی کمزوری کا اظہار نہ کردیں لیکن جب میں نے ان فرامین کو دیکھا تو ان سے قوت اور سطوت کا اظہار ہوتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کے مابین خلافت کے معاملہ میں کچھ تلخی ہوگئی اور بات بڑھ گئی۔ سلیمان نے مروان کو گالی دے دی (ابن اللخناء) کہدیا۔ مروان نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا چاہا اور اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھدیا اور کہا خبردار وہ تمہارا بڑا بھائی ہے دوسرے وہ خلیفہ وقت ہے اور عمر میں تم سے بڑا ہے۔ کوئی بات زبان سے نہ نکالنا۔ مروان خاموش ہوگیا مگر عبدالعزیز سے کہا کہ واللہ اس سے بہتر تھا کہ تم مجھے قتل کر دیتے۔ آتش غضب سے میرے تن بدن میں آگ لگی ہے اور لحہ بہ لحہ زیادہ ہوتی جارہی ہے (اور تم مجھے جواب نہیں دینے دیتے)۔ کہتے ہیں کہ غم و غصہ سے اسی رات مروان بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا۔

علامہ ابن ابی الدنیا زیاد بن عثمان کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ "جب سلیمان کا بیٹا ایوب

مرگیا تو میں سلیمان کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ اے امیر المومنین میں نے عبدالرحمٰن ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے' وہ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا نام قیامت تک باقی رہے تو اس کو چاہیے کہ وہ مصائب پر صبر کرے۔

حواشی

ا۔ محمد بن قاسم" فاتح سندھ' قتیبہ بن مسلم باہلی فاتح مشرق (چین و ترکستان) اور موسیٰ بن نصیر فاتح اندلس سلیمان کے عہد ہی میں معزول اور قتل کیے گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان(ا)۔ آپ کی کنیت ابو حفص تھی۔ آپ خلیفہ صالح گزرے ہیں' آپ کا شمار خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت سفیان ثوریؒ اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین' حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (ابو داؤد نے اس قول کو بیان کیا ہے)۔

آپ کا مولد و تاریخ ولادت:۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ حلوان کے مقام پر جو مصر کے مضافات میں ہے ۶۱ ھ یا ۶۳ ھ میں پیدا ہوئے اس زمانے میں آپ کے والد عبدالعزیز (بن مروان) مصر کے حاکم تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب تھیں یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی۔ بچپن میں آپ کے منہ پر گھوڑے نے لات ماردی تھی جس سے چہرے پر چوٹ کا نشان پڑ گیا تھا۔ چوٹ لگنے پر آپ کے والد آپ کے چہرے سے خون صاف کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ تم بنو امیہ کے شجاع ترین فرد ہو اور یقیناً" خوش نصیب اور سعادت مند ہو ۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سلسلہ میں پیشگوئیاں:۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ میری اولاد میں ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جس کے چہرے پر داغ ہوگا وہ تمام روئے زمین کو عدل سے بھر دیگا (ترمذی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے)۔ اور آپ کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہوا۔ (حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام روئے زمین کو عدل سے معمور کر دیا) نیز آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اپنے داغدار بیٹے کا زمانہ پاتا۔ جو دنیا کو عدل سے معمور کردے گا جس طرح اب دنیا ظلم سے بھری پڑی ہے۔ (ابن سعد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بابا جان کی اولاد سے آپ ہی کی مانند ایک خلیفہ پیدا نہ ہو جائے۔ بلال بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر بھی ایک داغ تھا لوگ ان کو دیکھ کر یہ خیال کرتے تھے کہ شاید یہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا مصداق ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو دنیا میں بھیج دیا (اور وہ پیشنگوئی پوری ہو گئی)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جن حضرات سے احادیث کی روایت کی:۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے والد' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب' ابن قارض' یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابی بکر بن عبدالرحمٰن ابن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ربیع بن عمر اور بہت سے صحابہ کرام و تابعین اور علماء سے حدیث روایت کی ہے اور آپ سے حدیث روایت کرنے والوں میں زہری۔ محمد بن کندر۔ یحیٰ بن سعید انصاری۔ مسلمہ بن عبدالملک۔ رجاء بن حیات اور چند دیگر حضرات ہیں۔

جمع قرآن کے وقت آپ کا بچپن تھا' آپ کے والد عبدالعزیز نے آپ کو تحصیل علم کے لئے مدینہ منورہ میں عبیداللہ بن عبداللہ کے پاس بھیج دیا اور ایک عرصہ تک آپ ان سے استفادہ کرتے رہے۔ جب آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تو عبدالملک نے آپ کو اپنے پاس دمشق بلالیا اور اپنی بیٹی فاطمہ سے آپ کا نکاح کر دیا۔ آپ خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے ہی نہایت صالح تھے مگر نازو نعم سے زیادہ لگاؤ تھا چنانچہ آپ پر عیب جوئی کرنے والے ہمیشہ یہ عیب لگایا کرتے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز کی چال نہایت مغرورانہ ہے اور اس سے تکبر ٹپکتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا والی مدینہ مقرر ہونا:۔

عبدالملک کے بعد جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کر دیا اور آپ نے یہ خدمت ۸۹ ھ سے ۹۳ ھ تک انجام دی پھر آپ کو اس منصب سے معزول کر دیا گیا۔ بعد معزولی آپ پھر شام واپس تشریف لے گئے۔

جب ولید نے یہ چاہا کہ اپنے بھائی سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے بیٹے کو ولیعہد مقرر کر دے تو اس کے اس فیصلہ سے بہت سے امرا اور عمادین نے طوعاً" و کرہاً" (ولید کے خوف سے) قبول کرلیا مگر عمر بن عبدالعزیز نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس کی بیعت سے خلع نہیں کر سکتا کہ ایک دفعہ میں بیعت کر چکا ہوں' (اب تمھارے بیٹے کے لئے بیعت نہیں کروں گا) اس پر ولید نے ناراض ہوکر آپ کو قید میں ڈال دیا جہاں آپ تین سال تک رہے۔ تین سال کے بعد کسی کی سفارش پر آپ کو قید سے رہا کر دیا گیا لیکن آپ پھر بھی اپنے اسی ارادے پر قائم رہے۔ چنانچہ سلیمان نے آپ کی اس وفا پرستی اور آپ کے اس احسان کو یاد رکھا اور (اس کا بدلہ اس طرح چکایا) کہ اپنے بعد اس نے آپ ہی کو اپنا ولیعہد نامزد فرمایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مکارم اور بزرگیاں:۔

زید بن اسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے عمر بن عبدالعزیز کے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو بالکل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ نماز پڑھاتا ہو (حضرت عمر بن عبدالعزیز مثل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا فرماتے تھے)۔ آپ جب مدینہ کے حاکم تھے تو آپ ہی وہاں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رکوع اور سجود میں توقف کرتے تھے لیکن قیام اور قعود میں دیر نہیں لگاتے تھے (بیہقی)

محمدؒ بن علیؓ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کسی شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بنو امیہ کے نجیب ہیں اور قیامت میں وہ امت واحدہ کی طرح اٹھیں گے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ بہت سے علمائے کرام حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ اس طرح رہا کرتے تھے جیسے شاگرد ہوں۔ ابو نعیم نے ریاح بن عبیدہ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نماز کے لئے مکان سے باہر تشریف لئے جارہے تھے

اور ایک بوڑھا شخص آپ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے آپ کے ساتھ چل رہا تھا' یہ دیکھ کر آپ نے اپنے دل میں کہا۔ کہ یہ شخص امیر پر ظلم کر رہا ہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کون شخص تھا جو آپ کے ہاتھ پر سہارا دے کر چل رہا تھا' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے ریاح! کیا تم نے ان کو دیکھا تھا میں نے کہا جی ہاں میں نے ان کو دیکھا تھا' آپ نے فرمایا تم بڑے خوش نصیب ہو وہ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حالات دریافت کرنے اور مجھے عدل و انصاف پر گامزن ہونے کی تلقین کرنے تشریف فرما ہوئے تھے۔

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور آپ سے اس نے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کی دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھے ہیں اور آپ (یعنی عمر بن عبدالعزیز) حضور صلی اللہ علی وسلم کے سامنے بیٹھے ہیں اتنے میں دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ جس وقت تم خلیفہ بنو تو تم ان دو شخصوں (حضرت صدیق و فاروق اعظم) کے نقش قدم پر چلنا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھاکر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایسا ہی عمل کرتے ہیں' جب راوی نے اپنے اس خطاب پر قسم کھائی (اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یقین ہوگیا کہ جو کچھ کہا گیا ہے کذب یا تملق پر مبنی نہیں ہے) تو حضرت عمر بن عبدالعزیز زارو قطار رونے لگے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت :۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ سلیمان نے آپ کی خلافت کی بیعت اپنی زندگی ہی میں ماہ صفر ۹۹ میں لے لی تھی (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) آپ کی مدت خلافت بھی حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی طرح کل دو سال پانچ ماہ ہے۔ اس قلیل مدت میں آپ نے زمین کو عدل و انصاف سے معمور کردیا جس قدر ظالم مناصب پر فائز تھے ان کو یک قلم برطرف کر دیا' صرف یہی نہیں بلکہ بہت سی اصلاحات کیں اور احکام حسنہ جاری کئے۔ آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ بیعت خلافت کے جب سلیمان کا سربمہر وصیت نامہ کھولا گیا اور

اس میں آپ کا نام بطور ولیعہد خلافت نکلا تو آپ حیران و ششدررہ گئے اور آپ نے فرمایا کہ واللہ میں نے اس امر کے لئے اللہ تعالیٰ سے کبھی خواستگاری نہیں کی تھی۔ جب داروغہ اصطبل شاہی سواری کا گھوڑا آپ کے لئے لیکر حاضر ہوا تو آپ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے لئے وہی میرا خچر (میرا بغلہ) لے آؤ۔ میرے لئے وہی کافی ہے۔

حکم بن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس اصطبل کے نگراں آئے اور ان سے شاہی اصطبل کے گھوڑوں کے دانے گھاس کا خرچ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان گھوڑوں کو شام کے مختلف شہروں میں بھیج دو تاکہ وہاں یہ فروخت کر دیئے جائیں اور ان کی فروخت کی رقم بیت المال میں جمع کر دی جائے' میرے لئے یہ شہبا خچر ہی کافی ہے۔

منصب خلافت پر تاسف:۔

عمر بن ذر کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز سلیمان کو دفن کرکے واپس ہوئے تو آپ کے غلام نے آپ سے کہا کہ آپ آج اس قدر رنجیدہ اور غمگین کیوں ہیں' آپ نے اس سے فرمایا کہ آج اس دنیا میں کوئی رنجیدہ اور فکر مند ہو سکتا ہے تو وہ میں ہوں' میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کوئی حقدار مجھ سے اپنا حق طلب کرے میں اس کا حق اس کو پہنچا دوں۔

عمر بن مہاجر سے روایت ہے کہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نعت نبی کے بعد کہا کہ اے لوگو! اللہ کی کتاب (قرآن) کے بعد کوئی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں لوگوں پر احکام فرض کرنے والا نہیں ہوں بلکہ ان کا نفاذ کرانے والا ہوں اسی طرح میں کسی امر کا موجد نہیں ہوں بلکہ اپنے اسلاف کا تبع ہوں (پیروی کرنے والا ہوں)۔ نہ میں تم میں سے کسی سے بہتر اور افضل ہوں' ہاں میرا بوجھ تم سے زیادہ ہے' اگر کوئی شخص امام ظالم سے فرار اختیار کرے تو وہ شخص ظالم نہیں ہے اس لئے کہ خالق کی طاعت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے سالم بن عبداللہ کے نام ایک مکتوب ارسال کیا

جس میں ان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ صدقات کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ انھوں نے سوال کے مطابق جواب ارسال کر دیا اور اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ اگر آپ نے لوگوں کے ساتھ وہی عمل اور برتاؤ کیا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے تو آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ اجر کے مستحق ہوں گے۔

حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو وہ روئے' رونے کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ اے حماد! مجھے اس منصب خلافت سے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے'۔ میں نے آپ سے کہا کہ آپ کے دل میں روپے پیسے کی کتنی محبت ہے؟ آپ نے جواب دیا بالکل نہیں تو میں نے کہا کہ پھر ڈرنے کی کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کی استعانت فرمائے گا۔

مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ آپ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے تمام بنی مروان کو جمع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (باغ) فدک تھا اور آپ اس کی آمدنی سے بنی ہاشم کے کمسن بچوں کی پرورش فرمایا کرتے تھے اور بنی ہاشم کی بیوہوں کے نکاح ثانی میں اس آمدنی کو خرچ فرمایا کرتے اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ باغ (فدک) آپ سے مانگا تو آپ نے دینے سے انکار فرما دیا ۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں بھی یہی طریقہ جاری رہا لیکن مروان نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ اور اب وہ مجھے ترکہ میں ملا ہے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دینے سے انکار کر دیا اس کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا حق مجھے کس طرح پہنچ سکتا ہے اس لئے میں تم کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو بالکل اسی حالت میں (غیر موروثی) چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ (یہ مال متروکہ قابل وراثت نہیں ہوگا)۔

اعزا اور اہل بیت کے مال کی ضبطی:۔

لیث کا بیان ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اول آپ نے اپنے رشتہ داروں اور گھر کے لوگوں کے مال کی جانچ پڑتال کی اور ان کے پاس جو کچھ مال و متاع تھا ان

سے لے لیا اور اس کو مال ظلم قرار دیا۔ اسماء بن عبید روایت کرتے ہیں کہ عتبہ بن سعید ابن العاص عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور ان سے شکایت کی کہ اے امیر المومنین آپ سے پہلے جو خلفائے بنی امیہ گزرے ہیں وہ ہم کو مال و متاع سے نواز کرتے تھے۔ (عطیات مرحمت فرماتے تھے)۔ اور آپ نے ان کا سلسلہ بند کردیا۔ ہم بھی صاحب عیال ہیں' میرے پاس زمینیں ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی آمدنی سے اتنا لے لیا کروں جو میرے اہل وعیال کے اخراجات کو کافی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم جو کچھ اپنی محنت و مشقت سے پیدا کرو وہ تمہارا ہے' پھر آپ نے فرمایا کہ اے عتبہ! تم موت کو زیادہ یاد کیا کرو تاکہ اگر تم تنگ دست ہو تو اس میں وسعت پیدا ہو اور اگر تم کو وسعت اور فراخی میسر ہے تو تم کو تنگی محسوس ہو'

بیوی کا تمام زیور بیت المال میں داخل کردیا:۔

فرات بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس ایک بیش بہا اور بے مثل گوہر تھا جو ان کو ان کے والد عبدالملک نے دیا تھا ایک روز عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنا تمام زیور (مع اس گوہر کے) یا تو بیت المال میں دیدو یا مجھے ناپسند کرو تاکہ میں تمہیں خود سے جدا کردوں (طلاق دیدوں) کیونکہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میں اور تم اور تمہارا زیور ایک گھر میں (ایک جگہ پر) ہوں۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے کہا کہ آپ میرا تمام زیور شوق سے بیت المال میں داخل کر دیجئے' میں زیور کے مقابل میں آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ نے ان کا تمام زیور لے کر بیت المال میں دخل کر دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوگیا اور (حسب وصیت) یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس نے آپ کی زوجہ محترمہ (اپنی بہن فاطمہ) سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا تمام زیور بیت المال سے واپس لیکر تم کو دیدوں' مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ جو چیز میں اپنی مرضی سے اپنے شوہر کی زندگی میں دے چکی ہوں تو اب ان کے انتقال کے بعد واپس نہیں لوں گی۔

شہروں کی تعمیر:۔

کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بعض گورنروں نے لکھا کہ ہمارے کچھ شہر ویران اور خراب ہوگئے ہیں' عمارتیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو ہم مالیانہ سے کچھ لے لیں اور ان کی تعمیر کرادیں۔ آپ نے ان کو جواب میں لکھا کہ جب تم میرا یہ خط پڑھو اسی وقت سے ان خستہ اور خراب شہروں کے قلعہ عدل سے تعمیر کردو اور ان کے راستے ظلم سے پاک و صاف کردو یہی ان کی مرمت ہے۔ واسلام'

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا کردار:۔

ابراہیم سکونی کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کے مجھے جس دن سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ بولنا ایک عیب ہے' اس دن کے بعد سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

قیس بن جبیر کہتے ہیں کہ بنی امیہ میں عمر بن عبدالعزیز کی مثال ایسی ہے جیسے خاندان فرعون میں ایک مرد مومن کی۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جس طرح خداوند تعالیٰ نے ایک نبی کے لئے دوسرے نبی سے عہد لیا۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کے لئے خداوند تعالیٰ نے لوگوں سے عہد لیا ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اگر اس امت میں کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

محمد بن فضالہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک جزیرے میں کسی راہب کے پاس سے گزرے تو راہب نے آپ کی طرف دیکھا اور وہ آپ کے پاس حالانکہ وہ راہب کسی کے پاس نہیں آتا تھا۔ اس نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو یہ خبر نہیں اس نے کہا کہ میں صرف اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپؒ کے والد کا یہ حق مجھے ادا کرنا تھا۔ آپ ایک امام عادل کے فرزند ہیں اور ہم نے ان کو ائمہ عدل میں اس طرح چاہا ہے جس طرح ماہائے حرام میں رجب کے مہینے کا مقام ہے۔ ابن بن سوید نے اس قول کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ تین ماہ متواتر شہر حرام کے حضرت ابوبکر و عمرو عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) ہیں اور رجب جو اشہر الحرام میں اکیلا ہے وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ (تین متواتر شہر حرام ذیقعدہ' ذی الحجہ اور محرم ہیں)۔

حسن قصاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں بھیڑیوں

کو بکریوں کے ساتھ چرتے ہوئے دیکھا ہے' اس وقت مجھے سخت تعجب ہوا اور میں نے کہا سبحان اللہ کہ بھیڑیا بکریوں میں اور پھر بکریاں نقصان سے محفوظ رہیں۔ یہ سن کر گلہ بان نے کہا کہ جب سر اصلاح پر ہوتا ہے تو پھر تمام جسم صحیح رہتا ہے' بدن کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

اسی قبیل کی ایک روایت مالک بن دینار سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو چرواہے نہایت تعجب سے کہنے لگے کہ لوگوں پر کون شخص خلیفہ مقرر ہوا کہ بھیڑیئے ہماری بکریوں سے تعارض نہیں کرتے۔

موسیٰ بن اعین کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے زمانہ میں کرمان میں بکریاں چرایا کرتا تھا' سب بکریاں اور بھیڑیے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور بھیڑیا بکریوں کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا اچانک ایک روز ایک بھیڑیا بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ مرد صالح دنیا سے رخصت ہوگیا۔ چنانچہ جب میں نے تحقیق کی تو واقعی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اسی روز انتقال ہوا تھا۔

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ خراسان میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ جب بنو امیہ میں نشان والا (داغدار) خلیفہ ہو تو تم فوراً" وہاں جاکر اس کی بیعت کرلینا اس لئے کہ وہ ایک امام عادل ہوگا۔ چنانچہ وہ بنو امیہ کے ہر خلیفہ کا حلیہ دریافت کرتا رہا آخر جب عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو اس نے پے درپے تین روز تک یہی خواب دیکھا کہ وہ اس سے بیعت کے لئے کہہ رہا ہے اس پر وہ شخص فوراً" خراسان سے روانہ ہوگیا اور اس نے دمشق میں آکر آپ سے بیعت کرلی۔

حبیب بن ہند الاسلمی کا بیان ہے کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے ایک دن کہا کہ خلفاء تین ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تو ہم جانتے ہیں مگر عمر بن عبدالعزیز سے واقف نہیں یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تم ان کی خلافت تک زندہ رہے تو تم کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کون ہیں اور اگر تم مرگئے تو وہ بعد میں ہوں گے (علامہ سیوطیؒ اس قول پر اعتراض فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قول سعید بن مسیب کا نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کا انتقال حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے قبل ہی ہوچکا تھا)۔

ابن عوف کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے ابن سیرین سے طلا (ایک قسم کی شراب) کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ امام مہدی یعنی عمر بن عبدالعزیز اس کے استعمال سے منع فرمایا کرتے تھے (اس لئے اس کا پینا درست نہیں ہے)۔

حسن کہتے ہیں کہ اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں ورنہ سوائے عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کے کوئی مہدی نہیں ہے۔ مالک وبن دینار کا ارشاد ہے کہ اب کوئی زاہد نہیں ہے، زاہد تو عمر بن عبد العزیز تھے کہ ان کے پاس دنیا آئی اور انھوں نے اس کو ترک کردیا۔ یونس بن ابی شبیب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو ان کے خلیفہ ہونے سے پہلے دیکھا تھا تو ان کے موٹاپے کی وجہ سے ان کا نیفہ ان کے پیٹ کی شکن میں گھسا ہوا تھا (وہ کافی موٹے تھے) لیکن جب خلافت کے بعد دیکھا تو ان کی یہ حالت تھی کہ ہر پسلی اور ان کی ہر ہڈی بغیر ہاتھ لگائے ہی گنی جاسکتی تھی۔ (کافی دبلے ہوگئے تھے)۔

عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے عبدالعزیز کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر منصور نے دریافت کیا کہ تمھارے والد کی آمدنی کتنی تھی تو میں نے جواب دیا کہ خلافت سے پہلے ان کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔ منصور نے پھر پوچھا کہ انتقال کے وقت کیا آمدنی تھی؟ تو میں نے کہا کہ صرف چار سو دینار اور اگر آپ کچھ دن اور زندہ رہتے تو اس سے بھی کم آمدنی رہ جاتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی علالت کے زمانے میں جب میں ان کی عیادت کے لئے ان کی خدمت میں گیا تو ان کے جسم پر ایک بہت ہی میلا کرتا تھا یہ حالت دیکھ کر میں نے ان کی بیوی سے کہا کہ آپ یہ کرتا دھو کیوں نہیں دیتیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ان کے پاس صرف یہی ایک کرتا ہے (اگر میں اس کو دھوؤں تو پھر یہ پہنیں کیا؟)۔

خواجہ سرا ابوامیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے غلام کا بیان ہے کہ مجھے ایک روز اپنے آقا کی حرم محترم نے مسور کی دال کھانے کو دی تو میں نے شکایت کی کہ مجھ سے روزیہ مسور کی دال نہیں کھائی جاتی تو انھوں نے جواب دیا کہ بیٹے تمھارے آقا امیر المومنین کی خوارک بس یہی مسور کی دال ہے۔ ابو امیہ ہی سے یہ روایت مروی ہے کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز حمام میں تشریف لے گئے تو وہاں سے اس طرح باہر آئے کہ پیٹ کے نچلے حصے کو دونوں ہاتھوں سے چھپائے تھے (اتنے کپڑے موجود نہیں تھے کہ نم کپڑے اتار کر خشک کپڑے

پہن لیتے)۔ ابو امیہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین نے انتقال سے کچھ پہلے مجھے ایک دینار دیا اور کہا اس کو لیجاؤ اور گاؤں کے لوگوں سے میری قبر کی زمین اس دینار سے خرید لو اور اگر انکار کریں تو واپس آجانا چنانچہ میں لوگوں کے پاس گیا اور زمین خریدنا چاہی تو لوگوں نے کہا کہ واللہ اگر ہم کو تمھارے لوٹ جانے کا اندیشہ نہیں ہوتا تو ہم یہ دینار قبول نہیں کرتے۔ (مجبوراً) ہم یہ دینار قبول کرتے ہیں کہ ورنہ تمام زمین تو امیر المومنین ہی کی ہے)۔

عون بن معمر کا بیان ہے کہ ایک روز آپ اپنی بیوی سے فرمانے لگے کہ فاطمہ! اگر تمھارے پاس ایک درہم ہو تو دے دو آج انگور کھانے کو جی چاہتا ہے انھوں نے کہا میرے پاس درہم کہاں ہے؟ کیا امیر المومنین ہوکر ایک درہم کی حیثیت بھی نہیں رکھتے کہ اس سے انگور خرید لیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ انگور نہ کھانا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ کل میں جہنم کی زنجیریں پہنوں!

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تقویٰ!:۔

آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ کہتی ہیں کہ جس روز سے آپ خلافت پر فائز ہوئے اور جب تک آپ نے انتقال فرمایا آپ کسی روز جنبی نہیں ہوئے (آپ نے مباشرت نہیں کی) اور نہ آپ کو احتلام کی وجہ سے نہاتے دیکھا۔ سہل بن صدقہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی باندیوں کو اختیار دے دیا ہے اور ان سے کہدیا ہے کہ میرے اوپر خلافت کا بوجھ آپڑا ہے جس کی وجہ سے میں تم سے بے پروا ہوگیا ہوں لہٰذا تم میں سے جو آزاد ہونا چاہے وہ آزاد ہے اور جو یہاں رہنا چاہے۔ وہ رہے لیکن اس شرط سے رہے کہ مجھے اس سے اب سروکار نہ ہوگا، آپ کا یہ فرمان سن کر تما باندیاں اور کنزیں رونے لگیں۔

آپ کی حرم محترم فاطمہ فرماتی ہیں کہ جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو سجدے میں سر کو رکھ دیتے اور برابر روتے رہتے اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو جا نماز ہی پر سو جاتے پھر جب آنکھ کھلتی تو پھر اس طرح سجدہ ریزی اور گریہ وزاری کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

ولید بن ابی سائب کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا ہے لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز کو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا پایا۔ سعید بن سوید کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز

امیرالمومنین نماز جمعہ پڑھانے آتے اس حال میں کہ آپ کی قمیص میں آگے پیچھے پیوند لگے ہوتے تھے آپ کی یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے کہا اے امیر امیرالمومنین! اللہ تعالٰی نے آپ کو سب کچھ عطا فرمایا ہے آپ نیا لباس بنوا لیجئے' یہ سن کر آپ کچھ دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر ارشاد کیا کہ تونگری اور مالداری کے وقت میانہ روی اور قوت و قدرت کے وقت معاف کر دینا اس سے کہیں زیادہ بہتر و افضل ہے۔

میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اگر میں پچاس سال تک بھی تمہارا خلیفہ رہوں تب بھی میں انصاف کے جملہ مراتب تم کو نہیں سکھا سکتا اور میں تمہارے دل سے دنیا وی لالچ اور حرص کو نکال دینا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ طمع کے ساتھ تمہارے دل بھی سینے سے نکل پڑیں گے۔ میری آرزو ہے کہ تم برائیوں کو سچے دل سے برا سمجھو تاکہ عدل و انصاف سے دلوں کو تسکین حاصل ہو۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز تو مہدی ہیں انھوں نے جواب دیا کہ فقط مہدی ہی نہیں بلکہ عادل کامل بھی ہیں۔ عمر بن اسد کہتے ہیں کہ لوگ آپ کے پاس بہت سا مال لے کر آتے لیکن آپ واپس فرما دیتے' آپ عام لوگوں سے بے نیاز تھے۔ جویریہ کا قول ہے کہ ایک روز میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پاس گئی تو انھوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بہت تعریف کی اور مجھ سے کہا کہ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو پھر ہمیں کسی شخص کی احتیاج نہ ہوتی (ہماری تمام ضروریات ان سے پوری ہوتیں)۔

عطا ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ آپ کی حرم محترم فاطمہ بنت عبدالملک نے مجھ سے فرمایا کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلافت تفویض کی گئی تو آپ گھر میں آئے اور مصلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرنے لگے اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ میں نے عرض کیا امیرالمومنین آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے فاطمہ! میری گردن میں مسلمانوں کی نگہداشت اور ان کی فلاح و بہبود کا کل بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ میں بھوکے' ننگے' فقیروں' مریضوں' مظلوم قیدیوں' مسافروں ضعیفوں' بچوں اور عیالداروں غرض دنیا کے تمام مصیبت زدوں۔ کی خبر گیری کے بارے میں غور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ کہیں ان میں سے کسی کے بارے میں اللہ تعالٰی مجھ سے باز پرس فرمائے اور مجھ سے جواب نہ بن پڑے تو پھر کیا ہوگا میں اسی فکر میں رو رہا ہوں۔

اوزاعی فرماتے ہیں کہ ایک روز اعیان و معززین بنو امیہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس ان کے گھر میں بیٹھے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تم میں سے ہر ایک کو ایک ایک فوج کا سردار مقرر کردوں ان میں سے ایک شخص نے یہ سن کر کہا کہ آپ ہم سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو آپ کر نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے اس فرش کو جس پر بیٹھے ہو نہیں دیکھتے لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ یہ فرش ضرور خراب ہوگا (ایک دن برباد ہو جائے گا) لیکن اس کی ناپائیداری اور بے ثباتی کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ تم اس کو اپنے پیروں سے (روندکر) خراب کرو پھر میں یہ کس طرح گوارا کر سکتا ہوں کہ تم کو اپنے دین اور مسلمانوں کے معاملات اور مفاوات کا مالک بنادوں۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ تمھاری حالت بہت ہی ابتر ہے، تم پر افسوس ہے افسوس! یہ سن کر انھوں نے کہا کہ کیا ہمیں آپ کا قرابت دار ہونے کے باعث حق نہیں پہنچتا۔ آپ نے فرمایا کہ میری نظر میں اس معاملہ میں تم اور ایک ادنیٰ مسلمان برابر ہیں خواہ کتنا ہی دور دراز پر ہو۔ یاد رکھو مجھ پر یہ بات بہت ہی شاق اور مجھے بہت ہی ناگوار ہے کہ کسی مسلمان کو مجھ سے امداد نہ ملے، (میری امداد سے کوئی مسلمان محروم رہے۔)

حمید کہتے ہیں کہ حسن نے ایک بار میری معرفت عمر بن عبدالعزیز کو ایک خط بھیجا جس میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی بہت سی ضروریات لکھی تھیں۔ میں نے وہ خط آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے عطا اور بخشش کا حکم جاری فرما دیا (حکم جاری فرمایا کہ حسن کو ان کی ضروریات پورا کرنے کے لئے بہت کچھ دیا جائے)۔

ازراعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کو سزا دیتے تو تین دن تک اس کو قید میں (نظر بند) رکھتے محض اس اندیشہ سے کہ اس کی سزا کا حکم کہیں بحالت غیظ و غضب تو نہیں دیا ہے۔ (یہ آپ کو پسند نہیں تھا کہ غصہ میں کسی کو سزا کا حکم دے دیا جائے) جو یریہ بن اسماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا میں نے جب ایک خواہش کو پورا کیا تو اس سے بڑھ کر دوسری خواہش پیدا ہوگئی اور جب اس کی بھی تکمیل کر دی تو اس سے بھی بلند تر ایک اور خواہش پیدا ہوگئی یعنی جنت کی خواہش۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اخراجات و اثاثہ:۔

عمرو بن مہاجر کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یومیہ خرچ دو درہم تھا۔ یوسف بن یعقوب کاہلی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رات میں ایک ٹوپا (فروہ) پہنتے تھے اور آپ کے گھر میں ایک تپائی پر مٹی کا ایک دیا بنا ہوا تھا اسی سے روشنی ہوتی تھی۔ عطا الخراسانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان کے غسل کے لئے پانی گرم کر لائے۔ غلام شاہی باورچی خانہ کے چولھے سے پانی گرم کر لایا' جب آپ کو یہ معلوم ہوا (کہ پانی بیت المال کی لکڑیوں سے گرم ہوا ہے) تو آپ نے غلام کو ایک درہم دیا کہ اس کی لکڑی لاکر شاہی باورچی خانے میں ڈال دے (آپ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ذاتی کام میں بیت المال سے کوئی چیز خرچ کی جائے)۔

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب تک مسلمانوں کے کاموں (امور خلافت) میں مشغول ہوتے تھے اس وقت تک سرکاری شمع روشن رہتی تھی جب امور المسلمین سے فارغ ہو جاتے تھے تو اس کو بجھا دیتے اور گھر کا چراغ روشن کر دیا جاتا تھا۔ حکم کہتے ہیں کہ بنو امیہ کے سابق خلفاء کے پاس تین سو دربان اور تین سو سپاہی ذاتی حفاظت کے لئے رہتے تھے۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو آپ نے دربانوں سے اور سپاہیوں سے کہا کہ مجھے تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے پاس قضا و قدر کے دربان اور نگہبان موجود ہیں اس کے باوجود اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو اس کو دس دینار تنخواہ ملے گی اور اگر کوئی نہ رہنا چاہے یا یہ تنخواہ منظور نہ ہو تو وہ اپنے گھر چلا جائے۔

عمرو مہاجر کہتے ہیں کہ ایک بار سیب کھانے کو آپ کا دل چاہا' آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص نے ہدیہ کے طور پر آپ کو سیب بھیج دیا' آپ نے اس سیب کی بہت تعریف کی کہ اس کی خوشبو بہت اچھی ہے اور رنگ بھی خوب ہے پھر آپ نے غلام سے کہا کہ جس شخص نے مجھے سیب بھیجا ہے اس سے میرا شکریہ اور سلام کہنا اور کہنا کہ آپ کا ہدیہ بہت اچھا ہے اور سیب واپس کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین یہ ہدیہ بھیجنے والا تو آپ کا برادر عم زاد ہے اور وہ آپ کے اہل بیت سے ہے نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہدیہ قبول فرما لیا کرتے تھے یہ سن کر آپ نے فرمایا تم پر حیف ہے! ہدیہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ تھا۔ یہ تو ہمارے لئے رشوت ہے۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں ایک

شخص کے سوا جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے تھے، کسی کے درے نہیں لگوائے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اہل و عیال کے خرچ میں کمی کی تو انھوں نے آپ سے تنگی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس قدر مال نہیں ہے کہ میں تم کو اس سے زیادہ دے سکوں، اب رہا بیت المال تو اس پر تمہارا اتنا ہی حق ہے جیسے دوسرے مسلمانوں کا (بیت المال سے اس رقم کے علاوہ تم کو کچھ نہیں دے سکتا)۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عاملین (گورنروں) کو جو فرمان لکھے وہ حجاج کے فرامین کے بالکل برعکس تھے۔

حواشی

۱۔ آپ عبد الملک بن مروان کے برادر زادہ اور داماد تھے۔ عبدالملک کی بیٹی فاطمہ آپ کی زوجہ تھیں اور ولید اور سلیمان کی بہنوئی تھے

رعیت کے اصلاح حال کی تدابیر۔

یحیی غسانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے موصل (شام کا شہر) کا حاکم مقرر فرمایا تو میں نے وہاں جاکر دیکھا کہ وہاں چوری اور نقب زنی کی وارداتیں بکثرت ہوتی ہیں میں نے اس کی روئیداد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھ کر روانہ کی اور آپ سے دریافت کیا کہ میں ان چوریوں کے مقدمات میں لوگوں کی تہمت پر انحصار کرکے اور اپنے خیال کے مطابق سزا دوں یا شہادت کے حصول کے بعد فیصلہ کروں' اس قسم کے مقدمات اس سے پہلے کے خلفاء کے دور میں مفقود تھے۔ آپ نے جواباً" تحریر فرمایا کہ شہادت پر فیصلے کرو اگر حق و عدل نے ان کی اصلاح نہ کی تو خداوند تعالیٰ کبھی ان کی اصلاح نہیں فرمائے گا۔ یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کے بموجب شہادتوں پر مقدمات کے فیصلے کئے تو جب موصل سے میرا تبادلہ ہوا اس وقت شہر موصل دوسرے شہروں کے مقابلے میں زیادہ اصلاح پذیر ہوگیا۔ اور چوری کی ایسی وارداتیں بہت ہی شاذ رہ گئیں۔

رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک رات رک گیا۔ رات میں چراغ بجھ گیا' آپ کے ایک طرف آپ کا خدمتگار سو رہا تھا میں نے کہا کہ اس کو اٹھا دیجئے آپ نے فرمایا نہیں' میں نے کہا اگر آپ اسے نہیں اٹھاتے تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں اٹھ کر (اس کو دوبارہ) جلا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مروت سے بعید ہے کہ اپنے مہمان سے خدمت لی جائے' یہ کہکر حضرت عمر خود اٹھے' تیل کی بوتل اٹھائی اور چراغ میں تیل ڈال کر اس کو دوبارہ جلایا (ٹھیک کیا) پھر آپ لوٹ کر آئے اور مجھ سے فرمایا کہ جب میں اٹھا جب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب جب لوٹ کر آیا ہوں جب بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں (چراغ جلانے سے میرے نام اور میری ذات میں کوئی بٹہ نہیں لگ گیا)۔

آپ کے منشی نعیم کا بیان ہے کہ احکام و فرامین کے جاری کرتے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز مجھے ہمیشہ منع فرمایا کرتے تھے کہ میں ان فرامین و احکام میں ان کی شان و شوکت اور عظمت کا اظہار بالکل نہ کروں۔

مکحول کا بیان ہے کہ اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نہایت زاہد پاکباز اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے تو میری یہ قسم بالکل سچی ہوگی۔ سعید بن ابی عروبہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز موت کا ذکر کرتے تو لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔

پرہیز گاری ور خوف الٰہی کی تلقین:۔

عطا کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کا معمول اور دستور تھا کہ تمام رات فقہا کو اپنے پاس بٹھاتے اور ان کے ساتھ موت اور قیامت کا ذکر ہوتا۔ ان باتوں پر آپ اس قدر روتے کہ یہ معلوم ہوتا کہ گویا آپ کے سامنے جنازہ رکھا ہے۔

عبید اللہ بن الغیرار سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے ایک بار شام میں مٹی کے منبر پر چڑھ کر خطبہ میں فرمایا "اے لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کرو ظاہر کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی' آخرت کے لئے کماو۔ دنیا خود کمالو گے۔ یاد رکھو حضرت آدم سے لیکر تمھارے ماں باپ تک سب کے سب نذر اجل ہو چکے ہیں' اللہ تعالیٰ ہم کو صلاحیت اور سلامتی کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام"۔

وہیب بن الورد کہتے ہیں کہ ایک روز بنی مروان آپ کے دروازے پر جمع ہوئے اور انھوں نے آپ کے فرزند عبدالملک سے کہا کہ ہماری جانب سے اپنے والد ماجد سے کہو کہ بنی امیہ کے جتنے خلفاء گزرے ہیں سب کے سب ہم کو کچھ نہ کچھ (گزر بسر کے لئے) دیا کرتے تھے لیکن آپ نے وہ سلسلہ بالکل بند کر دیا ہے۔ عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز تک یہ پیغام پہنچایا آپ نے فرمایا کہ ان سے کہدو میرا یہ جواب ہے کہ مجھے خوف ہے کہ اگر میں احکام الٰہی کے خلاف کروں گا تو حشر میں مجھ پر سخت اور درد ناک عذاب ہوگا (یعنی میں احکام الٰہی کے خلاف تمھارے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا)۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اپنے اسلاف کے سچے لوگوں کی پیروی کرو اور ان کے خلاف عمل نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے اور تم سے بہتر تھے۔

جریر (شاعر) ایک دن بہت دیر تک حضرت عمر کی خدمت میں رہے لیکن وہ ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے تو جریر ایک پرچہ پر یہ چند اشعار لکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دوست عون بن عبداللہ کو دیکر واپس چلے آئے۔

يا ايها القاري المرخي عمامة	هذا زمانک انی قد مضى زمنی
اے نیچے عمامہ لٹکانے والے قاری	یہ آپ کا زمانہ ہے میرا زمانہ تو ختم ہو چکا ہے
ابلغ خليفتنا ان كنت لا قيه	انی لدى الباب کا لمصفود فی قرن

اگر ہمارے خلیفہ سے ملنا ہو تو یہ پیام پہنچا دینا کہ میں تمہارے دروازہ پر ایسا ہوں جیسے قیدی

جویریہ بن اسماء کہتی ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ کے پاس جلال ابن ابی بردہ آئے اور آپ کو خلیفہ ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا کہ خلافت کو شرافت کی ضرورت تھی آپ نے اس کو شرافت بخشدی اور اس کو زینت درکار تھی وہ زینت آپ نے اس کو عطا کر دی' آپ مالک بن اسما کے ان اشعار کے مصداق ہیں۔

و تزیدین اطیب طیبا" ان تمسیه این مثلک اینا ؟

تو نے تو خوشبو کی خوشبو کو بھی بڑھا دیا ہے کیونکہ تجھ جیسا کوئی دوسرا کہاں ہے؟

واذا الدر زان حسن وجوه کان للدر حسن وجھک زینا

اگر چہ حسن کی زینت گوہر سے ہوتی ہے لیکن تو نے خود گوہر کو زینت بخشی ہے اپنے حسن سے

قابل تعریف بیٹا بھی ولیعہد ہونے کے لائق نہ تھا:۔

جعونہ کہتے ہیں کہ جب آپ کی زندگی میں آپ کے صاحبزادے عبد الملک کا انتقال ہوگیا تو آپ ان کی تعریف فرمانے لگے (کہ وہ ایسا تھا اور ایسا تھا) مسلمہ نے کہا کہ اے امیر المومنین اگر عبدالملک زندہ ہوتے تو کیا ان کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیتے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! مسلمہ نے کہا کہ اس کی وجہ جب کہ آپ ان کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اصل میں دیکھنا یہ ہے کہ وہ مرحوم میری ہی نظروں میں قابل تعریف تھا یا دوسرے لوگ بھی اس کو قابل تعریف سمجھتے ہیں اس لئے کہ بیٹا باپ کی نظروں میں تو قابل تعریف ہوتا ہی ہے (اس لئے میں اس کی تعریف کر رہا ہوں)۔

غسان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا میں تم کو بس یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اوپر سے سختی کو ڈور کیا کرو' اللہ تعالیٰ بھی تمہاری سختی کو دور کر دے گا اور تم کو فراغت حاصل ہو جائے گی۔

ابو عمر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس حضرت اسامہ بن زید کی صاحبزادی تشریف لائیں تو آپ نے ان کا استقبال کیا اور ان کی بہت عزت و تکریم کی اپنی مسند پر ان کو بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد وہ جس ضرورت سے تشریف لائی

تھیں ان کی اس ضرورت کو پورا کیا۔ حجاج بن عنبہ کا بیان ہے کہ مروان کے خاندان کے چند افراد یکجا ہوکر کہنے لگے کہ اگر ہم کو عمر بن عبدالعزیز تک باریابی کا موقع ملجائے تو ہم ان کو مزاح کے ذریعہ اپنی جانب مائل کرینگے۔ چنانچہ یہ لوگ ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے کوئی مزاحیہ جملہ کہا حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ اتنے میں ایک دوسرے شخص نے ایک پر مذاق بات کہدی دونوں کی باتیں سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ اچھا آپ لوگ یہاں مزاح کی خاطر آئے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ مذاق کی بدولت آپس میں کینہ اور۔فساد پیدا ہوتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ لوگ مجھ سے بس قرآن و حدیث کی باتیں کریں اور اس کے مطالب پر غور کریں۔ اور پھر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

ایاس بن معاویہ بن قرۃ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی مثال ایک بہت ہوشیار دستکار کی ہے جس کے پاس آلات نہ ہوں اور وہ بغیر اوزار ہی کے نہایت عمدہ کام کرے اور اپنی کاریگری دکھائے۔ عمرو بن حفص کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی مسلمان سے کوئی بات سنو تو جب تک اس میں خیر کا ایک شمہ بھی موجود ہو تم اس بات کو شر پر محمول نہ کرنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تحمل اور نیک مشورہ:۔

یحیٰ غسانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالملک کو ایک خارجی کے قتل سے روکا اور یہ مشورہ دیا کہ جب تک یہ شخص اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہ کرلے اور اس کو قید میں رکھو' سلیمان نے خارجی سے کہا کہو اب کیا کہتے ہو اس نے جواب میں کہا کہ اے فاسق ابن فاسق کیا پوچھتا ہے پوچھ! سلیمان نے حضرت عمر کی طرف دیکھ کر کہا کہ آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں' اب تو آپ نے اس کی گفتگو سن لی (کہ یہ گالیاں دے رہا ہے) خارجی نے پھر یہی کہا کہ اے فاسق ابن فاسق کیا پوچھتا ہے؟ یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے! سلیمان نے کہا کہ اس کا فیصلہ میں نے آپ ہی کی رائے پر منحصر و موقوف رکھا ہے فرمایئے اس کے ساتھ کیا سلوک کروں' تب عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ جس طرح اس نے آپ کو گالی دی ہے آپ بھی اسی طرح اس کو گالی دے لیجئے' سلیمان نے کہا کہ

میں یہ تسلیم نہیں کرتا اور اس کے قتل کا حکم دیدیا جب حضرت عمر بن عبدالعزیز وہاں سے نکلے تو راستہ میں آپ کو خالد شحنہ مل گیا اس نے آپ سے کہا کہ جب آپ نے خلیفہ کو یہ رائے دی کہ آپ بھی اس کی گالی کے بدلہ اس کو گالی دے کر لیجئے تو مجھے تو یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں خلیفہ سلیمان آپ کے قتل کا مجھے حکم نہ دے بیٹھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اگر خلیفہ تم کو میرے قتل کا حکم دے دیتا تو کیا تم مجھے قتل کر دیتے' اس نے کہا واللہ میں آپ کو فوراً" قتل کر ڈالتا۔ جب سلیمان بن عبدالملک کے بعد آپ خلیفہ ہوئے تو حسب معمول خالد کو توال بھی اپنی جگہ پر آکر دربار میں کھڑا ہوا' آپ نے فرمایا اے خالد اپنی تلوار یہاں رکھ دو' اس سے تلوار لیکر آپ نے اس کو معزول کر دیا اور پھر بارگاہ الٰہی میں اس طرح عرض کی کہ الٰہی خالد کو میں نے محض تیری خوشنودی کے لئے معزول کیا ہے (اس کے ہاتھ سے میں نے تلوار رکھوادی ہے) اب تو بھی کبھی اس کے ہاتھ میں تلوار نہ دینا۔ اس کے بعد اصحاب شرطہ (پولیس) پر نظر ڈالی اور عمرو بن مہاجر انصاری کو بلا کر ان سے کہا کہ اے عمرو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان سوائے اسلام کے اور کوئی قرابت نہیں ہے چونکہ میں نے سنا ہے کہ تم قرآن کی تلاوت بہت زیادہ کرتے ہو اور میں نے بچشم خود تم کو ایسی جگہ نماز پڑھتے دیکھا ہے جہاں کسی کے نماز پڑھنے کا گمان بھی نہیں ہو سکتا اور یہ بھی دیکھا ہے کہ تم نماز خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھتے ہو نیز تم انصاری ہو لہٰذا یہ تلوار اٹھاؤ میں آج سے تم کو کوتوال شہر مقرر کرتا ہوں۔

شعیب کا بیان ہے کہ عبدالملک بن عبدالعزیز (آپ کے صاحبزادے) آپ کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا کہ اے امیرالمومنین آپ اپنے رب کے ماننے والے ہیں اگر کل قیامت میں اس نے آپ سے سوال کیا کہ تم نے لوگوں کو بدعتوں میں مبتلا پایا لیکن اس کے مٹانے اور احیائے سنت کی کوشش کیوں نہیں کی تو ابا جان اس کا کیا جواب دیں گے۔ آپ اپنے فرزند کے اس سوال سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور جزائے خیر دے' بیٹا! اصل بات یہ ہے کہ قوم کے رگ وپے میں بدعت سرایت کر گئی ہے' اور لوگ خلاف سنت عمل کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو اب ایسی صورت میں اگر میں ان سے بدعات ترک کرانے پر مکابرہ کرلوں تو بڑی خونریزی کا اندیشہ ہے اور خدا کی قسم میں ایک چلو خون اپنے لئے بہانے پر تیار نہیں ہوں (کہ میری وجہ سے خونریزی ہو) اور نہ خدا کرے کہ تمہارے باپ پر کوئی ایسا دن زندگی میں آئے کہ اس کی خواہش بدعات کی بیخ کنی

اور احیاء سنت نہ ہو (میری تو یہ پوری خواہش ہے لیکن خونریزی سے ڈرتا ہوں)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اقوال:۔

معمر کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ جو شخص لڑائی جھگڑے، طمع اور غصہ سے الگ رہا اس کو فلاح حاصل ہوگئی۔ ارطاۃ بن منذر کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اپنی حفاظت کے لئے کوئی محافظ رکھ لیں اور اپنے کھانے پینے میں احتیاط برتیں تو مناسب ہوگا۔ آپ نے یہ سن کر کہا کہ اگر میں سوائے قیامت کے کسی اور چیز سے ڈرتا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح امن و امان سے نہ رکھتا عدی بن فضل سے مروی ہے کہ میں نے ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو! اور رزق کی تلاش میں مارے مارے نہ پھرو کہ تم میں سے اگر کسی شخص کا رزق پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہے یا زمین کی تہہ میں موجود ہے وہ اس کو یقیناً" ملے گا! ازہر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور آپ کی قمیص میں پیوند لگے تھے۔

عبداللہ بن العلاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو دیکھا کہ آپ جمعہ کے خطبہ اولیٰ میں ان سات جملوں کی تکرار فرمایا کرتے تھے۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا' من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ' من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد و من یعص اللہ وسولہ فقد غوی ثمہ یوصی بتقوی اللہ ○

ترجمہ:۔ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت کے طالب ہیں اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں اور اپنی بداعمالیوں سے جس کو اللہ ہدایت یاب فرما دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر

سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور کوئی اس کے سوا عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہوا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ (بے راہ) ہوگیا۔ میں پھر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ لوگو! اللہ سے ڈرو!!

اور حصہ ثانیہ کے آخری جملے یہ ہوتے تھے:۔

یا عبادی الذین اسرفوا علٰی نفسھم لا تقنطو من رحمتہ اللہ

حاجب بن خلیفہ برجمی سے مروی ہے کہ ایک بار میں آپ کے خطبہ میں شریک ہوا جب کہ آپ منصب خلافت پر فائز تھے' آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ "جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین) نے جاری فرمایا وہ عین دین ہے۔ ہم کو اسی طریقہ پر چلنا چاہئیے اور جو طریقہ اس کے خلاف ہو اس کو ترک کر دینا چاہئے۔ (حلیہ میں ابو نعیم سے مذکور ہے)۔

ابن عساکر نے ابراہیم بن علیتہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ عید کے روز لوگ آپ کے پاس آتے تھے اور سلام کرتے (عید کے مبارکباد اس طرح پیش کرتے) اور کہتے کہ اللہ تعالٰی آپ سے اور ہم سے (روزوں اور قربانی کو) قبول فرمائے آپ جواب میں انہی الفاظ کو دہرا دیا کرتے اور کچھ نہ فرماتے۔ میں کہتا ہوں کہ عید سال نو اور ماہ نو کے لئے اس سے بہتر تہنیت یا مبارکباد نہیں ہو سکتی۔ جعونہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عمرو بن قیس سکونی کو صائفہ کا حاکم مقرر فرمایا تو بوقت روانگی ان سے بطور نصیحت فرمایا کہ عمرو! وہاں کے لوگوں کی بات سننا' بدمعاشوں سے پرہیز کرنا۔ اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنا ایسا نہ ہو کہ تم جاتے ہی ان کا قتل شروع کردو اور پھر آخر میں ان سے ڈرنے لگو' بلکہ تم پہلے ہی دن سے میانہ روی کو اختیار کرنا تاکہ وہ تمہارے مرتبہ سے آگاہ ہوں اور تمہاری بات غور سے سنیں۔

عدل و انصاف کے ذریعہ اصلاح کی ہدایت:۔

سائب بن محمد کہتے ہیں کہ جراح بن عبداللہ نے آپ کو اہل خراسان کی صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ بہت بگڑے ہوئے ہیں ان کی اصلاح تلوار اور دروں کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ امیر المومنین مجھے اپنے خیال سے آگاہ فرمائیں (کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کروں) آپ نے ان کو جواب میں لکھا کہ تم نے یہ غلط لکھا کہ اہل خراسان تلوار کے بغیر درست نہیں ہو سکتے۔ عدل اور حق یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی بدولت وہ خود بخود درست ہو جائیں گے لہٰذا تم ان میں حق و انصاف عام کرو اور حق رسانی کی اشاعت کرو۔ والسلام!

امیہ بن زید قرشی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب کوئی فرمان یا مراسلہ مجھ سے لکھواتے تھے تو پہلے آپ یہ دعا فرماتے تھے' الٰہی! میں اپنی زبان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں'

صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا کہ کسی بات پر حضرت عمر بن عبدالعزیز مجھ پر ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے ایک دن میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ نوجوان بادشاہ کے غصہ سے ڈرنا چاہیے اور جب ان کا غصہ فرو ہو جائے تو ان کے پاس آکر نرمی سے معافی مانگنا چاہئے آپ نے فرمایا اے صالح میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم اس مقولہ کی پابندی نہ کرنا اور اس پر عامل نہ ہونا۔

عبد الحکیم بن محمد مخزومی کہتے ہیں کہ ایک دن جریر بن خطفی حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس آیا اور اس نے آپ سے کچھ بات کرنا چاہی لیکن آپ نے منع فرما دیا۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ ذکر کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات ہے تو کہو! اس نے کہا۔

ان الذی ابعث النبی محمدا — جعل الخلافۃ بالامیر العادل

وہ ذات جس نے محمد ﷺ کو دنیا میں مبعوث — فرمایا اس نے اب خلافت ایک امیر عادل کے ہاتھ میں دیدی ہے

رد المظالم حقھا بیقینھا — من جورھا واقام میل المائل

جس نے یقیناً مظالم کو رد کردیا — اور لوگوں میں حق و انصاف کو پھیلایا

انی لا رجونیک خیرا عاجلا — والنفس مغرمۃ بحب العاجل

بیشک مجھے آپ سے جلد خیر کی امید ہے — اس لئے کہ نفس محبت عاجل پر فریفتہ ہے۔

آپ نے یہ اشعار سن کر اس سے فرمایا کہ قرآن مجید میں تمہارا حق مذکور نہیں ہے (پھر مجھ سے کس حق کے طالب ہو) جو میں بیت المال سے تم کو وہ حق دوں' اس نے عرض

کیا کہ نہیں امیر المومنین میرا حق قرآن مجید میں موجود ہے۔ میں مسافر ہوں اور مسافر کا حق اس میں موجود ہے' یہ سن کر آپ نے اس کو جیب خاص سے پچاس دینار عطا کر دیئے۔

طیوریات میں واقعہ مذکور ہے کہ جریر بن عثمان الرحی اپنے باپ کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے' آپ نے ان سے اُن کے فرزند کی تعلیم و تربیت کے بارے میں دریافت فرمایا اور پھر خود ہی فرمایا کہ تم اس کو فقہ اکبر کی تعلیم دو انھوں نے دریافت کیا کہ فقہ اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قناعت اور مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچانا فقہ اکبر ہے'

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں محمد بن کعب القرضی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مجھے بلا کر فرمایا کہ عدل کی تعریف کرو' میں نے عرض کیا کہ ماشاء اللہ' سبحان اللہ آپ نے بہت بڑی اور عظیم چیز کی تعریف دریافت کی ہے' بہر حال' عدل یہ ہے کہ چھوٹوں سے باپ کی طرح' بڑوں سے بیٹے کی طرح اور برابر والوں سے بھائی کی طرح سلوک کیا جائے نیز یہ کہ عورتوں سے حسن سلوک روار رکھا جائے۔ لوگوں سے جرائم پر ان کو صحت اور جسمانی طاقت کے مطابق سزا دی جائے اور اپنے غصہ کی وجہ سے کسی کو نہ ستایا جائے' ان امور سے تجاوز کرنا ظلم ہے۔

آپ کی دعا کا اثر:۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ آپ کے زمانہ خلافت میں غیلان نامی شخص نے قدر کی عقیدہ سے انکار کیا یعنی کہا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے آپ نے اس کو توبہ کی تاکید فرمائی اس نے کہا کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو آپ کی یہ ہدایت مناسب تھی۔ اس وقت آپ نے یہ دعا فرمائی کہ الٰہی اگر غیلان سچا ہے تو خر ورنہ اس کو غیب سے یہ سزا دیجئے کہ اس کے ہاتھ پیر کٹوا کر اس کو سولی پر لٹکایا جائے۔' آپ نے یہ دعا کر کے اس کو چھوڑ دیا۔ اس نے آزاد ہو کر اپنے ان عقائد باطلہ کی خوب اشاعت کی مگر جس وقت ہشام بن عبدالملک تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے غیلان کو گرفتار کرالیا اور (اس کی عقائد باطلہ کی سزا میں) اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوا کر سولی پر چڑھا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب و شتم موقوف:۔

خلفائے بنو امیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب و شتم کرتے تھے آپ نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی سختی سے اس کی ممانعت کردی اور اپنی عمال کو لکھا کہ ممالک محروسہ میں کہیں بھی ایسا نہ ہونے پائے اور جو خلاف شان الفاظ کہے جاتے ہیں ان کے بجائے یہ الفاظ پڑھے جائیں۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی و یعظکم لعلکم تتقون ○

چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک خطبات کے آخر میں یہی کلمات پڑھے جاتے ہیں۔

قالی کا بیان ہے کہ بروایت چندان تک یہ پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز شعر بھی کہا کرتے تھے۔ شمس بریلوی صرف دو شعر مع ترجمہ نقل کرتا ہے۔

ان الغواد عن الصبا	وعن انقیاد للھوی
بیشک اپنے دل کو باز رکھ بچپن سے	نفس کی اتباع اور پیروی سے
فلعمر ربک ان فی	شیب المفارق و الجلا
رب العالمین کی قسم اگر تو نصیحت قبول کرے	تو بڑھاپے میں بھی تیرے سر پر خیر خواہ موجود ہے

ایک وضاحت:۔

ثعالبی لطائف میں کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما و حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ' مروان بن الحکم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سروں پر بال نہ تھے اس کا سبب یہ تھا کہ یہ سب حضرات خود کثرت سے پہنا کرتے تھے بعد کے خلفاء امر المسلمین چونکہ سر پر خود نہیں رکھتے تھے اس لئے ان کے بال نہیں گرے' خود لگانے کے باعث سر کے بال اڑ جاتے تھے۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ ایک شاعر نے فاطمہ بن عبدالملک بن مروان زوجہ عمر بن عبدالعزیز کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا۔

بنت الخلیفه والخلیفه جدھا	اخت الخلائف و خلیفه زوجھا

یعنی فاطمہ! خلیفہ کی بیٹی' خلیفہ کی پوتی' چند خلفا کی بہن اور خلیفہ کی بیوی تھی۔ زبیر کہتے ہیں کہ اس نے بالکل سچ کہا کہ آج تک فاطمہ بنت عبدالملک کے سوا کوئی عورت سوائے آپ کی بیوی کے ایسی نہیں گزری جس پر یہ شعر صادق آتا ہو کہ فاطمہ عبدالملک کی بیٹی' خلیفہ مروان کی پوتی' سلیمان' ولید' یزید اور ہشام کی بہن اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی بیوی تھیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بیماری اور وفات!:۔

کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے عرض کیا کہ اگر آپ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوتے تھے (دارالخلا فہ وہاں ہوتا) اور آپ کا وہاں انتقال ہوتا تو آپ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں جو چوتھی جگہ خالی ہے وہاں دفن کیا جاتا' آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر سوائے عذاب دوزخ کے خداوند عالم تمام عذاب دے دیتا تو مجھے منظور تھا بشرطیکہ جناب باری تعالیٰ مجھے یہ بتا دیتا کہ تو اس جگہ دفن ہونے کا اہل ہے یا نہیں!

ولید بن ہشام کا بیان ہے کہ آپ سے کسی شخص نے مرض کی حالت میں عرض کیا کہ آپ علاج کیوں نہیں کرتے تو آپ نے جواب دیا کہ جس وقت مجھے زہر دیا گیا تھا اور اس وقت مجھ سے کہاجاتا کہ تم اپنے کانکی لو چھو لو یا فلاں خوشبو سونگھ لو تو تم شفایاب ہو جاؤ گے' (یہ سب سے آسان علاج ہو سکتے تھے) تب بھی میں ایسا نہیں کرتا (کیونکہ اگر میں مرگیا تو زہر خورانی کی وجہ سے شہادت کا درجہ حاصل کروں گا)۔

عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب آپ کا وقت آخر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب مجھے اکیلا چھوڑ دو اور سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ سب لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے صرف مسلمہ اور فاطمہ دروازہ پر بیٹھ گئیں۔ انھوں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ مرحبا! ان چہروں سے آپ نہ انسان ہیں نہ جنات' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی تلک الدار الاخیرۃ الخ اس کے بعد آواز آنا بند ہوگئی۔ چنانچہ یہ دونوں خواتین اندر گئیں تو دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے'

ان للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حسن بصریؒ کا ایک اہم ارشاد:۔

ہشام کا بیان ہے کہ جب آپ کے انتقال کی خبر حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا دنیا کا سب سے بہترین آدمی رخصت ہوگیا" خالد ربعی کہتے ہیں کہ مجھے تو اس رات یوں معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز پر زمین و آسمان چالیس دن تک روئیں گے (آپ کا غم کریں گے)۔

یوسف بن مالک کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کو دفن کرنے کے بعد قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے تو فضا سے ایک کاغذ آکر گرا جس میں یہ تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

امان من اللہ لعمر بن عبدالعزیز من النار!

(اللہ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کو آتش جہنم سے امان ہے)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ولی عہد (یزید بن عبدالملک) کو ایک خط اس مضمون کا لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ عمر کی جانب سے یزید بن عبدالملک کے نام! اسلام علیکم میں اس خداوند قدوس کی تعریف کرتا ہوں کہ سوائے اس کے اور کوئی معبود نہیں ہے، میں تم کو یہ خط اپنے کرب و اضطراب کے عالم میں لکھ رہا ہوں (مجھ پر نزع کا عالم طاری ہے) میں جانتا ہوں کہ مجھ سے دنیا اور آخرت کا مالک خلافت کے بارے میں سوال کریگا اور ناممکن ہے کہ میرا کوئی کام اس سے پوشیدہ رہا ہو، پس اگر وہ مجھ سے راضی ہوگیا تو میں نے فلاح حاصل کرلیا اور ذلت و رسوائی سے بچ گیا اور اگر مجھ پر اس کا عتاب ہوا تو پھر میں کہیں کا بھی نہیں رہا اور میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ میں خداوند تبارک و تعالیٰ سے استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنے رحمت کاملہ کے باعث عذاب دوزخ سے بچا لے اور مجھ سے خوش ہوکر اور مجھ پر احسان عظیم فرماکر مجھے جنت عنایت کردے۔

اے یزید! تم خدا سے ڈرنا اپنے اوپر مقدم کرلو' اور رعیت کی پروا کرو۔ تم اچھی طرح جان لو کہ میرے بعد تم بہت کم روز دنیا میں رہو گے۔ والسلام

(ابو نعیم نے اس کو حلیہ میں بیان کیا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عبدالعزیز کا مقام وفات و سال وفات:۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۲۰ یا ۲۵ رجب المرجب ۱۰۱ ہجری میں بمقام دیر سمعان مضافات حمص میں انتقال فرمایا' انتقال کے وقت آپ کی عمر ترانوے ۹۳ سال چھ ماہ تھی' آپ کو بنو امیہ نے اس وجہ سے زہر دلوادیا تھا کہ آپ نے ان سے وہ تمام مال چھین لیا تھا جو انھوں نے غصب کیا تھا سختی کے ساتھ یہ تمام لیکر ضبط کرلیا تھا۔ چونکہ دوسرے خلفاء بنو امیہ کی طرح آپ اپنی حفاظت' نہیں کرتے تھے۔ اس لئے بنو امیہ کو زہر خورانی میں آسانی ہوگئی تھی'

قاتل کے ساتھ آپ کا سلوک:۔

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے علالت کے زمانے میں مجھے بلا کر دریافت کیا کہ میری علالت کے بارے میں لوگوں کا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا کہ عوام میں یہ مشہور ہے کہ آپ پر سحر کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ خیال غلط ہے' مجھے زہر دیا گیا ہے اور جس وقت دیا ہے اور جس نے دیا ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے۔ پھر آپ نے اس غلام کو بلایا جس نے آپ کو زہر دیا تھا اور اس سے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے تجھے کس نے اس امر پر آمادہ کیا کہ مجھے زہر پلا دیا۔ اس نے کہا کہ اس کام کے عوض مجھے ہزار دینار دیئے گئے ہیں۔ اور مجھ سے یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ مجھے آزاد کر دیا جائے' آپ نے فرمایا کہ جاؤ وہ دینار لاؤ۔ چنانچہ وہ جاکر دینار لے آیا۔ آپ نے وہ تمام دینار اس سے لیکر بیت المال میں داخل کر دیئے اور اس سے فرمایا کہ تو یہاں سے فوراً" اس طرح بھاگ جاکہ کوئی پھر تجھے یہاں نہ دیکھے (پھر یہاں لوٹ کر نہ آنا)۔

آپ کے عہد خلافت میں ان مشاہر کا انتقال ہوا'

حضرت ابوامامہ بن سہل' خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سالم بن ابی جعد' بسر بن سعید' ابو عثمان نہدی' ابو الضحیٰ وغیرہم رحمتہ اللہ علیہم۔

یزید بن عبدالملک بن مروان

سلسلہ نسب:۔

ابو خالد یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم اموی دمشقی ۷۱ ھ میں پیدا ہوا اور اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے بموجب (جو تحریر میں آگئی تھی) حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد تخت پر بیٹھا۔

عبدالرحمٰن بن زید بن اسم فرماتے ہیں کہ جب یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس نے کہا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے طور طریقے پر عمل کروں گا اور ان کی سیرت کی پیروی کروں گا' کچھ عرصہ تک وہ اس پر کار بند رہا لیکن جب چالیس شیوخ (معمر لوگ) اس کے پاس ایک وفد کی صورت میں آئے اور اس کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ خلفاء حساب و عذاب سے مستثنیٰ ہیں وہ جو چاہیں کریں۔(۱)

ابن ماجشون کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا تو یزید بن عبدالملک نے کہا کہ خدا کی قسم حضرت عمر بن عبدالعزیز خداوند تعالیٰ کے جتنے محتاج تھے ان سے زیادہ میں محتاج ہوں۔ اور وہ ان کے نقش قدم پر چالیس روز تک تو چلتا رہا مگر اس راہ راست سے روگرداں ہوگیا۔

سلیم بشیر کا بیان ہے کہ یزید بن عبدالملک کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ وصیت نامہ لکھا تھا۔

"السلام علیکم!

جیسا میں ہوں خود ہی جانتا ہوں! تم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا' اے یزید تو دنیا ایسے شخص کے واسطے چھوڑنے والا ہے جو تری تعریف نہیں کریگا اور ایسے شخص کے سپرد کرنے والا ہے جو تیرا کوئی عزر نہیں سنے گا۔

والسلام

یزید بن مہلب کا خروج:۔

۱۰۲ھ میں یزید بن مہلب نے یزید بن عبدالملک پر فوج کشی کی مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا اور یزید بن مہلب کو مسلمہ بن عبدالملک نے شکست دیدی اور کربلا کے قریب مقام عقیر پر اس کو قتل کر دیا گیا۔ کلبی کہتے ہیں کہ عوام میں زبان زد تھا کہ بنو امیہ نے کربلا میں دین کو اور عقیر میں کرم و بخشش کو ذبح کر ڈالا۔

شعبان ۱۰۵ھ میں زید بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا۔

اس کے زمانے میں ان علماء و فضلا نے انتقال کیا۔

ضحاک بن مزاحم۔ عدی بن ارطاۃ۔ ابوالمتوکل ناجی۔ عطاء بن یسار مجاہد۔ یحیٰی بن و ثاب مقری۔ خالد بن معدان۔ شعبیؒ عالم عراق۔ عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت۔ ابو قلابہ الجرمی۔ ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حواشی

۱۔ خداوند تعالیٰ ان ابن الوقت ہستیوں کے حساب و کتاب میں نرمی نہ فرمائے کہ ان کے ہاتھوں ملت اسلامیہ پر بڑی تباہی آئی

ہشام بن عبدالملک

ابو الولید ہشام بن عبدالملک ۷۰ ھ کے کچھ بعد پیدا ہوا (یعنی یہ یزید سے چھوٹا تھا) اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے ولیعہد کی حیثیت سے ۱۰۵ ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

ایک عجیب و غریب خوب اور اس کی تعبیر:۔

مصعب زبیری کا بیان ہے کہ عبدالملک بن مروان نے خواب میں دیکھا کہ ایک محراب میں اس نے چار بار پیشاب کیا' سعدؒ بن مسیب سے اس عجیب و غریب خواب کو بیان کیا۔ اور تعبیر دریافت کی انھوں نے کہا کہ آپ کے چار بیٹے بادشاہ ہوں گے (چنانچہ یہی ہوا کہ ولید' سلیمان' یزید اور ہشام یکے بعد دیگرے بادشاہ ہوئے) اس سلسلہ میں ہشام آخری بادشاہ ہے۔

ہشام کی سیرت:۔

ہشام بہت ہی عقلمند اور ذی شعور خلیفہ تھا جب تک چالیس افراد اس امر کی شہادت نہیں دیدیتے تھے کہ مال حق سے لیا گیا ہے اور اس مال سے تمام مستحقین کے حقوق ادا کر دیئے گئے ہیں تب تک وہ اس مال کو سرکاری خزانے میں (جس کو اس وقت تک بیت المال ہی کہا جاتا تھا) داخل نہیں کرتا تھا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ہشام کو یہ کہتے سنا کہ اس بات میں کیا حرج ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی بات سن لو۔ اسی طرح ایک بار ایک شخص پر غصہ ہوا تو اس سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں (تیری اس حرکت پر) تیرے کوڑے ماروں (مگر خوف الٰہی سے مجبور ہوں)۔

تجل بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے خلفائے بنو امیہ میں ہشام سے زیادہ کسی اور کو ظ[illegible] و خونریزی سے کراہت کرنے والا نہیں پایا' ہشام کا قول ہے کہ دنیاوی خواہشات میں سے کو[illegible] ایسی خواہش نہیں جو مجھے میسر نہیں لیکن ایک ایسا بھائی مجھے نہیں مل سکا کہ میرے اور اس کے درمیان تحفظ کا پردہ (جو حائل ہوتا ہے) حائل نہ ہوتا' (مابین خود غرضی نہ ہوتی)۔

اماشافعیؒ کہتے ہیں کہ جب موضع رصافہ (مضافات قنسرین) میں ہشام نے ایوان ش[illegible]

تعمیر کرایا تو اس نے چاہا کہ وہاں ایک دن کم از کم اس طرح بسر کرے جس میں کسی طرح کا غم اس کے پاس نہ ہو (فکر سے آزادرہ کر ایک دن بسر کرے) چنانچہ جب وہ قیام کے لئے وہاں پہنچا تو ابھی دوپہر بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ سرحدوں سے ایک تشویشناک خبر پہنچ گئی۔(ا) بس اس نے کہا کہ افسوس ایک دن بھی فکرو تشویش سے خالی نہیں۔

مورخین کا خیال ہے کہ یہ شعر ہشام کا ہے اس کے علاوہ اس کا کلام محفوظ نہیں رہا۔

اذا انت لم تعص الهوى قادك الهوى الى بعض ما فيه عليك المقال

جب کہ تو اپنی خواہش نفسانی کی خلاف نہ کریگا اور خواہش کا مطیع ہو گا تو وہ خواہش تجھ کو لوگوں کے طعن کا نشانہ ضرور بنائیگی۔

ہشام کی وفات اور اس کی فتوحات!:۔

ہشام بن عبدالملک ماہ ربیع الآخر ۱۲۵ ھ میں وفات پاگیا۔ اس کی حکومت کے ساتویں سال (۷ جلوس) قیصریته الروم جنگ و جدال سے فتح ہوا اور آٹھویں سال حنجرہ مشہور شجاع اور بہادر بطال کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ حکومت کے بارھویں سال خرشنہ پر قبضہ ہوا۔ خرشنہ ملید کے قریب ایک شہر تھا۔

ہشام کے عہد میں ان مشاہیر علماء فضلاء کا انتقال ہوا:۔

سالم بن عبداللہ بن عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ طاؤسؒ۔ سلیمان بن یسار۔ عکرمہ غلام آزاد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قاسم بن محمدؒ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کثیر غرہ (شاعر)۔ محمد بن کعب القرظی۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو الطفیلؒ عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ آخری صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنھوں نے ہشام کے دور میں وفات پائی۔ آپ پر صحابہ کرام کا سلسلہ ختم ہوگیا) فرزدق تمیمی (شاعر و مداح اہل بیت)۔ عطیہ العوفی۔ معاویہ بن مرہ۔ مکحول۔ عطا بن ابی رباح حضرت ابو جعفر باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہب بن منبہ۔ جناب سکینہ بنت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اعرج۔ جناب قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نافع غلام آزاد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن عامر شام کے مشہور معلم اور استاذ۔ ابن کثیر مکی۔ ثابت البنانی جناب مالک بن دینار۔ ابن محیص المقری۔ ابن شہاب الزہریؒ۔ ان کے

علاوہ اور بہت سے مشاہیر و علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

عہد ہشام کے اہم واقعات:۔

ابن عساکر ابن ابی غیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک نے یہ ارادہ کیا کہ مجھے (ابن ابی غیلہ) مصر کے مالیانہ کی وصولی پر مقرر کرے مگر میں نے انکار کردیا۔ میرے انکار پر ہشام اس قدر غصہ ہوا کہ اس کا چہرہ تمتمانے لگا اور چونکہ وہ ڈھیرا (احول) تھا مجھے اپنی ڈھیری آنکھوں سے گھورنے لگا۔ اور مجھ سے یہ کہا کہ تجھے یہ عہدہ طوعا" و کرہا" قبول ہی کرنا پڑے گا' اس کا غصہ اور ضد دیکھ کر میں خاموش ہوگیا۔ لیکن جب اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا تو میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں' ہشام نے کہا کہو کیا کہتے ہو' تو میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ' نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ (۲) "ہم نے آسمان' زمین اور پہاڑوں کو اپنی امانت سونپنا چاہی مگر انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔" جب ان کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے اظہار ناراضگی نہیں فرمایا تو پھر میرے انکار پر آپ کیوں ناراض ہو رہے ہیں یہ سن کر وہ ہنس دیا اور مجھے معافی دے دی گئی۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ ایک دن میں ہشام بن عبدالملک کے یہاں مہمان ہوا' باتوں باتوں میں ہشام نے مجھ سے کہا کہ کوئی قصہ سناؤ۔ میں نے کہا "ایک بادشاہ ایوان خورنق (نعمان بن منذر کا تعمیر کرایا ہوا محل جو عراق میں ہے) کی طرف سیر کے لئے نکل گیا' یہ بادشاہ عظیم شان و شوکت کا مالک تھا جب اس کی نظر قصر خورنق پر پڑی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ کس کی ملکیت ہے۔' لوگوں نے کہا کہ ایک بادشاہ کی پھر کہنے لگا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ جس قدر مال و متاع میرے پاس ہے کسی اور بادشاہ کے پاس ہوا ہے ایک تجربہ کار گرم و سرد زمانہ دیکھے ہوئے پیر مرد بھی ان ندیموں : موجود تھا اس نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس سوال کا جواب دوں۔ بادشاہ نے کہا تم ہی بتاؤ! اس پیر مرد نے کہا کہ بتایئے کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے اس میں کمی کبھی آئے گی یا نہیں دوسرے یہ کہ وہ مال و منال آپ کے پاس بطور میراث پہنچا ہے یا نہیں اور آپ کے جانشین کو بطور میراث یہ پہنچے گا یا نہیں۔ بادشاہ نے کہا یہ تینوں باتیں درست ہیں' مال میں کمی ہوگی۔ مجھے بطور میراث یہ مال پہنچا ہے اور بطور میراث میرے میراث کو پہنچے گا۔ یہ سن کر پیر مرد نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ ایک ایسی چیز

پر غرور کر رہے ہو جو کم ہونیوالی ہے' اس کا زیادہ حصہ آپ کے پاس ہے اور دوسرے کو منتقل ہونے والا ہے علاوہ ازیں جو کچھ آپ نے خرچ کر دیا ہے اس کا بھی حساب ہونے والا ہے۔ بادشاہ یہ حیرت انگیز جواب سن کر لرزہ براندام ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں کہاں جاؤں اور مجھے اپنا مقصود کہاں سے حاصل ہوگا۔ پیر مرد نے کہا کہ اگر آپ بادشاہی کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ظاہر و باطن کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے آراستہ کریں اور اگر یہ نہ ہوسکے تو تاج و تخت کو چھوڑ کر دلق پوش ہو جائیں اور رب کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں' بادشاہ نے کہا کہ اچھا آج رات میں اس مسئلہ پر غور کروں گا اور صبح کو جو کچھ رائے ہوگی وہ بتاؤں گا چنانچہ دوسرے روز صبح ہوئی تو اس نے کہا کہ میں تخت و تاج چھوڑ کر صحرا انور دی اور بیاباں گردی کو اختیار کرتا ہوں۔ خلعت سلطانی کے بجائے گدڑی پہننا قبول کرتا ہوں' ہاں اگر تم میرے ساتھ رہو تو اچھا ہے' چنانچہ یہ دونوں جنگل کی طرف نکل گئے اور پہاڑ کو انھوں نے اپنا مسکن بنالیا اور پھر تادم واپسیں وہیں رہے' عدی بن زید نے اس مضمون کو ان اشعار (۳) میں ادا کیا ہے۔

ایھا الشامت المعیر بالدھر	انت المبراء الموفور؟
ام لدیک العھد الوثیق من الایام	بل انت جاھل المغرور

خالد بن صفوان کی زبانی یہ قصہ سن کر ہشام رویا اور اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور امور سلطنت اور سلطنت کا تمام سازو سامان اپنے دونوں بھائیوں کے سپرد کرکے خود گوشہ نشین ہوگیا اور مدتوں محل سے برآمد نہیں ہوا۔ یہ دیکھ کر خدم و حشم نے خالد بن صفوان سے کہا آپ نے امیر المومنین کو یہ کیا کر دیا کہ انھوں نے اپنے اوپر راحت و آرام کو حرام کرلیا ہے۔ خالد بن صفوان نے جواب دیا کہ میں اس سلسلہ میں معذور ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک عہد کر رکھا ہے کہ جب میں کسی بادشاہ کے پاس بیٹھوں گا تو اس کو خدا سے ضرور ڈراؤں گا۔ چنانچہ میں نے اپنا یہ عہد پورا کیا ہے۔

حواشی

۲۔ انا عرضنا الا ما نتہ الخ کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ اگر لفظی ترجمہ کیا جاتا تو اس طرح ہوتا کہ پرندے کے خوں آلود پر اس کے پاس

پہنچے۔ اتیۃ ریشۃ بدم میں نے بامحاورہ زبان کے لحاظ سے "تشویشناک خبر" ترجمہ کیا ہے۔

۳۔ تاریخ الخلفاء میں یہ کل تیرہ اشعار ہیں جن میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ میں نے بطور نمونہ دو اشعار پیش کر دیئے ہیں۔ (مترجم)

ولید بن یزید بن عبدالملک

ابو العباس، ولید بن یزید بن عبدالملک (فاسق و فاجر) ۹۰ ھ میں پیدا ہوا۔ جب اس کے باپ یزید کا انتقال ہوا تو وہ اس کو ولی عہد نامزد نہیں کر سکا کیونکہ یہ بہت ہی کمسن تھا (یزید بن عبدالملک کا انتقال ۱۰۵ ھ میں ہوا اس اعتبار سے اس وقت ولید بن یزید کی عمر صرف پندرہ سال تھی) لہٰذا اس نے اپنے بھائی ہشام کو ولیعہد نامزد کر دیا اور ہشام کے بعد اس کو ولی عہد مقرر کیا لہٰذا حسب وصیت ہشام کے انتقال پر ماہ ربیع آلاآخر ۱۲۵ ھ میں تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔(ا) یہ بہت ہی بدکار، شرابی اور حد سے زیادہ ممنوعات شرعیہ میں مبتلا رہتا تھا۔ اس نے حج کا ارادہ محض اس لئے کیا تھا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پئے اراد الحج یشرب فوق ظهر الكعبة) چونکہ لوگ اس کے فسق و فجور سے تنگ آگئے تھے اس پر خروج کرکے جماوی آلاآخر ۱۲۶ ھ میں قتل کر ڈالا۔

جس وقت اس کا محاصرہ کیا گیا تو اس نے لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ "لوگو! کیا میں نے تمھارے عطیات میں اضافے نہیں کئے، اور کیا ان سختیوں کو ختم نہیں کیا جن میں تم گرفتار تھے، میں غریبوں کی خبر گیری نہیں کی؟ پھر آخر یہ ظلم و ستم مجھ پر کیوں کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب میں کہا کہ ٹھیک ہے تو نے یہ سب کچھ کیا، ہم اپنے ذاتی مقصد کے لئے قتل نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تجھے اس لئے قتل کرنا چاہتے ہیں کہ تو بادہ نوش ہے۔ تو نے ان چیزوں کو حلال کر لیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں، تو نے محرمات سے نکاح کرائے اور خداوند تعالیٰ کے احکام کی توہین کی۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر یزید ناقص کے سامنے پیش کیا اس نے اس سر کو ایک نیزے پر بلند کرایا۔ اس وقت اس کے بھائی سلیمان بن یزید نے سر کو دیکھ کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں، یہ شخص اول درجہ کا شرابی، سخت بے شرم بیباک اور فاسق تھا یہ تو مجھے بھی اپنا جیسا بنانا چاہتا تھا۔ معافی الجریری کہتے ہیں کہ میں نے ولید بن یزید کے حالات اور اس کا کچھ کلام جمع کیا تھا وہ تمام کا تمام فسق و فجور اور کفرو الحلو کا بے سروپا مجموعہ اور ذخیرہ تھا۔

ذہبی فرماتے ہیں کہ ولید کا کفر اور زندقہ تو صحیح ثابت نہیں ہوتا (سبحان اللہ کیا فیصلہ ہے) البتہ وہ مے نوشی اور لونڈے بازی (لواطت) میں مشہور تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے اس پر خروج کرکے اس کو قتل کر دیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مہدی عباسی کے سامنے کسی

نے اثنائے گفتگو میں ولید بن یزید کو زندیق کہہ دیا تو مہدی بگڑ گیا۔ اور کہا کہ چپ رہ' یہ نہیں ہو سکتا کہ خداوند تعالیٰ خلافت مقدسہ کو کسی زندیق کے سپرد کردے۔(۲)

مروان بن ابو حفصہ کا بیان ہے کہ ولید نہایت حسین اور بہت اچھا شاعر تھا۔ ابو الزناد کہتے ہیں کہ زہری ہمیشہ ہشام کے روبرو ولید کی عیب جوئی اور اس پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ولید کو ولیعہد نامزد نہ کیجئے بلکہ اس کا خلع بیعت کر دینا چاہیے مگر ہشام اس کا خلع نہ کر سکا۔ اچھا ہوا کہ زہری کا انتقال ولیعہد کی تخت نشینی سے پہلے ہی ہوگیا ورنہ اپنے ایسے دشمن کے ساتھ خدا جانے ولید کیسے کیسے ظلم کرتا۔

ضحاک بن عثمان کہتے ہیں کہ جب ہشام نے ولید کے خلع کرنے (ولیعہد کے منصب سے معزول کرنے) اور اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا تو ولید نے یہ اشعار لکھ کر ہشام کے پاس بھیج دیئے۔

کفرت یدا من منعھم لو شکرتھا جزاک الرحمٰن باالفضل والمن

تو نے خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران کیا ہے اگر تو ان کا شکر کرتا تو اللہ اپنے فضل سے تجھے اس کی جزا دیتا

را نیتک تبنی جاھدا نی قطیعتی ولو کنت ذا خرم لھد مت ما تبنی

میں دیکھ رہا ہوں کہ تو میری تولیت کو قطع کرنا چاہتا ہے اگر تو صاحب خرم ہوتا تو میری بنائی چیز کو خراب نہ کرنا چاہتا

اراک علی الباقین تجنی ضغینۃ فیا و یحھم ان مت من شرما تجنی

میں دیکھ رہا ہوں کہ تو کینہ اور بغض کے باعث ایسا کر رہا ہے پس افسوس ہے' ان لوگوں پر جو اس شر کے باعث مر جائیں گے۔

حماد ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز ولید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دو منجم آئے اور انھوں نے آکر کہا کہ ہم نے آپ کا زائچہ تیار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف سات سال اور زندہ رہیں گے یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ولیعہد دھوکے میں رہے تو زیادہ اچھا ہے میں نے کہا کہ یہ دونوں نجومی غلط کہتے ہیں میں جو ان سے زیادہ علم نجوم جانتا ہوں میں نے بھی آپ کا زائچہ دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ابھی چالیس سال اور زندہ رہیں گے یہ سن کر ولید نے کہا کہ نہ مجھے ان نجومیوں کی خبر سے کچھ رنج

ہوا اور نہ تمہارے کہنے پر کچھ خوشی ہوئی۔ واللہ میں اس شخص کی طرح مال جمع کرنا نہیں چاہتا جو ہمیشہ زندہ رہنا چاہتا بلکہ جس شخص کو یہ خبر ہو کہ میں کل مرجاؤں گا میں اس مال کو اس کی طرح خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

مسند امام احمد رضی اللہ عنہ میں یہ ایک حدیث موجود ہے کہ اس امت میں ولید نامی ایک شخص ہوگا جو اس امت پر فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ کتاب مسالک میں ابن فضل اللہ کہتے ہیں ولید بن یزید۔ جبار۔ حاسد بے راہ رو۔ کاذب ۔ جھوٹے وعدے کرنے والا۔ اپنے زمانہ کا فرعون۔ دنیا بھر کا عیب دار۔ قیامت میں اپنی قوم (متبعین) کے ساتھ جہنم میں جانے والا۔ قرآن شریف کو نیزے سے چھیدنے والا۔ فاسق و فاجر تھا۔

علوی کہتے ہیں کہ ابن میادہ نے ولید بن یزید کے سامنے جب اپنا یہ شعر پڑھا۔

فضلتم قریشا غیرال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیر بنی مروان اھل الفضائل'

ترجمہ :۔ تم نے فضیلت دی قریش کو علاوہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی مروان کے اہل فضائل کے۔

ولید اس شعر کو سن کر بولا تم نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم پر مقدم کر دیا (پہلے ان کا ذکر کیا پھر ہمارا) تو ابن میادہ نے کہا کہ میں اسی کو جائز سمجھتا ہوں (آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل مروان) پر مقدم ہیں۔

حواشی

۱۔ سلاطین بنو امیہ اور بنی عباس کو میں نے اسی وجہ سے خلیفہ تحریر نہیں کیا ہے کہ یہ خود اس لفظ کو توہین ہے۔ اب آپ ذرا ولید ہی کی شان ملاحظہ فرمائیں' کیا میں اس کو خلیفہ لکھتا۔ ہاں اکثر ارباب فکر و قلم با۔تتمہ ان سلاطین کو خلیفہ ہی کہتے ہیں۔

۲۔ افسوس کیا خلافت مقدسہ اسی کو کہتے ہیں پھر ملوکیت کس چیز کا نام ہے۔ اس خلافت کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہا گیا کچھ تو آپ پڑھ چکے' خصوصاً" واقعہ حرہ اور مدینہ منورہ کا تاخت و تاراج ہونا' پھر ولید کے ناپاک اعمال۔ شاید اس وقت اس کو ذہبی اور مہدی زندیق کہتے ہیں جب وہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پی لیتا۔ خود مہدی عباسی کی حکومت کو خلافت سمجھنا بالکل بیجا اور تاریخ خلافت پر ایک ظلم ہے' ناظرین و قارئین اسلاف پرستی سے ہٹ کر ان

اوراق کا مطالعہ فرمائیں تو ہم کس منہ سے ان جابر بادشاہوں کی حکومت کو پاکیزہ اور مقدس لفظ خلافت کے ساتھ بیان کریں۔ بنو امیہ کی داستان ملوکیت تو قریب ختم ہے اب ذرا دور عباسیہ اور ان کی ملوکیت کے کارنامے ملاحظہ فرمایئے گا۔ (شمس)

یزید ناقص ابو خالد بن ولید

یزید ناقص ابو خالد بن ولید بن عبدالملک۔

ابو خالد یزید کا لقب:۔

ابو خالد یزید کو یزید ناقص اس وجہ سے کہتے تھے کہ اس نے لشکریوں کی تنخواہ میں کمی کر دی تھی اس لئے اس کا لقب ناقص (گھٹانے) پڑ گیا۔ یہ اپنے چچا (یزید بن عبدالملک) کے بیٹے ولید کو قتل کرکے خود تخت خلافت پر بیٹھا۔ ابو خالد یزید کی ماں کا نام شاہفرند بنت فیروز ابن یزد جرد تھا (یزدجرد کی پوتی ہوئی)۔ فیروز کی ماں شرویہ ابن کسریٰ کی بیٹی تھی' شیرویہ کی ماں بادشاہ ترکستان (خاقان ترکستان) کی بیٹی تھی۔ اور فیروز کی نانی قیصر روم کی بیٹی تھی چنانچہ اپنے اس نسب پر یزید اس طرح فخر کرتا ہے۔

انا ابن کسری وابی مروان و قیصر جدی و جدی خاقان

میں کسریٰ کا نواسہ اور مروان کا بیٹا ہوں میرا نانا قیصر روم اور خاقان ترکستان ہے۔

بیعت سے پہلے خطبہ اور تخت نشینی:۔

اس نسبت سے ثعالبی کہتے ہیں کہ یزید ناقص داد ھیال اور نانہیال دونوں طرف سے شاہزادہ تھا۔

ولید کے قتل کے بعد یزید نے یہ خطبہ پڑھا (اپنی حکومت اور بادشاہت کا اعلان کیا) "حمد و ثناء صلوٰۃ کے بعد لوگو! میں مغرور اور متکبر ہوکر نہیں آیا ہوں' نہ مجھے دنیا کی حرص اور ملک کی رغبت ہے' اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں سخت گنہگار اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوں گا' میں نے خلافت کا قصد اور ارادہ خداوند تعالیٰ اور اس کے دین سے ڈر کر کیا ہے۔ لوگو! میں تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ دیکھ کر بلاتا ہوں کہ ہدایت کے نشان پرانے پڑ گئے اور اہل تقویٰ کی روشنیاں بجھ گئیں' جب حرام کو حلال کرنیوالے اور بدعت کی حمایت کرنے والے دنیا میں پیدا ہوگئے تو پھر مجھے

تمہارے حال پر رحم آیا کہ میں تم کو دل کے فساد اور نفس کے اندھیروں سے نکالوں! میں چاہتا ہوں کہ تم کو صراط مستقیم کی طرف لاؤں۔ میں نے اس امر میں خداوند تعالیٰ سے استخارہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جو لوگ میری آواز پر لبیک کہیں ان کو اور ان کے شہروں کو فتنہ فساد اور بلاؤں سے محفوظ رکھ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی اور مجھے اس حکومت (خلافت) سے سربلند فرمایا۔ لوگو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے میں کسی طرح کی قوت اور غلبہ نہیں ہے۔"

لوگو! میں تمہارا خلیفہ اس لئے مقرر کیا گیا ہوں کہ میں تمہاری اینٹوں اور پتھروں کو بربادوبیکار ہونے سے بچاؤں (تمہارے شہروں کو برباد اور ویران نہ ہونے دوں) پس جب تک میں سرحدیں درست نہ کرلوں گا اور رخنہ اندازیوں کو ختم نہ کردوں گا اس وقت تک شہر سے مالیانہ کی رقم وصول نہیں کروں گا۔ تمہارے شہر کی درستی اور آبادانی کے بعد جو رقم بچے گی وہ تمہارے برابر کے شہر کی آبادانی اور خوشحالی پر صرف کی جائے گی تاکہ تم سب عمرانی لحاظ سے برابر ہو جاؤ اور کسی کو کسی پر اس اعتبار سے برتری اور فضیلت جتانے کا موقع نہ رہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس طرح تمہاری معاشی حالت بھی بلند ہو جائی گی اور تم سب برابر کے شہری کہلائے جاسکو گے'

اگر تم نے میری بیعت کرلی تو میں اپنے مذکورہ منصوبوں ' آرزوؤں اور ارمانوں کی تکمیل کے لئے تمہارا ہوں اور اگر تم میرے ان منصوبوں پر خوش نہیں ہو تو میں زبردستی تم سے بیعت نہیں لینا چاہتا۔ اس صورت میں تم کو اگر مجھ سے کوئی بہتر اور افضل شخص ملے جس سے تم بیعت کرنا چاہتے ہو تو مجھے بھی بتاؤ تاکہ میں تم سے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں اور اس کا فرماں پذیر بن جاؤں۔

اب آخر میں تمہارے اور اپنے لئے میں بارگاہ رب العزت میں مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

بنو امیہ سے خطاب:۔

عثمان ابن ابی العاتکہ کہتے ہیں کہ یزید ناقص وہ پہلا حکمراں (خلیفہ) ہے جو عیدین میں ہتھیار لگا کر نکلا' عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن قلعہ کے دروازے سے عید گاہ تک راستہ کے

دونوں طرف ہتھیار بند سوار کھڑے ہوتے تھے۔ ابن عثمان لیثی سے مروی ہے کہ یزید ناقص نے بنو امیہ سے اس طرح خطاب فرمایا:۔

"لوگو! تم غناء سے پرہیز کرو کیونکہ غنا یعنی گانا بجانا حیا کو کم کر دیتا ہے اور نفسانی خواہشات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور یہ مروت کو زائل کرتا ہے' مے نوشی کی طرف راغب کرتا ہے' بدمستوں اور نشہ بازوں کے کام کراتا ہے۔ اگر تم گانے بجانے میں مصروف رہو گے تو زنا کے ضرور مرتکب ہوگے کیونکہ غنازنا کا پیش خیمہ ہے۔"

عقیدہ قدریہ کی عام دعوت:۔

ابن عبد الحکم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جب یزید ناقص تخت نشین ہوا تو اس نے لوگوں کو عقیدہ قدریہ کی طرف دعوت دی اور لوگوں کو اس عقیدے پر راسخ و مستحکم کر دیا۔ یزید ناقص زیادہ عرصہ حکومت نہیں کرنے پایا۔ بلکہ پہلے سال حکومت (خلافت) ہی میں ۷ ذی الحجہ کو اس کا انتقال ہوگیا۔(۱) اس کی کل مدت خلافت تقریباً" چھ ماہ ہے۔ انتقال کے وقت اس کی عمر پینتیس سال اور بقول بعض چھیالیس سال تھی۔(۲) کہتے ہیں کہ اس کی موت مرض طاعون میں ہوئی۔

ابراہیم بن ولید بن عبد الملک!

ابراہیم کی نامزدگی پر اختلاف رائے

ابو اسحاق ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اپنے بھائی یزید ناقص کے مرنے کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا' اس کے ولیعہد مقرر ہونے پر اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو ولیعہد نامزد کیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں نامزد نہیں کیا گیا۔

بردبن سنان کہتے ہیں کہ میں اس حالت میں یزید ناقص کے پاس پہنچا کہ اس پر نزع کا عالم طاری تھا میں پہنچا ہی تھا کہ قطعن بھی آگئے اور یزید ناقص سے کہا کہ آپ یہ سمجھیں کہ میں آپ کے والد کا ایلچی ہوں میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے

اپنے بھائی ابراہیم کو ولیعہد کیوں مقرر کر دیا؟ یہ سن کر یزید ناقص کو غصہ آگیا اور کہا کہ اب تو میں ابراہیم کو ولیعہد بنا چکا ہوں' پھر کہا کہ اے ابو العلماء آپ ہی بتائیں کہ میں کسے ولیعہد کروں۔ قطعن نے کہا کہ میں آپ سے عرض کرتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پھر آپ اس امر میں کسی دوسرے شخص سے مشورہ نہ فرمائیں۔ قطعن اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ یزید ناقص انتقال ہوگیا۔ بے ہوش ہوگیا اس وقت میں یہ سمجھا کہ خلیفہ کا قطعن بھی وہیں بیٹھ گئے اور انھوں نے یزید کی طرف سے ایک زبانی حوالہ پر مبنی تحریر ولیعہد کے متعلق لکھ لی اور کچھ لوگوں کو بلا کر اس پر شہادتیں بھی لے لیں مگر واللہ اصل حقیقت اس کے خلاف ہے یعنی خلیفہ یزید نے کسی کو ولیعہد نامزد نہیں کیا۔

ابراہیم کا انجام :۔

ابراہیم صرف دو ماہ دس دن (ستر دن) تخت سلطنت پر متمکن رہا کہ اس پر مروان بن محمد نے خروج کر دیا اور لوگوں سے اپنی بیعت لے لی' ابراہیم پریشان حال ہوکر وہاں سے بھاگ گیا پھر کچھ دن کے بعد آکر خلع بیعت کرلیا اور سلطنت کے تمام کاروبار اور معاملات مروان بن محمد کے سپرد کر دیئے اور بطیب خاطر خود بھی مروان سے بیعت کرلی۔

ابراہیم اس قضیہ کے بعد ۱۳۲ھ تک زندہ رہا اور سفاح عباسی کی دعوت سلطنت میں بنو امیہ کا ساتھ دیا اور اسی سلسلہ میں قتل کر دیا گیا۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابراہیم نے امام زہری سے حدیث شریف کی سماعت کی اور اپنے چچا ہشام سے حدیث کی روایت کی اور خود ابراہیم سے اس کے بیٹے یعقوب نے حدیث کی روایت کی۔ ابراہیم کی ماں ام ولد تھی اور وہ ماں کی نسبت سے مروان الحمار کا بھائی تھا۔ اس نے خلع بیعت دو شنبہ ۱۴ صفر ۱۲۷ھ کو کیا تھا

مدائنی کہتے ہیں کہ ابراہیم کا قضیہ بھی ایک عجیب قضیہ ہے بعض اس کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں اور بعض تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ ولیعہد نامزد نہیں کیا گیا تھا اسی لئے بعض اس کو بجائے خلیفہ کے بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور بعض اس کو نہ خلیفہ تسلیم کرتے ہیں اور نہ بادشاہ ایک شاعر نے اس شعر میں کچھ اسی قسم کا اشارہ کیا ہے۔

تبایع ابراہیم فی کل جمعۃ الا ان امرا انت والیہ ضائع

ہم ہر جمعہ میں ابراہیم سے بیعت کرتے ہیں مگر جس کو تم امیر بنا رہے وہ ضائع ہونیوالا ہے۔
ابراہیم کی مہر(انگوٹھی) پر کندہ تھا۔ یثق باللّٰہ!

حواشی

ا۔ جمادی الآخر ۱۲۶ھ میں ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کر دیا گیا اور اسی ماہ میں یزید ناقص تخت پر بیٹھا اور تخت نشینی کے پانچ ماہ کچھ دن بعد اس کا انتقال ہوگیا۔
۲۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں "وکان عمرہ خمسا و ثلثین و قیل ستا وا ربعین سنتہ!

مروان الحمار (بنی امیہ کا آخری بادشاہ)

نسب نامہ اور عرف کی وجہ:۔

مروان بن محمد بن مروان بن الحکم۔ ابو الملک کنیت، المعروف بہ جعدی جعدی عرف کی وجہ یہ تھی کہ وہ جعد بن درہم کا شاگرد تھا۔ اس کو حمار بھی کہتے ہیں اس کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ خارجیوں کے مقابلہ میں اس کے گھوڑے کا نمدہ (زین) کبھی خشک نہیں ہوا (ہمیشہ ان سے برسرپیکار رہا) جنگ کی صعوبات کو ہنسی خوشی برداشت کرتا رہا چونکہ عربی میں یہ مثل مشہور ہے "فلان اصبر من حمارفی الحروب" کہ فلاں شخص جنگوں میں گدھے سے بھی زیادہ صابر ہے۔" بس اس کا یہی لقب مشہور ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ عرب میں دستور تھا کہ ہر سو سال پر ہونے والے بادشاہ کو حمار کہتے تھے اور چونکہ مروان پر بنو امیہ کی سلطنت کو سو سال کے قریب ہوگئے تھے اس لئے عرب نے اس کا عرف حمار رکھا۔

مروان بن محمد جزیرہ میں ۷۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ جزیرہ کا والی یا امیر تھا۔ مروان الحمار کی ماں ام ولد تھی۔ خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے یہ والی کے عہدوں پر فائزرہ چکا تھا۔ ۱۰۵ھ میں اس نے قونیہ فتح کیا۔ مروان الحمار شہسواری میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ اسی طرح مردانگی مصائب اور شدائد برداشت کرنے اور فہم و ذکا میں مشہور تھا۔

جب ولید قتل ہوا تو یہ آرمینیہ میں تھا اس کو آرمینیہ ہی میں ولید کے قتل کی خبر ملی چنانچہ مسلمانوں کا جو طبقہ اس سے راضی تھا ان سے اس نے اپنی بیعت لے لی۔ پھر کچھ عرصہ بعد یزید ناقص کی موت کی اطلاع پہنچی تو اس نے مسلمانوں کو اپنانے کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کر ڈالا اور ابراہیم پر لشکر کشی کرکے اس کو ہزیمت دی اور اپنی بیعت پر اس کو مجبور کر دیا چنانچہ وسط صفر ۱۲۷ھ میں تخت نشین ہوا اور فوراً اپنے لئے حکومت و خلافت کو مستحکم بنالیا

(تاکہ کوئی دوسرا دعویدار پیدا نہ ہو)۔

یزید ناقص کو مرنے کے بعد بھی نہ بخشا:۔

حکومت ملتے ہی اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یزید ناقص کی قبر کو کھدوا کر اس کی نعش نکلوائی اور اس جرم میں کہ اس نے ولید کو قتل کرایا تھا اس کی نعش ہی کو سولی پر چڑھا کر (آتش انتقام بجھائی) بدلہ لیا' لیکن اس واقعہ کے بعد سے اس کو تخت حکومت پر ایک لحظہ کے لئے چین و آرام میسر نہیں آیا۔ اس پر چاروں طرف سے دشمنوں نے یلغار کر دی تھی۔ ۱۳۲ھ تک یہ اسی طرح جنگوں میں الجھا رہا۔ ابھی ان دشمنوں سے نبٹا ہی تھا کہ بنو عباس نے خروج کر دیا اور سفاح (پہلا عباسی بادشاہ) کے چچا عبداللہ بن علی نے اس پر چڑھائی کر دی موصل کے قریب مروان اور سفاح کے لشکر میں مقابلہ ہوا۔ آخر عبداللہ کو شکست اٹھانا پڑی۔ اس فتح کے بعد مروان شام کی طرف واپس ہوا تو عبداللہ نے اس کا پھر تعاقب شروع کر دیا' مروان اب مقابلہ نہ کر سکا اور مصر کیطرف بھاگا لیکن وہاں عبداللہ کے بھائی صالح سے قصبہ بوصیر کے قریب مقابلہ ہوا اور آخر کار ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں مروان کو اس جنگ میں قتل کر دیا گیا۔

مروان الحمار کے عہد میں ان مشاہیر علماء نے انتقال کیا:۔

سدی الکبیر۔ مالک بن دینار الزاہد۔ عاصم بن النجور المقری۔ یزید بن ابی حبیب۔ شعیہ بن نصاح المقری۔ محمد بن منکدر۔ ابو جعفر بن یزید بن القعقاع المقری المدینہ۔ ابو ایوب سختیانی ابو الزناد۔ حمام ابن منبہ۔ واصل بن عطا المعتزلی۔ وغیرہم

عبرت ناک انجام:۔

صولی محمد ابن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ جب مروان الحمار قتل ہوا تو اس کا سر کاٹ کر عبداللہ بن علی کے سامنے پیش کیا گیا' عبداللہ نے حکم دیا کہ اس کو ایک طرف رکھ دیا جائے۔ چنانچہ اس کو ایک جگہ رکھ دیا گیا' کچھ دیر کے بعد ایک بلی آئی اور اس نے اس کی

زبان نکال کر کھالی۔ عبداللہ بن علی نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ زمانہ کے بصائر اور عجائب واقعات میں سب سے زیادہ عبرتناک واقعہ ہے (کہ اس طرح بلی نے زبان نکالی اور چبا کر کھا گئی) اور ہمارے لئے تو یہی ایک عبرت ناک واقعہ کافی ہے۔

حصہ سوم

امراء المسلمین

المعروف

بہ خلفائے بنی عباس

سفاح سے لیکر ————————— المستعصم باللہ تک

سفاح بنی عباس کا پہلا
امیر یا خلیفہ

نسب و ولادت:۔

عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ عبدالمطلب بن ہاشم۔ ابو العباس کنیت تھی۔ سفاح بنو عباس کا سب سے پہلا حکمران تھا یہ ۱۰۴ھ میں اور بقول بعض ۱۰۸ ھ میں حمیمہ کے مقام پر جو بلقاء کا مضافاتی مقام ہے پیدا ہوا اور اس سے کوفہ میں بیعت کی گئی اس کی ماں کا نام رائطتہ الحارثیہ تھا۔ سفاح نے اپنے بھائی ابراہیم بن محمد سے حدیث کی سماعت کی اور اس سے حدیث کی روایت کرنے والے صرف (اس کے چچا) عیسٰی بن علی ہیں۔ اس کا دوسرا بھائی منصور تھا جو عمر میں اس سے بڑا تھا۔

حضرت امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت امام ابو سعید خدری سے روایت کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج رجل من اھل بیتی عند انقطاع من الزمان ۔ ظھور من الفتن یقال لہ سفاح فیکون اعطاہ المال حیثنا ہ○ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کچھ وقت گزر جانے کے بعد جب فتنوں کا زمانہ ہوگا تو میرے اہل بیت میں ایک شخص سفاح نامی پیدا ہوگا جو مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کو مال عطا کرے گا۔ عبید اللہ عیشی کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد کہا کرتے تھے کہ جب خلافت بنی عباس رضی اللہ عنہ میں پہنچی تو اس زمانے کے بزرگ اور مشائخ کہا کرتے تھے کہ واللہ آل عباس سے بڑھ کر روئے زمین پر نہ کوئی قاری قرآن ہے اور نہ ان زیادہ اور افضل کوئی عابد و زاہد ہے۔

عباس کی حکومت کی پیش گوئی:۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ "خلافت آپ کی اولاد میں منتقل ہوگی جب ہی سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد خلافت کی امیدوار چلی آرہی تھی رشید بن کریب سے مروی ہے کہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ نے جب شام پر لشکر کشی کی تو محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ اے برادر عم زاد مجھے ایک خاص بات معلوم ہے اور وہ میں تمھیں بتلانا چاہتا ہوں تم کسی پر اسے ظاہر نہ کرنا۔ وہ بات یہ ہے کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت آخر آپ لوگوں میں منتقل ہوگی۔ یہ سن کر محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے کہا کہ یہ بات آپ نے مجھ سے تو کہہ دی لیکن میرے سوا کسی اور پر ظاہر نہ کریں۔

مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مواقع پر یہ بات ہم سے کہی کہ "ہم کو امید ہے کہ لوگ ہمیں بلانے آئیں گے اور ہمارے انصار مشرق سے ہماری مدد کو پہنچیں گے اور اس طرح کہ ان کے گھوڑے مغرب تک ہماری مدد کو پہنچیں گے۔" یہ بات پہلی بار تو یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے وقت، دوسری مرتبہ اس صدی کے آغاز میں اور تیسری بار افریقہ میں انتشار اور بد نظمی پیدا ہونے کے وقت کہی۔

دعوت عباسیہ کا آغاز:۔

جب افریقہ میں یزید بن ابو مسلم کو شہید کر دیا گیا اور بربروں کو بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی تو امام محمد (بن علی بن عبداللہ) نے ایک شخص کو خراسان کی طرف روانہ کیا اور اس کو مامور کیا کہ وہ آل محمد کی بیعت کی طرف لوگوں کو رجوع کرے اور انھوں نے خلافت کے لئے کسی شخص کا نام خاص طور پر نہیں لیا۔ اس کے بعد اس مقصد کے لئے ابو مسلم خراسانی کو روانہ کیا اور ان کو ایک خط بھی اسی سلسلہ میں دیا۔ لوگ بھی بیعت کے لئے تیار ہو چلے تھے کہ اچانک امام محمد کا انتقال ہوگیا۔ لوگ تو بیعت کے لئے تیار ہو ہی چکے تھے لہٰذا انھوں نے امام محمد کے فرزند ابراہیم سے بیعت کرلی۔ جب یہ خبر مروان کو پہنچی تو اس نے ابراہیم کو قتل

کرا دیا' ابراہیم کے قتل کے بعد لوگوں نے ان کے بھائی سفاح سے رجوع کیا اور لوگ بیعت کے لئے جوق درجوق سفاح کے پاس پہنچنے لگے اور آخرکار ۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو کوفہ میں ان سے عام بیعت کی گئی۔

سفاح کا پہلا خطبہ:۔

سفاح نے جمعہ کے دن امامت کی اور اپنے خطبہ میں کہا۔

"تمام تعریفیں اس رب العالمین کے لئے ہیں جس نے اسلام کو دنیا میں منتخب فرمایا اور اس کو کرامت' شرافت اور بزرگی بخشی اور ہم کو اس دین (کی خدمت) کے لئے منتخب فرمایا۔ اس کی تائید ہمارے شامل حال ہے' اس نے اس کام کا ہمیں اہل بنایا ہے اور قلعہ قرار دیا ہے اور استحکام عطا فرما کر مکروہات کو باہر نکال پھینکنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔"

پھر قرآن پاک کی بعض آیات تلاوت کر کے اپنی رشتہ داریوں اور قرابتوں کا اس طرح تذکرہ کیا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے امور اسلام کا اجراء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالہ کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے بموجب اسلامی امور کو انجام دیتے رہے' یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا کہ بنو حرب اور مروان پیدا ہوئے اور انھوں نے اپنے لوگوں پر بیشمار ظلم و ستم کئے اور مظالم ڈھانے پر کمربستہ ہوگئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ ان ظالموں سے انتقام لیا اور ہمارا حق ان سے ہم کو دلایا تاکہ ہم ان ستم رسیدہ لوگوں کی مدد کریں جو ظلم کے باعث نڈھال ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو ہمارے خاندان کے ساتھ شروع کیا تھا وہ ہم کو دوبارہ عطا فرما دی۔ اور اس کو ہمارے خاندان کے ساتھ ہی ختم کر دیا۔ ہم کو اور ہمارے اہل خاندان کو کسی طرح کی توفیق نہیں مگر وہی کچھ توفیق ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرما دے۔

اے کوفہ والو! تم ہماری محبت کے ایوان اور ہماری محبت کی منزل پر ہو' اب اس سے نہ پھر جانا اور ظالموں سے بدلہ لیتے وقت ہم سے علیحدہ نہ رہنا کیونکہ ہمارے ساتھیوں میں تم سب سے زیادہ سعید اور ہم پر سب سے زیادہ کرم والے ہو میں نے تمھارے عطیات میں سو کا اضافہ کر دیا ہے اب تم بالکل مستعد ہو جاؤ میں سفاح ہوں جو تمھارے لئے نیکیوں کا

مباح کرنے والا ہے

جب عیسیٰ بن علی نے حمیمہ سے نکل کر کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ان کے ساتھ چودہ بہت ہی دلیر اور باہمت افراد تھے جو ان کے حامیوں کی حیثیت سے ان کے ساتھ ہوگئے۔ جب سفاح سے بیعت ہونے کی خبر مروان کو پہنچی تو وہ بھی مقابلہ کے لئے نکلا اور جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہو چکا ہے اس کو شکست ہوئی اور آخر کار قتل کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی بنو امیہ کے بیشمار لوگ اور لا تعداد فوجی مارے گے۔ مروان کی اس شکست کے بعد سفاح اقصائے مغرب تک پوری طرح قابض ہوگیا۔

سفاح کے عہد میں کئی ملک قبضے سے نکل گئے:۔

ذہبی کہتے ہیں کہ سفاح کے دور میں چونکہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ گیا تھا اور ہر طرف شورو شر برپا ہوگیا تھا اس لئے سفاح کے قبضے سے طاہرہ و طنبہ سے لیکر سوڈان اور اندلس کے تمام علاقے نکل گئے ان عظیم علاقوں کے علاوہ اور بہت سے شہر بھی سفاح ہاتھ سے کھو بیٹھا۔

سفاح کا انتقال:۔

ماہ ذی الحجہ ۱۳۶ ھ میں چیچک میں مبتلا ہوکر سفاح کا انتقال ہوگیا' سفاح نے اپنے بھائی ابو جعفر (منصور) کو اپنا ولیعہد نامزد کیا تھا۔ سفاح نے ۱۳۴ھ میں اپنا دارا الخلافہ کوفہ سے انبار منتقل کر دیا تھا۔

سفاح کے اقوال:۔

سفاح کا قول ہے کہ جب قوت بڑھ جاتی ہے تو حرص گھٹ جاتی ہے' کوئی نیکی ایسی نہیں جو ضائع ہو جائے۔ دنیا میں کمینے لوگ وہ ہیں جو بخل کو احتیاط اور تحمل کو ذلت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر حلم و بردباری مفسدہ اور ذلت ہیں تو پھر عفوو درگزر گویا عاجزی ہے صبر بہت اچھی چیز ہے لیکن اسی وقت تک جب تک کہ امن میں خلل واقع نہ ہو اور بادشاہ کو سست نہ

کردے۔ سخاوت اور بخشش اتنی ہی پسندیدہ ہے، جتنی گنجائش اور وسعت ہو۔

سفاح کا کردار:۔

صولی کا بیان ہے کہ سفاح لوگوں میں نہایت ہی سخت تھا لیکن وعدہ کا ایسا دھنی تھا کہ جب وہ کسی سے وعدہ کر لیتا تھا تو جب تک اس کو پورا نہ کر لیتا اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا۔ چنانچہ ایک بار عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک لاکھ درہم کا صرف نام ہی سنا ہے آنکھوں سے کبھی نہیں دیکھے، سفاح نے اسی وقت ایک لاکھ درہم منگوا کر ان کے سامنے رکھے اور پھر حکم دیا کہ یہ ان کے گھر پہنچا دیئے جائیں۔ سفاح کی انگوٹھی پر یہ نقش تھا۔ اللہ ثقۃ عبداللہ و بہ یومن سفاح کے اشعار نظر سے نہیں گزرے۔

سعید بن مسلم باہلی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفاح سے ملاقات کو آئے اس وقت سفاح کی مجلس میں بنی ہاشم اور دوسرے معززین موجود تھے اور اس وقت سفاح کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا۔ عبداللہ بن حسن نے کہا کہ اے امیر المومنین خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہمارا جو حق مقرر کیا ہے وہ ہم کو عطا کر دیجئے۔ سفاح نے جواب دیا کہ آپ کے جدامجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت میں مجھ سے لاکھ درجہ بہتر و برتر تھے اور ان جیسا عادل خلیفہ بھی کم گزرا ہے انھوں نے آپ کے دادا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو آپ سے ہزار درجہ بہتر و برتر تھے بہت ہی قلیل رقم گزارے کے لئے دی تھی اس لئے مجھ پر بھی واجب ہے کہ میں بھی آپ کو اتنا ہی دوں جتنا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو عنایت فرمایا تھا۔ پس اگر میں اتنا ہی دوں تو انصاف ہے اور زیادہ کے آپ مستحق نہیں! عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفاح کا یہ فوری جواب سن کر خاموش ہو گئے اور حاضرین مجلس سفاح کی اس حاضر جوابی پر حیران رہ گئے۔

سفاح کے دور میں ترکوں کا اقتدار:۔

مورخین کہتے ہیں عہد دولت عباسی میں اسلام میں افتراق پیدا ہو گیا۔ دفتر سے عربوں کے نام رفتہ رفتہ کٹ گئے اور ان کی جگہ ترکوں نے لے لی اور پھر انھوں نے یہ عروج حاصل

کیا کہ دیلم پر ترکوں کا قبضہ ہوگیا اور پھر ان کی ایک عظیم سلطنت قائم ہوگئی۔ ممالک محروسہ بہت سے حصوں میں بٹ گئے اور ہر جگہ کا ان میں سے حاکم مقرر ہوگیا لوگوں میں بے راہ روی پیدا ہوگئی۔ ہر طرف فتنہ و فساد پھیل گیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ سفاح بہت جلد خونریزی پر آمادہ ہو جاتا تھا اس کے عاملوں نے بھی مشرق و مغرب میں اس کی اتباع میں یہی حالت کر رکھی تھی جدھر دیکھو قتل و غارت کا بازار گرم تھا مگر اس کے باوجود سخاوت میں بہت آگے تھا (بہت زیادہ سخی تھا)۔

سفاح کے عہد میں وفات پانیوالے مشاہیر:۔

اس کے دور سلطنت میں ان علماء و مشاہیر نے انتقال کیا:۔
زید بن اسلم۔ عبداللہ ابن ابی بکر بن حزم۔ ربیعہ رضی اللہ عنہ الرائے فقیہ مدینہ عبدالملک بن عمیر۔ یحییٰ ابن ابی اسحاق الحضرمی۔ عبدالحمید کاتب جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بوصیر میں مروان کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ منصور بن المعتمر اور ہمام بن منبہ و غیرہم۔

المنور ابو جعفر عبداللہ

نسب:۔

المنصور ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ منصور کی والدہ کا نام سلامتہ تھا یہ بربری ام ولد تھی (یعنی آزاد کردہ کنیز) منصور ۹۵ ھ میں پیدا ہوا۔ اس وقت اس کے دادا یعنی علی بن محمد بقید حیات تھے، لیکن منصور نے ان سے کوئی روایت بیان نہیں کی ہے بلکہ اپنے والد محمد بن علی اور عطا بن لیسار سے اکثر روایتیں بیان کی ہیں اور منصور سے اس کے فرزند مہدی نے روایت کی ہے۔

بطور ولیعہد نامزد ہونا:۔

منصور کے بھائی سفاح نے زندگی میں ہی اس کو ولیعہد نامزد کر دیا تھا اور لوگوں نے اس پر بیعت بھی کرلی تھی۔ منصور بنو عباس کا بطل عظیم تھا۔ ہیبت شجاعت' حزم و رائے' سطوت و جبروت میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ دولت جمع کرنے کا حریص' لہو و لعب سے متنفر۔ نہایت عقلمند علم و ادب اور فقہ پر کامل عبور رکھتا تھا۔ اس نے لاکھوں بند گان خدا کو قتل کرکے اپنی حکومت مضبوط و مستحکم کی تھی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس کے ظلم و ستم سے نجات نہیں ملی اور اس نے ان کو منصب قضاء قبول نہ کرنے پر درے لگائے اور قید کر دیا۔ جہاں کچھ مدت بعد حضرت امام اعظم کا انتقال ہوگیا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ چونکہ حضرت امام اعظم نے منصور کے خلاف اس پر خروج کا فتویٰ دیا تھا اس لئے اس نے آپ کو زہر دلوا کر شہید کرا دیا تھا۔

منصور کی سیرت:۔

منصور بہت ہی فصیح و بلیغ اور تیز زبان (شعلہ بیان) مقرر تھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ امارت و حکومت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ خرچ کے معاملہ میں بہت ہی محتاط تھا۔ اس قدر کہ اس کو بخیل سمجھا جاتا تھا اور اسی باعث اس کا لقب ابوالدوانیق (دمڑیوں کا باپ) پڑ گیا تھا کیونکہ یہ اپنے عاملوں سے ایک ایک چھدام اور دمڑی دمڑی کا حساب لیتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے دمڑی کی قیمت کا ایک سکہ رائج کیا تھا اس کے باعث اس کو ابوالدوانیق کہنے لگے۔

خطیب(۱) بغدادی نے ضحاک سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہم میں سفاح ہوگا' ہم میں منصور اور مہدی ہوگا۔" ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر و منقطع ہے! خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا ہم میں سفاح' منصور اور مہدی ہوگا (ذہبی کہتے ہیں کہ اس کے رواۃ صالح ہیں)۔

ابن عساکر نے بروایت متصلہ ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہماری امت میں قائم' منصور' سفاح اور

مہدی پیدا ہوں گے القائم کے بعد حکومت میں ذرا سا بھی خون نہیں بہے گا۔ المنصور کی رائے کبھی تبدیل نہیں ہوگی (رائے کا پختہ ہوگا)' سفاح خون بہائے گا اور دولت لٹائے گا۔ (خوب خرچ کریگا)۔ لیکن المہدی اپنے دور خلافت میں ملک کو عدل و انصاف سے(۲) اس طرح بھر دے گا جس طرح اس کے عہد حکومت سے پہلے پورا ملک ظلم و جفاکاری سے مملو اور معمور تھا۔

امیر المسلمین منصور کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حرم شریف میں موجود ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں تشریف فرماہیں' کعبہ شریف کا دروازہ کھلا ہے ایک منادی نے ندادی کہ عبداللہ کہاں ہے' یہ ندا سنکر میرا بھائی ابو العباس سفاح کھڑا ہوا اور آگے بڑھا یہاں تک کہ ایک درجہ طے کرکے اندر پہنچا تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جس پر ایک سیاہ پرچم بندھا تھا اس پرچم کا طول بقدر چار گزر ہوگا' اس سے بعد پھر آواز آئی کہ عبداللہ کہاں ہے۔ میں اوپر گیا وہاں حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تشریف فرما تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ لیا اور امت کے واسطے وصیت فرمائی اور میرے سر پر ایک ۲۳ پیچ کا عمامہ باندھا اور پھر فرمایا اے ابو الخلفاء اس کو قیامت تک کے لئے لیجا۔(۳) (ابو الخلفاء سے اشارہ اس طرف سے کہ تیری اولا میں بہت سے خلفا یعنی ملوک ہوں گے)۔

منصور کی تخت نشینی:۔

منصور ۱۳۷ھ کے شروع میں تخت سلطنت پر متمکن ہوا اس نے اقتدار سنبھالتے ہی سب سے پہلے بانی سلطنت و مملکت اور حامی و بانی ریاست عباسیہ ابو مسلم خراسانی کو جس نے دعوت عباسیہ میں بڑی سعی کی تھی قتل کرا دیا۔ ۱۳۸ھ میں عبدالرحمان بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان اموی اندلس پر قابض ہوگیا اور وہاں اموری سلطنت قائم کر دی جو اس کی نسل میں چار سو برس تک جاری و ساری رہی۔ عبدالرحمٰن اموی زبردست صاحب علم اور عدل پرور بادشاہ تھا اس کی ماں ایک بربری خاتون (ام ولد) تھی اسی نسبت سے لوگ بقول ابو المظفر ابیوردی کہا کرتے تھے کہ دنیائے اسلام بربری بیٹوں میں تقسیم ہوگئی ایک منصور اور

دوسرا عبدالرحمٰن بن معاویہ!

۱۴۰ھ میں منصور نے شہر بغداد کی بنیاد ڈالی۔ ۱۴۱ھ میں دیو ندیہ نامی فرقہ پیدا ہوا وہ تناسخ کا قائل تھا' منصور نے بہت جلد اس کا قلع قمع کر دیا' اسی سال منصور نے طبرستان فتح کیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ۱۴۳ھ میں علمائے عصر نے تدوین حدیث و تفسیر اور فقہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی چنانچہ حضرت ابن جریج نے مکہ معظمہ میں احادیث کی بعض کتابیں مرتب کیں۔ مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی موطا ترتیب دی حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ نے شام میں حضرت ابن ابی عروبہ رضی اللہ عنہ اور حماد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے یمن میں اور حضرت سفیان ثوری نے کوفہ میں ان موضوعات پر متعدد کتابیں تالیف و تصنیف فرمائیں' علامہ ابن اسحاق نے مغازی پر سب سے پہلی تصنیف تیار کی۔ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ' نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فقہ اور اجتہاد پر تصانیف تیار کیں اس کے بعد مختلف موضوعات پر تصانیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ مختلف موضوعات مثلاً" لغت' تاریخ' ادب' رجال اور سیر پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئی۔ اس سے قبل علمائے کرام محض اپنی یادداشت اور حافظہ کی مدد سے درس دیا کرتے تھے یا بعض لوگوں کے پاس مختلف نامکمل اور غیر مرتب نسخے بعض کتابوں کے تھے اس کی مدد سے درس دیا کرتے تھے' لیکن اب آسانی پیدا ہوگئی۔

۱۴۵ھ میں محمد اور ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسن ابن علی ابن ابی طالب نے منصور پر خروج کیا۔ منصور نے دونوں بھائیوں کو شکست دی اور قتل کرا دیا۔ اور ان کے ساتھ ہی بہت سے اہل بیت (سادات) شہید کر دیئے گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ○ یہ پہلا عظیم تنازعہ تھا جو عباسیوں اور علویوں کے مابین ہوا۔ اس معرکہ سے قبل ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔

منصور نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان علماء کو بھی سخت اذیتیں پہنچائیں جنھوں نے محمد اور ابراہیم کی دعوت (خروج) میں کسی طرح سے بھی تعاون کیا تھا یا ان کے ساتھ خروج کیا تھا یا ان کے خروج پر جواز کا فتویٰ دیا تھا چنانچہ ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور کسی کے درے مارے گئے انہی علمائے کرام میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور امام عبدالحمید بن جعفرؒ اور ابن عجلانؒ بھی تھے' ان حضرات نے منصور پر خروج کو جائز قرار دیا اور جواز کے فتوے دیئے تھے' ان حضرات میں امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ بھی تھے اگرچہ

انہوں نے بعد میں کہا کہ ہماری گردنوں میں منور کی بیعت کا حلقہ پڑا ہوا ہے لیکن منصور نے اس جواب کو کافی نہیں سمجھا اور ان حضرات سے کہا کہ تم نے بطیب خاطر بیعت نہیں کی ہے بلکہ تم نے اس سلسلہ میں مکرو فریب سے کام لیا ہے اور دباؤ سے بیعت کی ہے اس لئے تم کو بھی امان نہیں مل سکتی۔

منصور کی فتوحات:۔

۱۴۶ھ میں منصور نے قبرص پر حملہ کیا۔ ۱۴۷ھ میں اس نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولیعہد نامزد کیا حالانکہ عیسیٰ بن موسیٰ کو خود سفاح نے منصور کے بعد ولیعہد مقرر کیا تھا۔ یہ وہی عیسیٰ بن موسیٰ ہیں جنھوں نے منصور کی جانب سے محمد اور ابراہیم کا مقابلہ کر کے ان کو زیر کیا تھا اور اب اس بیچارے کو اس کا یہ صلہ دیا گیا۔

۱۴۸ھ میں تمام ممالک پر منصور کا قبضہ اور اس کا اقتدار مستحکم ہوگیا اور اس کی ہیبت تمام لوگوں میں بیٹھ گئی اور اب کوئی ملک سوائے اندلس کے ایسا نہیں تھا جو منصور کے قبضہ میں نہ ہو اور اندلس بھی یوں قبضہ میں نہ آسکا کہ وہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ اموی مروانی نے سلطنت قائم کرلی تھی اور اس نے اپنے لئے امیر المومنین کا لقب اختیار نہیں کیا بلکہ خود کو صرف امیر کہلوایا اور اسی طرح اس کے بیٹوں نے خود کو کبھی امیرالمومنین نہیں کہلوایا۔

۱۴۹ھ میں منصور نے بغداد کی تعمیر سے فراغت پائی۔ ۱۵۰ھ میں خراسانی فوج نے بغاوت کر دی اس بغاوت کا سرگروہ امیر استاد سیس تھا اور اس فوج نے اس کی قیادت میں خراسان کے اکثر حصوں پر قبضہ کیا اور منصور کے لئے ایک عظیم خطرہ پیدا ہوگیا اور منصور کو زبردست دھچکا لگا۔ منصور اس بغاوت سے بہت پریشان تھا۔ چنانچہ اس بغاوت کو فرو کرنے اور استاد سیس کی سرکوبی کے لئے تین ہزار کا لشکر روانہ کیا دونوں لشکروں کا مقابلہ فارس اور راجل کے مابین ہوا۔ منصور کی فوج کا سپہ سالار اجثم مروزی بڑی بہادری سے لڑا لیکن مارا گیا۔ اس کے مارے جانے سے تمام لشکر بدحواس ہوگیا اور بھاگ پڑا جب اس شکست کی خبر منصور کو پہنچی تو اس نے ایک زبردست لشکر کثیر التعداد سپاہیوں پر مشتمل حازم بن خزیمہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ تمام میدان سپاہیوں سے پٹ گیا' ایک وسیع میدان میں دونوں لشکروں میں مقابلہ

شروع ہوا اور دونوں طرف سے فتح کی جان توڑ کر کوشش کی گئی' اس جنگ میں ایسا زبردست رن پڑا کہ ستر ہزار سپاہی طرفین سے کام آئے لیکن آخر کار استاد سیس کو شکست ہوئی اور اس نے بھاگ کر ایک پہاڑ پر پناہ لی۔

چودہ ہزار سپاہی قتل کر دیئے:۔

حازم نے اس کے لشکر کا تعاقب کیا اور چودہ ہزار سپاہیوں کو گرفتار کرلیا اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ استاد سیس ایک عرصہ تک پہاڑ پر محصور رہا آخر کار محاصرہ سے تنگ آکر تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ خود کو منصور کے حوالے کر دیا(۳) (اور اس تیس ہزار کا جو انجام ہوا ہوگا وہ ظاہر ہے کہ سب تہ تیغ کر دیئے گئے ہوں گے۔)

۱۵۱ ھ میں شہر رصافہ (بغداد کے قریب) بہت ہی مضبوطی کے ساتھ بنایا گیا۔

۱۵۳ ھ میں منصور نے اپنی رعیت کے لئے یہ احکام جاری کئے کہ وہ بانس اور ریشوں سے بنی ہوئی لمبی لمبی ٹوپیاں (قلانس الطوال) جو حبشی اوڑھتے تھے اوڑھیں۔ ابو دلالہ شاعر نے طنزیہ اشعار کہے۔(۴)

۱۵۸ ھ میں منصور کا ایک اور کارنامہ ظہور میں آیا کہ اس نے والی مدینہ کو حکم دیا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اور عباد بن کثیر کو قید میں ڈال دو اس نے حکم کی تعمیل کی (اور ان بزرگان امت کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا)۔ لوگوں کو فکر دامن گیر ہوئی کہ وہ کہیں ان دونوں کو قتل نہ کردے' اسی اثنا میں حج کا زمانہ آگیا اور بحکم ایزدی منصور مکہ معظمہ میں بحالت صحت و تندرستی نہ پہنچ سکا بلکہ مریض ہوکر پہنچا اور وہیں مرگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے ان دونوں بزرگوں اور دوسرے ہزاروں افراد کو بچالیا۔

منصور کی وفات:۔

منصور نے ماہ ذی الحجہ ۱۵۸ ھ میں مقام بطن میں انتقال کیا اور اس کو نہر میمون اور کوہ حجون کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ سم الخاسر نے اس کی موت پر یہ شعر کہے۔ (۵)

ابن عساکر کہتے کہ جب امیر ابو جعفر منصور حکومت سے پہلے طلب علم میں اکثر سفر کی

حالت میں رہتا تھا' ایسے ہی ایک سفر میں یہ ایک منزل پر پہنچا' وہاں کے چوکیدار نے کہا کہ جب تک تم دو درہم ادا نہیں کرو گے یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ منصور نے کہا کہ مجھے معاف کرو میں بنی ہاشم ہوں' اس نے کہا دو درہم کی ادائیگی پہلے کرو پھر ٹھہرو۔ منصور نے کہا کہ مجھ سے نہ لے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں مگر چوکیدار نہ مانا۔ منصور نے کہا کہ اچھا قرآن کا قاری ہی سمجھ کر چھوڑ دے چوکیدار پھر بھی نہ مانا اور دو درہم کے لئے اصرار کیا۔ منصور نے کہا کہ میں فقیہ اور عالم ہوں مگر چوکیدار اپنے مطالبہ سے باز نہ آیا آخر کار منصور عاجز آگیا اور اس نے دو درہم نکال کر حوالے کر دیئے۔ جب یہ وہاں سے واپس ہوا تو اس نے مال جمع کرنے کی دل میں ٹھان لی اور اس میں اس حد تک بڑھ گیا کہ اس کا لقب ابو الدوانیق(٦) پڑ گیا۔

ربیع بن یونس کہتے ہیں کہ منصور کا قول ہے' خلفاء بس چار ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بادشاہ بھی چار ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ۔ عبدالملک ہشام اور میں (منصور) حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھ سے منصور نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون شخص ہے؟ میں نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما' منصور نے کہا تم سچ کہتے ہو میری بھی یہی رائے ہے کہ یہی افضل ترین ہیں۔

اسماعیل خیری کہتے ہیں کہ عرفہ کے روز منصور نے منبر پر چڑھ کر یہ خطبہ دیا۔

اے لوگو! گو میں اللہ کی طرف سے روئے زمین کا بادشاہ ہوں' تاکہ میں اس کی تعریف اور اس کی ہدایت سے رعیت پروری کروں' اس نے مجھے اپنے خزانے کا امانت دار اور محافظ اس لئے بنایا ہے کہ میں اس کے مال کو خداوند تعالیٰ کے ارادے اور اس کے حکم کے مطابق تقسیم کروں' مجھے خداوند تعالیٰ نے اس خزانے کا قفل بنایا ہے' جب اللہ تعالیٰ اس کو کھولے گا تو تمھارے عطیات کے لئے کھولے گا (جب مشیت الٰہی ہوگی تم کو عطیات دیئے جائیں گے) اور جب تک وہ بند رکھنا چاہے گا وہ قفل بند رہے گا۔

لوگو تمھیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاؤ اور آج کے اس مبارک اور شریف دن' تم اس خداوند بزرگ و برتر سے جس نے اپنے فضل و کرم سے اس مبارک دن میں اپنی کتاب میں الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ○ فرمایا۔ دعا کرو کہ وہ مجھے راہ صواب دکھائے اور نیک راہ

چلنے کے لئے میری پشت پناہی فرمائے' تم پر احسان و نرمی کرنے کی توفیق دے اور تم پر عطا و بخشش کے لئے میرے دل کے دروازے و افرما دے تاکہ میں عدل و انصاف کے ساتھ تمہارے وظائف و مناصب اور تنخواہیں تم کو تقسیم کر سکوں کیونکہ وہ سننے والا اور (دعاؤں کا) قبول کرنے والا ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کا محرک یہ امر ہوا تھا کہ لوگ اس کو بخیل کہتے تھے چنانچہ اس نے اس خطبہ کے آخر میں یہ بھی کہا تھا کہ "لوگ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین مال خرچ نہ کرنے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ خدا کا حکم نہیں ہے"

اصمعی کا قول ہے کہ منصور ایک روز خطبہ کے لئے منبر پر آیا اور اس نے اس طرح خطبہ شروع کیا الحمد للہ احمدہ واستعینہ واومن بہ واتوکل علیہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ○ ابھی وہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک شخص نے اٹھ کر کہا یا امیرالمومنین ذرا یہ بھی ذکر کر دیجئے کہ آپ کون ہیں؟ منصور نے خطبہ کا سلسلہ وہیں ختم کر دیا اور اس شخص سے کہا کہ مرحبا شاباش تو نے بہت بڑا ذکر چھیڑ دیا اور ایک بڑا خوف یاد دلایا! میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات کے کہنے سے کہ ان سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو ان کی عزت ان کو گناہوں کی طرف اور زیادہ مائل کر دیتی ہے۔' وعظ و نصیحت ہمارے ہی گھر سے شروع ہوئی ہے اور ہم ہی سے نکلی ہے' اے معترض! تیرا یہ سوال تیری خلوص نیت پر مبنی نہیں بلکہ یہ تیری خودنمائی پر مبنی ہے پہلے تم سختیاں برداشت کرنے کے قابل بنو پھر اعتراض کرو' اے لوگو! میں اس معترض سے چشم پوشی کرتا ہوں اور تم بھی اس پر گرفت نہ کرنا' لوگو! تم اس سے اور اس جیسے شریر لوگوں سے الگ رہو۔' یہ کہہ کر اس نے خطبہ پھر وہیں سے شروع کر دیا جہاں چھوڑا تھا اور کہا واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ یہ معلوم ہوا کہ اس کی تقریر ایک کاغذ پر لکھی ہوئی ہے اور درمیان میں ایک جملہ معترضہ آگیا تھا اور بس!

منصور کی اپنے بیٹے مہدی کو نصائح:۔

منصور نے اپنے بیٹے مہدی سے کہا کہ اے ابو عبداللہ (مہدی کی کنیت) کوئی خلیفہ بغیر تقوی کے امور خلافت انجام دینے کی یہ صلاحیت نہیں رکھتا اور کوئی بادشاہ رعیت کی

فرمانبرداری کے بغیر بادشاہت قائم نہیں رکھ سکتا' اور کوئی رعایا عدل کے بغیر اطاعت نہیں کر سکتی' سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قدرت کے باوجود معاف کر دے اور سب سے زیادہ بیوقوف وہ ہے جو ظلم کرے' اے بیٹے! کسی امر میں غور فکر کے بغیر پکا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ غور فکر انسان کے لئے بمنزلہ آئینہ کے ہے جس میں اپنا حسن و قبح معلوم ہوتا ہے' ہمیشہ نعمت کا شکر ادا کرتے رہنا اور قدرت کے وقت معاف کر دینا۔ یاد رکھو تالیف قلب ہی اطات پر مائل کرتی ہے' فتحیابی کے بعد ہمیشہ تواضع اور رحمدلی اختیار کرنا۔

عفو درگزر:۔

مبارک بن فضالہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز منصور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے ایک مجرم کو قتل کرنے کا حکم دیا اس موقع پر میں نے کہا یا امیر المومنین میں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا دیگا کہ خداوند تعالیٰ کے ذمہ جن لوگوں کا اجر ہو وہ کھڑے ہو جائیں' اس وقت کوئی کھڑا نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے کسی کو معاف کیا ہو! یہ سن کر منصور نے کہا اس شخص کو چھوڑ دو'

اصمعی کہتے ہیں کہ منصور نے ایک مجرم کو سزا کا حکم سنانے کے لئے طلب کیا وہ شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا! اے امیر المومنین! انتقام عدل ہے اور معافی فضل ہے' ہم خداوند تعالیٰ سے امیر المومنین کیلیئے دعا کرتے ہیں کہ مجیب الدعوات امیر المومنین کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مصیبت میں بھی گرفتار نہ کرے امیر المومنین کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی حاصل ہو' یہ سن کر منصور نے اس شخص کو بھی معاف کر دیا۔ اصمعی سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ ملک شام میں منصور نے ایک بدوی سے کہا کہ مقام شکر ہے خداوند تعالیٰ نے تم پر سے طاعون محض اس لئے دور کر دیا کہ تم ہمارے زیر حکومت ہو (ہماری برکت سے طاعون کی وبا تم سے دور ہوگئی) بدوی نے فوراً" جواب دیا کہ طاعون اور تمھاری حکومت دونوں ہی برابر ہیں۔ واقعی خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے دونوں کو اکٹھا ہم پر مسلط نہیں کیا۔

محمد بن منصور بغدادی کہتے ہیں کہ ایک دن منصور کے پاس عابدوں کا ایک گروہ آیا اور

منصور کو نصیحت کی کہ خداوند تعالیٰ نے تم کو دنیا کی تمام نعمتیں عطا کی ہیں تو کچھ اپنی آسائش کے لئے زمین کا ایک ٹکڑا بھی خرید لو' اور اس رات کو بھی یاد کرلیا کرو کہ جس رات کو پہلی بار قبر میں سوؤ گے اور اس دن کو بھی یاد کرلو جس کے بعد تمہارے لئے پھر رات نہیں آئے گی۔ یہ نصائح سن کر منصور نے کہا کہ ان لوگوں کو کچھ مال دے دیا جائے اور پھر خاموش ہوگیا ان زاہدوں میں سے ایک نے کہا کہ منصور اگر ہم کو خواہش ہوتی تو ہم تم کو نصیحت کی جرات نہیں کرتے'

عبدالسلام بن حرب کہتے ہیں کہ ایک روز منصور نے عمرؓو بن عبید کو بلایا جب وہ آئے تو منصور نے ان کو کچھ روپیہ دینا چاہا لیکن انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے کہا کہ واللہ یہ مال تو آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ عمرو بن عبید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اس کو قبول نہیں کروں گا ' اس وقت مہدی (ولیعہد سلطنت بھی موجود تھا) مہدی نے کہا امیرالمومنین نے قسم کھائی ہے آپ مال قبول کر لیجئے' عمرو بن عبید نے کہا کہ امیرالمومنین کے لئے قسم کا کفارہ میری بہ نسبت ادا کرنا زیادہ آسان ہے۔ منصور نے کہا کہ اچھا پھر آپ کو کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ میری یہ خواہش ہے کہ جب تک میں خود آپ کے پاس نہ آؤں مجھے نہ بلوایا جائے اور جب تک میں خود کچھ طلب نہ کروں مجھے کچھ لینے پر مجبور نہ کیا جائے! منصور نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے مہدی کو ولیعہد کر دیا ہے آپ نے جواب دیا کہ منصور جب تمھیں موت آئے گی تو ان باتوں کے سوچنے کا موقع نہیں ملے گا بلکہ تم دوسری باتوں میں مشغول ہوگے۔

منصور کی عدل دوستی:۔

عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ منصور نے سوار ابن عبداللہ قاضی بصرہ کو لکھا کہ اس زمین کے قضیہ پر غور کیا جائے جو فلاں داروغہ اصطبل(۸) اور تاجر کے مابین باعث نزاع بنا ہوا ہے' تم کو چاہیے کہ تم اس مقدمہ کا فیصلہ داروغہ اصطبل کے حق میں کرو۔ سوار بن عبداللہ نے جواب میں لکھا کہ میرے سامنے جو گواہ گزرے ہیں ان کی گواہی سے جب تاجر کا حق ثابت ہوتا ہے اور میں اس شہادت کے خلاف فیصلہ کس طرح دے سکتا ہوں اس پر منصور نے لکھ کر بھیجا کہ واللہ تم کو داروغہ اصطبل کے حق میں فیصلہ دینا ہوگا اس کے جواب میں

قاضی سوار نے لکھ بھیجا کہ واللہ میں سوداگر کے حق میں فیصلہ کروں گا۔ جب یہ آخری جواب منصور کے پاس پہنچا تو منصور نے کہا "خدا کی قسم میں نے تمام زمین کو عدل سے معمور کر دیا کہ میرا قاضی مجھ سے عدل و انصاف میں مخالفت کرتا ہے۔

روایت ہے کسی شخص نے منصور سے قاضی سوار کی شکایت کی، منصور نے انھیں طلب کیا یہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ منصور کو چھینک آئی، قاضی سوار نے چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ (تشمیتہ) نہیں کہا اس پر منصور نے قاضی سوار سے کہا کہ آپ نے میری چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا، اس پر قاضی سوار نے کہا کہ آپ نے چھینک کے بعد الحمد للہ کیوں نہیں کہا منصور نے کہا میں نے اپنے دل میں الحمد للہ کہہ لیا تھا اس پر قاضی سوار نے کہا کہ میں نے بھی تشمیت دل میں کہہ لی تھی (یرحمک اللہ دلمیں کہہ لیا تھا) یہ سن کر منصور نے کہا کہ آپ اپنی خدمت پر واپس چلے جائیں جب آپ نے میرے ساتھ رعایت نہیں برتی تو پھر آپ اور کسی کے ساتھ کیا رعایت کریں گے۔

انصاف پسندی کا ایک اور واقعہ:۔

مخیر مدنی کہتے ہیں کہ منصور جب مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تو اس وقت وہاں کے قاضی محمد بن عمران طلحی تھے میں قاضی صاحب کا کاتب تھا۔ چند شتربانوں نے کسی معاملہ میں منصور پر نالش کر دی تھی۔ قاضی صاحب نے مجھے طلب کیا اور فرمایا کہ منصور کے نام طلبی کا فرمان جاری کردو تاکہ ان کی موجودگی میں انصاف کیا جائے، میں منصور کے نام طلبی کا فرمان لکھتے ہوئے جھجکا تو قاضی صاحب نے "تاکیدا" کہا۔ آخر کار میں نے ضابطہ کے مطابق وہ فرمان جاری کر دیا اور اس پر قاضی صاحب کی مہر لگا دی، قاضی محمد بن عمرانؒ نے مجھ سے فرمایا کہ طلبی کا یہ حکم نامہ لیکر تم ہی منصور کے پاس جاؤ میں حکم نامہ لیکر ربیع (حاجب منصور) کے پاس گیا۔ ربیع نے منصور کے پاس جاکر اس واقعہ اور قضیہ کی اطلاع دی جب ربیع خلیفہ کے پاس سے واپس آیا تو اس نے حاضرین کو خطاب کرکے کہا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میں قاضی کی عدالت میں طلب کیا گیا ہوں میرے ساتھ وہاں کوئی شخص نہ جائے چنانچہ قاضی صاحب کی طلبی پر منصور اور ربیع حاجب دونوں عدالت میں حاضر ہوئے اور خلیفہ کی تعظیم کے لئے ہم میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا، یہاں تک ہوا کہ منصور کی چادر ڈھلک کر گر پڑی تو خود ہی منصور نے

اٹھائی۔ آخر کار مقدمہ کی سماعت ہوئی اور قاضی صاحب نے منصور کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کیا۔ جب مقدمہ سے فراغت حاصل ہوئی تو منصور نے قاضی صاحب سے کہا کہ خداوند تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے میں تمہاری اس انصاف پسندی اور عدل دوستی سے خوش ہو کر تم کو دس ہزار دینار بطور عطیہ دیتا ہوں۔

شاعر کا انعام:۔

محمد بن حفص العجلی کہتے ہیں کہ ابو ولامہ شاعر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے منصور کو یہ خبر پہنچائی اور اس نے منصور کی مدح میں یہ اشعار پڑھے:۔

لو کان یقعد فوق الشمس من کرم قوم لقیل اقعدوا یا ال عباس رضی اللہ عنہ

اگر کوئی شخص اپنی بزرگی کے باعث آفتاب پر بیٹھ سکتا ہے تو اے آل عباس وہ قوم تم ہی ہو!

ثم ارتقوا فی شعاع الشمس کلکم الی السماء فانتم اکرم الناس

یہ اشعار پڑھ کر ابودلامہ نے ایک تھیلی نکال کر منصور کے سامنے پیش کردی، منصور نے کہا کہ یہ کیا ہے، ابو دلامہ نے کہا کہ جو کچھ انعام آپ مجھے دینا چاہتے ہیں مجھے اس میں دیدیجئے۔ منصور نے حکم دیا کہ اس تھیلی کو درہموں سے بھر دیا جائے، چنانچہ اس میں دو ہزار درہم آئے۔

منصور کا علم دینی سے شغف:۔

محمد بن سلام جمحی کہتے ہیں کہ کسی شخص نے منصور سے دریافت کیا کہ آپ کی کوئی آرزو باقی رہ گئی ہے؟ منصور نے کہا کہ صرف یہ آرزو باقی ہے کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوں اور میرے چاروں طرف اصحاب حدیث بیٹھے ہوں (جن سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنوں) اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہوں۔ دوسرے روز جب وزرا، مملکت اور اراکین سلطنت اس کے چاروں طرف کاغذات (سرکاری) لیکر مع قلم دوات حاضر ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ لیجئے آپ کی وہ تمنا بھی پوری ہوگئی۔ منصور نے جواب دیا کہ یہ اصحاب حدیث

نہیں ہیں، ان لوگوں کے کپڑے تو پرانے پھٹے ہوں گے۔ وہ ننگے پاؤں اور ان کے سر کے بال بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ مسافروں جیسی حالت میں رہتے ہیں اور ان کا کام صرف احادیث کا نقل کرنا ہوتا ہے۔

عبدالصمد بن علی سے روایت ہے کہ میں نے منصور سے کہا کہ آپ نے سزا دینے پر ایسی کمر باندھی رکھی ہے گویا معافی کا نام ہی آپ نے نہیں سنا یہ سن کر منصور نے جواب دیا کہ کہ آل مروان کا خون اب تک نہیں سوکھا ہے اور آل ابی طالب کی تلواریں ابھی تک میان میں نہیں گئی ہیں (مراونیوں اور علویوں نے دل سے اطاعت قبول نہیں کی ہے) ہم ابھی ایسی قوم ہیں جن کے دلوں میں خلفاء کی ہیبت ابھی تک قائم نہیں ہوئی ہے اس لئے لفظ عفو کا بھول جانا اور عقوبت کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

یونس بن حبیب کہتے ہیں کہ زیاد بن عبداللہ حارثی نے منصور کو ایک مکتوب لکھا اور اس میں عطیات اور وظائف میں اضافہ کی استدعا کی۔ انھوں نے یہ درخواست بہت فصیح و بلیغ طرز میں تحریر کی تھی، منصور نے ان کی درخواست کے جواب میں لکھا کہ جب کسی شخص میں تونگری اور بلاغت دونوں چیزیں جمع ہو جاتی ہیں تو اس میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور امیر المومنین کو تمھاری طرف سے یہی اندیشہ ہے (کہ تم فصیح و بلیغ ہو اگر تمھارے وظائف میں اضافہ کر دیا گیا تو تم میں غرور و تکبر ہو جائے گا) پس تم اس بلاغت پر ہی اکتفا کرو۔

محمد بن سلام کہتے ہیں کہ ایک دن منصور کو پیوند دار کرتا پہنے دیکھا تو لونڈی نے طنزاً کہا کہ یہ خلیفہ ہیں جن کا کرتا بھی بے پیوند نہیں! منصور نے کہا کہ تجھ پر افسوس کیا تو نے ابن ہرمہ کا یہ شعر نہیں سنا:۔

قد یدریک الشرف الفتٰی ور داؤہ خلق و حبیب قمیصه مرقوع

وہی جوان شرف بزرگی کو پہنچ سکتا ہے جس کی چادر پھٹی ہوئی ہے اور جس کی قمیص کے جیب میں پیوند لگا ہو۔

منصور کے بخل کی مثال:۔

عسکری اوائل میں تحریر کرتے ہیں کہ منصور بنی عباس میں ایسا ہی بخیل اور لئیم تھا جیسے عبدالملک بنی امیہ میں! کسی شخص نے منصور کی قمیص کو جب پیوند لگا ہوا دیکھا تو اس نے کہا

کہ خدا کی قدرت ہے کہ اس نے منصور کو باوجود بادشاہت و سلطنت کے فقر میں مبتلا کر دیا ہے مسلم الحاوی نے اسی مضمون کو ایک گانے میں ادا کیا' یہ گانا منصور نے بھی سن لیا اور اس پر اتنا مسرور ہوا کہ قریب تھا کہ وہ اپنی سواری کے گھوڑے سے گر پڑے اور اس گویے کو نصف درہم انعام میں دیا۔ اس انعام کو دیکھ کر مغنی مسلم الحاوی نے کہا کہ میں نے ایک بار ہشام کے سامنے گانا گایا تھا تو انھوں نے خوش ہوکر مجھے دس ہزار درہم انعام میں دیئے تھے۔ منصور نے کہا کہ ہشام نے وہ رقم تم کو بیت المال سے نہیں دی ہوگی بلکہ جیب خاص سے دی ہوگئی' اگر تجھے اے حریص! اب بھی اتنے ہی انعام کی ضرورت ہے تو کسی شخص کو مقرر کر دے وہ ہشام سے اب بھی وصول کرلیگا۔(۹) مگر ان مغنیوں نے آتے جاتے اس کا اتنا پیچھا لیا کہ انعام لے کر ہی ٹلے۔

عسکری نے اوائل میں لکھا ہے کہ ہرمہ بہت ہی بڑا شرابی تھا ایک بار وہ منصور کے پاس آیا اور اس نے یہ اشعار پڑھے :۔ ترجمہ :۔ آپ جس شخص کو امان دیتے ہیں اس کی ماں بہت ہی زیادہ مصون و مامون ہو جاتی ہے اور جس شخص کو ہلاک کرتے ہیں اس کی ماں عمر بھر روتی پھرتی ہے۔

یہ اشعار سن کر منصور بہت زیادہ محظوظ ہوا اور کہا کہ اے ابن ہرمہ کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا کہ آپ عامل مدینہ کو لکھ دیجئے کہ جب وہ مجھے نشہ کی حالت میں دیکھے تو مجھ پر حد جاری نہ کرے! منصور نے کہا کہ میں حدود الہٰی میں کس طرح مداخلت کر سکتا ہوں' ابن ہرمہ نے کہا کہ پھر ایسا حیلہ تجویز کر دیجئے کہ میں حد سے محفوظ رہوں۔ منصور نے عامل مدینہ کو لکھ دیا کہ جب کوئی شخص ابن ہرمہ کو حالت سکر میں پکڑ کر لائے تو اس لانے والے کے سو درے اور ابن ہرمہ کے اسی درے لگائے جائیں۔ اس حکم کے بعد صورت یہ ہوئی کہ اگر عامل مدینہ خود بھی ابن ہرمہ کو نشہ کی حالت میں دیکھتا تو یہ کہتا ہوا اس کے پاس سے گزر جاتا کہ کون اسی درے لگوانے کے لئے سو درے کھائے۔ (اس طرح ابن ہرمہ سزا سے بچ گیا)
کہتے ہیں کہ منصور نے مذکورہ اشعار سن کر ابن ہرمہ کو ہزار درہم بھی انعام میں دیئے تھے اور کہا تھا کہ اے ابن ہرمہ اس رقم کو احتیاط سے خرچ کرنا میرے پاس تمھیں دینے کے لئے اور رقم نہیں ہے۔ ہرمہ نے کہا کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے گی تو میں کوئی اور ترکیب نکالوں گا۔

منصور کی شاعری:۔

منصور ابو جعفر عبداللہ نے بہت کم اشعار کہے ہیں یہاں ہم اس کے صرف دو شعر نقل کرتے ہیں:۔

اذا کنت ذا رای فکن ذا عزیمۃ فان فساد الرای ان یتردد ا

اگر تو صاحب رائے ہے تو تجھے صاحب عزم بھی ہونا چاہیے کہ بیشک تردد رائے کا فساد (کمزوری) ہے۔

ولا تمہل الاعداء یوما بقدرۃ و بادرہم ان یملکو مثلہا غدا

جب تجھ کو دشمنوں پر قدرت حاصل ہوا تو پھر ڈھیل مت دے ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ پر کل قابو پالیں!

منصور کے سامنے اظہار حقیقت:۔

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کہتے ہیں کہ میں اور منصور خلافت سے پہلے ایک ہی جگہ تحصیل علم کرتے تھے، ایک روز منصور مجھے اپنی قیام گاہ میں لے گیا مجھے کھانا کھلایا لیکن کھانے میں گوشت موجود نہیں تھا، خادمہ سے منصور نے پوچھا کچھ میٹھا بھی ہے اس نے کہا نہیں، منصور نے کہا کچھ کھجوریں ہوں تو وہی لے آ، خادمہ نے اس سے بھی انکار کیا یہ سن کر منصور لیٹ گیا اور یہ آیت پڑھی عسی ربکم ان یہلک عدوکم الخ

(بہت ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے)

جب منصور تخت نشین ہوا تو میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ بنو امیہ کے مقابلہ میں ہماری بادشاہت اور حکومت کیسی ہے؟ میں نے کہا کہ جتنا ظلم اب ہو رہا ہے اتنا ظلم ان کے زمانے میں نہیں ہوا۔ منصور نے یہ سن کر کہا کہ مجھے اچھے اعوان و انصار نہیں ملے۔ میں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بادشاہ تو بازار کی طرح ہے جس جنس کی نکاسی زیادہ ہوتی ہے وہ چیز بازار میں زیادہ آتی ہے اگر بادشاہ عابد و زاہد ہے تو اس کو ایسے ہی لوگ ملتے ہیں اور اگر فاسق و فاجر ہے تو ایسے ہی مخلص

ملیں گے۔

اقوال منصور:۔

منصور کا قول ہے کہ بادشاہ ان تین باتوں کے علاوہ اور تمام باتیں برداشت کرلیتا ہے
:۔

(۱) افشائے راز (۲) حرم میں دست اندازی (۳) ملک میں بغاوت پھیلانا۔ صولی منصور کا قول بیان کرتے ہیں کہ جب دشمن تیری طرف ہاتھ بڑھائے تو اگر تجھ میں طاقت ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈال اور اگر یہ طاقت نہیں تو پھر چوم لے! (قوت سے زیر کرلینا ورنہ اطاعت کرنا ہی بہتر ہے)۔ صولی نے یعقوب بن جعفر سے منصور کی ذکاوت و دانشمندی کے بارے میں یہ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ منصور مدینہ منورہ میں آیا تو ربیع سے کہا کہ مجھے ایک ایسا شخص فراہم کر دے جو مجھے تمام مشہور مقامات کی سیر کرائے چنانچہ ایک ایسا شخص پیش کر دیا گیا۔ اس نے منصور کو تمام مشہور مقامات کے بارے میں بتلایا اور سیر کرائے لیکن جب تک منصور نہیں پوچھتا تھا وہ خود نہیں بتاتا تھا جب وہ منصور کو سیر کراکے رخصت ہونے لگا تو منصور نے ایک ہزار درہم دیئے جانے کا حکم دیا اس شخص نے ربیع سے اس رقم کا چلتے وقت مطالبہ کیا' ربیع نے کہا کہ امیر المومنین نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے تم دوبارہ جاکر اس انعامی رقم کے سلسلہ میں ان کو یاد دلا دو۔ تاکہ امیر المومنین مجھ کو حکم دیدیں اور میں وہ رقم تم کو دیدوں یہ شخص ربیع کے پاس سے پلٹ کر منصور کے پاس گیا تو گفتگو کا موقع نہیں ملا جب منصور رخصت ہونے لگا تو اس شخص نے از خود کہا یا امیر المومنین یہ مکان عاتکہ کا ہے جس کے بارے میں احوص شاعر نے کہا ہے:۔

ترجمہ:۔ میں دشمنوں کے خوف سے تجھ سے زبردستی جدا ہو رہا ہوں۔ میرا دل تیرے ساتھ رہے گا اگر چہ میرا جسم تجھ سے جدا رہا ہے۔ یہ شعر سن کر منصور کے ذہن میں فوراً پورا قصیدہ آگیا جس میں یہ شعر بھی ہے کہ:۔

ترجمہ:۔ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ جو تو کہتا ہے وہی کرتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں"!؟ یہ سنکر منصور ہنس دیا اور کہا کہ ربیع! تیرا ناس جائے اس کو ہزار درہم دیدے۔

صولی اسحاق موصلی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ منصور اپنے ندیموں کے ساتھ پینے پلانے اور گانے بجانے میں نہیں بیٹھتا تھا بلکہ بیچ میں ایک پردہ حائل ہوتا تھا' منصور اور ندیموں کے درمیان تقریباً" بیس گز کا فاصلہ ہوتا تھا کہتے ہیں ندیموں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے والا اور دوری کو ختم کرنے والے پہلا امیر مہدی عباسی ہے۔

صولی نے یعقوب بن جعفر سے روایت کی ہے کہ یمامہ کے حاکم قثم بن عباس سے عبداللہ بن عباس حاکم بحرین کی موجودگی میں ایک روز منصور نے دریافت کیا کہ تمھیں اپنے نام کے معنی بھی معلوم ہیں اور معنی کے ساتھ یہ بھی بتاؤ کہ اس کا ماخذ کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم! منصور نے کہا کہ نام تو تمھارا ہاشمیوں جیسا ہے اور معلوم تم کو خاک نہیں' خدا کی قسم تم نرے جاہل ہو۔ قثم نے کہا کہ امیرالمومنین آپ ہی فرما دیجئے۔ منصور نے کہا کہ قثم اس شخص کو کہتے ہیں جو کھانا کھانے کے بعد کچھ سخاوت کرے اور خود بخود طلب کے لوگوں کو عطیات دے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار مکھیوں نے منصور کو بہت پریشان کیا' پریشان ہوکر منصور نے مقاتل بن سلیمان کو بلا کر دریافت کیا کہ خداوند تعالیٰ نے مکھیوں کو کیوں پیدا کیا ہے؟ مقاتل" نے جواب دیا کہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ظالموں کو ذلیل کریں۔

اولیات منصور:۔

محمد بن علی خراسانی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے نجومیوں کو منصور ہی نے اپنا مقرب بنایا اور نجوم کے احکام پر عمل کیا سب سے پہلے سریانی اور عجمی (فارسی) زبان سے عربی زبان میں منصور ہی کے حکم سے کتابیں ترجمہ کی گئیں جیسے کلیلہ دمنہ(۱۰) اور اقلیدس۔ سب سے پہلے منصور ہی نے غیر عرب کو اہل عرب پر حاکم مقرر کیا اور ایک مدت بعد نوبت یہاں تک پہنچی کہ عرب نژاد امیروں کا تقرر ہی ختم ہوگیا یعنی ان کی امارت اور قیادت ختم ہوگئی' منصور ہی پہلا شخص ہے جس کے زمانہ میں عباسیوں اور علویوں میں اختلافات رونما ہوئے ورنہ اس سے قبل وہ ایک جان اور دو قالب تھے (باہم شیر و شکر تھے)۔

منصور کی علمی فضیلت اور منصور سے مروی احادیث:۔

صولی کہتے ہیں کہ منصور لوگوں میں سب سے زیادہ علم حدیث کا جاننے والا تھا اسی طرح وہ علم الانساب میں بھی مہارت کاملہ رکھتا تھا اور ان دونوں علوم کی طلب میں اس کی کوششیں مشہور تھیں۔ ابن عساکر تاریخ و دمشق میں لکھتے ہیں کہ منصور بھی اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنے دست مبارک میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ اسی طرح صولی کا بیان ہے کہ منصور بھی اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے کہ جو کوئی اس میں سوا ہوا اس نے نجات پائی اور جو سوار نہیں ہوا وہ ہلاک ہوا۔ صولی ہی کی یہ روایت ہے کہ اس حدیث کے روایوں میں سے ایک راوی منصور بھی ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم نے کسی کو امیر بناکر اس کا وظیفہ مقرر کر دیا تو اگر اس نے اپنے وظیفہ (یعنی تنخواہ) سے زیادہ لیا تو اس نے خیانت کی۔

یحیٰی ابن حمزہ حضرمی کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ جب مجھ کو مہدی ابن منصور نے قضا کا عہدہ سپرد کیا تو مجھ سے کہا کہ تم احکام (کے نفاذ) میں تشدد نہ کرنا کہ میں نے اپنے والد منصور سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ' کا ارشاد ہے کہ " مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں ظالم سے دنیا اور آخرت دونوں میں انتقام لوں گا اور اس سے بھی انتقام لوں گا جس نے مظلوم کو دیکھا اور استطاعت رکھنے کے باوجود اس کی مدد نہ کی (صولی)۔

صولی نے محمد بن عباس بن فرت کے واسطے سے یہ حدیث بھی بیان کی ہے جس کے راویوں میں ایک راوی منصور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " کہ قیامت کے دن تمام سبب اور نسب میرے سبب اور نسب کے علاوہ منقطع ہو جائیں گے" صولی ابن اسحاق کے واسطے سے منصور سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ مہینے کے محاق (یعنی ۱۵، ۱۶، ۱۷ تاریخ اور ۲۷، ۲۸، ۲۹ تاریخ) میں سفر نہیں کرنا چاہیے اسی طرح جب ماہ برج عقرب میں ہو جب بھی سفر نہیں کرنا چاہیے۔(۱۱)

منصور کے عہد میں ان مشاہیر نے انتقال کیا:۔

(عبداللہ) ابن مقنع۔ سہیل ابن ابی صالح۔ علاء بن عبدالرحمٰن۔ خالد ابن یزید المصری الفقیہ۔ داؤد بن ابی ہند۔ ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج۔ عطا بن ابی مسلم الخراسانی۔ یونس بن عبید سلیمان الاحول۔ موسیٰ بن عقبہ صاحب الغفاری۔ عمرو بن عبید المعتزلی۔ یحییٰ بن سعید الانصاری الکلبی۔ ابن اسحٰق۔ جعفر بن محمد الصادق۔ اعمش۔ شبل بن عبادہ مقریٔ مکہ۔ محمد بن عجلان المدنی الفقیہ۔ محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ۔ ابن جریج۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ حجاج بن ارطاۃ، حماد الراویہ۔ رومتہ الشاعر الجریری۔ سلیمان التیمی۔ عاصم الاحول۔ ابن شبرمتہ الضبی۔ مقاتل بن حیان۔ مقاتل بن سلیمان۔ ہشام بن عروہ۔ ابو عمرو بن علاء۔ اشعب الطامع حمزہ ابن حبیب الزیات۔ امام اوزاعی۔

ان حضرات کے علاوہ اور دوسرے لوگ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم)

حواشی

۱۔ غریب مترجم بڑا مجبور اور بے بس ہے کہ ایک طرف علامہ سیوطیؒ احادیث ضبط تحریر میں لاتے چلے جارہے۔ ہیں اور ان ظالموں، سفاکوں، عدل دشمنوں، شراب خواروں، عیش و نشاط کے متوالوں اور سلطنت امیہ کو ملوکیت سے بدلنے والوں کے عہد کو عہد خلافت کہتے ہیں پھر ان کے سیاہ کارنامے گنواتے ہیں۔ دل گوارا نہیں کرتا اور قلم تحریر کرنے سے رکتا ہے کہ ان سلاطین اور ملوک کو خلیفہ جیسے پاکیزہ اور مقدس لفظ سے ذکر کیا جائے، میرے قارئین خواہ کچھ ہی کہیں میں تو ان کو خلیفہ کہہ کر اس مقدس لفظ کی توہین نہیں کروں گا۔ آپ یقین کیجئے کہ یہ بھی شعیت کا ایک شاخسانہ ہے کہ ان بداعمالوں اور بدکرداروں کو خلیفہ سے موسوم کراکر خود ہماری زبان سے خلفائے راشدین کے حضور میں بے ادبی کرائی ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیات اعمالنا۔

۲۔ تاریخ تدوین حدیث ملاحظہ فرمائیں محض ان سلاطین کو خوش کرنے کے لئے واضعین حدیث نے وضع حدیث کے کارخانے کھول رکھے تھے!

۳۔ قارین کرام! خدارا غور فرمایئے کہ اس خواب کے بعد اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت و صیت پر سفاح اور منصور نے کیا کیا، لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید میں ڈال دیا اور اسی پر بس نہ کی بلکہ آپ کو زہر

دلوا دیا جس سے آپ جاں بحق ہو گئے' تاریخ الخلفاء میں تو ان کے حالات بہت ہی اختصار سے لکھے گئے ہیں دوسری تاریخیں مثلاً" تاریخ اسلام از شرر' تاریخ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی' تاریخ اسلام رئیس احمد جعفری' تاریخ السلام از شاہ معین الدین تاریخ الامت از اسلم جیراج پوری ملاحظہ کیجئے اور ان کے سیاہ کارنامے پڑھئے۔ یہ محض استحکام سلطنت کے لئے روباہ بازیاں تھیں اور بس'

۳۔ علامہ سیوطیؒ نے ان مظالم کی تفصیل نہیں بتائی صرف اشارۃ اتنا ہی کہا ہے۔ دوسری تاریخوں میں ان مظالم کی تفصیل موجود ہے۔ تاریخ الخلفاء میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں تھی (مترجم)

۴۔ اشعار کا ترجمہ۔ ہم تو امیر سے ترقی کی امید رکھتے تھے سو امام نے ٹوپیوں کو ترقی دی یہ ٹوپیاں سروں پر ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا یہودیوں کی کمروں کو جھول پہنا دی گئی ہو۔

۵۔ اشعار کا ترجمہ۔ حجاج واپس آگئے اور ابن محمد کو قبر میں چھوڑ آئے گویا اس کو مکہ میں رہن رکھ دیا۔ لوگ آئے مناسک حج ادا کئے اور ان کا امام پتھر کی سلوں کے نیچے حالت احرام میں دبا پڑا ہے'

۶۔ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

۷۔ آج میں نے تمھارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا۔

۸۔ القائد معنی گھوڑوں کو چرانے والا نگہبانی کرنیوالا۔ "داروغہ اصطبل" اس کے لئے زیادہ مناسب ہے چنانچہ ہیں میں نے داروغہ اصطبل ہی ترجمہ کیا ہے۔

۹۔ اس میں طنز پنہاں ہے کہ جا اور ہشام کی قبر سے وصول کرلے! یا کسی شخص کو اس وصولیابی کے لئے مقرر کر دے۔

۱۰۔ کلیہ دمنہ سنسکرت زبان کی مشہور کتاب تھی اور رائے دانہ اشلیم کے عہد میں لکھی گئی۔ سنسکرت سے اس کا ترجمہ فارسی میں ہوا اور فارسی زبان سے اس کا ترجمہ منصور کے میر منشی عبداللہ ابن مقنع المشہور بہ ابن مقنع نے سب سے پہلے عربی زبان میں کیا۔

۱۱۔ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اور مقولہ ہے جس کو علامہ نے ان احادیث میں شامل کر دیا ہے جو منصور تک متعدد واسطوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہنچی ہیں۔

المہدی ابو عبداللہ محمد بن منصور

مہدی ابو عبداللہ محمد بن منصور ۱۲۷ھ میں ایدج(ا) کے مقام پر پیدا ہوا بعض مورخین نے اس کا سال پیدائش ۱۲۶ ھ بھی بتایا ہے۔ مہدی ام موسیٰ بنت منصور الحمیر یہ کے بطن سے پیدا ہو۔ مہدی بہت ہی سخی اور رعایا کا محبوب بادشاہ تھا۔ مہدی بہت ہی خوبصورت اور بہت ہی پاکیزہ صحیح الاعتقاد مسلمان تھا۔ مہدی نے زندیقیوں کی اس طرح بیخ کنی کی کہ صفحہ ہستی سے نابود کر دیا اور اسی طرح ملحدوں کو ملیامیٹ کر دیا۔ مہدی ہی پہلا شخص ہے جس نے زندیقوں اور ملحدوں کے رد میں کتابیں تصنیف کرائیں۔

مہدی نے حدیث کی سماعت اپنے والد (منصور) اور حضرت مبارک بن فضالہؒ سے کی اور اس سے یحییٰ بن حمزہ، جعفر بن سلیمان الضبعی، محمد بن عبداللہ الر قاشی۔ ابو سفیان سعید بن یحییٰ الحمیری نے حدیث کی روایت کی ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ مہدی کی روایت میں کسی شخص نے جرح و تعدیل نہیں کی (اس کی روایت کو تسلیم کیا ہے)۔

ابن عدی نے عثمان سے مرفوعاً" بیان کیا ہے کہ بنی عباس میں مہدی وہ تنہا شخص ہے جو خاندان بنی ہاشم کے غلام محمد بن ولید سے روایت کرتا ہے جو واضعان حدیث میں سے تھا؟ ابو داؤد اور ترمذی کے حوالہ سے امام ذہبی نے لکھا ہے کہ مہدی نے ابن مسعود کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ امام مہدی کا نام میرے نام پر اور ان کے باپ کا نام میرے پدر بزرگوار کے نام پر ہوگا (یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کے تمام راویوں کے نام بھی معلوم نہ ہوسکے۔)

مہدی کا تقرر اور پہلا خطبہ:۔

مہدی جب جوان ہوا تو منصور نے اس کو طبرستان کا حکم مقرر کر دیا۔ جہاں اس نے متعدد علوم حاصل کئے اور ادب پر عبور حاصل کیا اور علماء کی صحبت سے بھرپور استفادہ کیا اسی زمانہ میں منصور نے اس کو ولیعہد حکومت نامزد کر دیا۔ اور منصور کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ منصور کے انتقال کی خبر اس کو بغداد میں ملی تھی چنانچہ یہ خبر پہنچنے کے بعد اس نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا:۔

"اے لوگو! امیر المومنین بھی خدا کا ایک بندہ ہوتا ہے۔ جب تم اس کو پکارتے ہو وہ جواب دیتا ہے اور جب اس کو کوئی حکم دیا جاتا ہے تو وہ اس کو بجا لاتا ہے"!

ابھی مہدی اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ اس کی آواز بھرا گئی۔ اور آنکھوں میں آنسو آگئے' اس نے اسی طرح ڈبڈبائی ہوئی' آنکھوں اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوستوں کے فراق(۲) میں روئے تھے اور مجھ پر دوہرا بوجھ پڑا ہے" ایک باپ کا صدمہ پھر خلافت کا بوجھ! اس خلافت کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے احتساب فرمائے گا۔ میں اس سے اس خلافت کے معاملات میں مدد کا طالب ہوں۔

لوگو! ظاہر و باطن میں یکساں تم امیر کی اطاعت کرنا' ہم تمھارے ساتھ بھلائی کرینگے' تمھارا بھی یہ فریضہ ہے کہ اپنے اچھے انجام کو پیش نظر رکھو اور انصاف کرانے کے لئے اطاعت و فرمانبرداری سے کام لو۔ یعنی جو شخص تمھارے اندر دولت اور انصاف کو پھیلانا چاہے اس کی محافظت کرو اور جو تم پر سختی اور گرانی لائے تم اس کے دفع کرنے میں کوشش کرو میں ہمیشہ تم پر سلامتی کو نافذ کرتا رہونگا اور جس قدر مجھ میں طاقت ہے حتی المقدور میں اپنی عمر کا حصہ تم کو عقوبت سے بچانے اور تم پر احسان کرنے میں صرف کروں گا"

حصول خلافت کے بعد:۔

نغطویہ کا بیان ہے کہ ۱۵۸ ھ میں جب مہدی خزانوں کا مالک بن گیا (اقتدار حاصل ہونے کے بعد) تو اس نے مظالم کو دور کرنے اور ان کی روک تھام میں ان کو خرچ کیا۔ اپنے گھر والوں اور دوستوں پر ان کو بیدریغ صرف کیا۔

سب سے پہلے بزرگوں میں مہدی کی تخت نشینی کی مبارکباد اور اس کے باپ کی وفات پر تعزیت کرنیوالا ابو دلامہ شاعر تھا (جس نے ایک ہی نظم میں تبریک و تہنیت اور تعزیت دونوں کا حق ادا کیا)۔(۳)

ولی عہد کی نامزدگی:۔

۱۵۹ھ میں مہدی نے موسیٰ ہادی کو اپنا نائب نامزد کیا اور ہارون الرشید کو اس کا ولیعہد نامزد کیا اور اس پر لوگوں سے بیعت لی۔

۱۶۰ھ میں مہدی نے ہندوستان کے مشہور شہر باربد(۴) پر بزور شمشیر قبضہ کیا۔ اسی سال مہدی نے حج بیت اللہ ادا کیا۔ مہدی نے خانہ کعبہ پر مزید غلاف ڈالنے کی ممانعت کر دی کیونکہ بوجھ بہت زیادہ ہوگیا تھا اور ڈر تھا کہ کعبہ کی عمارت منہدم نہ ہو جائے بس ان پردوں کو باقی رکھنے کی اجازت دی جو مہدی نے مقرر کئے تھے۔ مہدی کے لئے اس سال مکہ میں برف منگائی گئی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ مہدی کے علاوہ اس سے قبل کسی اور خلیفہ کے لئے برف مہیا نہیں کی گئی۔

۱۶۱ھ میں مہدی نے حکم دیا کہ مکہ معظمہ کی سڑک' سرائے اور حوض بنائے جائیں۔ اور جامع مسجدوں میں مقصورے تعمیر کرنے کی ممانعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منبر جیسے بلند و عریض ہوتے تھے اتنے ہی بنوانے کا حکم دیا۔ (بڑے منبروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے مطابق چھوٹا کروا دیا۔

۱۶۳ھ میں اور اس کے بعد کے سالوں میں روم کے اکثر علاقے فتح ہوگئے۔

ڈاک کا انتظام:۔

۱۶۶ھ میں مہدی اپنے بنوائے ہوئے شہر عیساباد میں منتقل ہوگیا اور اس کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا اور مہدی کے حکم سے اسی سال سے دارالسلطنت سے مدینہ منورہ مکہ معظمہ اور یمن کو اونٹوں اور خچروں کے ذریعے ڈاک لانے لیجانے کا انتظام قائم کیا۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مہدی ہی نے عراق سے حجاز تک ڈاک کا سلسلہ قائم کیا۔ اسی سال سے مہدی نے زندیقوں کا قلع قمع شروع کیا' جس کو جہاں پایا قتل کر دیا۔

۱۶۷ھ میں مسجد حرام کی توسیع کا حکم دیا اور اس میں مزید رقبہ شامل کر دیا۔

۱۶۹ھ میں مہدی کا انتقال ہوگیا (موت کے اسباب مختلف بتائے جاتے ہیں) بعض کہتے ہیں کہ ایک شکار کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا تھا' شکار ایک مکان میں گھس گیا گھوڑا بھی تعاقب کرتا ہوا اس میں جاگھسا اور مہدی کی پیٹھ اس گھر کے دروازہ سے زخمی ہوگئی اور اسی وقت اس کے

صدمہ سے مر گیا۔ اس روز محرم کی ۲۲ تاریخ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو زہر دیا گیا تھا۔
سلم الخاسر نے اس کی موت پر ایک عظیم مرثیہ لکھا۔

وباکیۃ علی المھدی عبری کان بھا و ما جنت جنونا

صولی کہتے ہیں کہ جب مہدی نے اپنے فرزند موسیٰ کو ولیعہد نامزد کیا تو مروان بن حفصہ نے تہنیت پیش کی بعض دوسرے شعراء نے بھی مبارک بادیں پیش کیں۔

صولی کہتے ہیں کہ ایک دن ایک عورت مہدی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار میری حاجت روا کیجئے یہ سن کر مہدی نے کہا کہ میں نے آج تک (یہ حوالہ) کسی کی زبان سے نہیں سنا۔ بس اس کی حاجت پوری کر دو' اور اس کو مزید دس ہزار درہم عطا فرمائے'

مہدی کی انصاف پسندی:۔

قریش الختلی کہتے ہیں کہ صالح بن عبدالقدوس البصری زندقہ کے الزام میں گرفتار ہو کر مہدی کے سامنے لایا گیا' مہدی نے چاہا کہ اس کو قتل کر دے صالح نے کہا کہ میں اللہ سے اپنے اس گناہ کی توبہ کرتا ہوں' اور یہ اشعار پڑھے۔

ما یبلغ الا عداء من جا ھل ما یبلغ الجا ھل من نفسه
دشمن اپنی جہالت سے باز نہیں آتے اور جاہل اپنے نفس (عادت) سے باز نہیں آتے

والشیخ لا یترک اخلا قه حتی یوا ری فی ثری رمسه
بوڑھا اپنی عادتوں کو ترک نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کو قبر میں نہ چھپا دیا جائے

اس کی توبہ اور یہ اشعار سن کر مہدی نے اس کو معاف کر دیا۔ لیکن جب وہ جانے لگا تو اس نے صالح بن عبدالقدوس سے کہا کہ تو نے ابھی یہ مصرعہ پڑھا ہے۔والشیخ لا یترک اخلا قه (بڑھاپے میں کوئی شخص اپنی عادتوں کو ترک نہیں کر سکتا) اس نے کہا ہاں! تو مہدی نے کہا کہ پھر تو اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتا ہے' یہ کہکر اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

زہیر کہتے ہیں کہ مہدی کے پاس دس محدثین پر مشتمل ایک جماعت آئی ان میں خرج بن فضالہ اور غیاث بن ابراہیم بھی تھے۔ مہدی کو کبوتر بازی کا بہت شوق تھا' مہدی کے سامنے

جب غیاث بن ابراہیم آئے تو مہدی نے ان سے کہا کہ کوئی حدیث سنایئے انھوں نے کہا کہ فلاں شخص نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً" روایت کی ہے کہ تیر اندازی اور گھوڑ سواری کے علاوہ اور کسی چیز میں مسابقت جائز نہیں ہے! غیاث نے مہدی کے کبوتر بازی کے شوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس میں یہ اور اضافہ کر دیا "پرندوں میں بھی مسابقت جائز ہے" مہدی نے یہ سن کر دس ہزار درہم ان کو عطیہ دیا۔ جب غیاث بن ابراہیم واپس جانے لگے تو (یکایک مہدی کو خیال آیا کہ حدیث میں پرندوں کی مسابقت نہیں ہے غیاث نے محض میری خوشنودی کے لئے حدیث میں یہ من گھڑت کی ہے) اس نے غیاث سے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تم بہت بڑے جھوٹے ہو اور تم نے یہ عطیہ جھوٹ بول کر حاصل کیا ہے' اس کے بعد مہدی نے حکم دیا کہ تمام کبوتر ذبح کر دیئے جائیں (جن کے باعث یہ جھوٹی حدیث گھڑی گئی)۔

ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت شریک مہدی کے پاس آئے' مہدی نے ان سے کہا کہ ان تین باتوں میں سے ایک بات تم کو ضررر قبول کرنا ہوگی' عہدہ قضا قبول کیجئے' میرے لڑکوں کی اتالیقی قبول کیجئے میرے ساتھ کھانا کھایئے۔ شریک نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہ کھانا کھانا سب سے زیادہ آسان ہے' مہدی کے ساتھ کھانا قبول کرلیا۔ مہدی نے دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے اور بھنی چیزیں چنوائیں جب دونوں کھانا کھا چکے تو شاہی باورچی نے کہا کہ اب آپ کے لئے خیر نہیں (آپ مہدی کے پھندے میں پھنس گئے) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے فرزندان مہدی کو تعلیم بھی دی اور منصب قضا بھی قبول کرلیا۔

امام بغوی نے جعدیات میں حمدان الاصفہانی سے روایت بیان کی ہے کہ ایک روز میں قاضی شریکؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں شاہزادہ آیا اور تکیہ لگا کر بیٹھ گیا' اس نے شریکؒ سے ایک حدیث دریافت کی لیکن شریک نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اس نے دوبارہ دریافت کیا شریک پھر بھی متوجہ نہیں ہوئے شاہزادہ نے ناگواری کے ساتھ کہا کہ آپ امیر المومنین کی اولاد کے ساتھ حقارت سے پیش آتے ہیں اور ان کی تذلیل کرتے ہیں۔ شریکؒ نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ اہل علم کی نظر میں شاہزادوں کی بہ نسبت علم کی قدر زیادہ ہے۔ یہ سن کر شاہزادہ دوزانو ہوکر بیٹھ گیا اور پھر حدیث دریافت کی' شریکؒ نے کہا کہ ہاں طلب علم کا یہی صحیح طریقہ ہے!

صولی نے مہدی کے یہ اشعار تحریر کئے ہیں (یوں مہدی نے بہت سے اشعار کہے ہیں!

ما یکف الناس عنا وما یمل الناس منا

یہ لوگ ہم سے باز نہیں رہتے اور نہ ہم سے ملول خاطر ہوتے ہیں

انما هممتهم ان ينبشوا ما قد دفنا

وہ تو اس بات کا بھی ارادہ رکھتے ہیں کہ ہمارے اسلاف کو قبروں سے نکال لیں

لوسكنا باطن الارض فلكا نوا حيث كنا

اگر ہم زیر زمین بھی سکوت اختیار کرلیں تو جس طرح سے ہم ہیں

وهم ان كا شفونا في الهوى يوما محبا

تو یہ ازروئے محبت و شفقت زیر زمین ہی ہمارے رفیق بنجائیں گے

صولی محمد بن حمارہ سے روایت کرتے ہیں کہ مہدی اپنی ایک کنیز سے بہت تعلق خاطر رکھتا تھا لیکن مہدی کی اس محبت و چاہت کے باوجود وہ کنیز مہدی سے بچی بچی رہتی تھی اور مہدی کو اس نے خود پر قابو نہیں پانے دیا۔ مہدی نے ایک شخص سے کہا کہ تو اپنے طور پر معلوم کر کہ اس کا دل کس پر مائل ہے (جو وہ میری طرف التفات نہیں کرتی) کنیز سے جب اس شخص نے حقیقت حال دریافت کی تو کنیز نے کہا کہ اظہار حقیقت اگر کروں گی تو مہدی سے مجھے نقصان پہنچے گا (مجھے قتل کر دے گا یا قید میں ڈال دیگا) اسی کنیز کی محبت میں مہدی نے بہت ہی موثر اور دل گداز اشعار کہے ہیں۔

مہدی کا کردار اور عیش پسندی:۔

مہدی نے اپنے ایک مقرب خاص عمر بن بزیع کے لئے ان جذبات کا اظہار کیا ہے۔

رب تمم لي نعيمي بالي حفص نديمي

الٰہی میری نعمتوں کو پورا فرما دے میرے ندیم ابو حفص کے طفیل میں

انما لذت عيشي في غنا و كرميم

میرے عیش و لذت کا اظہار غنا اور کرم پر منحصر ہے۔

وجوا ز عطرات وسماع و نعيم

اور عطر میں بسی ہوئی کنیزوں میں نغمات اور لذائذ دنیا میں

مہدی کی شاعری پر علامہ سیوطیؒ کا تبصرہ:۔

میری نظر میں مہدی نے اپنے باپ منصور اور اپنے دونوں بھائیوں سے بہتر شعر کہے ہیں، اس کے شعر میں لطافت بہت زیادہ ہے خصوصا" اس نے چھوٹی بحروں میں اشعار کہے ہیں جو عربی شاعری میں ایک اعلیٰ درجہ کی صنعت ہے۔ چنانچہ صولی ابوکریمہ سے (مہدی کی بدیہہ گوئی کا یہ واقعہ) نقل کرتے ہیں کہ مہدی اپنی کنیز کے کمرہ میں اچانک چلا گیا، کنیز اتفاق سے اس وقت اپنے معمولی لباس کو اتار کر دوسرے (درباری) کپڑے پہن رہی تھی اچانک مہدی کو آتا دیکھ کر اس نے اپنے ہاتھ سے اپنا ستر چھپانا چاہا، نازک ہاتھ سے پورا ستر نہ چھپ سکا، مہدی نے ہنس کر فی البدیہہ یہ شعر کہا۔

البصرت عینی لحینی منظرا "یجلب شینی

میری آنکھوں نے اپنی ہلاکت کو دیکھ لیا یعنی ایسا منظر دیکھ لیا کہ......؟

یہاں سے پلٹ کر مہدی باہر آیا تو بشار شاعر سے مڈبھیڑ ہوگئی اس کو یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ اس شعر پر کچھ اور شعر کہو (تاکہ قصہ مکمل ہو جائے) چنانچہ بشار نے یہ مصرعے اس پر لگائے:۔

ستزته اذا را ائتنی تحت طی العکنین

اس نے جب مجھے دیکھا تو اپنے ستر کو پیٹ کی سلوٹوں میں چھپالیا

فبد الی منه فضل لم یسع فی الرا جتین

مجھے اس منظر سے وہ خوشی ہوئی جو دونوں ہاتھوں میں نہیں سما سکتی

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ مہدی اپنے باپ منصور کی طرح اپنے ابتدائی دور حکومت میں اپنے ندیموں سے دور پردے کے پیچھے بیٹھا کرتا تھا۔ پھر یہ حجاب دور کرکے ان کے پاس بیٹھنے لگا، کسی شخص نے کہا کہ آپ کے لئے تو (ندیموں سے) پردہ ہی بہتر ہے اس پر مہدی نے جواب دیا کہ جو لطف مشاہدہ میں ہے وہ غیبت میں نہیں ہے۔

مہدی کا حسن اخلاق:۔

مہدی بن سابق کہتے ہیں کہ ایک بار مہدی کا کوکبہ شاہی جارہا تھا کہ ایک شخص نے باآواز بلند یہ اشعار پڑھے (جن کا مطلب یہ ہے):۔

"خلیفہ کو آگاہ کردو کہ آپ کا حاتم خائن ہے' اللہ کا خوف کیجئے اور ہم کو حاتم سے بچایئے' وہ پاک دامن جو کسی خائن کی مدد کرتا ہے تو ایسا پاک دامن بھی اس خائن کے گناہوں میں شریک ہو جاتا ہے"

یہ سن کر مہدی نے حکم دیا کہ ہماری قلمرو میں جو شخص بھی حاتم کے نام سے کسی منصب پر مامور ہے اس کو معزول کر دیا جائے۔ ابی عبیدہ سے روایت ہے کہ مہدی جب بصرہ میں ہوتا تو پانچوں وقت کی نماز جامع مسجد میں ادا کرتا' ایک دن جب نماز کھڑی ہونے کو تھی تو ایک اعرابی نے آکر مہدی سے کہا کہ مجھے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ میں نے ظہر کی نماز پڑھنا چاہی تھی لیکن میں شامل نہ ہو سکا (نماز ہو چکی تھی) یہ سن کر مہدی نے کہا کہ اس شخص کا انتظار کرلیا کرو۔ دوسرے وقت مہدی کچھ دیر کے لئے اس کے انتظار میں محراب میں کھڑا رہا اور جب تک وہ شخص نہیں آگیا اس وقت تک مہدی نے تکبیر نہیں کہنے دی۔ لوگ مہدی کے اس حسن اخلاق پر بہت متعجب ہوئے۔

مہدی اور احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت:۔

ابراہیم نافع سے روایت ہے کہ اہالیان بصرہ کے دو گروہوں میں ایک نہر کے سلسلہ میں تنازعہ ہوگیا' ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ نہر کی زمین پر خداوند تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو قبضہ عنایت فرمایا ہے کیونکہ یہ زمین جس میں نہر جاری ہے تمام مسلمانوں کی ہے کسی فرد واحد کی نہیں ہے' کسی ایک شخص کو اس کی ملکیت کا حق نہیں پہنچتا اور نہ کوئی شخص اس کو فروخت کر سکتا ہے۔ اگر کوئی فروخت کر بھی ڈالے تو اس کی قیمت تمام مسلمانوں پر تقسیم ہونا چاہیے۔ یا وہ رقم عامتہ المسلمین کی بھلائی میں خرچ ہونا چاہیے۔ اور دوسرے فریق کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ نہر ہماری ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو نہر مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اسی زمین والے کا حق ہے' چونکہ ہماری زمین مردہ ہے (ناقابل کاشت) اس لئے یہ محض ہمارا حق ہے۔ مہدی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر تعظیماً" اس قدر جھکا کہ اس کا منہ قریب تھا کہ زمین سے لگ جائے اور کہا کہ جو حدیث شریف تم نے بیان کی وہ بیشک ہمارے لئے قابل اتباع ہے اب صرف دیکھنا یہ ہے کہ تمہاری

زمین واقعی مردہ تھی یا نہیں، میں تمہارے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اس زمین کے گرد قدرتی طور پر پانی موجود ہے پھر وہ کس طرح مردہ ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر تم اس پر گواہی پیش کرو تو میں تسلیم کرلوں گا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں خود سنا کہ مہدی نے منبر پر خطبہ میں کہا کہ اے مسلمانوں! خداوند بزرگ و برتر نے تم کو ایسے کام کے لئے حکم فرمایا ہے جو خود اس نے اپنی ذات جل و علا اور ملائکہ کے لئے پسند فرمایا ہے یعنی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے' ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھاالذین امنو صلو علیہ وسلموا تسلیما ○ اس حکم سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ جس طرح خداوند تعالیٰ عالم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے تمام رسولوں پر شرف بخشا ہے اسی طرح تم کو بھی تمام امتوں میں افضل بنایا ہے۔

میری تحقیق یہ ہے کہ سب سے اول مہدی ہی نے اس آیت کو خطبہ میں بیان کیا تھا اور اس کے تمام خطیبوں نے اس نص الٰہی کو خطبہ کا جزو ضروری قرار دے لیا اور آج تک ایسا ہی ہے۔ مہدی کی وفات پر مشہور شاعر عرب ابو العتاہیہ نے ایک پر شکوہ مرثیہ اس کے حرم کے قبوں پر لٹکایا جس کا مضمون یہ تھا۔

حواشی

۱۔ ایدج شہر ہواز کا ایک قصبہ تھا۔ اس زمانہ میں اہواز توابع سمرقند میں شامل تھا۔ (مترجم)

۲۔ علامہ سیوطیؒ کے الفاظ یہ ہیں۔ قد بکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند فراق الحبا اسی کا میں نے ترجمہ کیا ہے۔

۳۔ اس مبارکباد اور تعزیت کے اشعار اور ان کے مطالب غیر ضروری سمجھ کر یہاں نہیں لکھے جاتے ہیں۔

۴۔ تاریخ اسلام میں معین الدین ندوی اس کو بھار بوٹ لکھتے ہیں میرے خیال میں بھنبھوراسی کی بگڑی ہوئی شکل ہے اس لئے بھاربوٹ کو ساحلی شہر بتایا گیا ہے کہ وہاں کشتیاں لنگر انداز ہوئی تھیں۔

۵۔ آگے دیکھیں (حواشی)

مہدی سے مروی احادیث

صولی نے احمد بن محمد اور انھوں نے عبدالرحمٰن بن مسلم مدائنی سے روایت کی ہے کہ مہدی نے اپنے خطبہ میں اس خطبہ کا ذکر کیا جو حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے وقت سے مغرب کے وقت تک جو ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جو اکثر لوگوں کو یاد ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الا ان الدنیا حلوۃ خضرۃ (الحدیث)

صولی نے اسحٰق بن ابراہیم فراز کے ذریعہ بروایت ابن حفص خطابی لکھا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ مہدی نے حضرت عباسؓ سے مروی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عجمی وفد آیا جو ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جن کی داڑھیاں کٹی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ ان کو دیکھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان لوگوں کے برعکس داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں اتنی کٹواؤ کہ لبوں سے نیچی نہ رہیں اور یہ بیان کرتے وقت اپنا ہاتھ (نشاندہی کے لئے) اپنے لبوں پر رکھا۔

یحیٰی بن حمزہ کہتے ہیں کہ مہدی نے ہم کو نماز پڑھائی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھی' نماز کے بعد میں نے کہا کہ امیر المومنین آپ نے یہ کیا کیا' مہدی نے جواب دیا کہ مجھ تک میرے پردادا کے والد سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباس نے ان سے فرمایا تھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ جہر سے پڑھی تھی اس پر میں نے کہا تو پھر میں آپ کے ان اسناد کی بنیاد پر اس حدیث کی روایت کروں' مہدی نے کہا ہاں ضرور! اس حدیث کے سلسلہ میں علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اسناد تو متصل ہیں لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے مہدی اور اس کے باپ منصور سے احکام میں دلیل اور حجت تسلیم کی ہو' اس روایت میں سعد ابن ولید مولیٰ بن ہاشم منفرد ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ محمد ابن ولید بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام و اضعین حدیث میں سے تھا۔ میں کہتا ہوں کہ محمد ابن ولید منفرد نہیں ہے۔ بلکہ اور لوگوں نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔

مہدی کے زمانے میں وفات پانیوالے مشاہیر:۔

مہدی کے دور میں ان علمائے کرام اور بزرگوں نے انتقال فرمایا شعبہ' ابن زبی ذئب' حضرت سفیان ثوری' حضرت ابراہیم بن ادہم (زاہد) حضرت داؤد طائی (زاہد)۔ حضرت بشار بن برد محدثین میں پہلے شاعر' حماد بن سلمہ' ابراہیم بن طہمان' خلیل ابن احمد علم عروض کے موجد (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔

بقیہ۔ حواشی

۵۔ کچھ لوگوں نے شام کی اس حال میں کہ وہ منقش اور زریں لباس پہنے تھے اور انھوں نے صبح کی اس حال میں کہ ان کا لباس بوسیدہ اور دریدہ اور غیر منقش تھا۔ اے مخاطب دنیا میں تجھے بقا نہیں ہے۔ اگر تجھے عمر نوحؑ بھی عطا کر دی جائے اگر تو گریہ وزاری کرنا چاہتا ہے تو اپنے نفس کی حالت پر گریہ وزاری کر۔

ابو محمد موسیٰ بن المہدی المقلب بہ ہادی

نام و سال ولادت:۔

ابو محمد موسیٰ المعروف بہ ھادی بن المہدی بن المنصور رے میں ۱۴۷ھ میں پیدا ہوا ہادی کی ماں کا نام خیزراں تھا جو ایک بربری ام ولد تھی۔ ہادی اپنے باپ کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ جس عمر میں ہادی تخت پر بیٹھا اس عمر میں اور کوئی اس سے پہلے تخت نشین نہیں ہوا۔(۱) ہادی بہت کم مدت تخت نشین رہا یعنی صرف ایک سال اور چند ماہ۔

مہدی نے ہادی کو وصیت کی تھی کہ زندیقوں کا قلع قمع کر دینا اس نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اس امر میں بہت کوشش کی اور بے شمار زندیقوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہادی کو موسیٰ اطبق بھی کہتے ہیں اس کا سبب یہ تھا کہ یہ ہروقت اوپر کے ہوٹ کو اٹھائے رکھتا تھا جس کے باعث اس کا منہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ کم سنی میں مہدی نے اس کی یہ عادت چھڑانے کے لئے ایک خادم مقرر کر دیا تھا کہ وہ جب ہادی کا منھ کھلا دیکھتا فوراً" ٹوکتا اور کہتا موسیٰ اطبق (موسیٰ منھ بند کر)۔ ہادی یہ سن کر فوراً" منہ بند کر لیتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا نام ہی موسیٰ اطبق پڑ گیا۔

ہادی کی مے نوشی اور عیش کوشی:۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ہادی مے نوش اور لہو ولعب کا دلدادہ تھا۔ عمدہ گھوڑے کی سواری کا بہت شائق تھا۔ امور خلافت سے اس کو دلچسپی نہیں تھی اسی لئے ان میں اس سے بھول چوک ہوتی تھی' لیکن ان خامیوں کے باوجود وہ بہت ہی فصیح' قادر الکلام اور اعلیٰ درجہ کا ادیب تھا۔ رعب و داب' سطوت و دبدبہ اور شجاعت و شہامت اس میں بہت زیادہ تھی' کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بہت ظالم تھا۔ ہادی ہی وہ پہلا امیر المسلمین ہے جس کے جلو میں جلودار برہنہ تلواریں' نیزے اور کمانوں کے چلوں میں تیر چڑھائے چلتے تھی نتیجتہ" اس کے عمال بھی

اسی شان و شوکت سے نکلتے تھے چنانچہ اس کے عہد میں اسلحہ کی بہت بہتات ہوگئی تھی۔

ہادی کی وفات:۔

ہادی کا انتقال ربیع الآخر ۱۷۰ھ میں ہوا۔(۲) اس کی موت کے اسباب مختلف بیان کئے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہادی نے اپنے ایک ندیم کو بانسی (بانس کے جنگل) میں دھکا دے دیا۔ اس نے گرتے ہوئے ہادی کا سہارا لیا جس کے نتیجہ میں یہ بھی بانسی میں گر گیا اور ندیم کے پیٹ میں اور س کی ناک میں نوکیلا بانس گھس گیا جس کے باعث دونوں اسی وقت مر گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہادی کے پیٹ میں زخم ہوگیا تھا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا بعض کہتے ہیں کہ جب اس نے مہدی کی وصیت کے برخلاف ہارون الرشید کو قتل کرکے اور اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد بنانا چاہا تو ہادی کی ماں نے اس کو زہر دے دیا' کچھ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی ماں خیزراں امور سلطنت میں مداخلت کیا کرتی تھی اور اس کے دروازے پر سواروں کا دستہ بطور پہرہ دار معین رہتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ہادی نے اپنی ماں کے ساتھ تلخ اور ناشائستہ گفتگو کی اور کہا کہ آج کے بعد اگر میں نے کسی امیر کو آپ کے دروازے پر دیکھا تو میں اس امیر کو قتل کر دوں گا۔ آپ کا کام قرآن شریف کی تلاوت' تسبیح و مصلے سے شغل رکھنا اور چرخہ کاتنا ہے نہ کہ امور سلطنت میں دخل دینا۔ خیزراں کو بیٹے کے الفاظ نہایت شاق گزرے' کہتے ہیں کہ اسی روز ہادی نے اپنی ماں کے پاس زہر آلود کھانا بھیجا خیزراں نے وہ کھانا بغرض امتحان کتے کے سامنے ڈال دیا اور وہ مر گیا' خیزراں نے بھی ہادی کے قتل کا درپردہ ارادہ کرلیا ایک روز ہادی کو سخت بخار ہوا۔ بخار کی شدت میں وہ منہ ڈھانپے لیٹا ہوا تھا کہ چند لوگوں نے خیزراں کے اشارے پر اس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

ہادی نے اپنی پس ماندگان میں سات بیٹے چھوڑے تھے۔ ہادی اچھا شاعر تھا اس نے اپنے بھائی ہارون کے لئے بطور نصیحت چند اشعار کہے تھے جب ہاروں نے خلع خلافت سے انکار کر دیا تھا۔

ہادی کی سیرت اور اس کا کردار:۔

خطیب کہتے ہیں کہ میں نے فضل سے سنا ہے کہ ایک شخص پر ہادی بہت زیادہ غصہ ہوا لیکن ایک ندیم کی سفارش پر اس سے خوش ہوگیا۔ معتوب شخص ہادی سے معذرت کرنے لگا تو ہادی نے کہا کہ اب معذرت کی کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ معذرت کرتا ہے میری خوشنودی اب تمہارے لئے کافی ہے۔

عبداللہ بن مصعب کہتے ہیں کہ مروان ابن ابی حفصہ ہادی کے پاس آیا اور اس کے مدح میں ایک قصیدہ پڑھنے لگا اور جب اس نے یہ شعر پڑھا۔

تشا بہ یوما با سہ و نوالہ فما احد یدری لا یھما الفضل

اس کی سیاست اور سخاوت ایسی مشابہ ہیں کہ ایک دن میں نے جب تشبیہ دی تو کوئی نہ کہہ سکا کہ ان میں افضل کون ہے۔

یہ سن کر ہادی نے کہا کہ تم ابھی تیس ہزار درہم لینا پسند کرتے ہو یا ایک لاکھ درہم کا حکمنامہ ان میں سے کس بات کو ترجیح دیتے ہو! ابن ابی حفصہ شاعر نے کہا کہ تیس ہزار تو ابھی اور ایک لاکھ بعد میں! ہادی نے کہا کہ اچھا تم سب ابھی لینا چاہتے ہو لہٰذا اس کو ایک لاکھ تیس ہزار درہم اسی وقت عطا کر دیئے۔

صولی کہتے ہیں کہ ان تین عورتوں کے علاوہ مجھے کوئی اور عورت ایسی نہیں معلوم جس کے بطن سے دو دو سلاطین (خلیفہ) یا امراء المسلمین پیدا ہوئے ہوں۔ ایک تو خیزران جس کے بطن سے ہادی اور الرشید (ہارون) پیدا ہوئے اور دوسری ولادۃ بنت العباس زوجہ عبدالملک بن مروان جس کے بطن سے ولید اور سلیمان پیدا ہوئے' تیسری شاہین بنت فیروز بن یزد جرد بن کسریٰ زوجہ ولید جس کے بطن سے یزید ناقص اور ابراہیم پیدا ہوئے اور تخت سلطنت پر بیٹھے' میں کہتا ہوں کہ ان عورتوں میں یہ نام اضافہ کرلینا چاہیے یعنی بائی خاتون المتوکل اخیر کی کنیز جو عباس اور حمزہ کی ماں تھی اور یہ دونوں بھی امراء المسلمین تھے علاوہ ازیں کربل یا کیزل اسی متوکل اخیر کی دوسری کنیز کے بطن سے داؤد اور سلیمان پیدا ہوئے اور دونوں تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔

اسی سلسلہ میں صولی کہتے ہیں کہ سوائے ہادی کے کسی امیر المسلمین نے جرجان سے بغداد تک ڈاک چوکی نہیں بٹھائی۔ (ڈاک لانے اور لیجانے کا سلسلہ قائم نہیں کیا)۔

ہادی کی مہر پر یہ نقش کندہ تھا "اللہ ثقہ موسیٰ بہ یومن صولی کہتے ہیں کہ مسلم الخاسر نے ہادی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اس قصیدے کے اشعار بحر ہزج (مستفعلن شعر میں

چار بار) میں ہیں اس بحر کا موجد مسلم الخاسر ہے۔ اس سے قبل کسی نے اس بحر میں اشعار نہیں کہے۔ صولی نے بروایت سعید بن مسلم بیان کیا ہے کہ مجھے خداوند ارحم الراحمین سے امید ہے کہ وہ ہادی کے تمام گناہ اس ایک نیکی کے عوض بخشدے گا اور وہ یہ ہے کہ ایک روز ابو الخطاب سعدی اپنا مدیحہ قصیدہ اس کے حضور میں پڑھا رہا تھا جب اس نے یہ شعر پڑھا

یا خیر من عقدت کفا ره حجزته وخیر من قلدته امرها مضر

اے دنیا کے بہترین شخص اور ان لوگوں میں سب سے بہتر جنھوں نے دنیا پر حکومت کی ہے

تو ہادی نے اس سے کہا کہ خاموش ہو جا! تو نے کیا کہدیا' اس نے فوراً" کہا کہ امیر المومنین میری مراد اس وقت (موجودہ دنیا کے لوگوں سے ہے آپ دوسرا شعر تو سنئے آپ کو خود معلوم ہو جائے گا چنانچہ اس نے یہ دوسرا شعر پڑھا۔

الا النبی رسول اللہ ان له فضلا وانت بذاک الفضل تفتخر'

مگر رسول اللہ ﷺ کے سوا کہ ان کیلئے تمام دنیا کی فضیلتیں ہیں اور تیرا فخر بھی انہی فضائل کی بنا پر ہے

یہ سن کر مہدی نے کہا کہ تو نے اب ٹھیک کہا اور خوب کہا۔ پھر اس کو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ (یہ ایسی نیکی اور ایسی عظیم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہادی کے تمام گناہ معاف فرما دے گا)۔

مدائنی کہتے ہیں کہ ہادی نے ایک شخص کے بیٹے کی بابت نصیحت کی کہ تمہاری شادی و مسرت تمہارے لئے فتنہ و مصیبت ہے۔ اور تمہارا رنج و غم حقیقت میں تمہارے لئے ثواب و رحمت کا سبب ہے۔

صولی کا بیان ہے کہ سلم الخاسر نے ہادی کے لئے ایک قصیدہ لکھا جس میں تہنیت اور تعزیت دونوں شامل تھیں (تہنیت و تبریک برتخت نشینی اور تعزیت برگ پدر) جس طرح مروان ابن حفصہ نے تہنیت و تعزیت پر مشتمل قصیدہ مہدی کے حضور میں پیش کیا تھا (جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں)۔

ہادی سے احادیث کی روایت:۔

ہادی نے اکثر احادیث بھی روایت کی ہیں' روایت احادیث کے سلسلہ میں ایک واقعہ یہ

ہے جس کو صولی نے لکھا ہے کہ مجھ سے محمد بن ذکریا نے چند واسطوں سے ابن عکاشہ مری کی زبانی بیان کیا ہے کہ میں (ابن عکاشہ مری) ایک مقدمہ میں بطور گواہ ہادی کے روبرو پیش ہوا۔ مقدمہ یہ تھا کہ ایک شخص نے قریش کو گالیاں دی تھیں اور وہ بدبخت اس سلسلہ میں اتنا حد سے بڑھ گیا کہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخی کی' ہادی نے اس مقدمہ کی سماعت کے لئے فقہا زمانہ کو طلب کیا اور اس بدبخت شخص کو بھی حاضر کیا گیا ہم نے اس کے خلاف گواہی دی' ہماری شہادت کے بعد ہادی کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کچھ دیر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور کہا کہ میں نے اپنے والد مہدی اور انھوں نے اپنے آباو و اجداو کے توسط سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا یہ قول سنا ہے کہ جس شخص نے قریش کی توہین کی اس نے خدا کی توہین کی پھر مدعی علیہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے دشمن خدا! قریش کی توہین سے تیرا دل ٹھنڈا نہیں ہوا تھا جو تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور بات وہاں تک پہنچائی' یہ کہہ کر اس کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔

خطیب نے اس کو صولی کی روایت سے بیان کیا ہے۔ یہ حدیث اسی طرح اس روایت پر موقوف ہے اور دوسرے طرق سے مرفوع بھی بیان کی گئی ہے۔

ہادی کے عہد میں مشاہیر میں سے صرف نافعؒ قاری اہل مدینہ کا انتقال ہوا۔

حواشی

۱۔ ہادی کی پیدائش ۱۴۷ھ ہے اور اس کی تخت نشینی ۲۳ محرم ۱۶۹ھ میں بعد وفات مہدی عمل میں آئی اس طرح تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۲۲ سال کچھ ماہ تھی' بعض مورخین مہدی کی وفات ۱۲ محرم ۱۶۹ھ تحریر کرتے ہیں اس طرح ہادی ۱۳ کو تخت نشیں ہوا

۲۔ ہادی ۲۳ ریا ۱۲ محرم ۱۶۹ھ کو تخت نشیں ہوا اور ربیع الآخر ۱۷۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس طرح ایک سال تین ماہ چند روز اس کا دور حکمرانی رہا۔

الرشید ہارون ابو جعفر

سلسلہ نسب:۔

الرشید ہارون ابو جعفر بن مہدی محمد بن منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ۔

رشید کو مہدی نے ہادی کے بعد ولیعہد نامزد کیا تھا چنانچہ یہ اپنے (حقیقی) بھائی ہادی کے انتقال کے بعد شب یکشنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ صولی کا بیان ہے کہ اسی شب میں ہارون الرشید کے اس کا بیٹا عبداللہ مامون پیدا ہوا' اس اتفاق کے سوا دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک رات میں ایک خلیفہ نے انتقال کیا۔ دوسرا تخت پر بیٹھا اور تیسرا پیدا ہوا۔ رشید کی کنیت اولاً" ابو موسیٰ تھی مگر بعد میں ابو جعفر کنیت سے مشہور ہوا۔ رشید نے اپنے والد اور اپنے دادا نیز مبارک بن فضالہ سے حدیث سماعت کی اور رشید سے اس کے بیٹے مامون نے روایت کی۔

رشید کی سیرت اور کردار:۔

رشید نہایت ہی اولو العزم خلیفہ اور دنیا کے بادشاہوں میں جلیل القدر بادشاہ تھا(ا) اس نے بہت سے غزوات کئے اور متعدد حجوں کا شرف حاصل کیا۔ چنانچہ ابو العلاء کلابی نے اس کی شان میں کہا ہے۔

فمن یطلب لقا ئک ا و یروه فبا لحر مین ا و ا قصی ا لثغور

جو شخص تجھ سے ملاقات کرنا چاہے وہ تجھے حرمین یا سرحد دشمن پر تلاش کرے!

ففی ا رض ا لعدو علی طمر فضی ا رض ا لبریۃ فوق کور

تو دشمنوں کے ملک میں گھوڑے کی زین پر ملتا ہے یا ارض مقدس میں اونٹ کے کوہان پر ملے گا

ولادت و مولود:۔

ہارون الرشید اپنے والد کے عہد حکومت میں بمقام رے ۱۴۸ ھ میں ملکہ خیزران کے بطن سے پیدا ہوا۔ ہادی بھی خیزران کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ مروان ابن ابی حفصہ نے اس شعر میں اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یا خیزران هناک ثم هنک امسی یسوس العالمین ابناک

اے خیزران آپ کو بہت بہت مبارک ہو آپ کے دونوں بیٹے دنیا کی سیاست کے مالک ہیں

ہارون الرشید کا سراپا اور کردار:۔

ہارون الرشید خوبصورت رنگ (سرخ و سفید) دراز قد' ملیح و حسین شخص تھا' فصاحت و بلاغت میں ماہر اور علم و ادب پر پورا پورا عبور رکھتا تھا۔ اپنی حکومت کے زمانے میں جب تک زندہ رہا سوائے بیماری کے روزانہ سو رکعت نماز ادا کرتا تھا اور ہمیشہ اپنے مال سے روزانہ ایک ہزار درہم خیرات کرتا تھا۔ علم کا قدر دان اور اہل علم کا دوست تھا' حرمات اسلام کا احترام کرتا اور دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں کا دشمن تھا۔ اسی طرح اگر کوئی نص الٰہی سے معارضہ کرتا تو اس کا سخت دشمن ہو جاتا۔ جب اس نے یہ سنا کہ بشر المریسی کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے تو ہارون نے کہا کہ اگر میں نے اس پر غلبہ پالیا تو اس کو قتل کرا دوں گا۔ ہارون اپنے نفس کے احتساب' اپنے اسراف اور اپنے گناہوں پر بے حد رویا کرتا تھا خصوصاً جب وہ وعظ کہتا (خطبہ دیتا) تو اپنے گناہوں کو یاد کرکے اس قدر روتا کہ اس کی بری حالت ہو جاتی تھی جو لوگ اس کی مدح کرتے ان کو تو بیحد و شمار انعام سے نوازا کرتا وہ خود بھی ایک بلند پایہ شاعر تھا۔

مشہور زمانہ واعظ مرہ بن سماک ایک روز ہارون کے پاس آئے' ہارون نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی حد سے زیادہ احترام دیکھ کر مرہ بن سماکؒ نے کہا کہ اے امیر المومنین باوجود اس بادشاہت کے آپ کی یہ تواضع آپ کے شرف (شاہی) سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ابن سماکؒ نے وعظ کہا اور اس نے وعظ سے ہارون کو خوب رلایا۔ مشہور بزرگ حضرت فضیلؒ بن عیاض کے مکان پر ہارون خود جایا کرتا تھا' عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں ایک روز مکہ معظمہ میں حضرت فضیل بن عیاض کی خدمت میں حاضر تھا اسی وقت آپ کے مکان کے سامنے سے

ہارون الرشید کا گزر ہوا۔ ہارون کو دیکھ کر حضرت فضیلؒ نے فرمایا کہ لوگ ہارون سے اکراہ کرتے ہیں (اس کو اچھا نہیں سمجھتے) حالانکہ مجھے اس وقت روئے زمین پر اس سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ جب یہ شخص وفات پائے گا تو لوگوں پر مصیبتیں نازل ہوں گی۔

خشیت الٰہی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

ابو معاویہ ضریر کہتے ہیں کہ جب ہارون الرشید کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جاتا تو ہارون کہتا صلی اللہ علی سیدی میں نے جب اس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف بیان کی کہ "میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ ہوؤں اور پھر قتل ہو جاؤں۔" یہ سن کر ہارون اس قدر رویا کہ شدت گریہ سے اس کی چیخ نکل گئی۔ ایک دن میں نے ہارون کے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ ایک بار حضرت آدم و حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان بحث ہوئی۔ اس وقت ہارون کے پاس ایک قریشی سردار بھی بیٹھا تھا' اس نے کہا کہ یہ ملاقات کہاں ہوئی تھی؟ یہ سن کر ہارون رشید بہت ہی غضبناک ہوا اور کہا کہ چمڑے کا فرش (نطع) اور تلوار لاؤ (اس کو قتل کروں) کم بخت زندیق! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر طعن و نکتہ چینی کر رہا ہے۔ ابو معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہہ کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا کیا کہ اے امیر المومنین اس شخص کے منہ سے یہ بات بے قصد و ارادہ نکل گئی! (اس نے تعریضاً" یا اعتقاداً" یہ بات نہیں کہی)۔ یہی ابو معاویہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں ہارون کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا ایک شخص نے میرے ہاتھ دھلائے اور میں اس کو نہیں پہچان سکا۔ مجھ سے ہارون نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے ہیں' میں نے کہا نہیں مجھے نہیں معلوم تب ہارون نے کہا کہ آپ کے ہاتھ علم کے اکرام او تعظیم کے باعث میں نے خود دھلائے ہیں! (ابو معاویہ نابینا تھے اس لئے ان کو معلوم نہیں ہوا کہ ہاتھ کس نے دھلائے ہیں)۔

منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے ان تین شخصوں کو مجلس وعظ میں سب سے زیادہ رونے والا پایا (۱) حضرت فضیل بن عیاض (۲) ہارون رشید اور ایک اور شخص۔ عبید اللہ الغواریری کہتے ہیں کہ جب ہارون الرشید نے فضیل بن عیاض سے ملاقات کی تو انھوں نے فرمایا کہ اے خوبرو نوجوان تجھ سے اس امت کے سلسلہ میں قیامت کے دن سوال کیا جائے

گ۔ لیث نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ اس گفتگو کے بعد ہارون نے آپ سے تقطعت بھم الا سباب کی تشریح چاہی تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہ تمام اسباب و وسائل جو دنیا میں تھے وہ منقطع ہو جائیں گے' یہ سن کر ہارون دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

ہارون کے اوصاف اور کمالات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب ہارون کو ابن مبارکؒ کے انتقال کی خبر پہنچی تو وہ سوگوار بن کر بیٹھ گیا اور تمام امراء و اعیان سلطنت کو حکم دیا کہ وہ بھی ابن مبارک کا سوگ منائیں لفظویہ کہتے ہیں کہ ہارون اپنے دادا کے نقش قدم پر چلتا تھا مگر فرق صرف یہ تھا کہ ھارون اس کی طرح بخیل و حریص نہیں تھا۔ بلکہ اس سے زیادہ سخی اور جواد کوئی اور بنو عباس میں اس کا ہمسر نہیں گزرا۔ ایک مرتبہ اس نے سفیان بن عینیہ کو ایک لاکھ روپیہ عطا کیا تھا۔ اسحاق موصلی کو دو لاکھ روپے دینے کا حکم دیا تھا۔ مروان بن حفصہ کو ایک قصیدہ کے عوض پانچ ہزار دینار انعام میں دیئے تھے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ ہارون الرشید نے کہا کہ تم ہم سے اس طرح کیوں کھینچے کھینچے رہتے ہو اور اتنی جفا ہم پر کیوں کرتے ہو میں نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم اے امیر المومنین میں نے آپ کی حضوری کی عجلت میں کسی شہر میں بھی قیام نہیں کیا (سیدھا آپ کی خدمت میں چلا آرہا ہوں) ہارون میرا جواب سن کر خاموش ہوگیا۔ جب لوگ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو اس وقت میں نے یہ شعر پڑھا۔

کفاک کف ما تلیق درھما جودا" واخرٰی تعطی بالسیف الدماء

آپ کی ہتھیلی ایک طرف تو درہموں سے بھری رہتی ہے انعام کیلئے اور دوسری طرف اس میں تلوار اور خون بھرا رہتا ہے

ہارون نے یہ شعر سن کر مجھے داد دی اور کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے لیکن جلوت میں میری توقیر کرو اور خلوت میں مجھے نصیحت کیا کرو پھر مجھے ۵ ہزار درہم بطور عطیہ دینے کا حکم دیا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ ہارون الرشید نے ارادہ کیا کہ بحر روم اور بحر قلزم کو (نہر کے ذریعہ) مقام خرما پر ملا دیا جائے لیکن یحیٰی برمکی نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو رومی مسلمانوں کو مکہ (مسجد الحرام) سے اغوا کرلیا کریں گے یعنی رومیوں کے لئے مکہ معظمہ پہنچنا آسان ہو جائے گا اور ان کے گھوڑے سرزمین حجاز میں داخل ہو جائیں گے! اس نے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے ارادہ ترک کر دیا

ہارون اور مشاہیر عالم:۔

جاحظ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دربار میں جیسے لوگ جمع ہوئے ایسے مشاہیر اور کسی کو بنی عباس میں میسر نہیں آسکے' برامکہ (آل برمک) اس کے وزیر تھے امام ابو یوسفؒ اس کے قاضی تھی' مروان ابن ابی حفصہ اس کا شاعر دربار تھا۔ عباس بن محمد (اس کے دادا کا بھائی) اس کا ناصح' فضل بن ربیع جیسا عظیم اور نامور شخص اس کا حاجب (وزیر دربار)۔ ابراہیم موصلی جیسا (مشہور عالم) اس کے دربار کا مغنی اور زبیدہ اس کی بیوی تھی (ان میں سے ہر ایک فرد بے نظیرو بے عدیل تھا) اس طرح ہارون الرشید کا دور ایک قابل رشک دور تھا۔ اگر اس کے دور کو عروس حسینہ سے تشبیہ دی جائے تو بجا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے اخبار و احوال اس قدر ہیں کہ ان کی تفصیل بہت طویل ہوگی۔ اس کی خوبیاں بھی بیشمار ہیں اور اسی طرح اس کے لہو و لعب' سرود و غنا اور ممنوعہ لذات سے محظوط ہونے کے واقعات بھی بے حد و بیشمار ہیں' اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔

ہارون الرشید کے عہد میں جن مشاہیر کا انتقال ہوا:۔

ہارون الرشید کے عہد میں وفات پانیوالے مشاہیر اسلام یہ ہیں۔ حضرت انسؒ بن مالک۔ لیثؒ بن سعد۔ قاضی ابو یوسف جو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ قاسم بن معن ۔ مسلم بن خالد الزنگی۔ نوح الجامع حافظ ابوعوانہ الیشکری۔ ابراہیم بن سعد زہری۔ ابو اسحاق فزاری۔ ابراہیمؒ بن ابی یحییٰ (امام شافعی کے استاد) اسد الکوفی (امام ابو حنیفہ کے عظیم شاگرد) اسماعیل بن عیاش۔ بشر بن مفضل۔ جریری بن عبدالحمید' زیاد البکائی۔ سعید مقری شاگرد حمزہ سیبویہ امام العربیہ۔ ضغیم الزاہد۔ عبداللہ عمری زاہدی۔ عبداللہ بن مبارک' عبداللہ بن ادریس کوفی عبدالعزیز بن ابی حازم و الدرودوری۔ کسائی (قاریوں اور نحویوں کے امام) محمد بن حسن (امام ابو حنیفہ کے شاگرد ان دونوں حضرات نے ایک ہی دن انتقال کیا)۔ علی بن مسہر۔ غنجار۔ عیسیٰ بن یونس۔ فضیل بن عیاض۔ حضرت ابن سماک و اعظ۔ مروان ابن ابی حفصہ شاعر۔ معافی بن عمران موصلی۔ معتمر بن سلیمان۔ مفضل بن فضالہ قاضی مصر حضرت امام موسیٰ کاظم۔ موسیٰ ربیعہ۔ حضرت ابو الحکم مصری (ایک ولی) نعمان بن عبدالسلام الاصبہانی۔ ہیثم۔

یحییٰ بن ابی زائدہ۔ یزید بن زریع۔ یونس بن حبیب النحوی۔ یعقوب بن عبدالرحمٰن مدینہ منورہ کے قاری۔ معصعتہ ابن سلام اندلس کے مشہور عالم اور امام مالک کے شاگرد۔ عبد الرحمٰن بن القاسم اکبر (شاگرد امام مالکؒ) عباس ابن احنف مشہور شاعر۔ ابوبکر بن عیاش المقری۔ یوسف بن الماجشون (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ان اصحاب کے علاوہ کچھ اور مشاہیر بھی اس کے عہد میں فوت ہوئے۔

واقعہ مباہلہ:۔

۱۷۵ ھ میں عہد ہارون الرشید کا سب سے عظیم حادثہ ظہور میں آیا اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ عبداللہ بن معصب زبیری نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن علوی پر یہ الزام اور بہتان لگایا کہ اس نے ایک گروہ بنایا ہے اور عنقریب وہ ہارون الرشید کے خلاف خروج کرنے والا ہے۔ یحییٰ بن عبداللہ نے اس واقعہ سے انکار کیا اور اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے عبداللہ بن معصب کو ہارون الرشید کے سامنے مبالہ کے لئے بلایا جب وہ آیا تو مباہلہ کے لئے اس نے یحییٰ بن عبداللہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اس طرح کہا کہ یا رب العالمین تو آگاہ ہے کہ مجھے یحییٰ نے امیرالمومنین کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا تھا (یعنی اگر میں جھوٹا ہوں) تو مجھے تو اپنی قوت اور عذاب میں گرفتار کر لے (آمین یا رب العالمین) عبداللہ بن مصعب نے یہ دعا بڑے تذبذب اور جھجک کے ساتھ کی اور دعا کرکے وہ بہت مضطرب ہوا اس کے بعد یحییٰ نے بھی اسی طرح دعا کرکے اپنی برات ظاہر کی اور پھر دونوں خاموش کھڑے ہوگئے۔ مباہلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جھوٹا یعنی عبداللہ بن مصعب اسی روز مرگیا اور یحییٰ کی بے گناہی ظاہر ہوگئی۔

عہد ہارون کی فتوحات:۔

۱۷۶ ھ میں امیر عبدالرحمٰن بن عبدالملک ابن صالح عباس نے شہر دبستہ فتح کیا ۱۷۹ ھ میں ہارون الرشید نے رمضان کے مہینے میں عمرہ کیا اور اسی احرام میں رہتے ہوئے حج ادا کیا (عمرہ و حج دونوں ادا کئے یعنی حج قران) اور مکہ سے عرفات تک پیدل سفر کیا۔ ۱۸۰ ھ میں ایک سخت اور ہولناک زلزلہ آیا جس کے اثر سے اسکندریہ کے مناروں کا بالائی حصہ گر پڑا۔

۱۸۱ ھ صفصاف کا قلعہ جنگ کے بعد خود ہارون الرشید کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ (ہارون اس جنگ میں موجود تھا)

۱۸۳ ھ میں آرمینیہ میں بغاوت ہوگئی اور وہاں کی قوم خرز (خرزج) نے مسلمانوں کے خلاف خروج کیا اور اس ہنگامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے اور ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو دشمنوں نے قید کرلیا اس وقت مسلمانوں پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جو اس سے قبل کبھی سننے میں بھی نہیں آئی تھی۔

۱۸۷ ھ میں قیصر روم نے ہارون الرشید کو ایک خط بھیجا جس میں اس نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا تھا جو مسلمانوں اور ملکہ زِینی کے درمیان اس سے قبل توثیق پا چکا تھا۔ اس نامہ میں قیصر نے لکھا تھا:۔

قیصر روم تقفور کی طرف سے بادشاہ عرب ہارون کے نام

"واضح ہوکہ مجھ سے پہلے جو ملکہ روم پر قابض تھی، اس کے زمانہ میں تمھاری حالت بساط سیاست پر وہی تھی جو شطرنج میں رخ کی ہوتی ہے اور ملکہ زینی اپنی حماقت اور ضعف رائے کے باعث پیدل کی حیثیت رکھتی تھی، اسی واسطے ملکہ زینی نے بہت سامال بطور خراج تم کو دیا اور تم سے صلح کرلی! اب جب میرا یہ نامہ تمھارے پاس پہنچے تو تم وہ مال فوراً واپس کر دینا جو تم نے ملکہ زینی سے حاصل کیا ہے ورنہ ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ تلوار سے ہوگا۔ فقط

یہ مراسلہ پڑھ کر ہارون الرشید اس قدر غضبناک ہوا کہ کوئی شخص اس کی طرف دیکھنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ بات کرنا تو درکنار، تمام اعیان سلطنت اور ندیم خوف و دہشت سے منتشر ہوگئے، وزیر دربار کے لئے یہ مشکل ہوگیا کہ وہ ہارون کا عندیہ معلوم کر سکے۔ ہارون الرشید نے جواب تحریر کرنے کے لئے قلم دوات طلب کیا اور اس مراسلہ کی پشت پر یہ جواب تحریر کر دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم! امیر المومنین ہارون کی طرف سے رومی کتے تقفور کے نام!

"اے کافر بچے! میں نے تیرا خط پڑھا اور اس خط کا جواب بجائے سننے کے تو آنکھوں سے دیکھ لے گا"۔

یہ جواب لکھ کر اسی روز خود بہ نفس نفیس لشکر لے کر روانہ ہوگیا اور شہر ہر قلہ جا

پہنچا' یہ جنگ بہت مشہور ہے اور ہارون الرشید نے اس جنگ میں فتح حاصل کی۔ شکست خوردہ تقفور کو دب کر صلح کرنا پڑی۔ اور اس نے ہر سال خراج دینا منظور کرلیا۔ ہارون الرشید نے یہ صلح تسلیم کرلی اور لشکر کو واپسی کا حکم دے دیا لیکن ابھی ہارون اور اس کا لشکر مقام رقہ تک ہی واپس پہنچا تھا کہ اس ناپاک کتے نے عہدو پیمان توڑ ڈالا اور یہ خیال کیا کہ سخت سردی کے باعث اب ہارون الرشید حملہ نہیں کر سکے گا۔ اس نقض عہد کی خبرہارون الرشید تک پہنچانے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔ مجبوراً" عبداللہ بن یوسف تیمی نے ان اشعار کے ذریعہ ہارون تک یہ خبر پہنچائی۔

نقص الذی اعطیۃ تقفور فعلیه دا ئرۃ البوا رتدور

جو کچھ تقفور کو آپ نے عطا کیا تھا اس نے پھر اس سے نقض عہد کیا شاید اس کی گردش کے دن باقی ہیں'

ابشر امیر المومنین فا نه غنم اتاک به الا له کبیر

میں امیرالمومنین کو خوشخبری پہنچاتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اور غنائم عطا کئے ہیں

ابو عتاہیہ نے بھی اس قسم کے اشعار پڑھے' جیسے ہی ہارون الرشید کو اس کی غدری کی اطلاع ملی وہ فوراً" ہی وہاں سے پلٹ پڑا اور نہایت مشکلات طے کرنے کے بعد (موسم کی خرابی کے باعث) پھر وہاں جا پہنچا اور جنگ شروع کر دی جنگ کا یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہا جب تک اس کو شکست نہیں دیدی اور تقفور کو تباہ کرکے چھوڑا اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ابو العتاہیہ نے اس فتح کی خوشخبری مین چند بلند پایہ اشعار کہے تھے۔

۱۸۹ ھ میں (رومیوں نے اپنی تباہی کا یہ انتقام لیا کہ) اپنی سرزمین سے تمام مسلمانوں کو نکال دیا۔ ایک مسلمان کو بھی وہاں نہ رہنے دیا (چنانچہ اس کے تدراک کے لئے) ۱۹۰ ھ میں ہارون نے ہر قلہ فتح کرلیا اور رومیوں پر بڑی زبردست یلغار کی اور اپنی فوجوں کو ہر جگہ پھیلا دیا۔ چنانچہ شراحیل بن معن بن زائدہ نے صقالیہ کے تمام قلعے فتح کرلئے دوسری طرف یزید بن مخلد نے ملقونیہ پر قبضہ کرلیا۔ حمید بن معیوف کے قدم قبرص (قبرس) تک جاپہنچے انھوں نے اہل قبرس کو شکست دیکر شہر میں آگ لگا دی اور قبرسی (قبرصی) فوج کے سولہ ہزار آدمی گرفتار کر لئے۔

۱۹۲ ھ میں ہارون نے خراسان کی طرف توجہ کی' محمد بن الصباح طبری کہتے ہیں کہ نہر وان کے مقام تک میرے والد بھی ہارون الرشید کے ساتھ ساتھ گئے۔ میرے والد کہتے ہیں کہ

ولیعہد مقرر ہونے پر بڑے بڑے شاندار قصیدے لکھے تھے۔(۲) ہارون نے ولیعہد کے ان تقررناموں یا دستاویزات کو حسب معمول کعتبہ اللہ میں آویزاں کرا دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ہارون نے اپنے فرزند معتصم کو اس لئے ولیعہدی سے محروم رکھا کہ وہ بالکل ان پڑھ تھا مگر حکم الٰہی کچھ اور تھا یعنی اللہ تعالٰی نے آئندہ ملوکیت کو اسی کی اولاد میں منتقل کر دیا اور پھر تمام سلاطین (خلفاء) اسی کی اولاد سے پیدا ہوئے۔ اور ہارون الرشید کی کسی اور اولاد سے کوئی بادشاہ (خلیفہ) نہیں ہوا۔

امین الرشید کی مدح میں مسلم الخاسر نے ایک بہت ہی شاندار قصیدہ کہا تھا جس کے صلہ میں زبیدہ خاتون نے خوش ہوکر اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا تھا جس کی قیمت ۲۰ ہزار دینار تھی۔

ہارون الرشید کے بعض

حالات و واقعات!

سلفی نے اپنی طیوریات میں (ابن مبارک کی سند کے ساتھ) ذکر کیا ہے کہ جب ہارون الرشید تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اس کا دل مہدی کی ایک کنیز پر آگیا۔(۳) ہارون نے جب اس کو طلب کیا تو اس نے یہ کہا کہ میں تمھارے والد کے ساتھ خلوت کر چکی ہوں (انھوں نے مجھ سے مباشرت کی ہے) اس نے انکار کر دیا۔ ہارون الرشید نے اس سلسلہ میں قاضی ابو یوسف سے دریافت کیا (کہ اس سے قربت کی کیا صورت ہو سکتی ہے) تو قاضی ابو یوسف نے کہا کہ امیر المومنین اگر کنیز کوئی بات کہتی ہے تو کیا ضروری ہے کہ وہ سچ ہی بولتی ہو کیونکہ کنیز ایسی پارسا تو ہوتی نہیں کہ وہ جھوٹ نہ بولے' ابن مبارک اتنا بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں کن کن باتوں پر تعجب اور افسوس کروں آیا اس بادشاہ یا خلیفہ پر کہ جس کے ہاتھوں میں (وما المسلمین واحوالھم) مسلمانوں کا خون (جائیں) اور ان کے احوال ہیں اور جس نے اپنے باپ کی حرمت کا بھی خیال نہیں کیا۔ یتحرج من حرمته ابیه) یا اس کنیز پر جس نے اپنے آپ کو امیر المومنین کی قربت سے محفوظ رکھا (او من ھذا الامته التی رغبت بنفسھا عن امیر المومنین) یا ایسے فقیہ اعظم (امام ابو یوسف) اور ایسے بے عدیل قاضی پر (قال اھتک حرمته ابیک واقض شھو تک وصیره فی رقبتی جس نے خلیفہ کو اس کے باپ کی توہین اور باپ کی ہم خوابہ سے مباشرت اور ہمبستری کا مشورہ دیا اور اپنی گردن کو گناہ میں گرفتار کیا اور گناہوں کا بوجھ اپنے ذمہ لیا۔

ایک اور عجیب مشورہ:۔

عبداللہ ابن یوسف کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ قاضی یوسف سے کہا کہ میں نے ایک باندی خریدی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ (اس کو آزاد کرنے) استبراء سے قبل ہی اس سے صحبت کرلوں آپ کوئی حیلہ شرعی بتائیے۔ (فھل عندک حیلته؟) قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ ہاں! آپ اپنے بیٹوں میں سے کسی کے نام اس کو ہبہ کر دیجئے اور پھر اس

کو زوجیت میں لے لیجئے (اس سے مباشرت کریجئے)۔ اسحٰق ابن راہویہ کہتے ہیں کہ رشید نے ایک رات ابو یوسف کو اپنے پاس بلوایا اور ایک امر میں ان سے فتویٰ لیا جب انہوں نے فتویٰ دے دیا تو ہارون نے ان کو بطور عطیہ ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا قاضی ابو یوسف نے کہا کہ اگر امیر المومنین مجھے یہ رقم رات ہی میں عنایت فرمادیں تو بہت اچھا ہو۔ ہارون نے حکم دیا کہ یہ رقم صبح ہونے سے پہلے ہی قاضی صاحب کو دیدی جائے' یہ سن کر ایک ندیم نے کہا کہ اس وقت تو خازن اپنے گھر جاچکا اور خزانہ بند ہے (اس لئے رقم صبح ہی کو دی جاسکتی ہے)۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جب مجھے بلایا گیا تھا خزانہ کا دروازہ جب بھی بند تھا۔ یہ سن کر ہارون نے حکم دیا کہ خزانہ ابھی کھولا جائے (رقم اسی وقت قاضی صاحب کو دلوا دی)۔

صولی نے یعقوب بن جعفر کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جس سال ہارون الرشید تخت سلطنت پر متمکن ہوا اسی سال اس نے مملکت روم پر چڑھائی کر دی اور وہاں سے شعبان کے مہینے میں واپس ہوا اور پھر سال کے ختم پر (ذی الحجہ میں) فریضہ ادا کیا' حرمین شریفین میں بے حد و شمار مال خرچ کیا۔ اسی زمانہ (حج) سے قبل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے ایک شب میں مشرف ہوا' آنحضرت نے ہارون سے فرمایا کہ اسی مہینے میں حکومت تجھے مل جائے گی' تجھے چاہیے کہ حکومت ملتے ہی غزوات میں مصروف ہونا' جہاد کرنا' فریضہ' حج ادا کرنا' اور اہل حرمین پر بہت سا مال خرچ کرنا' چنانچہ حکومت ملنے پر ہارون الرشید نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک حکم کی تعمیل کی۔

معاویہ بن صالح اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہارون الرشید نے حج کے زمانہ میں جو سب سے پہلا شعر کہا تھا اس کی تحریک اس طرح ہوئی کہ وہ ایک مکان کے قریب سے گزرا ہارون نے اس کی دیوار پر یہ شعر لکھا دیکھا۔

الا یا امیر المومنین اما ترٰی فدیتک هجران الحبیب کبیرا

اے امیر المومنین کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ میں نے آپ کے ہجر کو فدیہ بنایا ہے

ہارون نے فوراً" قلم دوات منگا کر فی البدیہہ اس شعر کے نیچے یہ شعر لکھ دیا۔

بلٰی والھدا یا المشعرات وما متی بمکة مرفوع الا ظل حسیرا

ہاں وہ ہدایا (قربانیاں) جو حرم میں ذبح کرنے کے لئے تیار کی جائیں وہ مکہ میں دوڑنے سے عاجز ہیں۔

سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ ہارون الرشید عالموں جیسا فہم رکھتا تھا' اکثر شعراء کے کلام

ایک دن اثنائے سفر میں مجھ سے کہا کہ اے صباح شاید تم آئندہ مجھے نہ دیکھ سکو! میں نے کہا کہامیر المومنین انشاء اللہ آئندہ ضرور ملاقات ہوگی' اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح و سلامت واپس کریگا۔ یہ سن کر وہ مجھے راستہ سے ایک طرف لے گئے جہاں خواص میں سے بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ پھر مجھ سے کہا کہ اے صباح! یہ راز کی بات ہے کسی سے ذکر نہ کرنا' یہ کہہ کر ہارون نے مجھے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا' ان کے پیٹ پر ریشمی پٹی لپٹی ہوئی تھی۔ مجھے دکھا کر کہا کہ یہ ہے میرا مرض! جس سے میں نے لوگوں سے چھپایا ہے اس کے باوجود میرے بیٹوں کا یہ حال ہے کہ ہر ایک نے اپنا ایک ایک نگہبان میرے ساتھ لگا رکھا ہے چنانچہ مسرور مامون کا بختیشوع امین کا نگہبان میرے ساتھ لگا ہے۔ صباح کہتے ہیں کہ ایک نام اور لیا تھا جو میں بھول گیا۔ میرے ان بیٹوں میں سے ہر ایک میری سانسیں شمار کر رہا ہے۔ لیکن میری عمر بڑھتی ہی جارہی ہے اور میرا زمانہ طول پکڑتا جارہا ہے میں نے اپنا یہ حال تم پر ظاہر کر دیا ہے پھر اسی وقت برذون نسل کا گھوڑا جو بہت ہی نحیف و لاغر تھا طلب کیا اور اس پر سوار ہوکر مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے رخصت کیا اور خود جرجان کی سمت روانہ ہوگئے اور اسی بیماری کی حالت میں ماہ صفر ۱۹۳ھ میں طوس پہنچ کر انتقال کیا۔

ہارون الرشید کی ولیعہدی:۔

۱۷۵ھ میں ہارون الرشید نے اپنی بیوی زبیدہ کی خواہش کے مطابق اپنے بیٹے محمد الملقب بہ امین کو اپنا ولیعہد نامزد کیا تھا اور اس کے ولیعہد ہونے پر بیعت لی تھی حالانکہ اس وقت اس کی عمر صرف پانچ سال تھی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا بوداپن ہے جو اسلامی حکومت میں امامت کے معاملہ میں رونما ہوا۔ محمد امین کی بیعت لینے کے بعد ہارون نے اپنے بیٹے عبداللہ مامون الرشید کے لئے ۱۸۲ھ میں بیعت لی اور مامون الرشید کو تمام مملکت خراسان کی حکومت دیدی۔ پھر مامون کے بعد اپنے سب سے خورد سال بیٹے قاسم کو موتمن کا خطاب دیکر ۱۸۶ھ میں اپنا ولیعہد مقرر کر دیا اور اس کو جزیرہ اور ثغور کی حکومت دے دی اور اس طرح اپنے ممالک محروسہ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس موقع پر بعض دانشوروں نے کہا تھا کہ ہارون نے اپنے بیٹوں کے درمیان ایک عظیم جنگ کی بنیاد ڈال دی ہے اور رعیت کو ایک ابتلائے عظیم میں مبتلا کر دیا ہے۔ شعراء نے (جن کا کام ہی مداحی ہے) ان تینوں کے

میں بہت اچھی اصلاح دے دیتا تھا' چنانچہ ایک مرتبہ نعمانی شاعر نے (اس کے) گھوڑے کی تعریف میں یہ شعر کہا۔

کان اذنیه اذا تشوفا قادمته اوقلما محرما

وہ گھوڑا جب کسی چیز کو دیکھنے کو گردن اٹھاتا ہے تو اس کے کان ترچھے قط لگے قلم کی طرح ہو جاتے ہیں۔

تو ہارون نے کہا کہ مصرعہ اول سے لفظ "کان" نکال کر اس کی جگہ "تخال" کہو چنانچہ اس اصلاح سے شعر بہت بلند ہوگیا۔

عبداللہ ابن عباس بن فضیل بن ربیع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہارون نے قسم کھائی کہ وہ فلا کنیز کے پاس (جو اس کو بہت محبوب تھی) اتنے دنوں تک نہیں جائے گا۔ اس کے دن گزر گئے اور وہ کنیز پھر بھی رام نہ ہوئی تو ہارون نے یہ اشعار کہے

ترجمہ اشعار:۔ جب اس نے مجھے خود پر فریفتہ پایا تو اس نے مجھ سے اغماض برتا جب ہوش آیا تو صبر کا زمانہ دراز ہوگیا۔ ہر چند کہ وہ میری ملوکہ تھی مگر وہ میری مالکہ بن گئی۔ یہ بات عجائبات زمانہ میں سے ہے"

اسی وقت ابو العقاہیہ شاعر بھی آگیا' ہارون نے اس سے کہا کہ تم ان اشعار پر کچھ اضافہ کرو (چند اشعار اسی زمین میں کہو) ابو العتاہیہ نے فی البدیہہ یہ چند اشعار مزید کہے۔

ترجمہ اشعار:۔ محبت کی فزونی نے مجھے اس کی نظروں سے گرا دیا' مجھے اس کی اس قدر محبت کیوں نہ ہو کہ وہ حسین ہی ایسی ہے' اس کے حسن ہی نے مجھے مالک سے مملوک بنا دیا ہے اور اسی باعث لوگوں پر میرا راز فاش ہوگیا۔"

ابن عساکر ابن علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہارون الرشید کے سامنے ایک زندیق گرفتار کرکے لایا گیا ہارون نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اس پر اس زندیق نے کہا آپ مجھے کس گناہ میں قتل کرا رہے ہیں' ہارون نے کہا تاکہ خلق خدا تیرے فتنے سے محفوظ رہے' اس نے کہا کہ آپ مجھے تو قتل کرا دینگے لیکن آپ ان ایک ہزار احادیث کا کیا کریں گے جن کو میں نے ہر طرف پھیلا دیا ہے اور وہ میری وضع کردہ ہیں اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لفظ بھی موجود نہیں ہے؟ ہارون الرشید نے کہا کہ اے دشمن خدا تو کس خیال میں ہے ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک اصول حدیث پر ان احادیث کو کس کر ایک ایک لفظ نکال باہر کریں گے۔ (وہ اصول حدیث سے اس کا موضوع ہونا ثابت کریں گے)

صوٗلی اسحاق ہاشمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز ہارون الرشید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے کہا کہ عوام میری نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہیں ہے (بغض ہے) لیکن خدا کی قسم میں ان سے زیادہ کسی اور کو محبت نہیں رکھتا' اس افواہ کی اصل یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے عداوت رکھتے ہیں اور ہم پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ہماری سلطنت میں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے ہیں وہی لوگ ایسی بے پر کی اڑاتے ہیں اور ان کا اس سے مقصد یہ ہے کہ میں ان کو سزائیں دوں' یہ وہی لوگ ہیں جو اب تک بنو امیہ کے طرفدار ہیں' اب رہے سادات یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلبی ولاد تو وہ سیادت اور فضل میں سب سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ میرے والد محترم مہدی نے اپنے آپ اور جد کے حوالہ سے ابن عباس سے مروی یہ حدیث بیان کی تھی کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس نے حسنؓ اور حسینؓ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے ان سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (زوجہ فرعون) کے سوا دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ (پھر میں کس طرح ان کی محبت میں کمی کر سکتا ہوں یا ان سے بغض و عداوت کا دل میں خیال لا سکتا ہوں)۔

ابن سماک کی ہارون کو نصیحت:۔

ایک بار ابن سماکؒ ہارون الرشید کے پاس موجود تھے' ہارون کو پیاس لگی' انھوں نے پانی طلب کیا کسی خادم نے پانی لا کر پیش کیا تو ابن سماکؒ نے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے' مجھے یہ بتایئے کہ اگر آپ کو شدت کی پیاس ہو اور پانی کہیں دستیاں نہو تو آپ (تشنگی دور کرنے کے لئے) پانی کا ایک پیالہ کتنے میں خرید لیں گے' ہارون نے کہا کہ نصف سلطنت کے عوض! ابن سماکؒ نے کہا کہ اچھا اب آپ پانی پی لیجئے چنانچہ ہارون نے پانی پی لیا جب ہارون پانی پی چکا تو ابن سماکؒ نے پوچھا کہ اگر یہ پانی آپ کے پیٹ ہی میں رہ جائے (خارج نہ ہو سکے) تو اس کے خارج کرانے میں آپ کیا خرچ کر سکتے ہیں۔ ہارون نے جواب دیا کہ نصف سلطنت یعنی باقی تمام بادشاہت اس کے عوض دے دوں گا۔ اس وقت ابن سماکؒ نے کہا کہ بس یاد رکھئے کہ آپ کی تمام سلطنت کی قیمت صرف ایک پیالہ پانی اور پیشاب ہے۔ پس ایک ذی فہم اور ہوشمند شخص اگر ایسی کم مایہ چیز کی طرف رغبت کرے تو وہ محض حماقت ہے' یہ سن کر ھارون بہت رویا۔

شیبانؒ کی نصیحت:۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ ایک روز ہارون الرشید نے شیبانؒ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے' انھوں نے کہا کہ تمھارا وہ مصاحب جو تم کو خوف خدا دلاتا رہے اور اس خوف کا انجام امن و امان ہو تو وہ اس مصاحب سے کہیں بہتر ہے جو تم کو خوف سے بیگانہ بنا دے۔ اور اس بیگانگی کا انجام برا ہو' ہارون نے کہا کہ اس کو کچھ تفصیل سے بیان کیجئے۔ تاکہ میں سمجھ لوں کہ آپ کا کیا مطلب ہے! شیبانؒ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تم سے یہ کہے کہ کل قیامت میں تم سے رعیت کے بارے میں سوال ہونے والا ہے' تم خدا سے ڈرتے رہو وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جو تم سے یہ کہے کہ تم اہل بیت ہو تمھارے گناہ معاف ہیں کیونکہ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز اور رشتہ دار ہو۔ یہ نصیحت سن کر ہارون اس قدر رویا کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو اس کے حال پر ترس آگیا۔

صولی نے کتاب الاوراق میں لکھا ہے کہ جب ہارون الرشید تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور اس نے یحیٰی بن خالد برمکی کو اپنا وزیر بنایا تو ابراہیم موصلی نے (جو دربار کا مغنی تھا) یہ اشعار گائے:۔

ترجمہ اشعار:۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آفتاب مریض تھا (بے نور ہوگیا تھا) جب حکومت (خلافت) ہارون کو پہنچی تو اس کا نور بڑھنے لگا۔

دنیا اس کے جمال سے آراستہ ہوگئی کیونکہ ہارون اب بادشاہ ہے اور یحیٰی اس کا وزیر ہے"۔

ان اشعار کی نغمہ سرائی پر ہارون نے اس کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے'

اسی طرح کے چند اشعار مشہور شاعر داؤد بن زریں واسطی نے بھی کہے تھے۔

قاضی فاضل نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ میرے خیال میں طلب علم کے لئے صرف دو بادشاہوں نے سفر کیا ہے ایک تو ہارون الرشید نے' وہ اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کو لے کر موطا امام مالک کی سماعت کے لئے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچا (جس نسخہ موطا کی تینوں نے سماعت کی تھی وہ شاہان مصر کے کتب خانے کے مخطوطات میں موجود ہے) اور دوسرے بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کہ وہ بھی اسی موطا امام مالک کی سماعت کی غرض سے اسکندریہ گئے تھے اور وہاں انھوں نے علی بن طاہر بن عون سے موطا کی سماعت کی تھی۔ منصور عزی نے اپنے شعر میں اسی طرح اشارہ کیا ہے۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار ہارون الرشید کی خدمت میں اپنا یہ قصیدہ پیش کیا۔

اشعار کا ترجمہ۔ "جو عورتیں بخل کرتی تھیں میں نے ان سے کہا کہ بخل کی عادت ترک کر دو' مال تو آنی جانی چیز ہے۔ لوگ تو سخی کو پسند کرتے ہیں اور بخیل کا تو دنیا میں کوئی دوست نہیں ہے بخل بخیل کو عیب سے متصف کر دیتا ہے لیکن میرا نفس اس سے بری ہے کہ مجھے کوئی بخیل کہے۔

میرے نوجوان ممدوح کی حالت یہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ ہوتا ہے تو وہ ضرور عطا کرتا ہے۔ اس نے مجھے اتنا عطا کیا کہ میں اموال کثیرہ رکھنے والوں کے مرتبہ کو پہنچ گیا پھر مجھے قلیل عطیہ کا شکوہ کیوں ہو۔

میں فقر سے خوف کیوں کھاؤں اور تونگری کی حرمت کیوں بیان کروں جب کہ امیر المومنین میری طرف سے اچھا خیال رکھتے ہیں یعنی مجھ پر عنایت فرماتے ہیں"

یہاں تک سن کر ہارون نے کہا کہ ہاں خوف مت کرا اے فضل اس کو ایک لاکھ درہم دیدو' خدا کی قسم کیا عمدہ اشعار کہے ہیں' اس کے اصول و فصول سب کے سب بہت خوب ہیں' یہ سن کر میں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کا یہ فرمان تو میرے اشعار سے بھی زیادہ بلند پایہ ہے یہ سن کر ہارون نے کہا کہ اے فضل اس کو ایک لاکھ درہم اور دے دو۔

اولیات ہارون:۔

محمد بن علی خراسانی کہتے ہیں کہ ہارون ہی سب سے پہلا چوگان (پولو) کھیلنے والا شخص ہے اسی نے نشانہ بازی کا کھیل شروع کیا۔ وہ خلفائے بنی عباس میں پہلا شخص ہے جس نے شطرنج کھیلی۔ صولی کہتے ہیں کہ ہارون ہی پہلا شخص ہے جس نے گویوں کے مراتب مقرر کئے اور ان کو طبقات میں تقسیم کیا۔ ہارون کی شاعری میں اس کا وہ مرثیہ بڑا زور دار ہے جو اس نے اپنی لونڈی ھیلانہ کے انتقال پر لکھا۔ مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

ترجمہ اشعار۔ جب ھیلانہ کو موت آئی تو مجھے سخت تکلیف ہوئی اور میں بہت درد مند ہوا۔ جب ھیلانہ نے انتقال کیا اور جب وہ مجھ سے جدا ہو گئی تو میرا عیش ختم ہو گیا اور میں جیسا تھا ویسا نہ رہا میرے لئے تو وہ ایک دنیا تھی جب وہ قبر میں پہنچ گئی تو پھر وہ دنیا بھی باقی نہ رہی بلکہ جدا ہو گئی۔

دنیا میں بہت سے انسان ہیں لیکن تیرے مرنے کے بعد پھر میں نے کوئی انسان نہیں دیکھا (تیری موت انسانیت کی موت تھی)۔
جب تک دنیا میں ہوا سے ٹہنیاں ہلتی رہیں گی خدا کی قسم ہیلانہ میں تم کو فراموش نہیں کر سکتا۔(۴)

ہارون الرشید کی وفات:۔

ہارون الرشید نے ملک خراسان کے شہر طوس میں جہاں وہ غزوہ کے ارادہ سے پہنچا تھا ۱۹۳ھ میں انتقال کیا اور طوس ہی میں اس کو ۳ جمادی آلاخر کو دفن کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت ہارون الرشید کی عمر ۴۵ سال تھی(۵) ہارون کے جنازے کی نماز اس کے فرزند صالح نے پڑھائی۔ صولی کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے دس کروڑ زر نقد اور ایک لاکھ پچاس ہزار کی مالیت کے زرو جواہر اور چاندی اور گھوڑے مرتے وقت چھوڑے! ہارون الرشید کی موت کا سبب درباری طبیب جبرئیل بن نجیتشوع کی علاج میں غلطی بتائی جاتی ہے یعنی اس نے ہارون کا ایک عضو کاٹنے کا ارادہ کیا پھر اس نے کہا کہ کل تک انتظار کیا جائے امید ہے کہ صبح کو تندرست اٹھیں گے لیکن وہ اسی روز مرگیا۔
کہتے ہیں کہ انتقال سے پہلے ہارون الرشید نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں طوس کا حاکم مقرر ہوگیا ہوں صبح اٹھ کر وہ بہت رویا اور کہا کہ میری قبر تیار کرو جب قبر تیار ہوگئی تو اونٹ پر سوار ہوکر قبر دیکھنے گیا' قبر کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے ابن آدم اب اس کو اختیار کر پھر چند لوگ اس کے حکم سے قبر میں اترے اور اندر بیٹھ کر ختم قرآن کیا گیا اور وہ اتنی دیر تک خود قبر کے کنارے بیٹھا رہا۔
جس وقت اس کا انتقال ہوگیا تو طوس میں مقیم لشکر کے اندر اسی وقت امین الرشید سے غائبانہ بیعت کرلی گئی امین اس وقت بغداد میں تھا' جب بغداد میں یہ خبر پہنچی تو امین الرشید نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور لوگوں کو ہارون کے انتقال کی خبر سنائی اور لوگوں نے اسی دن امین سے عام بیعت کی۔ ادھر طوس سے ہارون کا غلام رجا ہارونؒ کی چادر' عصا اور مہر لیکر روانہ ہوا اور ۱۲ دن میں طوس سے بغداد پہنچ گیا۔ رجا نصف جمادی الاٰخر کو بغداد میں پہنچا اور یہ تمام چیزیں (جو حکومت کی علامت سمجھی جاتی ہیں) امین کے سپرد کر دیں۔ ابو الشیص نے ہارونؒ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا وہ تمام مرثیوں میں اعلیٰ اور بلند پایہ ہے۔ مشہور شاعر ابو نواس نے ایک ہی نظم میں مرثیہ اور

تبریک تخت نشینی پیش کی۔ اس نظم کا آخری شعر یہ ہے۔

بدران بدر اضحٰی ببغداد فی الخلدو بدر بطوس فی الرمس

دو چاندوں میں سے ایک بغداد میں طلوع ہوا اور دوسرا سرزمین طوس میں غروب ہوگیا

صولی کہتے ہیں کہ ہارون الرشید سے یہ دو حدیثیں مروی ہیں، پہلی حدیث بحوالہ حضرت انسؓ بیان کی گئی ہے جو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم آتش دوزخ سے بچو خواہ وہ کھجور کی گٹھلی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ دوسری حدیث بحوالہ ابن عباسؓ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے منہ کو پاک و صاف کرو۔ کیونکہ قرآن پاک کا راستہ ہے (قرآن اسی سے پڑھا جاتا ہے۔)

(افسوس کہ ہارون الرشید کے عہد کا ناقابل فراموش واقعہ علامہ سیوطیؒ نے ذکر نہیں فرمایا۔ یعنی عروج و زوال برامکہ!)

حواشی

۱۔ علامہ سیوطیؒ کے الفاظ یہ ہیں۔ وکان من امیر الخلفاء واجل ملوک الدنیا علامہ بھی ان کو "ملوک الدنیا" ہی کہتے ہیں۔

۲۔ علامہ سیوطیؒ نے اس سلسلہ میں ایک شعر ابراہیم موصلی اور عبدالملک بن صالح شاعر کے چند اشعار تاریخ الخلفاء میں پیش کئے ہیں۔

۳۔ چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کا عجیب و غریب واقعہ ہے اس لئے میں صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ علامہ سیوطیؒ کے اصل الفاظ تحریر کر رہا ہوں تاکہ مترجم تہمت سے محفوظ رہے' علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں:۔ لما اقفستنا اخلافۃ الی الرشید وقعت فی نفسه جاریۃ من جوار المهدی فراودها علی نفسها مقالت لا اصلح لک ان اباک قد اطاف بی فشغف بها فارسل الی ابی یوسف فساله اعندک فی هذا شی الخ۔ (تاریخ الخلفا ' ص ۲۲۲ طبع کراچی)

۴۔ ایک لونڈی کی موت پر خلیفتہ المسلمین کے جذبات آپ نے ملاحظہ فرمائے (مترجم)

۵۔ ہارون کی پیدائش ۱۴۸ھ میں ہوئی اور وفات ۱۹۳ھ میں اس حساب سے عمر ۴۵ سال ہوئی۔

الامین محمد ابو عبداللہ

محمد ابو عبداللہ بن رشید معروف بہ الامین (امین الرشید)۔ یہ اپنے باپ ہارون کی زندگی میں ولیعہد مقرر ہوا تھا۔ اس نامزدگی کے مطابق ہارون الرشید کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا۔

امین کا سراپا اور کردار:۔

امین بہت ہی خوبصورت' طویل قامت' نہایت زور آور اور شجاع تھا اس کی زور آوری اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ اس نے صرف ہاتھ سے شیر کو مار دیا تھا۔ نہایت فصیح و بلیغ ادیب اور بڑے فضل و کمال کا شخص تھا لیکن اوصاف کے ساتھ ہی ساتھ تدبر سے خالی تھا۔ ضعیف الرائے تھا اور بہت ہی فضول خرچ اور سلطنت کی ان میں لیاقت اور صلاحیت نہیں تھی' جس روز تخت سلطنت پر متمکن ہوا اس کے اگلے دن ہی قصر منصور کے پاس ایک ہموار میدان تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ چوگان کھیل سکے!

حکومت کے دوسرے سال ہی ۱۹۴ھ میں اپنے بھائی قاسم کو جسے ہارون نے امین کے بعد ولی عہد بنایا تھا اور جو مامون کے لقب سے ملقب تھا' ولیعہد سے معزول کر دیا! اور اس وقت سے دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف اور دشمنی کی بنا پڑ گئی کہتے ہیں کہ اس کا باعث یہ ہوا کہ فضل بن ربیع نے خیال کیا کہ اگر مامون تخت سلطنت پر متمکن ہو جائے گا تو پھر وہ اس عہدہ (وزیر دربار) پر مامور نہیں رہے گا چنانچہ اس نے امین کو مامون کے خلاف بھڑکانا شروع کیا اور امین سے مامون کی بیعت کا خلع کرا دیا۔ یعنی ولیعہد سے معزول کر دیا اور موسیٰ ابن امین کو اس کی جگہ ولیعہد مقرر کر دیا۔ جب خلع بیعت کی یہ خبر مامون کو پہنچی تو اس نے امین سے علیحدگی اختیار کرلی اور مملکت کے جن حصوں پر اس کا اقتدار تھا ان میں چلنے والے سکوں سے اس کا نام خارج کر دیا اور فرامین سے بھی اس کا نام نکال دیا۔ امین نے مامون کے پاس قاصد بھیجا اور کہلوا دیا کہ میں نے تمہارے بجائے اپنے فرزند کو ولیعہد نامزد کر دیا ہے تم اس کو تسلیم کرلو' البتہ موسیٰ کے بعد تم ولیعہد ہو۔ میں نے موسیٰ کا لقب ناطق بالحق رکھ دیا ہے' مامون نے اس کو حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ امین کے قاصد کو اپنے ساتھ ملالیا اس نے پوشیدہ طریقہ سے مامون کی بیعت کرلی اور طے پایا کہ قاصد واپس جاکر وہاں کے حالات سے

(خفیہ طور پر آگاہ کرتا رہے اور عراق کے بارے میں تدابیر بتاتا رہے۔ جب قاصد امین کے پاس لوٹ کر آیا اور مامون کے انکار سے اس کو آگاہ کیا تو اس نے وہ وصیت نامہ جو کعبہ میں ہارون نے آویزاں کرایا تھا منگا لیا اور اس کو پرزے پرزے کر دیا اس سے دونوں کے درمیان اختلافات اور بڑھ گئے۔

اصحاب الرائے کا مشورہ:۔

اصحاب رائے اور دانشوروں نے امین کو بہت کچھ سمجھایا (کہ وہ اس ارادے سے باز رہے) حازم بن خزیمہ نے کہا کہ اے امیر المومنین جو آپ کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں وہ نصیحت کرنے سے کتراتے ہیں اور جو سچ بولتے ہیں وہ آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہتے' آپ مامون کا خلع بیعت نہ کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ آپ کی بیعت فسخ کر دیں! آپ لوگوں کو نقض عہد پر برانگیختہ نہ کیجئے ایسا نہ ہو کہ وہ آپ ہی سے نقض عہد کر بیٹھیں لیکن امین نے یہ نصیحتیں قبول نہ کیں (ان نصیحتوں پر کان نہ دھرے) اور امراء و اعیان سلطنت کو انعام و اکرام سے پر چانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوگیا آخر کار اپنے بیٹے موسیٰ کی بیعت کرالی اور اس کا لقب "ناطق بالحق" رکھ دیا حالانکہ ابھی موسیٰ شیر خوار بچہ تھا۔ بعض شعرانے امین کے اس فعل کا مزاق بھی اڑایا ہے اور تنقید بھی کی ہے' (مترجم یہاں ایک نظم کے دو اشعار مع ترجمہ پیش کر رہا ہے)۔

وا عجب من ذا و ذا اننا — نبایع للطفل فینا الصغیر

اور اس سے زیادہ تعجب کی بات تو ہے کہ ہم ایسے بچے سے بیعت کریں۔

ومن لیس یحسن عسل استه — ولم یخل من بوله حجر ظیر

جو ابھی اپنا آب دستِ بھی اچھی طرح نہیں کر سکتا اور اس کی دایہ اس کے پیشاب سے فراغت نہیں پاتی

جب مامون کو اپنے خلع بیعت کا یقین ہوگیا تو اس نے امام المومنین کا لقب اختیار کرلیا اور فرامین وغیرہ میں بھی لکھوانا شروع کر دیا۔ ادھر امین نے علی بن عیسیٰ ابن ہامان کو بلاد جبل' ہمدان' نہاوند' قم اور اصفہان' پر جو مامون کی جاگیر میں تھے حاکم مقرر کر دیا۔ اور ۱۹۵ھ میں اس کو ان جاگیروں پر بھیج دیا۔ علی بن عیسیٰ جمادی آلاخر ۱۹۵ھ میں چالیس ہزار فوج لیکر نہایت شان و شوکت اور طنطنہ کے ساتھ اس طرف روانہ ہوا اور چاندی کی بیڑی مامون کے پیروں میں ڈالنے کے لئے ساتھ لی (مامون کو گرفتار کرکے اس کے پیروں میں ڈالے گا) مامون

کو جب علی بن عیسیٰ کی روانگی کی خبر ملی تو اس نے مقابلہ کے لئے طاہر بن الحسین کو صرف چار ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور فوجوں کی کمی کے باوجود طاہر کو کامیابی حاصل ہوئی اور علی بن عیسیٰ میدان جنگ میں مارا گیا' اس کے قتل ہوتے ہی سارا لشکر منتشر ہوگیا۔ طاہر نے علی بن عیسیٰ کا سر کاٹ کر مامون کے پاس بھیج دیا۔ مامون نے حکم دیا کہ تمام خراسان میں اس کا سر پھرایا جائے۔

امین کی سہل انگاری:۔

علی بن عیسیٰ کی شکست کی خبر جب امین کو پہنچی تو اس وقت وہ مچھلی کے شکار میں مصروف تھا' امین نے خبر لانے والے سے کہا کہ کم بخت دفعان ہو جا مجھے اتنی تو مہلت دی ہوتی کہ میں اس تالاب سے دو مچھلیاں شکار کرلیتا' ادھر تو یہ صورت حال تھی ادھر مامون نے تخت سلطنت پر قبضہ کرلیا۔

عبداللہ بن صالح جرمی کہتے ہیں کہ جب علی بن عیسیٰ میدان جنگ میں مارا گیا تو بغداد میں بھی انتشار اور بدامنی پھیل گئی' اس وقت امین مامون کی خلع بیعت پر شرمندہ ہوا اور پچھتایا۔ امرا کی طماعی اسپر کھل گئی ادھر امین کی فوج نے (جن کو کئی ماہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی) تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ امین اور مامون میں جنگ کا سلسلہ جاری تھا اور وہ طول پکڑتی جارہی تھی اسی کے ساتھ امین کے لہو و لعب اور اس کی نادانی نے تنزل کا رخ اختیار کرلیا اور مامون کو روز بروز تقویت پہنچتی چلی گئی یعنی حرمین شریفین اور عراق کے اکثر لوگوں نے مامون سے بیعت کرلی' امین کی حالت بگڑتی جارہی تھی۔ لشکر میں ابتری پھیل گئی' خزانہ خالی ہوگیا۔ رعایا پریشان حال ہوگئی' شرو فساد حد سے بڑھ گیا۔ جنگ و جدال سے شہر کے شہر ویران و برباد ہوگئے۔ نفط کی ہانڈیوں اور منجنیقوں سے شہر کھنڈر بن گئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ عمائدین سے بغداد خالی ہونے لگا۔ بغداد کی تباہی پر شعرانے مراثیے لکھنا شروع کر دیئے۔

امین کا بغداد سے منصورہ جانا:۔

بغداد کا محاصرہ پندرہ مہینے تک جاری رہا (محاصرہ کی سختیوں سے تنگ آکر) اکثر بنو عباس اور امین کے امراء و اعیان سلطنت مامون کے لشکر سے آملے اور امین کے ساتھ لڑنے والے

شہر کے اوباشوں کے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۸ھ کے اوائل میں طاہر بن الحسین تلوار کے زور سے (فتح و کامرانی کے ساتھ) بغداد میں داخل ہوگیا' بغداد کے ایک حصہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد امین کو اپنی والدہ (زبیدہ خاتون) اور اہل خاندان کے ساتھ شاہی محل سے نکل کر منصورہ جانا پڑا لیکن وہاں اس کے باقی ماندہ لشکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور ایک ایک کرکے اس کے تمام خوبصورت غلام امرد بھی اس سے الگ ہوگئے اور طرفہ یہ ہے کہ پانی اور خوراک کی سخت قلت ہوگئی۔

اس تباہی میں بھی امین کی شراب اور گانا نہیں چھوٹا۔

محمد بن راشد کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم ابن مہدی نے بیان کیا تھا کہ اس ابتلا میں وہ امین کے ساتھ شہر منصورہ میں مقیم تھا' ایک رات مجھے امین نے بلایا جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اس رات کو دیکھو کیسی حسین رات ہے' چاند اپنی پوری بہار پر ہے اور اس کی چاندی پانی میں کیسی جوت پیدا کر رہی ہے ایسے میں تو شراب کا دور چلنا چاہیے میں نے کہا جیسی آپ کی مرضی! چنانچہ ہم نے خوب (دل بھر کر) پی اس کے بعد اس نے اپنی کنیز ضعف نامی کو طلب کیا لیکن اس کے نام سے اس کو بدشگونی کا خیال پیدا ہوا بہر حال امین نے اسے گانے کا حکم دیا' اس نے نابغہ الجوری کا یہ شعر پڑھا۔

کلیب بعمری کان اکثر ناصرا وایسر ذنبا منک ضرج بالدم

مجھے اپنی جان کی قسم کلیب فتح مند تھا اور اس کے گناہ بھی تیری بہ نسبت کم تھے پھر بھی قتل کر دیا گیا

امین نے یہ شعر سن کر اور بھی بدشگون لیا اور اس نے کہا کہ (ان اشعار کو چھوڑو) کچھ اور گاؤ! ضعف نے یہ اشعار گانا شروع کیے۔

ابکی فراقھم عینی فارقھا ان التفرق للاحباب بکاء

ان کے فراق نے مجھے رلایا اور مجھے بے خواب کر دیا کیونکہ احباب کے فراق میں رونا ہی آتا ہے

ما زال یعد و علیھم ریب دھرھم حتٰی تفانوا وریب الدھر عداء

ان پر زمانے کے حوادث بے شمار آئے بلکہ ان کو فنا کرکے بھی وہ حوادث ویسے ہی دشمن ہیں

فالیوم ابکیھم جھدی واندبھم حتٰی اؤوب وما فی مقلتی ماء

آج میں نے کوشش کرکے خوب ہی رلایا یہاں تک کہ میں خود بھی اتنا رویا کہ میرے آنسو خشک ہوگئے

امین نے یہ اشعار سن کر ضعف سے کہا کہ خدا تجھے غارت کرے کیا حزنیہ اشعار کے سوا تجھے کچھ اور یاد نہیں اس نے کہا کہ میں تو سمجھی تھی کہ آپ ان کو پسند کریں گے' اس نے پھر گانا شروع کیا اور یہ اشعار گائے:۔

ترجمہ اشعار:۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں حرکت اور سکون ہے' ہماری بہت سی راتوں اور دنوں میں کچھ فرق نہیں ہوا اور ستارے آسمان پر اسی طرح گردش کر رہے ہیں۔ لیکن سلطان کو ایک ملک سے دوسرے ملک کی جانب منتقل کرنے کے لئے (یہ گردش میں ہیں) اور صاحب عرش بادشاہ ہمیشہ رہے گا اوراس کے لئے نہ فنا ہے اور نہ تغیر ہے۔

یہ اشعار سن کر امین نے کہا تیرا ناس جائے یہاں سے دفع ہو جا! لونڈی گھبرا کر اٹھ کر چلی تو ایک قیمتی بلوریں گلاس سے اس کی ٹھوکر لگی اور وہ ٹوٹ گیا' امین نے مجھ سے کہا کہ ابراہیم دیکھ رہے ہو کیا ہو رہا ہے' واللہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت اب قریب آگیا ہے۔ میں نے کہا کہ خداوند تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے اور آپ کا ملک باقی رکھے۔ (آپ بد فالی کیوں لے رہے ہیں) میں ابھی اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ دریائے دجلہ کی طرف سے آواز آئی کہ جس امر کو تم دریافت کیا کرتے تھے وہ پورا ہوگیا۔ امین یہ آواز سن کر حد درجہ غمگین ہوا۔

امین کا انجام:۔

ایک دو دن کے بعد اس کا خاتمہ ہوگیا' یعنی اس کو ایک مقام پر گرفتار کر لیا گیا اور ایک جگہ قید کر دیا گیا' کچھ عجمی لوگ اس کے محبس میں گھس آئے اور اس کے تلوار کا ایک ہاتھ مارا اس ضرب سے امین گر پڑا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اس کے سر کو وہ عجمی طاہر کے پاس لے گئے۔ طاہر نے وہ سر بریدہ ایک باغ کی دیوار پر لٹکا دیا اور منادی کرائی کہ یہ معزول سلطان محمد الامین کا سر ہے اور اس کی بے سر لاش کو ایک پہاڑ پر پھنکوا دیا۔ پھر طاہر نے وہ سر- چادر۔ عصا۔ اور مصلی (نشانات اقتدار) مامون کے پاس بھجوادیئے۔ مامون کو بھائی کے قتل کا بہت صدمہ ہوا کیونکہ اس کا منشائیہ تھا کہ وہ خود امین کے لئے جو سزا مناسب سمجھے گا تجویز کرے گا (امین کا قتل اس کا منشا نہیں تھا) اس جرم کی پاداش میں مامون نے طاہر کو جلا وطن کرایا۔ اور وہ گمنامی میں چند دن گزار کر کہیں مرگیا اور امین کی وہ بات پوری ہوگئی جو امین نے

بخط خاص لکھ کر طاہر کو بھیجی تھی کہ "اے طاہر! جو کوئی ہمارے باہمی نزاع میں کسی ایک پر ظلم کرے گا اس کی سزا تلوار ہے لہٰذا تم بھی اس کے منتظر رہو (چنانچہ ایسا ہی ہوا) امین کے دوسرے امرا ابو مسلم وغیرہم جو امین کو اچھی رائے نہیں دیتے تھے (جنھوں نے اس کو مامون کے خلاف بھڑکایا تھا) ان کا انجام بھی قتل ہی ہوا۔ امین کی موت پر بہت سے شعرا جیسے ابراہیم بن مہدی وغیرہ نے مرثیے لکھے۔ زبیدہ کی زبان سے خزیمہ بن الحسن نے بھی ایک مرثیہ کہا تھا۔

امین کی بد کرداریاں:۔

ابن جریر (طبری) کہتے ہیں کہ جب امین تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اس نے زنخوں کو بڑی بڑی رقمیں ادا کرکے خریدا پھر ان سے خلوتیں کیں اور ان پر متصرف ہوا۔ (ان سے اغلام کیا) اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے التفات چھوڑ دیا صرف ان خواجہ سراؤں ہی سے ملتفت رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اطراف ملک سے بازی گروں کو بلایا اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ انواع و اقسام کے درندے پرندے اور جانور پال رکھے تھے۔ طرفہ تریہ کہ اپنے اہل بیت اور امراء سے پردہ کرتا تھا اور ہمیشہ ان کو سبک سر کہا کرتا تھا۔ بیت المال کو دونوں ہاتھوں سے لٹاتا تھا۔ تمام جواہر و نفائس اور نوادر فضول خرچیوں میں ضائع کر دیے تھے، کھیل کود کے لیے مختلف مکانات اور مقامات تیار کرائے تھے۔

ایک بار ایک گویے کو گانا پسند آجانے پر ایک زورق (چھوٹی کشتی) سونے سے بھر کر انعام میں دیدی تھی۔ پانچ کشتیاں کھیل کی ان پانچ جانوروں کی شکل کی بنوائی تھیں (۱) شیر (۲) ہاتھی (۳) عقاب (۴) سانپ اور پانچویں گھوڑے کی شکل کی تھی۔ ان کی تیاری پر بھاری رقم خرچ کی تھی۔

امین کی امرد پرستی:۔

صولی کہتے ہیں کہ لڑائی کے زمانے میں ایک دن امین کا خاص خادم کوثر جنگ دیکھنے کے لئے باہر نکلا تو اس کے منہ پر ایک پتھر آکر لگا (اور خون بہنے لگا)۔
جب یہ امین کے پاس آیا تو امین نے اس کے چہرے سے خون صاف کیا اور یہ اشعار فی

البدیہ کہے۔

ضربوا قرۃ العینی ومن اجل ضربوہ
میرے قرۃ العین کو میری وجہ سے انھوں نے مارا
اخذ اللہ لقلبی من اناس احرقوہ
اللہ تعالیٰ ان سے میرا بدلہ لے جنھوں نے اس کا منہ جھلس دیا ہے

اتنے میں عبداللہ تیمی شاعر آگیا' امین نے اس سے کہا کہ ان اشعار پر مزید کچھ تم بھی کہو' چنانچہ اس نے یہ چند اشعار کہے:۔

میرے محبوب کا کوئی ہم شبیہہ نہیں ہے	اس پر تمام دنیا حیران ہے
اس کا وصل بڑا خوشگوار (شیریں) ہے	لیکن اس کا ہجر بہت ہی تلخ ہے
جس کو لوگ سب سے افضل خیال کرتے تھے	اس پر لوگوں نے حسد کیا!
اوراس حد کی مثال تو ایسی ہے	جیسے ایک بادشاہ نے اس کے بھائی سے کیا
یعنی مثل ما قد حسد القائم	بالملک اخوہ

امین نے اس بدیہہ گوئی کے سلسلہ میں اس کو تین خچر کے گون بھر کر درہم عطا فرمائے۔

کہتے ہیں کہ جب امین قتل کر دیا گیا تو تیمی شاعر نے مامون کے دربار میں رسائی کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا آخر کار فضل بن سہل نے اس کی سفارش کی اور اس کو مامون کے حضور میں باریاب کرایا۔ جب تیمی باریاب ہوا تو مامون نے اسے دیکھتے ہی کہا کہ تیمی وہ شعر یاد ہے۔

مثل ما قد حسد القائم بالملک اخوہ

اس وقت تیمی نے فی البدیہہ چند اشعار مامون الرشید کی مدح میں (اسی زمین میں کہے) وہ اشعار سن کر مامون نے اس کی خطا معاف فرما دی اور دس ہزار درہم انعام میں دیئے۔

روایت ہے کہ سلیمان بن منصور نے امین کو لکھا کہ (مشہور شاعر) ابو نواس نے آپ کی ہجو لکھی ہے۔ امین نے اس کے جواب میں لکھا کہ محترم چچا اس کو قتل کر دیجئے' ابو نواس کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے امین کی مدح میں پھر چند اشعار کہے۔

امام احمد بن حنبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے خداوند تعالیٰ کے لطف و کرم سے امید ہے کہ وہ امین کو محض اس دینی حمایت کے تصدق میں بخشدے گا کہ جب اسماعیل بن علیہ (معتزلی) اس کے دربار میں آیا تو اس نے بہت ہی سخت الفاظ میں اس سے

اس طرح خطاب کیا کہ "اے حرام زادے تو ہی وہ شخص ہے کہ دنیا بھر میں کہتا پھرتا ہے کہ کلام اللہ "مخلوق" ہے"

امین نجیب الطرفین تھا:۔

مسعودی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے تک کوئی ہاشمی ہاشمیہ خاتون کے بطن سے سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے تخت خلافت پر اور کوئی بادشاہ تخت سلطنت پر سوائے امین کے نہیں بیٹھا (قال المسعودی ما ولی الخلافة الی وقتنا ھنا ھاشمی ابن ھاشمیه سوی علیؓ بن ابی طالب و ابنه الحسن و الامین)(ا) امین نجیب الطرفین تھا۔ اس کی ماں زبیدہ خاتون ہاشمیہ خاتون تھی یعنی زبیدہ بنت جعفر بن ابی جعفر المنصور! زبیدہ کا نام امتہ العزیز تھا' زبیدہ اس کا لقب تھا۔

امین کے اوصاف:۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ امین میں بہت سے ایسے فضائل موجود تھے جو اس کے سوا کسی میں نہ تھے یعنی امین بہت ہی خوبرو۔ بہت ہی سخی نجیب الطرفین۔ قابل اور بہترین ادیب تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ لہو ولعب میں گرفتار ہوگیا تھا۔ اگر چہ وہ مال کے خرچ کرنے میں سخاوت میں جواب نہیں رکھتا تھا لیکن عجیب بات یہ تھی کہ وہ کسی کو کھانا کھلانے میں بڑا ہی بخیل تھا۔

ابو الحسن احمر (اس کی ادب دانی اور اس پر عبور کا اس طرح ذکر کرتے ہیں) کہتے ہیں کہ اگر میں سند پیش کرتے وقت نحو میں کبھی شعر بھول جاتا تھا تو امین مجھے فوراً" اس سند میں شعر سنا دیتا تھا۔ میں نے سلاطین کی اولاد میں امین و مامون سے زیادہ ذکی اور فہیم کسی کو نہیں پایا۔

امین کو محرم ۱۹۸ ھ میں قتل کر دیا گیا' قتل کے وقت اس کی عمر ۲۷ سال تھی۔ امین کے دور میں ان مشاہیر علم و ادب کا انتقال ہوا۔

اسماعیل بن علیہ (متعزلی)۔ غندر۔ حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ۔ ابو معاویہ العزیز۔

مشہور مورخ سدوسی۔ عبداللہ بن کثیر المقریؒ۔ ابو نواس شاعر۔ حضرت عبداللہ بن وہبؒ شاگرد امام مالکؒ۔ ورش المقری۔ وکیع اور ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں نے امین کے دور حکومت میں وفات پائی۔

علی بن محمد نوفل کہتے ہیں کہ سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی اور ہارون الرشید میں سے کسی ایک کو بھی منبر پر اس کے اوصاف کے ساتھ نہیں پکارا گیا' امین پہلا بادشاہ ہے جس کو القاب و اوصاف کے ساتھ یاد کیا گیا اور خط و کتابت میں س کانام اس طرح لکھا جاتا تھا۔ " منجانب عبداللہ محمد الامین امیرالمومنین" عسکری نے بھی اس قول کی تصدیق کی ہے۔

امین کی شاعری:۔

امین کے اشعار بہت ہی بلند پایا ہوتے تھے۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ خلع بیعت کے سلسلہ میں مامون نے اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی ہے تو اس نے ایک نظم لکھی جس میں اپنے نجیب الطرفین ہونے پر اظہار فخر کیا تھا اور مامون کے ام ولد ہونے پر طعن و تعریض کی تھی اس فخریہ نظم کے چند اشعار یہ ہیں۔

لا تفخرن علیک بعد بقیه والفخرو یکمل للفتٰی المتکا مل

تو اپنے اوپر فخر ہرگز نہ کر کہ فخر تو نجیب الطرفین جوان کے لئے ہے

وا ذا تطا ولت الرجا ل بفضلها فا ربع فا نک لست با المتطا ول

جب لوگ نسب پر فخر کرنے لگیں تو الگ ہٹ جا آہستہ سے!کہ خود اس قابل نہیں ہے کہ فخر کر سکے

ا عطا ک ربک ما ہویت وا نما تلقی خلا ف ہواک عند مرا جل

تجھے تیرے رب نے وہ دیا جو اس کی مرضی تھی لیکن تجھے مراجل سے تیری خواہش کے خلاف یہ شرف ملا

میرا خیال ہے کہ امین کی یہ نظم اپنی بلند پائیگی میں اس کے بھائی اور باپ کے اشعار سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ صولی کہتے ہیں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امین کا غلام خاص کوثر اس کا ساقی تھا اور جب چاندنی چٹکی ہوتی اور شطرنج کی بساط بچھی ہوتی تو ا موقع پر کوثر ضرور موجود ہوتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس کا مصاحب خاص تھا اور اس کو وہ کسی وقت بھی اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے کوثر کی تعریف میں بھی شعر کہے ہیں۔' (یہ شعر میرے

قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں)۔

ما یرد الناس من صب بمن هوی کئیب

لوگ عاشق سے توقع نہیں کرتے کہ وہ محبت میں اندوہ گین ہوگا

کوثر دینی و دنیا ئی و سقمی وطبیبی

کوثر میرا دین ہے اور وہ میری دنیا ہے وہ میرا دکھ درد ہے اور وہی میرا طبیب ہے

اعجزا الناس الذی یلخی محبا فی حبیبی

ملامت کرنے والے لوگ عاجز آگئے اس محبت سے جو مجھے اپنے محبوب سے ہے

جب امین حکومت اور اقتدار سے نا امید ہوگیا اور طاہر نے اس پر فتح حاصل کرلی تو اس موقع پر بھی اس نے چند درد انگیز اشعار کہے تھے۔(۲)

صولی کہتے ہیں کہ امین نے طاہر کے نام اپنے کاتب سے ایک خط لکھوایا جس کا مضمون اس نے خود یہ تحریر کرایا تھا!

عبداللہ محمد الامین امیر المومنین کی طرف سے بنام طاہر بن حسین!

السلام علیکم! اما بعد' جو کچھ میرے اور میرے بھائی کے مابین ہو رہا ہے وہ لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہوکر رہے گا مگر میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے پروانگی دیدو کہ میں اپنے بھائی کے پاس چلا جاؤں اگر انھوں نے میری آؤ بھگت کی تو یہ ان کی شرافت نفس ہوگی اور اگر وہ مجھے قتل کر دیں تو یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ مروت کو مروت قطع کرتی ہے اور تلوار کو تلوار کاٹتی ہے۔ اگر مجھے کوئی درندہ پھاڑ کھائے تو اس سے بہتر ہے کہ مجھ پر کوئی کتا بھونکتا رہے۔

مگر طاہر نے امین کو مامون کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی۔

اسماعیل بن ابی محمد یزیدی کہتے ہیں کہ میرے والد کو بار ہا امین اور مامون سے گفتگو کا موقع ملا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ان دونوں کو نہایت فصیح و بلیغ پایا حالانکہ بنو امیہ کے شاہزادے زبان اور فصاحت کے حصول کے لئے بدویوں کے پاس جایا کرتے تھے (بنو عباس کو یہ موقع نہیں ملا) اس کے باوجود بنو عباس بنو امیہ سے زیادہ فصیح البیان تھے۔

امین کی ادب دانی کا اعتراف:۔

صولی کہتے ہیں کہ امین سے ایک حدیث کے سوا کسی دوسری حدیث کا روایت ہونا

ہمارے علم میں نہیں ہے' مغیرہ بن محمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حسین بن ضحاک کے پاس بنی ہاشم کے کچھ لوگ بیٹھے تھے' ان لوگوں میں متوکل کی اولاد بھی شامل تھی۔ ان میں سے کسی نے حسین بن ضحاکؒ سے دریافت کیا کہ ادب میں امین کا کیا مقام تھا' انھوں نے جواب دیا کہ امین بہت عظیم تھا' پوچھا گیا کہ فقہ میں اس کا کیا مرتبہ تھا حسین نے کہا کہ فقہ پر مامون اس سے زیادہ عبور رکھتا تھا۔ پھر پوچھا کہ علم حدیث پر اس کی دسترس کیسی تھی انھوں نے کہا کہ میں نے اس کی زبان سے صرف ایک ہی حدیث سنی ہے وہ اس طرح کہ اس کا ایک غلام حج کرنے گیا تھا جب اس کے انتقال کی خبر آئی تو امین نے کہا کہ۔ "حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حالت احرام میں مرگیا تو وہ قیامت کے دن تکبیر کہتا ہوا اٹھایا جائے گا

ثعالبی لطائف المعارف میں تحریر کرتے ہیں کہ ابو العیناء کہا کرتے تھے کہ زبیدہ خاتون اپنی زلف کے بال کھولے تو اس کی ہر لٹ سے ایک نہ ایک بادشاہ یا ولیعہد نکل آئے گا کہ منصور اس کا دادا تھا' سفاح اس کے دادا کا بھائی' مہدی اس کا چچا' ہارون الرشید اس کا شوہر' امین اس کا بیٹا' مامون اور معتصم دونوں اس کے سوتیلے بیٹے' واثق اور متوکل سوتیلے بیٹوں کے بیٹے تھے اور ولیعہد تو بہت سے ہیں۔ زبیدہ خاتون کے اس شرف کی نظیر اگر دنیا میں ہو سکتی ہے تو بنو امیہ کی عاتکہ خاتون بنت یزید بن معاویہؓ ہی ہو سکتی ہے کہ یزید اس کا باپ' حضرت معاویہؓ ابن ابی سفیان اس کے دادا۔ معاویہ بن یزید اس کا بھائی۔ مروان بن الحکم اس کا سسر۔ عبدالملک اس کا شوہر۔ یزید ابن عبدالملک) اس کا بیٹا اور ولید اس کا پوتا۔ ہشام اور سلیمان اس کے سوتیلے بیٹے اور یزید و ابراہیم اس کے سوتیلے پوتے تھے۔

حواشی

۱۔ قارئین کرام قوسین میں دی ہوئی عبارت کا میں نے یہ ترجمہ قصداً" کیا ہے کہ میرا قلم امین جیسے بدکار کو خلیفہ لکھتے ہوئے لرزتا ہے۔ اس لئے میں اس کو بادشاہ تو لکھ سکتا ہوں خلیفہ نہیں لکھ سکتا۔ (شمس)

۲۔ بخوف طوالت ان اشعار کو میں پیش نہیں کر رہا ہوں (شمس)

المامون عبداللہ ابو العباس

ولادت:۔

مامون عبداللہ ابو عباس ابن ہارون الرشید وسط ربیع الاول ۱۷۰ھ میں بروز جمعہ اس رات میں پیدا ہوا جس رات ہادی کا انتقال ہوا۔ مامون کو اس کے باپ ہارون نے امین کے بعد ولیعہد مقرر کیا تھا۔ مامون کی ماں کا نام مراجل تھا جو ام ولد تھی' مامون کی ولادت کے بعد چلہ پورا نہیں ہوا تھا کہ مراجل کا انتقال ہوگیا۔

مامون کی طالب علمی:۔

مامون نے بچپن ہی سے تحصیل علم کی طرف توجہ کی تھی' اپنے باپ ہارون اور ہیشم عباد بن عوام' یوسف بن علیہ' ابو معاذیہ الضریر۔ اسماعیل بن علیہ (معتزلی) اور حجاج اعور سے حدیث شریف کی سماعت کی۔ ادبیات میں یزید کا شاگرد تھا۔ فقہا کو دور دراز مقامات سے اس کے لئے بلایا گیا اور ان سے استفادہ کرکے علم فقہ' ادب العرب اور ایام الناس (تاریخ تمدن) میں کمال حاصل کیا جب جوان ہوا تو فلسفہ اور علوم الاوائل سے اس کو اسقدر شغف پیدا ہوا کہ آخر کار خلق قرآن کا قائل ہوگیا۔

مامون سے اس کے فرزند فضل یحییٰ بن اکثم' جعفر ابن ابی عثمان الطیالسی' امیر عبداللہ بن طاہر' احمد بن حارث الشیعی' دعبل الخزاعی اور بہت سے لوگ نے حدیث کی روایت کی ہے۔

مامون کے اوصاف:۔

خاندان بنی عباس میں مامون سب سے زیادہ صاحب حزم و عزم' علم و حلم اور صاحب الرائے تھا۔ ذکاوت' ہیبت' شجاعت' سروری' اور سرداری اور جوانمردی میں بھی سب سے بڑھا ہوا تھا غرض کہ بہت سی خوبیوں۔ کمالات اور فضائل کا مالک تھا اگر یہ امیر خلق قرآن کا قائل نہ ہوتا اور لوگوں میں (بجبر) اس کی اشاعت نہ کرتا تو یہ آپ اپنا جواب ہوتا' اس میں کوئی

شک نہیں کہ خاندان بنو عباس میں مامون الرشید سب سے زیادہ عالم تھا اور نہایت ہی فصیح و بلیغ اور قادر الکلام شخص تھا۔ اس کا قول تھا کہ معاویہؓ کو عمرو بن العاص کی اور عبدالملک کو (استحکام سلطنت کے لئے) حجاج بن یوسف کی ضرورت تھی لیکن مجھے کسی کی ضرورت نہیں! کہتے ہیں کہ بنی عباس کی ملک حکمرانی میں سفاح اولین۔ مامون متوسط اور معتضد آخری گوہر تھا۔

مامون الرشید کے بارے میں مشہور ہے کہ بعض رمضان مامون کے ایسے گزرے جس میں اس نے تینتیس ۳۳ مرتبہ قرآن شریف کا ختم کیا۔ اس کے متعلق لوگوں میں مشہور تھا کہ وہ شیعہ ہے کہنے والے یہ دلیل لاتے تھے کہ اس نے اپنے بھائی موتمن کو معزول کرکے اپنا ولیعہد علی رضا کو بنایا تھا (اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں بیان کی جائے گی۔

ابوالمعشر (منجم) کہتے ہیں کہ مامون بہت زیادہ عادل اور دوسرے حاکموں کو عدل کی تاکید کرنے والا تھا۔ ایسا زبردست فقیہ کہ اس کا شمار اعاظم علماء میں ہوتا تھا۔

رشید سے مروی ہے کہ عبداللہ مامون میں منصور کا عزم بالجزم۔ مہدی جیسا زہد اور ہادی جیسی عزت نفس موجود تھی۔ چوتھی چیز یعنی نسب تو اس سلسلہ میں میں امین کو ترجیح دوں گا اس لئے کہ وہ ایک ہاشمی خاتون کا فرزند تھا ہر چند کہ وہ خواہشات کا بندہ' فضول خرچ' کنیزوں اور بیگمات کی رائے پر کار بند ہونیوالا تھا (لیکن تھا نجیب الطرفین) مامون اگر ام جعفر کا فرزند نہ ہوتا (جو ام ولد تھی) بلکہ کسی ہاشمی خاتون کے بطن سے ہوتا تو میں لازماً" مامون ہی کو تمام شرفوں میں مقدم رکھتا۔

سلطنت (ا):۔

مامون اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد ۱۹۸ھ میں بمقام خراسان تخت نشین ہوا اور اس نے ابو جعفر کنیت اختیار کی صولی کہتے ہیں کہ مامون کو یہ کنیت (ابو جعفر) بہت پسند تھی کیونکہ یہی کنیت منصور کی تھی۔ بڑا صاحب جلال تھا' نیز مامون کا یہ خیال تھا کہ ابو جعفر جس بادشاہ کی بھی کنیت رہی ہے اس نے طویل عمر پائی ہے جیسے منصور اور ہارون الرشید۔

ولیعہدی پر امام علی رضا بن موسیٰ کا تقرر!:۔

۲۰۱ھ میں مامون نے اپنے بھائی موتمن کو ولیعہدی سے معزول کرکے جناب علی رضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر صادق کو اپنا ولیعہد مقرر کیا' لوگوں نے اس کے اس فعل کو اس کے شیعہ ہونے پر محمول کیا بلکہ لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ مامون خود حکومت سے دستبردار ہوکر امور سلطنت علی رضاؒ کو تفویض کرنے کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ اس نے ان کو رضی کا خطاب بھی دے دیا تھا' ان کے نام سے سکہ بھی مسکوک کرائے تھے اور اپنی لڑکی (ام حبیب) سے ان کی شادی کر دی تھی۔ اور تمام ممالک محروسہ میں اس کی منادی کرادی تھی۔ مامون نے سیاہ کپڑے پہننے کی ممانعت کر دی تھی (جو عباسیوں کا شعار تھا) اور اس کے عوض سبز کپڑے پہننے کا حکم دیا تھا۔ یہ تمام باتیں اعیان بنی عباس کو نہایت ہی ناگوار گزریں چنانچہ انھوں نے ابراہیم بن مہدی سے بیعت کرکے مامون پر خروج کر دیا۔ (ابراہیم بن مہدی کو انھوں نے مبارک کا خطاب بھی دے دیا تھا' مامون نے ان دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ جھڑپیں جاری تھیں کہ اسی اثناء میں مامون کو عراق کی طرف جانا پڑا (اور یہاں معاملہ یونہی رہا) کہ ۲۰۳ھ میں علی رضا کا انتقال ہوگیا' ان کے انتقال پر مامون نے اہل بغداد کو لکھا کہ اب تو علی رضاؒ کا انتقال ہوگیا۔ اب شرو فساد کیوں ہے لیکن ان معترض لوگوں نے مامون کو اس کا سخت جواب لکھ کر بھیجا' ان کا یہ جواب مامون کو بہت شاق گزرا۔ ادھر بغداد کے لوگوں میں بھی ابراہیم کی حمایت کا وہ پہلا سا جوش و خروش نہیں رہا جس کے باعث ابراہیم بن مہدی دو سال سے کچھ کم مدت تک مامون سے نبرد آزمائی کرنے کے بعد کہیں چھپ گیا۔ اس کی روپوشی کا یہ سلسلہ آٹھ سال تک جاری رہا۔

مامون کی عراق سے واپسی:۔

ماہ صفر ۲۰۴ھ میں مامون عراق (کے بعض صوبوں کی مہم) سے واپس آیا تو بغداد والوں نے اس کو مجبور کیا کہ وہ سبز لباس چھوڑ کر پھر عباسیون کا قدیم سیاہ لباس زیب تن کرے مامون نے اس معاملہ پر غور کیا اور پھر اس نے منظور کرلیا کہ وہ آئندہ سیاہ لباس ہی پہنے گا۔

صولی کہتے ہیں کہ مامون کے خانوادے کے کچھ لوگوں نے اس سے کہا کہ سلطنت کے امور علویوں اور سادات کے سپرد مت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ سادات میں جو لوگ نیک نفس ہیں وہ بھی قابو سے باہر ہو جائیں مامون نے جواب دیا کہ میں یہ سب کچھ اس لئے کر رہا ہوں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کسی ہاشمی کو ولیعہد نہیں

کیا' یہی عمل حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رہا(۲) صرف حضرت علیؓ جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ضرور ہاشمیوں کو مناصب دیے چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا اور عبید اللہ کو یمن کا۔ معید کو مکہ کا اور قثم کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تھا بلکہ کسی بھی ہاشمی کو بغیر منصب کے نہیں چھوڑا۔ ان کا یہ احسان عظیم ہماری گردنوں پر اب تک چلا آرہا ہے لہٰذا میں نے اس کا بدلہ ان کی اولاد کو دیا (کہ علی رضا کو ولیعہد بنا دیا تھا)۔

بوران بنت حسین ابن سہل سے مامون کا عقد:۔

۲۱۰ ھ میں مامون نے صبیئہ حسین بن سہل سے نکاح کرلیا اور اس شادی میں بے انتہا دولت صرف کی' بوران کے والد نے بھی زبردست فیاضی کا اس موقع پر مظاہرہ کیا تمام لوگوں کو خلعتیں عطا کیں' سترہ دن تک بارات کو ٹھہرایا۔ بہت سے رقعے لکھ کر لشکریوں اور بنی عباس میں تقسیم کرائے' ہر رقعہ میں کسی نہ کسی جاگیر کا نام تھا جسکو رقعہ ملتا اور جو جاگیر اس رقعہ میں لکھی ہوتی وہ اس کی ملکیت قرار پاتی' بیشمار طباق زرو جواہر کے لوگوں کے سامنے لٹا دیئے۔

۲۱۱ ھ میں مامون نے حکم دیا کہ تمام قلمرو میں منادی کر دی جائے کہ جو شخص (امیر معاویہؓ کا ذکر عزت و تکریم کے ساتھ کرے گا میں اس کی حفاظت سے بری ہوں۔(۳) (اس کو سزا ملے گی)۔

(امر المامون بان ینادی بریت الذمۃ ممن ذکر معاویہ بخیر و ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ ابن ابی طالب" صفحہ ۲۳۶)

۲۱۲ھ میں مامون نے مسئلہ خلق القرآن کا اعلان کیا (یعنی قرآن مخلوق ہے۔ نعوذ باللہ) اور اس کے ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی ہر طرف کرایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل ہیں (اظہر المامون القول بخلق القرآن مضافا" الی تفضیل علیؓ علی ابوبکرؓ وعمرؓ) ان عقائد کی اشاعت سے لوگوں میں مامون سے نفرت کی لہر دوڑ گئی بلکہ یہاں تک ہوا کہ بعض شہروں میں مامون کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور ان عقائد میں کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ بالآخر ۲۱۸ ھ میں ناچار مامون کو اپنے ان عقائد کی عدم قبولیت پر صبر کرنا پڑا۔ (۴)

۲۱۵ ھ میں مامون سرزمین روم کی طرف جنگ کے ارادے سے بڑھا اور رومی سلطنت کے قلعہ جات قرہ عنوہ اور قلعہ ماجد فتح کرلئے۔ پھر وہاں سے دمشق کی طرف پلٹا وہاں ایک سال تک رہا اور ۲۱۶ھ میں پھر روم پر حملہ آور ہوا۔ اور اس مرتبہ روم کے بہت سے شہر فتح کرلئے ان فتوحات سے فارغ ہوکر پھر دمشق واپس آگیا وہاں سے مصر کو روانہ ہوا، مامون عباسی حکمرانوں میں پہلا حکمران ہے جو مصر میں داخل ہوا۔ مصر سے ۲۱۷ ھ میں پھر دمشق آیا اور وہاں سے پھر روم کی طرف روانہ ہوا۔

۲۱۸ ھ میں اس نے اپنے عقیدے خلق القرآن کے سلسلہ میں لوگوں کی آزمائش کی (اور اندازہ کرنا چاہا کہ اس کا یہ عقیدہ کہاں تک لوگوں نے قبول کرلیا ہے) چنانچہ اس نے اپنے نائب السلطنت (بغداد) اسحاق بن ابراہیم (برادر عم زاد طاہر بن حسین) کی معرفت علمائے بغداد کو لکھا کہ :۔

وقد عرف امیر المومنین ان الجمہور الا اعظم وسوا دالا کبر من حشوۃ الرعیتہ سفلۃ العامہ ممن لا نظر له ولا روءۃ ولا استضاءۃ بنور العلم و برھا نہ اھل جھالۃ باللّٰہ وعمی عنه وضلالۃ عن حقیقۃ، دینه و قصور ان یقدر اللّٰہ حق قدرہ یعرفوہ کنه معرفته و یفر قوابینه و بین خلقه و ذلک انھم سا و وابین اللّٰہ و بین خلقه و بین ما انزل من القرآن فا طبقو اعلٰی انه قدیم لم یخلقه اللّٰہ ولم یختر عه وقد قال تعالٰی ان جعلنا ہ قرانا عربیا ہ فکما اجعله اللّٰہ فقد خلقه کما قال اللّٰہ تعالٰی و جعل الظلما ت والنورہ وقال نقص علیک من انباء ما قد سبق ○ فا خبرنه قصص الا مور احد ثه بعد ھا وقال لحکمت ایا ته ثمه فصیلت○ واللّٰہ محکم کتا به و مفصله، فھوخالقه، و مبدعه○ ثمه انتسبوالی السنته وانھم اھل الحق والجا عۃ وان من سوا ھم اھل البا طل و الکفر فا ستطا لو بذالک و غروا به الجھال حتی مال قوم من اھل السمت الکا ذب والتخشع لغیر اللّٰہ الی موافقتھم فنز عوا الحق الی با طلھم وا تخذ وا دون اللّٰہ ولیجۃ الی ضلا لتھم الی ان قال فرای امیر المومنین الی ان قال ابلیس النا طق فی اولیا ئه والھا ئل علی اعدا ئه (من اھل دین اللّٰہ) واحق ان تیھم فی صدقه و تطرح شھا دته و لا یوثق به○ من عمی عن

رشده و حظه من الایمان بالتوحید و کان عما سوی ذالک اعمی واضل سبیلا ولعمر امیر المومنین ان کذب الناس من کتاب علی اللّٰہ ودحیہ و تخرص الباطل و لم یعرف اللّٰہ حق معرفۃ (تاریخ الخلفاص ۲۴۳ طبع کراچی)

ترجمہ:۔ امیر المومنین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جمہور اعظم اور سوا واکبر یعنی رعیت کے عوام الناس جو بالکل بیکار اور بھرتی کے لوگ ہیں اور اونیٰ الناس ہیں نہ جن کی نظر ہے اور نہ رویت (بصیرت) ہے نہ ان کے دلوں میں علم کی روشنی ہے نہ ان کے پاس دلیل ہے نہ برہان' معرفت خداوندی میں وہ بالکل اندھے ہیں اور گمراہ ہیں اور جو دین کی حقیقت سے نابلد ہیں اور خداوند جل و علا کو اس کی قدر کے مطابق نہیں پہچانتے نہ ان کو اس کی کنہ ذات کی معرفت ہے اور نہ جن کو اللہ کی ذات اور اس کی مخلوق کے فرق کی شناخت' ان (جاہلوں نے لوگوں نے مساوی سمجھ رکھا ہے اللہ اور اس کی مخلوق کو اور جو کچھ قرآن شریف میں نازل ہوا سب کو یکساں سمجھا ہے اس وجہ سے ان لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن شریف قدیم ہے اور اللہ نے اس کو پیدا نہیں کیا اور نہ وہ اس کا اختراع کردہ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو عربی بنایا۔ پس جس چیز کو بنایا گیا ہے وہ مخلوق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اندھیرے اور نور کو بنایا ایک جگہ فرمایا کہ "ہم ان لوگوں کا جو گزر چکے ہیں حال بیان کرتے ہیں" اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ امور محدثات کو بیان فرماتا ہے اور فرمایا کہ اس کی آیتیں محکم ہوئیں اور اس کی تفصیل کلی بیان کی' اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کا محکم مفصل ہے اور جو محکم و مفصل ہوگا وہ خالق اور مبدع ہوگا۔ یہ لوگ خود کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنا نام اہل حق و اہل جماعت رکھا ہے اور جو لوگ ان کے عقیدے کے برخلاف ہیں ان کو یہ اہل باطل اور اہل کفر کہتے ہیں اور اسی پر انھوں نے غلو کیا ہے اور جاہلوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ یہ تصنع خود کو اہل خیر کہنے والے لوگ ان کی پیروی کی وجہ سے غیر اللہ سے ڈرنے لگے اور ان کی موافقت کی وجہ سے حق سے ہٹ کر باطل کی طرف چلے گئے ہیں' انھوں نے اللہ کے سوا اپنی ضلالت کے باعث اپنے من مانے خدا کو پکڑ رکھا ہے' ایسے لوگ امیر المومنین کی نظر میں امت کے بد ترین لوگ ہیں اور توحید الٰہی میں نقص پیدا کرتے ہیں اور یہ جہالت کی پوٹ ہیں' بولتے ہوئے شیطان کی زبان ہیں اور اپنے گروہ میں' اور یہ ڈرانے والے ہیں اپنے دشمنوں کو جو اللہ کے دین کے متبع ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں جن کا صدق مشکوک ہے اور جن کی شہادت مردود ہے اور وہ اللہ پر

وثوق نہیں رکھتے' یہ ایسے لوگ ہیں جن کو ہدایت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور جو اس کے خلاف ہے وہ اندھا اور راستے سے بھٹکانے والا ہے۔

امیر المومنین کی جان کی قسم سب سے جھوٹا آدمی وہ ہے جو اللہ اور اس کی وحی پر جھوٹ کا نام رکھے اور باطل کا ساتھ دے ایسا شخص خداوند تعالیٰ کی معرفت تک نہیں پہنچ سکتا۔

اے اسحاق! لہٰذا تم قاضیوں کو جمع کرکے ان کے سامنے ہمارا یہ مکتوب پڑھو اور جو کچھ وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں اس کا امتحان لیا جائے اور ان سے دریافت کیا جائے کہ خلق و حدوث قرآن کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے' ان سے کہہ دیا جائے کہ جو شخص اپنے دین پر قائم نہیں رہے گا ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ غرض کہ تم ہر ایک سے گواہوں کی موجودگی میں سوالات کرو اگر وہ راہ راست پر ہوں تو پھر ٹھیک ہے ورنہ ان سے قرآن کے قدیم ہونے کے بارے میں ثبوت طلب کرو۔

واضح رہے کہ جو شخص قرآن کریم کے مخلوق ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتا آئندہ ایسے شخص کی کسی مقدمہ میں گواہی قبول نہ کی جائے الغرض تمھارے علاقہ کے قاضی اور عالم جو کچھ (اس سلسلہ میں) جواب دیں وہ ہمارے پاس روانہ کرو آئندہ ان کو اپنے فعل کا اختیار ہے

اس خط کی نقول مامون نے محمد بن سعد (کاتب واقدی) یحییٰ بن معین۔ ابو خثیمہ۔ ابو مسلم (کاتب یزید بن ہارون) اسمٰعیل بن داؤد' اسماعیل ابن ابی مسعود اور احمد بن ابراہیم دروقی کو روانہ کیں' پھر ان لوگوں کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ہر ایک کا امتحان لیا۔ انھوں نے (قرآن کے مخلوق ہونے کا) اقرار کرلیا۔ مامون نے ان لوگوں کو رقہ سے بغداد واپس کر دیا (جب ان کو طلب کیا گیا تھا تو انھوں نے اس عقیدہ کے قبول کرنے میں توقف کیا تھا پھر بعد کو تقیہ کرکے قبول کرلیا)۔

دوبارہ مامون نے پھر اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ تم اپنے پاس فقہا' مشائخ حدیث (محدثین) ان سب کو بلا کر یہ بتاؤ کہ ان فضلاء اور مشائخ عظام نے (جن کی تعداد سات ہے) قرآن کا مخلوق ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ اسحاق بن ابراہیم نے اس حکم پر عمل کیا اور مشائخ حدیث اور فضلاء کو بلایا (اور جن سات علماء نے اس عقیدے کو قبول کرلیا تھا ان کو بھی طلب کیا) اس وقت یحییٰ بن معین وغیرہ نے کہا کہ ہم نے تلوار کے خوف سے (مامون کے سامنے) اس کا اقرار کرلیا تھا۔ اسحٰق نے اس صورت حال سے مامون کو آگاہ کیا۔ مامون نے جواب میں اسی قسم کا خط لکھا کہ جو لوگ اس عقیدے کا انکار کرتے ہیں ان کو اپنے پاس بلاؤ۔ چنانچہ

اسحٰق نے علماء اور مشائخ حدیث کی ایک جماعت کو طلب کیا' اس گروہ میں (حضرت امام) احمد بن حنبل' بشر بن ابو ولید ابو حسان الزایادی' علی بن ابی مقاتل' فضل بن غانم' عبیداللہ بن عمر القواریری' علی بن الجعد۔ سجادہ' ذیال بن الہثیم ' قتیبہ بن سعد' سعدویہ الواسطی' اسحاق بن ابی اسرائیل' ابن الہراس' ابن علیتہ الاکبر' محمد بن نوح عجلی یحییٰ بن عبدالرحمٰن العمری' ابو نصرالتمار' ابو معمر القطیعی اور محمد بن حاتم بن میمون وغیرہ اعاظم فضلا و فقہا شامل تھے۔ اسحٰق نے ان کے سامنے مامون کا خط پڑھا ان لوگوں نے جوابات دیئے لیکن ان جوابات سے نہ ان کے اقرار کا اظہار ہوتا تھا نہ انکار کا! یہ رنگ دیکھ کر اسحاق نے بشیر بن ولید سے دریافت کیا کہ آپ کیا کہتے ہیں (آپ کی کیا رائے ہے) انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تو مدتوں سے امیرالمومنین کے اس عقیدے کا پتہ ہے۔ اسحاق نے کہا کہ اب جب کہ امیرالمومنین نے اس بارے میں دریافت کیا ہے تو اب تم کیا کہتے ہو' انھوں نے جواب دیا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے' اسحاق نے کہا کہ میں یہ دریافت نہیں کر رہا ہوں' تم یہ بتاؤ کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں' انھوں نے کہا کہ تم سے جو کچھ کہہ چکا اس کے سوا میں کچھ نہیں کہتا اور میں تو امیرالمومنین سے خود یہ عہد کر چکا ہوں کہ میں اس مسئلہ پر آئندہ گفتگو نہیں کروں گا۔ اب اسحاق نے علی بن ابی مقاتل سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اور اگر امیرالمومنین ہم کو (اس سلسلہ میں) کچھ حکم دیں تو ہم اس حکم کو سننے اور ماننے کو تیار ہیں۔ ابو حسان الزیادی نے بھی کچھ اس قسم کا (گول مول) جواب دیا' اس کے بعد اسحاق نے (حضرت امام) احمد بن جنبلؒ سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا قرآن اللہ کا کلام ہے' اسحاق نے کہا کہ یہ بتایئے کہ وہ مخلوق ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ اس کے بعد اسحاق نے دوسرے لوگوں سے اسی قسم کا سوال کیا اور ان سب کے جوابات قلمبند کرلئے۔ حاضرین میں سے ابن البکاالاکبر نے جواب دیا کہ قرآن بنایا گیا ہے (مجعول) ہے اور محدث ہے جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر نص وارد ہے' اسحاق نے یہ سن کر کہا کہ جو مجعول ہے وہ مخلوق ہے! ابن البکاء نے کہا ہاں! اسحاق نے کہا تو پھر قرآن مخلوق ہے؟ ابن البکاء نے کہا کہ نہیں (اسحاق نے مقدمہ یوں ترتیب دیا کہ تم کہتے ہو کہ قرآن مجعول ہے اور مجعول جو ہے وہ مخلوق ہے پس قران مخلوق ہے' ابن البکاء نے نتیجہ سے انکار کیا۔ حالانکہ صغریٰ و کبریٰ سے نتیجہ یہی بنتا ہے' مترجم' میں اس کو مخلوق نہیں کہتا!

اسحاق نے یہ تمام جوابات مامون الرشید کے پاس بھیج دیئے' مامون نے اسحاق کو پھر لکھا کہ تمھارے ارسال کردہ جوابات ہماری نظر سے گزرے اور ہم کو معلوم ہوا کہ جو لوگ خود کو اہل

قبلہ (مسلمان) ظاہر کرتے ہیں اور شرف و سروری کے طالب ہیں وہ نہ دراصل اہل قبلہ ہیں اور نہ اہل ریاست ہیں' میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ جو شخص بھی قرآن کے مخلوق ہونے ا قائل نہ ہو اس کو فتویٰ دینے روایت حدیث اور درس قرآن سے روک دیا جائے۔ بشرنے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ دروغ بیانی ہے۔ امیر المومنین اور ان کے مابین کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ امیر المومنین کا اعتقاد' اخلاص اور یہ عقیدہ کہ قرآن مخلوق ہے سب کو معلوم ہے لہٰذا تم ان کو پھر بلاؤ اگر وہ اپنے عقیدے سے توبہ کریں تو اس کا اعلان کریں اور اگر وہ اپنے شرک ہی پر مصر رہیں (وان اصرعلی شرکه) اور اپنے کفرو الحاد کی وجہ سے قرآن شریف کو قدیم ہی بتلائیں (ودفع ان یکون القرآن مخلوقا" بکفرو الحاده) اور اگر وہ اپنے کفرو الحاد کے باعث قرآن کو مخلوق تسلیم نہ کریں تو ان کی گردن اڑادو اور ان کا سر میرے پاس بھیج دو' اب رہا ابراہیم بن المہدی کا معاملہ! تو پہلے ان کا امتحان لو اگر وہ قبول کرلیں تو خیر ورنہ ان کی بھی گردن اڑا دو۔

علماء و فضلا کے کردار پر تعریض!:۔

علی بن ابی مقاتل سے کہو کہ تم وہی تو ہو جنھوں نے امیر المومنین سے کہا تھا کہ آپ ہی حلال کرتے ہیں اور آپ ہی حرام! (۵)' رہے الذیال تو ان سے کہو کہ تم نے شہر انبار میں غلہ چرایا تھا' یاد ہے! تمھارے اس شغل کا کیا ہوا؟ احمد ابن یزید نے جو یہ کہا کہ مسئلہ خلق قرآن پر وہ اس سے اچھا جواب نہیں دے سکتے! ان سے یہ کہنا کہ وہ یاد رکھیں کہ وہ عمر میں اگر چہ بوڑھے ہیں لیکن اپنی عقل کے لحاظ سے وہ بچے اور جاہل ہیں۔ انسان اگر پڑھ لکھ لے تو پھر اس کو جواب بھی مناسب دینا چاہیے اگر اب بھی وہ اپنے جواب پر اڑے رہیں تو پھر ان کا علاج بھی تلوار سے ہونا چاہیے۔

(امام) احمد بن حنبلؒ سے کہو کہ امیر المومنین تمھارے جواب سے آگاہ ہوئے اور اس کو تمھاری جہالت اور آفت پر محمول کیا (وا ستدل علی جهله وا فته)۔ ( ) الفضل بن غانم سے کہو کہ انھوں نے مصر میں جو کچھ حرکتیں کی ہیں ان پر نہیں شرماتے' یہ وہ زمانہ تھا جب کہ وہ مصر کے قاضی تھے تو انھوں نے بہت ہی قلیل مدت میں مال کثیر جمع کرلیا تھا (میں جانتا ہوں کہ وہ مال انھوں نے کس طرح جمع کیا تھا) زیادی سے کہو کہ تم نرے جاہل ہو ایک چیز کا دعویٰ کرکے پھر اس سے انکار کر رہے ہو تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تمھاری عقل کی

سبکی اور خامت کا امیر المومنین کو پہلے ہی سے خیال تھا (تم سبک عقل ہو) ابن نوح اور ابن حاتم سے کہو کہ سود کا مال کھاتے کھاتے تم میں وقوف و آگہی کا جو مادہ تھا وہ ختم ہوگیا اگر تمھاری اس سود خوری کے عوض امیر المومنین تم سے قتال کریں تو کیا جائز نہ ہوگا جب کہ قرآن پاک میں اس کی مثال موجود ہے! کہ سود خور تو مشرک ہوتا ہے اور عیسائیوں سے مشابہ ہے۔ ابن شجاع سے کہو کہ امیر المومنین کے اس مال میں سے جو علی بن ہشام پر حلال تھا تم چوری کر چکے ہو (تم مال میں خیانت کر چکے ہو۔) سعدویہ الواسطی سے کہو کہ خدا تم کو غارت کرے کہ تم حدیثیں گڑھتے ہو اور ریاست کے خواہاں ہو اس وقت موقع ہے کہ تم اپنی قابلیت کا اظہار کرو' (خلق قرآن کے عقیدے کو تسلیم کرلو) تاکہ تم کو شہرت دوام حاصل ہو جائے۔

سجادہ سے کہو کہ تم یحیٰی بن علی کی امانتیں ہضم کر چکے ہو باوجود یکہ تم علماء کی صحبت میں رہتے ہو لیکن اس کے باوجود قرآن کے مخلوق ہونے کے قول سے پھر گئے ہو' قواریری کو بتاؤ کہ ہم پر اس کے حالات منکشف ہوئے اور ہم کو پتہ چلا ہے کہ تم رشوت لیتے بھی ہو اور دیتے بھی ہو' اسی سے تمھارے دین و مذہب' تمھارے مسلک اور سبکی عقل کا پتہ چلتا ہے۔ رہے یحیٰی عمری تو اگر چہ وہ اولاد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں مگر ان کا جواب بھی معروف ہے (وہی جانا ہوا)۔ محمد بن حسن بن علی بن عاصم کا معاملہ یہ ہے کہ اگر وہ سلف صالحین کا پیرو ہے تو وہ پرانی (قدیم) روایتوں سے سر مو بھی تجاوز نہیں کرے گا اس صورت میں اس کی حیثیت ایک بچہ سے بڑھ کر نہ ہوگی (جو اپنے ماں باپ کا مقلد ہوتا ہے جو دیکھتا ہے وہی کرتا ہے) اس لئے وہ ابھی علم کا محتاج ہے۔ امیر المومنین نے قرآن شریف کی تحصیل میں اس کی بھرپور توجہ دیکھ کر ابو مسہر کے ذریعہ اس پر خاص توجہ کی تھی لیکن اس کے باوجود (مسئلہ خلق قرآن میں) ہمیشہ متردد رہتا تھا پھر ایسا ہوا کہ اس نے امیر المومنین کی تلوار سے ڈر کر اقرار کرلیا تھا اب معلوم ہوا ہے کہ اس نے جھوٹا اقرار کیا تھا' اب تم اس سے دریافت کرو اگر وہ اپنے اقرار پر قائم ہے تو اس کا اعلان کر دے۔

قتل عام کا حکم:۔

اے اسحاق جن لوگوں کا نام ہم نے تحریر کیا ہے اگر وہ اپنے شرک سے باز نہ آئیں تو سوائے بشر بن ولید اور ابن مہدی کے سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دو۔ کہا جاتا ہے کہ مامون کا

یہ حکم سن کر (حضرت امام) احمد بن حنبل' سجادہ' محمد بن نوح' اور قواریری (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے علاوہ تمام علماء اور مشائخ الحدیث نے قرآن پاک کو مخلوق ہونے کا اقرار کرلیا (عقیدہ خلق قرآن کو تسلیم کرلیا) اسحاق نے ان چاروں حضرات کو قید کر دیا' پھر دوسرے دن اس نے قید خانے میں جاکر ان کا اس بارے میں عقیدہ دریافت کیا' سجادہ نے اسی وقت اقرار کرلیا' اسحٰق کے زیادہ اصرار کرنے پر قواریری بھی خلق قرآن کے قائل ہوگئے اور اس کا اظہار کر دیا۔ صرف امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح اپنے فیصلہ پر قائم رہے چنانچہ اسحاق نے ان دونوں حضرات کو روم کی طرف روانہ کر دیا۔ پھر مامون کو یہ خبر پہنچی کہ گروہ مذکور میں سے جن لوگوں نے یہ عقیدہ قبول کیا ہے وہ تلوار کے ڈر سے کیا ہے اور جبرو تشدد کے باعث اقرار کرلیا ہے' مامون کو بہت غصہ آیا اور اس نے اسحاق کو لکھا (امام) احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن نوحؒ کے ساتھ گروہ کے دوسرے لوگوں کو بھی میرے پاس بھیجا جائے۔ اسحاق نے اس پوری جماعت کو رقہ روانہ کر دیا مگر ابھی یہ لوگ مامون کے پاس پہنچنے نہ پائے تھے کہ مامون کا انتقال ہوگیا اور خداوند تعالیٰ نے اس جماعت کے افراد کو اس کی مصیبت سے محفوظ رکھا۔

مامون کی علالت:۔

مامون بلاد روم میں تھا کہ بیمار پڑ گیا' جس وقت مرض میں شدت ہوئی تو اپنے بیٹے عباس کو بلایا (اس کو ڈر تھا کہ عباس کے پہنچنے سے قبل ہی میں مرجاؤں گا) لیکن عباس اس وقت اس کی بالیں پر پہنچ گیا جب کہ وہ عالم نزع میں تھا' لیکن عباس کے پہنچنے سے پہلے ہی اطراف و جوانب میں یہ خطوط شاہی روانہ ہو چکے تھے' ان مکتوبات کی پیشانی پر یہ تحریر تھا۔

"یہ خط امیر المومنین مامون اور اس کے بھائی ابو اسحاق کی طرف سے ہے جو مامون کے بعد اس حکم الٰہی کے مطابق امیر المومنین کے منصب پر فائز ہونے والا ہے۔"

کہتے ہیں کہ یہ مکتوبات امیر المسلمین مامون کے حکم سے ہی لکھے گئے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ مامون پر جب غشی کی کیفیت طاری تھی اس وقت لکھے گئے تھے۔ بہر نوع مامون نے ۱۸ رجب ۲۱۸ھ میں ارض روم میں بمقام بذ ندون انتقال کیا اور طرطوس میں اس کو دفن کیا گیا۔

مرض موت کی تفصیل:۔

مسعودی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بذندون کے چشمہ پر مامون نے خیمہ شاہی نصب کرایا تھا وہاں کی طراوت، شادابی اور صفائی اس کو بہت پسند آئی تھی، اتفاقاً" اس چشمہ میں اس کو ایک مچھلی چاندی کی طرح چمکیلی نظر آئی، مامون اسے دیکھ کر بہت متعجب ہوا اور حکم دیا کہ یہ مچھلی پکڑی جائے لیکن پانی اس قدر سرد تھا کہ کسی شخص کو اس میں پیرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ مامون نے اس کے پکڑنے والے کو ایک تلوار انعام میں دینے کا اعلان کیا، آخر کار فراش نامی ایک شخص اس چشمہ میں اتر گیا اور اسے پکڑ کر باہر لایا ابھی وہ کنارے ہی پر تھا کہ مچھلی نے جست ماری اور اس کے ہاتھ سے نکل کر پھر پانی میں گر گئی اس کے بلندی سے پانی میں پھڑکتے ہوئے گرنے سے پانی کی چھینٹیں اڑیں جس سے مامون کے سینے کا حصہ لباس بھیگ گیا، فراش دوبار چشمہ میں اترا اور مچھلی پھر پکڑلایا۔ مامون نے اس کے کباب بنانے کا حکم دیا ابھی کباب تیار بھی نہیں ہوئے تھے کہ مامون کو جاڑا چڑھ گیا۔ اس پر لحاف ڈالے گئے لیکن لرزہ میں کمی نہیں ہوئی۔ مامون پر برابر کپکپی چڑھ رہی آخر کار اس کے چاروں طرف آگ جلائی گئی۔ اتنی دیر میں مچھلی کے کباب بن کر آگئے مگر مامون نے وہ کباب نہیں کھائے (لرزہ کی وجہ سے کباب نہیں کھائے)۔ کچھ دیر گزرنے پر کچھ افاقہ ہوا تو مامون نے بذندون کے معنی دریافت کئے کسی نے کہا کہ اس کے معنی پیر پھیلانے کے ہیں، مامون نے اس معنی سے بری فال لی۔ پھر اس نے نواحی بستی کا نام دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ اس کو رقہ کہتے ہیں، مامون کی پیدائش کے وقت اس کا جوازئچہ بنایا گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ مامون کا انتقال رقہ میں ہوگا اسی وجہ سے وہ ہمیشہ رقہ جانے سے بچتا تھا۔ اب جو اس کو معلوم ہوا کہ ارض روم کا یہ مقام رقہ ہے تب تو وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہوگیا۔ اور اس نے بارگاہ الہٰی میں دعا کی اے وہ ذات جس کے ملک کو کبھی زوال نہیں، اپنے اس بندے پر رحم فرما جس کا ملک اور حکومت زوال پذیر ہے چنانچہ مامون کا اسی جگہ انتقال ہوگیا۔ جب اس کے انتقال کی خبر بغداد پہنچی تو ابو سعید مخزومی نے یہ اشعار کہے:۔

هل رايت النجوم اغنت عن المامون او عن ملكه الماسوس

کیا تو نے دیکھا کہ نجوم نے مامون کو اس کے بنیاد ڈالے ہوئے ملک سے دور رکھا

خلفوه بعرصتي طرسوس مثل ما خلفوا اباه طوس

اس کو خلیفہ بنایا گیا ارض طرسوس میں جس طرح اس کے باپ کو طوس میں خلیفہ بنایا گیا تھا

ثعالبی کہتے ہیں کہ جتنا بعد ان باپ بیٹوں (یعنی ہارون اور مامون) کی قبروں کے درمیان

ہے دوسرے خلفاء میں کسی باپ اور بیٹے کی قبروں کے درمیان نہیں ہے۔ اسی طرح بنی عباس کے پانچ افراد ایسے ہیں جن کی قبروں کے درمیان بعد المشرقین ہے' ایسا بعد جو شائد ہی اور قبروں کے درمیان ہو۔ عبداللہ کی قبر طائف میں ہے۔ عبید اللہ مدینہ طیبہ میں دفن ہیں' فضل شام میں۔ معتصم سمرقند میں اور معبد افریقہ میں مدفون ہیں۔

حواشی

۱۔ علامہ سیوطیؒ نے یہاں خلافت کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ اس طرح کہا ہے: ستقل المامون بالا امر بعد قتل اخیہ اسی امر کو میں نے حکومت سے تعبیر کیا ہے نہ کہ خلافت سے۔

۲۔ مامون الرشید کے شیعہ ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایک درست اور مناسب فعل پر تعریض اور نکتہ چینی کی (مترجم)۔

۳۔ گویا اس عمل جواب تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر علی الاعلان سب و شتم کیا جاتا تھا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ نے بوقت مصالحت معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ میرے والد پر سب و شتم نہ کیا جائے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تعلیم کرلیا تھا۔ (مترجم)

۴۔ یہ چونکہ ایک اہم مسئلہ تھا۔ آج بھی مامون کے مداحوں کی تعداد کم نہیں ان کی تسکین کے لئے میں نے اصل عبارت اور اس کے بعد ترجمہ دیا ہے تاکہ مامون کے اعتقادات کھل کر سامنے آجائیں۔ (مترجم)

۵۔ مدعا یہ ہے کہ تم میرے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہو کہ آپ کو حلال و حرام پر اختیار ہے جس کا کہنا کسی طرح جائز نہیں کہ یہ امر منجملہ خصوصیات نبوت ہے۔

۶۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۸۔

مامون کے مزید حالات

مامون کا انکسار اور تواضع:۔

نفطویہ کہتے ہیں کہ مجھے حامد بن عباس بن وزیر نے یہ واقعہ بتایا کہ میں ایک روز مامون کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتفاقاً" مامون کو چھینک آگئی میں نے الحمد للہ کہنے پر جواب نہیں دیا' مامون نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے الحمد للہ کا جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ امیر المومنین کا رعب سلطانی مانع آگیا۔ مامون نے کہا کہ میں ان بادشاہوں میں سے نہیں ہوں جو دعا سے بے نیاز ہوں۔

علم کا شوق اور استاد کا احترام:۔

ابن عساکر ابو محمد دیزیدی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مامون کو اس کے بچپن میں تعلیم دیا کرتا تھا' ایک دن میں حسب معمول جب پڑھانے پہنچا تو مامون حرم سرا میں تھا میں نے خادم کے ذریعہ اس کو بلوایا لیکن وہ نہیں آیا' کچھ دیر کے بعد میں نے دوسرے خادم کو بھیجا وہ پھر بھی نہیں آیا تب میں نے کہا کہ مامون پڑھنے لکھنے کے بجائے معلوم ہوتا ہے کہ اپنا وقت یونہی برباد کرتا رہتا ہے۔ خادموں نے کہا کہ جب آپ یہاں سے چلے جاتے ہیں تو شاہزادہ خادموں کے ساتھ چہلیں کرتا ہے اور ان کو مارتا پیٹتا ہے آج آپ ذرا اس کو سزا دیں۔ کچھ دیر کے بعد مامون حرم سرا سے باہر آیا تو میں نے اس کے سات کوڑے مارے' وہ روتا جاتا تھا اور اپنی آنکھوں کو ملتا جاتا تھا اتنے میں جعفر بن یحییٰ (وزیر ہارون) وہاں آگیا اور اس نے شہزادے کے آنسو رومال سے صاف کئے' اس کے کپڑوں کو ٹھیک کیا اور چار زانو ہو کر فرش پر بیٹھ گیا پھر شہزادے کو بھی اپنے پاس فرش پر بٹھالیا اتنے میں' میں خود مجلس سے اٹھ کر چلا آیا اور مجھے یہ ڈر ہوا کہ مامون میری شکایت ضرور جعفر سے کرے گا۔ جعفر نے شاہزادے سے کچھ بات چیت کی یہاں تک کہ اس کو ہنسا دیا اور پھر وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ کچھ دیر کے بعد میں پھر اس کے پاس پہنچا اور میں نے کہا کہ شہزادے! مجھے تو ڈر تھا کہ تم میری شکایت جعفر سے کرو گے یہ سن کر مامون نے کہا ابو محمد جعفر تو کیا ہیں میں تو ابا جان سے بھی اس بات کو نہ کہتا اس لئے کہ مجھے ادب کی ضرورت ہے۔

عبداللہ بن محمد التیمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے سفر کا قصد کیا اور لشکر کو حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے بعد کوچ کیا جائے گا۔ لہٰذا تمام لشکر تیار رہے' ایک ہفتہ کے بعد ہارون نے نہ چلنے کا حکم دیا نہ پچھلے حکم کو منسوخ کیا لوگ (افسران لشکر) مامون کے پاس آئے اور کہا کہ آپ دریافت کیجئے کہ سفر کب شروع ہوگا۔ ہارون کو اب تک یہ نہیں معلوم تھا کہ مامون شعر بھی کہتا ہے۔ چنانچہ مامون نے یہ اشعار لکھ کر ہارون الرشید کے پاس پہنچا دیئے۔

ترجمہ اشعار۔ اے ان تمام چلنے والوں میں جن کے ساتھ لوگ چلتے ہیں' سب سے بہتر شخص' اور جس کے گھوڑے پر ہروقت زین کسار رہتا ہے' کاش ہم اس سفر کی غرض و غایت سے آگاہ ہوتے ورنہ ہم کو حکم دے دیا جاتا کہ ہم سفر پر روانہ ہو جائیں۔ اور بادشاہ کے سوا مقصد سفر سے کوئی آگاہ نہیں ہے' وہ بادشاہ جس کے نور سے تاریکیاں نور حاصل کرتی ہیں۔ اگر آپ سفر کریں گے تو نیک بختی اور اقبال بھی اس سفر میں ساتھ ہوگا۔ ورنہ جہاں آپ ہوں گے وہاں وہ بھی موجود رہے گا'

ہارون الرشید اشعار کو پڑھ کر بہت خوش ہوا اور مامون سے کہا کہ بیٹا تم اور شاعری! بیٹے' شاعری ادنیٰ لوگوں کو آسمان پر چڑھا دیتی ہے۔ اور بلند مرتبہ لوگوں کو زمین پر گرا دیتی ہے' اصمعی کہتے ہیں کہ مامون کی مہر پر یہ نقش کندہ تھا' عبداللہ ابن عبداللہ!

محمد بن عباد کہتے ہیں کہ خلفائے کرام میں حضرت عثمان کے سوا کوئی اور حافظ نہ تھا اور امراالمسلمین میں مامون کے سوا کوئی دوسرا حافظ نہیں گزرا۔ لیکن اس قول کی تردید میں پہلے ہی کر چکا ہوں'

مامون کی ذکاوت اور معاملہ فہمی:۔

ابن عینیہ کہتے ہیں کہ ایک روز مامون علماء کے ساتھ دربار عام میں رونق افروز تھا' اتنے میں ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین' میرے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے اور اس نے نو سو دینار ترکہ میں چھوڑے ہیں اور لوگ مجھے ایک دینار دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرے حصہ میں یہی آتا ہے مامون نے کچھ دیر غور کیا اور اس کے بعد کہا کہ ہاں لوگ ٹھیک کہتے ہیں تیرے حصہ میں یہی ایک دینار آتا ہے' علمائے دربار نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کس طرح؟ مامون نے کہا کہ اے خاتون کیا متوفی نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں؟ اس عورت نے کہا جی ہاں' مامون نے کہا بس چار سو دینار تو ان لڑکیوں کے لے (۲/۳)

ایک والدہ چھوڑی ہوگی چھٹا حصہ (۱/۶) سو دینار اس کے ہوئے ایک بیوی تھی آٹھواں حصہ اس کو ملا یعنی پچھتر دینار اس کو ملے اب باقی رہے چوبیس دینار اور اے خاتون تجھے خدا کی قسم (سچ بتا) کیا اس نے بارہ بھائی چھوڑے ہیں۔ عورت نے کہا کہ آپ نے سچ کہا پس مامون نے کہا کہ ہر ایک بھائی کے دو دو دینار ہوئے (کل ۲۴) اب صرف ایک دینار باقی رہا وہ تیرا حصہ ہے۔

مامون کا علوم و فنون پر تبحر:۔

محمد بن محض (الاغاطی) بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن ہم نے مامون کے ساتھ کھانا کھایا جب دستر خوان بچھایا گیا تو دستر خوان پر تین قسم کے کھانے چنے گئے مامون ہر کھانے پر نظر ڈالتا جاتا اور کہتا جاتا کہ یہ کھانا فلاں شخص کے لئے نافع ہے اور فلاں مزاج والے کے لئے مضر ہے پس تم لوگوں میں سے جو کوئی بلغمی مزاج کا ہے وہ اس کو نہ کھائے اور جو تم میں سے صفراوی مزاج رکھتا ہے وہ فلاں کھانے سے احتراز نہ کرے اور جس پر سوداویت غالب ہے وہ یہ نہ کھائے اور جو شخص کم کھانے کا ارادہ رکھتا ہو وہ یہ کھانا کھائے۔ یحیی بن اکثم نے یہ باتیں سن کر کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو تو طب میں بھی ایسا دخل ہے کہ آپ جالینوس معلوم ہوتے ہیں اور نجوم میں اگر غور کریں تو آپ کی معلومات ہومس (یونانی) جیسی ہیں۔ اگر فقہ کو دیکھا جائے تو اس میں آپ علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کے مانند ہیں اگر سخاوت کا ذکر کیا جائے تو آپ حاتم کی مانند ہیں، صدق حدیث پر اگر نظر ڈالی جائے تو بیان روایت کے لحاظ سے آپ ابوذر رضی اللہ عنہ کی مانند ہیں اگر کرم میں دیکھا جائے تو آپ کعب بن یمامہ کے طرح ہیں۔ وفائے عہد میں اگر دیکھا جائے تو آپ کو سموئل بن عادیہ کے مثل کہنا چاہیے، مامون یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا انسان کو جو کچھ شرف اور فضیلت حاصل ہے وہ اس کے عقل و فہم کے سبب ہے ورنہ گوشت اور خون میں تو سب برابر ہیں (ہر جسم میں گوشت و خون ہوتا ہے)۔

مامون کا کمال ذکاوت:۔

یحیٰی بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے مامون سے زیادہ باکمال شخص دوسرا نہیں دیکھا ایک

روز میں اس کے پاس کمرے میں سو رہا تھا۔ یکایک اس نے جگایا اور کہا یحییٰ دیکھنا میرے پیروں کے پاس کیا چیز ہے۔ میں نے اٹھ کر دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا مگر مامون کو اس پر اطمینان نہیں ہوا اس نے فراشوں کو پکارا فراش شمع لیکر حاضر ہوئے ان سے مامون نے کہا کہ دیکھو کیا چیز ہے؟ انھوں نے جب تلاش کیا تو بچھونے کے نیچے ایک سانپ بیٹھا ہوا تھا' فراشوں نے اسی وقت سانپ کو مار ڈالا' میں نے کہا کہ امیرالمومنین کے اس کمال کے ساتھ (قدا تضاف ابی کمال امیر المومنین علم الغیب) یہ بھی اضافہ کر دیا جائے کہ ان کو غیب کا علم ہے تو بجا نہ ہوگا۔ یہ سن کر مامون نے کہا معاذ اللہ معاذ اللہ! ہوا یہ کہ میں سو رہا تھا سوتے میں ہاتف غیبی نے یہ اشعار سنائے۔

یا راقد اللیل انتبہ ان الخطوب لھا سری

اے رات کے سونے والے جاگ جا خطرات تیرے بہت ہی قریب ہیں

ثقۃ الفتی بزما نہ ثقہ محللہ العری

خواب میں یہ اشعار سن کر میں جاگ گیا اور میں نے غور کیا کہ میرے قریب کوئی ایسی چیز ہے جس سے حادثہ رونما ہونے والا ہے' اور بچھونے سے زیادہ قریب اور کوئی چیز نہیں تھی آخر کار اسی کے نیچے یہ سانپ مل گیا۔

مامون کی شعر فہمی:۔

عمارہ بن عقیل کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن حفصہ شاعر نے کہا کہ میرا یہ خیال تھا۔ کہ مامون کو فن شاعری میں بصیرت حاصل نہیں ہے اس نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کون شخص سخن فہم ہو سکتا ہے' واللہ میں نے اس کو بہت سے اشعار سنائے ہیں اور کبھی تو ایسا ہوا ہے کہ وہ پہلا شعر ہی سن کر اچھل پڑا ہے اور اس نے ان تمام اشعار کو سمجھ لیا جو میرے سنانے سے قبل اس نے کبھی نہیں سنے تھے۔ ابو حفصہ نے کہا میں نے اس کو ایک بہت ہی عمدہ شعر سنایا لیکن اسے سن کر مامون میں جنبش بھی پیدا نہیں ہوئی' ذرا تم سنو وہ شعر یہ تھا۔

اضحی امام الھدی الما مون مشتغلا بالدین والنا س فی الدنیا مشا غیل

امام الہدی مامون تو دین کے کاموں میں مشغول ہے اور لوگ دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہیں

میں نے ابن حفصہ سے کہا کہ اثر کیا خاک ہوتا تم نے اس کو بڑھیا پہلے ہی بنادیا جو

محراب میں مصلے پر بیٹھی تسبیح کے دانے پھیر رہی ہے، اگر وہ دین کے کاموں میں اس طرح مشغول ہو جاتے تو دنیا کے امور کی انجام وہی کون کرے جن کے لئے وہ مامور ہے کاش تم نے ویسا ہی شعر پڑھا ہوتا جیسا کہ تمہارے چچا نے ولید کی شان میں کہا تھا!

فلا هوفی الدنیا یضیع نصیبه ولا عرض الدنیا عن الدین مشا غله

وہ اپنا دنیوی حصہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتا اور نہ دنیوی اشغل اس کو اشغل دینی سے باز رکھتے ہیں

مامون کا ادب پر عبور:۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ مرو میں ایک دن میں مامون کے پاس گیا اس وقت میں ایک پھٹی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھا مجھے اس میں دیکھ کر مامون نے کہا نضر! کیا امیر المومنین سے ایسے کپڑوں میں ملنا مناسب ہے؟ میں نے کہا کہ امیر المومنین گرمی کا یہی علاج ہے، مامون نے کہا کہ یہ بات نہیں معلوم ہوتی، شاید تم اب غریب ہوگئے ہو، آؤ حدیث شریف پر کچھ غورو خوض اور مباحثہ کریں۔ سنو! یہ حدیث مجھ سے ہیثم بن بشیر نے بحوالہ چند حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس کے حسن و جمال اور دینداری کے باعث نکاح کرے تو گویا اس نے فقیری اور درویشی کا دروازہ بند کر دیا میں نے یہ حدیث سن کر کہا کہ ہیثم کی روایت کے اعتبار سے تو امیر المومنین کا قول صحیح ثابت ہوگیا لیکن مجھ سے عوف الاعرابی نے بحوالہ حسن رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس کی دینداری کے بغیر اس کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کرے تو گویا اس نے عیش کا دروازہ بند کر دیا۔ مامون چونکہ تکیہ سے لگا بیٹھا تھا نضر کی زبان سے یہ سن کر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ کیا حدیث اول میں (جو میں نے سنائی) لفظ سداد غلط ہے۔ میں نے کہا جی ہاں ہیثم نے غلطی کی ہے، وہ اچھی طرح سمجھ نہیں سکا لفظ سداد کے سمجھنے میں اس سے غلطی ہوئی ہے، مامون نے کہا کہ دونوں میں فرق کیا ہے، میں نے کہا کہ السداد قصد فی سبیل کے معنی ہیں، اور ایک سداد کے معنی ہیں بند کر دینے کے اور یہاں یہی آخری معنی مطلوب ہیں۔ مامون نے کہا کہ شعر عربی سے سند پیش کرو میں نے عرجی ابن عثمان ابن عفان کا ایک شعر اپنے قول کی سند میں پیش کیا۔ شعر کو سن کر مامون کبیدہ خاطر ہوا اور کہنے

لگا کہ ایسے شاعر جو ادب سے بے بہرہ ہوں خدا ان کا ناس کرے' سنو اے نضر میں تم کو سند میں شعر سناتا ہوں۔ پھر اپنی تائید میں مجھے ایک شعر سنایا جو الحکم بن مروان کی تعریف میں ابن بیض نے کہے تھے۔ اس کے جواب میں میں نے ابی عروبہ المدینی کے اشعار پیش کئے آخر کار گفتگو شعرائے عرب کے بارے میں ہونے لگی اور میں نے بہت سے اشعار مامون کو سنائے' میری سند شعری پیش کرنے پر مامون نے کہا کہ نضر تم ٹھیک کہتے ہو (حدیث کے وہی معنی ہیں جو تم نے بیان کئے) یہ کہہ کر وہ ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگا اور مجھے اس تحریر کا علم نہیں ہوا اثنائے تحریر میں علم و ادب کے بارے میں بھی بات چیت ہوتی رہی(۱) اور میں اس کے سوالات کے جواب دیتا رہا۔ پھر میرے لئے پچاس ہزار درہم بطور عطیہ لکھ کر خادم سے کہا کہ ان کو (یعنی مجھے) فضل بن سہیل کے پاس پہنچا دو' میں فضل کے پاس پہنچا تو فضل نے رقعہ پڑھ کر مجھ سے کہا کہ آج تو تم نے امیر المومنین کی خوب غلطیاں پکڑیں' میں نے کہا معاذ اللہ میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں البتہ ہیشم غلطی پر تھے اور انہی کا اتباع امیر المومنین کر رہے تھے (میں نے اس کی اصلاح کر دی) پھر فضل نے وہ رقم دی جو امیر المومنین نے عطا کی تھی اور اپنی طرف سے بھی مجھے تیس ہزار درہم عطا کئے اور میں اسی ہزار درہم لے کر گھر واپس ہوا۔

خطیب (بغدادی) نے محمد بن زیاد اعرابی سے روایت کی ہے کہ محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مامون کے پاس گیا اس وقت مامون یحییٰ بن اکتم کے ساتھ باغ میں ٹہل رہا تھا۔ چونکہ ان دونوں کی پشت میری طرف تھی اس لئے میں بیٹھ گیا جب وہ پلٹ کر سامنے آئے تو میں نے مامون کو حسب قاعدہ اٹھ کر ادب سے سلام کیا' اس وقت مامون یحییٰ سے کہہ رہا تھا کہ اے ابو محمد اس کا ادب کتنا بلند پایہ ہے! یہ کہہ کر وہ پھر پلٹ پڑے جب ان کی پیٹھ میری طرف ہوگئی تو میں پھر بیٹھ گیا' جب میں نے ان کو پھر اپنے سامنے دیکھا تو میں پھر اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے پھر سلام کیا' سلام کے جواب کے بعد مامون نے مجھ سے کہا اے محمد بن زیاد ہند بنت عتبہ کے اس شعر (مثلث) میں۔

نحن بنات طارق　　　　نمشي على نمارق

مشيَ قطا المهارق

یہ طارق کون ہے (طارق سے کون مراد ہے)۔ میں نے ہند بنت عتبہ کے نسب میں بہت غور کیا لیکن اس میں کوئی طارق نامی نہیں گزرا ہے بس میں نے کہا کہ اے امیر المومنین اس کے نسب میں تو میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کا نام طارق ہو' مامون نے یہ سن کر کہا کہ ہند کی اس سے مراد ستارے ہیں اور اپنے حسن کی طرف استعارہ کیا ہے۔ جیسا کہ

قرآن شریف میں آیا ہے والسماء و الطارق (آسمان اور ستارے کی قسم) میں نے کہا کہ امیرالمومنین واقعی یہی بات ہے۔ مامون نے کہا کہ اگر تم تائید کرتے ہو تو انعام کے مستحق ہو یہ کہہ کر مامون نے عنبر کا وہ گولا جو اس کے ہاتھ میں تھا میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اس گولے کو پانچ ہزار درہم میں فروخت کیا۔

ایک خارجی کو لاجواب کر دیا:۔

عبادہ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر مامون سلاطین میں آپ اپنی نظیر تھا اور وہ اسم بامسمی تھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ایک بار مامون کے پاس ایک خارجی آیا' مامون نے اس سے سوال کیا کہ تم کس وجہ سے ہمارے خلاف ہو اور تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے اس نے کہا قرآن شریف کی ایک آیت ہے' مامون نے کہا کونسی آیت' خارجی نے کہا یہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولیٓک ھم الکافرون () مامون نے کہا کہ تم کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ یہ آیت قرآن کی ہے' خارجی نے کہا کہ اجماع امت سے ' مامون نے کہا کہ جب تم تنزیل آیت میں اجماع امت پر متفق ہو تو تاویل میں بھی ان کے موافق ہونا چاہیے۔ (اجماع امت پر تاویل میں بھی اتفاق کرو)۔ خارجی نے یہ سن کر کہا آپ نے سچ فرمایا السلام علیک یا امیرالمومنین (مامون کو اس نے امیرالمومنین تسلیم کرلیا)۔

اقوال مامون:۔

ابن عساکر نے محمد بن منصور کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مامون کا قول ہے کہ شریف کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے سے برتر لوگوں کے ظلم تو برداشت کرے لیکن اپنے سے کمتر لوگوں پر ظلم نہ کرے سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ مامون کا قول تھا کہ میں عفو درگزر کو اتنا محبوب رکھتا ہوں کہ اگر مجرموں کو اس کا پتہ چل جائے تو ان کے دلوں سے خوف جاتا رہے اور بجائے خوف کے ان کے دل خوشی سے بھر جائیں۔

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ ایک مجرم مامون کے سامنے حاضر تھا مامون نے اس سے کہا کہ "واللہ میں تجھے قتل کر دوں گا" اس نے کہا کہ امیرالمومنین قدرے توقف فرمائیں اور تحمل سے کام لیں اس لئے کہ نرمی کرنا بھی نصف عفو ہے' مامون نے کہا کہ اب تو

میں تیرے قتل پر قسم کھا چکا ہوں' مجرم نے کہا آپ کا خداوند تعالیٰ کے حضور میں سوگند شکن ہو کر پیش ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ قاتل کی حیثیت سے پیش ہوں! یہ سن کر مامون نے اس کو معاف کر دیا۔ (چھوڑ دیا) خطیب بغدادی' ابو الصلت عبدالسلام ابن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات مامون کے کمرے میں شب باش ہوا۔ مشعلچی بھی سو گیا۔ اتفاق سے چراغ گل ہو گیا۔ مامون خود اٹھا اور چراغ درست کر دیا (دوبارہ روشن کر دیا) اس اثنا میں میری آنکھ بھی کھل گئی میں نے سنا کہ مامون کہہ رہا تھا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں غسلخانے میں ہوتا ہوں اور یہ خدمت گار مجھ پر بہتان لگاتے ہیں۔ میں ان کی افترا پردازی کو سنتا ہوں اور ان کو اس کی خبر نہیں ہوتی کہ میں سن رہا ہوں اور میں ہمیشہ ان کو معاف کر دیتا ہوں۔

مامون کا حلم و تواضع:۔

صولی عبداللہ بن البواب سے روایت کرتے ہیں کہ مامون بہت ہی حلیم الطبع شخص تھا اکثر وہ ایسی باتوں کو بھی برداشت کرلیتا تھا جن کو سن کر ہم کو غصہ آجاتا تھا چنانچہ ایک روز ہم کشتی میں سوار دجلہ کی سیر کر رہے تھے' کشتی کے وسط میں پردہ پڑا تھا۔ پردے کے ایک طرف ہم لوگ بیٹھے تھے اور دوسری طرف ملاح بیٹھے تھے' ملاحوں میں سے ایک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے دل میں مامون کی قدرو منزلت ہے' ایسا نہیں ہے یہ شخص تو میری آنکھوں میں مثل خار کھٹکتا ہے کیونکہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ خدا کی قسم مامون ملاح کی بات سن کر ہنس پڑا اور ہم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم ہی مجھے کوئی ترکیب بتاؤ کہ جس سے میں اس عظیم شخص کی نظروں میں قابل قدر بن جاؤں۔

مامون کا لطف و کرم:۔

خطیب یحییٰ ابن اکثم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مامون سے زیادہ کریم کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ ایک رات میں بھی اسی کمرے میں سو گیا جہاں مامون سو رہا تھا۔ ابھی میں اچھی طرح نہ سویا تھا کہ اتفاق سے مامون کو کھانسی اٹھی اس نے اس خیال سے کہ اس کے کھانسنے سے کسی کی آنکھ نہ کھل جائے اپنی آستین اپنے منہ میں ٹھونس لی پھر کہنے لگا کہ عدل

کی ابتدا یہی ہے کہ پہلے اپنے دلی دوست سے عدل کیا جائے پھر ان سے کم درجہ والوں سے یہاں تک کہ ادنیٰ شخص سے بھی عدل سے پیش آئے'

ابن عساکر کرنے یحییٰ بن خالد بن مکی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ سے ایک بار مامون نے کہا کہ یحییٰ لوگوں کی ضروریات اور ان کی مقصد برآری کو بھی غنیمت سمجھ کیونکہ گردش فلکی اور زمانہ کسی شخص کو ہمیشہ اس کی حالت پر باقی نہیں رکھتا اور نہ کسی کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہتی ہیں۔ (اور مامون کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ مترجم)

عبداللہ بن محمد الزہری کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ مجھے غلبہ محبت (راحت و کرم) غلبہ قدرت سے زیادہ پسند ہے کیونکہ غلبہ قدرت تو قدرت و قوت کے زوال کے ساتھ ساتھ خود ہی زائل ہو جائے گا۔ لیکن غلبہ محبت ہمیشہ باقی رہے گا۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ جو تمھارے حسن نیت کا شکر گزار نہیں وہ تمھارے حسن عمل کا بھی شکر گزار نہیں ہو گا۔

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ بادشاہ کی خوشامد پسندی بہت بری چیز ہے اور اس سے زیادہ بری چیز معاملہ کی تفہیم سے پہلے قاضیوں کی تنگ دلی ہے اور اس سے زیادہ قبیح فقیہوں کی کم عقلی اور سب سے زیادہ قبیح توانگروں کا بخل' لونڈیوں سے مزاق کرنا' جوانی میں کاہلی اور سستی کا اظہار کرنا اور جنگ میں بزدلی دکھانا ہے

علی بن عبدالرحمٰن المروزی کا بیان ہے کہ مامون کے اقوال میں سے یہ بھی ہے کہ وہ شخص اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے جو ایسے شخص کی قربت کا خواستگار ہو جو اس سے دوری کا خواہشمند ہے اور وہ ایسے شخص کا اکرام کرے جو اس کا اکرام نہیں کرتا اور ایسے شخص کی تعریف پر خوش ہو جو اس کو جانتا بھی نہ ہو'

مخارق کہتے ہیں کہ میں نے مامون کے سامنے ابی العتاہیہ کا یہ شعر پڑھا۔

وانی لمحتاج الی ظل صاحب یروق و یصفون کدزت علیه

اور میں ایسے دوست کا محتاج ہوں کہ جب مجھے اس سے کدورت ہو تو وہ مجھ پر اور زیادہ مہربان ہو جائے

مامون نے کہا کہ اس کو پھر پڑھو میں نے اس شعر کو سات بار پڑھا' مامون مجھ سے کہنے لگا کہ مخارق! مجھ سے یہ تمام سلطنت لے لو اور اس کے عوض مجھے ایسا دوست فراہم کردو۔

ہدبہ بن خالد کہتے ہیں کہ ایک بار میں مامون کے پاس گیا اور اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا جب کھانے کے بعد دستر خوان اٹھالیا گیا تو میں ان ریزوں کو جو کھانے کے وقت گر

پڑے تھے اٹھا اٹھا کر کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر مامون نے کہا کہ اے ہدبہ! کیا ابھی تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔ میں نے کہا کہ پیٹ تو بھر گیا ہے لیکن مجھ سے حماد بن سلمہ نے بروایت ثابت البنانیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ "جو شخص دستر خوان سے گرے ہوئے ریزے اٹھا کر کھائے گا وہ مفلسی سے مامون و محفوظ رہے گا۔ یہ سن کر مامون نے مجھے ایک ہزار درہم عنایت فرمائے۔

حسن ابن عبدوس الصفار بیان کرتے ہیں کہ جب مامون نے بوران بنت الحسن سے شادی کی تو لوگوں نے (حسب مرتبت) حسن کو بہت سے تحائف پیش کئے' ایک غریب شخص نے بھی اس کو توشہ دان بھیجے۔ ایک میں نمک تھا دوسرے میں اشنان گھاس تھی' اس شخص نے اس کو ایک رقعہ میں لکھا کہ میں ایک بہت ہی حقیر ہدیہ جیسا کہ میں خود ہوں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ میں نے یہ بات مناسب نہیں سمجھی کہ تحفے بھیجنے والے جلیل القدر لوگوں کی فہرست میں میرا نام شامل نہ ہو اس لئے میں نے ایک توشہ دان میں نمک برکت کے لئے اور دوسرے میں اشنان خوشبو اور صفائی کے لئے آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں' حسن نے یہ دونوں توشہ دان مامون کے سامنے پیش کر دیئے مامون نے اس تحفے کو بہت پسند کیا اور ان کو خالی کرا کر دیناروں سے بھروا کر اس نادار شخص کے پاس بھیج دیئے

صولی محمد بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مامون کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا کی قسم مجھے عفوو درگزر میں اس قدر مزہ ملتا ہے کہ اگر لوگوں کو اس کا اندازہ ہو جائے تو وہ جرم کرکے (مجرم بن کر) میرے پاس آیا کریں' خطیب منصور برمکی سے روایت کرتے ہیں کہ ہارون رشید کی ایک کنیز تھی جس پر مامون کا دل بھی آیا ہوا تھا۔ ایک دن وہ ہاروں رشید کو وضو کرا رہی تھی اور مامون اس کے پیچھے کھڑا تھا اس نے کنیز کو اشارہ کیا کہ وہ اس کو بوسہ دیدے' کنیز نے آنکھ کے اشارے سے منع کیا اس منع کرنے میں ایک پل کے لئے پانی ڈالنے میں توقف ہوگیا۔ ہارون نے کنیز کی طرف دیکھ کر کہا کیا ہے؟ کنیز کچھ جواب نہ دے سکی! ہارون کو اس پر غصہ آیا اور اس نے کنیز سے کہا کہ اگر تو نے مجھے نہیں بتلایا تو میں تجھے قتل کردوں گا مجبوراً" اس نے کہا شہزادہ عبداللہ (مامون) نے مجھ سے بوسہ مانگا تھا اور میں نے اشارے سے ان کو منع کیا تھا' مامون حیا اور رعب شاہی سے زمین میں گڑ گیا ہارون نے مامون سے کہا کہ کیا واقعی تم اس سے محبت کرتے ہو' مامون نے اقرار کرلیا' ہارون نے کہا کہا اچھا تم اس کنیز کے ساتھ اس خیمہ میں چلے جاؤ اور وہ خود جہاں تھا وہاں کھڑا رہا! جب مامون خیمہ سے باہر آیا تو ہارون نے اس سے کہا کہ اب تم اس واقعہ کو نظم کرکے سناؤ! مامون نے فی البدیہہ یہ اشعار

ہارون کو سنائے

ترجمہ اشعار :۔ میں نے دل کے اشارے سے اس کو اپنی طرف بلایا۔ میں نے دور سے بوسہ مانگا۔ لیکن اس نے اپنے لبوں سے بہانہ کرکے ٹال دیا۔

اس کا یہ ٹالنا بھی خوب تھا کہ اس نے اپنے حاجبوں (آنکھوں) سے اشارہ کر دیا۔

میں اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا کہ مجھے اس پر قابو مل گیا۔

ابن عساکر' ابو خلیفہ الفضل بن حباب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غلاموں اور کنیزوں کی تجارت کرنے والے ایک تاجر سے یہ واقعہ سنا ہے کہ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ ایکبار میں ایک فصیحہ' شاعرہ' ادیبہ' ماہر شطرنج کنیز کو فروخت کرنے کے لئے مامون کے پاس لے گیا میں نے مامون سے اس کی دو ہزار دینار قیمت مانگی مامون نے کہاکہ اگر یہ کنیز میرے اس شعر پر جواب میں پڑھوں گا دوسرا شعر تضمین کر دے تو میں تم کو اس سے بھی زیادہ اس کی قیمت دوں گا۔ پھر مامون نے یہ شعر پڑھا۔

ما ذا تقولین فیمن شفه ارق من جهد حبک حتی صار حیرانا

تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتی ہے جو تیری محبت میں اس قدر مستغرق ہے کہ لاغرو بیخواب اور حیران ہوکر رہ گیا ہے

کنیز نے فی البدیہہ اس پر دوسرا شعر تضمین کیا (جو یہ ہے):۔

اذا وجدنا محبا قد اضربه داء الصبابة اولینا احسانا

ہم نے ایک ایسے دوست کو پایا جسے درد عشق سے صدمہ پہنچا تھا مگر ہم نے اس کو دوست بناکر احسان کیا

یہ روایت صوولی حسین الحلیم کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ایک بار مامون مجھ پر بہت غصہ ہوا۔ اور میرا وظیفہ بند کر دیا۔ میں نے ایک شخص کی معرفت اس کے پاس ایک قصیدہ لکھ کر بھیجا جس میں مامون کی تعریف اور اپنی تنگدستی کا احوال بیان کیا تھا۔ مامون نے کہا قصیدہ تو بہت اچھا ہے لیکن ہمارے یہاں اس شخص کے لئے کچھ نہیں ہے یہ سن کر حاجب نے کہا! امیر المومنین آج آپ کی علوت عفو کہاں گئی؟ یہ سنتے ہی مامون نے میرا وظیفہ اسی وقت بحال کر دیا! حماد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مامون بغداد میں آتا تو روزانہ وہ ظہر کے وقت تک لوگوں کے مقدمات فیصل کرنے کے لئے بیٹھتا تھا۔

علیہ بن حماد بن اسحاق کا بیان ہے کہ مامون شطرنج کا بڑا شائق تھا اور کہا کرتا تھا کہ شطرنج کا کھیل ذہن کو بہت تیز کرتا ہے چنانچہ اس نے اس کھیل میں بہت سی باتیں بھی ایجاد

کی تھیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جو شخص مجھ سے شطرنج کھیلنے کو کہتا ہے وہ ایک نیک کام کو کہتا ہے لیکن باوجود اس ذوق و شوق کے وہ خود اچھا نہیں کھیل سکتا تھا چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ میں بساط دنیا کا انتظام تو کر سکتا ہوں مگر اس دوبالشت کی بساط پر میں بہت زچ ہوتا ہوں۔

ہجو پر بھی تحمل:۔

ابی سعید کہتے ہیں کہ مشہور شاعر دعبل نے مامون کی ہجو میں یہ اشعار کہے!

ترجمہ اشعار:۔ میں اس قوم سے ہوں جن کی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کر دیا اور تجھے تخت پر بٹھا دیا تجھے طویل گمنامی سے نکال کر تیرا مرتبہ بڑھا دیا اور انتہائی پستی سے نکال کر بلندی پر تجھ کو پہنچ دیا۔"

جب مامون نے اپنی ہجو کے یہ اشعار سنے تو کہا کہ دعبل بڑا ہی بے حیا ہے وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ جو شخص بادشاہ کی گود میں پلا ہو وہ گمنام کبھی نہیں ہو سکتا! اس ہجو پر اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

مامون نبیذ خوار تھا:۔

متعدد اقوال سے یہ ثابت ہے کہ مامون نبیذ پیتا تھا۔ حافظ کہتے ہیں کہ مامون کے مصاحب اس کے رنگ کے بارے میں بتاتے تھے کہ اس کے چہرے اور تمام جسم کا رنگ یکساں تھا البتہ اس کی پنڈلیوں کا رنگ اس قدر زرد تھا کہ ان کو زعفران سے رنگ دیا گیا ہے۔

موسیقی کے بارے میں مامون کا خیال:۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ گانے کے سلسلے میں مامون کا مقولہ یہ ہے کہ گانا وہی بہتر ہے جس سے فن موسیقی سے واقف اور ناواقف دونوں لطف اٹھائیں۔

علی بن حسین کہتے ہیں کہ محمد بن حامد مامون کے پیچھے کھڑے تھے اس وقت وہ پانی پی رہا تھا کہ اسی وقت ایک کنیز نے جس کا نام غریب تھا نابغہ الجوری کے اشعار گانا شروع کر دیے' مامون نے کنیز سے کہا کہ اگر تو نے مجھے سچ سچ نہ بتلایا کہ اس گانے کا محرک کون تھا تو میں

تجھ کو اتنی سزا دوں گا کہ تو اقرار کریگی اس کے بعد پھر اور سزا دوں گا۔ اور اگر تو نے سچ بتلایا دیا تو پھر جو کچھ وہ محرک چاہے گا وہ دے دوں گا اور سزا نہیں دوں گا۔ یہ سن کر محمد بن حامد نے کہا حضور والا! یہ قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے میں نے اس سے اشارے کنایہ میں بوسہ مانگا تھا' مامون نے ٹھیک اب سچ بات معلوم ہوگئی' اے محمد بن حامد! کیا تم اس سے نکاح کے خواستگار ہو۔ انھوں نے کہا جی ہاں' مامون نے فوراً" خطبہ نکاح پڑھا اور بعوض چار سو درہم مہر کے اس کنیز کا ان سے نکاح کر دیا اور کہا کہ لو ہاتھ پکڑو اور اس کو گھر لیجاؤ جب وہ کنیز کو گھر لیجانے لگے تو دروازہ پر شہزادہ معتصم مل گئے انھوں نے کہا ابن حامد میرا حصہ کہاں ہے' ابن حامد نے کہا کہ یہ آپ کی نذر ہے' معتصم نے کہا کہ نہیں میرا حصہ یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اس سے رات بھر گانا سنا جائے چنانچہ اس نے معتصم کے سامنے رات بھر گایا اور پھر صبح کو ابن حامد اس کنیز کو اپنے گھر لے آئے۔

شاہ روم کے ہدیہ کے جواب میں تحائف:۔

ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ شاہ روم نے مامون کے پاس ہدیہ میں دو سو رطل مشک اور دو سو سمور بھیجے' مامون نے حکم دیا کہ ہمارے یہاں سے اس سے دوگنا اس کے پاس بھیجا جائے تاکہ اسلام کا وقار بحال رہے۔

ابراہیم بن الحسین سے روایت ہے کہ مدائنی نے مامون سے کہا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے کہ بنی ہاشم سردار قوم اور تیز فہم لوگ ہیں اور ہم تمام کے تمام سردار ہیں' یہ سن کر مامون نے کہا کہ انھوں نے ایک بات کا اقرار کیا ہے اور ایک کا دعویٰ وہ اپنے دعویٰ میں مدعی ہیں اور اقرار میں مخصوص (مدعا علیہ) ہیں۔

مامون کی بزلہ سنجی:۔

اسامہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض احباب نے بیان کیا کہ احمد بن ابی خالد نے ایک روز مامون کے سامنے کسی سائل کی درخواست سنائی اور اس میں تحریر کردہ لفظ یزیدی کو ثریدی کہہ دیا مامون یہ سن کر ہنس پڑا اور اپنے غلام سے کہا کہ کھانا لاؤ یہ صبح سے بھوکے ہیں یہ سن کر احمد بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں تو بھوکا نہیں ہوں البتہ محرر قصہ (سائل)

احمق ہے کہ اس نے یزیدی کے بجائے ثریدی لکھ دیا۔یا کو ثا سے بدل دیا۔مامون نے کہا کہ نہیں تم کھانا ضرور کھاؤ' جب احمد کھانا کھا چکا تو دوسرا رقعہ پڑھنا شروع کیا۔ اور اس میں لفظ حمصی کو خبیثی پڑھا' مامون پھر ہنس پڑا اور غلام سے کہا کہ ان کے لئے خبیص (ایک قسم کا حلوا) لاؤ' مامون نے کہا کہ نہیں تم خبیص بھی ضرور کھاؤ احمد نے کہا کہ جب کاتب قصہ (محرر درخواست) ہی احمق ہے تو میں کیا کروں کہ اس بار اس نے میم کے بجائے ب لکھ دی اور ح پر نقط لگا دیا۔ میری کوئی غلطی نہیں مامون نے کہا ک اگر محرر احمق نہ ہوتا تو آج تم بھوکے ہی رہتے۔

ابو عباد کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے مامون سے زیادہ کسی شخص کو کریم النفس اور سخی پیدا کیا ہو' احمد بن خالد بہت ہی حریص اور طامع تھا اور نیندا تو اول درجہ کا تھا۔ جب کوئی ضرورت پیش آتی فوراً" آموجود ہوتا۔ چنانچہ ایک دن مامون کے دستر خوان پر موجود تھا اور اسی موقع پر اس نے کہہ دیا کہ امیر المسلمین کو علم ہی ہے کہ میرے یہاں مہمان بکثرت آتے ہیں ۔ اور مجبوراً" ان کو کھلانا پلانا پڑتا ہے' یہ سنتے ہی مامون نے حکم دیا کہ ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں' اس پر بھی ابو خالد کی یہ حالت تھی کہ امراء کے دستر خوان پر موجود رہتا تھا چنانچہ دعبل شاعر نے اس کی ہجو لکھی ہے۔

مامون کا لطف و کرم:۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے مامون کو ایک شخص سے کہتے سنا کہ خواہ غداری ہو یا دوستی (انصاف ہو یا نا انصافی) جاؤ میں نے تم کو معاف کیا' تم برائیاں کئے جاؤ میں تمہارے ساتھ بھلائیاں کروں گا۔ تم جرائم کرو میں عفوو درگزر کروں گا یہاں تک کہ تم معافیاں طلب کرتے کرتے شرمسار ہو جاؤ اور پھر خود ہی اپنی اصلاح کرلو'

ثمامہ بن اشرس کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو جعفر بن یحییٰ برمکی اور مامون سے زیادہ بلند پایہ فصیح و بلیغ (متکلم) نہیں پایا۔ سلفی نے طیوریات میں حفص مدائنی سے روایت کی ہے کہ ایک حبشی شخص نے مامون کے سامنے آکر نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں' مامون نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ید بیضا کا معجزہ دکھایا تھا تو بھی یہ معجزہ دکھا کہ ہم تجھ پر ایمان لے آئیں' اس حبشی نے کہا کہ معجزہ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت دکھایا تھا جب کہ فرعون نے ان سے کہا تھا "انا ربکم الاعلیٰ" پس آپ بھی فرعون

کی طرح یہ کہیں تو میں بھی معجزہ دکھاؤں(۴) ورنہ کیا ضرورت ہے' سلمٰی نے مامون کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ صرف حکام کے جو روستم کے باعث لوگوں میں نفاق اور زمانہ میں یہ اختلاف اور جنگ و جدل کا ظہور ہو رہا ہے (ورنہ نہ ہوتا)۔

ایک درویش کا مامون سے عجیب سوال!:۔

ابن عساکر نے یحیٰی بن اکثم کی زبانی لکھا ہے کہ مامون کا معمول تھا کہ سہ شنبہ کے روز مسائل فقہ پر ردو قدح کے لئے مجلس فقہا منعقد کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک روز اسی قسم کی مجلس گرم تھی کہ ایک شخص نے جو ایک کپڑا اوڑھے ہاتھوں میں جوتیاں لئے ہوئے تھا مجلس کے ایک گوشے میں کھڑے ہوکر السلام علیکم کہا اور پھر دریافت کیا کہ یہ اجتماع امت کے لئے کیا گیا ہے یا اپنے ترفع اور اظہار سطوت کے لئے مامون نے وعلیکم و السلام کہکر کہا اس اجتماع سے میری غرض نہ یہ ہے اور نہ وہ ہے (دونوں غرضیں نہیں ہیں) بلکہ اس کا باعث یہ ہے کہ اولا امر (حکومت) میرے بھائی کے سپرد ہوا۔ پھر میرے اور میرے بھائی کے درمیان نزاع ہوا اور یہ امر سلطنت اس سے منتقل ہوکر میرے پاس آگیا۔ میں نے غور کیا کہ میں کلمتہ المسلمین کے اجتماع کا زیادہ محتاج ہوں۔ تاکہ مشرق سے مغرب تک کے تمام مسلمان مجھ سے راضی ہو جائیں علاوہ ازیں یہ خیال بھی دامنگیر ہے کہ میرے بعد اسلام کا یہ شیرازہ منتشر نہ ہو جائے' امور اسلامی میں تفرقہ نہ پڑ جائے' ان میں تنازعہ نہ پیدا ہو جائے جہاد کا جذبہ نہ مٹ جائے' حج کا خیال اور اس کے لئے آمد و رفت کے راستے کہیں بند نہ ہو جائیں' پس میں مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اس غرض سے اٹھ بیٹھ ہوں کہ وہ سب کے سب جس کو وہ پسند کرتے ہوں متفق ہو جائیں اور میں حکومت اس کے سپرد کردوں اور خود کنارہ کش ہو جاؤں' یہ سن کر اس شخص نے کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ' یہ کہکر چلا گیا'

مامون کا حافظہ:۔

محمد بن المنذر الکندی بیان کرتے ہیں کہ ہارون الرشید حج سے فراغت کے بعد کوفہ آیا یہاں آکر اس نے تمام محدثین کو اپنے حضور میں طلب کیا عبداللہ بن ادریسؒ اور عیسٰی بن یونس کے علاوہ تمام محدثین اس کے دربار میں پہنچے' ہاروں نے اپنے بیٹوں امین و مامون کو ان

کے پاس بھیجا (کہ ان کے جانے سے وہ آجائیں گے) عبداللہ ابن ادریس نے ان شاہزادوں کے سامنے سو حدیثیں پڑھیں، جس وقت یہ ختم کر چکے تو مامون نے کہا کہ اے عم محترم! اگر اجازت ہو تو میں ابھی جس قدر حدیثیں آپ نے پڑھی ہیں آپ کو سنا دوں، انھوں نے کہا سناؤ۔ مامون نے تمام حدیثیں پوری صحت کے ساتھ سنا دیں۔ عبداللہ ابن ادریسؒ مامون کا ایسا حافظ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

یونانی فلسفہ کا مطالعہ:۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ مامون کو جزیرہ قبرس سے یونانی فلسفہ کی بہت سی کتابیں ہاتھ لگ گئی تھیں (ذہبیؒ نے بھی مختصراً" اس کو بیان کیا ہے)۔ فاکہی کہتے ہیں کہ سب سے اول سفید ریشم کا غلاف (لباس) یا سفید ریشم کے پردے خانہ کعبہ پر مامون ہی نے ڈلوائے اور یہ سلسلہ سلطان ناصر کے وقت تک جاری رہا۔ سلطان محمود بن سبکتگین نے دوران عہد میں البتہ زرد ریشم کے پردے چڑھائے تھے۔

مامون کے اقوال:۔

مامون کا مقولہ ہے کہ لوگوں کی عقلوں کے جانچنے اور پرکھنے سے زیادہ کسی اور سیر سے میری طبیعت کو فرحت حاصل نہیں ہوتی اس کا یہ بھی مقولہ ہے کہ جب کوئی مشکل آپڑتی ہے تو اس کا ٹالنا اور اسے دور کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور جب کوئی چیز ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ تو پھر اس کا دوبارہ حاصل ہونا دشوار ہو جاتا ہے!

مامون کہتا ہے کہ سب سے بہتر مجلس یہ ہے کہ انسان لوگوں کی حالت کا جائزہ لے۔ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں ان میں سے بعض غذا کی طرح ہیں کہ ہر حالت میں اس کی ضرورت ہے اور بعض دوا کے مانند ہیں کہ مرض کی حالت میں اس کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض بیماری کی مانند ہیں کہ ہر حال میں نامرغوب اور ناپسندیدہ ہے مامون کا کہنا ہے کہ میں اس طرح کبھی لاجواب نہیں ہوا جس طرح ایک کوفی شخص کے جواب نے مجھے لاجواب کر دیا ہوا یوں کہ وہ کوفی اپنے اہل و عیال کے ساتھ میرے پاس آیا اور عامل کوفہ کی اس نے شکایت کی۔ میں نے اس سے کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو عامل کوفہ تو بہت عادل شخص ہے اس

نے جواب دیا کہ "امیر المومنین" سچ فرماتے ہیں میں جھوٹا ہوں لیکن آپ نے اس عادل شخص کو کوفہ کے لئے ہی کیوں مخصوص کر دیا ہے۔ دوسرے شہروں میں متعین کیوں نہیں کیا جاتا تاکہ وہ اپنے عدل و انصاف سے دوسرے شہروں کو بھی معمور کر دے میں نے لاجواب ہو کر کہا اچھا بھائی جاؤ ہم نے اس کو معزول کر دیا۔

مامون کی شاعری:۔

مامون کا مذاق شاعری بہت اچھا تھا' یہ اشعار اس کے ہیں۔

لسانی کتوم الاسرار کم ودمعی نموم نسری مذیع'

میری زبان میں تمہارے راز پوشیدہ ہیں۔ اور میرے آنسوؤں نے میرے راز کو فاش کر دیا ہے

فلا دموعی کتمت الھوی ولولا الھوی لم یکن لی دموع

اگر یہ آنسو نہ ہوتے تو میں اپنی خواہش کو چھپا لیتا اور اگر یہ خواہش اور عشق نہ ہوتا تو آنسو کہاں ہوتے۔

شطرنج کی تعریف میں مامون کے یہ اشعار قابل داد ہیں:۔

ترجمہ:۔ "سرخ چمڑے کی ایک مربع زمیں ہے جو ان دوستوں کے درمیان ہے جو کرم میں مشہور ہیں دونوں میں جنگ کی باتیں ہو رہی ہیں اور حیلے سوچ رہے ہیں بغیر اس کے کہ اس لڑائی میں خون کا قطرہ بھی ہے۔

ایک' اپنے دوسرے ساتھی پر ٹوٹ پڑتا ہے دوسرا اپنے پہلے ساتھی پر گرتا ہے اور ہوشیار شخص کی آنکھ کبھی نہیں سوتی۔

تم اس فطانت و دنائی کو تو دیکھو کہ دو لشکروں میں جنگ ہو رہی ہے لیکن بغیر طبل و علم کے۔

صولی نے محمد بن عمرو کے حوالے سے مامون کے اور اشعار بھی لکھے ہیں۔ ہم یہاں بے ضرورت سمجھ کر ان کو پیش نہیں کر رہے ہیں (مترجم)

حواشی

ا۔ مامون نے بطور امتحان نضر سے دریافت کیا کہ اگر کسی چیز کو مٹی لگا دی جائے تو تم کیا

کہو گے میں نے کہا "اترب" اس نے کہا کہ اگر کیچڑ لگا دی جائے تو کیا کہو گے میں نے کہا "طمن" اس نے کہا کہ اگر مکتوب کے ساتھ ایسا کیا جائے تو کیا کہو گے میں نے کہا کہ میں اس کو مترب و مطمین کہوں گا۔

۲۔ ہم طارق کی بیٹیاں ہیں اور ہم گدیلوں پر چلتی ہیں۔

۳۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کے خلاف حکم دینے والا کافروں میں سے ہے۔

۴۔ تعجب ہے کہ اس مدعی نبوت کو مامون نے زندہ چھوڑ دیا اور قتل نہیں کرایا۔

وہ احادیث جو مامون نے روایت کی ہیں

بیہقی نے ابو احمد کی روایت سے لکھا ہے کہ ابو عثمان طیالسی نے رضافہ کی جامع میں عرفہ کے دن مامون کے پیچھے نماز پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد لوگوں نے تکبیر پڑھنا شروع کر دی تو مامون نے مقصورہ کے جنگلے کے پیچھے جاکر زور سے کہا یہ کیا شور ہو رہا ہے۔ کل تکبیر کہنا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (آج تو عرفہ کا دن ہے) دوسرے روز مامون نے نماز عید کے بعد منبر پر پہنچ کر تکبیرات کہیں اور حمد و ثنا کے بعد کہا

اللہ اکبر کبیرا والحمد للّٰہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا

○

"ہم سے ہیثم بن بشیر نے بروایت ابن شیرمہ عن الشعبی عن براء ابن عازب علی عن ابی بردہ بن دینار روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کی تو اس نے اپنے استعمال کے لئے گوشت حاصل کرلیا اور جس نے نماز کے بعد قربانی کی وہ سنت کے طریقے پر پہنچ گیا (اس نے سنت پوری کردی)

اللہ اکبر کبیرا والحمد اللہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا

○

الٰہی مجھے با صلاحیت فرما کہ اصلاح طلب کروں اور میرے ہاتھ سے صلاح پہنچا،

حاکم (صاحب مستدرک) کہتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کو ابو احمد کے سوا کسی اور سے مذکور نہیں پایا اور ابو احمد ہمارے نزدیک ثقہ ہے! میرے (علامہ سیوطیؒ) دل میں بھی اس حدیث کی طرف سے شبہ تھا ازالہ شبہ کے لئے میں نے ابو الحسن دار قطنی سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث جو جعفر کے طریق سے بیان کی گئی ہے وہ بھی درست اور صحیح ہے۔

میں نے ابو الحسن دار قطنی سے کہا کہ شیخ ابو احمد کی اس روایت میں ہمارے شیخین میں سے بھی کسی نے اتباع کیا ہے انھوں نے کہا ہاں! مجھ سے وزیر ابو الفضل جعفر بن فرات نے اور ان سے ابو الحسین محمد بن عبد الرحمٰن رود باری نے اور ان سے عبد الملک القاریخی نے روایت کی ہے اور یہ تمام رواۃ ثقہ ہیں پھر کہا کہ ہم سے جعفر طیالسی نے اور ان سے یحیٰی بن معین نے بیان کیا کہ مامون نے اس خطبہ اور اس حدیث کو پڑھا ہے۔

صولی کا بیان ہے کہ ہم سے جعفر طیالسی نے بحوالہ یحیٰی بن معین بیان کیا ہے کہ بغداد

میں جمعہ کو جو عرفہ کا دن تھا مامون نے خطبہ پڑھا' سلام (ختم نماز) کے بعد لوگوں نے تکبیر کہنا شروع کی مامون نے انکار کیا اور منبر سے تیزی سے اتر کر مقصورہ کے جنگلے کی لکڑی پکڑ کر کہا کہ کیوں شور کرتے ہو! غیر وقت تکبیر کیوں کہہ رہے ہو' کہ:

مجھ سے ہیثم نے مجاہد کی روایت سے ابن عباس کے واسطے سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمتہ العقبہ(۱) پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ(۲) فرمایا کرتے تھے اور دوسری روز تلبیہ کے بعد ظہر کے وقت سے تکبیر کہا کرتے تھے۔

صولی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو القاسم بغوی نے بروایت احمد بن ابراہیم موصلی بیان کیا کہ میں (احمد بن ابراہیم) مامون کے پاس ایک روز موجود تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مخلوق خدا کی عیال ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص محبوب ہے جو اس کے عیال کو بہت نفع پہنچائے! مامون نے زور سے ڈپٹ کر کہا کہ چپ رہ! میں تجھ سے زیادہ عالم بالحدیث ہوں

"مجھ سے یوسف بن عطیہ صفار نے بروایت ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مخلوق خدا کی عیال ہے پس خدا کے نزدیک وہ شخص محبوب ترین بندگان خدا میں سے ہے جو اس کی عیال (خلقت) کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔

ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو اسی طریق سے بیان کیا ہے۔ ابو یعلی موصلی نے بھی اپنی مسند میں یوسف بن عطیہ ہی کے طریق سے اس کو بیان کیا ہے۔ صولی کہتے ہیں کہ ہم سے مسیح بن حاتم العکلی نے بیان کیا کہ انھوں نے عبدالجبار بن عبداللہ سے روایت کی کہ میں نے مامون کا خطبہ سنا جس میں اس نے حیا کا ذکر کیا اور اس کی بہت کچھ تعریف و توصیف بیان کی تھی اور پھر کہا تھا کہ:۔

ہشیم نے بروایت منصور دومکرر راویاں بروایت عمران بن حصین بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حیا ایمان سے ہے اور ایمان (کا مقام) جنت میں ہے اور بیہودہ گوئی (یا وہ گوئی) جفا سے ہے اور جفا (کا مقام جہنم میں ہے۔

ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو یحییٰ بن اکثم اور انھوں نے مامون کے طریق سے بیان کیا ہے' حاکم کہتے ہیں کہ محمد ابن احمد نے یحییٰ بن اکثم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے ایک دن مامون نے کہا کہ اے یحییٰ میں چاہتا ہوں کہ حدیث بیان کروں' میں نے جواب میں کہا کہ امیر المومنین سے زیادہ اور کون اس کے لئے موزوں ہو سکتا ہے' مامون نے کہا اچھا

منبر رکھواؤ‘ چنانچہ منبر رکھوایا گیا اور مامون نے برسر منبر آکر سب سے اول یہ حدیث بیان کی کہ:۔

مجھ سے ہیشم نے بحوالہ ابی الجہم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امراء القیس جہنم میں شعراء (۳) کا علمبردار ہوگا۔

اس حدیث کے بعد تیس احادیث اور سنائیں اور پھر منبر سے اتر کر مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے یحیٰ ہماری یہ مجلس کیسی رہی‘ میں نے کہا اے امیر المومنین بہت ہی عظیم مجلس تھی‘ اس سے ہر خاص و عام نے استفادہ کیا اور آپ نے خوب سمجھایا۔ مامون نے جواب دیا اے یحیٰ تمہاری جان کی قسم میں نے تم لوگوں میں حلاوت نہیں دیکھی (احادیث نبوی سن کر جو کیفیت حاضرین کی ہونا چاہیے تھی وہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی) یہ مجلس تو پھٹے پرانے کپڑے پہننے والوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے جو دواتیں لئے بیٹھے ہوتے ہیں (اور احادیث کو تحریر کرتے جاتے ہیں)۔

خطیب (بغدادی) کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو الحسن علی بن قاسم نے ابراہیم سعید الجوہری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب مامون نے مصر فتح کیا تو ایک شخص نے (مبارکباد دیتے ہوئے) کہا اے امیر المومنین اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کے دشمنوں کو شکست سے ہمکنار کیا۔ عراقین‘ مملکت شام اور اہل مصر کو آپ کا مطیع بنایا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم ہیں (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں) مامون نے کہا کہ خدا تجھے سمجھے ابھی تو ایک آرزو باقی ہے اور وہ یہ کہ میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوں اور یحیٰ کو (احادیث) کا املا کراتا جاؤں اور وہ کہے کہ (رضی اللہ عنک (اللہ آپ سے راضی ہو) آپ نے کیا کہا اس کے جواب میں میں کہوں کہ مجھ سے حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ اور حماد بن زید نے بروایت ثابت البنانی بحوالہ انس رضی اللہ عنہ بن مالکؓ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا تین (یتیم) افراد کی پرورش کی اور وہ دونوں یا وہ تینوں بچے (بیٹے یا بہن) یا ان میں سے کوئی ایک اس کے (پرورش کنندہ) کے سامنے مرگیا مربی (پرورش کنندہ) ان کے سامنے مرگیا تو وہ شخص جنت میں میرے ساتھ اس طرح ہوگا (حضور نے اپنی انگشت شہادت اور انگشت وسطیٰ دکھا کر بتایا یعنی مجھ سے بالکل قریب ہوں گے جس طرح انگشت شہادت اور انگشت وسطیٰ ایک دوسرے سے قریب ہیں)۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ اس روایت میں ایک فاش غلطی ہے‘ غلطی کا اشتباہ اس سے ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مامون نے راویوں میں حماد بن سلمہ اور حماد بن زید کے نام

لئے ہیں اور یہ دونوں افراد یعنی حماد بن سلمہ ۱۶۷ھ میں اور حماد بن زید ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور مامون کی پیدائش ۱۷۰ھ ہے اس لئے حماد بن سلمہ سے روایت کے کیا معنی' (حماد بن زید سے بھی روایت ناممکن ہے کہ ان کی وفات کے وقت مامون کی عمر ۹ سال تھی)۔

حاکم کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یعقوب بن اسمٰعیل الحافظ نے بروایت سہل بن عسکر بیان کیا کہ ایک روز مامون اذان دینے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور ہم بھی اس کے پاس ہی کھڑے تھے اتنے میں ایک مسافر شخص آیا اس کے ہاتھ میں دوات تھی اس نے مامون سے کہا کہ اے امیرالمومنین! میں وہ ہوں کہ جس سے حدیث منقطع ہوگئی (زاد راہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنی ساتھیوں سے بچھڑ گیا جو تدوین حدیث کے لئے نکلے تھے) یہ سن کر مامون نے اس سے کہا کہ تم کو فلاں باب کی کچھ احادیث یاد ہیں وہ مسافر کچھ نہ بتا سکا تو مامون نے کہا کہ "مجھ سے ہیشم نے بروایت حجاج اور ان سے بحوالہ فلاں یہ حدیث بیان کی"۔

اسی طرح اس باب کی تمام احادیث سنا دیں' پھر مامون نے اس سے دوسرے باب کے بارے میں سوال کیا اس بارے میں بھی وہ کچھ بیان نہ کر سکا' مامون نے اس باب کی احادیث بھی سنا دیں اس کے بعد حاضرین کی طرف توجہ کی۔ پھر کہا کہ میں اصحاب حدیث میں سے ہوں۔ اس کے بعد اس مسافر کو تین درہم(۴) دیدیئے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم غازی نے بروایت یحییٰ بن اکثم بیان کیا ہے کہ میں ایک بار رات کو مامون کے پاس مقیم رہا' آدھی رات کو میری آنکھ کھل گئی مجھے اس وقت پیاس لگی تھی میں کروٹیں بدلنے لگا۔ مامون نے مجھ سے کہا کہ تمہاری کیا حالت ہے' میں نے کہا مجھے پیاس لگی ہے یہ سن کر مامون اپنے بستر سے اٹھا اور میرے لئے پیالہ میں پانی لیکر آیا یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ امیرالمومنین آپ نے نہ کسی خادم کو بلایا نہ کسی غلام کو طلب فرمایا (میرے لئے پانی لانے کے لئے آپ کسی خادم کو بلا لیتے) یہ سن کر مامون نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے اور انھوں نے اپنے اجداد سے بحوالہ عقبہ بن نافع یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "سید القوم خادمھم" قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے (اس حدیث شریف کے مطابق میں یہ خدمت بجا لایا)۔

خطیب (بغدادی) کہتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن عثمان الواعظ نے بروایت یحییٰ بن اکثم بیان کیا ہے کہ مجھ سے مامون نے اسی حدیث کو اس طرح بیان کیا کہ مجھ سے مہدی نے اور ان سے منصور نے بروایت جریر بن عبداللہ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قوم کا سردار کا خادم ہوتا ہے۔(۵) ابن عساکر

بروایت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مامون سے سنا کہ مجھ سے میرے والدین نے اور ان سے میرے دادا نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قوم کا غلام بھی اسی قوم کا ایک فرد ہوتا ہے۔(۲)

محمد بن قدامہ کہتے ہیں کہ جب مامون کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو اسکی روایت (بروایت مامون) کے ساتھ بیان کرتے ہیں (جیسا کہ اوپر کی حدیث کے راویوں سے ظاہر ہے) تو اس نے ان کو دس ہزار درہم عطا فرمائے۔

مامون الرشید کے زمانے میں بنی عباس کا جب شمار کیا گیا تو ان کی تعداد مرد و عورت کل تینتیس ۳۳ ہزار نفوس تھی۔ مامون کے زمانے میں ان علماء نے انتقال کیا۔

سفیان بن عینیہ' حضرت امام الشافعی' عبدالرحمٰن بن مہدی۔ یحییٰ بن سعید القطان۔ یونس بن بکیر (راوی المغازی) ابو المطیع البلخی شاگرد ابو حنیفہؒ۔ حضرت معروف الکرخیؒ۔ اسحاق بن بشر مصنف کتاب المبتدا اسحاق بن الفرات قاضی مصر (آپ امام مالکؒ کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے)۔ ابو عمر الشیبانی اللغوی۔ اشہب شاگرد امام مالکؒ۔ ابن زیادہ اللولوی شاگرد امام ابو حنیفہؒ۔ حماد بن اسامہ الحافظ۔ روح بن عبادۃ زید بن الجاب۔ ابو داوٗد الطیالسی۔ الغازی بن قیس شاگرد امام مالکؒ۔ ابو سلیمان دارانی (بزرگ ولی اللہ) حضرت امام علی الرضی بن موسیٰ الکاظم۔ الفرا امام العربیہ۔ قتیبہ بن مہران (صاحب الامالہ)۔ قطرب نحوی۔ واقدی۔ ابو عبیدہ بن عمر بن المثنیٰ۔ النضر ابن شمیل۔ السیدۃ النفیسہ' ہشام (کوفہ کا مشہور نحوی۔ یزیدی۔ یزید بن ھارون۔ یعقوب بن اسحاق الحضری قاری بصرہ عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ ابو العتاہیہ شاعر۔ اسد السنہ۔ ابو عاصم النبیل۔ فریابی۔ عبدالملک بن الماجشون عبداللہ بن الحکم۔ ابو زید الانصاری صاحب العربیہ۔ اصمعی اور دوسرے بہت سے مشاہیر (اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

حواشی

۱۔ جمرۃ العقبہ' مناسک حج میں سے ہے شیطان کے کنکریاں مارنے کا مقام۔

۲۔ تلبیہ' لبیک اللھم لبیک لک لبیک کہنا۔

۳۔ شعراء سبعہ معلقہ میں سب سے نامور شاعر'

۴۔ وہ شخص خود کو اصحاب حدیث سے ظاہر کرکے کچھ رقم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مامون نے موقع پر اس کا امتحان لے کر اس کو زچ کر دیا۔ اور مامون نے ایک معمولی مسافر کی طرح

اس کو تین درہم دے دیئے۔

۵۔ دونوں احادیث یکساں ہیں صرف طرق کا فرق ہے جو اصل کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے اگر آپ چاہیں تو تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۴ طبع کراچی ملاحظہ کریں۔ (مترجم)

۶۔ یہ تمام احادیث اسی واقعہ کے تحت ہیں کہ مامون نے یحییٰ بن اکثم کو پانی پلایا۔

ابو اسحٰق محمد بن الرشید المعتصم باللہ

ولادت اور نسب:۔

المعتصم ابو اسحاق محمد بن ہارون الرشید ۱۸۰ھ میں پیدا ہوا ذہبی اسی تاریخ ولادت سے اتفاق کرتے ہیں لیکن صولی کا بیان ہے کہ وہ ام ولد کے بطن سے شعبان ۱۷۸ھ میں پیدا ہوا' معتصم کی ماں کا نام ماردہ تھا جو کوفہ میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ہارون الرشید کی نظر میں بہت ہی نا محبوب تھی۔

معتصم کی سیرت اور کردار:۔

معتصم نے اپنے والد ہارون اور اپنے بھائی مامون سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور اس سے اسحاق موصلی' حمدون بن اسمٰعیل نیز کچھ دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے۔ معتصم بہت شجیع' طاقتور اور باہمت شخص تھا' ساتھ ہی بالکل ان پڑھ تھا۔ صولی بروایت محمد بن سعید سے بحوالہ ابراہیم بن ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ (عہد طفلی میں) معتصم کے ساتھ ایک غلام ہمیشہ کتاب لئے رہتا تھا جو اس کو پڑھتا رہتا تھا' کچھ عرصہ بعد اس غلام کا انتقال ہوگیا۔ ہارون رشید نے معتصم سے بطور افسوس کہا کہ معتصم تمہارا غلام مرگیا۔ معتصم نے کہا جی ہاں ابا جان وہ مرگیا اور کتاب سے مجھے چھٹکارا مل گیا اور کتاب تو آپ ہی سے ہے! یہ رنگ دیکھ کر ہارون نے اپنے امراء سے کہا کہ اب اس کو پڑھانے لکھانے کی ضرورت نہیں ہے (کیونکہ پڑھنے کی طرف اس کا رجحان نہیں ہے)۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بس معمولی طور پر کچھ لکھ پڑھ لیتا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اگر معتصم خلق قرآن کے مسئلہ میں علماء کو ابتلا اور آزمائش میں نہ ڈالتا تو وہ بنی عباس کے تمام سلاطین میں سب سے عظیم الشان اور باوقار سلطان ہوتا۔ نفطویہ اور صولی کہتے ہیں کہ معتصم کی بہت سی باتیں قابل تعریف ہیں۔ چونکہ اس کی زندگی میں ۸ کے عدد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی تھی اس کی مناسب سے اس کو مثمن کہتے تھے۔ مثلاً" وہ بنی عباس میں آٹھواں امیر تھا۔ حضرت عباس کی آٹھویں پشت میں تھا۔ ہارون الرشید کا آٹھواں بیٹا تھا۔ ۲۱۹ء میں تخت نشین ہوا۔ ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن کی حکومت ۱۷۸ھ میں پیدا ہوا اور ۴۸ سال عمر پائی۔ با عتبار نجوم وزائچہ اس کا طالع عقرب تھا جو آٹھواں برج ہے' اس نے آٹھ فتوحات حاصل کیں۔

اپنے آٹھ دشمنوں کو قتل کیا۔ آٹھ اولاد ذکور یادگار چھوڑیں۔ اسی طرح آٹھ بیٹیاں۔ اور انتقال بھی اسی تاریخ کو ہوا جب کہ ربیع الاول کے مہینے میں آٹھ دن باقی تھے یعنی صفر کی ۲۲ تاریخ کو معتصم میں بہت سی خوبیاں بھی موجود تھیں اور اس کے فصیح اقوال بھی (یادگار) موجود ہیں شاعر بھی تھا لیکن (سب سے بڑا عیب یہ تھا) جب غصہ آجاتا تو پھر قتل کرنے میں دریغ نہیں کرتا تھا۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ (معتصم میں اس قدر طاقت اور قوت تھی کہ) وہ اپنا بازو میری طرف بڑھا دیتا اور مجھ سے کہتا اے ابو عبد اللہ ذرا میرے بازو میں خوب زور سے کاٹو میں خوب زور سے کاٹتا تو وہ کہتا کہ مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں ہوا اور زور سے کاٹو میں پھر کاٹتا۔ بات یہ تھی کہ اس پر نیزے کا اثر بھی نہیں ہوتا تھا کاٹنے کا کیا اثر ہوتا۔ نفطویہ کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی طاقت ور تھا اس کی گرفت اتنی سخت ہوتی تھی کہ وہ آدمی کی ہڈی اپنی دو انگلیوں میں دبا کر توڑ دیتا تھا۔

وہ پہلا عباسی خلیفہ ہے جس نے ترکوں کو حکومت کے دفتروں میں ملازم رکھا اور اس طرح عجمی بادشاہوں کی تقلید کی اور ان کے قدم بہ قدم چلا (پوری پوری تقلید کی)۔ معتصم کے ترک غلاموں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ ابن یونس کہتے ہیں کہ دعبل شاعر نے اس کی ہجو کہی تھی اور معتصم کے دشمنوں کو دیدی۔ لیکن معتصم کے خوف سے بھاگا بھاگا پھرتا تھا آخر کار مصر پہنچا لیکن یہاں بھی زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکا۔ اور دیار مغرب میں نکل گیا۔ دعبل کے ہجویہ اشعار یہ ہیں۔

ترجمہ اشعار۔ کتب تاریخی میں بنو عباس میں تو سات بادشاہ ہی مذکور ہیں' یہ آٹھواں بادشاہ ہمارے پاس کہاں سے آگیا؟----- اسی طرح اصحاب کہف بھی سات ہیں البتہ آٹھواں ان کا کتا ہے اور میں اس کتے کو بہت پیار کرتا ہوں'

میں اس کتے کو تجھ سے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔

(باقی شعار بھی اس قسم کے لعن و طعن سے بھرپور ہیں۔

معتصم کے مظالم۔

مامون الرشید کے مرنے پر ماہ رجب ۲۱۸ھ میں اس کی امارت کی بیعت لی گئی (اور تخت نشین ہوگیا) معتصم نے مامون کی پوری پوری تقلید کی اور اپنی ساری عمر مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں لوگوں کی آزمائش اور امتحان میں صرف کر دی۔ اس نے تمام ممالک مقبوضہ و محروسہ میں قرآن کے مخلوق ہونے کے سلسلہ میں احکام بھجوا دیئے اور معلموں کو حکم دیا کہ بچوں کو

سکھائیں اور پڑھائیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ لوگوں نے (علماء و فضلاء) معتصم کے ہاتھوں اس معاملہ میں بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ اور بہت سے علماء اس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ ۲۲۰ھ میں اس مسئلہ کے سلسلہ میں (حضرت امام احمد حنبلؒ کے انکار پر ان کو) پٹوایا۔ اسی سال معتصم بغداد سے نئے دار الخلافہ "سرمن رائے" میں منتقل ہوگیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے سمرقند، فرغانہ اور دوسرے شہروں سے حسین و جمیل غلاموں کو خریدا ان پر بہت روپیہ خرچ کیا، ہر ایک کو ریشمی کپڑے پہنائے اور سونے کے گلوبند (طوق) ان کی گردنوں میں ڈالے اس طرح ان کو خوب سجایا یہ سب غلام معتصم کے منظور نظر تھے چنانچہ یہ بغداد میں اپنے گھوڑوں پر سوار ادھر سے ادھر زنائے بھرتے پھرتے تھے بغداد کے لوگ ان غلاموں کے ہاتھوں سے بہت اذیتیں اٹھاتے تھے چنانچہ تمام اہالیان بغداد تنگ آگئے اور انھوں نے معتصم سے کہا کہ آپ اپنے ان غلاموں کی فوج کو روک لیجئے ستانے سے منع کیجئے ورنہ مجبوراً" ہم آپ پر خروج کریں گے اور لڑیں گے۔ معتصم نے کہا کہ تم لوگ کس چیز سے لڑو گے (تمام ہتھیار تو شاہی فوج کے پاس ہیں)۔ اہالیان بغداد نے کہا آہ سحر گاہی کے تیروں سے (صبح کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں آپ کے ظلم کی فریاد کیا کرینگے) معتصم نے کہا کہ ان تیروں سے مقابلہ کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے، اس احتجاج پر اس نے سرمن رائے کی تعمیر کرائی اور بعد تعمیر اس نئے دارالحکومت میں منتقل ہوگیا۔

معتصم کی جنگیں:۔

۲۲۳ھ میں معتصم نے روم پر لشکر کشی کی اور ان کو ایسا عاجز کیا کہ بادشاہان سلف میں اس کی مثال نہیں ملتی، رومیوں کے لشکر کو تتر بتر کر دیا، ان کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، چنانچہ عموریہ کو اس طرح فتح کیا کہ تیس ہزار سپاہیوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور اتنے ہی سپاہیوں کو قیدی بنالیا کہتے ہیں کہ جس وقت معتصم نے اس جنگ کی تیاری شروع کی تھی تو نجومیوں نے حکم لگایا تھا کہ اس وقت طالع نحس ہے اور خانہ تکسیر میں ہے اس لئے اس وقت اگر جنگ کی گئی تو شکست ہوگی لیکن اس کے برخلاف فتح حاصل ہوئی (اس لئے کہ معتصم کو نصرت یا شکست ارادے سے باز نہیں رکھ سکتے تھے) اس فتح و نصرت کے موقع پر مشہور شاعر! ابو تمام نے ایک زور دار قصیدہ بھی کہا تھا (ہم نے اس قصیدے کے ترجمہ کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے قارئین اس سے کچھ بھی محظوظ نہ ہوتے)

معتصم کی وفات:۔

معتصم نے بروز پنجشنبہ ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ ھ میں انتقال کیا جب کہ وہ اپنی قریبی مملکتوں کے تاخت و تاراج میں مصروف تھا' کہتے ہیں کہ مرض موت میں یہ آیت وہ تلاوت کر رہا تھا۔ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذ نا ھم بغتہ" ○ (جب وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر مسرور ہوئے تو ہم نے ان کو اچانک موت کے ذریعہ پکڑلیا) حالت نزع میں کہتا تھا کہ "تمام حیلے ختم ہوگئے اب کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوگا"۔ حالت نزع میں یہ کلمات بھی اس کی زبان سے جاری تھے:۔

"ان موجودہ لوگوں سے مجھے کہیں دور لے چلو۔" بعض کہتے ہیں کہ نزع کے وقت اس کی زبان سے یہ کلمہ ادا ہوا۔" الہٰ العالمین تو جانتا ہے کہ میں بجائے تیرے خوف سے ڈرتا تھا لیکن امید تجھ سے رکھتا تھا اپنے نفس اور اپنی ذات سے امیدوار نہ تھا۔"

(معتصم کو موت نے مہلت نہیں دی ورنہ) وہ اقصائے مغرب تک فتوحات کے لئے جانے کا قصد رکھتا تھا اس کا ارادہ تھا،کہ جو ممالک بنوامیہ کے اقتدار اور غلبہ کے باعث بنو عباس کے قبضے میں نہیں آئے تھے ان کو اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرے۔

ابن خطیب نے صولی سے کہا کہ ایک روز مجھ سے معتصم نے کہا کہ جب بنو امیہ تخت حکومت پر متمکن تھے تو ہم (بنی عباس میں) سے کوئی بھی بادشاہ نہ تھا اور جس وقت ہم بادشاہ (ا) ہوئے تو بنی امیہ کی حکومت اندلس میں موجود ہے (بس میں ان کی اس برتری کو ختم کرنا چاہتا ہوں چنانچہ) اس نے اندلس پر لشکر کشی کے لئے سامان جنگ فراہم کیا ہی تھا کہ پیام مرگ آپہنچا (اور یہ حسرت اس کے دل ہی میں رہی)۔ صولی کہتے ہیں کہ مجھ سے مغیرہ بن محمد نے کہا کہ معتصم کے دروازے پر جس قدر سلاطین زمانہ سرنگوں ہوئے اتنے کسی اور بادشاہ کے دروازے پر حاضر نہیں ہوئے۔ اور نہ اتنی شاندار فتوحات کسی اور بادشاہ کو میسر آئیں معتصم نے آذر بائیجان' طبرستان سیستان' اشیا صبح' فرغانہ' طخارستان' صفہ اور کابل کے ممالک معتصم کے زیر اقتدار تھے اور ان کے امیر اور بادشاہ سب کے سب معتصم کے ماتحت تھے۔

معتصم کی انگشتری کا نقش:۔

صولی کہتے ہیں کہ معتصم کی انگشتری پر "الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شی

"کندہ تھا احمد الیزیدی کے حوالہ سے صولی نے بیان کیا ہے کہ جب معتصم میدان میں اپنا محل تعمیر کراچکا تو وہاں اس نے دربار کیا لوگ سلام کو حاضر ہوئے' اس وقت اسحاق موصلی نے ایک قصیدہ پیش کیا (اسحاق موصلی نے یہ قصیدہ اتنے شاندار طریقے سے گایا کہ اتنا حسین گانا اب تک کسی نے نہیں سنا تھا) اس نے جب یہ شعر پڑھا۔

یا دار غیرک البلاء و محاک　　یا لیت شعری ما الذی ابلاک

اے گھر تجھے بلائیں بدل ڈالیں گی　　کاش تو پرانا ہی ہو جاتا کہ محفوظ رہتا

معتصم اور لوگوں نے اس شعر کو فال بد سمجھا اور ان لوگوں نے اس بات پر بڑی حیرت کا اظہار کیا کہ اسحاق موصلی جیسا ذی فہم اور صاحب علم جس کو مدتوں تک سلاطین عباسیہ کی خدمت میں رہنے کا موقع مل چکا ہے وہ ایسی بات کہے چنانچہ معتصم نے محض اس بد فالی کی بنا پر اس محل کو منہدم کرادیا۔ ابراہیم بن اسحاق کہتے ہیں کہ معتصم جب کسی شخص سے کلام کرتا اور وہ کلام میں بلاغت سے کام لینا چاہتا تو کلام کی بلاغت حد کمال کو پہنچا دیتا تھا۔

معتصم بنو عباس میں پہلا امیر ہے جو بہت ہی خوش خوراک تھا اور اس کے باورچی خانے کے خرچ میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ خرچ ایک ہزار دینار یومیہ پر پہنچ گیا تھا! ابو العینا کہتے ہیں کہ میں نے معتصم کا یہ قول سنا ہے کہ جب خواہش اور طمع پر انسان کو فتح حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی عقل باطل ہو جاتی ہے' اسحاق کہتے ہیں کہ معتصم کہا کرتا تھا کہ جو شخص اپنے علم اور مال کے ساتھ حق کو طلب کرے گا وہ اس کو پالے گا۔

محمد بن عمرو الرومی کہتے ہیں کہ معتصم کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام عجیب تھا لوگوں نے اس جیسا انسان کم دیکھا ہوگا معتصم اس کو بہت چاہتا تھا اور واقعی یہ غلام اسم با سمی تھا۔ معتصم نے اس کی تعریف میں چند اشعار کہے' ایک دن مجھے بلاکر کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں اپنے دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت کم پڑھا لکھا ہوں چونکہ مجھ سے ہارون الرشید کو بہت زیادہ محبت تھی اور مجھے کھیل کود کا بہت شوق تھا حالانکہ مجھے لوگوں نے علم حاصل کرنے کی بہت کچھ ترغیب دی لیکن میں نے کسی کی بات نہیں مانی (اس لئے میں کم علم رہ گیا) میں نے یہ چند اشعار عجیب کی شان میں کہے ہیں تم انھیں سن کر سچ بتاؤ کہ یہ اشعار کیسے ہیں اگر اچھے ہوں تو میں دوسروں کو بھی سناؤں ورنہ ان کو چھپاؤں (کسی کو بھی نہ سناؤں) پس اس نے یہ اشعار پڑھے (یہ تمام اشعار اس کے محبوب غلام کی تعریف میں ہیں میں بطور نمونہ صرف ایک شعر مع ترجمہ پیش کئے دیتا ہوں۔

لقد رابت عجیبا　　لیحکی الغزال الر بلیت

میں نے عجیب (غلام) کو دیکھا   وہ ایک آراستہ پیراستہ ہرن ہے (۲)

میں نے یہ اشعار سن کر کہا کہ تخت خلافت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ اشعار ان سلاطین عباسیہ کے اشعار سے کہیں زیادہ اچھے ہیں جو شعراء کی صف میں شمار نہیں کئے جاتے۔ میرا یہ تبصرہ سن کر معتصم بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ مجھے ۵۰ ہزار درہم بطور انعام دیئے جائیں۔ صولی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الواحد بن العباس الریاشی نے بیان کیا کہ بادشاہ روم نے معتصم کو ایک تہدید آمیز خط لکھا جب معتصم نے وہ خط پڑھا تو فوراً" کاتب سے کہا کہ یہ جواب لکھو:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

امابعد میں نے تیرا خط پڑھا اور تیرا خطاب سنا اس کا جواب وہ ہے جو تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگا سنے گا نہیں! اور کافروں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کا ٹھکانہ کہاں ہے"

صولی کہتے ہیں کہ الفضل یزیدی کا بیان ہے کہ ایک دن معتصم نے اپنے شعرائے دربار سے کہا کہ تم میں سے ایسا کوئی ہے جو ان اشعار سے بہتر اشعار کہدے جسے منصور النمری نے میرے والد رشید کی شان میں کہے ہیں' اس پر دربار کے شاعر ابو وہب نے کہا کہ میں ان سے بہتر اشعار پیش کر سکتا ہوں۔ چنانچہ اس نے فی البدیہہ دو شعر معتصم کی تعریف میں کہے۔ معتصم کی وفات پر اس کے وزیر محمد بن عبدالملک نے اس کا درد انگیز مرثیہ لکھا۔ جس میں سلطان نو کی تخت نشینی کی مبارکباد بھی شامل تھی۔

وہ احادیث جو معتصم سے مروی ہیں:۔

صولی کہتے ہیں کہ مجھ سے علائی اور ان سے عبدالملک بن ضحاک نے اور ان سے ہشام بن محمد اور ان سے معتصم نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد نے اپنے اجداد کے حوالہ سے یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کے کچھ لوگوں کو تمکنت اور غرور کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر غضب کے آثار نمایاں ہوئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں شجرۃ الملعونۃ" آیا ہے' لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! وہ کونسا درخت ہے (جس کو شجرہ الملعونۃ کہا گیا ہے) ہم کو بتا دیجئے تاکہ ہم اس سے احتراز کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ از قسم نباتات نہیں ہے بلکہ اس سے

مراد یہی بنو امیہ ہیں جب یہ بادشاہ ہوں گے تو ظلم کرینگے جب ان کو امانت دی جائے گی تو اس میں خیانت کریں گے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اپنے عم محترم حضرت عباسؓ کی پیٹھ پر مار کر کہا کہ اے چچا اللہ تعالیٰ آپ کی پشت سے ایک ایسا آدمی پیدا فرمائے گا جس کے ہاتھ سے بنو امیہ ہلاک ہوں گے' میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور علائی کی اختر پردازی ہے۔ (۳)

ابن عساکر کہتے ہیں کہ ابو القاسم علی بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ایک روز اسحاق بن یحییٰ بن معاذ معتصم کے پاس اس کی بیمار پرسی کے لئے گئے اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ انشاء اللہ آپ کو صحت ہوگی۔ معتصم نے کہا کہ مجھے صحت کیونکر ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے والد ہارون الرشید سے سنا ہے کہ انھوں نے اپنے ولد مہدی سے بحوالہ منصور اور ان کے اجداد سے بروایت حضرت ابن عباسؓ بیان کیا کہ جس شخص نے جمعرات کے روز خونی سینگی (پچھنا) لگوائی وہ بیمار ہو جائے گا تو اسی بیماری میں اس کا انتقال ہوگا۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ اس طریق میں ابن الضبیجی اور اسحاق کے درمیان کے دو راوی ساقط ہیں پس انھوں نے اس حدیث کو دوسرے طریق سے بیان کیا ہے۔

معتصم کے زمانے میں ان مشاہیر نے وفات پائی۔

الحمیدی (امام بخاری کے استاد)۔ ابو نعیم الفضل بن دکین۔ ابو غسان النہدی۔ قالون المقری۔ خلاد مقری آدم بن ابی ایاس۔ عفان۔ القعنبی۔ عبدان المروزی۔ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث۔ ابراہیم بن المہدی۔ سلیمان بن حرب۔ علی بن محمد المدائنی۔ ابو عبید القاسم ابن سلام۔ قرہ بن حبیب۔ عارم۔ محمد بن عیسیٰ الطباع الحافظ۔ اصبغ بن الفرج فقیہہ۔ سعدویہ الواسطی۔ ابو عمر الجرمی النحوی۔ محمد بن سلام البیکندی۔ سعیدؒ بن کثیر بن عفیر اور یحییٰ بن یحییٰ التمیمی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حواشی

۱۔ حیرت کا مقام ہے کہ بنی عباس خود کو بادشاہ ہی کہتے تھے جیسا کہ معتصم نے کہا ان بنی امیہ ملکوا وما لا احد منا ملک و ملکنا نحن لھم با لا ندلس" لیکن ہمارے مورخین اس کے باوجود ان کو خلیفہ کہتے اور لکھتے رہے اس طرح لفظ خلیفہ کی توہین ہوتی رہی' (مترجم)

۲۔ یہ کل چھ اشعار ہیں تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۸

۳۔ عہد عباسیہ میں ہزاروں حدیثیں گڑھ لی گئی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے تقرب سلطانی حاصل کی جائے اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ مامون سے ایک شخص نے کہا تھا کہ تم ان حدیثوں کا کیا کرو گے جو میں نے گڑھ کر عوام میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلا دی ہیں (مترجم)

الواثق باللہ ھارون

واثق باللہ کا نسب:۔

واثق باللہ ہارون ابو جعفر۔(ا) بعض نے اس کو ابو القاسم کی رکنیت سے یاد کیا ہے یعنی ابو القاسم بن معتصم بن رشید' واثق بھی (اپنے باپ کی طرح) ایک ام ولد رومتہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو قراطیس کہلاتی تھی۔ اس کی ولادت ۲ شعبان ۱۹۶ ھ کو ہوئی اور یہ اپنے باپ کی زندگی ہی میں ولیعہد نامزد ہوگیا تھا۔ چنانچہ معتصم کے انتقال کے بعد (اسی دن) ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ ھ کو تخت سلطنت پر متمکن ہوا اس نے ۲۲۸ ھ میں ایک ترکی نسل کے امیر اشناس نامی کو نائب السلطنت مقرر کیا اور اس کو جواہر سے مرصع ایک تاج پہنایا' جس میں جواہرات کے دو طرے لگے تھے۔ یہ خاندان عباسیہ کا پہلا حکمراں ہے جس نے ایک ترک کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ ورنہ ترکوں کا عمل دخل تو اس کے باپ کے زمانے ہی میں بہت کچھ ہو چکا تھا اور بہت کثیر تعداد میں امراء موجود تھے۔

۲۳۱ ھ میں اس نے عامل بصرہ کو ایک حکمنامہ ارسال کیا کہ وہ اماموں اور موذنوں کو خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لے گویا اس نے اس معاملہ میں اپنے باپ کی پوری پوری پیروی کی لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس نے اس مسئلہ سے رجوع کرلیا تھا۔ اسی سال (۲۳۱ ھ) احمد بن نصر خزامی کو قتل کر دیا مشہور اہل حدیث تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا تھے۔ ان کے قتل کا قصہ اس طرح ہے کہ اسی مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں ان کو بغداد سے بلا کر سرمن رائے میں قید کر دیا اور قید ہی کی حالت میں ایک روز بلا کر پھر خلق قرآن کے بارے میں ان سے پوچھا انھوں نے جواب دیا کہ قرآن مخلوق نہیں ہے' پھر واثق نے قیامت میں رویت باری تعالیٰ کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے کہا کہ روایت سے یہی ثابت ہے کہ رویت ہوگی۔ پھر انھوں نے حدیث رویت سنائی' واثق نے کہا کہ تم جھوٹے ہو اس پر واثق نے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم خداوند تعالیٰ کو محدود' مجسم اور ایک مکان میں مقید سمجھتے ہو اور ایک معمولی سی آنکھ میں سما جانے والا خیال کرتے ہو' اور یہ صریح کفر ہے اس وقت دربار میں فقہائے معتزلہ کی ایک جماعت موجود تھی اس نے ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا واثق نے تلوار طلب کی اور ان سے کہا کہ جب میں تمھارے قتل کے لئے کھڑا

ہوں تو تم ہرگز قدم نہ بڑھانا کیونکہ میں ایسے صفات سے متصف خدا کے پوجنے والے کے قتل میں جو قدم بھی بڑھاؤں گا اس کا مجھے اجر ملے گا۔ احمد بن نصر کو چمڑے کے ایک فرش پر بٹھا دیا گیا' ان کے پیروں میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ واثق خود چل کر وہاں تک پہنچا جہاں یہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا سر قلم کر دیا اس کے بعد حکم دیا کہ ان کا سر بغداد بھیج دیا جائے اور وہاں (عبرت کے لئے) لٹکا دیا جائے اور ان کے جسم کو یہیں (سامرہ) سرمن رائے میں دار پر چڑھا دیا جائے چنانچہ ان کا سر اور جسم مدتوں تک یونہی بغداد اور سامرہ میں آویزاں رہے جب متوکل بادشاہ ہوا تو اس نے سر اور جسم دونوں کو دفن کرا دیا۔ جس وقت ان کے سر کو بغداد میں آویزاں کیا گیا تو ان کے کان سے ایک پرچہ باندھ کر لٹکا دیا گیا تھا جس پر تحریر تھا کہ یہ سر احمد بن نصر بن مالک کا ہے اس کو عبداللہ امام ہارون نے اس کو خلق قرآن اور نفی تشبیہ باری تعالیٰ کی طرف بلایا تھا مگر اس نے محض ہٹ دھرمی سے انکار کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے اس کو دوزخ کی جانب بلالیا۔ واثق نے ان کے سر پر ایک نگہبان مقرر کر دیا تھا جو سر کو قبلہ کی سمت ہونے سے روک دیتا تھا۔ اسی نگہبان کا بیان ہے ایک رات میں نے اس سر کو قبلہ رو ہو کر سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے دیکھا یہ حکایت دوسرے طریقوں سے بھی بیان کی گئی ہے۔

روم سے مسلمان قیدیوں کی واپسی:۔

اسی سال روم سے ایک ہزار چھ سو قیدی (زر تاوان) دے کر چھڑوائے' ابن داؤد نے کہا کہ ان قیدیوں میں جو شخص عقیدہ خلق قرآن کا قائل ہو اس کو دو دینار دے کر گھر جانے کی اجزت دیدی جائے اور جو منکر ہو اس کو قید میں رکھا جائے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں احمد بن داؤد بری طرح واثق پر چھایا ہوا تھا (یہ بڑا زبردست معتزلی تھا) یہی ہمیشہ واثق کو تشدد پر چڑھتا رہتا تھا۔ یہی لوگوں کو خلق قرآن کی دعوت دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ واثق کی طرح اس نے بھی اپنی موت سے پہلے خلق قرآن کے عقیدے سے رجوع کرلیا تھا۔

ایک قیدی کا زبردست استدلال:۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا گرفتار کرکے واثق کے سامنے لایا گیا۔(۲) جب وہ واثق کے سامنے آیا تو اس وقت ابن داؤد بھی موجود تھا' قیدی نے ابن داؤد

سے پوچھا کہ جس مسئلہ کی طرف تم بلا رہے ہو اس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا یا نہیں؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا تو حضور نے لوگوں کو اس طرف کیوں نہیں بلایا ابن ابی داؤد نے کہا کہ حضور کو اس کا علم ضرور تھا' قیدی نے کہا کہ اچھا جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہیں کیا تم اس کو کیوں کرتے ہو اور جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز رکھا تم اس کو جائز کر رہے ہو' قیدی کی یہ دلیل سنکر تمام درباری حیران رہ گئے' واثق کو ہنسی آگئی (ابن داؤد کے لاجواب ہونے پر) اور اس نے اپنا ہاتھ ہنسی روکنے کے لئے اپنے منہ پر رکھ لیا اور حرم سرا میں چلا گیا اور جاکر لیٹ گیا۔ واثق کے منہ سے بار بار یہی بات نکلتی تھی کہ جس امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز قرار دیا اس کو ہم جائز کر رہے ہیں؟ اور جس امر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اور خاموشی اختیار فرمائی ہم اس میں تشدد کر رہے ہیں۔ واثق نے قیدی کو تین سو دینار بطور انعام عطا فرمائے اور ان کو ان کے شہر بھجوا دیا اور آئندہ پھر کسی کا خلق قرآن کے سلسلہ میں امتحان نہیں کیا۔ اسی دن سے واثق ابن ابی داؤد سے بھی ناراض ہوگیا۔ یہ قیدی حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی ابو داؤدؒ اور نسائی کے استاد تھے۔

واثق کا حلیہ:۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں واثق ایک خوبرو شخص تھا اس کا رنگ سفید تھا لیکن اس میں زردی کی جھلک تھی' اس کی داڑھی بہت خوبصورت تھی اس کی آنکھ میں ایک نقطہ (سفید) بھی تھا یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ واثق سے زیادہ آل علیؓ کے ساتھ کسی اور عباسی بادشاہ نے سلوک نہیں کیا واثق کے انتقال کے وقت علویوں میں کوئی شخص نادار اور مفلس نہیں تھا (واثق نے سب کو مالا مال کر دیا تھا)۔

واثق کی ادبی حیثیت:۔

واثق ایک بہت بڑا ادیب او نغزگو شاعر تھا۔ مصر سے بطور تحفہ ایک غلام اس کے پاس آیا تھا' واثق اس کو بہت چاہتا تھا ایک روز واثق کو اس پر غصہ آگیا۔ کچھ دیر کے بعد واثق نے سنا کہ وہ غلام ایک دوسرے غلام سے کہہ رہا تھا کہ سلطان کل ہی مجھ سے بات کرنا چاہے

گا مگر میں اس سے بات نہیں کروں گا۔ واثق نے اسی واردات کو اپنے اشعار میں نظم کر ڈالا صولی کہتے ہیں کہ واثق مامون کو علم و ادب اور فضل و کمال میں اپنے سے کم درجہ سمجھتا تھا۔ مامون بھی علم و ادب میں مقام بلند کے باعث اس کی بہت عزت کرتا تھا اور اس کو اپنے بیٹے پر ترجیح دیتا تھا۔ واقعی واثق اپنے عہد کا بہت بڑا عالم تھا نہایت ہی بلند پایہ شاعر تھا موسیقی میں اس کی مہارت اور کمال کی یہ حالت تھی کہ سلاطین بنی عباس میں اس کا ہمسر کوئی نہیں تھا' اس نے سو کے قریب، راگ راگنیاں ایجاد کی تھیں' عود بجانے میں اس کو کمال حاصل تھا' اثار و اخبار میں بھی اس کو زبردست ملکہ حاصل تھا۔

واثق اور مامون کا مرتبہ علمی:۔

الفضل یزیدی کہتے ہیں کہ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ روایت شعر میں سلاطین بنو عباس میں واثق کا جواب نہیں تھا' اس کو سب سے زیادہ اشعار یاد تھے' کسی نے ان سے دریافت کیا کہ کیا مامون سے بھی زیادہ انھوں نے جواب دیا ہاں لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ مامون علم و ادب کے ساتھ ساتھ علم اوائل' علم نجوم' علم طب اور منطق کا بھی زبردست عالم تھا اور واثق کو محض عربی ادب پر عبور تھا (اس لئے واثق پر مامون کو ترجیح حاصل تھی)۔

واثق کی پرخوری:۔

یزید مہلبی کہتے ہیں کہ واثق بہت پیٹو تھا۔ اس کی خوراک بہت زیادہ تھی' ابن فہم کہتے ہیں کہ واثق کا دسترخوان چاندی کا بنا ہوا تھا اس کے چار ٹکڑے تھے۔ اس کا ہر ایک ٹکڑا بیس آدمی اٹھایا کرتے تھے' اس دسترخوان کے تمام پیالے' گلاس' آبخورے چاندی ہی کے تھے۔ ابن داؤد نے اس سے کہا کہ چاندی کے برتنوں میں کھانا منع ہے اس نے فوراً" حکم دیا کہ دسترخوان اور اس کے تمام ظروف توڑ کر ان کی چاندی خزانے (بیت المال) میں داخل کر دی جائے۔

واثق کا عجیب و غریب خواب:۔

واثق باللہ نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ وہ خداوند تعالیٰ سے جنت کی درخواست کر رہا ہے اس کے جواب میں ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے سوا جس کا دل مرت (بیابان) جیسا ہوگا کسی کو بھی ہلاک نہیں فرمائے گا۔ صبح کو واثق نے اپنے ندیموں سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی لیکن کوئی بھی اس کی تعبیر نہ دے سکا۔ آخر کار واثق باللہ نے ابو محلم کو بلایا اور اس خواب کی تعبیر دریافت کی انھوں نے کہا کہ مرت اس بیابان کو کہتے ہیں کہ جس میں گھاس بھی نہ اگ سکے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ صرف اس شخص کو ہلاک فرمائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ اس کا دل ایمان سے اس طرح خالی ہوگا جیسے مرت میں گھاس کا تنکہ بھی نہیں ہوتا۔

واثق نے کہا کہ مرت کے ثبوت میں شعرائے عرب کے کلام سے سند پیش کی جائے (تب اس معنی پر یقین ہوگا) چنانچہ (انعام و اکرام کی خاطر) جلد بازوں نے فوراً" بنی اسد کا ایک ایسا شعر پیش کیا جس میں لفظ مرت استعمال ہوا تھا۔ اس پر ابو محلم کو ہنسی آگئی اور انھوں نے طنزا" کہا واہ واہ!! اس کے بعد انھوں نے تقریباً" ایک سو ایسے اشعار سند میں پیش کئے جن میں لفظ مرت انہی معنوں میں استعمال ہوا تھا۔ واثق نے خوش ہوکر ان کو ایک لاکھ دینار انعام میں عطا کئے۔

حمدون بن اسماعیل کہتے ہیں کہ خلفائے بنو عباس میں واثق سے زیادہ کوئی اور امیر حلیم الطبع نہیں تھا وہ مصیبتوں پر صبر کرتا البتہ کبھی کبھار ان صفات کے بالکل برعکس بھی ہو جاتا تھا یعنی نہایت غضبناک اور شدت کرنیوالا بن جاتا تھا۔ احمد بن حمدون کہتے ہیں کہ ایک دن اس کے پاس اس کے استاد ہارون زیادہ تشریف لائے اس نے ان کی بہت زیادہ تکریم و تعظیم کی' کسی شخص نے کہا کہ امیر المومنین یہ کون شخص ہیں جن کی آپ نے اس قدر تعظیم و توقیر فرمائی۔ واثق نے کہا یہ وہ ہستی ہے جس نے سب سے پہلے میری زبان اللہ کے ذکر میں کھولی اور مجھے رحمت خداوندی سے قریب کردیا (پھر میں کیوں نہ ان کی عزت و تکریم کروں)۔

واثق باللہ کی وفات:۔

۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ ھ چہار شنبہ کے دن سامرہ (سرمن رائے) میں واثق باللہ نے انتقال کیا' دم واپسیں یہ دو شعر وہ بار بار پڑھ رہا تھا۔

الموت فیه جمیع الخلق مشترک　　لا سوقه منهم یبقے ولا ملک

موت میں تمام خلقت مشترک ہے — نہ اس سے بازاری لوگ بچیں گے اور نہ سلاطین

ما ضر اھل قلیل فی تفا رقھم — ولیس یغنی عن الا ما لک ما ملک

نہ افلاس فقیروں کو دنیا چھوڑنے میں مانع ہوتا ہے اور نہ بادشاہوں کو ان کا ملک کوئی فائدہ پہنچاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت واثق کا انتقال ہوا تو اس وقت لوگ متوکل سے بیعت کرنے میں مشغول ہوگئے اور واثق کی نعش کے پاس کوئی بھی موجود نہیں رہا۔ اتنے میں ایک سوسمار آیا اور اس کی ایک آنکھ نکال کر کھا گیا۔ واثق باللہ کے زمانے میں ان علماء نے انتقال کیا۔

مسدد۔ خلف بن ہشام۔ بزار مقری۔ اسماعیل بن سعید الشالجی (طبرستانی) محمد بن سعد (کاتب واقدی) ابو تمام طائی شاعر مشہور۔ محمد بن زیادہ بن الاعرابی۔ اللغوی بو یطی (شاگرد حضرت امام شافعیؒ) قید خانہ میں انتقال فرمایا اور علی بن مغیرہ الاثرم اللغوی نیز دیگر حضرات (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔

واثق کے مختصر حالات:۔

صولی نے جعفر بن علی بن الرشید کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ہم ایک روز واثق کے پاس بیٹھے تھے اور صبح کی شراب پی جارہی تھی' اس کے خادم مہج نے اس کو ایک صبوحی پیش کی اور گلاب اور نرگس کے پھول پیش کئے اس کیفیت و حالت پر واثق نے ایک نظم کہہ ڈالی۔

جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

حیاک با لنر جس والورد — معتدل القا متہ والقد

تیری حیا نرگس اور گلاب کی طرح ہے — اور تو قامت اور قد دونوں میں معتدل ہے۔

اس پر اکثر لوگ متفق ہیں کہ ایسی بلند پایہ نظم سلاطین بنو عباس میں کوئی اور نہیں کہہ سکا ہے صولی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن المعتز نے بیان کیا کہ واثق کے بارے میں ہمیں کسی نے بتایا کہ اس کے دو غلام تھے جن کو وہ بہت چاہتا تھا اس نے دستور العل یہ بنایا تھا کہ ایک دن ایک سے اور دوسرے دن دوسرے سے خدمت لیتا تھا۔ اس نے اپنے چند اشعار میں یہی موضوع پیش کیا ہے۔ (۴)

حزبیل کہتے ہیں کہ ایکروز واثق کی مجلس میں مشہور شاعر اخطل کا یہ شعر پڑھا گیا۔

وشا دن مربح با لکا س نا دمنی لا با لحصور ولا فی ھا بسوار

ایک آہو برہ مجھے شراب پلاتا ہے۔ جس میں نہ وہ بخل کرتا ہے اور نہ جھوٹا چھوڑتا ہے۔

واثق نے ابن الاعرابی سے سوار کے معنی دریافت کیے تو ابن الاعرابی نے جواب میں کہا سوار کے معنی لپک کر لینے والا' اور سوار کے معنی جھوٹا چھوڑنے والا اور سار کے معنی گلاس میں مزید شراب ڈالنے والے کے ہیں۔ واثق نے اپنے ندیموں کی طرف دیکھا لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ بتا سکا چنانچہ واثق نے ابن عرابی کو بیس ہزار درہم انعام میں دیئے۔

میمون بن ابراہیم نے ابن ہشام کی زبان لکھا ہے کہ ایک دن حسین بن ضحاک اور مخارق میں بلند مرتبہ شاعروں پر بحث چھڑ گئی ان میں سے ایک ابو نواس کو ترجیح دیتا تھا اور ایک دوسرا ابو العتاہیہ کو بلند پایہ کہتا تھا واثق نے کہا کہ کچھ شرط آپس میں لگاؤ' چنانچہ دو سو دینار کی شرط لگی۔ واثق نے کہا کہ اس وقت کوئی ماہر علم و ادب موجود ہے؟ کہا گیا کہ ہاں ابو محلم موجود ہیں چنانچہ ان کو بلا کر دریافت کیا گیا کہ ابو نواس اور ابو العتاہیہ میں کون بڑا شاعر ہے؟ ابو محلم نے کہا کہ ابو نواس بہت بڑا شاعر ہے اور وہ تمام اصناف سخن پر قدرت رکھتا ہے' سب نے بالا تفاق یہ فیصلہ تسلیم کرلیا اور شرط کے بموجب حسین بن ضحاک کو دوس سو دینار ادا کیے گیے۔

حواشی

۱۔ اس عصر کے مشہور مورخ شاہ معین الدین احمد ندوی نے بھی اس کو ابو جعفر ہارون ہی کی کنیت سے یاد کیا ہے (مترجم)

۲۔ اس شخص کو بھی مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ ہی میں گرفتار کرکے لایا گیا تھا۔

۳۔ صاحب تاریخ الخلفائے نے اس نظم کے اشعار درج کئے ہیں' دیکھئے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۶۳ طبع کراچی۔

۴۔ میں نے ان اشعار اور ان کے ترجے کو نظر انداز کر دیا ہے۔ دیکھئے تاریخ الخلفاء ص ۲۶۳ کہ اس سے قارئین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ (مترجم)

المتوکل علی اللہ جعفر

نسب اور پیدائش:۔

المتوکل علی اللہ جعفر ابو الفضل بن معتصم بن ہارون الرشید' شجاع نامی ام ولد کے بطن سے ۲۰۵ھ یا ۲۰۷ھ میں پیدا ہوا۔ ماہ ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں واثق باللہ کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔

متوکل علیٰ اللہ کا عظیم کام:۔

متوکل علیٰ اللہ نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے احیا کی طرف توجہ کی اور علمائے حدیث (محدثین کرام) کی نصرت اور حمایت کی جانب متوجہ ہوا ان کو جو معاشی مشکلات درپیش تھیں ان سے ان کو نجات بخشی احیاء سنت کے احکام تمام قلمرو میں جاری کر دیئے ۲۳۴ھ میں احیاء سنت کے سلسلہ میں ملک کے تمام محدثین کو سامرہ (سرمن رائے) میں جمع کیا۔ ان محدثین کا اس نے بہت اعزاز و اکرام کیا اور ان کو گرانقدر عطیات سے نوازا' ان محدثین حضرات سے کہا کہ آپ لوگ حدیث شریف کے درس و تدریس میں مشغول ہو جائیں۔(۱) چنانچہ متوکل کی فرمائش کے مطابق ابوبکر بن ابی شیبہ نے رصافہ کی جامع مسجد میں درس حدیث شروع کیا۔ آپ کے درس حدیث اور وعظ میں تقریباً" تیس ہزار نفوس موجود ہوتے تھے۔ ابوبکرؒ کے بھائی عثمان ابن ابی شیبہ نے جامع منصور میں درس حدیث شروع کیا۔ یہاں بھی ان کے درس وعظ میں اجتماع عظیم ہوتا تھا۔ لگ بھگ تیس ہزار افراد شریک ہوتے تھے متوکل کے اس حیا سنت سے لوگ بہت خوش ہوئے اور اس کی حد سے زیادہ تعریف و تعظیم کرنے لگے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے تو یہ کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا کہ خلفاء تین ہی گزرے ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے مرتدین کا قلع قمع کیا' حضرت عمر بن عبدالعزیز جنھوں نے دنیا کو مظالم سے محفوظ کیا ۔ المتوکل علی اللہ جس نے مردہ سنت کو زندہ کیا ۔ (سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء کیا)۔ فرقہ جہمیہ کو نیست و نابود کیا ۔۲۔ چنانچہ ابوبکر بن الخبازہ نے اپنے اشعار میں اس کی ان خوبیوں کا اظہار کیا ہے ۔ ان اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے۔

وبعد فان السنا لیوم اصحت معزرۃ حتی کان لم تذلل،
آج سنت نبوی ﷺ اس طرح معزز ہوئی ھے کہ پھر کبھی ذلیل نہ ہوگی۔

آفات ارضی و سماوی۔

اسی سال ابن داؤد اس طرح فالج میں مبتلا ہوا کہ اس کا جسم پتھر کا ہوگیا (فالج کے اثر سے بالکل بے حس و حرکت ہوگیا) خداوندعالم نے اس کو اس کے افعال بد کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا ۲۳۴ھ کے عجائب واقعات میں سے یہ ہے کہ عراق میں اتنی شدید باد سموم چلی کہ اس کی وجہ سے کوفہ، بصرہ، اور بغداد کے تمام کھیت جل کر خاکستر ہو گئے۔ بہت سے مسافر ہلاک ہو گئے۔ یہ کیفیت پچاس روز تک جاری رہی۔ رفتہ رفتہ یہ آگ ہمدان میں بھی پہنچ گئی اور ہمدان کے بھی تمام کھیت جل گئے صدہا مویشی ہلاک ہو گئے۔ شلجار میں بھی یہی حالت ہوئی۔ لوگوں نے اس کی وجہ سے گھروں سے نکلنا بند کر دیا۔ سڑکوں اور شاہراہوں پر آمد و رفت بند ہو گئی۔ صدہا بندگان خدا اس صعوبت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے ابھی اس بادسموم سے نجات ہی ملی تھیں کہ دمشق میں زبردست زلزلہ آیا۔ ہزاروں مکانات منہدم ہو گئے جن کے نیچے دب کر سینکڑوں لوگ مر گئے، پھر انطاکیہ اور موصل میں زلزلہ آیا اور اس خوفناک زلزلہ میں وہاں پچاس ہزار آدمی ہلاک ہوگئے۔ ۲۳۶ھ میں متوکل نے حکم دیا کہ اس کی قلمرو میں رہنے والے تمام عیسائی (شناخت کے لئے) اپنے گلو میں گلو بند باندھیں۔ ۳۰

متوکل کی شقاوت۔

۲۳۶ھ میں متوکل نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر مبارک اور ان مقابر کو جو اس کے ارد گرد واقع تھیں منہدم کرا دیا، تمام قبریں کھدوا دیں اور حکم دیا کہ زمین ہموار کر کے یہاں کاشتکاری کی جائے، لوگوں کو سختی کے ساتھ ان قبور کی زیارت سے روک دیا گیا چنانچہ قبور کے انہدام کے بعد یہ تمام علاقہ مدتوں تک ایک خرابہ (کھنڈر) اور جنگل بنا رہا۔ متوکل کی ان حرکات سے لوگوں کو سخت صدمہ پہنچا لوگ اس سے نفرت کرنے لگے اور اس کو ناصبی یعنی خارجی کہنے لگے۔ بغداد والوں نے اس کی اس حرکت پر دیواروں اور مسجدوں پر گالیاں اور برے کلمات لکھے۔ شعراء نے اس کی ہجویں لکھیں انہی ہجوں میں سے ایک ہجو

کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

باللہ ان کانت امیہ تمہ اتت فتل ابن بنت بنیلھا مظلوما"

خدا کی قسم بنو امیہ نے پیدا ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو مظلوم قتل کر دیا

فلقد اتاہ بنو ابیہ بمثلہ ھذا لعمری قبرہ مھد وما

اب ان کے مثل ایک بنو امیہ میں سے آیا ہے اور اس نے حسین کی قبر اکھڑوا پھینکی ہے

اسفو علی ان لا یکونو اشارکوا فی قتلہ فتتبعوہ رمیما"

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو اس بات کا رنج اور افسوس تھا کہ وہ قتل حسین میں شریک نہ ہو کا۔ چنانچہ اسکی تلافی کے لئے اس ہڈیاں اکھاڑ پھینکی ہیں

بددیانت قاضی کا انجام:۔

۲۳۷ھ میں متوکل نے نائب مصر کو فرمان شاہی ارسال کیا کہ مصر کے قاضی القہاۃ ابوبکر محمد ابن ابو اللیث کی داڑی منڈوا کر اس کو ماریں اور گدھے پر بٹھا کر اس کو تمام شہر میں پھرائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جو کچھ کیا گیا وہ درست تھا کہ یہ جمیہ فرقہ کا سب سے عظیم داعی اور بڑا ہی ظالم تھا، اس کے عوض قاضی القضاۃ کے منصب پر حارث بن مسکین کو مقرر کیا گیا یہ امام مالک کے شاگرد تھے معزول قاضی کی روزانہ تشہیر ہوتی تھی اور ہر روز ۲۰ کوڑے اس کے لگائے جاتے تھے تاکہ مظلوموں کا دل ٹھنڈا ہو

زبردست آگ۔

اسی سال عقلان میں اتنی زبردست آگ لگی کہ ہزاروں گھر جل گئے اور غلہ کے ذخیرے جل کر راکھ ہو گئے۔ تین شبانہ روز تک عقلان میں یہ آگ بھڑکتی رہی اس کے بعد کہیں بجھی۔ اسی سال اس نے اپنے دربار میں امام احمد بن حنبلؒ کو طلب کیا، آپ سامرہ تشریف تو لے گئے ۰ھ لیکن دونوں میں ملاقات نہ ہو سکی، اس کے جانشین المعتزؒ سے ملاقات ہوئی یعنی معتز عہد حکومت میں آپ سرمن رائے یعنی سامرہ پہنچے تھے

میاط پر رومیوں کا حملہ

۲۳۸ھ میں رومیوں نے یکبارگی دمیاط پر حملہ کر دیا ' شہر کو لوٹا ' اسے آگ لگائی اور چھ سو عورتوں کو یرغمال بنا کر بحری راستے سے واپس ہوگئے ۲۴۰ھ میں حلاط کے رہنے والوں نے آسمان سے ایک چیخ سنی اس کی ہیبت ناک آواز سے ہزاروں افراد مرگئے ' اسی سال عراق میں ژالہ باری ہوئی ' ایک ایک اولا مرغی کے انڈے کے برابر تھا ' مغربی شہروں کے تیرہ گاؤں زمین میں دھنس گے (ہزاروں افراد لقمہ اجل بن گئے)۔

۲۴۱ھ میں آسمان سے تارے ٹوٹ کر گرے ' ان شہابوں سے آسمانی فضاء میں رات بھر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈیاں اڑتی پھرتی ہیں ۔ شہابوں کا اس طرح ٹوٹنا اپنی نوعیت کا عجیب واقعہ تھا جو اس طرح کبھی رونما نہیں ہوا ۔

۲۴۲ھ میں تیونس اور اس کے توابع ' رے ' خراسان ' نیساپور' طبرستان ' اصبہان میں زبردست زلزلہ آیا ' زلزلہ کے صدمہ سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ' جگہ جگہ سے زمین شق ہوگئی (اس طرح کہ اس میں آدمی آسانی سے داخل ہو سکتا تھا ۔) مصر کے اطراف میں سویدانامی بستی پر دس دس رطل وزنی پتھر آسمان سے برسے ۔ یمن میں پہاڑ نے اس طرح حرکت کی کہ لوگوں کے کھیت ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ گئے ۔ شہر حلب میں رمضان کے مہینے میں ایک سفید پرندہ فضا میں اڑتا ہوا دیکھا گیا لوگوں نے سنا وہ کہتا تھا ' لوگو! اللہ سے ڈرو! چالیس مرتبہ اس نے آواز لگائی اور پھر اڑ کر کہیں چلا گیا ' پھر دوسرے روز نمودار ہوا اور اسی طرح آواز لگائی ۔ لوگوں نے اس عجیب و غریب بات کو سامرہ لکھ کر بھیجا ' اس تحریر پر ۵۰۰ افراد نے اپنی شہادت تحریر کی تھی کہ دارالسلطنت میں اس کو محض بکواس یا مذاق نہ سمجھ لیا جائے ۔ اسی سال ابراہیم بن المطہر کاتب بصرہ سے حج کے لئے اونٹ گاڑی میں روانہ ہوا ۔ لوگ یہ انوکھی گاڑی دیکھ کر دنگ رہ گئے ۔

۲۴۳ھ میں متوکل دمشق آیا ' یہ شہر اس کو بہت پسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کے لئے یہاں شاہی محل بنوایا اور مستقلاً یہاں رہنے کا ارادہ کیا ' یزید بن مہلبی نے چند اشعار اس کے حضور میں پیش کئے ۔

اطن الشام تشمت بالعراق اذا عزم الامام علی انطلاق ۔

مجھے خیال ہے کہ شام عراق پر طعنہ زنی کرے گا جب کہ امام یہاں (عراق) نہیں رہیگا۔

فان تدع العراق وساکنیہ فقد تبلی الملیحۃ بالطلاق ۔

اگر آپ نے عراق اور عراقیوں کو چھوڑ دیا تو گویا آپ نے حسن ملیح کو طلاق دیدی ۔

ان اشعار کو سن کر وہ لوگوں کے مدعا کو پہنچ گیا اور اس نے مستقل قیام کا ارادہ فسخ کر دیا اور دو تین مہینے قیام کر کے لوٹ آیا۔

دردناک سزا۔

۲۴۴ھ میں متوکل نے یعقوب بن السکیت امام ادب العربیہ کو جو اس کے بچوں کے معلم تھے قتل کروا دیا قصور صرف اتنا تھا کہ ایک دن متوکل نے امام السکیت سے اپنے لڑکوں معتز اور مؤید کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے ابن السکیت تم کہ یہ دونوں محبوب ہیں یا حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

ابن سکیت نے جواب دیا کہ معتز اور مؤید سے بدرجہ ہا بہتر تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام قنبر تھا حضرت حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ان کا کیا مقابلہ کیا جائے! یہ سنتے ہی اس نے اپنے ترک غلاموں کو حکم دیا کہ ابن السکیت کو چت لٹا کر ان کے پیٹ پر اس وقت تک کودتے رہو جب تک دم نہ نکل جائے' بعض کہتے ہیں کہ اس نے ابن السکیت کی زبان کھنچوالی تھی 10/۔ اس طرح انہوں نے دم توڑ دیا اور ان کی نعش ان کے بیٹے کے پاس مدینہ (منورہ) بھجوا دی۔ حقیقت یہ ہے کہ متوکل اب ناصبی (خارجی) ہو گیا تھا۔٥

۲۴۵ھ میں پھر زبردست زلزلہ آیا۔ یہ زلزلہ عالمگیر تھا جس کی وجہ سے بہت سے شہر تباہ ہو گئے قلعے اور پل مسمار ہو گئے۔ انطاکیہ میں پہاڑ کا پہاڑ سمندر میں جا گرا جس سے ایک ہولناک آواز پیدا ہوئی۔ مصر میں بھی سخت زلزلہ آیا اور اہل بلبیس نے مصر کے اطراف سے آنیوالی ایک ایسی دھاڑ سنی جس سے لوگوں کے دل ٹھٹ گئے اور بلبیس کے بہت سے رہنے والے ہلاک ہو گئے۔ مکہ معظمہ کے چشمے سوکھ گئے چنانچہ متوکل نے ایک لاکھ دینار اس غرض سے بھیجے کہ عرفات کے مقام سے مکہ میں پانی لایا جائے (نہر کے ذریعہ)۔

شعرا پر جود و سخا:۔

متوکل بہت زیادہ سخی تھا' کہتے ہیں کہ جتنا انعام و اکرام اس نے شعرا پر کیا اس کی مثال بنی عباس کے سلاطین میں نہیں ملتی' اس کی تعریف میں مروان بن ابی جنوب نے اس کے جود و کرم کی تعریف میں بہت بلند پایہ اشعار کہے ہیں۔ اسی قصیدے کا ایک شعر ہے۔

فامسک یدی کفیک عنی والا تزد فقد خفت ان اطغی وانتجرا"۔

اے فیاض اب مجھ سے اپنا (سخی) ہاتھ روک لے اور زیادہ نہ دے مجھے ڈر ہے کہ میں کثیر مال پاکر ہلاک نہ ہو جاؤں۔

یہ شعر سنکر متوکل نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں روکوں گا جب تک میرا جود و کرم تجھے غرق نہ کر دے۔ متوکل نے ایک موقع پر اس کو ایک قصیدے کے صلے میں ایک لاکھ دس ہزار درہم اور پچاس ملبوس بھی عطا کئے تھے۔ اتفاقاً" ایک روز متوکل دو چابک ہاتھ میں لئے ہوئے تھا علی بن جہم ادھر آنکلا' اس نے اپنا ایک قصیدہ متوکل کو سنایا متوکل نے اپنا ایک درہ اس کی طرف اچھال دیا۔ علی بن جہم اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ متوکل نے کہا کہ اے علی کیا تم اس انعام کو کم سمجھتے ہو' خدا کی قسم یہ تو ایک لاکھ درہم سے زیادہ کا ہے اس نے کہا کہ میں یہ نہیں دیکھ رہا ہوں بلکہ میں کچھ اور اشعار کی فکر کر رہا ہوں تاکہ اس کے صلہ میں دوسرا درہ بھی حاصل کر لیا۔

اکثر مورخین کہتے ہیں کہ جب متوکل تخت نشین ہوا تو اس وقت آٹھ ایسے افراد بقید حیات تھے جن کے باپ امیر المسلمین رہ چکے تھے۔ وہ لوگ یہ ہیں۔ منصور بن مہدی ۱۔ عباس بن مہدی ۲۔ ابو احمد بن رشید ۳۔ عبداللہ ابن امین ۴۔ موسیٰ بن ۵۔ مامون الرشید احمد بن ۶۔ معتصم۔ محمد بن ۷۔ واثق باللہ اور منتصر ۸۔ بن متوکل۔

مسعودی کا بیان ہے کہ جو کوئی شخص بھی متوکل کے پاس پہنچ گیا خواہوہ غریب ہو یا امیر متوکل نے اس کو اپنے جود و سخا سے مالا مال کر دیا۔

متوکل بہت عیش پسند تھا:۔

کہتے ہیں کہ متوکل عیش و طرب اور شراب نوشی میں بہت مستغرق رہتا تھا اس کے چار ہزار باندیاں تھیں اور یہ ہر ایک سے مباشرت کر چکا تھا۔ علی بن جہم کا بیان ہے کہ اس کو اپنی اس باندی سے جو معتز کی ماں تھی' بہت محبت تھی اس کے بغیر اس کو دم بھر کو چین نہیں آتا تھا۔ اس نے چہرے پر غالیہ (پوڈر) لگایا جعفر نے اس کو دیکھکر کچھ دیر تامل کیا اور پھر یہ شعر فی البدیہہ کہ (ترجمہ)

حضرت ذوالنون مصری سے محاسبہ

سلمی اپنی کتاب المحن میں رقمطراز ہیں کہ جب حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے احوال معرفت اور مقامات تصوف کو ظاہر کیا تو عبداللہ بن عبدالحکم نے (شاگرد حضرت امام مالکؒ) جو مصر کے رئیس تھے ان کے اقوال قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ انہوں نے ایک ایسا نیا علم ایجاد کیا ہے جو سلف الصالحین سے نہ منقول ہے اور نہ مروج رہا ہے اس نے حضرت ذوالنون مصریؒ کو زندیق کہنا شروع کر دیا' رفتہ رفتہ یہ خبر حاکم مصر کو پہنچی اس نے ان کو طلب کیا اور کچھ سوالات کئے اور ان کے معتقدات معلوم کئے انہوں نے جواب باصواب دیا جس سے امیر مصر کو اطمینان ہو گیا۔ لیکن اس نے یہ تمام حالات متوکل کو لکھ بھیجے' متوکل نے جب ان کی باتیں سنیں تو بہت خوش ہوا اور ان کی بہت کچھ تعظیم و تکریم کی اور وہ آپ کا اس قدر گرویدہ ہو گیا کہ جب اس کی مجلس میں صالحین کا ذکر ہوتا تو وہ کہتا کہ ان لوگوں میں ذوالنون مصری کو بھی شامل کرو'۔

ولیعہد کی نامزدگی اور متوکل کا قتل :۔

متوکل نے اپنے فرزند منتصر کو ولیعہد نامزد کیا اور منتصر کے بعد معتز کو مقرر کیا لیکن چونکہ معتز کی والدہ سے اس کو بہت محبت تھی اس لئے اس نے اپنے ارادے کو بدلنا چاہا اور اس نے منتصر کو اس بات پر راضی کرنا چاہا لیکن منتصر نے تبدیلی کو قبول نہیں کیا چنانچہ متوکل نے منتصر کی مرضی کے بغیر ہی برسر مجلس منتصر کے بجائے معتز کو پہلا ولیعہد نامزد کر دیا اس سے منتصر کی بہت ذلت ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ عہد شکنی بھی۔ ادھر دربار کے ترک امیر بعض امور کے باعث متوکل سے منحرف ہو گئے اور منتصر سے مل گئے اور اس کے قتل کی اس سازش میں شریک ہو گئے جو منتصر نے تیار کی تھی۔ ایک روز موقع پا کر آدھی رات کو جب کہ متوکل محفل نائے و نوش میں بیٹھا ہوا تھا سازشیوں سے پانچ افراد اندر گھس آئے اور متوکل کو مع اس کے وزیر فتح بن خاقان کے قتل کر دیا۔ یہ قتل ۵ شوال ۲۴۷ھ میں واقع ہوا۔

احیاء سنت کا انعام اخروی :۔

کسی شخص نے متوکل کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالی نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا متوکل نے کہا کہ میں نے کچھ دن احیاء سنت نبوی کے لئے جو کوشش کی تھی اس کے صلہ میں اللہ تعالی نے مجھے بخشدیا۔ متوکل کے قتل پر بہت سے شعراء نے مرثئے لکھے۔ متوکل سے لوگ اس طرح بہرہ مند اور فیضیاب ہوئے تھے کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو یاد کرتے تھے۔ چنانچہ متوکل کی ایک کنیز محبوبہ نامی تھی متوکل نے اس کو بہت نوازا تھا۔ متوکل کے مرنے کے بعد یہ بغا کبیر کی ملکیت میں چلی گئی، محبوبہ شاعرہ بھی تھی اور ادیبہ بھی! اور عود بجانے میں تو ماہر تھی اس کے تمام راگ راگینوں پر قادر تھی۔ ایک دن بغا کبیر نے اس کو اپنا ہم مجلس بنانے کے لئے محفل میں طلب کیا وہ آکر بیٹھ گئی لیکن بہت شکستہ دل تھی۔ بغا کبیر نے اس سے گانے کی فرمائش کی لیکن اس نے کچھ بہانہ کر دیا، بغا کبیر نے اس کو قسم دی اور حکم دیا کہ عود بجائے۔ اور عود اس کی گود میں ڈال دیا مجورا" اس نے یہ اشعار جو فی البدیہہ کہے تھے گائے۔

مطلب!

اب کوئی، عیش مجھے لطف نہیں دے سکتا کیونکہ جعفر موجود نہیں ہے۔ وہ بادشاہ جس کا ابھی تازہ ہی تازہ خون بہا ہے، اور مجھ خاک آلود کو اس کے عشق میں جنون ہوگیا ہے، سوائے محبوبہ کے اس غم میں تم اور کسی کو موت کا خریدار نہیں پاؤ گے۔

بغا کبیر (ترکی امیر) بھلا اس گانے کی کسطرح تاب لا سکتا تھا، کنیز پر بہت غضبناک ہوا اور اس کو تمام عمر کے لئے قید میں ڈلوا دیا اور اس نے زندگی کے تمام دن اسی قید خانے میں پورے کئے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک دن متوکل نے بحتری شاعر سے کہا تھا کہ میں فتح بن خاقان سے بہت محبت کرتا ہوں اسکے بغیر میں صبر نہیں کر سکتا اگر وہ نہیں ہو گا تو میرا عیش تلخ ہو جائے گا، تم اس مضمون کو نظم کر دو چنانچہ بحتری نے اس موضوع پر چند شعر کہے تھے چنانچہ قدرت خداوندی سے ایسا ہی ہوا۔ دونوں بیک وقت قتل کر دیئے گئے۔

متوکل کے بعض حالات و واقعات:۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ متوکل نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شکر پارہ اس پر آسمان سے گرا جس پر "جعفر المتوکل علی اللہ لکھا ہا ہے، جب اس کی تخت نشینی پر بیعت ہو چکی تو خود اس نے اپنے خواص سے اپنے سلطانی خطاب کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ہونا

چاہئے کچھ لوگوں نے کہا کہ المنتصر لقب رکھا جائے ' متوکل نے احمد بن ابی داود سے اس سلسلہ میں استفسار کیا کہ میرے خواب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اس نے اس لقب سے موافقت کا اظہار کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی متوکل کے لقب کو پسند کیا۔ چنانچہ سرکاری کاغذات میں بھی خطاب درج ہونے لگا۔ (اور تاریخ میں بھی اسی نام سے مشہور ہوا)'
ہشام بن عیار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے متوکل کی زبان سے سنا کہ کاش میں محمد بن ادریس (شافعی) کے زمانے میں پیدا ہوتا ان کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔ کیونکہ میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرما رہے ہیں!
لوگو! محمد بن ادریس" المطلبی رحمت حق سے اپنے پیچھے علم چھوڑ گیا ہے اس کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔
یہ بیان کر کے متوکل نے کہا کہ اللہ تعالی محمد ادریس" پر اپنی رحمت واسعہ و کاملہ نازل فرمائے اور ہم لوگوں کو ان کے مذہب کی حفاظت آسان فرما دے اور ہمیں ان سے نفع اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے میرا خیال ہے کہ متوکل کے اس قول سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ متوکل شافعی مذہب رکھتا تھا اور اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ سلاطین بنی عباس میں متوکل پہلا شخص تھا جس نے شافعی مذہب اختیار کیا تھا۔

احمد بن معدل کی حق گوئی :۔

احمد بن علی بصری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ متوکل نے علماء کو جمع کیا اور جب سب علما مجلس میں آ گئے تو خود حرم سے نکل آیا۔ احمد بن معدلؒ کے سوا تمام علماء اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ متوکل نے یہ دیکھ کر عبیداللہ سے دریافت کیا کہ انہوں نے ہماری بیعت نہیں کی ہے؟ (جو ہماری تعظیم کے لئے نہیں اٹھے) انہوں نے (احمد بن معدل کو عتاب سلطانی سے بچانے کے لئے) جواب دیا کہ اے امیر المومنین بیعت تو انھوں نے ضرور کی ہے لیکن ان کی بینائی میں کچھ خلل ہے' یہ سن کر احمد بن معدل" نے کہا کہ میری بینائی بالکل ٹھیک ہے میں اچھی طرح دیکھتا ہوں مگر اے امیر المومنین میں تم کو عذاب سے بچانا چاہتا ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ!
جو شخص لوگوں سے یہ امید رکھے کہ وہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔'

یہ سن کر متوکل خود ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ یزید مہلبی کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ سے متوکل نے کہا کہ اے مہلبی خلفائے سابقین (ہمارے اسلاف) رعایا پر محض اس لئے تشدد کرتے تھے کہ عوام و خواص پر ان کا رعب قائم رہے میں اس کے بر عکس ان کے ساتھ رافت و خندہ پیشانی سے پیش آتا ہوں تاکہ وہ مجھے خوش دلی سے قبول کریں اور میری اطاعت کریں۔ عبدالاعلی بن حماد الترمسی کہتے ہیں کہ میں ایک روز متوکل کی خدمت میں بار یاب ہوا۔ مجھے دیکھ کر متوکل نے کہا ارے ابویحیی چونکہ تم تین دن سے غیر حاضر ہو اس لئے ہم نے جو چیز تمہارے لئے رکھی تھی وہ ہم نے ایک دوسرے شخص کو (تم سے مایوس ہو کر) دیدی' یہ سن کر میں نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ان احسانات و کرم پر' میں نے اس مضمون پر دو شعر کہے ہیں متوکل نے کہا سناؤ۔ متوکل نے میرے دونوں اشعار سن کر حکم دیا کہ مجھے ایک ہزار دینار دیئے جائیں۔

جعفر بن عبدالواحد ہاشمی کہتے ہیں کہ میں متوکل کے پاس ان دنوں میں گیا جب کہ متوکل کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا' مجھے دیکھکر متوکل نے کہا کہ اے جعفر! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں ایک شعر موزوں کر لیتا ہوں لیکن پھر دوسرا شعر اسی مضمون کے متعلق نہیں کہا جاتا۔ سنو میں نے یہ شعر کہا ہے

تذکرت لما فوق الدھر بیننا فعزیت نفسی بالنبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ شعر سن کر حاضرین مجلس سے کسی نے دوسرا شعر اس طرح کہہ دیا!

وقلت لھا ان المنا یا سبلنا فمن لم یمت فی یوم مات فی غد

فتح بن خاقان کا کہنا ہے کہ ایک دن میں متوکل کے پاس گیا۔ میں نے اس کو بہت سرنگوں اور متفکر پایا میں نے کہا کہ اے امیر المومنین فکر کی کیا بات ہے! اللہ تعالی نے آج روئے زمین پر آپ جیسا عیش و آرام کسی دوسرے کو نہیں دیا (آپ سے زیادہ آرام میں کوئی نہیں ہے) یہ سن کر متوکل نے کہا کہ اے فتح! مجھ سے بھی زیادہ آرام میں وہ شخص ہے جو ایک وسیع مکان اور ایک نیک و صالحہ بیوی کا شوہر ہے اور اس کے ساتھ ہی تمام اسباب معیشت اس کو میسر ہوں ایسے شخص کو کسی کی کیا مجال کہ کوئی آواز بھی دے سکے ایسا شخص نہ ہمارا محتاج ہے اور نہ ہم ایسے شخص کو ذلیل سمجھ سکتے ہیں۔

متوکل کی کنیز کی بدیہہ گوئی :۔

ابوالعینا کہتے ہیں کہ ایک شخص نے متوکل کے پاس ایک کنیز فضل نامی ہدیتہ" بھیجی چونکہ وہ شاعرہ بھی تھی اس بنا پر متوکل نے اس سے دریافت کیا کہ تو شاعرہ بھی ہے اس نے فورا" جواب دیا کہ میرے بیچنے والے اور خریدنے والے کا ایسا ہی خیال ہے۔ متوکل نے کہا کہ اچھا کچھ اشعار سناؤ اس نے چند اشعار پڑھے (جن میں متوکل کے لئے درازی عمر کی دعا کی گئی تھی۔

علی بن جہم کہتے ہیں کہ متوکل کی خدمت میں کسی شخص نے ایک کنیز محبوبہ نامی ہدیہ میں بھیجی تھیں۔ اس کینز نے طائف میں پرورش پائی تھی۔ اور وہیں علم و ادب حاصل کیا تھا طبعی مناسبت کے باعث شعر بھی کہتی تھی اس کے ان اوصاف کے باعث متوکل اس سے بہت محبت کرتا تھا، اتفاقا" کسی بات پر متوکل اس سے رنجیدہ ہو گیا اور حرم سرا کی تمام خواتین کو حکم دے دیا کہ "محبوبہ" سے کوئی کلام نہ کرے، ایک روز میں متوکل کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے آج محبوبہ کو خواب میں دیکھا ہے، میرے اور اس کے درمیان صلح ہو گئی ہے میں نے کہا کہ امیر المومنین یہ بہت ہی اچھا ہوا۔ متوکل نے کہا کہ چلو ذرا اس کے کمرے میں چل کر دیکھیں وہ کیا کر رہی ہے، جب ہم اس کے کمرے میں پہنچے تو وہ عود پر یہ اشعار گا رہی تھی۔

ادور فی القصر لا اری احدا اشکوالیه ولا یکلمنی

میں سارے محل میں پھرتی ہوں مگر کسی کو نہیں دیکھتی کہ میں اپنی شکایت اس سے بیان کروں اور نہ مجھ سے کوئی کلام کرتا ہے۔

حتی کانی اتیت معصیته لیست لها توبته تخلصنی

گویا میں نے کوئی ایسا قصور کیا ہے جس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی کہ وہاں وصل ہو جائے۔

فهل شفیع لنا الی ملک قد زارنی فی الکری وصالحنی

کیا کوئی ایسا ہے جو بادشاہ سے میری سفارش کرے کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری اسکی صلح ہو گئی ہے

حتی اذا ما الصباح لاح لنا عاد الی هجزته فصمار منتی

کوئی صبح ایسی نہیں ہوتی کہ مجھے کوئی شخص اس کے ہجر میں قتل کر دے

یہ اشعار سن کر متوکل نے اس کو آواز دی وہ باہر نکل آئی اور متوکل کے قدموں پر گر پڑی اور کہا اے امیر المومنین رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے اور آپ کے مابین

صلح ہو گئی ہے ' آپ نے مجھ سے صلح کر لی ' متوکل نے کہا خدا کی قسم میں نے بھی یہی خواب رات دیکھا تھا۔ پھر متوکل نے اس کو اس کی منزلت و قربت پر بحال کر دیا۔ جب متوکل قتل کر دیا گیا تو وہ اکیریہی اشعار پڑھا کرتی تھی (چنانچہ آپ بقا کبیر کے واقعہ میں اس کی وفا شعاری کی داستان پڑھ چکے ہیں)۔ بحتری نے خلق قرآن کے سلسلہ میں قید سے رہائی پا کر متوکل کی تعریف میں اور ابن داؤد کی ہجو میں اچھے شعر کہے ہیں۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی کچھ دیر کے لئے جب نیند آئی تو تو میں نے خواب میں دیکھا کوئی شخص مجھے آسمان کی طرف اٹھائے لئے جا رہا ہے اور کوئی یہ کہہ رہا ہے ایک بادشاہ ایک عادل بادشاہ کی طرف لیجایا جا رہا ہے وہ بادشاہ عفو میں مشہور ہے اور ظالم نہیں ہے ۔

ملک یقا در لی ملیک عا دل متفضل فی ا لعفولیس بجا ئر '

صبحدم بغداد میں سر من رائے (سامرہ) سے یہ خبر پہنچی کہ رات میں متوکل کو قتل کر دیا گیا۔
عمرو بن شیبان کہتے ہیں کہ جس رات متوکل کا قتل ہوا اسی رات کو میں نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص یہ اشعار پڑھ رہا ہے !

اے وہ شخص جس کی آنکھیں جسم میں سوتی ہیں اے عمرو بن شیبان اپنے آنسو بہاؤ
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ چند غنڈوں نے ہاشمی بادشاہ اور فتح بن خاقان کے ساتھ کیا کیا
وہ دونوں اللہ سے اس ظلم کی فریاد کر رہے ہیں اہل فلک کے سامنے ان قاتلوں کا بھی برا انجام ہو گا
بری بات سے بری بات ہی کی توقع کرنا چاہئے ان کو بھی اس مصیبت سے دو چار ہونا ہو گا
نمبر پر روؤ اور اپنے خلیفہ کا مرثیہ کہو کہ اس پر جن وانس دونوں آہ و بکا کر رہے ہیں

دو مہینے کے بعد میں نے متوکل کو پھر خواب مین دیکھا تو میں نے دریافت کیا کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ متوکل نے جواب دیا کہ مجھے احیا سنت کی نیکی کے صلہ میں بخشدیا گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے قاتلوں کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا' متوکل نے کہا کہ میں یہاں اپنے بیٹے محمد کا انتظار کر رہا ہوں وہ آجائے گا تو پھر اس کے ظلم کی فریاد خداوند تعالیٰ سے کروں گا۔

متوکل سے مروی احادیث

خطیب کہتے ہیں کہ ابوالحسن الاہوازی نے اور ان سے بروایت شجاع الاحمر بیان کیا گیا کہ متوکل نے بروایت اب وجدیہ بیان کیا کہ جریر بن عبداللہ نے کہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے وفق اور نرمی کو ترک کر دیا اس پر بھلائی حرام ہو گئی۔ (طبرانی نے جریر بن عبداللہ یہی حدیث دوسرے طریق سے بیان کیا ہے) ابن عساکر کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن مقاتل السوسی نے متعدد راویوں کے طریق سے علی بن جہم نے یہ بیان کیا کہ ہم متوکل کے پاس بیٹھے تھے، اثنائے گفتگو میں "جمال" زیر بحث آ گیا، متوکل نے کہا کہ اچھے بال بھی جمال میں داخل ہیں، اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھ سے معتصم اور معتصم، مامون سے بروایت رشید، مہدی اور مہدی نے اپنے اجداد سے بحوالہ ابن عباسؓ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا گوش مبارک کے نیچے ایک بالوں والا مسہ تھا دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک موتی جڑا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے خوبصورت تھے۔ آپ کا رنگ گندمی تھا اور قد مبارک درمیانی درجہ کا تھا، اسی طرح عبدالمطلب کی بنا گوش کے نیچے مسہ تھا اور ہاشم کے کان کی لو کے نیچے بھی مسہ موجود تھا

اسی سلسلہ میں متوکل نے ہم سے کہا کہ اسی طرح کا بالوں والا مسہ معتصم کے بھی تھا اور مامون۔ الرشید مہدی۔ منصور اور منصور کے باپ محمد اور ان کے باپ علی اور ان کے والد عبداللہ ابن عباسؓ میں سے ہر ایک کے اسی مقام پر مسہ تھا۔ میں جلال الدین سیوطیؒ کہتا ہوں کہ یہ حدیث تین جہتوں سے مسلسل ہے ایک تو کان کی لو کے نیچے مسہ کا بیان دوسرے آباؤ اجداد کا تسلسل، اور اب وجد کے ساتھ خلفاء کا تسلسل۔ اس کی اسنادیں ات خلفائے بنی عباس مسلسل ہیں۔

متوکل کے عہد میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا

ابو ثورؒ۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔ ابراہیم بن المنذر الحزامیؒ۔ اسحاق ابن راہویہ۔ اسحق الندیم۔ ممدوح المقری۔ زہیر بن حرب سحنون۔ سلیمان الشاذکوفی۔ ابو مسعود عسکری۔ ابو جعفر النفیلی۔ ابوبکر بن ابی شیبہ، اور ان کے بھائی۔ دیک الجن شاعر۔ حضرت عبدالملک بن حبیب امام المالکیہ، عبدالعزیز بن یحییٰ الغول شاگرد امام شافعیؒ عبیداللہ بن عمرو القواریری، علی بن المدینی۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر۔ یحییٰؒ بن معین۔ یحییٰ بن بکیر۔ یحییٰ بن یحییٰ۔ یوسف الازرق المقری

۔ بشر بن ولید الکندی المالکی ۔ ابن ابی داوٗد معتزلی (اللہ تعالی اس کتے کو اپنی رحمت سے محروم رکھے)۔ ابو بکر الہندلی العلاف (رئیس المعتزلہ اور گمراہوں کا سرغنہ) جعفر بن حرب (یہ مشاہیر معتزلہ میں سے تھا)۔ ابن کلاب المتکلم ۔ قاضی یحیی بن اکتم ۔ حارث المحاسبی ۔ حرملہ شاگرد اما شافعیؒ ۔ ابن سکیت (شہید) احمد بن منیع ' حضرت ذوالنون المصری (مشہور صوفی) ۔ ابو تراب النخشی ۔ ابو عمر الدوری المقری دعبل شاعر۔ ابو عثمان المازنی امام نحو اور دوسرے مشاہیر (رحمہم اللہ تعالی)

حواشی

۱۔ صفات الہی ورویت الہی پر مشتمل احادیث کا درس دیں (بحد ثوابا حادیث الصفات والروی ۃ)

۲۔ فرقہ جہمیہ جہم بن صفوان سے منسوب ہے جو قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرتا تھا اور اس نے ہی اس عقیدے کو اسلام میں پھیلایا۔

۳۔ تاکہ انہیں دور سے ہی پہچان لیا جائے کہ نصاریٰ ہیں اسی ذلت کا بدلہ نصاریٰ نے یوں لیا کہ انہوں نے ہمارے گلوں میں ٹائی اور بو بند ھوادی اور ہم فخریہ باندھتے ہیں۔

۴۔ حضرت امام احمد حنبل فوراً" ہی تشریف نہیں لے گئے اور اس وقت متوکل کا انتقال ہوچکا تھا لہٰذا المستنصر سے ملاقات ہوئی۔ متوکل نے آپ کو تلاش کرایا تھا لیکن آپ نہیں مل سکے تھے۔

۵۔ کراچی کے مطبوعہ نسخہ میں الفاظ یہ ہیں۔ "وکان المتوکل رافضی ۃ" لیکن صحیح یہ ہے۔ "وکان المتوکل ناصبی ۃ"۔ اگر وہ رافضی ہوتا تو جواب پر انہیں انعام سے نوازتا۔ (مترجم)

۶۔ اشعار کا ترجمہ :۔ وہ ذات جس کو زمانے نے ہم سے جدا کر دیا۔ میں نے اس کی یاد کی اس وقت گویا میں نے اپنے ہی نفس کی تعزیت کی رسول اللہ (ﷺ) کی قسم میں نے کہا کہ موت ہمارا راستہ ہے جو آج نہیں مرے گا وہ کل ضرور مرے گا۔

۷۔ یہ نشانیاں بہ سلسلہ توارث منتقل ہوتی رہتی ہیں ایسی خصوصیات جو غیر اکتسابی ہیں ہم عمل توارث کے ذریعہ اپنے باپ داوا اور دوسری پشتوں سے ورثہ میں پاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "نفسیات کے زاویئے"۔ (مترجم)

محمد ابو جعفر المنتصر باللہ!

نسب اور ولادت

المنتصر باللہ محمد ابو جعفر، بعض نے اس کو ابو عبداللہ بن المتوکل بن المعتصم الرشید کہا ہے (یعنی کنیت میں اختلاف ہے) یہ بھی ایک رومی کینز کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام حبشیہ تھا۔ المنتصر کا رنگ ملیح تھا، بڑی بڑی آنکھیں اونچی ناک اور میانہ قد تھا لیکن بھاری تن و توش کا تھا، توند نکلی ہوی، بڑے رعب و داب کا مالک، نہایت عاقل و فہیم، نیکیوں کی طرف راغب اور ظلم سے نفور تھا۔ بہت سخی تھا۔ علویوں کا تو خاص طور سے محسن تھا۔ متوکل کے زمانے میں علویوں پر جو ہیبت اور خوف طاری ہو گیا تھا اس کو اپنے لطف و مدار اسے زائل کر دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت (جس کی بندش تھی) کی اجازت دے دی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کو باغ فدک عطیہ میں دیدیا۔

ولیعہدی سے بھائیوں کی معزولی

منتصر اپنے باپ کو قتل کرا دینے کے بعد ماہ شوال ۲۴۷ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اس نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے بھائیوں یعنی معتز اور موئد کو ولیعہدی سے معزول کر دیا حالانکہ متوکل نے ان کو ولیعہد نامزد کیا تھا۔ رعیت میں عدل و انصاف کو عام کیا جس کے باعث اس کی ہیبت کے باوجود لوگ اس کی طرف مائل ہونے لگے، المنتصر حلیم الطبع اور کریم النفس بھی تھا وہ کہا کرتا تھا کہ عفو کی لذت سزا دینے کی لذت سے زیادہ شیریں ہے اور صاحب قدرت کے لئے انتقام لینا ایک شرمناک فعل ہے۔

ترکوں کا زوال

منتصر جب تخت پر بیٹھا تو سب سے پہلے ترکوں سے اس کی نظریں پھر گئیں وہ برملا ان کو گالیاں دیا کرتا تھا اور خلیفہ متوکل کے قتل کا الزام ان ہی کے سر دھرتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے ان کو بڑی بڑی سزائیں بھی دیں، ترکوں پر اس قدر شدت کی گئی کہ وہ اس سے عاجز آگئے چونکہ یہ ہیبتناک اور شجاع ہونے کے باوجود اعلیٰ درجہ کا عقلمند بھی تھا اس بنا پر (ترک کھلم کھلا اسکے ساتھ غداری نہیں کر سکتے تھے) ترکوں نے نہایت ہی خفیہ طریقہ سے المنتصر کے ذاتی طبیب ابن طیفور

کے پاس تیس ہزار دینار بطور رشوت پہنچا دیئے تاکہ کسی طرح وہ المنتصر کا خاتمہ کر دے اس نے بیماری کی حالت میں ایک زہر آلود نشتر سے اس کی فصد کھول دی جس کے باعث منتصر کا انتقال ہو گیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طبیب زہریلے نشتر کو صاف کرنا بھول گیا یہ طبیب خود بھی بیمار تھا اس نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنی نصد بھی اسی زہریلے نشتر سے کھلوائی اور خود بھی ہلاک ہو گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے اس کو ایک امرود میں زہر دیا گیا۔ا۔ منتصر نے امرود کھایا اور مر گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرض خناق (خوانیق) میں اس کا انتقال ہوا۔

دم نزع کا حال

کہتے ہیں کہ جب مرنے کا وقت قریب آیا تو اس کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے' اے مادر محترم! میرے ہاتھوں سے دنیا بھی گئی اور دین بھی گیا' میں اپنے باپ کی موت کا سبب بنا (اور میں نے اپنی آخرت تباہ کر لی) اور اب میں بھی چلنے میں جلدی کر رہا ہوں۔ چنانچہ منتصر ۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ میں چھ ماہ سے بھی کم تخت سلطنت پر متمکن رہ کر انتقال کر گیا' انتقال کے وقت اس کی عمر صرف چھبیس (۲۶) سال تھی۔

حواشی

ا۔ قیل بل مسم فی کمثرا۔ ص ۲۷۲ کمثریٰ بمعنی امرود

موت کی پیشگوئی

کہتے ہیں کہ ایک دن کھیل کے لئے بیٹھا (شطرنج یا چوسر کا کھیل ہو گا) اس نے اپنے باپ کے خزانے سے ایک بساط (فرش) نکلوا کر مجلس میں بچھوائی اس فرش کے وسط میں ایک دائرہ تھا اس دائرے میں ایک سوار کی تصویر بنی تھی اور اس کے سر پر تاج رکھا ہوا تھا اور اس دائرے کے حاشیوں پر کچھ فارسی اشعار لکھے تھے ' اس نے ایک فارسی داں کو اسی وقت اپنے حضور میں طلب کیا اور اس سے ان اشعار کا مطلب دریافت کیا فارسی داں ان اشعار کو پڑھکر جز بز ہوا اور منہ سے کچھ نہ بولا منتصر نے اس کو خاموش دیکھ کر پوچھا کہ کیا لکھا ہے اس نے کہا کہ بے معنی سے اشعار ہیں لیکن منتصر نے اصرار کیا تو اس کہا کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے ۔'

"میں شیرویہ ابن کسری بن ہرمزہوں میں نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا اس کے قتل کے بعد مجھے چھ مہینے سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا ۔'

یہ سن کر منتصر کا منھ اتر گیا اس نے اسی وقت حکم دیا کہ اس بساط کو جلا دیا جائے حالانکہ اس پر زربفت کا کام تھا (منسوجا" بالذہب) یعنی اس کی بنائی سونے کے تاروں کی تھی ۔

ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے کہ منتصر کے تخت نشین ہونے سے سلاطین مابعد صحیح النسب ہو گئے کیونکہ خود منتصر کی پانچویں پشت تک (اس کے آباؤ اجداد میں) یہ سلسلہ باپ سے بیٹے میں منتقل ہوتا رہا (ورنہ یہ ہوتا تھا کہ ایک فرد تخت پر بیٹھا اس نے اپنا ولی عہد اول بیٹے کو بنایا جب بھائی تخت پر بیٹھا تو برادرزادے کو معزول کر کے اپنے بیٹے کو کر دیا) اسی طرح اس کے بھائی معتز اور موئد بھی خالصا" حکمراں گزرے ہیں ۔ میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ معتصم باللہ بھی ایسا ہی حکمراں گزرا ہے جس کو تاتاریوں نے شہید کیا تھا اس کے آباؤ اجداد آٹھ پشتوں سے حکمراں تھے ۔

ثعالبی کہتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خاندان کسریٰ میں جو خالص بادشاہ گزرا ہے یعنی شیرویہ وہ بھی اپنے باپ کا قاتل تھا اور منتصر بھی جو خالص حکمراں تھا وہ بھی اپنے باپ کا قاتل تھا اور دونوں کو اپنے اپنے باپ کو قتل کرنے کے بعد چھ ماہ سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوئی ۔'

المستعین باللہ ابو العباس

نسب اور ولادت

المستعین باللہ ابو العباس احمد بن المعتصم بن الرشید! یہ متوکل کا بھائی تھا۔ اس کی ولادت ۲۲۱ھ میں ہوئی' یہ بھی مخارق نامی کینز کے بطن سے پیدا ہوا۔ مخارق صقلیہ کی رہنے والی تھیں۔ مستعین کا رنگ گورا ملاحت لئے ہوئے تھا لیکن چہرے پر چیچک کے نشانات تھے اور توتلا تھا۔

مستعین کی تخت نشینی

جب منتصر کا انتقال ہوا تو (ترک) اراکین سلطنت نے مشورہ کیا کہ متوکل کی اولاد سے کسی کو تخت سلطنت پر بٹھایا جائے' کچھ اراکین کی رائے تھی کہ احمد بن معتصم کو منتخب کیا جائے کہ وہ ہمارے ولی نعمت ۱ کا بیٹا ہے (احمد بن المعتصم ولد استاذنا) چنانچہ اسی رائے پر اتفاق ہوا اور اس کو ۲۸ سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بٹھا دیا گیا۲ اور یہ ۲۵۱ھ تک حکمرانی کرتا رہا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے دو ترکی سرداروں وصیف اور بغا کو قتل کرا یا (ان کا سلطنت کے سیاہ و سفید میں بڑا دخل تھا) اور ان ترک سرداروں کو بھی سلطنت کے عہدوں سے ہٹا دیا جو متوکل کے قتل کی سازش میں شریک تھے' ان چند واقعات سے ترک سردار اس سے ناراض ہو گئے' مستعین ان کے خوف سے بغداد چھوڑ کر سامرہ چلا گیا۔ ترک سرداروں نے اپنی بے باکی اور گستاخی پر معذرت چاہی اور اس کے پاس قاصد بھیجے اور درخواست کی کہ سامرہ سے پھر بغداد واپس چلا آئے لیکن مستعین نے وہاں سے واپس آنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت ان ترک سرداروں نے مشورہ کیا کہ اب مستعین کو قید کر لینا چاہیے چنانچہ انھوں نے معتز باللہ سے بیعت کر لی اور مستعین سے خلع بیعت کرلیا۔ معتز نے بیعت مکمل ہو جانے کے بعد فوراً" ایک عظیم لشکر کے ساتھ مستعین پر حملہ کر دیا (اور اہل بغداد کو مستعین کے قتل پر خوب چڑھایا) آخر کار دونوں میں جنگ ہوئی اور یہ جنگ کئی ماہ تک جاری رہی۔ بہت سے لوگ طرفین سے اس جنگ میں کام آئے لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ آخر کار مستعین کے مخالفین تنگ آ گئے اور انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ مستعین خلع بیعت پر آمادہ ہو جائے تو باہم صلح ہو جائے گی۔ آخر کار مستعین کی طرف سے قاضی اسماعیل نے خلع کے سلسلہ میں بہت سے تخت اور کڑی شرطیں لگائیں اور اس صلحنامہ کے بموجب ۲۵۲ھ میں باقاعدہ طور پر حکومت سے دستبردار ہو گیا۔ تمام قاضیوں نے اس خلع نامہ پر اپنی مہریں لگا دیں۔ دستبردار ہو کر مستعین واسط کی طرف چلا گیا۔ یہاں ایک امیر نے اس کو اپنی حراست میں لے لیا اور ۹ مہینے تک اپنی نگرانی میں رکھا۔ پھر امیر نے صدر حکومت یعنی سامرہ کی طرف اس کو روانہ کر دیا۔ معتز باللہ نے احمد بن طولون کو جو

سامرہ میں حکومت کا نمائندہ تھا لکھا کہ تم مستعین کو ٹھکانے لگا دو لیکن احمد بن طولوں نے بنو عباس کے ایک فرد کو قتل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ (واللہ میں خلیفہ کی اولاد کو قتل نہیں کروں گا) احمد بن طولون سے مایوس ہوکر معتز مستعین کو سعید حاجب کے قتل کر ڈالے ' چنانچہ حاجب نے اس کو ۳ شوال ۲۵۲ھ کو قتل کر دیا' قتل کے وقت اس کی عمر صرف اکتیس (۳۱) سال تھی

مستعین کی سیرت و اولیات :۔

مستعین بڑا نیک ' عالم ۔ فاضل ' ادیب ' اور فصاحت و بالاغت میں باکمال شخص تھا مستعین کی اولیات میں سے یہ ہے کہ اس نے عبا کی تین بالشت چوڑی آستین وضع کی۔ ٹوپیوں کی لمبائی کم کر دی ' پہلے لمبی ٹوپیاں پہنی جاتی تھیں۔ المستعین کے دور میں مندرجہ ذیل مشاہیر کا انتقال ہوا۔' عبد بن حمید ۔ ابوطاہر بن سرح ۔ الحارث بن مسکین ۔ البزی مقری ۔ ابو الحاتم بجستانی اور الجاحظ۔"

حواشی

۱۔ یہاں استاد سے اشارہ ولی نعمت کی طرف ہے معتصم کو ترک اپنا ولی نعمت سمجھتے تھے اس کی بدولت ترکوں کو اقتدار امرا حاصل ہوا تھا۔ ایک عجیب بات یہ ہے علامہ سیوطی مستعین کو معتصم کا فرزند کہتے ہیں اور دوسرے مورخین اس کو معتصم کا پوتا بتاتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ (مترجم)

۲۔ مستعین ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ کو تخت نشین ہوا۔

المعتز باللہ محمد۔

ولادت اور نسب۔

ال معتز باللہ محمد بن المتوکل بن المعتصم بن الرشید کی ولادت ۲۳۲ھ میں ہوئی یہ قبیحہ نامی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ زبیر کہتے ہیں کہ اس کا نام ابوعبداللہ بن متوکل بن معتصم بن ہارون رشید تھا۔ مستعین کے دستبردار ہو جانے کے بعد لوگوں نے اس سے ۲۵۲ھ میں بیعت کی اس وقت اس کی عمر ۱۹ سال ہو چکی تھی (بیسویں سال میں تھا) معتز سے قبل اتنی کم عمری میں بنی عباسؓ سے اور کوئی شخص تخت نشین نہیں ہوا۔

معتز نہایت خوبصورت جوان تھا علی بن حرب جو معتز کے حدیث شریف میں استاد تھے' کہتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ حسین اور کوئی امیر نہیں دیکھا۔ معتز باللہ پہلا سلطان ہے جس نے گھوڑوں کو سونے کا زیور پہنایا ورنہ اس سے پہلے کے سلاطین گھوڑوں کو چاندی کا زیور پہنایا کرتے تھے۔

معتز کے عہد کے اہم واقعات۔

جس سال معتز تخت حکومت پر بیٹھا اسی سال اشناس نے انتقال کیا' اشناس واثق کے عہد سے نائب السلطنت تھا' اس نے ترکے میں پچاس ہزار دینار چھوڑے' معتز نے یہ تمام رقم بحق حکومت ضبط کرلی اور اس کے بجائے علی بن محمد بن عبداللہ بن طاھر کو نائب السلطنت بنایا اور نیابت کا خلعت اس کو مرحمت کیا۔ ایک تلوار کے بجائے دو تلواریں باندھیں لیکن یہ زیادہ عرصہ تک نائب السلطنت کے عہدے پر فائز نہیں رہا۔' معتز نے اس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ اس کے بھائی ابو احمد کو نائب السلطنت کا منصب عطا کیا' اس کے سر پر سونے کا تاج رکھا اور دو جواہر سے آراستہ طرے لگوائے۔ دو تلواریں باندھیں' کچھ مدت بعد اس کو بھی معزول کر دیا اور رواسط بھیج دیا۔ اب یہ منصب بغا شرابی کو سونپا اور اس کو بھی تاج شاہانہ پہنایا۔ ایک سال گزرا تھا کہ بغا شرابی نے معتز کے خلاف بغاوت کر دی۔ مگر اس کو قتل کر دیا گیا اور امرائے لشکر نے اس کا سر معتز کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اسی سال ماہ رجب میں معتز نے اپنے بھائی موئد کو ولیعہدی سے معزول کر دیا' اس کے کوڑے لگوائے اور اس کو قید کر دیا جہاں وہ کچھ دن بعد مرگیا۔ اس کی موت سے معتز گھبرا گیا کہ کہیں موئد کے قتل کا الزام اس پر عائد نہ ہو چنانچہ اس نے بہت سے قاضیوں کو جمع کر

ان کے سامنے موئد کے سلسلے میں بہت سی شہادتیں پیش کیں اور معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

حکومت پر ترکوں کا اثر۔

معتز باللہ ترک سرداروں سے بہت ڈرتا تھا' ایک بار ترک سرداروں نے جمع ہو کر معتز سے کہا کہ ہمیں کچھ عنایت کیجئے تاکہ اس کے عوض صالح بن وصیف کو قتل کر ڈالیں معتز باللہ صالح بن وصیف سے بہت ڈرتا تھا چونکہ اس وقت خزانہ بالکل خالی تھا اس لئے اس نے اپنی ماں سے کچھ دولت طلب کی مگر اس نے انکار کر دیا مجبورا" اس نے ترکوں کو مال دینے سے معذوری ظاہر کی اس پر وہ بگڑ گئے اور فورا" معتز کو تخت سے اتارنے کی فکر کرنے لگے' ان ترکوں نے اپنے اس ارادے میں صالح بن وصیف اور محمد ابن بغا شرابی کو شریک کر لیا یہ لوگ مسلح ہو کر دارالخلافہ میں گھس آئے۔ معتز حرم سرا میں تھا۔ ان ترکوں نے معتز کو باہر طلب کیا لیکن معتز نے کہلا بھیجا کہ میں علیل ہوں اور میں نے دوا پی ہے کمزور ہوں اس لئے باہر نہیں آ سکتا۔ انہوں نے حرم سرا میں گھسکر معتز پر حملہ کر دیا۔ اور اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے حرم سرا سے دربار میں لائے اور خوب زدو کوب کیا اور پھر دھوپ میں کھڑا کر دیا چونکہ سخت گرمی تھی اس گرمی میں طمانچوں اور گھونسوں سے دھوپ میں بھی مارا اور اس کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ تخت سے دستبردار ہو جائے۔ کچھ لوگ قاضی بن ابی الشوارب کو بلا لائے اور ان کی موجودگی میں خلع کرایا اور پھر بغداد سے دارالخلافہ سامرہ لے گئے۔ یہاں سامرہ میں محمد بن واثق موجود تھا' یہاں اس کو معتز ہی نے پہلے بھیجا تھا' یہاں پہنچ کر معتز نے حکومت اس کے سپرد کر دی اور خود دستبردار ہو گیا اور اس سے بیعت کر لی۔ تخت سے دستبردار ہوئے ابھی پانچ روز ہی گزرے تھے' کہ لوگ اس کو غسل کرانے کے لئے حمام میں لے گئے۔ غسل کرنے کے بعد اس کو سخت پیاس لگی لیکن کسی نے پینے کے لئے پانی نہیں دیا جب وہ حمام سے باہر آیا تو اس کو برف کا پانی پینے کے لئے دیدیا جسے پیتے ہی معتز فورا" مر گیا' پہلا سلطان ہے جس کی موت تشنگی کے باعث ہوئی۔ مرگ معتز کا واقعہ ۸ شعبان ۲۵۵ھ میں پیش آیا۔

قبیحہ نے بیٹے کی جان لے لی۔

معتز کی موت نے اس کی ماں قبیحہ کو بدحواس کر دیا وہ ترکوں کے ڈر سے چھپ گئی پھر رمضان شریف میں صالح بن وصیف کو بہت سا مال دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ قبیحہ نے صالح بن وصیف کو تین لاکھ دینار نقد اور زمرد کی ایک چائے دانی جس میں بیش قیمت زمرد جڑے ہوئے تھے اور ایک دوسری چائے دانی جس میں بڑے بڑے موتی اور یاقوت جڑے تھے۔ بیش

کیں ان دونوں چائے دانیوں کی قیمت کا تخمینہ دو ہزار دینار کے قریب تھا۔ جب ابن وصیف کو اتنا مال قبیحہ نے پیش کیا تو اس نے کہا کہ اس کم بخت عورت نے اپنا بیٹا پچاس ہزار دینار بچا کر قتل کرا دیا حالانکہ اس کے پاس اس قدر مال موجود تھا۔ ابن وصیف نے یہ مال لیکر اس کی جان بخشدی اور اس کو مکہ مکرمہ بھیج دیا جو معتمد کی حکومت تک وہیں مقیم رہی، معتمد نے تخت نشین ہو کر اس کو پھر سامرہ بلا لیا۔ یہاں ۲۱۴ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

معتز کے زمانے میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا۔

حضرت سری سقطی" ۔ ہارون سعید الاعلی ۔ حضرت دارمی" صاحب مسند ۔ عتبی صاحب مسائل العتبیہ (مذہب مالکیہ کی مستند کتاب) اور دوسرے لوگ رحم اللہ تعالی۔

المھتدی باللہ۔

نسب اور ولادت۔

مہتدی باللہ (خلیفہ الصالح) محمد ابو اسحٰق بن واثق باللہ بن معتصم بن ہارون الرشید ام ولد وردہ کے بطن سے ۲۱۰ھ میں اپنے دادا معتصم باللہ کے زمانہ حکومت میں پیدا ہوا۔ بعض نے اس کا نام ابو عبداللہ واثق بن معتصم باللہ بتایا ہے۔

تخت نشینی۔

۲۹ رجب الرجب ۲۵۵ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اس سے سب سے اول بیعت کرنے والا معتز تھا۔ جو اسی کے حق میں تخت سے دستبردار ہوا تھا، صورت حال یوں ہوئی تھی کہ معتز اسکے سامنے بیٹھ گیا تھا پھر ترک سردار قاضی کو لے آئے اور گواہ پیش کر دیئے، انہوں نے قاضی کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ معتز حکومت سے عاجز ہے اور قاضی کے دریافت کرنے پر معتز اس بات کا اقرار کر لیا مہتدی نے اس کا عجز سنکر اپنا ہاتھ بیعت کے لئے بڑھایا اور معتز نے سب سے اول اس سے بیعت کی جس کے بعد مہتدی صدر مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔

مہتدی کا سراپا اور کردار۔

مہتدی گندمی رنگ کا تھا، دبلا پتلا اور خوبرو تھا بہت ہی عابد و زاہد اور احکام الہی کے اجراء

میں بہت سخت تھا' ان اوصاف کے ساتھ ساتھ بلا کا ذی فہم تھا۔ اسی طرح بہت شجاع تھا لیکن اس کو معتبر و مدد گار میسر نہ آسکے۔

مہتدی کا زہد

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ مہتدی باللہ تخت سلطنت پر تمکن سے اپنے قتل تک ہمیشہ صائم (روزہ دار) رہا۔ ہاشم بن قاسم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رمضان شریف کے مہینے میں مہتدی کے پاس بیٹھا تھا میں نے جب رخصت چاہی تو مہتدی نے کہا کچھ دیر اور بیٹھو میں بیٹھ گیا اس کے ساتھ ہی روزہ افطار کیا۔ افطار کے بعد اس نے ہم کو نماز پڑھائی پھر کھانا طلب کیا۔ بید کی ایک ڈلیا میں کھانا آیا جس میں چند روٹیاں تھیں اور دوسرے برتنوں میں' سرکہ' زیتون اور نمک رکھا تھا۔ مہتدی نے مجھ سے بھی شریک طعام ہونے کے لئے کہا میں کھانے میں شریک ہو گیا اور دل میں یہ خیال کیا کہ اور کھانا آتا ہو گا۔ مہتدی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ کیا تم روزے سے نہیں تھے۔ میں نے کہا کہ میرا روزہ تھا۔ اس پر مہتدی نے کہا تو کیا کل رکھنے کا خیال نہیں ہے' میں نے کہا کہ کیوں نہیں یہ تو رمضان شریف کا مہینہ ہے ضرور رکھوں گا۔ اس پر مہتدی نے کہا تو پھر اچھی طرح کھانا کھاؤ اور یہ خیال نہ کرو کہ کھانا اور آئے گا۔ ہمارے یہاں اس کے سوا کچھ اور کھانا نہیں ہے' میں نے یہ سن کر بہت تعجب کیا اور کہا کہ امیر المومنین! خداوند تعالیٰ نے آپ کو تمام نعمتیں عطا کر رکھی ہیں' یہ کیا ہے؟ کہا کہ تم یہ تو ٹھیک کہتے ہو مگر میں نے بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات پر جب غور کیا تو میں نے انہیں کم کھانے اور دنیا سے رغبت نہ رکھنے والا پایا۔ (یعنی وہ بہت کم کھاتے تھے اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے تھے) پھر میں نے اپنے خاندان پر نظر دوڑائی تو مجھے کوئی بھی ان جیسا نظر نہ آیا تو مجھے سخت غیرت آئی گئی کہ ہم لوگ بنی ہاشم کہلائیں اور بنی امیہ جیسے بھی نہ ہوں اس لئے میں نے یہ روش اختیار کر لی ہے جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ (چاہتا ہوں کہ بنو ہاشم میں بھی ایک عمر بن عبدالعزیز پیدا ہو۔

جعفر عبدالواحد کہتے ہیں کہ مہتدی اور میری کسی معاملہ میں گفتگو ہوئی جب بحث زیادہ بڑھی تو میں نے کہا کہ امام احمد بن حنبل بھی یہی فرماتے تھے اور اس مسئلہ میں وہ اپنے آباؤ اجداد کے خلاف عمل کرتے تھے البتہ خلفائے سابقہ اس کو تعلیم نہیں کرتے تھے یہ سن کر مہتدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ احمد بن حنبل پر اپنی رحمت نازل فرمائے واللہ اگر میرے لئے یہ جائز ہوتا کہ میں اپنے باپ سے قطع تعلق کر لوں تو میں اس پر ضرور عمل کرتا پھر مجھ سے کہا کہ اے جعفر! تم ہمیشہ حق بات ہی مجھ سے کیا کرو کہ جو شخص مجھ سے حق بات کہتا ہے وہ میری نظروں میں بہت قابل قدر

ہوتا ہے

نفطو یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض ہاشمیوں نے بیان کیا کہ ہم نے مہتدی باللہ کے پاس ایک جامہ دانی دیکھی تھی جس میں ایک کرتہ صوف کا ایک چادر اور دو ایک کپڑے رہتے تھے' مہتدی رات کے وقت انہی کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا۔

مہتدی نے تمام لوگوں کو لہو ولعب سے روک دیا تھا' گانا بجانا حرام قرار دے دیا تھا اور عاملوں کو سخت تاکید تھی کہ رعیت پر ظلم نہ کریں' دیوان کے معاملات میں مہتدی بہت سخت تھا خود وہاں اجلاس کیا کرتا تھا۔ محرروں اور محاسبوں کو اپنے سامنے بٹھاتا تھا اور روزان سے حساب کتاب لیتا تھا۔ دو شنبہ اور پنجشنبہ کو تعطیل کرتا تھا۔ (نافرمان) رؤسا کی ایک جماعت کے بر سر عام درے لگوائے تھے اور جعفر بن محمود کو بغداد بھیج دیا تھا لیکن جب اس کو خبر ملی کہ وہ رافضی ہے تو اس سے بھی سخت نفرت کرنے لگا۔

مہتدی کے دور کی شورشیں۔

موسیٰ بن بغا' رے سے ایک فوج لیکر سر من رائے میں صالح بن وصیف کے قتل کے لئے پہنچا تاکہ معتز کے خون کا بدلہ لے اور اس کی ماں قبیحہ کے جو اموال ضبط کر لئے ہیں ان کو واگذاشت کرائے۔ جب عوام الناس کو موسیٰ بن بغا کے خروج کا علم ہوا تو لوگوں نے ابن وصیف پر یہ آوازہ کسا کہ "اے فرعون تیرے لئے موسیٰ بن بغا نے سر من رائے پہنچ کر مہتدی سے باریابی چاہی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ مہتدی اس وقت دارالعدل میں بیٹھا ہوا تھا موسیٰ بغا نے اس پر یکبارگی حملہ کر دیا اور اس کی فوج نے مہتدی کو پکڑ کر ایک لاغر گدھے پر سوار کر کے دار ناجور روانہ کر دیا۔ قصر شاہی کو لوٹ لیا۔ مہتدی نے موسیٰ ابن بغا سے کہا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ کا خوف کر تیری نیت کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا خدا کی قسم میری نیت بخیر ہے' آپ ہم سے عہد کیجئے کہ آپ صالح بن وصیف کی حمایت نہیں کرینگے۔ مہتدی نے حلف اٹھایا اور موسیٰ بن بغا نے اپنے تمام لشکر کے ساتھ مہتدی سے تجدید بیعت کر لی۔ پھر موسیٰ نے صالح بن وصیف کو طلب کیا تاکہ اس کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ مگر صالح کہیں روپوش ہو گیا اور درپردہ مہتدی سے صلح کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس صورت میں لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ مہتدی کو معلوم ہے کہ صالح کہاں ہے یہ بات یہاں تک بڑھی کہ عوام مہتدی سے خلع بیعت کے لئے تیار ہو گئے۔ اور اس سلسلہ میں آپس میں مشورے ہونے لگے۔ یہ رنگ دیکھ کر مہتدی کمر سے تلوار لگا کر ان بدخواہوں کے سامنے پہنچا اور کہنے لگا!

"مجھے تمہارے منصوبہ کا علم ہو گیا ہے، تم مجھے مستعین اور معتز نہ سمجھنا (کہ آسانی سے دونوں کو تم نے موت کے گھاٹ اتار دیا) خدا کی قسم میں اس وقت غضبناک ہو کر نکلا ہوں اور اپنی زندگی سے مایوس ہو کر وصیتیں بھی کر آیا ہوں۔ یہ میری تلوار دیکھ رہے ہو جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے میں اس وقت تک تم کو تہ تیغ کرتا رہوں گا۔ آخر تقویٰ، حیا اور دین بھی تو کوئی چیز ہے۔ خلفاء کے ساتھ دشمنی اور خداوند تعالیٰ کے خلاف، جرات کیوں کر رہے ہو۔ یقین کرو مجھے صالح کا کوئی علم نہیں کہ وہ کہاں روپوش ہے"۔

اس تقریر سے لوگ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے اور ان کے شکوک ختم ہو گئے۔ موسیٰ بن بغا نے منادی کرا دی کہ جو کوئی شخص صالح کو حاضر کرے گا اس کو دس ہزار دینار انعام میں دیئے جائیں گے لیکن سخت تلاش اور جدو جہد کے باوجود اس کا کہیں پتہ نہیں چلا، اتفاقاً" موسم گرما میں کچھ سپاہی تمازت آفتاب کے بچنے کے لئے ایک مکان میں جسکا دروازہ کھلا ہوا تھا چلے گئے دیکھا تو صالح سو رہا ہے۔ سپاہیوں نے اس کو فوراً" پہچان لیا۔ اس وقت صالح بالکل تنہا تھا سپاہیوں نے فوراً" موسیٰ کو خبر دی اس نے کچھ فوجی بھیج کر اس کو قتل کرا دیا۔ اور اس کا سر کٹوا کر سارے شہر میں اس کی تشہیر کرائی۔ مہتدی کو صالح کے قتل سے بہت رنج ہوا لیکن اپنی آرزودگی کسی پر ظاہر نہیں ہونے دی اور جب کچھ مدت بعد موسیٰ سردار باکیال کے ساتھ قریہ سن کی طرف امیر مساور کی تلاش میں روانہ ہوا تو مہتدی نے امیر باکیال کو لکھا کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ترکوں کے سردار مفلح کو بھی قتل کر دیا جائے، اگر قتل کرنا ممکن نہ ہو تو دونوں کو قید کر لیا جائے، باکیال نے مہتدی کا یہ خط موسیٰ کے سامنے رکھ دیا موسیٰ اپنے قتل کا حکم نامہ دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گیا اور مہتدی کے قتل کا ارادہ کر کے اسی مقام سے پلٹ پڑا، اور مہتدی پر اپنے لشکر کے ساتھ ٹوٹ پڑا۔ موسیٰ بن بغا کی ترک افواج کا مقابلہ مہتدی کی طرف سے اہل مغرب، اہل فرغانہ اور اسوسنیہ کی افواج نے کیا اور مہتدی کی فوجوں نے ایک دن میں چار ہزار ترکوں کو قتل کر ڈالا لیکن لڑائی طول کھینچتی چلی گئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مہتدی کے لشکر نے شکست اٹھائی مہتدی کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کو عجیب طرح سے مارا گیا یعنی اس کے خصیے دبا کر مار ڈالا۔

مہتدی کی ہلاکت کا واقعہ رجب المرجب ۲۵۶ھ میں پیش آیا ۱۰۔ مہتدی تخت سلطنت پر ۱۱ ماہ پندرہ دن تک متمکن رہا۔ ان دنوں جب ترک فوجیں مہتدی سے نبرد آزما تھیں تو عوام نے بہت سے رقعے اور پرچے لکھ کر مسجدوں میں ڈال دیتے تھے جن پر تحریر تھا کہ "اے مسلمانو! اپنے عادل اور عمر بن عبدالعزیز جیسے خلیفہ کی فتح و نصرت کی دعا کرو (اللہ اس کو دشمن پر فتح عطا

فرمائیے)۔

المعتمد علی اللہ

ولادت اور نسب

المعتمد علی اللہ ابو العباس (بقول بعض ابو جعفر) احمد بن متوکل بن معتصم بن رشید (ہارون الرشید) ایک رومی ام ولد فتیان کے بطن سے ۲۲۹ھ میں پیدا ہوا۔

جب مہتدی باللہ کا قتل ہوا تو معتمد جوسق کی جیل میں قید تھا۔ مہتدی کے قتل کے بعد لوگوں نے اس کو جیل خانے سے نکال لیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی' اس نے اپنے بھائی موفق باللہ کو ممالک شرقیہ کا عامل مقرر کر دیا اور اپنے بیٹے جعفر کو اپنا ولیعہد نامزد کر کے ممالک عربیہ اور مصر کا حاکم مقرر کر دیا۔ معتمد نے اس کو مفوض باللہ کا لقب عطا کیا۔ ان امور سے فارغ ہو کر معتمد خود لہو ولعب میں منہمک ہو گیا۔ رعیت کے امور سے بالکل غافل ہو گیا یہ رنگ دیکھ کر لوگ اس سے بدظن ہو گئے اور اس کے بھائی موفق کی جانب ان کا رجحان بڑھ گیا۔(رعیت موفق کو پسند کرنے لگی)۔

حبشیوں کی یلغار

معتمد کے عہد سلطنت میں زنگیوں نے بصرہ اور اس کے نواحی علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دی اور قرب و جوار کے تمام شہروں کو تباہ و برباد کر کے ان میں آگ لگا دی ہر طرف قتل و غارت کر کے تباہی مچا دی' کئی بار حبشیوں اور معتمد کے لشکروں میں مقابلہ ہوا۔ اکثر لشکر کی قیادت اس کے بھائی موفق نے کی اور داد شجاعت دی' کچھ دنوں بعد ہی عراق میں ایک وبا پھیل گئی جس کی تباہ کاریاں حبشیوں کی جنگ سے کچھ کم نہیں تھیں۔ بے شمار مخلوق اس وبا میں کام آگئی اس کے بعد روم کے نشیبی اضلاع میں خوب زلزلے آئے اور بہت سے لوگ ان زلزلوں میں جان گنوا بیٹھے ادھر تو وبال جان تباہ کاریاں تھیں اور ادھر زنگیوں سے جنگ جاری تھی۔ اس جنگ (ا) نے ۲۷۰ھ تک طول کھینچا آخر کار اسی سال زنگیوں کا سردار (سپہ سالار) بہبود نامی (اللہ تعالی کی لعنت اس پر ہو) اس جنگ میں مارا گیا۔ اصل میں یہ نبوت کا مدعی تھا یہ کہا کرتا تھا کہ میں عالم الغیب ہوں۔ صولی کہتے ہیں کہ ایک لاکھ پچاس ہزار مسلمان اس کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اس نے بصرہ میں صرف ایک دن میں تیس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ یہ اپنے منبر پر کھڑے ہو کر

برملا حضرت عثمان ' حضرت معاویہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب و شتم کرتا تھا ' علوی خواتین کو دو دو تین تین درہم میں نیلام کر کے ان کی اہانت کرتا تھا ' ایک ایک زنگی کے پاس دس دس علوی عورتیں بطور کینزوں کے تھیں چنانچہ جس وقت یہ مردود قتل ہوا اس کا سر نیزے پر چڑھا کر بغداد میں تشہیر کرائی گئی ' اس کے قتل سے لوگوں میں خوشی کی لہر دور گئی ' بڑی خوشیاں منائی گئیں ۔ شہر میں محرابیں بنائی گئیں وہ موفق کو دعائیں دیتے تھے ' شعراء نے موفق کی تعریف میں قصیدے کہے ' لوگ جہاں جہاں سے گرفتار ہو کر آئے تھے ان کو ان کے وطنوں میں لوٹا دیا گیا ۔ جیسے واسط ' رام ہرمز وغیرہ ان شہروں کے قیدیوں کی کثرت تھی۔

عظیم قحط سالی

۲۶۰ھ میں حجاز و عراق اور بلخ میں زبردست قحط رونما ہوا ایک بوری گیہوں کی قیمت ۱۵۰ دینار تک پہنچ گئی ' اسی سال رومیوں نے شہر لولو پر قبضہ کر لیا ۔

۲۶۱ھ میں معتمد نے اپنے فرزند جعفر مفوض الی اللہ کو ولیعہد اول مقرر کر دیا اور اس کو شام ' جزیرہ اور آرمینیہ کا حاکم مقرر کر دیا اور اپنے بھائی موفق باللہ (طلحہ) کو ولیعہد دوم بنا کر ممالک عرب ' بغداد ' حجاز ' یمن ' فارس ' اصبہان (اصفہان) ' رے ' خراسان ' طبرستان ' سجستان اور سندھ کا حاکم مقرر کر دیا ۔ (یہ تمام ممالک ممالک شرقیہ کہلاتے تھے) اس کے ساتھ ہی اس کو دو پرچم ایک سفید اور ایک سیاہ عنایت کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ مفوض الی اللہ جعفر کی عدم موجودگی میں موفق باللہ کی رائے پر عملدرآمد کیا جائے پھر یہ فرمان قاضی القضاۃ ابن ابی شوارب کی تصدیق و شہادت کے بعد در کعبہ پر آویزاں کر دیا۔

۲۶۶ھ میں رومی فوجوں نے دیار بکر پر قبضہ کر لیا اور اہل جزیرہ اور اہل موصل نے خوف سے ان شہروں کو خالی کر دیا ۔ اسی سال اعراب (بدوؤں) نے خانہ کعبہ کے (قیمتی زریں) پردوں کو لوٹ لیا۔

۲۶۷ھ میں احمد بن عبداللہ الخجابی ۔(۲) خراسان ' کرمان اور سجستان پر قابض ہو گیا اور اس کے بعد عراق پر قبضہ کرنے کی فکر کرنے لگا ۔ اس نے سکوں پر ایک جانب اپنا نام اور دوسری طرف معتمد کا نام مسکوک کرایا لیکن اس کے غلام نے اس کو اسی سال کے آخر میں ٹھکانے لگا دیا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے عظیم شر سے بچا لیا۔

موفق باللہ ۲۶۴ھ میں چونکہ معتمد پر خروج کیا تھا اس لئے معتمد کا دل اس کی طرف سے

صاف نہ تھا اور ہر لحظہ و ہر لمحہ یہ بدگمانی بڑھتی ہی چلی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۲۶۹ھ میں معتمد نے نائب السلطنت مصر احمد ابن طولون سے درپردہ کچھ مراسلت کی اور دونوں اس امر پر متفق ہو گئے جس کے نتیجہ میں ابن طولون لشکر عظیم لیکر دمشق کی طرف روانہ ہوا اور ادھر سے معتمد بھی بغیر کسی برے ارادے کے دمشق پہنچنے کے لئے روانہ ہو گیا جب ابن طولون اور معتمد کے لشکروں کی روانگی کی خبر موفق کو ملی تو اس نے اپنے ایک خاص امیر اسحاق بن کنداج کو لکھا کہ تم کسی ترکیب سے معتمد کو سامرہ واپس کر دو اور ابن طولون سے نہ ملنے دو' یہ حکم نامہ ملتے ہی اسحاق بن کنداج نصیبین سے معتمد کی طرف چل پڑا اور موصل و حدیثہ کے درمیان ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اسحاق نے ناصحانہ انداز میں کہا کہ اے امیرالمومنین آپ نے ایسے وقت میں اپنے مستقر اور دارالخلافہ کو چھوڑ دیا ہے جب کہ آپ کا بھائی (موفق) آپ کا دشمن ہو رہا ہے اگر آپ کے دشمن کو اس کی خبر ہو گئی تو یقیناً" وہ آپ کے موروثی ملک پر قابض ہو جائے گا اور پھر آپ سے اس کا کچھ تدارک نہیں ہو سکے گا۔ ادھر اسحاق بن کنداج نے اپنے کچھ آدمی درپردہ اس کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کیلئے مقرر کر دیئے' ادھر معتمد سے کہلا بھیجا کہ آپ کا یہاں قیام کرنا مناسب نہیں ہے آپ فوراً" دارالحکومت کو پلٹ جائیں۔ معتمد نے پیام پا کر اسحاق سے کہا کہ تم اس بات پر حلف اٹھاؤ کہ نہ مجھ پر سختی کرو گے اور نہ مجھے موفق کے حوالے کرو گے۔ ابن کنداج نے حلف اٹھا لیا کہ میرے ہاتھ سے آپ کو ایذا نہیں پہنچے گی چنانچہ حلف اٹھوا کر معتمد سامرہ کی جانب پلٹ پڑا اور ساتھ ہی ساتھ اسحاق بن کنداج بھی۔

اسحاق بن کنداج کی غداری۔

معتمد سامرہ کی جانب جا رہا تھا کہ راستے میں صاعد بن مخلد۔(۲) سے ملاقات ہوئی' اسحاق بن کنداج نے معتمد کو اس کے سپرد کر دیا اور خود اس معاملہ سے الگ ہو گیا۔ صاعد بن مخلد نے معتمد کو دارالحکومت جانے سے روک دیا اور احمد بن خبیب کے گھر میں اس کو اتار دیا اور پانچ سو سوار معتمد کی نگرانی پر مقرر کر دیئے تاکہ وہ یہاں سے دارالحکومت (سامرہ) نہ نکل جائے جب یہ خبر موفق کو پہنچی کہ اسحاق بن کنداج نے عظیم الشان کام کیا ہے تو اسحاق کو خلعت اور جاگیر عطا فرمائی اور اس کو ذوالمتدین اور صاعد کو ذوالوزارتین کے خطابات سے نوازا۔ صاعد برابر معتمد کے ساتھ ساتھ رہا اور معتمد بالکل اس کے قبضہ میں تھا اور معتمد کے پاس کوئی اختیار و اقتدار نہیں تھا۔ معتمد نے اپنی اس بے بسی پر چند شعر بھی کہے تھے (جس میں اپنی مجبوری کا اظہار بڑے درد انگیز طریقے پر کیا ہے)۔ یہ پہلا عباسی سلطان ہے جو اس طرح مجبور و مقہور ہوا اور اس کی اس طرح

نگرانی کی گئی ہے۔(۲)۔

ابن طولون اور معتمد کی حمایت

یہاں سے معتمد کو واسط کی طرف لے جایا گیا جب کہ ان تمام حالات کا علم ابن طولون کو ہوا تو اس نے تمام قاضیوں اور اعیان سلطنت کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ موفق نے چونکہ امیر المومنین (معتمد) کو قید کر رکھا ہے لہٰذا اب موفق کو ولیعہدی سے معزول کر دینا چاہئے' چنانچہ تمام حاضرین نے موفق کی معزولی کا فتویٰ دیدیا سوائے قاضی بکار بن قتیبہ کے' ان کی دلیل یہ تھی کہ تم نے اول میرے سامنے معتمد کا فرمان ولیعہدی پڑھا ہے جس کے ذریعہ سے موفق ولیعہد بنا ہے اب اس کی معزولی کے لئے بھی ضروری ہے کہ معتمد ہی کی جانب سے معزولی کا بھی فرمان جاری ہو۔ جب تک معتمد کی طرف سے معزولی کا فرمان تم پیش نہیں کرو گے میں موفق کی خلع کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔ اس کے جواب میں ابن طولون نے کہا کہ معتمد اس وقت موفق کی قید میں ہے ایسی صورت میں وہ اس کے خلاف کس طرح حکم دے سکتا ہے۔ قاضی بکار نے کہا کہ پھر میں بھی ایسی صورت میں کوئی حکم نہیں دے سکتا' ابن طولون نے بگڑ کر کہا کہ چونکہ تم دنیا میں ایک بے مثال قاضی کی حیثیت سے مشہور ہو گئے ہو اس لئے تمہارے اندر غرور پیدا ہو گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بڑھاپے نے تمہاری عقل مار دی ہے۔ اور تم سٹھیا گئے ہو' اس کے بعد ابن طولون نے قاضی بکار کو گرفتار کر لیا اور محبس میں ڈال دیا' اور اب تک جو کچھ عطیات ان کو دیئے گئے تھے سب ضبط کر لئے یہ عطیات تقریباً" دس ہزار دینار مالیت کے تھے' ادھر قاضی بکار بھی ان عطیات کو کام میں نہیں لائے تھے ان پر اپنی مہریں لگا کر رکھ چھوڑا تھا۔ ان کے واپس لینے میں ابن طولون کو کچھ زحمت نہ اٹھانی پڑی۔ موفق کو جب قاضی بکار کے ساتھ اس برتاؤ اور اپنے خلاف اس کی سازشوں کا علم ہوا تو اس نے اپنے زیر اقتدار ممالک میں حکم دے دیا کہ ابن طولون پر بر سر منبر لعنت بھیجی جائے۔

معتمد کی سامرہ میں واپسی

۲۷۰ھ میں معتمد سامرہ واپس آ گیا اور بغداد پہنچ گیا' محمد بن طاہر اس وقت ایک لشکر کے قائد کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ معتمد بالکل آزاد ہے۔ اسی سال ابن طولون کا انتقال ہو گیا اور موفق نے اس کی جگہ اپنے فرزند ابو العباس کو حاکم مصر مقرر کر دیا اور اس کو ایک لشکر جرار کے ساتھ وہاں بھیج دیا۔ یہاں خمارویہ ابن احمد بن طولون اپنے باپ کا

منصب اور جاگیریں سنبھال چکا تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ ابو العباس ابن موفق اور خمارویہ کے مابین ایک زبردست جنگ چھڑ گئی ' ایسی زبردست لڑائی ہوئی کہ زمین خون سے رنگین ہو گئی ۔ آخر کار مصریوں کو فتح ہوئی اور ابو العباس کو شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا ۔

بغداد میں سیلاب کی تباہ کاریاں

اسی سال نہر عیسیٰ ثبق (نہر دجلہ) کا بند ٹوٹ گیا اور بغداد کی بستی کرخ میں پانی بھر گیا جس کی وجہ سے ساتھ ہزار مکانات منہدم ہو گئے ۔ اسی سال طرطوس پر رومیوں نے حملہ کر دیا مگر کامیابی مسلمانوں کو ہوئی اور بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا یہ فتح معتمد و موفق کے عہد کی بیمثال فتح سمجھی جاتی ہے ۔ اسی سال عبداللہ بن عبید نے مہدویت کا دعویٰ کیا! (عبید خلفائے مصریٰ عبید اوریمن کے رافضیوں کا مورث اعلیٰ ہے) اپنے عقیدے کی اشاعت و تبلیغ کرتا رہا۔ ۲۷۸ھ میں اس نے حج کیا قبیلہ کنانہ اس سے بہت متاثر ہوا اور اس کی اقتدا قبول کر لی اور یہ لوگ اس کے ساتھ مصر چلے گئے۔ایک اور قبیلہ بھی اس کا پیرو ہو گیا اور اس کے ساتھ دیار مغرب تک وہ لوگ آگئے اس طرح اس سال سے مہدی کو ترقی ہونا شروع ہوئی ۔

۲۷۱ھ کے عجیب واقعات

صولی کہتے ھیں کہ ۲۷۱ھ میں ہارون بن ابراہیم الہاشمی نے بغداد میں اتنا اثر پیدا کر لیا کہ اپنے نام کا سکہ مسکوک کرنے کا حکم دیا اور چند دنوں تک یہ سکہ چلتا بھی رہا مگر بعد میں موقوف ہو گیا۔ ۲۷۸ھ میں دریائے نیل کا پانی اتنا سوکھ گیا کہ کہیں تری کا نام نشان بھی باقی نہیں رہا جس کی وجہ سے زبردست قحط پڑ گیا۔

اسی سال موفق باللہ کا انتقال ہو گیا۔۱ جس سے معتمد کو آرام اور چین کا سانس لینا نصیب ہوا۔

قرامطہ کا ظہور

اسی سال فرقہ قرامطہ کوفہ میں ظاہر ہوا ۔۲ یہ ملحدوں کی ایک جماعت ہے (یہ فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے) ان بدبختوں نے غسل جنابت کو غیر ضروری ٹھہرایا ۔ شراب کو جائز قرار دیا۔ اور اپنی اذانوں میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ۔ ان محمد بن الحنفیۃ رسول اللہ (معاذ اللہ ان بدبختوں نے ہر سال میں صرف دو دن کے روزے فرض قرار دیئے یعنی یوم النیر وزاور یوم

مہرجان کے روزے ، بیت المقدس کو حرم قرار دے کر اس کا حج کیا اور اس کو اپنا قبلہ بنایا ، فرائض اسلامیہ میں بہت کچھ کم و بیش کیا ۔ اور اپنی ان خرافات کو عالم و جاہل سب کے سامنے پیش کیا ان عقائد سے انکار کرنے والوں کو سخت تکالیف پہنچائیں۔

حکومت کا مزید انحطاط

۲۷۹ھ میں معتمد کی حکومت کو مزید ضعف اس وجہ سے پہنچا کہ ابوالعباس بن موفق کو موفق کی فوج نے اس کا جانشین مقرر کر دیا اور موفق اور معتمد کی تمام فوج پر اس کا اثر و اقتدار قائم تھا جب معتمد نے یہ دیکھا کہ فوج نے ابو العباس کو ولیعہد بنا دیا ہے تو معتمد نے بھی ایک مجلس عام منعقد کی اور اس مجلس میں اپنے بیٹے (جعفر مفوض الی اللہ) کی ولیعہدی سے معزول کر کے ابوالعباس ۔ (معتضد باللہ بن موفق) کو خود ہی ولیعہد نامزد کر دیا ۔ لوگوں سے اس کی ولیعہدی پر بیعت لی اور معتضد لقب تجویز کیا۔

فلسفہ اور مناظروں کی کتابوں پر پابندی

اسی سال معتضد نے احکام جاری کیے کہ آئندہ سے کوئی نجومی یا داستان گورا ستوں اور سڑکوں پر نہیں بیٹھے گا ۔ کتب فروشوں سے حلف اٹھوایا کہ وہ فلسفہ یا مناظرے کی کتب فروخت نہیں کریں گے ۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی معتمد کا اچانک شب دو شنبہ ۱۲رجب المرجب ۲۷۹ھ انتقال ہو گیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو زہر دے دیا گیا ، بعض کہتے ہیں رات میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ۔ معتمد نے ۲۳ سال حکومت کی ۔ چونکہ اس کے عہد میں ہر معاملہ پر موفق چھایا رہا اور معتمد اس سامنے بے بس ہی رہا اس لئے اس کی زندگی کچھ تلخ ہی گزری (اس کو حکومت اور حکمرانی کا پورا پورا مزا نہیں ملا) معتمد کے زمانے میں حسب ذیل علماء فضلا اور مشاہیر نے انتقال کیا۔

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ ، حضرت امام مسلم ؒ، حضرت ابوداؤدؒ حضرت ترمذیؒ ۔ حضرت ابن ماجہؒ ۔ (رحمہم اللہ تعالی علیہم)۔ ربیع الجیزیؒ ۔ ربیع المرادی۔ مزنیؒ ۔ یونس بن عبدالاعلی ۔ زبیربن بکار ۔ أبو الفضل الریاشی محمد بن یحیی ذیلی ۔ حجاج بن شاعر العجلی الحافظ ۔ قاضی القضاۃ ابن ابی شوارب ؒ ۔ السوسی المقری ۔ عمر بن شیبہ ابو ذرعۃ الرازی ۔ محمد بن عبداللہ الحکم ۔ قاضی بکارؒ داؤد الظاہری ۔ ابن دارۃ ۔ بقی بن مخلد ۔ ابن قتیبہ اور ابو حاتم الرازی وغیرہم۔

عبداللہ المعتز نے معتمد کی تعریف میں کچھ اشعار کہے تھے جن میں سوائے مبالغہ کے اور کچھ نہیں ہے (مترجم نے اسی لئے ان اشعار کو نظر انداز کر دیا ہے) صولی کہتے ہیں کہ ایک کاتب معتمد کا صرف اس کام کے لئے مخصوص تھا جو اس کے اشعار سونے کے پانی سے لکھا کرتا تھا۔ ابو سعید بن سعید نیشا پوری نے بھی معتمد کا مرثیہ لکھا تھا۔

حواشی

۱۔ یہ جنگ ۲۵۶ھ سے شروع ہوئی تھی۔

۲۔ یہ نجستان کا باشندہ تھا اور یہ طاہر کے متوسلین میں سے تھا' خراسان کی حکومت حاصل کر کے اپنا اقتدار بڑھایا اور آخر کار عباسیوں کے ملک بھی چھین لئے۔ لیکن اس نے صفاریوں کا اقتدار ختم کر دیا۔

۳۔ یہ موفق باللہ کا کاتب تھا۔

۴۔ اسحاق بن کنداج معتمد کے ساتھ آنے والے لشکر کے سرداروں کو پہلے ہی گرفتار کر چکا تھا۔

۵۔ علامہ سیوطی نے یہ نہیں فرمایا کہ انتقال کہاں ہوا۔ حالانکہ معتمد کے حالات میں یہ اہم شخصیت ہے موفق نے مصر میں وفات پائی ۲۷۰ھ سے ۲۷۳ھ کے واقعات بہت اہم ہیں۔

۶۔ یہاں بھی داعی کا نام نہیں لکھا گیا۔ کوفہ میں ظہور کرنے والے فرقہ قرامطہ کا پہلا داعی حمدان قرمط تھا کوفہ کے مقام نہرین میں ظاہر ہوا (شمس)

المعتضد باللہ احمد

نسب ولادت

المعتضد باللہ احمد ابو العباس ابن ولیعہد موفق باللہ طلحہ بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید المعتضد ذیقعدہ ۲۴۲ ھ میں پیدا ہوا' صولی کہتے ہیں کہ یہ ماہ ربیع الاول ۲۴۳ھ میں ام ولد صواب نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ بعض اس کی ماں کا نام حرز بتاتے ہیں اور بعض نے ضرار بتایا ہے۔

یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ معتضد کے چچا معتمد نے اس کو اپنی زندگی میں ولیعہد نامزد کر دیا تھا اور اس پر بیعت لے لی تھی۔ معتضد اپنے چچا معتمد کے مرنے کے بعد رجب ۲۷۹ھ میں تخت نشین ہوا اور لوگوں نے اس سے بیعت کی۔

معتضد کی سیرت و صورت

خاندان بنی عباس میں معتضد بہت خوبصورت بڑا جوانمرد' رعب و داب والا' صاحب جبروت' ذی فہم' مدبر اور سخت گیر سلطان گزرا ہے' اس کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ تنہا شیر پر حملہ کر دیا تھا۔ جب اس کو کسی پر غصہ آ جاتا تھا تو پھر معاف نہیں کرتا تھا' اکثر مجرموں کو زندہ زمین میں گڑوا دیتا تھا۔ معتضد عظیم سیاست داں تھا۔

عبداللہ بن حمدون کہتے ھیں کہ ایک بار معتضد شکار کو گیا میں بھی اس کے ساتھ تھا' جب ہم ککڑیوں کی پالیز کے پاس سے گزرے تو رکھوالے نے فریادیوں کے طور پر آواز دی۔ معتضد رک گیا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے اس نے کہا کہ آپ کے تین غلام میری پالیز میں آئے اور اس کا ناس لگا دیا۔ معتضد نے ان غلاموں کو طلب کر لیا۔ اگلے روز اسی کھیت کے کنارے ان تینوں غلاموں کی لاشیں لٹکی ہوئی تھیں ۔ا۔ ایک عرصہ کے بعد معتضد نے مجھ سے کہا کہ تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ لوگ مجھ سے پوری طرح خوش کیوں نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ محض اس لئے کہ آپ خونریزی کو پسند کرتے ہیں (ادنی ادنی جرم پر قتل کرا دیتے ہیں)۔ یہ سنکر معتضد نے کہا کہ خدا کی قسم میں کسی کی جان بلاوجہ نہیں لیتا۔ (جس روز سے میں تخت نشین ہوا ہوں آج تک میں نے بلا سبب کسی کا خون نہیں بہایا ہے) اس پر میں نے کہا کہ بتایئے آپ نے احمد ابن الطیب کو کیوں قتل کرا دیا (کیا اس کا خون بے وجہ

نہیں بہایا گیا) معتضد نے کہا کہ وہ مجھے الحاد کی طرف مائل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا اچھا ان تین غلاموں کو کیوں قتل کرا دیا جو ایک پالیز میں گھس گئے تھے۔ معتضد نے کہا کہ کہ خدا کی قسم میں نے ان کو قتل نہیں کرایا بلکہ میں نے تین ڈاکوؤں کو قتل کرایا تھا وہ تینوں چور بھی تھے اور قاتل بھی ' ان کا قتل تحقیقات کے بعد کرایا گیا ہے۔

معتضد زانی یا لوطی نہیں تھا

قاضی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ ایک روز میں معتضد کے پاس گیا" اس وقت اس کے پیچھے چند نہایت ہی خوبصورت نوجوان کھڑے تھے میں نے ان کی طرف دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ جب میں چلنے لگا تو معتضد نے مجھ سے کہا ' قاضی اسمٰعیل! بدگمانی نہ کرنا واللہ آج تک میں نے حرام پر اپنا انداز نہیں کھولا ایک موقع پر میں معتضد کے پاس گیا تو معتضد نے مجھے ایک کتاب دی اس کتاب میں کسی شخص نے علماء کی لغزشوں کو جمع کیا تھا۔ کہ کس طرح حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا گیا تھا۔' میں نے کتاب کو دیکھ کر کہا کہ اس کا مولف زندیق ہے۔ معتضد نے کہا کہ زندیق ہے یا کاذب ہے؟ میں نے کہا کہ کاذب نہیں بلکہ زندیق ہے ' جس نے شراب کو مباح کہا کیا اس نے متع کو مباح نہیں کہا اور جس نے متع کو مباح سمجھا کیا اس نے غنا کو مباح نہیں سمجھا اور کوئی بھی ایسا عالم نہیں ہے جس سے لغزش نہ ہوئی ہو اور جسنے عالموں کی لغزشوں کو تلاش کیا اور ان کو ٹٹولا اس کا دین گیا۔ یہ سن کر معتضد نے وہ کتاب جلا ڈالنے کا حکم دے دیا۔

معتضد کی بصیرت

معتضد بہت ہی ہوشمند' تیز فہم اور صاحب ہیبت شخص تھا۔ ہر ایک کام بڑی دانائی سے کرتا تھا ' اس نے جتنی لڑائیاں لڑیں ان میں وہ کامیاب ہوا۔ ملکی معاملات اور ان کی گتھیوں کو بڑی اسلوبی سے سلجھتا تھا اور ہر معاملہ کو خوب سمجھتا تھا۔ اس نے بڑے زور شور سے حکومت کی اور سلطنت و حکمرانی کا خوب لطف اٹھایا۔ لوگوں پر اس کی ہیبت اس طرح طاری تھی کہ اسکے عہد میں کسی کو فتنہ پردازی کی جرات نہ ہو سکی بلکہ تمام فتنے دب گئے تھے اس لئے ملک میں امن قائم ہو گیا تھا۔ رعیت بڑے آرام سے تھی اس کا دور رعیت کے لئے نہایت امن وامان اور سکون کا دور تھا۔ اس نے لگان میں کمی کر دی تھی۔ ہر طرف عدل و انصاف کو عام کر دیا تھا ' رعیت سے ظلم و ستم کو ختم کرا دیا تھا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ

رعیت پر ظلم کر سکے ۔ عباسیہ حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی تھیں لیکن اس نے اپنی بصیرت اور ہوشمندی سے اس عمارت کو گرنے سے بچا لیا ان اوصاف کے باعث اس کا نام سفاح ثانی مشہور ہو گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عباسیہ حکومت کی بنیادیں تو المتوکل کے قتل ہی کے وقت سے ہل گئی تھیں لیکن معتضد نے ان کو استوار کر دیا اور وہ اندیشہ جاتا رہا: ابن رومی نے معتضد کی تعریف میں لکھا ہے ۔

هنيا بنى العباس ان اما مكم اما م الهدى والبا س والجود احمد۔

اے بنی عباس! تم کو مبارک ہو کہ تمہارا بادشاہ امام الہدی صاحب جو دو سخا احمد ہے۔

كما با بى العبا س انشئى ملكم كذا با بى العبا س ايضا " يجدد'

جس طرح ابو العباس سے تمہاری بادشاہت کا آغاز ہوا اسی طرح ابو العباس احمد سے اسکی تجدید ہو گئی ۔

اما م يظل الا مس يعمل نحوه تلهف ملهوف ويشتا قة الغد ۔

معتز نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار چند اشعار میں کیا تھا ۔

معتضد کے کارنامے

اس نے تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی کتب فروشوں کو فلسفیانہ اور اسی قسم کی دوسری کتابوں کے فروخت کرنے سے منع کر دیا تھا اسی طرح اس نے داستان گویوں اور نجومیوں کو راستوں اور گزر گاہوں پر بیٹھنے سے منع کر دیا تھا ۔ عیدالاضحی کی نماز پڑھائی اس میں پہلی رکعت میں چھ تکبیر کہیں ۲۰ اور دوسری میں صرف ایک اور اس نے خود خطبہ نہیں پڑھا ۔

۲۸۰ھ میں قیروان سے مہدویت کا ایک مدعی اٹھا (عبداللہ بن عبید) اور اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے قیروان پہنچا وہاں مہدویت کے داعی اور حاکم افریقہ کے درمیان خونریز جنگ ہوئی لیکن اس کا اقتدار روز بروز بڑھتا گیا اسی سال سندھ کے علاقہ دیبل سے اطلاع آئی کہ ماہ شوال میں یہاں چاند گرہن ہوا جس کے باعث کافی دیر تک اندھیرا رہا پھر اس کے بعد کالی آندھی آئی جو تین دن تک متواتر چلتی رہی جب آندھی ختم ہوئی تو اتنا شدید زلزلہ آیا کہ آبادیاں زمیں میں دھنس گئیں اور تقریبا ڈیڑھ لاکھ انسان مسمار شدہ مکانوں کے ملبے کے نیچے سے نکالے گئے ۔

۲۸۱ھ میں ارض روم کا شہر مکوریہ معتضد نے فتح کیا' اسی سال تمام طبرستان میں پانی کی

اس قدر کی ہو گئی کہ تین رطل پانی ایک درہم میں دستیاب ہوتا تھا۔ قحط کا یہ عالم تھا کہ لوگ مردار کھانے لگے ' اسی سال معتضد نے مکہ معظمہ میں دارالندوہ ۔(۳) کو منہدم کرا کر مسجد حرام کے پاس ایک اور مسجد تعمیر کرا دی ۔

۲۷۲ھ میں معتضد نے ان تمام قبیحہ رسومات کو بند کرا دیا جو مسلمانوں میں جاری و ساری تھیں نو روز کے دن (مجوسیوں کی طرح) آگ روشن کرنے اور لوگوں پر پانی چھڑکنے سے مسلمانوں کو منع کر دیا گیا ۔ کیونکہ یہ طریقہ مجوسیوں کا تھا ۔ اس سال معتضد نے قطرالندیٰ بنت خمارویہ بن احمد بن طولون سے نکاح کیا۔ ماہ ربیع الاول میں رخصتی عمل میں آئی ۔ اور قطر الندی اپنے ساتھ جہیز میں چار ہزار جواہر سے مرصع کمر بند (پیٹیاں) اور دس صندوق جواہر سے بھرے ہوئے لیکر آئی۔

۲۷۳ھ میں معتضد نے اپنی مملکت میں یہ اعلان کروا دیا کہ آئندہ سے ذوی الارحام ۔۴ کو بھی میراث دی جائے اور نقد میراث بند کر دیا جائے ۔۵ ۔ اس حکم سے لوگ بہت خوش ہوئے اور معتضد کو دعا دیں۔

۲۷۴ھ میں مصر میں فضا پر ایک عجیب گہرے قسم کی سرخی ظاہر ہوئی ۔ سرخی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ چہرے اور دیواریں بھی سرخ نظر آتی تھیں لوگوں نے بڑے خصوع و خشوع کے ساتھ دعائیں مانگیں یہ سرخی عصر کے وقت سے رات تک رہتی تھی ۔ ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ اسی سال معتضد نے ارادہ کیا کہ حضرت امیر معاویہؓ پر برسر منبر سب و شتم کیا جائے' لیکن معتضد کے وزیر عبیداللہ نے اس کو اس فعل سے باز رکھنا چاہا اور کہا کہ لوگوں میں اس بات سے شورش پیدا ہو جائے گی مگر معتضد نہیں مانا اور تبرا کرنے کے احکام جاری کر دیئے ۔ حکمنامے میں معتضد نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب اور حضرت امیر معاویہؓ کے معائب بیان کئے تھے ' قاضی یوسف نے معتضد سے کہا کہ امیر المومنین مجھے آپ کے اس فعل سے فتنے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے آپ ایسا نہ کیجئے اس نے کہا کہ اس کا علاج یہ میری تلوار ہے ۔ قاضی یوسف نے کہا کہ ان علویوں کا کیا علاج کیجئے گا جو تمام اکناف عالم میں منتشر ہیں جب وہ اپنے اس قدر فضائل سنیں گے تو آپ پر وہ یقیناً" خروج کرینگے اور لوگ بھی ان کے مناقب و فضائل سن کر ان کا ساتھ دیں گے ' یہ سن کر معتضد اس خیال سے باز آگیا اور احکام تبرا واپس لے لئے ۔

۲۷۵ھ میں شہر بصرہ میں ایک عجیب و غریب قسم کی آندھی آئی پہلے زرد رنگ کی تھی پھر سبز رنگ کی ہو گئی اس کے بعد سیاہ پڑ گئی اور تمام شہروں کی فضا پر پھیل گئی پھر آسمان سے

ایک چادر گری اس کا وزن تقریباً" ڈیڑھ سو درہم تھا۔ اس آندھی سے سینکڑوں درخت اکھڑ گئے اس کے بعد آسمان سے سیاہ و سفید پتھر برسے۔

۲۸۶ھ میں بحرین کے علاقہ میں ابوسعید القرملی نے ظہور کیا اور بہت جلد اس نے قوت پکڑ لی یہ اسی طاہر سلیمان کا بیٹا تھا جس نے حجر اسود کو اکھیڑنے کا ارادہ کیا تھا اور سعید قرملی اور معتضد کی فوجوں کے درمیان کئی بار مقابلہ ہوا لیکن ہر بار معتضد کی فوج نے شکست کھائی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قرملی بصرہ اور اس کے نواحی علاقے پر قابض ہوگئے۔

معتضد کے مزید حالات

خطیب اور ابن عساکر نے ابو الحسین الحصیبی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ معتضد نے ایک بار قاضی ابو حازم سے کہلا بھیجا کہ فلاں شخص کے ذمہ میرا اتنا اتنا روپیہ قرض ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھاری عدالت میں اس شخص پر بہت سے لوگوں نے دعوے کئے ہیں اور تم نے مقروض پر ڈگری دے دی (ادائے قرض کا فیصلہ صادر کر دیا ہے) اور لوگوں کو ان کا مال اور روپیہ دلوایا ہے۔ اب میرا مال بھی مجھے دلوادو۔ قاضی ابو حازم نے کہلا بھیجا کہ امیر المومنین کو یاد ہو گا کہ عہدہ قضا جب مجھے دیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں امر عدالت اپنی گردن سے نکال کر تمھاری گردن میں ڈال رہا ہوں۔ لہٰذا اب مجھے جائز نہیں ہے کہ میں بغیر گواہوں کے کسی شخص کے دعوے کو صحیح مان لوں (خواہ وہ آپ ہی کی ذات کیوں نہ ہو) آپ پہلے گواہ پیش کیجئے! اس کے جواب میں معتضد نے لکھا کہ میرے گواہ فلاں فلاں دو معزز اشخاص ہیں قاضی ابو حازم نے پھر لکھا کہ آپ ان گواہوں کو میرے رو برو عدالت میں پیش کیجئے تاکہ میں ان سے جرح کر لوں۔ وہ معزز آپ کے لئے تو ہو سکتے ہیں لیکن میں ان کو معزز کیسے تسلیم کر لوں اگر وہ دونوں شرعیت کے بموجب قابل گواہی ہوئے اور انھوں نے گواہی دی تو آپ کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے ورنہ جو کچھ میرے نزدیک صحیح ہو گا اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا' معتضد کے گواہوں نے جرح کے خوف سے قاضی ابو حازم کے سامنے پیش ہونے سے گریز کیا اور آنے سے انکار کر دیا چنانچہ قاضی ابو حازم نے معتضد کا دعویٰ خارج کر دیا۔

ابن حمدون کہتے ہیں کہ معتضد نے ارادہ کیا کہ بحیرہ میں ساٹھ ہزار دینار کی لاگت سے ایک عمارت تعمیر کرائے جہاں اپنی کنیزوں خصوصاً" اپنی چہیتی کنیز دریرہ کے ساتھ [illegible] ابن بسام شاعر نے فوراً" کچھ شعر کہ ڈالے جس میں دریرہ پر طعن و طنز کیا تھا لیکن معتضد نے

اس ہجو کو برداشت کر لیا اور پھر کچھ سوچ کر اس قیمتی عمارت کو منہدم کرا دیا۔ چند روز کے بعد دریرہ کا انتقال ہو گیا اس کی موت پر معتضد نے درد انگیز اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا مرثیہ لکھا:۔

یا حبیبا لم یکن بعد له عندی حبیب

اے حبیب میرا محبوب مجھ سے کچھ دور نہیں ہے

انت عن عینی بعید و من القلب قریب

اے محبوب تو میری آنکھوں سے دور ہے مگر میرے دل کے تو قریب ہے

لیس لی بعدک فی شئی من اللهو نصیب۔

تیری دوری میں مجھے کسی چیز میں اب لطف میسر نہیں ہے۔

معتضد کا انتقال

ربیع آلاخر ۲۸۹ھ میں معتضد سخت بیمار ہوا' اس کی بیماری کی وجہ یہ تھی کہ کثرت جماع کے باعث اس کے اعضائے رئیسہ میں بہت تغیر آ گیا تھا چنانچہ علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن مرض پھر عود کر آیا اور بروز دو شنبہ ۲۲ ربیع آلاخر ۲۸۹ھ کو اس کا انتقال ہو گیا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ معتضد کو بہت سے مرض لاحق تھے' نزع کے وقت ایک طبیب آیا اور اس نے نبض دیکھنے کے لئے جیسے ہی اس کی نبض پر انگلی رکھی معتضد نے آنکھیں کھول دیں اور طبیب کے ایسی لات ماری کہ وہ نیچے گر پڑا اور گرتے ہی شدت ضرب سے مر گیا ادھر معتضد کی بھی جان نکل گئی۔

معتضد بہت اچھا شاعر تھا اس کے اکثر اشعار مشہور ہیں۔ ابن معتز لہ اور صولی وغیرہ نے اس کی وفات پر مرثیے کہے ہیں' معتضد نے اپنے پسماندگان میں چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔ معتضد کے عہد میں ان علماء و مشاہیر نے انتقال کیا۔

وہ مشاہیر جنہوں نے معتضد کے زمانے میں انتقال کیا

ابن المواز مالکی۔ ابن الدنیاؒ۔ قاضی اسماعیل۔ حارث بن ابی اسامہ۔ ابو العیناؒ۔ المبرد۔ حضرت ابو سعید الخراز شیخ الطائفہ' التجری شاعر۔ ان حضرات کے علاوہ اور بہت سے لوگ۔

نوٹ:۔ صولی نے معتضد کے مرثیے میں صرف پانچ اشعار کہے ہیں اور ابن ال معتز نے ۱۴ اشعار' علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں دونوں حضرات کے اشعار اسی تعداد میں درج کئے

ہیں، یہاں ان اشعار کا ترجمہ محض بے سود سمجھ کر ترک کر دیا گیا ہے۔ (مترجم)۔

حواشی

۱۔ اس واقعہ کو معین الدین ندوی نے اپنی تاریخ میں بصراحت ایک اور انداز میں تحریر کیا ہے۔

۲۔ احناف میں تکبیریں دونوں رکعات میں چھ ہیں۔ یہ سات تکبیریں بترتیب مذکورہ کیسی

۳۔ دارالندوہ وہ مکان جہاں عہد رسالت ﷺ میں منافقین جمع ہوکر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔

۴۔ ذوی الارحام، ایک جد کی اولاد جدی رشتہ دار

۵۔ چونکہ ذوی الارحام ابتک ترکہ سے محروم تھے لہٰذا ذوی الارحام کو پہنچنے والا مال شاہی خزانہ میں جمع کر دیا جاتا تھا اور اس کے لئے ایک شعبہ میراث قائم تھا۔ امام مالک اور امام شافعی کے یہاں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہیں ہے صرف ذوی الفروض اور عصبات کا حصہ ہے ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی مین ترکہ محکمہ میراث میں داخل ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عصبات کے بعد ذوی الارحام میراث کے حقدار ہیں۔

۶۔ یہاں میں اس مرثیے کے صرف ان اشعار پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ علامہ سیوطی نے دس اشعار نقل کئے ہیں۔

۷۔ علامہ سیوطی نے معتضد کے مدت سلطنت و حکومت نہیں لکھی اس سے قبل انہوں نے یہ التزام رکھا تھا۔ بہرحال معتضد کی مدت سلطنت از ۲۷۹ھ تا ۲۸۹ھ مطابق ۸۹۶ء تا ۹۰۲ء یعنی چھ سال اور ایک ماہ تقریباً" (مترجم)

المکتفی باللہ ابو محمد

نسب و ولادت

المکتفی باللہ ابو محمد علی بن المعتضد۔ غرہ ربیع آلاخر ۲۶۴ھ میں ایک ترکیہ خاتون جیجک کے بطن سے پیدا ہوا۔ مکتفی بہت ہی حسین و جمیل شخص تھا بلکہ اس کا حسن ضرب المثل بن گیا تھا چنانچہ بعض شاعروں نے اس طرح اس کے حسن کی تعریف کی ہے اور اسکے حسن سے تشبیہ دی ہے۔

قایست بین جمالها وفعالها فاذالملاحة بالخیانة لا تفی

میں نے اسکے جمال اور اسکی سیرت دیکھکر یہ قیاس کیا کہ ملاحت (حسن) اور خیانت دونوں جمع نہیں ہو سکتے

واللہ لا کلمتها ولوانها کالشمس او کالبدر او کالمکتفی

خدا کی قسم میں اس سے کلام نہیں کروں گا اگر وہ حسن میں خورشید، ماہتاب یا مکتفی کی طرح کیوں نہ ہو۔

مکتفی کی ولیعہدی

مکتفی کو اس کے باپ معتضد نے اپنی زندگی ہی میں ولیعہد نامزد کر دیا تھا چنانچہ معتضد کی عالالت کے زمانے ہی میں لوگوں نے ۹ ربیع الاول ۲۸۹ھ بروز جمعہ بیعت کر لی تھی۔ صولی کہتے ہیں کہ علی نام کے دوہی خلفاء گزرے ہیں۔ ایک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرا امیر المسلمین مکتفی باللہ اور کوئی تیسرا اس نام کا خلیفہ نہیں ہوا۔ اسی طرح حضرت امام حسنؓ بن علیؓ۔ ہادی اور مکتفی کے سوا کسی چوتھے شخص کی خلفاء میں سے کنیت بھی ابو محمد نہیں ہوئی۔

مکتفی کے عہد کے واقعات

جس وقت معتمد کا انتقال ہوا تو اس وقت مکتفی رقہ میں موجود تھا، دارالحکومت میں اس کی عدم موجودگی میں وزیر دربار ابوالحسن قاسم بن عبداللہ نے غائبانہ اس کی طرف سے بیعت لی اور اس بیعت کی اطلاع اس کو فوراً پہنچا دی۔ مکتفی ۷ جمادی الاول کو بغداد پہنچا۔

اس کی آمد پر اہل بغداد نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور خوب جشن منایا' اسی ہنگامہ میں قاضی ابو عمر دریائے دجلہ کے پل سے گر پڑے لیکن ان کو صحیح و سالم نکال لیا گیا جس وقت مکتفی دارالحکومت میں داخل ہوا تو شعراء نے اس کے حضور میں قصیدے پیش کئے ۔ وزیر قاسم ابو الحسن قاسم کو دربار سے سات پارچے کی خلعت عنایت ہوئی ۔

مکتفی نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ معتضد باللہ نے مطمورے (نہاں خانے) بنوائے تھے ان کو مسمار کرا دیا اور ان کی جگہ مساجد تعمیر کرا دیں اور اس کے باپ نے جو دکانیں اور جو باغات لوگوں سے زبردستی لے لئے تھے تاکہ اس سرزمین پر اپنا محل تعمیر کرے' مکتفی نے وہ دکانیں اور باغات ان کے مالکوں کو واپس کر دیئے ' رعیت کے ساتھ خوش خلقی کا برتاؤ کیا ۔ جس کی وجہ سے وہ بہت جلد لوگوں کا محبوب بن گیا اور لوگ اس کے حق میں دعائیں کرنے لگے ۔

سخت آندھی

اسی سال بغداد میں سخت ترین زلزلہ آیا' زلزلے کے یہ جھٹکے کئی روز تک آتے رہے اسی اثنا میں بصرہ میں شدید آندھی آئی ہزاروں درخت جڑ سے اکھڑ گئے ۔ ایسی آندھی کبھی نہیں آئی تھی ۔

اسی سال یحیی بن ذکرو یہ قرمطی نے خروج کیا ۔ مکتفی اور یحیی کی فوجوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی اس لڑائی نے بہت طول کھینچا آخرکار ۲۹۰ھ میں وہ مکتفی کی فوجوں کے ہاتھ سے مارا گیا لیکن اسکے بعد اس کا بھائی حسن قائم مقام بن گیا اور اس نے اپنا لقب امیر المومنین مہدی رکھا۔ حسن کے چہرے پر ایک داغ تھا اس داغ کی تاویل اس نے کی کہ یہ اس کے مبعوث ہونے کی نشانی ہے اس کے برادر عم زاد عیسٰی بن مہرویہ نے اپنا لقب مدثر رکھا اور کہا کہ سورہ المدثر میں اسی کا ہی نام تو ہے ' اس نے اپنے ایک غلام کا نام مطوق بالنور رکھا ان تینوں نے مل کر شام کے علاقہ میں وہ اودھم مچایا جیسے شہر میں بھیڑیئے گھس آئے ہوں آخر کار یہ تینوں ۲۹۱ ھ میں قتل کر دیئے گئے ۔

اسی سال یعنی ۲۹۱ھ میں انطاکیہ جوارض روم میں ہے جنگ سے فتح ہوا ۔ یہاں سے اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ اس کا کوئی شمار نہیں ۔ ۲۹۲ھ میں دریائے دجلہ میں ایسی طغیانی آئی کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے.(اس سے پہلے کبھی ایسی طغیانی نہیں آئی تھی) بغداد کا اکثر حصہ تباہ و برباد ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ پانی کی بلندی اکیس گز (ہاتھ) ہو گئی تھی ۔ صولی

نے بھی اس نیک اور عادل سلطان کی تعریف میں اشعار کہے ہیں جس میں قرملی کی ہجو بھی موجود ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ میں نے مکتفی باللہ کو اس کی علالت کے زمانے میں یہ کہتے سنا ہے:۔

"واللہ مجھے ان سات سو اشرفیوں کا بہت افسوس ہے جو میں نے اپنی اولاد پر خرچ کیں حالانکہ وہ مسلمانوں کی ملکیت تھیں اور مجھے ان کی بالکل ضرورت نہیں تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ان سات سو اشرفیوں کے بارے میں ضرور باز پرس فرمائے گا۔ اس لئے میں بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی مغفرت کا خواستگار ہوں"۔

انتقال:۔ (افسوس کہ) مکتفی نے عین عالم شباب میں شب یکشبہ ۲۲ ذی قعدہ ۲۹۵ھ میں انتقال کیا اور آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں اپنے وارث چھوڑے۔

مکتفی کے عہد میں انتقال کرنے والے مشاہیر۔

جناب عبداللہ بن احمد بن حنبل۔ ثعلب امام العربیہ۔ قنبل المقری، جناب قاضی ابو حازم۔ صالح جزرہ۔ محمد بن نصرالمروزی، شیخ الطائفہ حضرت ابوالحسن نوری۔ ابو جعفر ترمذی شیخ الشافعیہ (عراق) و دیگر حضرات رحمہم اللہ میں نے تاریخ نیشا پور مصنفہ عبدالفاخر میں دیکھا ہے کہ مصنف نے بروایت ابن ابی الدنیا لکھا ہے کہ جس وقت مکتفی تخت حکومت پر بیٹھا تو میں نے اس کو یہ دو اشعار لکھ کر بھیجے!

ان حق التادیب حق الابوہ عند اھل الحجا واھل المزوہ،

استاد کا حق باپ کے حق کے برابر ہوتا ہے ان لوگوں کے نزدیک جو مروت والے ہیں

واحق الرجال ان یحفظو! ذاک ویرعوہ اھل بیت النبوہ

سب سے بہتر وہی ہے جو اسکی رعایت کرے اہل بیت بنوت تو اس کی بہت رعایت کرتے ہیں

میرے یہ اشعار پڑھ کر مکتفی نے میرے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابن ابی الدنیا مکتفی کے عہد تک زندہ تھے۔

حواشی

ا۔ وفات کے وقت مکتفی کی عمر کل ۳۳ سال تھی اس نے چھ سال چھ مہینے حکومت کی بوقت انتقال اپنے چھوٹے بھائی جعفر الملقب بہ مقتدر باللہ کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا۔

المقتدر باللہ ابو الفضل

نسب اور ولادت

المقتدر باللہ ابو الفضل جعفر بن المعتضد باللہ ۔ مقتدر باللہ ۲۸۲ھ ماہ رمضان میں ایک رومی خاتون کے بطن سے جس کا نام غریب تھا پیدا ہوا ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی ماں رومی خاتون نہیں بلکہ ترکیہ خاتون تھی ۔ بعض نے مقتدر کی ماں کا نام شغب بتایا ہے
مکتفی جب بیمار ہوا اور بیماری نے شدت اختیار کی تو عمائد واعیان سلطنت نے اس کی جانشینی کے بارے میں دریافت کیا اور جب اسے یہ یقین کرا دیا گیا کہ اس کا بھائی جعفر (مقتدر) بالغ ہو گیا ہے تو مکتفی نے اس کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا ۔ مقتدر ابھی صرف ۱۳ سال کا تھا کہ اس کی تخت نشینی عمل میں آئی مقتدر سے پہلے اتنی کم سنی میں کوئی بھی (بنی عباسؓ سے) تخت سلطنت پر نہیں بٹھا تھا ۔ وزیر دربار عباس بن حسین نے اس کی کم سنی کے باعث لوگوں سے استصواب کیا اور خود اس کے خلع کی رائے دی اور لوگ اس بات پر متفق بھی ہو گئے تھے کہ مقتدر کو تخت سے معزول کر کے اس کی بجائے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے لیکن عبداللہ بن معتز باللہ نے کہا کہ میں تخت (حکومت) اس شرط پر قبول کر سکتا ہوں کہ خونریزی بالکل نہ ہو شدہ شدہ یہ خبر مقتدر (جعفر) کو بھی پہنچ گئی اس نے عبداللہ بن معتز کے پاس بیشمار دولت بھیج کر اس بات پر راضی کر لیا کہ تخت نشینی سے انکار کر دے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، عبداللہ بن معتز نے حکومت قبول کرنے سے انکار کر دیا، لیکن لوگ اس کی معزولی پر مصر رہے چنانچہ ۲۰ ربیع الآخر ۲۹۶ھ کو جب وہ فٹ بال یا گیند کھیل رہا تھا کچھ لوگ اس پر چڑھ دوڑے، مقتدر ڈر کر بھاگ کر گھر میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا ۔ اس ہڑبونگ میں دو وزیر اور کچھ سپاہی کام آ گئے ۔ لوگوں نے عبداللہ بن معتز کو بلا لیا اور اسی وقت قاضیوں اعیان سلطنت اور روسا شہر نے اس سے بیعت کر لی اور اس کا لقب غالب باللہ رکھا ۔ محمد بن داؤد بن جراح کو وزیر ابو المثنیٰ احمد بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا اور غالب باللہ کے نام سے احکام جاری ہونے لگے ۔

محمد بن جریر طبری کی پیش گوئی ۔

معانی بن ذکریا جریری کہتے ہیں کہ جب مقتدر کا خلع اور ابن معتز (غالب باللہ) سے بیعت کی خبر محمد بن جریر طبری کو پہنچی تو انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ وزیر

قاضی کون مقرر ہوا ہے ' محمد بن داؤد اور ابوالمثنی کا نام سن کر جریر طبری نے کہا کہ یہ کام چلتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ کسی نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا کہ جن لوگوں کا تقرر ہوا ہے وہ بلند مرتبہ تو ہیں لیکن مدبر نہیں ہیں اور زمانہ انقلاب پذیر ہے مجھے تو نکبت واضمحلال سلطنت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اور یہ معاملہ زیادہ نہیں چل سکے گا۔

مقتدر کی اقتدار پر بحالی۔

ابن معتز نے مقتدر سے کہلا بھیجا کہ تم محمد بن طاہر کے محل میں چلے جاؤ تاکہ میں دارالحکومت میں آ جاؤں۔ مقتدر نے یہ بات تسلیم کر لی ابھی اس کے ساتھ کچھ سپاہ باقی تھی' اس نے ان سپاہیوں سے کہا کہ اے میرے وفادارو !! کیا ہم یہ بات تسلیم کر لیں اور دارالحکومت چھوڑ دیں۔ کیوں نہ ہم اس موقع پر جان کی بازی لگا دیں اور اس بعیت کو اپنے سر سے دور کر دیں اس تقریر کے بعد ان سب نے ہتھیار باندھے اور باہر نکلے۔ ابن معتز نے جب اس چھوٹی سی جمعیت کو اس شان و شوکت سے نکلتے دیکھا تو خود بخود ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور ابن معتز مع اپنے ساتھیوں کے بغیر جنگ کئے بھاگ کھڑا ہوا۔ معتز کے ساتھ اس کا وزیر محمد اور اس کا قاضی ابو مثنی بھی تھا اس بھگدڑ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں افرا تفری مچ گئی اور قتل عام شروع ہو گیا۔ اب مقتدر کی بن آئی۔ اس نے ان فقہاء اور امیروں کو گرفتار کر لیا۔ جنہوں نے اس سے خلع بعیت کیا تھا' گرفتار کر کے یونس خزانچی کی تحویل میں دیدیا' بغداد میں ایسا جدال و قتال ہوا کہ بس یہی چار آدمی بچے یعنی ابن معتز۔ وزیر محمد۔ قاضی ابو مثنی اور چوتھا۔ شخص قاضی ابو عمر تھے' ابن معتز کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور چند روز کے بعد قید خانے سے اس کی نعش ہی نکلی اب مقتدر کا تسلط دوبارہ اچھی طرح قائم ہو گیا۔

عہدہ وزارت ابو الحسن علی بن محمد (المعرف ابن فرات) کے سپرد کیا گیا' ابن فرات نے وزارت کا عہدہ سنبھال کر مظالم کی بیخ کنی اور عدل و انصاف کی ترویج کی' مقتدر کو بھی عدل کی طرف ترغیب دی لیکن مقتدر نے اپنی کم سنی (یا الھتی جوانی) کے باعث تمام امور سلطنت ابو الحسن (ابن فرات) کے سپرد کر دیئے اور خود لہو لعب میں مصروف ہو گیا اس نے بہت جلد تمام خزانہ عیش و عشرت اور داد و دہش میں خرچ کر ڈالا۔ اسی سال مقتدر نے یہ حکم جاری کیا کہ یہود و نصاری کو حکومت کے دفاتر میں ملازمت نہ دی جائے نیز یہ کہ وہ سواریوں پر زین کسکر نہ بیٹھیں بلکہ بجائے زین کے پالان استعمال کریں (یعنی جھولیں)۔

اسی سال مغربی ممالک پر یحییٰ کے بھائی حسین نے جس نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اپنا اقتدار قائم کر لیا اور اب اس نے ریاست کے ساتھ ساتھ خلافت کا بھی دعویٰ کیا چونکہ لوگوں کے ساتھ اس کی روش عدل و احسان کی تھی (وہ ہر ایک کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتا تھا) اس لئے دور دراز کے لوگ بھی اس کا دم بھرنے لگے اور اس کے پاس جمع ہونے لگے، اور تمام ممالک عربیہ پر اس کا اقتدار بہت جلد قائم ہو گیا اور اس کی مملکت کے حدود وسیع ہو گئے، اس نے ایک شہر بھی بسایا اور اس کا نام "مہدیہ" رکھا' اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے سامنے خود کو بے بس پا کر حاکم افریقہ زیادہ اللہ بن اغلب افریقہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مصر پہنچا' اور مصر سے عراق چلا گیا' اس طرح ممالک اسلامیہ پر بنی عباس کی حکومت کی مدت ایکسو ساٹھ برس سے کچھ زائد رہی اور اسی تاریخ سے بنی عباس کی سلطنت کے زوال کا آغاز ہوا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مقتدر کے دور میں اس کی کم سنی کے باعث نظام سلطنت میں زبردست خلل واقع ہوا ہے ۳۰۰ھ میں سر زمین دینور میں ایک پہاڑی زمین کے اندر دھنس گئی اور پھر اس کے نیچے سے اس قدر پانی ابل کر باہر آیا کہ کئی گاؤں ڈوب گئے۔ اسی سال ایک عجیب و غریب واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک خچر سے بچھڑا (گائے کا نر بچہ) پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وزارت عظمیٰ میں تبدیلی:۔

۳۰۱ھ میں وزارت عظمیٰ کا منصب علی بن عیسیٰ کے سپرد ہوا' اس وزیراعظم نے پاکبازی' راستی اور عدل و انصاف سے کام لیا اور امور وزارت انجام دیئے۔ اسی سال شراب نوشی کی تمام قلمرو میں ممانعت کر دی گئی اور تمام غیر شرعی ٹیکس معاف کر دیئے جس کی آمدنی ۵ لاکھ دینا سالانہ تھی' اسی سال قضاۃ کا منصب دوبارہ ابو عمر کے سپرد کیا گیا۔ مقتدر دارالحکومت سے رصافہ کے چشمہ شماسیہ کو روانہ ہو گیا اور دوبارہ اقتدار سنبھالنے کے بعد مقتدر کا یہ پہلا کوکبہ تھا یعنی وہ پہلی بار محل سے سوار ہو کر نکلا تھا اور رعایا کے سامنے آیا تھا۔

اسی سال حسین حلاج المعروف بہ منصور حلاج اونٹ پر سوار بغداد پہنچا' اس کے بغداد پہنچتے ہی ہر طرف شور برپا ہو گیا کہ یہ ایک قرمطی داعی ہے (قرمطی دعوت کے لئے بغداد آیا ہے) اس کے بارے میں تحقیق کی گی اور اس کو گرفتار کر کے زنداں میں ڈال دیا اور چند سال بعد ہی ۳۰۹ھ میں اس کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اس کے بارے میں یہ مشہور ہوا کہ وہ الوہیت کا مدعی ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ اعیان و اشراف مخلوق میں اللہ تعالیٰ حلول فرماتا ہے' اس نے اپنے معتقدین کو لکھا تھا کو نور اول نے مجھے منور کر دیا ہے لیکن جب اس سے مناظرہ کیا گیا اور اس کی استعداد کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا اس کو قرآن و حدیث سے بالکل آگہی نہیں ہے اور نہ وہ فقہ سے واقف ہے۔

اسی سال (۳۰۱ھ) المہدی الفاطمی ۴۰ ہزار بربریوں کا لشکر لے کر مصر کی تسخیر کے لئے آگے بڑھا لیکن دریائے نیل اس کی راہ میں حائل ہو گیا اور وہ اسے عبور نہ کر سکا بس وہ اسکندریہ ہی کی طرف پلٹ پڑا یہاں پہنچ کر اس نے خوب ہی قتل و غارت کیا اور خوب ہی خونریزی کی جب یہاں قتل و خونریزی کر کے پلٹا تو راستہ میں برقہ کے مقام پر مقتدر کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور سخت جنگ ہوئی لیکن مقتدر کی فوجوں کو شکست اٹھانا پڑی نتیجہ یہ ہوا کہ اسکندریہ اور فیوم پر مہدی فاطمی قابض ہو گیا۔

۳۰۲ھ میں مقتدر نے بڑی دھوم دھام سے اپنے پانچ بیٹوں کے ختنے کرائے اوراس کے ساتھ ہی کچھ یتیم بچوں کے بھی' اس تقریب پر مقتدر نے چھ لاکھ دینا خرچ کئے ان یتیم بچوں کو بھی انعام واکرام سے نوازا۔ مقتدر نے عید کی نماز جامع مصر میں پڑھائی۔ مقتدر سے پہلے کسی عباسی سلطان نے عید کی نماز نہیں پڑھائی تھی۔ نماز کے بعد علی بن ابی شیخہ نے مقتدر کی بجائے ایک لکھا ہوا خطبہ پڑھا اور باوجودیکہ خطبہ زبانی نہیں تھا بلکہ تحریری تھا اس میں غلطی کی اور اتقواللّٰہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔ وانتم مسلمون کے بجائے

انتم مشرکون () پڑھا! (۳)

اسی سال دیلم قوم نے الحسن بن علی العلوی الاطروش کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اسلام قبول کرنے سے قبل یہ مجوسی تھی۔

۳۰۴ھ میں ایک جانور نے جس کا نام زبزب (۴) بتایا جاتا ہے بغداد میں ہلچل مچا دی۔ لوگ اس کے خوف سے چھتوں پر رات چڑھ جاتے تھے۔ یہ حیوان بچوں کو کھا جاتا تھا۔ عورتوں کی چھاتیاں کاٹ لیتا تھا۔ (نوچ لیتا تھا) لوگو نے اس سے بچاؤ کے عجب عجب طریقے نکالے تھے' طشت اور سینیاں بجا بجا کر اس کو بھگاتے تھے (۵) لوگوں نے اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے مکاب (پنجرے) بنائے تھے بچوں کو ان کے اندر حفاظت کے خیال سے بند کر دیتے تھے۔ مختصر یہ کہ یہ قصہ بہت دنوں تک چلتا رہا۔

روم کی سفارت اور شاندار استقبال!:۔

۳۰۵ھ میں روم کے قیصر نے سلطان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور اپنی ایک سفارت تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ مقتدر کے دربار میں بھیجی۔ مقتدر نے اس سفارت پر سلطنت اسلامیہ کی شان شوکت کے اظہار کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ ایک عظیم لشکر تیار کیا جو ہتھیاروں سے آراستہ تھا یہ لشکر ایک لاکھ ۶۰ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا جو باب شمالیہ سے دارالسلطنت تک دو رویہ صفیں باندھے کھڑے تھے ان کے پیچھے سات ہزار خادموں کی جمیعت تھی' ان کے عقب میں سات سو دربانوں کی جماعت تھی۔ دارالسلطنت کی دیواروں پر ۳۸ ہزار ریشمی پردے ڈالے گئے تھے اور بائیس ہزار مختلف قسم کے فروش بچھائے گئے تھے۔ دربار میں ایک سو درندے زنجیروں سے جکڑے ہوئے موجود تھے اس سفارت کو خوش آمدید کہنے کے لئے اس قدر کثیر رقم صرف کی گئی۔ اسی سال سلطان یمن کی طرف سے بھی ہدایا موصول ہوئے ان تحفوں اور ہدیوں میں ایک سیاہ رنگ کا پرند تھا جو فارسی اور ہندی زبان میں طوطی سے بھی زیادہ فصیح گفتگو کرتا تھا۔ (یہ پرندہ مینا ہے جو خاص ہندوستان کی پیداوار ہے۔)

نظام حکمرانی مادر مقتدر کے ہاتھ میں:۔

۳۰۶ھ میں مقتدر کی مادر ملکہ (شغب) نے ایک شفاخانہ قائم کیا جس کا سالانہ خرچ

سات ہزار دینا تھا۔ مقتدر کا امور حکمرانی سے بے تعلقی کلیہ عالم ہو گیا کہ اس سال سے شغب (مادر مقتدر) نے حکومت کے تمام امور کی نگرانی خود شروع کر دی اور تمام امور سلطنت عورتوں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ مقتدر کی ماں ایک حاکم کی فریادیوں کی داد رسی کرنے لگی وہ رعیت کے معاملات کو خود طے کرتی' ہر جمعہ کو باقاعدہ اجلاس کرتی' قاضیوں اور عمائد سلطنت کی موجودگی میں فرامین جاری کرنے لگی۔

اسی سال القائم محمد بن مہدی فاطمی نے مصر پر لشکر کشی کی اور صعید کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا۔

۳۰۸ھ میں بغداد میں قحط پڑ گیا غلہ اس قدر گراں ہو گیا کہ رعیت بھوکوں مرنے لگی' کہتے ہیں کہ اس قحط اور غلہ کی کمیابی کا باعث یہ ہوا تھا کہ حامد بن عباس سواد جو عراق کے بعض علاقوں کا عامل تھا اس نے بغداد والوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے جس کیوجہ سے رعیت میں بے چینی حد سے بڑھ گی۔ فسادات اور غارت گردی شروع ہو گئی۔ تمام رعیت ادھر ادھر منتشر ہو گئی' فسادات کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا' قید خانے میں آگ لگا دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں تمام قیدی جیل سے فرار ہو گئے۔ ان قیدیوں نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ وزیر کو پتھروں سے مار ڈالا غرض یہ کہ دولت عباسیہ زیر زبر ہو گئی۔ باہر سے غلہ آنا بند ہو گیا۔ان اسباب کی بنا پر بغداد میں قحط کی صورت پیدا ہو گئی۔ اسی سال القائم محمد بن مہدی کی فوجوں نے قسطاط کے ایک جزیرے پر قبضہ کر لیا۔شہر کے لوگوں پر بہت زیادہ ظلم کیا یہاں تک کہ وہ جنگ کے لے نکل آئے اور جنگ وجدال شروع ہو گیا۔ (میں نے مختصراً" اتنے ہی بیان کو کافی سمجھ ورنہ اس کی تفصیل بہت طولانی ہے۔)

۳۰۹ھ میں قاضی ابن عمر اور دوسرے علماء اور فقہا کے فتوؤں کے بموجب منصور حلاج کو سولی پر چڑھا دیا گیا' منصور کے بارے میں لوگوں نے بہت سی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ (تفصیل اگر دیکھنا چاہیں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔)

۳۱۱ھ میں مقتدر نے حکم دیا کہ وراثت اور ترکہ میں ذوی الارحام کو بھی شریک کیا جائے جس کا حکم معتضد نے اپنے دور حکومت میں دیا تھا۔ (اور اس پر اب تک عمل نہیں ہوا تھا۔)

۳۱۲ھ میں حکم خراسان کے ہاتھوں فرغانہ فتح ہوا۔

۳۱۴ھ میں سرزمین ملیطہ کو رومیوں نے حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اسی سال موصل میں دجلہ کا پانی اس قدر جم گیا کہ اس پر جانور گزرنے لگے' اس سے قبل ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

۳۱۵ھ میں رومیوں نے دمیاط پر بھی حملہ کر دیا اور اس پر قابض ہو گئے۔ شہر کو خوب لوٹا

اور جامع مسجد میں ناقوس بجائے۔ اسی سال دیلمیوں (دیالمہ) نے رے اور جبال پر قبضہ کر لیا وہاں کی رعیت کو تہ تیغ کیا۔ یہاں تک کہ بچوں کو بھی ذبح کر ڈالا۔

۳۱۶ھ میں قرمطیوں نے ایک محل تعمیر کرایا اور اس کا نام دارالہجرت رکھا' ان چند سالوں میں قرمطیوں کی یورش سے بہت سے مقبوضات مقتدر کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ انہوں نے مسلمانوں پر اچانک حملے کر کے بہت ہی اذیتیں پہنچائیں۔ ان کی ہیبت عام مسلمانوں پر بیٹھ گئی۔ لوگ بکثرت قرمطی تحریک میں شریک ہو گئے۔ بہت سی جھڑپیں ہوئیں اور ان کی روز افزوں طاقت نے مقتدر کی سلطنت کو ہلا دیا' مقتدر کے لشکر کو کئی بار ان کے مقابلے میں شکست کھانی پڑی۔ ان چند سالوں میں قرامطہ کے خوف کے باعث لوگوں نے حج بھی نہیں کیا بلکہ ان کے ڈر سے مکہ کے لوگ بھی مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔ ادھر رومیوں نے خلاط اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ مسجدوں سے منبر اکھاڑ ڈالے اور ان کی جگہ صلیبیں کھڑی کر دیں۔

مقتدر کا فرار:۔

۳۱۷ھ میں مونس الخازم نے جس کا لقب مظفر تھا' مقتدر پر لشکر کشی کی کیونکہ مقتدر چاہتا تھا کہ اس کو ہٹا کر ہارون بن غریب کو امیر الامراء کا منصب عطا کر دے' مونس تمام لشکر کو ہمراہ لے کر جس میں عمائد و امراء سلطنت بھی شامل تھے شاہی محل پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجہ میں مقتدر کے خاص سپاہ (ذاتی محافظ) بھی بھاگ کھڑے ہوئے' مقتدر بے یارو مددگار رہ گیا۔ چنانچہ اسی رات کو (۱۴ محرم الحرام) مقتدر اپنی والدہ' خالہ اور اپنی بیویوں کو ساتھ لے کر عشاء کے بعد چھپ کر نکل گیا۔ مقتدر کی والدہ (شغب) اپنے ساتھ چھ لاکھ دینا کی رقم چھپا کر لے گئی۔

مقتدر کی حکومت سے دستبرداری پر شہادتیں:۔

لوگوں نے شہادتیں دیں کہ مقتدر سلطنت سے دستبردار ہو گیا ہے چنانچہ محمد بن المعتضد کو دربار میں لایا گیا۔ سب سے پہلے اس سے مونس نے بیعت کی پھر دربار کے دوسرے افراد نے اس کو قاہر باللہ کا لقب دیا گیا اور منصب وزارت علی ابن ابی مقلہ کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ تمام کاروائی ہفتہ کے دن ہوئی دوسرے دن یعنی یوم یکشنبہ قاہر باللہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔ مونس نے اس کی اطلاع تمام ممالک محروسہ میں بھجوا دی۔ دو شنبہ کو فوج نے جشن منایا اور بیعت کا انعام اور اپنی

تنخواہ لینے کے لئے قصر امارت پر آئے یہاں مونس موجود نہ تھا' لشکریوں نے خوب شوروشغب کیا۔ یہاں تک کہ حاجب شاہی کو قتل کر دیا یہاں سے پلٹ کر مونس کے محل پر دھاوا کر دیا اور مقتدر کو واپس طلب کرنے لگے تا کہ دوبارہ اس کو تخت نشین کریں چنانچہ مونس کے محل سے انہوں نے مقتدر کو نکال لیا اور اس کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر قصر امارت میں لے آئے اور قاہر باللہ کو گرفتار کر لیا اور اسے مقتدر کے سامنے حاضر کیا۔ قاہر نے روتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ لوگو! اللہ سے ڈرو اور مجھے ایذائیں نہ دو' مقتدر نے اس کو اپنے قریب بلایا۔ محبت سے پیار کیا اور کہا کہ اے پیارے بھائی اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اور تم نے میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے۔

مقتدر کی بحالی اور امن و امان!:۔

مقتدر کے دوبارہ تخت نشین ہو جانے پر لوگوں میں سکون اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی پہلے وزیر کو اس کے منصب پر بحال کر دیا گیا اور تمام ممالک محروسہ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ حکومت پر مقتدر باللہ ہی متمکن ہے (قاہر باللہ نہیں) اس خوشی کے موقع پر مقتدر نے دل کھول کر لوگوں انعام و اکرام سے نوازا۔

حجر اسود کی بے حرمتی اور حاجیوں پر ظلم و ستم:۔

دوبارہ تخت سلطنت پر متمکن ہونے کے بعد مقتدر نے منصور و یلمی کو امیر حجاج بنا کر حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ روانہ کیا یہ قافلہ بخیر و عافیت تمام مکہ معظمہ پہنچ گیا مگر ترویہ کے دن یعنی ۸ ذی الحجہ کو دشمن خدا ابو طاہر قرمطی بھی یکایک وہاں پہنچ گیا اور حاجیوں کو کم بخت نے قتل کرنا شروع کیا۔ بیشمار حاجیوں کو قتل کر کے ان لاشوں کو چاہ زم زم میں پھنکوا دیا۔ حجر اسود(۶) کو گرزوں کی ضربات سے توڑ کر دیوار کعبہ سے باہر نکال کیا۔ ابو طاہر قرمطی گیارہ روز تک وہاں مقیم رہا اس کے بعد حجر اسود کو ساتھ لے کر وہاں سے واپس ہو گیا۔ یہ مقدس پتھر بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اس کے قبضہ میں رہا۔ بیس سال کے بعد مطیع باللہ کے عہد سلطنت میں مسلمانوں کو واپس ملا۔ کہتے ہیں کہ ابو طاہر جب حجر اسود کو لے کر مکہ سے ہجر کو واپس ہوا تو اس کے ساتھ چالیس اونٹ راستے میں ہلاک ہوئے جب حجر اسود واپس ایک لاغر اونٹ پر بار کر کے لائے تو

قدرت الٰہی سے وہ لاغر اونٹ خوب تندرست اور فربہ ہو گیا۔ محمد بن ربیع کہتے ہیں میں اس زمانہ میں مکہ ہی میں تھا جب قرامطے نے حاجیوں کا قتل عام کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک قرمطی میزاب کعبہ کو اتارنے کے لئے کعبہ کی چھت پر چڑھا اور میزاب کو اکھاڑنے لگا یہ منظر میرے لئے ناقابل نظارہ تھا اس وقت میں نے یہ دعا کی کہ الٰہی مجھ سے یہ ظلم نہیں دیکھا جاتا' اسی وقت وہ قرمطی سقف کعبہ سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ ایک دوسرا قرمطی کعبہ کے دروازہ پر چڑھا ہوا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

انا باللّٰہ و باللّٰہ انا　　نخلق فیما و نفنیھم انا

میں خدا کے ساتھ ہوں اور خدا کی قسم میں ہی مخلوق کو پیدا کرتا اور فنا کرتا ہوں۔

اس حادثہ عظیم کے بعد ابو طاہر قرمطی چین سے نہ رہ سکا' اس کے جسم میں ایک قسم کے پھوڑے نکلے کہ اس کا تمام جسم پھٹ گیا (اور مر گیا) اسی سال ایک اور عظیم مسئلہ پیدا ہوا اور اس سے فتنہ کھڑا ہو گیا۔ یعنی لوگوں میں یہ بحث چھڑ گئی کہ آیت عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا کے معنی کیا ہیں؟ حنبلی مسلک کے پیرو حضرات کہتے تھے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر جلوہ فگن فرمائے گا۔ (جگہ دے گا) اور دوسرے لوگ کہتے تھے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سرور عالم ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول پکڑا کہ بہت سے لوگ قتل ہو گئے۔ ۳۱۹ھ میں قرمطی کوفے پر حملہ آور ہوئے۔ یہ خبر سن کر بغداد والوں کہ یہ خوف ہوا کہ قرمطی کہیں بغداد پر بھی چڑھائی نہ کر دیں ہر طرف لوگ تضرع و زاری کے ساتھ دعاؤں میں مصروف ہو گئے قرآن شریف بلند کئے گئے تاکہ یہ فتنہ ان سے دور رہے' مقتدر کو گالیاں دی گئیں (کہ وہ اس فتنہ کا سدباب نہیں کر سکا۔)

اسی سال دیلمی دینور پر حملہ آور ہوئے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ایک کثیر جماعت کو قیدی بنا لیا۔

۳۲۰ھ میں مونس نے پھر مقتدر کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقتدر پر حملہ کر دیا اس مرتبہ وہ بربریوں کے ایک عظیم لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مقابلہ میں مقتدر بھی لشکر کے ساتھ میدان میں آیا دونوں لشکروں میں مقابلہ شروع ہوا' اسی جدال و قتال کے ہنگامے میں ایک بربری نے مقتدر کو اپنے نیزے کا نشانہ بنایا جس کی ضرب سے مقتدر زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسی بربری نے مقتدر کو قتل کر دیا اور سر قلم کر کے نیزے پر اٹھا لیا۔ مقتدر کا شاہانہ لباس اور اس کے ہتھیار اور کپڑے بھی اتار لئے اس کی نعش کو بالکل ننگا کر دیا۔ جنگ کے بعد لوگوں نے اس کی نعش گھاس میں ڈال کر ڈھک دیا اور ایک گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دیا۔ یہ دن چہار شنبہ کا تھا اور

شوال کی ۲۷ تاریخ تھی۔

کہتے ہیں کہ مقتدر کے وزیر نے اسی دن (جنگ سے پہلے) اس کا زائچہ دیکھا تھا اور مقتدر نے اس سے دریافت کیا تھا' اب کیسا وقت ہے تو وزیر نے کہا تھا کہ زوال کا وقت ہے' لفظ زوال سے مقتدر نے برا شگون لیا اور واپس ہونے کا ارادہ کیا ہی تھا کو مونس نے حملہ کردیا اور لڑائی شروع ہو گئی (اور پھر مقتدر کو حرم میں واپس ہونا نصیب نہ ہوا اور اس کے زوال کی تکمیل ہو گئی۔)

کہتے ہیں کو جس بربری نے مقتدر کو قتل کیاتھا لوگ اس کے پیچھے چلے وہ قاہر باللہ کو محل سے باہر لانے کے لئے محل سرا کی طرف روانہ ہوا' راستے میں اس کو ایک شخص ملا جو قصر امارت کی طرف جا رہا تھا اور اس کے سر پر ایک گٹھری تھی جس میں بہت سے آنکڑے تھے' یہ بار بردار شخص اس بربری کو ایک قصائی کی دوکان پر لے گیا لیکن اس عرصہ میں باربردار شخص کا ایک کانٹا اس بربری کے کپڑوں سے اٹک گیا اور اس کا گھوڑا اس کی رانوں سے نکل گیا اور اس طرح وہ گر پڑا۔(۷) اس کے گرتے ہی لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو آنکڑوں کے ساتھ ہی زندہ جلا دیا۔

مقتدر کا کردار اور سیرت:۔

مقتدر ایک ذی فہم اور صحیح الرائے شخص تھا مگر افسوس کہ شہوت رانی اور شراب نے اس کو بالکل ناکارہ بنا دیا تھا۔ فضول خرچ بھی اول درجہ کا تھا' عورتیں اس پر حاوی ہو گئی تھیں چنانچہ اس نے حکومت کے خزانے کے تمام بیش قیمت جواہران کنیزوں کو بخش دیئے تھے۔ بعض چہیتی کنیزوں کو ایسے بیش بہا موتی بخش دیئے جن میں سے ہر ایک کا وزن تین تین مثقال تھا۔ علاوہ ازیں قہرمان کو ایک ایسی تسبیح مروارید بطور تحفہ دی جس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی' غرض یہ کہ اس نے تمام دولت ان عورتوں پر لٹا دی اس کے حرم سرا میں دس ہزار زنخے موجود تھے' ان کے علاوہ صقالبہ' رومی اور سوڈانی (حبشی) غلاموں کا تو شمار ہی نہ تھا۔ ۸؎

مقتدر کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے تین تخت نشین ہوئے (مختلف اوقات میں) یعنی رضی مطیع اور متقی اسی طرح متوکل اور رشید کی اولاد بھی تخت نشیں ہوئی۔ عبدالمالک کے چار بیٹے یکے بعد دیگرے تخت نشن ہوئے' جس کی نظیر دوسرے بادشاہوں میں تو ملتی ہے بنی امیہ اور بنی عباس میں نہیں ملتی' یہ خیال ذہبی کا ہے' میں کہتا ہوں کہ کہ میرے زمانے تک متوکل کی اولاد میں پانچ ہستیاں تخت نشین ہوئیں۔ یعنی المستعین عباس' المعتضد' مستکفی سلیمان' القائم حمزہ اور المستنجد

یوسف۔ البتہ اس بات کو بے مثل و بے نظیر کہہ سکتے ہیں۔
ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے متوکل اور مقتدر کے علاوہ کوئی اور شخص جعفر کا نام رکھنے والا عباسی خاندان سے تخت حکومت پر متمکن نہیں ہوا اور یہ دونوں قتل ہوئے۔ متوکل شب چہار شنبہ کو قتل ہوا اور مقتدر روز چہار شنبہ کو۔ مقتدر کی فوجوں کے سلسلہ میں ابن شاہین نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ مقتدر کے وزیر علی بن عیسیٰ نے چاہا کہ ابو محمد بن صاعد اور ابو بکر بن ابی داؤد بجستانی کے درمیان صلح کرا دے (ان کے درمیان کچھ عرصہ سے شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔) چنانچہ دونوں کو بلا کر وزیر علی بن عیسیٰ نے ابو بکر بن ابی داؤد سے کہا کہ چونکہ ابو محمد تم سے عمر میں بڑے ہیں اس لئے تم اٹھ کر ان سے معافی مانگو۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ یہ مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا وزیر نے ان کا انکار سن کر کہا کہ تم تو سٹھیا گئے ہو! یہ سن کر ابو بکر بن ابی داؤد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے علی بن عیسیٰ تم مجھے اس لئے ذلیل کر رہے ہو کہ مجھ تمہاری معرفت تنخواہ ملتی ہے خدا کی قسم اب میں کبھی تمہارے ہاتھ سے کوئی چیز نہ لوں گا اور محض تمہارے ہاتھ سے لینے کے باعث اس طرح ذلیل نہ ہوں گا۔ مقتدر کو اس جھگڑے کا پتہ چل گیا اس نے ابن ابی داؤد کی قسم اور مرتبہ کا پاس کرتے ہوئے آئندہ پھر ان کی تنخواہ خود اپنے ہاتھ سے بھجوائی۔

مقتدر کے عہد میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا:۔

مقتدر کے دور میں ان مشاہیر علماء اور اکابرین صوفیا نے انتقال کیا۔ محمد بن داؤد ظاہری' یوسف بن یعقوب قاضی' شیخ شافعیہ' قاضی ابن شریح' حضرت جنید بغدادی شیخ الطائفہ' ابو عثمان حیری (صوفی)' ابوبکر بردیجی' جعفر الفریابی' ابن بسام شاعر' حضرت نسائی صاحب سنن' حضرت حسن بن سفیان صاحب سنن' الجبائی' رئیس معتزلہ' ابن المواز النحوی' حضرت ابن الجلاء (شیخ طریقت) ابو یعلی موصلی صاحب مسند' الاشنائی مقری' مصر کے قاریوں کے سربر آوردہ قاری ابن سیف' حضرت ابوبکر الرویانی صاحب مسند' امام ابن المنذر' ابن جریر الطبری' الزجاج النحوی' ابن خزیمہ' ابن ذکریا (حکیم) اخفش الصغیر' بنان الجمال' ابوبکر بن ابی دؤد لبجستانی۔ ابن السراج النحوی' حضرت ابو عوانہ صاحب الصحیح' حضرت ابوالقاسم النحوی صاحب مسند' ابو عبید بن حربویہ' الکعبی رئیس معتزلہ' قاضی ابو عمر' قدامہ (کاتب) اور کچھ دوسرے لوگ۔

حواشی

۱۔ بعض دوسری قابل اعتبار تاریخوں میں بھی مقتدر کی ماں کے نام کی وضاحت نہیں ہے۔ (مترجم)

۲۔ تمہاری موت اس حال میں آئے کہ تم مشرک ہو۔ صحیح یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کو موت حالت اسلام میں آئے۔

۳۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس واقعہ کو بیان کرنے سے مصنف کا مقصود کیا ہے۔

۴۔ زبزب' بجویا ہنڈار۔ یہ بچوں کو پکڑ کر لے جاتا ہے اور چیر پھاڑ ڈالتا ہے بعض مقامات پر اس کو لکڑ بگڑ بھی کہتے ہیں۔

۵۔ مقتدر باللہ کی پچیس سالہ حکومت بیسیوں تمدنی' معاشرتی اور سیاسی انقلابات سے بھرپور ہے اس مدت میں بیسیوں جنگوں سے دوچار ہونا پڑا ہزاروں مسلمان ترقلی تحریک کی نذر ہوگئے لیکن فاضل مصنف نے لڑکوں کے ختنوں' لکر بگڑ اور دوسرے ایسے ہی غیر ضروری واقعات کو تحریر کیا ہے جن کو ایک مورخ چھوتا بھی نہیں انقلاب آفریں واقعات کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ (شمس)

۶۔ حجر اسود کی بے حرمتی کا یہ دوسرا واقعہ ہے اس سے قبل عہد بنی امیہ میں واقعہ حرہ میں منجنیق کی ضربات سے اس کو صدمہ پہنچا۔

۷۔ عجیب واقعہ ہے اس کی کیا توجیہہ کی جائے' بربری کا قصائی کی دوکان پر پہنچنا فہم سے بالاتر ہے۔ لوگوں کا اس کا پیچھا کرنا بھی خلاف عقل ہے۔

۸۔ قارئین انصاف فرمائیں کہ میں ایسے زانی لوطی اور شرابی کے ساتھ "خلیفہ" جیسے مقدس لفظ کو کیسے استعمال کرتا۔ (مترجم)

القاہر باللہ ابو منصور

نسب و ولادت:۔

القاہر باللہ ابو منصور محمد بن المعتضد بن طلحہ بن المتوکل ایک ام ولد فتنہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ جب مقتدر کو قتل کردیا گیا۔ تو ابو منصور اور محمد بن مکتفی بلائے گئے۔ سب سے پہلے مکتفی سے پوچھا گیا تم سلطنت چاہتے ہو' اس نے جواب دیا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں اور انکار کر دیا' یہی بات قاہر سے پوچھی گئی تو اس نے اقرار کیا قاہر کا اقرار سن کر لوگوں نے اس سے اطاعت کی بیعت کی اور اس مرتبہ بھی اس کا لقب القاہر باللہ ہی رکھا جیسا کہ اس سے قبل ۳۱۷ھ میں اس کا لقب القاہر باللہ تھا (یعنی القاہر باللہ بدستور اس کا لقب رہا)۔

اس نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ مقتدر کی اولاد پر مالی جرم عائد کر دیئے اور تاوان لگا دیا ان کو خوب پٹوایا' مقتدر کی ماں تو پٹتے پٹتے مرگئی۔ ۳۲۱ھ میں فوج میں شور و شغب برپا ہوا اور وہ قاہر کے خلاف ہو گئی' مونس ابن مقلہ اور چند دیگر امراء نے باہم متفق ہو کر قاہر کو تخت سے اتارنے کی تجویز منظور کر لی اور اس کے بجائے ابن مکتفی سے بیعت کی تیاری کرنے لگے لیکن قاہر باللہ نے بڑی چالاکی سے اس بغاوت کو کچل دیا اور اس بغاوت کے سازشیوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا' ابن مکتفی کو دیوار میں چنوا دیا ابن مقلہ کہیں روپوش ہو گیا لیکن قاہر نے اس کے گھر میں آگ لگوا دی اور دوسرے مخالفین کے گھروں کو لٹوا دیا۔ ان غداروں سے نپٹ کر قاہر فوج کی طرف متوجہ ہوا اور اس کو انعام و اکرام سے موہ لیا۔ اسطرح بغاوت بالکل کچل کر رہ گئی رعایا کے دل پر قاہر کی ہیبت بیٹھ گئی اس نے سکوں پر اپنا لقب المنتقیم من اعداء دین اللہ مسکوک کریا۔ تخت نشینی کے اسی سال میں اس نے ممانعت کر دی کہ کوئی بھی اپنے حرم میں مغنیہ کنیزیں نہ رکھے۔ شراب پر بندش لگا دی۔ گویوں کو قید کر لیا جتنے زنخے اور مخنث مقتدر کے زمانے شاہی محل میں موجود تھے سب کو شہر سے نکال باہر کیا۔ لہو لعب کے تمام آلات توڑ ڈالے' کنیزوں میں جو گانے والی کنیزیں تھیں ان کو فروخت کر دیا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس قدر شراب پیتا تھا کہ کسی وقت اس کا نشہ نہیں اترتا تھا اور ہر وقت گانا سننے میں محو رہتا تھا۔

دیالمہ کا عروج:۔

۳۲۳ھ میں دیلمی جو مرداویج کے رہنے والے تھے اصفہان میں داخل ہو گئے ان کے سرداروں میں علی بن بویہ بھی تھا۔ اس نے بہت کچھ دولت جمع کر لی تھی اور اپنے مخدوم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی کچھ عرصہ بعد علی محمد بن یاقوت نے نائب السلطنت سے جنگ کی اور اس جنگ میں محمد بن یاقوت نے شکست کھائی اس طرح ابن بویہ کا فارس پر قبضہ ہو گیا حالانکہ علی کا باپ بویہ ایک غریب آدمی تھا بالکل مفلس اور قلاش۔ پیٹ بھرنے کے لئے مچھلیاں پکڑا کرتا تھا ایک دن علی نے خواب میں دیکھا کہ وہ پیشاب کر رہا اور اس کے ذکر سے بجائے پیشاب کے آگ نکلی اور اس کا عمودی شعلہ آسمان تک بلند ہو گیا۔ لوگوں نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ اس کی اولاد بادشاہ ہو گی اور ساری دنیا فتح کرے گی اور ان کی حکومت اس قدر وسیع ہو گی جس قدر پیشاب سے نکلنے والی آگ پھیلی ہوئی تھی۔ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد وہ ترقی کرتے کرتے مرداویج بن زیاد دیلمی کا ندیم بن گیا اور دیلمی نے اس کو کرخ سے مال خرید کر لانے کے لئے بھیج دیا چنانچہ وہاں سے ۵ لاکھ درہم لے کر چلا تھا راستہ میں ہمدان کا شہر پڑا اس نے ہمدان پر قبضہ کرنا چاہا اہل ہمدان نے شہر کے دروازے بند کر لئے لیکن علی نے حملہ کر کے شہر فتح کر لیا (کیونکہ اس کے ساتھ کافی فوج تھی) بعض کہتے ہیں کہ محاصرہ سے تنگ آ کر ہمدان والوں سے اس کی صلح ہو گئی تھی۔ اور وہ صلح کے ذریعہ ہی ہمدان میں داخل ہوا۔ الغرض ہمدان کو فتح کرنے کے بعد اس کے حوصلے بڑھ گئے اور یہ شیراز پہنچا لیکن یہاں پہنچ کر اس کو روپے کی ضرورت پیش آئی اتفاقاً" یہ ایک روز ایک مکان میں چت لیٹا ہوا مکان کی چھت کو تک رہا تھا۔ چھت میں سے ایک سانپ نکلا اس نے دوربینی کے پیش نظر حکم دیا کہ چھت کو کھودا جائے جب چھت گرائی گئی تو اس میں کئی صندوق سونے سے بھرے ہوئے نکلے اس نے وہ تمام سونا اپنے ساتھیوں (لشکریوں) پر تقسیم کر دیا۔ پھر درزی کو کپڑے سینے کے بلوایا حسن اتفاق کہ درزی بہرا تھا اس کے پاس کافی دولت تھی وہ یہ سمجھ کہ کسی نے میری شکایت کی ہے اور میری دولت کا پتہ بتا دیا ہے اس لئے وہ خود بخود کہنے لگا کہ خدا کی قسم میرے پاس بارہ صندوق سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ ان صندوقوں میں کیا ہے اس کے بیان کے بموجب صندوق منگائے گئے جب کھولا گیا تو ان میں بہت ہی زیادہ دولت نکلی ایک روز علی گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا چلتے چلتے ایک جگہ گھوڑے کے پیر زمین میں دھنس گئے علی نے وہ جگہ کھدوا کر دکھا تو وہاں خزانہ موجود تھا اس طرح تائیدات غیبی سے ابن بویہ کے پاس بیشمار دولت جمع ہو گئی اور اس نے ایک مضبوط فوج بنا لی جس نے اس کے لئے اکثر شہر فتح کر لئے اور پھر رفتہ رفتہ خراسان اور فارس بنی عباس کے قبضے سے نکل گئے۔

ابن مقلہ کی واپسی اور القاہر پہ خروج :۔

اس سال کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ قاہر باللہ نے اسحاق اسماعیل نوبختی کو صرف ایک معمولی قصور پر کنوئیں کے اندر الٹا لٹکوا کر خوب ہی پٹوایا اور پھر اس کو بند کروا دیا اس کا قصور محض یہ تھا کہ اس نے قاہر باللہ کی تخت نشینی سے پہلے ایک ایسی کنیز کو جسے قاہر خریدنا چاہتا تھا۔ قاہر سے زیادہ قیمت لگا کر خرید لیا تھا۔ اسی سال ابن مقلہ جو کہیں رو پوش تھا واپس آ گیا اور اس نے آتے ہی شاہی فوجوں کو بہکانا شروع کیا اور ان کو یقین دلایا کہ قاہر نے چند قید خانے بنوائے ہیں عنقریب تم سب کو وہ کسی دن قید خانوں میں بند کر کے مروا ڈالے گا اسی طرح چند اور ڈرانے والی بے بنیاد باتیں فوج میں پھیلا دیں جس کے نتیجے میں فوج نے بغاوت کر دی۔ اور چیدہ چیدہ سپاہی برہنہ تلواریں لے کر اس کے محل میں گھس گئے لیکن وہ لوگ قاہر پر قابو نہ پا سکے۔ البتہ قاہر باللہ ڈر کر کہیں بھاگ گیا لیکن جمادی ۳۲۲ھ میں شورش پسندوں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد لوگوں نے عباس محمد ابن مقتدر الملقب بہ راضی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تخت حکومت سے معزول کئے جانے کے چند روز بعد وزیر اور قاضی ابوالحسن بن قاضی ابن عمر، حسن بن عبداللہ بن ابی شوارب او ابو طالب بن بہلول قاہر کے پاس گئے اور کہا کہ اب کیا ارادہ ہے! قاہر نے کہا کہ میں ابو منصور محمد بن معتضد ہوں! تم لوگوں نے میری بیعت کی ہے اور میں تم سے دست کش نہیں ہوا ہوں اس لئے تم خود بھی اطاعت کرو اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دو اس پر وزیر نے کہا کہ ہم تم سے سوائے دستبرداری کے اور کوئی بات سننا نہیں چاہتے۔ (اس طرح یہ لوگ واپس آ گئے)

القاہر باللہ کا انجام :۔

قاضی ابوحسین کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس محمد بن مقتدر راضی باللہ سے تخت نشینی کے بارے میں بہت سی باتیں کیں اور اس کو یہ باور کرایا کہ حکومت کا حقدار وہی ہے راضی باللہ نے مجھ سے تو کچھ نہیں کہا لیکن میری واپسی کے بعد اس نے قاہر کو اپنے سامنے بلوایا اور اس کی آنکھوں میں لوہے کی تپتی ہوئی سلائیاں پھیر دیں۔ محمود اصفہانی کہتے ہیں کہ قاہر کی بد خلقی اور اس کی ایذا پسندی کے باعث لوگ اس کی معزولی چاہتے تھے لیکن جب اس نے تخت سے دستبردار

ہونے سے انکار کیا تو اس کی آنکھوں میں تپتی ہوئی سلائیاں پھیردیں جس سے اس کی دونوں آنکھیں پگھل کر اس کے رخساروں پر آگئیں۔

القاہر باللہ کی سیرت :۔

صولی کا بیان ہے کہ قاہر نہایت جلد باز' خونریز (ظالم و سفاک)' بد خلق' متلون المزاج' اور بلا کا شرابی تھا اگر اس کا حاجب نیک نیت اور سلامتی پسند نہ ہوتا تو یہ شخص تو نسلوں کی نسلیں تلوار کے گھاٹ اتاردیتا یہ جب کبھی نیزہ ہاتھ میں لے لیتا تو جب تک کسی کو قتل نہ کرلیتا تھا تو نیزہ ہاتھ سے نہیں رکھتا تھا۔

علی بن محمد خراسانی کہتے ہیں کہ ایک بار القاہر نیزہ بدست میرے پاس آیا اور کہنے لگا سلاطین عباسیہ (خلفائے بنی عباس) کے خصائل اور عادات مجھ سے بیان کرو! میں نے کہا کہ سفاح خونریزی میں بہت جلد باز تھا اور اس کے عمائد و اراکین سلطنت بھی ایسے تھے بایں ہمہ وہ بڑا سخی اور دولت جمع کرنے والا شخص تھا۔ منصور وہ شخص ہے جس نے بنو عباس اور بنو طالب میں افتراق پیدا کر دیا حالانکہ اس سے قبل آپس میں متحد اور متفق تھے۔ منصور ہی نے سب سے پہلے نجومیوں کو دربار میں جگہ دی اور اسی نے سریانی' عجمی اور یونانی زبانوں سے عربی زبان میں کتابوں کے ترجمے کرائے جیسے کتاب کلیلہ ومنہ اور کتاب اقلیدس اور یونان کی دوسری کتب لوگوں نے جب ان کتابوں کو دیکھا تو بہت پسند کیا اور وہ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ اور اپنے علوم سے بیگانگی اختیار کی محمد بن اسحاق نے لوگوں کی جب یہ غفلت دیکھی تو انہوں نے مغازی اور سیرت پر کتابیں تصنیف کیں منصور ہی سب سے پہلا سلطان ہے جس نے سب سے اول غلاموں کو دربار میں جگہ دی اور عربوں پر ان کو تفوق بخشا' القاہر باللہ نے کہا کہ مہدی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے میں نے کہا وہ بہت سخی' عادل او منصف مزاج شخص تھا۔ اس نے وہ تمام اموال لوگوں کو واپس کر دیئے جو اس کے باپ نے بہ جبر لوگوں سے حاصل کئے تھے۔ مہدی نے زندیقوں کے قلع قمع میں بڑی کوشش کی مسجد الحرام کو بنوایا اسی طرح مسجد نبوی کی اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور توسیع کی۔ قاہر نے کہا کہ دور ہادی کیسا تھا میں نے کہا کہ ہادی! وہ بہت ہی جبار و متکبر شخص تھا اس کے عمال بھی اسی کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ پھر اس نے ہارون الرشید کے بارے میں دریافت کیا میں نے کہا کہ انہوں نے ہمیشہ خود کو غزوات و حج میں مصروف رکھا انہوں نے مکہ کے راستے میں مسافر خانے اور حوض بنوائے (تاکہ مسافران کعبہ کو تکلیف نہ ہو) رذنہ' طرطوس مصیصہ' مرعش وغیرہ نام کے

شہر آباد کیئے۔ لوگوں پر عام طور پر سے احسانات کیئے خاندان برامکہ نے ان کے زمانے میں ہی عروج حاصل کیا' رشید ہی بنی عباس میں سب سے پہلا فرماں روا ہے جس نے چوگان کھیلا' شطرنج کھیلی اور نشانہ بازیاں کیں۔

جب امین کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ وہ بہت بڑا سخی تھا لیکن خواہشات اور لذات نفسانی میں مبتلا ہو گیا تھا اس وجہ سے فسادات بڑھ گئے اور مامون کے بارے میں میں نے بتایا کہ وہ بھی مامون کے نقش قدم پر چلا لیکن اس کو اسپ رانی' شہ سواری اور عجمی بادشاہوں جیسے کام کرنے کا بہت شوق تھا۔ غزوے اور فتوحات اس کے دور میں بھی بہت ہوئے۔ واثق باللہ تو اپنے باپ کی روش پر گامزن رہا البتہ متوکل' مامون اور معتصم کے برخلاف واقع ہوا تھا بلکہ اس کے معتقدات بھی ان لوگوں سے جداگانہ تھے اس نے خلق قرآن پر مناظرہ وغیرہ کو روک دیا تھا اور اس کے مرتکب کے لئے سزا مقرر کر دی تھی علم قرآت' علم حدیث اور سماعت کے لئے حکم دیا گیا اس کے ان احکامات سے رعیت بہت خوش ہوئی پھر مجھ سے قاہر نے باقی خلفاء کا حال دریافت کیا میں نے جو حقیقت حال تھی وہ بیان کر دی۔ قاہر نے مجھ سے کہا کہ ان تمام کے بارے میں تم نے اس خوبی سے بیان کیا کہ ان کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ (تم نے ان کو میرے سامنے بٹھایا) پھر وہ اٹھ کر چلا گیا اور یہ مجلس برخاست ہو گئی۔

مسعودی کہتے ہیں کہ قاہر نے مونس اور اس کے دوستوں سے بہت سا مال و دولت چھین لیا تھا جس وقت اس کو تخت سلطنت سے اتارا گیا اور وہ اندھا ہو گیا تو ہر شخص نے اپنے اپنے مال کا اس سے تقاضا کیا اس نے دینے سے قطعی انکار کر دیا اس پر لوگوں نے اس کو طرح طرح سے ایذا پہنچائی لیکن اس نے کسی طرح ادائیگی کا وعدہ نہیں کیا آخر کار راضی باللہ نے اس کو بلا کر کہا کہ لوگ تم سے اپنے اپنے اموال کا تقاضا کر رہے ہیں تم ان کو کچھ دیتے نہیں اور اس وقت میرے پاس بھی کچھ موجود نہیں ہے ورنہ میں تمہاری طرف سے ادائیگی کر دیتا تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ اب تمہارے کس مصرف کا (کہ تم نابینا ہو چکے ہو) تم اقرار کر لو مجھے بتا دو کہ تم نے وہ مال کہاں کہاں چھپا کر رکھا ہے تاکہ نکلوا کر لوگوں کو ادا کر دیا جائے۔ قاہر نے کہا کہ وہ تمام مال میں نے باغ میں دفن کر دیا ہے۔ قاہر نے ایک باغ لگوایا تھا جس میں بہت دور دور سے پودے منگا کر لگائے تھے نہایت شوق سے اس باغ میں محلات اور بارہ دری تعمیر کرائی تھیں۔ راضی باللہ بھی اس باغ کو بہت پسند کرتا تھا وہ تمام باغ کھدوانا نہیں چاہتا تھا اس نے کہا کہ تم کوئی خاص جگہ بتاؤ تو میں کھدوا کر نکلوا لوں۔ قاہر نے کہا کہ میں تو اندھا ہوں دیکھ نہیں سکتا جو میں کوئی خاص جگہ بتاؤں' تم خود چند مقامات پر کھدائی کر کے دیکھ لو' راضی نے مجبوراً" باغ کو کھدوایا' مکانوں کی بنیادیں تک کھو

ڈالیں، درخت کٹوا دیئے مگر مال کا کہیں نشان نہیں ملا۔ قاہر نے پھر کہا کہ مال تو کہیں نہیں ملا۔ تمام باغ کھدوا دیا، بتاؤ مال کہاں چھپایا ہے، قاہر نے کہا کیسا مال میرے پاس مال کہاں، بات صرف اتنی تھی کہ مجھے یہ بات پسند نہیں تھی کہ تم میرے باغ سے لطف اٹھاؤ اور میں محروم رہوں لہٰذا میں نے یہ بہانہ کر کے باغ کو ویران کرا دیا۔ راضی شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے جواب میں قاہر کو قید کر دیا جہاں وہ ۳۳۳ھ تک بند رہا پھر اس کو رہائی مل گئی۔

جب مکتفی کا دور حکومت آیا تو القاہر باللہ جامع منصور میں سفید کپڑے پہنے ہوئے صف کے اندر کھڑا ہوا بلند آواز سے نمازیوں سے کہہ رہا تھا کہ اللہ کے واسطے مجھے کچھ دو! تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں۔ اس سوال سے اس کی غرض اور منشا صرف یہ تھی کو لوگ شاہ وقت پر طعن کریں اور اس کو بے حمیت بتائیں ورنہ حقیقت میں اس کو سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس سوال کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکتفی نے اس کو باہر نکلنے سے روک دیا اور مرتے وقت تک وہ گھر میں ہی نظر بند رہا۔

قاہر باللہ کا انتقال:۔

قاہر باللہ نے جمادی الاول کے آخری عشرہ ۳۳۹ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں انتقال کیا اور چار بیٹے چھوڑ گیا یعنی عبدالصمد، ابوالقاسم، ابوالفضل اور عبدالعزیز۔

قاہر باللہ کے زمانے میں حضرت امام طحاویؒ شیخ حنفیہؒ ابن درید، ابو ہاشم بن حبائی اور بعض دوسرے لوگوں نے انتقال کیا۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ۔)

الراضی باللہ ابو العباس

نسب اور ولادت :-

الراضی باللہ ابو العباس محمد بن مقتدر بن معتضد بن طلحہ بن متوکل ایک ام ولد رومیہ کے بطن سے جس کا نام ظلوم تھا ۲۹۷ھ میں پیدا ہوا۔

جب القاہر باللہ کو تخت سے معزول کر دیا گیا تو راضی تخت نشین ہوا اس نے تخت نشینی کے بعد ابن مقلہ کو حکم دیا کہ قاہر کے معائب ایک کتاب کی صورت میں جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دے۔ راضی کی تخت نشینی پہلا سال تھا یعنی ۳۲۲ھ کہ اصفہان میں مرداویج دیلم کا انتقال ہو گیا۔ اس کی سلطنت کے حدود بہت وسیع ہو گئے تھے اور لوگوں میں یہ بات عام طور پر مشہور ہو گئی تھی کہ وہ بغداد پر حملہ کرنے والا ہے مرداویج کہا کرتا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں عرب کی سلطنت کو تہہ و بالا کر کے عجمی سلطنت کو از سر نو قائم کروں۔

اسی سال علی بن بویہ نے راضی سے کہلا بھیجا کہ اس وقت میرے تصرف میں جو ممالک ہیں اگر ان کے عوض مجھ کو ایک کروڑ اسی لاکھ درہم دیئے جائیں تو یہ آپ کے تصرف اور قلمرو میں شامل رہیں گے۔ راضی نے اس کو قبول کر لیا اور فوراً اس کو ایک خلعت اور پرچم عنایت فرمایا۔ اسی دن سے ابن بویہ نے ان علاقوں کی تحصیل وصول کرنے میں تیزی ترک کر دی۔

مہدی فاطمی کا انتقال :-

اس سال ۳۲۲ھ میں مہدی (عبید اللہ) حاکم مغرب پچیس سال تک حکومت کر کے مر گیا یہی مہدی وہ اولین مصری بادشاہ ہے جسے ناواقف و جاہل فاطمی کہتے ہیں حالانکہ مہدی خود اپنے آپ کو علوی کہتا تھا اس کا دادا ایک مجوسی تھا۔ قاضی ابو بکر باقلانی کہتے ہیں کہ مہدی عبید اللہ کا دادا معمولی درجہ کا مجوسی تھا لیکن جس وقت اس نے مغرب میں اپنی حکومت قائم کر لی تو اپنے آپ کو علوی کہنے لگا لیکن علمائے نسب میں سے کسی نے بھی اس کے علوی ہونے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ حقیقت الامر اس کے خلاف ہے یعنی مہدی در پردہ ملت اسلامیہ کو مٹانا چاہتا تھا اور علماء و فقہاء کو نیست و نابود کرنا چاہتا تھا۔ جب یہ لوگ نہیں ہوں گے تو آسانی سے سادہ لوح لوگوں کو بہکایا جا

سکے گا۔

مدعی الوہیت کا ظہور:۔

مہدی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا القاسم محمد الملقب بہ قائم بامر اللہ تخت نشین ہوا اسی سال محمد بن علی الشلمغانی کا ظہور ہوا جو ابن غراقر کے نام سے مشہور ہے اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا وہ کہتا تھا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں' لیکن اس کو قتل کر کے اس کی نعش کو سولی پر لٹکا دیا گیا اس کے ساتھ اس کے تمام پیروؤں کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اسی سال ابو جعفر الشجری کا انتقال ہوا جو حاجیوں میں تھا کہتے ہیں کہ اس نے ایک سو چالیس سال کی عمر پائی۔ اور اس کے ہوش و حواس درست تھے۔ اسی سال اہل بغداد حج سے روک دیئے گئے (حج کو نہ جا سکے) اور یہ سلسلہ ۳۲۷ھ تک قائم رہا۔ ۳۲۳ھ میں تمام قلمرو پر راضی باللہ کا تسلط اچھی طرح قائم ہو گیا اور وہ اطمینان سے حکمرانی کرنے لگا۔ اس کے دونوں بیٹے یعنی ابو الفضل اور ابو جعفر مشرق اور مغرب کے بلاد پر قابض ہو گئے۔

اسی سال ابن شبنوذ کا مشہور قصہ ظہور میں آیا اس کو قرات شاذہ سے توبہ کرائی گئی۔ وزیر علی بن مقلہ کے سامنے توبہ کے محضرنامے پر دستخط کرائے گئے۔

اسی سال ماہ جمادی الاول میں آندھی آئی تمام دنیا تاریک ہو گئی' عصر سے مغرب تک بالکل تاریکی چھائی رہی۔ ذیقعد کے پورے مہینے میں رات کے تارے ٹوٹتے رہے اس سے پہلے اس طرح تارے نہیں ٹوٹتے تھے (اس کی نظیر نہیں ملتی)

۳۲۴ھ میں محمد بن رائق نے واسط اور اس کے تمام نواحی علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ہر طرف اسی کا حکم چلنے لگا' شاہی دفاتر اور وزارت معطل ہو کر رہ گئی' تمام اموال خراج اس کے پاس پہنچنے لگے' بیت المال کا وجود برائے نام رہ گیا۔ بادشاہ رہ گیا اور اس کی سلطنت کا نام ہی نام باقی رہ گیا تمام امور ملکی و مالی اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔

۳۲۵ھ میں امور سلطنت بالکل درہم برہم ہو گئے' شہروں پر خارجیوں کا قبضہ ہو گیا اور اور کہیں کوئی عامل راضی باللہ کا مطیع اور فرمانبردار موجود تھا تو وہ خراج کامال نہیں بھیج سکا ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ اب راضی کے قبضہ میں بغداد اور نواحی بغداد کے سوا کچھ بھی نہ رہا اس پر مستزادیہ کہ یہاں کا نظم و نسق بھی راضی کے ہاتھ میں نہیں تھا بلکہ ابن رائق کے ہاتھ میں تھا۔

چونکہ راضی کی سلطنت اور حکومت برائے نام رہ گئی تھی اور اس میں اس قدر ضعف پیدا ہو گیا تھا کہ دولت عباسیہ کے ارکان کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا۔ قرملی اور مبتدعی (اہل بدعت) تمام قلمرو پر قابض ہو گئے اس صورت حال سے امیر عبدالرحمٰن بن محمد بن اموی مروانی بادشاہ اسپین کو عباسی سلطنت کے اس ضعف سے بہت فائدہ پہنچا اور اس نے دعویٰ کیا کہ خلافت کا حقدار سب سے زیادہ میں ہوں۔ چنانچہ اس نے امیر المومنین الناصر الدین اللہ کا لقب اختیار کیا' امیر عبدالرحمٰن اندلس کے وسیع حصہ پر قابض تھا۔ امیر عبدالرحمٰن بڑا ہی صاحب ہیبت مجاہد تھا' غزووں اور جہاد کا شائق اور سیرت و کردار کے اعتبار سے بہت بلند پایہ شخص تھا اس نے بہت سے باغیوں اور حکومت پر قبضہ کرنے والوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا' اس نے ستر قلعے فتح کیے (ستر قلعوں سے مراد ستر شہر ہیں)

ایک عجیب پر آشوب دور:۔

یہ بھی ایک عجیب زمانہ تھا اس وقت خلافت تین دعویدار تھے بغداد میں الراضی باللہ امیر عبدالرحمٰن اندلس میں اور مہدی قیروان میں خود امیر المومنین کہتے تھے۔

۳۲۶ھ میں بجکم نے علی بن رائق پر خروج کیا اور اس کی ہیبت و دہشت سے ابن رائق رو پوش ہو گیا۔ اور بجکم سا بغداد میں داخل ہو گیا۔ راضی نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اس کو ایک عظیم منصب عطا کیا یعنی امیر الامراء کے منصب پر اس کو فائز کیا اور بغداد و خراسان کا حاکم مقرر کر دیا۔

۳۲۷ھ میں ابو علی عمر بن یحییٰ علوی نے اپنے قرملی دوست کو لکھا کہ حاجیوں کی آمدورفت سے پابندی اٹھا لو اور ہر حاجی سے پانچ اشرفیاں ٹیکس وصول کر کے حج کرنے کی اجازت دیدو' چنانچہ حاجیوں نے مقرر ٹیکس ادا کر کے اس سال حج کیا (یہ پہلا سال تھا کہ حاجیوں سے ٹیکس وصول کیا گیا۔)

۳۲۸ھ میں دجلہ میں ایسا سیلاب آیا کہ پورا بغداد ڈوب گیا پانی کی سطح ۱۲ گز (شرعی) سے زیادہ بلند ہو گئی۔ اس سیلاب میں بیشمار آدمی اور جانور ہلاک ہوئے' ہزاروں مکانات گر گئے۔

راضی کا انتقال:۔

۳۲۹ھ میں الراضی باللہ سخت بیمار ہوا۔۲ اور ماہ ربیع الثانی میں اکتیس سال چھ ماہ کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ راضی کی مدت خلافت ۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ مطابق ۹۳۴ء تا ۹۴۰ء ہے۔

راضی کی سیرت اور کردار:۔

الراضی باللہ بڑا سخی، دانشمند، سخن فہم، ادیب، علماء کا قدردان اور ایک اچھا شاعر تھا اس کا دیوان بھی یادگار ہے اس کے علاوہ اس نے امام نحویؒ سے حدیث بھی پڑھی تھی۔ خطیب بغدادیؒ نے الراضی باللہ کے بہت سے فضائل تحریر کئے ہیں منجملہ ان میں ایک یہ کہ بنی عباس میں یہ آخری حکمراں ہے جو صاحب دیوان شاعر ہے۔ راضی نے فوج کی تنخواہوں کی اجراء کے لئے قوانین مرتب کئے۔ راضی جمعہ کا خطبہ خود پڑھتا تھا۔ اپنے ندیموں اور امراء کے ساتھ اجلاس کرتا، عباسی سلاطین سابقہ کی طرح دربار بھی کرتا اور لوگوں کو انعامات وغیرہ سے بھی سرفراز کرتا تھا۔ وہ بنی عباس میں آخری حکمراں ہے جس نے اسلاف کی مطابقت کو اپنایا۔ الراضی باللہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

کل صفوا الی کدر
کل امر الی حذر
ہر صفائی کا انجام کدورت ہے
اور ہر کام میں ایک خطرہ لگا ہوا ہے
و مصیر الشباب
للموت فیہ اوالکبر
ہمارا شباب ہم کو رجوع کرتا ہے
موت یا بڑھاپے کی جانب!
رب فاغفر خطیئتی
انت یا خیر من غفر
الٰہی میری خطاؤں کو بخش دے
تو ہی سب سے بہتر بخشنے والا ہے

ابو الحسن ابن زرقویہ کہتے ہیں کہ اسمٰعیل خبطی عید کی شب کو راضی کی خدمت میں پہنچے راضی نے ان سے کہا کہ اے اسماعیل میں نے ارادہ کیا ہے کہ کل میں لوگوں کو نماز پڑھاؤں، بتاؤ

نماز پڑھانے کے بعد کیا دعا مانگوں انہوں نے کہا امیر المومنین آپ قرآن پاک کی یہ آیت بطور دعا کے پڑھئے گا۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی علی وعلی والدی

راضی نے کہا کہ آپ نے ٹھیک بتایا میرے لئے یہی دعا کرنا بہتر ہے اس کے بعد چار سو دینار ایک غلام کو دے کر ان کے ساتھ کر دیا۔ (چار سو دینار کا انعام)

راضی کے دور حکومت میں ان مشاہیر علماء اور فضلا نے انتقال کیا۔ علامہ نفطویہ' ابن مجاہد مقری۔ ابن کاس الحنفی۔ ابن ابی حاتم۔ مبرمان۔ ابن عبد رب (مصنف العقد) الاضطفری شیخ الشافعیہ۔ ابن شنوذنو۔ ابوبکر انباری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ۔

اھ

حواشی

۱۔ یہ ای کترک نژاد امیر تھا اور اول اول ابن رائق کا دست راست اور اس کا زبردست معاون (مترجم)

۲۔ الستقد (جلندر) کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

المتقی للہ ابو اسحاق

نسب ولادت اور کردار:۔

المتقی للہ ابو اسحاق ابراہیم بن المقتدر بن الموفق طلحہ بن المتوکل المتقی للہ کی ماں ایک کنیز تھی جس کا نام خلوب تھا بعض مورخین زہر بتاتے ہیں یہ اپنے بھائی راضی کی موت کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا ۔۱۔ متقی کی عمر اس وقت ۳۴ سال تھی اس نے تخت نشین ہو کر تمام امور سلطنت کو جوں کا توں رہنے دیا۔ کسی میں بھی تغیرو تبدل نہیں کیا۔ اس کے پاس بھی کنیزیں تھیں لیکن اس نے کسی کنیز سے کبھی قربت یا مباشرت نہیں کی۔ متقی روزے کثرت سے رکھتا تھا اور بہت ہی عبادت گزار تھا اس نے کبھی نبیذ کو منہ نہیں لگایا۔ (کبھی نبیذ نہیں پی) ندیموں اور مصاحبوں کے سلسلے میں وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے کسی مصاحب اور ندیم کی ضرورت نہیں میرے لئے قرآن پاک کافی ہے۔ (وہی بہترین ندیم ہے) چونکہ سلطنت کے تارو پود پہلے ہی بکھر چکے تھے اس لئے تمام امور سلطنت ابو عبداللہ بن الکوفی کاتب بجکم کے ہاتھ میں تھے (وہی سیاہ و سفید کا مالک تھا) متقی نام کا بادشاہ تھا البتہ مشروہ ضرور دیا کرتا تھا۔ اس کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں ایک روز رات کو اس قدر شدید بارش اور کڑک ہوئی کہ مدینۃ المنصور کا سبز گنبد گر گیا۔ یہ گنبد بغداد کا تاج سمجھا جاتا تھا اور چونکہ اس کی تعمیر منصور نے کرائی تھی اس لئے سلاطین بنی عباس اس کو بہت ہی مبارک متبرک سمجھتے تھے اس کی بلندی اسی گز (شرعی) تھی۔ اس کے نیچے ایک ایوان تھا جو بیس گز مربع تھا اس گنبد کے اوپر ایک نیزہ بردار سوار کا مجسمہ تھا اس کی خاصیت یہ تھی کہ جس طرف سے دشمن حملہ کرنے والا ہوتا تھا اس سوار کا رخ اسی طرف ہو جاتا تھا۔

اسی سال امیر بجکم ترکی کو قتل کر دیا گیا اور اس کے بجائے امیر الامراء کا منصب کور تکین دیلمی کو دیا گیا۔ متقی نے امیر بجکم کے تمام اموال اور اثاثے جو بغداد میں تھے ضبط کر لئے اس کی مالیت تقریباً ایک کروڑ دینا سے زیادہ تھی۔ اسی سال ابن رائق نے بغداد پر حملہ کر دیا۔ متقی نے امیر الامراء کور تکین کو اس کے مقابلہ پر بھیجا لیکن کور تکین کو شکست اٹھانا پڑی اور شرمندگی کے باعث کہیں رو پوش ہو گیا اور ابن رائق متقی للہ کا امیر الامراء بن گیا۔

۳۳۰ھ میں بغداد ایک مرتبہ پھر قحط عظیم سے دوچار ہوا اور گیہوں کی بوری کی قیمت ۳۱۶

دینا تک پہنچ گئی ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگوں نے مردار تک کھا لئے' اس سے قبل بغداد میں اتنا شدید قحط نہیں پڑا تھا اسی سال ابوالحسن علی بن محمد یزیدی نے خروج کیا' خلیفہ متقی اور ابن رائق دونوں مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے لیکن ان کو شکست کھانا پڑی اوردونوں موصل کی طرف فرار ہو گئے۔ بغداد (دارالحکومت) میں لوٹ بار برپا ہو گئی۔ متقی للہ جس وقت شکست خوردہ تکریت پہنچا تو وہاں سیف الدولہ ابو الحسن علی بن عبداللہ بن حمدان اور اس کا بھائی حسن دونوں موجود تھے' انہوں نے ابن رائق کو اچانک قتل کر دیا۔ متقی للہ نے ابن رائق کے بجائے سیف الدولہ کو امیر الامراء مقرر کیا اور اس کے اور اس کے بھائی کو ناصر الدولہ کے لقب سے سرفراز کیا اس واقعہ کے بعد متقی ان دونوں بھائیوں کو ساتھ لیکر بغداد واپس ہوا اس کی آمد کی خبر سن کر یزیدی یہاں سے فرار ہو کر واسط چلا گیا' کچھ عرصہ بعد ماہ ذیقعدہ میں پھر خبر ملی کہ یزیدی بغداد پر دوبارہ حملہ آور ہوا چاہتا ہے بغداد میں ہلچل برپا ہو گئی' عمائد اور روسا شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ یزیدی کا لشکر آ پہنچا۔ متقی اپنے ساتھ ناصر الدولہ کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلا اور مدائن کے قریب سخت معرکہ کارزار گرم ہوا۔ آخر کار یزیدی شکست سے دو چار ہوا۔ پھر واسط کی طرف ذلت و رسوائی کے ساتھ پلٹ پڑا' یہاں سیف الدولہ موجود ہی تھا سیف الدولہ نے شکست خردہ ابن یزیدی کو آسانی سے شکست دے دی اور اس کو وہاں سے بھی نکال دیا چاروناچار یزیدی کو بصرہ میں پناہ لینی پڑی۔

۳۳۱ھ میں رومیوں نے ارزن' میافارقین اور نصیبین پر حملہ کر دیا۔ خوب قتل و غارت کیا' رومیوں میں یہ بات مشہور تھی کہ وہاں کے کنشت میں ایک رومال رکھا ہوا ہے جس کے بارے میں عیسائیوں میں یہ مشہور تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنا روئے مبارک اس رومال سے صاف کیا تھا اور آپ کی شبیہ مبارک اس رومال پر اتر آئی تھی' رومیوں نے یہ رومال طلب کیا مسلمانوں نے اس شرط پر یہ رومال دینا منظور کیا کہ اس کے عوض تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ رومیوں نے قیدیوں کو آزاد کر دیا اور وہ رومال انہیں دے دیا گیا۔

اسی سال سیف الدولہ پر اس کے چند امراء نے خروج کر دیا۔ سیف الدولہ جان بچا کر بھاگ گیا سیف الدولہ چاہتا تھا کہ وہ براہ برید بغداد چلا جائے کہ اس اثنا میں اس کا بھائی ان امراء کی یورش سے خوفزدہ ہو کر موصل چلا گیا۔ دوسری طرف تورون واسط سے بغداد پہنچا' یہاں سے سیف الدولہ پہلے ہی جا چکا تھا' تورون ماہ رمضان میں بغداد پہنچا تھا متقی نے اس باغی سردار کی تالیف قلب کے لئے اس کو امیر الامراء کا منصب دیدیا۔ لیکن کچھ دن بعد ہی متقی اور تورون میں اختلاف پیدا ہو گیا تورون نے واسط سے ابو جعفر بن شیرازاد کو بغداد طلب کر لیا وہ اپنی سپاہ کے

ساتھ تورون سے آملا اور ان دونوں نے مل کر بغداد پر قبضہ کر لیا یہ رنگ دیکھ کر متقی نے اپنی مدد کے لئے ابن حمدان کو بلا لیا۔ ابن حمدان ایک عظیم لشکر لے کر متقی کی مدد کو آگیا ابن شیرزاد اس عظیم لشکر کی ہیبت سے کہیں روپوش ہو گیا متقی (مصلحتاً) اپنے اہل و عیال کو لے کر تکریت چلا گیا۔ ناصر الدولہ عربوں اور کردوں پر مشتمل ایک عظیم لشکر لے کر توزون کے قتل کے لئے پہنچ گیا عکبرا کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا' ابن تورون کو شکست ہوئی اور وہ شکست کھا کر متقی کے ساتھ موصل پہنچا' یہاں ایک بار پھر مقابلہ ہوا اس مرتبہ تورون نے ابن حمدان اور خلیفہ کو نصیبین تک کہیں بھی قدم نہیں جمانے دیئے مجبور ہو کر متقی نے والی مصر اخشید کو ایک خط لکھ کر اپنی مدد کے لئے بلایا۔ مصریوں سے یوں مدد طلب کرنے پر بنی حمدان متقی سے بددل ہو گئے اور ان کے دل متقی سے صاف نہیں رہے۔ اس طرح مجبور ہو کر متقی نے تورون سے صلح کرنا چاہی جس کو تورون نے بہت کچھ عہدوپیمان کے بعد منظور کر لیا ادھر اخشید متقی کی مدد کے لئے روانہ ہو چکا تھا اور رقہ پہنچ کر متقی سے ملاقات کی' اس وقت اسے معلوم ہوا متقی نے تورون سے صلح کرلی ہے۔ اخشید نے متقی سے کہا اے امیرالمومنین میں آپ کا غلام اور خادم ہوں' آپ پر ترکوں کی بیوفائی ظاہر ہو چکی اور ان کی غداریاں آپ دکھ چکے ہیں' میری خواہش ہے کہ آپ اللہ کے لئے میرے ساتھ مصر تشریف لے چلیں وہ سلطنت آپ کے لئے حاضر ہے وہاں اطمینان سے حکومت کیجئے' لیکن متقی نے اخشید کی یہ پیشکش رد کر دی۔ چنانچہ اخشید اپنی قلمرو کو واپس چلا گیا۔ اور متقی رقہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ محرم ۳۳۳ھ کی چار تاریخ کا واقعہ ہے۔ تورون متقی کے آنے کی خبر پا کر اس کے استقبال کو نکلا اور انبار وہیت کے درمیان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ تورون متقی کو دیکھتے ہی اظہار تکریم کے لئے گھوڑے سے اتر پڑا اور زمین بوس ہوا اور رکاب پکڑ کر اس کے ساتھ روانہ ہوا متقی نے کئی بار اس سے سوار ہونے کو کہا لیکن تورون نہ مانا اور اسی طرح وہ خلیفہ کی پیشوائی کر کے ان خیموں تک لایا جو اس کے لئے نصب کئے گئے تھے۔ متقی نے یہاں آکر آرام کیا لیکن تورون نے فریب کیا اور متقی اور ابن مقلد کو جو متقی کے ساتھ تھا گرفتار کر لیا۔ اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو قید کر دیا۔ اس نے متقی کی آنکھیں نکلوا کر اس کو اندھا کر کے بغداد روانہ کر دیا۔

متقی کی دست برداری اور مستکفی کی تخت نشینی :۔

متقی جب بغداد پہنچا تو اس سے انگشتری چادر اور عصا بھی چھین لیا۔ (جو نسلاً" بعد

نسل چلا آ رہا تھا اور بطور استحقاق حکمرانی حکمراں کے قبضہ میں رہتا تھا۔) تورون نے بغداد پہنچ کر عبداللہ مکتفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (اس کو بادشاہ بنا دیا) اور اس کا لقب مستکفی باللہ رکھا۔ متقی نابینا ہو چکا تھا مجبوراً" اس نے بھی تخت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ مستکفی کی تخت نشینی اور متقی للہ کی دستبرداری ۲۰ محرم ۳۳۳ھ عمل میں آئی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ صفر کا مہینہ تھا۔

قاہر باللہ کا اظہار مسرت:۔

جب متقی کے اس انجام کی خبر قاہر باللہ کو ہوئی تو وہ بہت خوش ہوا اور جوش مسرت میں یہ اشعار اس نے کہے۔۔۴

صرت و ابرواہیم شیخی عمی
لابدال مشیخین من مصدر
میں اور ابراہیم دونوں بوڑھے اندھے ہو گئے
اب دونوں بوڑھوں کیلئے گوشہ تنہائی اچھا ہے
مادام توزون له امرة
مطاعه فالمیل فی المجمر
تورون کی امارت ہمیشہ قائم رہے
اور دہکتی ہوئی سلائی اس کی مطیع رہے

قاہر نے اس موقع پر یہ بھی کہا ابھی تو دو ہی اندھے ہوئے ہیں ابھی ایک تیسرے کی ضرورت ہے۔۔۵ قاہر نے یہ ایسی بدفالی کی تھی کہ کچھ دنوں کے بعد مستکفی بھی اندھا ہو کر ان میں شامل ہو گیا۔۔۶ ابھی تورون کے اقتدار کو پورا ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ مر گیا۔

متقی کا انتقال:۔

بدنصیب اندھے متقی کو ایک جزیرے میں سندیہ کے قریب قید کر دیا گیا اور اس قید میں بے کیف زندگی کے پچیس سال اور گزار کر ماہ شعبان ۳۵۷ھ میں قید ہستی سے آزاد ہو گیا۔

متقی کے زمانے کا ایک عجیب واقعہ :-

اس کے زمانے کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے جب ابن شیرزاد نے بغداد پر اپنا قبضہ کیا تو حمدی ڈاکو سے یہ معاہدہ کر لیا کہ پچیس ہزار دینار ہر مہینے مجھے دیا کر میں تیرا ضامن ہوں۔ چنانچہ وہ بدبخت روشنی کے ساتھ لوگوں کے گھروں میں گھستا تھا اور ان کے اموال لوٹ لیتا تھا جب اس کو ربیع دیلمی کے سپرد بغداد کی کوتوالی کی گئی اس وقت اس نے ابن حمدی کو گرفتار کر لیا اور کوڑوں سے پٹوایا۔

متقی کے زمانے میں انتقال کرنے والے مشاہیر :-

متقی کے دور سلطنت میں انتقال پانیوالے مشاہیر میں' ابو یعقوب النہر جوری (جو حضرت جنید کے مریدوں میں سے تھے) قاضی ابو عبداللہ الحالی۔ صوفی ابوبکر فرغانی۔ الحافظ ابو العباس بن عقدہ' ابن ولاد نحوی ہیں ان کے علاوہ اور کچھ لوگوں نے بھی زمرہ مشاہیر سے اس دور میں وفات پائی۔

حواشی

۱۔ بعض مورخین نے اس کا لقب المتقی باللہ لکھا ہے جیسے شاہ معین الدین ندوی تاریخ السلام حصہ سوم میں کو المتقی باللہ کہتے ہیں۔ لیکن علامہ سیوطی نے عنوان میں بھی اور متن میں بھی اس کا لقب المتقی للله ہی لکھا ہے۔ (مترجم)

۲۔ تخت نشینی ۳۲۹ھ عمل میں آئی

۳۔ تورون ایک سرکش ترکی سردار تھا اس کا دوسرا حامی سردار میر نجم تھا ان دونوں نے روپیہ کے مطالبہ کیا تھا نہ ملنے پر انہوں نے بغاوت کر دی۔ (مترجم)

۴۔ بغرض عبرت ان اشعار کو مع ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ (شمس)

۵۔ یعنی تورون کے ہاتھوں مستکفی کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔

۶۔ جب مستکفی کی آنکھوں میں بھی سلاخیں پھیر دی گئیں اور وہ اندھا ہو کر وہاں پہنچا تو اس نے کہا کہ واقعی ہم دو اندھوں کو ایک تیسرے اندھے ساتھی کی ضرورت تھی۔

المستکفی باللہ ابو القاسم

نسب اور تخت نشینی:۔

المستکفی باللہ ابو القاسم عبداللہ بن مکتفی بن معتضد! اس کی ماں بھی ایک ام ولد تھی جس کا نام یا لقب املح الناس تھا۔ متقی کے تخت سے دستبردار ہونے کے بعد ماہ صفر ۳۳۳ھ میں تخت پر بیٹھا اس وقت اس کی عمر اکتالیس سال تھی۔ تورون تو متقی کے زمانے ہی میں مر گیا تھا وہ اپنے بعد اپنے بھتیجے ابو جعفر بن شیرزاد کو مستکفی کے دور سلطنت میں چھوڑ گیا تھا۔ ابن شیرازد نے فوج سے ساز باز کرلی اور اپنی اطاعت پر ان سے حلف لے لیا۔ مستکفی کو جب اس کی طاقت کا اندازہ ہوا تو اس نے تالیف قلب کے لئے اس کو خلعت سے نوازا۔ جب احمد بن بویہ بغداد آیا تو شیرزاد اس کے خوف سے روپوش ہو گیا' ابن بویہ اسی وقت مستکفی کے پاس دربار میں آیا۔ مستکفی نے اس کو خلعت عطا کیا اور معزالدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا اس کے بھائی علی کو اعتماد الدولہ اور دوسرے بھائی کو رکن الدولہ کا خطاب دیا۔ سکوں پر بھی ان کے خطابات لکھوائے اور اپنا لقب امام حق مسکوک کرایا۔ (اس طرح ابن بویہ اور اس کے بھائیوں کا سلطنت پر اچھی طرح اقتدار قائم ہو گیا۔) معزالدولہ ابن بویہ نے سلطنت پر اقتدار جما کر مستکفی کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔ معزالدولہ چند دنوں ہی میں امور سلطنت اور کاروبار مملکت پر اس طرح چھا گیا کہ اس نے مستکفی کو گوشہ نشین بنا دیا اور پانچ ہزار درہم یومیہ اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ دیالمہ میں یہ سب سے پہلا شخص ہے جو عراق کا نائب السلطنت مقرر ہوا۔ معزالدولہ ہی پہلا شخص ہے جس نے تحصیلدار (محصل خراج) ملک میں مقرر کئے۔ اس نے پیراکی اور کشتی لڑنے کا شوق لوگوں میں پیدا کیا۔ اور ان کو انعامات دیئے بغداد کے نوجوانوں میں اس قدر شوق بڑھا اور وہ اس میں اس قدر منہمک ہوئے اور اتنا کمال حاصل کیا کہ پیراک ایک ہاتھ میں انگیٹھی اور اس پر دیگچی رکھے گوشت بھونتا ہوا پیرتا چلا جاتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد معزالدولہ مستکفی سے (کسی وجہ سے) بدگمان ہو گیا۔ ایک روز ماہ جمادی الاول ۳۳۴ھ میں مستکفی میں تخت حکومت پر رونق افروز تھا تمام امراؤ عمائد اپنے اپنے مقام پر کھڑے تھے کہ اتنے میں دو دیلمی مستکفی کی طرف بڑھے اس نے خیال کیا کہ یہ دونوں میری دست بوسی کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے دونوں ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیئے۔ دونوں نے مستکفی کے

دونوں ہاتھ پکڑ پر اس کو تخت سے کھینچ کر نیچے گرا لیا۔ اور اسی کے عمامے سے اس کو باندھ دیا۔ دیلمی دربار کے باہر موجود ہی تھے۔ انہوں نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ پھر تو پورے دارالسلطنت میں لوٹ مار مچ گئی۔ حرم سرا کو دیلمیوں نے اس طرح لوٹا کہ کوئی چیز اس میں باقی نہ چھوڑی۔ معزالدولہ دربار سے اٹھ کر گھر چلا گیا (کہ یہ اسی کی سازش تھی) یہ لوگ مستکفی کو باندھ کر اس کے حرم سرا میں پیدل لے گئے اور اس کو تخت سے دستبرداری پر مجبور کیا۔ اس کی بھی دونوں آنکھیں نکال ڈالیں (جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے۔) مستکفی کو جب اندھا کیا گیا تو اس کی سلطنت کو صرف ایک سال چار ماہ گزرے تھے۔ فضل ابن مقتدر کو دیلمی گھر سے نکال لائے اور اس سے بیعت کر لی۔ چار رونا چار مستکفی کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا اس کے بعد دیلمیوں نے مستکفی کو بھی قید کر دیا۔ ۳۴۸ھ میں چھیالیس سال کی عمر میں وہ جیل خانہ ہی میں مر گیا۔ لوگ کہتے ہیں مستکفی شیعہ تھا۔

المطیع اللہ ابو القاسم

نسب اور ولادت :۔

المطیع اللہ ابوالقاسم الفضل بن مقتدر بھی ایک ام ولد کے بطن سے جس کا نام مشغلہ تھا ۳۰۱ھ میں پیدا ہوا اور مستکفی کی تخت سے دستبرداری کے بعد جمادی ۳۳۴ھ میں تخت نشین ہوا (لیکن یہ بھی مستکفی کی طرح اقتدار اوراختیاراس سے کلیتہ" محروم تھا) معزالدولہ نے اس کا بھی سو دینار یومیہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔اس کی حکومت کے پہلے ہی سال بغدد میں اس قدر زبردست قحط پڑا کہ لوگ مردار اور لید کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بہت سے لوگ سڑکوں پر بھوک کے مارے مرگئے۔ اکثر لوگوں نے کتوں کو کاٹ کر کھا لیا۔ لوگوں نے باغات اور زمینں روٹیوں کے عوض بیچ ڈالے۔ غریبوں اور ناداروں کے پاس بھنے ہوئے چھوٹے چھوٹے بچے پائے گئے۔ (جن کو وہ کہیں سے پکڑ لاتے تھے اور بھون کر کھا جاتے تھے) خود معزالدولہ کے لئے ایک بوری آٹا بیس ہزار درہم میں خریدا گیا۔ راشن میں ایک بوری آٹے کا بھاؤ انیس قنطارؔ تھا(چار ہزار آٹھ سو درہم)۔

اس عرصہ میں معزالدولہ اور ناصر الدولہ کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معزالدولہ ناصرالدولہ کے مقابلہ میں نکلا اور المطیع اللہ اس کے ساتھ (قیدی کے طرح) تھا اور جب وہ میدان سے پلٹا تو اس وقت بھی مطیع اللہ قیدی کی حیثیت سے ہمراہ تھا۔

اسی سال رخشیدوالئی مصر کا انتقال ہو گیا۔ رخشید کا اصل نام محمد بن طغج فرغانی تھا۔ رخشید کے معنی (بادشاہ بادشاہان) کے ہیں لیکن فرغانہ کے سلاطین کا عام طور پر یہی لقب ہوتا تھا جیسا کہ بادشاہان طبرستان کو اصبہند' جرجان کے سلاطین اصول' ترک سلاطین خاقان' اشروسنہ کے بادشاہ افشین اور سمرقند کے بادشاہ کالقب سامان ہوتا ہے۔

اخشید بہت ہی دلاور اور ہیبت ناک شخص تھا قاہر کے زمانے سے پہلے اس کو مصر کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اس کے آٹھ ہزار غلام تھے۔ ملک کافور کا بھی یہ آقا تھا۔

اسی سال قائم عبیدی کا جو والی مغرب تھا انتقال ہو گیا۔ اس کے بجائے اس کا بیٹا اور ولی عہد منصور باللہ اسماعیل متمکن رہوا۔ قائم بدبخت اپنے باپ سے بھی زیادہ زندیق اور ملعون تھا اس ملعون نے انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیں اوردلوائیں اور میں علماء کا بے دریغ قتل کرایا۔ؔ

۳۳۵ھ میں معزالدولہ نے مطیع سے از سرنو عہد و پیمان کئے اور اس پر نگرانی موقوف کر دیا اور دارالحکومت میں آنے جانے کی اجازت دے دی۔

۳۳۸ھ معزالدولہ نے دربار میں درخواست پیش کی کہ کاروبار سلطنت میں اس کے بھائی علی بن بوسیہ الملقب بہ عماد الدولہ کو بھی اس کا شریک کاربنا دیا جائے اور جب میراانتقال ہو جائے تو میرا منصب اسی کو عطا کیا جائے۔ مطیع نے فوراً اس کی یہ درخواست منظور کر لی لیکن عمادالدولہ کا اسی سال انتقال ہو گیا اور مطیع اللہ نے اس کے بھائی رکن الدولہ رفیق کار بنا دیا۔

۳۳۹ھ میں حجر اسود کو پھر اس کی جگہ واپس لا کر نصب کر دیا گیا اوراسکی مضبوطی کے لئے اس کے اردگرد چاندی کا حلقہ بنا دیا گیا جس کا وزن سات سو ستر اور نصف درہم تھا محمد بن نافع خزاعی کہتے ہیں کہ حجر اسود نصب ہونے سے قبل میں نے اس کو بڑے غور سے دیکھا اس کے سرے پر ایک سیاہ لکیر تھی اور باقی تمام سفید تھا اس کا طول بقدر ایک گز (شرعی) تھا۔

۳۴۰ھ میں ایک قوم نے خروج کیا جو تناسخ کی قائل تھی ان میں ایک جوان نے اعلان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روح اس میں داخل ہو گئی اور اس کی بیوی نے کہا کہ حضرت فاطمہؓ کی روح میرے اندر داخل ہو گئی ہے ان میں سے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ جبرئیل کی روح اس کے اندر سما گئی ہے۔ ان تینوں افراد کو لوگوں نے خوب زدو کوب کیا یہ تینوں کم بخت خود کو چونکہ خاندان اہلبیت سے منسوب کرتے تھے اس لئے معزالدولہ نے ان کو رہا کر دیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ اسی مردود کے اشارے پہ ہوا تھا۔

اسی سال منصوریہ کا بادشاہ منصوری عبیدی شہر منصوریہ میں مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا فرزند سعد جس کا لقب معزلدین اللہ تھا تخت نشین ہوا اس نے موجودہ شہر قاہرہ آباد کیا اس کے ولد منصور نے منصورہ آباد کیا تھا منصور نیک سیرت بادشاہ تھا اس نے اپنے باپ کے زمانے میں کئے گئے مظالم کا تدارک کیا تمام مظلوموں کے ساتھ جس سلوک سے پیش آیا اور تلافی مافات کی جس کی وجہ سے وہ رعایا میں بہت ہر دل عزیز ہو گیا منصور کے بیٹے سعد کو بھی لوگ پسند کرتے تھے وہ بھی نیک طینت بادشاہ تھا اسی وجہ سے پورا مغربی ملک اس کے قبضہ اور تصرف میں آگیا تھا۔

۳۴۳ھ میں شاہ خراسان نے اپنے ممالک میں مطیع اللہ کا نام خطبہ میں پڑھایا آج تک خطبہ میں وہاں کسی عباسی سلطان کا نام نہیں شامل کیا گیا تھا۔ مطیع کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے خوش ہو کر اس کو خلعت اور پرچم مرحمت فرمایا۔

زلزلے کی تباکاریاں :۔

۳۴۴ھ میں مصر میں سخت زلزلہ آیا۔ اس زلزلہ سے بیشمار مکانات منہدم ہو گئے۔ تین ساعت تک زلزلہ کے جھٹکے جاری رہے لوگوں نے خداوند تعالیٰ کے حضور میں الحاح وزاری کے ساتھ دعائیں مانگیں۔

۳۴۶ھ میں سمندر کا پانی اسی گز کم ہو گیا اس قدر پانی اترنے سے اس میں پہاڑ اور ایسی ایسی عجیب و غریب چیزیں نظر آئیں جو اس سے قبل مشاہدہ سے نہیں گزریں تھیں رے اور اس کے نواح میں زلزے کا اس قدر اثر ہوا کہ شہر طالقان زمین میں دھنس گیا۔ شہر طالقان کی تمام آبادی میں سے صرف تیس افراد بچے تھے باقی سب کے سب فنا ہو گئے۔ رے کے مضافات میں ایک سو پچاس گاؤں زمین میں دھنس گئے حلوان کا اکثر حصہ کھنڈر بن گیا۔ مردوں کی ہڈیاں زمین سے باہر نکل پڑیں۔ جگہ جگہ چشمے جاری ہو گئے۔ رے میں ایک پہاڑ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ ایک گاؤں می معلق ہو کر رہ گیا (گاؤں کے اطراف کی زمین دھنس گئی) کچھ دیر بعد زمین کے اندر دھنس گیا زمین میں بڑے بڑے شگاف پڑ گئے جس سے بدبودار پانی بہنے لگا (یہ گندھک کا پانی ہو گا) بعض شگافوں سے ہر وقت دھواں نکلتا رہتا تھا۔

قم حلوان اور جبال میں زلزلہ :۔

۳۴۷ھ میں قم' حلوان اورجبال کے علاقہ میں زلزلہ آیا۔ یہ زلز بھی بہت سخت تھا بیشمار مخلوق تباہ برباد ہوئی۔ بیشمار لوگ ہلاک ہوئے اس زلزلے کے بعد ٹڈی دل ٹوٹ پڑا اور فصلوں اور باغات کا ناس کر دیا۔ سارے کھیت صاف ہو گئے۔

ایک عجیب و غریب جلوس :۔

۳۵۰ھ میں معزالدولہ نے بغداد میں ایک نیا محل تعمیر کرایا جس کی بنیاد ۳۶ گز تھی۔ اسی سال معزالدولہ نے ابو العباس عبداللہ بن حسن بن شوارب کو سلطان مطیع اللہ کی موجودگی میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا۔ قاضی صاحب جب معزالدولہ سے خلعت پا کر دربار سے واپس ہوئے تو ان کے آگے آگے (اظہار شوکت کے لئے) جھانجے اور نفیریاں بجتی ہوئی جا رہی تھیں اور ان کے جلو میں ایک فوجی دستہ بھی تھا قاضی القضاۃ کو منصب کی سپردگی کے وقت جو شرائط نامہ

لکھا گیا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قاضی القضاۃ ہر سال معزالدولہ کو دو لاکھ درہم بطور نذر پیش کیا کرے گا۔ لیکن مطیع اللہ نے اس شرط کو باطل کرنا چاہا تھا لیکن اس کی کسی نے نہیں مانی۔ بس وہ اتنا کر سکا کہ ایسی نازیبا شرط قبول کرنے والے قاضی کو اس نے کبھی اپنے سامنے نہیں آنے دیا۔

مزید واقعات:۔

اسی سال رومیوں نے جزیرہ افریطش پر قبضہ کر لیا جو ۳۴۰ھ سے مسلمانوں کے مقبوضات میں شامل تھا۔ اسی سال والی اندلس الناصر الدین اللہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔

صحابہ کرام کو سب و شتم:۔

۳۵۱ھ میں (معزوالدولہ کی شہ پر) شیعوں نے تمام مساجد کے دروازوں پر یہ عبارت تحریر کردی۔ "امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر لعنت ہو۔ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا باغ فدک غصب کرنے والے پر لعنت ہو۔ امام حسنؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنے کی اجازت نہ دینے والے پر لعنت ہو۔ ابو ذر غفاری کو نکالنے والے پر لعنت ہو (نعوذ باللہ من ہذا الکفر) لیکن اس مردودوں کی یہ تحریریں راتوں رات مٹا دی گئیں۔ دوسرے دن پھر یہی عبارت جب معزالدولہ نے لکھنے کی اجازت دی تو مہلبی نے کہا کہ صرف یہ عبارت لکھوا دی جائے۔ "آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرنے والوں پر لعنت" البتہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر صاف صاف لعنت لکھوائی جائے۔" چنانچہ یہی عبارت بار بار لکھوائی کیونکہ لوگ اس کو مٹا دیتے تھے۔

۳۵۲ھ میں عاشورہ کے روز معزالدولہ نے بازار اور کاروبار بند کرا دیا۔ باورچیوں کو کھانا پکانے سے منع کر دیا بازار میں لکڑی کے گنبد نصب کرا کر ان پر کپڑا ڈلوا دیا(ان کو کپڑے سے منڈھوا دیا) عورتیں بال کھولے اپنے منہ پیٹتی ہوئی حسینؓ کا ماتم کرتی ہوئی نکلیں بغداد میں اس طرح کی بدعت کا یہ پہلا دن تھا اور اس کے بعد یہ طریقہ مدت تک جاری رہا۔ (بیچارہ مطیع اللہ مجبور تھا یہ سب تماشے دیکھ رہا تھا لیکن کچھ کر نہیں سکتا تھا) ذی الحجہ کے دوسرے ہفتہ میں عید غدیر کا جشن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا ڈھول بجوائے گئے۔

عجیب و غریب توام بہن بھائی :۔

اسی سال آرمینہ کے بطریق نے ناصر الدولہ بن حمدان کے پاس دو جڑواں لڑکوں کو بھیجا جن کی عمر ۲۵ سال تھی وہ صرف پہلو سے جڑے ہوئے تھے (یعنی ان کے پہلو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے) ان کے الگ الگ پیٹ تھے دو معدے، دو نافیں، ان میں ہر ایک کی بھوک، پیاس اور بول براز کا وقت الگ الگ تھا، دونوں ہاتھ، پاؤں اور رانیں و پنڈلیاں الگ الگ تھیں۔ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت معلوم ہوتی تھی، اس میں سے ایک کا میلان عورت کی طرف تھا اور دوسرے کی رغبت مرد کی طرف تھی اسی سے یہ اندازہ ہوا کہ ان میں ایک مرد تھا دوسری عورت، کچھ دن کے بعد ان میں سے ایک مر گیا اور ایک اندہ رہا، مردے سے جب بدبو آنے لگی تو ناصر الدولہ نے اطباء کو جمع کیا اور مردے کو زندہ سے الگ کرنا چاہا لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا اور میت کی سڑاند اور بدبو سے دوسرا زندہ بھی بیمار ہو گیا اور پھر مر گیا۔

۳۵۴ھ میں معزالدولہ کے لئے عظیم الشان خرگاہ تیار کرایا گیا جس کی عمودا" بلندی پچاس گز تھی، اسی سال معزالدولہ کی بہن کا انتقال ہو گیا۔ مطیع اس کی تعزیت کے لئے معزالدولہ کے محل پر گیا۔ مطیع اللہ نے جنازہ میں شریک ہونا چاہا لیکن معزالدولہ نے اجازت نہیں دی تین مرتبہ زمین بوسی کر کے سلطان کو واپس کر دیا۔ چنانچہ مطیع اللہ واپس اپنے محل کو لوٹ آیا۔

اسی سال یعقوب بادشاہ روم نے بلادالمسلمین (مسلمانوں کی بستیوں کے قریب) شہر قیساریہ آباد کیا۔

رافضیوں کی حکومت :۔

۳۵۶ھ میں قرامطی دمشق پر قابض ہو گئے اور مصر و شام سے حج کے لئے جانے کے راستے بند کر دیئے یہاں سے بڑھ کر انہوں نے مصر پر قبضہ کرنا چاہا مگر بنو عبدان سے پہلے قابض ہو چکے تھے، اب شیعوں کی حکومت اقلیم مغرب، مصر اور عراق تک پھیل گئی (ان تمام ممالک پر قابض ہو گئے) چونکہ مصر میں کافور اخشیدی کے مرنے کے بعد تمام مصر میں اختلال پیدا ہو گیا، فوجیوں کو تنخواہیں ملنا بند ہو گئیں اس لئے انہوں نے پھر معزالدولہ کو لکھا کہ آپ مصر آ جائیں۔ معزالدولہ نے اپنے ایک غلام کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر سارے علاقہ پر قبضہ

کر لیا اور جس جگہ آج کل (دسویں صدی ہجری) قاہرہ واقع ہے وہاں پہنچ کر قیام کیا اور وہاں معزالدولہ کے لئے ایک دارالامارت بنوایا آج کل یہ قصرین کے نام سے موسوم ہے۔ معزالدولہ کے غلام نے خطبوں سے بنی عباس کا نام نکلوا دیا۔ سیاہ لباس کو (جو عباسیوں کا نشان تھا) پہننا ممنوع قرار دے دیا خطیبوں کو حکم دیا گیا کہ بجائے سیاہ لباس کے سفید لباس زیب تن کریں اور حکم دیا کہ خطبوں میں یہ پڑھا جائے۔

الهم صل علی محمد ن المصطفے وعلی علی المرتضی وعلی فاطمه البتول وعلی الحسن والحسین سبط الرسول وصل علی الائمه ابا امیر المومنین المعزی باللّٰه۔

یہ تمام تبدیلیاں شعبان ۳۵۸ھ میں وقوع پذیر ہوئیں۔

ربیع ۳۵۹ھ میں تمام مصر میں اذان حی علی خیر العمل کا اضافہ کیا گیا اور جامع ازہر کی تعمیر کا آغاز ہوا جو رمضان ۳۶۱ھ میں مکمل ہوئی۔ اسی سال(۳۵۹) میں عراق میں ایک ستارہ ٹوٹا جو اتنا بڑا تھا کہ اس کی روشنی سے تمام دنیا روشن ہو گئی' یہ روشنی بڑھتے بڑھتے ضیائے آفتاب کی طرح ہو گئی ستارہ ٹوٹنے کے بعد زبردست رعد کی آواز آئی۔

۳۶۰ھ میں عراق میں بھی اذان کے اندرحي علی خیر العمل جعفر بن فلاح نائب حاکم دمشق کے حکم سے شامل کیا گیا اور کسی کو اس حکم کی مخالفت کی جرات نہ ہو سکی۔

۳۲۶ھ میں سلطان بختیار (معزالدولہ) اور مطیع اللہ کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا مطیع اللہ نے کہا کہ میرے نام کے بغیر خطبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں گوشہ نشینی اختیار کئے لیتا ہوں معزالدولہ نے ناراض ہو کر مطیع اللہ کا وظیفہ بند کر دیا' مطیع نے تنگدستی سے مجبور ہو کر اپنا اثاثہ لیست چار لاکھ درہم میں فروخت کر دیا اس بنا پر لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ معزالدولہ اور مطیع اللہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے۔

اسی سال بغداد میں معزالدولہ کا ایک غلام مارا گیا اس پر معزالدولہ اس قدر غضبناک ہوا کہ وزیر ابوالفضل شیرانی نے انتقام لینے کے لئے شہر میں ایک طرف آگ لگوا دی آگ نے بہت جلد شدت اختیار کر لی سینکڑوں گھر جل گئے اموال خاکستر ہو گئے اور بہت سے لوگ جل کر مر گئے یہاں تک کہ یہ وزیر (ابو الفضل شیرانی) بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا اور جل کر مر گیا (اللہ اس کی مغفرت نہ فرمائے) اب سے پیشتر ایسی آگ بغداد میں کبھی نہیں لگی تھی۔

قاضی کا عہدہ اور شرائط نامہ :۔

۳۶۳ھ میں ابو الحسن محمد بن ام شیبان ہاشمی کو مطیع اللہ نے قضاء کا عہدہ سپرد کیا اگرچہ انہوں نے انکار کیا لیکن مطیع کے اصرار پر ان کو قبول کرنا پڑا' مطیع نے ان سے بہت سی شرطیں بھی قبول کرائیں اور انہوں نے قبول کر لیا۔ ان شرطوں میں تھا کہ وہ عہدہ قضاء کی تنخواہ نہیں لیں گے۔ کسی کا خلعت قبول نہیں کریں گے۔ شریعت کے خلاف کسی کی سفارش نہیں سنیں گے صرف ان کے کاتب کے لئے تین سو درہم ماہانہ حاجب کے لئے ڈیڑھ سو درہم ماہانہ تنخواہ مقرر کر دی گئی۔ دفتر قضاء کے احکام کی تعمیل کرانے والے اہلکار کے لئے سو درہم خزانچی اور سر دفتر کے لئے سات سو درہم ماہانہ مقرر ہوئے۔ جو فرمان تقرری اس موقع پر لکھا گیا وہ یہ ہے۔

"عبداللہ الفضل المطیع للہ امیر المومنین اس تحریر کے بموجب محمد بن صالح ہاشمی کو عہدہ قاضی القضاۃ پر تقرر کے وقت اہل مدینہ السلام' مدینہ المنصور' مدینہ الشرقیہ اور شہر کوفہ کے مغربی اور مشرقی مضافات اور وہ مقامات جو خراسان' حلوان' فرسبسیس' دیار مصر' دیار ربیعہ' دیار بکر' موصل' حرمین شریفین' یمن' دمشق' حمص' جند قنسرین' عوام' اسفندریہ' جند فلسطین' اردن اور کل وہ مقامات اور علاقے جو عباسین کے تحت و تصرف میں ہیں اس امر میں پابند کرتے او ان سے اقرار لیتے ہیں کہ وہ کل ان ممالک کے عاملوں' حاکموں اور قاضیوں پر افسر اعلیٰ (قاضی القضاۃ) کا کام کریں گے حکام کے حالات معلوم کیا کریں گے اور ممالک محروسہ کے حکام کے کاموں کامعائنہ کریں گے۔ تمامی نواحی اور امصار مملکت کے طریقہ ہائے کار گزاری پر نظر رکھیں گے ان کو اگر ضرورت ہو گی تنبیہہ کریں گے ان کے عیوب پر چشم نمائی سے کام لیں گے تاکہ عوام و خواص دونوں احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیں۔ یہ دین اسلام کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گے تاکہ ہر جگہ نیک نیتی باقی رہے (امن و امان اور تقویٰ باقی رہے۔) ایسے لوگوں کا تقرر بھی کریں گے جو دیانتدار اور صاحب امانت ہوں۔ ان کی پاکدامنی ظاہر ہو۔ پرہیزگاری میں سب سے مقدم ہوں' شریعت کے پابند ہوں' تقویٰ سے موصوف ہوں' صاحب علم ہوں' عقلمند ہوں' صاحب حلم ہوں' خوش پوش ہوں' لباس کی طرح دل کے بھی صاف ہوں' عالم دین ہونے کے ساتھ معاملات دنیا سے بھی پوری واقفیت رکھتے ہوں۔ عقبیٰ کی سلامتی سے آشنا ہوں' خوف خدا رکھتے ہوں کیونکہ خدا سے ڈرنا ہی ایک عظیم صفت ہے وہ خود بھی اپنے معاملہ میں کتاب اللہ پر عمل پیرا ہوں۔ اور ہر معاملہ میں اسی کے موافق عمل کرتے (اور فیصلے صادر کرتے) ہوں۔ رسول اللہ علیہ وسلم کی شریعت ان کی رہبر ہو وہ اجماع امت کی رعایت کرتے ہوں۔ آئمہ راشدین کی اقتداء کرنے والے ہوں اور جو امر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت نہ ہو اس میں اجتہاد سے کام

لیتے ہوں۔ فریقین میں سے ہر ایک ان کی نظر میں برابر ہو انصاف اور عدل سے کام کرتے ہوں اس طرح کہ غریب ان سے ڈرنا چھوڑ دے اور امراان کو اپنی طرف مائل نہ کر سکیں۔ علاوہ ازیں وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں تاکہ زبردست خوش دلی کے ساتھ اپنے فرائض بحسن و خوبی ادا کریں اور غلطیوں کا ازالہ بھی ہو سکے صاحبان فن، ہنر مند اور تاجروں کے ساتھ مروت کا سلوک کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔"

اسی طرح کی بہت سی باتیں اسی شرائط نامہ یا عہد نامہ میں مذکور تھیں جن کا ذکر کرنا بہت طول طویل ہے۔

بنی عباس کے سلاطین سابقہ اپنی سلطنت میں ایک قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ہمیشہ دارالحکومت میں رکھتے تھے اور وہ اپنی طرف سے نائب مقرر کیا کرتا تھا جسے قاضی کہا جاتا تھا۔ اس مقررہ شخص کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قاضی نہیں ہو سکتا تھا یہ قاضی القضاۃ نہیں کہلایا جا سکتا تھا لیکن افسوس کہ اب تو ایک شہر میں کئی کئی قاضی موجود ہیں اور ہر ایک خود کو قاضی القضاۃ نہیں کہتا ہے حالانکہ بعض خود قاضی القضاۃ کہلانے والے ایسے ہیں کہ ان کے تحت ایک بھی قاضی نہیں ہے۔ پہلے قاضی القضاۃ کا دائرہ عمل اتنا وسیع ہوتا تھا اور وہ اتنا صاحب اقتدار ہوتا تھا کہ بادشاہ پر بھی اس کا حکم چلتا تھا اور اب وہ رعایا پر بھی اپنے حکم کا نفاذ نہیں کرا سکتا۔

اسی سال یعنی ۳۶۳ھ میں مطیع اللہ پر فالج گرا جس سے اس کی زبان بھی متاثر ہوئی معزالدولہ نے اپنے حاجب سبکتگین کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ وہ تخت سے اپنے بیٹے طائع اللہ کے حق میں دستبردار ہو جائے اور کاروبار سلطنت (جو بھی برائے نام ہے) اس کے سپرد کر دے، چنانچہ اس نے اس حکم کی تعمیل کی اور ۲۳ ذیقعدہ ۳۶۳ھ بروز چہار شنبہ الطائع اللہ کو امیر بنا دیا گیا۔ مطیع اللہ کی سلطنت انتیس سال دو ماہ رہی۔ تخت سے دستبرداری کے بعد قاضی بن ام شیبان نے حکم دیا کہ آئندہ سے مطیع کا لقب شیخ فاضل ہو گا۔

سلطنت عباسیہ کی تباہ حالی:۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مطیع اور اس کا بیٹا طائع دونوں بنی بویہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلیوں کی طرح تھے اس کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہیں تھی چنانچہ سلطنت کا یہ ضعف مقتفی للہ تک قائم رہا۔ مقتفی للہ نے اس کے سدھارنے کی کچھ کوشش ضرور کی تھی۔ ادھر تو سلطنت عباسیہ روز بروز روبزوال تھی ادھر مصر میں اس کے خلاف بنی عبید رافضیوں کی سلطنت قوت پکڑتی گئی اور ان کی

سلطنت کی وہی حالت (باعتبار استحکام) ہوگئی جو کبھی بنی عباس کی تھی۔
مطیع اللہ اپنے ایک فرزند کو ساتھ لے کو واسط کی طرف چلا گیا جہاں محرم ۳۶۴ھ میں وہ قید ہستی سے رہا ہو گیا۔ ابن شاہین کہتے ہیں کہ جہاں تک میری تحقیق ہے اس سے تو یہی ثابت ہے کہ مطیع اپنی مرضی اور خواہش سے تخت سے دستبرادر ہوا تھا میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے، خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ حضرت مام احمد حنبل نے فرمایا ہے کہ جس کے دوست اور یہی خواہ مر جاتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

مطیع للہ کے عہد میں انتقال کرنے والے مشاہیر:۔

مطیع للہ کے زمانے میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا۔
مذہب حنبلی کے استاد خرقیؒ حضرت ابوبکر شبلیؒ (مشہور صوفی)، امام شافعیہ قاضی ابورجاءؒ اسوانی، ابوبکر صولی (مورخ)، ہشیم بن کلب شاشی، ابو طیب صعلوکی، ابو جعفر نحاس نحوی، ابو نصر فارابی (مشہور فلسفی)، امام شافعیہ ابواسحاق مروزی، ابو القاسم زجاجی نحوی شیخ حنفیہ علامہ کرخی، علامہ دینوری مصنف المجالتہ، ابو بکر ضبعی، قاضی ابو القاسم التوفی، ابن حداد صاحب الفروع، ابو علی بن ابی ہریرہ (اکابرین شافعیہ میں سے تھے)، صوفی ابو عمرؒ مسعودی (مورخ صاحب مروج الذہب)، ابن درستویہ، ابو علی البطری، تاریخ مکہ کے مولف علامہ فاکہی، مشہور شاعر متبنی، مشہور محدث ابن حبان (صاحب الصحیح)، ابن شعبان (آئمہ مالکیہ میں سے تھے)، ابو علی قالی اورعلامہ ابوالفراج صاحب الاغانی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرات۔

الطائع للہ ابو بکر

نسب :۔

الطائع للہ ابو بکر عبدالکریم بن مطیع۔ اس کی ماں ام ولد ہزار نامی تھی بعض کہتے ہیں کہ عقب نام تھا۔ اس کی تخت نشینی کے لئے اس کے باپ مطیع کو تخت سے دستبردار کرایا گیا۔ جب یہ تخت نشین ہوا تو اس کی عمر ۴۳ سال تھی۔ تخت نشینی کے دوسرے روز طائع جلوس کی شکل میں نکلا چادر (جو علامت تختِ نشینی تھی) اس کے کندھے پر پڑی تھی۔ لشکر ساتھ ساتھ اور سبکتگین اس کے ہم رکاب تھا۔ سبکتگین کو خلعت وزارت پرچم اور نصرالدولہ کا لقب عطا فرمایا لیکن بہت جلد عمرالدولہ اور سبکتگین کے درمیان نزاع ہو گیا۔ سبکتگین نے تمام ترکوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا۔ اور پھر ایک مدت تک دونوں میں جنگ جاری رہی اسی سال (یعنی ۳۶۳) میں معز عبیدی کا نام حرمین شریفین میں پڑھے جانے والے خطبہ میں لیا گیا۔

عضد الدولہ کا فریب :۔

۳۶۴ھ میں عزالدولہ کی مدد کے لئے عضد الدولہ بغداد پہنچا تاکہ سبکتگین کا اس کے ساتھ مل کر مقابلہ کرے لیکن یہاں آکر وہ خود پھسل گیا اس کو بغداد بہت پسند آیا اور اس نے طے کیا کہ اسی شہر کو اپنا مستقر بنانا چاہیے۔ چنانچہ عزالدولہ کو مدد دینے کے بجائے اس نے شاہی فوج کو اپنی طرف توڑنا شروع کیا اور پھر فوج کو ساتھ لے کر عزالدولہ پر حملہ کر دیا۔ عزالدولہ ڈر سے محل میں گھس گیا اور تمام دروازے بند کر لئے اور عضد الدولہ نہایت آسانی سے غالب آگیا چنانچہ اس نے طائع للہ کی طرف سے خود فرمان لکھا کہ عزالدولہ کے بجائے عضدلدولہ کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا ہے۔ اس سے دونوں میں اختلاف اور بھی شدید ہو گیا۔ چونکہ عضد الدولہ نے پوری قوت حاصل کر لی تھی لہذا عزالدولہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور ۲۰ جمادی الثانی سے ۲۰ رجب تک بغداد اور اس کے نواحی علاقوں میں خطبہ میں طائع للہ کا نام بالکل نہیں لیا گیا۔ اس کے اقتدار نے رافضیوں کو حد سے بڑھا دیا اور عبیدیوں کے اقتدار کا یہ عالم ہوا کہ مصر، شام، مشرق و مغرب میں ہر طرف ان کی

دھوم مچ گئی ان تمام مقامات پر نماز تراویح بالکل بند ہو گئی۔

آل بویہ کا اقتدار:۔

۳۶۵ھ میں رکن الدولہ بن بویہ نے اپنے ممالک محروسہ کو اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس نے عضد الدولہ کو فارس و کرمان، موئد الدولہ کو رے اور اصبہان اور فخر الدولہ کو ہمدان اور دینور دیئے۔ (تاکہ اس کے بعد آپس میں نزاع نہ پیدا ہو) اسی سال ماہ رجب میں قاضی القضاۃ ابن معروف نے اپنی عدالت محل شاہی میں قائم کی اور وہیں مقدمات کے فیصلے کرنے لگے اور عضد الدولہ سے رجوع کیا کہ وہ اس کے دفتر کا معائنہ کرے دیکھے کہ اس کی کارگزاری کیسی ہے۔
اسی سال عضد الدولہ اور عزالدولہ کے مابین زبردست جنگ ہوئی اس جنگ میں عزالدولہ کا ایک چہیتا اور محبوب غلام عضد الدولہ کی قید میں آ گیا چونکہ وہ ترکی غلام عزالدولہ کو بہت عزیز تھا اس نے اس کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا ہر وقت اس کے فراق میں روتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا شہ نشین میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ اس نے بڑی منت کے ساتھ عضد الدولہ سے درخواست کی کہ میرا غلام مجھے واپس کر دیا جائے لیکن عضد الدولہ نے اس کی درخواست پر مطلق توجہ نہیں دی اور صاف انکار کر دیا جب یہاں رعیت کو یہ معلوم ہوا تو عزالدولہ کا خوب مذاق اڑایا گیا۔ تنگ آ کر عزالدولہ اپنی دو کنیزیں (ہر ایک کی قیمت ایک ایک لاکھ دینار تھی) اپنے قاصد کے ہمراہ عضد الدولہ کی خدمت میں بھیجیں اور اس سے استدعا کی کہ میری یہ کنیزیں اس غلام کے عوض لے لیجئے اور غلام دیجئے۔ بلکہ اس نے قاصد سے یہاں تک کہہ دیا کہ غلام کے عوض عضد الدولہ مجھ سے جو کچھ طلب کرے مجھے منظور ہے خواہ تمام مملکت وہ مجھ سے لے لے لیکن غلام دیدے آخر کا عضد الدولہ نے ان کنیزوں کے بدلہ میں غلام واپس کر دیا۔
اسی سال کوفہ میں عزالدولہ کے بجائے خطبہ میں عضد الدولہ کا نام پڑھا گیا۔ اسی سال المعز الدین اللہ شاہ مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند نزا ملقب بہ عزیز بادشاہ ہوا۔ خاندان عبیدیہ میں یہ پہلا بادشاہ تھا جو بطور میراث مصر پر حکمران ہوا۔

اندلس کا نیا بادشاہ:۔

۳۶۶ھ میں المستنصر باللہ الحکم بن ناصر الدین اللہ اموی، بادشاہ اندلس کا انتقال ہو

گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا المؤید باللہ ہشام تخت نشین ہوا۔

عضد الدولہ کی ولیعہدی :۔

۳۶۷ھ میں ایک بار پھر عزالدولہ اور عضدالدولہ میں جنگ ہوئی اس بار بھی جنگ میں عضدالدولہ ہی کامیاب ہوا۔ اور عزالدولہ گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ طائع للہ نے اس کامیابی پر عضدالدولہ کہ خلعت گراں بہا عطا کیا اور تاج جواہر سے مرصع اور جڑاؤ کنگن اس کو عطا فرمائے خود اپنے ہاتھ سے اس کے گلے میں تلوار حمائل کی اور جو جھنڈے عطا کئے ایک ان میں چاندی کا تھا (چاندی کا جھنڈا امراء کو بطور عظیم اعزاز دیا جاتا تھا) اور دوسرا جھنڈا سونے کا تھا جو صرف ولی عہد سلطنت کے لئے مخصوص تھا۔ آج تک سوائے عضدالدولہ کے یہ پوچھ کسی کو نہیں دیا گیا پھر طائع للہ نے ایک وصیت نامہ ولی عہدی مرتب کیا اور تمام حاضرین دربار کو پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ وصیت نامہ سن کر تمام لوگ انگشت بدنداں رہ گئے کیونکہ آج تک تو یہی قاعدہ اور دستور تھا کہ ولی عہد سلطان کا فرزند یا عزیز قریب ہوتا تھا۔ یہ عہد نامہ (وصیت نامہ) عضدالدولہ کے سپرد کرتے ہوئے طائع نے کہا کہ یہ میرا عہد نامہ اور وصیت نامہ ہے اس کے موافق عمل کرنا۔

عضد الدولہ کی مزید عزت افزائی :۔

۳۶۸ھ میں طائع کی طرف سے ایک فرمان جاری ہوا کہ صبح، مغرب اور عشاء کے وقت عضدالدولہ کے ایوان پر نوبت بجا کر اور منبروں پر بھی خطیب اپنے اپنے خطبوں میں عضد کا نام لیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ وہ باتیں ہیں جو اس سے پہلے کبھی کسی سلطان یا امیرالمسلمین سے سرزد نہیں ہوئیں! نوبت کی اجازت تو ولی عہد کو بھی نہیں دی جاتی تھی ایک بار معزالدولہ نے نوبت بجوانے کی اجازت طلب کی تھی تو منع کر دیا تھا، عضدالدولہ کو جتنا جتنا نوازا گیا اور انعامات مرحمت کئے گئے سلطنت اتنی ہی کمزور ہوتی چلی گئی اور نفاذ حکم میں اتنی ہی سستی پیدا ہو گئی۔

۳۵۹ھ میں والی مصر کا ایلچی طائع للہ کے دربار میں آیا اور اس نے طائع سے عضدالدولہ کی سفارش کی اور کہا کہ آپ عضد کو اس بات کی اجازت دیدیں کہ یہ اپنے لقب میں تاج الملت کا اضافہ کر لے اور اس کو تاج پہننے کی بھی اجازت دے دی جائے اور خلعت سابقہ کی تجدید کر دی جائے۔ طائع للہ نے والی مصر کی ان تمام سفارشات کو قبول کر لیا۔ طائع ایک تخت پر بیٹھا، سو غلام

تلوار ہاتھ میں لے کر اس کے اردگرد کھڑے ہوئے دربار کو بڑی زیب و زینت دی گئی تھی۔ الطائع للہ تخت پر بیٹھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خاص دست مبارک کا لکھا ہوا قرآن شریف سامنے تخت پر رکھا' موروثی مبارک اور مقدس چادر کندھے پر ڈالی اور عصا ہاتھ میں لیا اور رسول خدا صلی اللہ علی وسلم کی شمشیر مبارک حمائل کی عضدالدولہ کے فراہم کردہ پردے سامنے ڈال دیئے گئے تاکہ کوئی سلطان کو نہ دیکھ سکے۔ ترک سردار ہتھیار لگائے داخل ہوئے دونوں طرف روساء اور اعیان سلطنت کھڑے تھے اس کے بعد امیرالدولہ کی طلبی ہوئی جس وقت وہ سامنے آیا پردے اٹھا دیئے گئے عضدلدولہ بڑھ کر زمیں بوس ہوا لیکن وہ اس قدر زیادہ سپاہیوں اور سرداران لشکر کو دیکھ کر کچھ متردد ہوا یہ دکھ کر سلطان نے کہا کہ عضدالدولہ جھجکتے کیوں ہو؟ کیا تم کو خدا کی شان نظر نہیں آتی۔ عضدلدولہ نے کہا کہ ھذا خلیفه اللّٰه فی الارض (یہ زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے) پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا الارض سبع مرۃ اور سات مرتبہ زمین کو بوسہ دیا۔ طائع نے کہا کہ عضد اور آگے آؤ۔ عضد آگے بڑھا اور پھر دو مرتبہ زمیں بوس ہوا۔ پھر طائع نے کہا کہ اور قریب آؤ۔ عضد آگے بڑھا اور طائع کے پاؤں کو بوسہ دیاقبل رجلہ طائع نے برابر پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر اس وقت عضد کو ہمت نہ ہوئی کہ کرسی پر بیٹھے طائع نے کئی بار اصرار کیا لیکن عضدالدولہ برابر انکار کرتا رہا۔ آخر کار طائع نے قسم دی تب عضدالدولہ کو جرات ہوئی اور اس نے کرسی کو بوسہ دیا پھر اس پر بیٹھ گیا اس کے بیٹھ جانے کے بعد طائع نے کہا کہ

"خداوند جل وعلا نے جو کچھ انعامات مجھ کو رعیت پر بخشے ہیں اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک میرے ممالک محروسہ میں میرے تصرف میں ہے ان کا مختار کل بناتا ہوں اور سوائے اپنی ذات خاص اور اسباب خاصہ کے تمہیں اختیار کالمت دیتا ہوں کیا تم انہیں قبول کرتے ہو۔"

عضدالدولہ نے جواب دیا مجھے اپنے مولا امیرالمومنین کی اطاعت کی اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور اس میں وہ میری اعانت فرمائے میں اسے قبول کرتا ہوں۔

اس کے بعد عضدالدولہ کو خلعت پہنایا گیا اور دربار برخاست ہو گیا میں کہتا ہوں کہ ذرا اس سلطان کو دیکھو کہ کس طرح اس نے امر خلافت کو نقصان اور ضعف پہنچایا۔ جتنی سلطنت اس سلطان کے زمانے میں کمزور ہوئی۔ کسی سلطان کے زمانے میں نہیں ہوئی تھی جتنی تقویت اور اقتدار نائب السلطنت کو طائع للہ کے دور میں حاصل ہوا کبھی کسی نائب کو حاصل نہیں ہوا تھا اور میرے زمانہ (نویں اور دسویں صدی ہجری) میں تو اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ نائب السلطنت کو خود سلطان شروع مہینے میں آکر ماہ نو کی تہنیت مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ نائب

السلطنت ہی صدر اجلاس میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور خارج از مرتبہ لوگ بھی نائب السلطنت کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں پھر سلطان آتا ہے اور ایک معمولی درباری کی طرح کچھ دیر بیٹھ کر چلا جاتا ہے اور نائب السلطنت صدر اجلاس میں (مسند سلطانی پر) بیٹھا رہتا ہے کسی کو اس کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔

طائع کے عہد کے مزید حالات:۔

مجھ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ جس وقت نائب السلطنت اشرف برسائی سے مقابلہ کے لئے آمد کی طرف روانہ ہوا تو سلطان حاجبوں کی طرح تھا۔ اس جلوس کی تمام شان و شوکت اور ہیبت و عظمت وہ سب نائب السلطنت کے دم سے تھی (یہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ایک سلطان دشمن کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے) سلطان کی حیثیت اس کی ہمراہی میں بالکل ایک رئیس کی تھی۔ جو نائب السلطنت کے ہمراہ بطور ایک خادم کے ہے۔

۳۷۰ھ میں عضد الدولہ ہمدان سے بغداد آیا اور طائع للہ نے خود اس کا استقبال کیا حالانکہ آج تک یہ کبھی نہیں ہوا تھا کہ کوئی سلطان اپنے امیر کے لئے نکلا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہوا تھا کہ مطیع معزالدولہ کی لڑکی کی تعزیت کے لئے اس کے گھر گیا تھا اور معزالدولہ نے اس کی پوری پوری تعظیم و تکریم کی تھی اور اس کے سامنے زمین بوس ہوا تھا اس کے برعکس طائع للہ کے زمانہ میں یہ نوبت پہنچی کہ عضد الدولہ نے طائع کو قاصد کے ذریعہ بلایا اور وہ فوراً چلنے کے لئے تیار ہو گیا اور ذرا دیر کی تاخیر کی جرات نہ کر سکا۔

۳۷۲ھ میں عضد الدولہ کا انتقال ہو گیا' طائع للہ نے اس کے بجائے اس کے فرزند صمصام الدولہ کو شمس الملت کا خطاب دیا اور اس کو خلعت سے سربلند کیا۔ سات خلعتیں مرحمت فرمائیں ایک تاج اور دو پرچم عطا فرمائے۔

۳۷۳ھ میں عضد الدولہ کے بھائی موئدالدولہ کا انتقال ہو گیا۔ ۳۷۵ھ میں صمصام الدولہ نے ارادہ کیا کہ بغداد کی خاص صنعت سوتی اور ریشمی کپڑے پر ٹیکس لگایا جائے یہ کپڑا بغداد اور اس کے مضافات میں تیار کیا جاتا تھا' اس ٹیکس سے ایک کروڑ درہم سالانہ کی آمدنی متوقع تھی اس خبر سے ایک فتنہ برپا ہو گیا اور لوگوں نے ارادہ کر لیا کہ ہم سلطان کو جمعہ کی نماز نہیں پڑھنے دیں گے (جب تک یہ ٹیکس ختم نہیں ہوتا) یہ رنگ دیکھ کر صمصام الدولہ اس ارادے سے باز رہا۔

۳۷۷ھ میں صمصام الدولہ پر اس کے بھائی شرف الدولہ نے حملہ کر دیا۔ صمصام الدولہ کو

شکست ہوئی شرف الدولہ نے صمصام الدولہ کی آنکھیں نکلوا لیں تمام فوج بھی شرف الدولہ کی ہم نوا ہو گئی جب یہ فاتح کی حیثیت سے بغداد میں داخل ہوا تو طائع نے شہر سے باہر آ کر فتح و کامرانی کی مبارکباد پیش کی اور اس کو نائب السلطنت کا منصب دیا اور تاج بھی مرحمت کیا اور ایک عہد نامہ لکھ کر خود شرف الدولہ کو پڑھنے کو دیا اور طائع للہ خود اسے سنتا رہا۔

۳۷۸ھ میں شرف الدولہ نے مامون کی طرح ایک رصدگاہ تعمیر کرائی۔ اسی سال بغداد میں پھر زبردست قحط پڑا' اس قحط سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے' ادھر بصرے میں زبردست باد سموم چلی پھر سخت آندھی آئی' باد سموم سے دجلہ کا پانی بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ دریا کی تہہ نظر آنے لگی اور پہلے کبھی جو کشتیاں اس میں غرق ہوئی تھیں وہ نظر آنے لگیں۔

۳۷۹ھ میں شرف الدولہ کا انتقال ہو گیا اور اپنے بھائی ابو نصر کو اپنا جانشین بنا گیا۔ طائع شرف الدولہ کی تعزیت کے لئے اس کے مکان پر پہنچا۔ ابو نصر کئی بار زمیں بوس ہوا پھر ابو نصر طائع کی خدمت میں حاضر ہوا طائع نے اعیان سلطنت اور امراء کی موجودگی میں اس کو ہفت خلعت عطا فرمائیں جن میں سب سے اعلیٰ سیاہ عبا اور سیاہ عمامہ تھا (جو عباسیوں کا خاص لباس تھا) اس کے گلے میں اپنے ہاتھ سے گلوبند ڈالا اور ہاتھوں میں کنگن پہنائے حاجب تلواریں لئے ہوئے اس کے سامنے سے گزرے' ابو نصر پھر زمیں بوس ہوا اور اجازت پا کر کرسی پر بیٹھا اور معاہدہ پڑھا۔ طائع نے اس کو بہاؤالدولہ ضیاء الملت کے خطابات سے نوازا۔

طائع اللہ کی تخت سے دستبرداری:۔

۳۸۱ھ میں بہاؤ الدولہ نے طائع کو گرفتار کر لیا اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس نے بہاؤالدولہ کے خوص میں سے ایک شخص کو گرفتار کر لیا تھا' طائع للہ ہاتھ میں تلوار لئے سائبان میں بیٹھا تھا کے اتنے میں بہاؤالدولہ آیا اور زمیں بوس ہوا اور اپنی مقررہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا (جو دربار میں اسے کے لئے مخصوص تھی) اتنے میں بہاؤالدولہ کے لوگ بھی آ گئے اور انہوں نے طائع کہ تخت سے پکڑ کر کھینچ لیا دیلمی جو دربار میں کثرت سے گھس آئے تھے انہوں نے طائع کو اسی کی چادر سے باندھ لیا (جس طرح مطیع للہ کو باندھا تھا) اور دارالامارت میں پہنچا دیا۔ تمام شہر میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی بہاؤالدولہ نے طائع کو ایک خط لکھا کہ تم اپنے فرزند کے حق میں تخت سے دستبردار ہو جاؤ اور اپنا تخت اپنے بیٹے قادر باللہ کے حوالے کر دو اس حکم نامہ پر تمام اکابرین سلطنت اور عمائد حکومت کے دستخط تھے۔ یہ مراسلہ ۱۹ شعبان ۳۸۱ھ میں بھیجا گیا۔

قادر باللہ کی بطیحہ سے واپسی!:۔

قادر باللہ ابن طائع للہ اس وقت مقام بطیحہ میں موجود تھا اس کو وہاں سے بلایا گیا اور تمام لوگوں نے اس سے بیعت کر لی۔

قادر باللہ نے اپنے باپ طائع للہ کو اپنے محل میں نہایت عزت و احترام سے رکھا ایک بار غلطی سے اس کے پاس ایک معمولی شمع بھیج دی گئی جس کو طائع نے واپس کر دیا۔ قادر باللہ نے اسی وقت مناسب روشنی کا انتظام کر کے اس کے پاس بھیجا۔

طائع للہ کا انتقال:۔

۳۹۳ھ میں عیدالفطر کی رات کا آخری حصہ تھا کہ طائع للہ نے اس دنیا کو خیرباد کہا اور سفر آخرت اختیار کیا' اس کے فرزند قادر باللہ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور پورے تزک و احتشام سے اس کا جنازہ اٹھایا گیا تمام اکابرین سلطنت و عمائدین خدم و حشم جنازے کے ساتھ تھے اور اس کو منزل مقصود تک پہنچا کر واپس ہوئے۔ شریف رضی نے اس کا ایک طویل مرثیہ لکھا۔ طائع للہ کے دل میں آل ابی طالب کے لئے کوئی جذبہ احترام موجود نہیں تھا علویوں کی اس کی نگاہ میں قدرومنزلت بالکل نہ تھی۔ خود اس کی اپنی یہ حالت تھی کہ اس کی ہیبت دلوں سے رخصت ہو چکی تھی یہاں تک کہ بعض شعرائے نے اس کی ہجو بھی کی۔

طائع للہ کے زمانہ میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا۔

حافظ ابن سنیؒ' ابن عدی' فقال کبر (ترک امیر)' سیرانی نحوی' ابو سہل الصعلوکی' ابوبکر الرازی الحلفی' ابن خانویہ' الازہری (اما لغت)' ابو ابراہیم فارابی (صاحب دیوان الادب)' الرفاشاعر' ابو زید المروزی الشافعی' الدارکی' ابوبکر الازہری' شیخ الما لکیہ' ابواللیث سمرقندی امام الحنفیہ' ابو علی الفارسی نحوی اور ابن جلاب مالکی وغیرہ۔

القادر باللہ ابو العباس

نسب و تخت نشینی :-

القادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحٰق بن المقتدر ایک ام ولد تمنی کے بطن سے ۳۳۶ھ میں پیدا ہوا اور طائع کی دستبرداری کے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ الطائع للہ کی دستبرداری تخت کے وقت قادر باللہ بغداد میں موجود نہیں تھا اس کو بلوایا گیا اور یہ دس رمضان المبارک کو بغداد میں پہنچا اور گیارہ رمضان المبارک کو مجلس عام میں بیٹھا۔ شعراء نے قصائد تہنیت پیش کیے۔

خطیب کہتے ہیں کہ قادرباللہ نہایت دیانتدار اور ماہر سیاست تھا کہ اس کی دینداری کا یہ عالم ہمیشہ نماز تہجد ادا کیا کرتا تھا۔ صدقہ و خیرات کا خوگر تھا اور لوگوں سے اچھی طرح پیش آتا تھا اس کا حسن طریقت لوگوں میں مشہور تھا۔ فقہ میں علامہ ابی بشیر ہروی شافعی کا شاگرد تھا۔ مصنف بھی تھا اس نے ایک کتاب "فضائل صحابہؓ تکفیر معتزلہ و قائلین خلق قرآن" بھی لکھی تھی۔ (بنی عباس میں یہ پہلا سلطان ہے جس نے تصنیف کی طرف توجہ کی) اس کی یہ کتاب ہر جمعہ کو جامع مسجد مہدی میں عوام کے سامنے پڑھی جایا کرتی تھی۔

ذہبی کہتے ہیں کہ سہ ا جلوس کے ماہ شوال میں ایک عظیم الشان مجلس منعقد کی گئی جس میں قادر باللہ اور بہاؤالدولہ نے ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا حلف اٹھایا جس کے بعد قادر باللہ نے سوائے اپنی حرم سرا کے تمام مملکت بہاؤالدولہ کے سپرد کر دی۔ اسی سال والی مکہ ابوالفتوح الحسن بن جعفرعلوی نے لوگوں سے اپنی بیعت لے لی اور راشد باللہ لقب اختیار کیا مکہ معظمہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی گئی اور مکہ معظمہ سے مصری اقتدار رخصت ہو گیا لیکن بہت جلد ابو الفتوح کے اقتدار میں اختلال اور ضعف پیدا ہوگیا اور عزیز عبیدی کی اطاعت پھر قبول کر لی گئی۔

۳۸۲ھ میں وزیر ابو نصر سابور اردشیر نے اس علاقہ میں جو بعد کو کرخ کے نام سے مشہور ہوا ایک مکان تعمیر کرا کر اس بستی کی آبادی کا کام شروع کیا' اس کا نام دارالعلم رکھا اس میں ایک کتب خانہ قائم کیا اور بہت سی کتابیں اس میں جمع کی گئیں اور تمام ذخیرے کو علماء کے لئے وقف کر دیا۔

۳۸۴ھ میں عراق سے حج کو جانے والی جماعت راستے ہی سے واپس آ گئی کیونکہ اصیفر

الاعرابی نے ٹیکس ادا کئے بغیر ان کو حج کے لئے جانے سے روک دیا تھا۔ اسی طرح اہل شام اہل یمن بھی واپس ہو گئے۔ صرف مصری حج ادا کر سکے تھے۔

۳۸۷ھ میں سلطان فخر الدولہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی بجائے اس کا بیٹا جو صرف چار سال کا تھا رے کا حاکم بنا دیا گیا۔ اور قادر باللہ نے اس کے لئے مجدالدولہ کا لقب تجویز کیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ ۳۸۷ھ سے ۳۸۸ھ تک یعنی صرف ایک سال کی مدت میں ۹ بادشاہ فوت ہوئے ان نو بادشاہوں میں منصور بن نوح (سامانی) بادشاہ ماورالنہر فرالدولہ والی رے و جبال' عزیز عبیدی والی مصر بھی ہیں ابو منصور عبدالملک الثعالبی نے ان ۹ بادشاہوں کی موت پر مرثیہ بھی کہا تھا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

الم ترمذ عامین املاک عصرنا
یصیح بھم للموت وللقتل صالح

ذہبی کہتے ہیں کہ عزیز والی مصر کا انتقال ۳۸۸ھ میں نہیں ہوا بلکہ اس کا انتقال ۳۸۶ھ میں ہوا تھا' اور اس نے اپنے باپ کی فتوحات و مقبوضات میں حمل حماۃ اور حلب کا اضافہ کیا تھا۔ موصل اور یمن میں اس کے نام کا خطبہ بھی پڑھا گیا تھا۔ اور سکوں پر بھی اس کا نام مضروب کیا گیا تھا۔ علم پر بھی اس کا نام تحریر تھا اس کے انتقال کے بعد اس کی جگہ اس کا فرزند منصور تخت نشین ہوا اور الحاکم بامر اللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

۳۹۰ھ میں بجستان میں سونے کی ایک کان برآمد ہوئی لوگ وہاں کی مٹی کو صاف کر کے سرخ سونا نکال لیتے تھے۔ ۳۹۳ھ میں نائب دمشق الاسود الحاکی نے حکم دیا کہ علامہ مغربی کو گدھے پر سوار کرا کے ان کی تشہیر کی جائے چنانچہ منادی آگے آگے کہتا جاتا تھا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو (حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھتا ہے اس کے بعد ان کو قتل کرا دیا گیا (اللہ تعالی ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے قاتل اور اس بادشاہ کو جس نے یہ حکم دیا نہایت ہی رسوا کرے)۔

۳۹۴ھ میں شریف ابو احمد حسین بن موسیٰ موسوی کو بہاؤالدولہ نے قاضی القضاۃ بنایا اور اسی کے ساتھ امیر الحاج' منصب کا عہدہ بھی سپرد کیا گیا اور ان کے تخت شیراز تک کا سارا علاقہ کر دیا مگر قادر باللہ نے اس کو منظور نہیں کیا اور وہ اس عہدے پر کام نہ کر سکے۔

۳۹۵ھ میں حاکم نے مصر میں عمائد و اشراف کی ایک جماعت کو قتل کرا دیا۔ مسجدوں کے دروازوں اور شاہراہوں پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخانہ کلمات لکھوائے اور عمال کو حکم دیا کہ صحابہؓ کو گالیاں دلواؤ۔ جو لوگ کتے پالتے تھے ان کو قتل کرا دیا۔

قفاح اور ملوخیا کی فروخت کی ممانعت کر دی- بغیر سنے (فلس) کی مچھلی کھانا اور بیچنا ممنوع قرار دے دیا- اس کے بعد جس شخص نے اس قسم کی مچھلی فروخت کی اس کو قتل کرا دیا-

۳۹۶ھ میں الحاکم نے تمام قلمرو میں (یعنی مصر اور حرمین شریفین) میں یہ حکم عام دیدیا کہ جس جگہ یا جس مقام پر میرا نام لیا جائے' بازار ہو یا جلسہ عام سننے والا ادب و تعظیم کے لئے کھڑا ہو جائے اور سجدہ کیا کرے- (امر الناس بمصر والحرمین اذا ذکر الحاکم ان یقوموا ویسجدوا تاریخ الخلفاء ص ۳۱۲)

۳۹۸ھ میں بغداد میں شیعہ سینوں میں زبردست فساد ہو گیا اور فساد نے اس قدر طول کھینچا کہ شیخ الحامد الفرائینی کے قتل کر دیئے جانے کا اندیشہ تھا- بغداد میں رافضیوں نے یا حاکم یا منصور کے نعرے لگانا شروع کر دیئے' قادر باللہ نے بڑی کوشش سے اس فساد کو رفع کیا اور جو اہل فارس قادر باللہ کے حکم کی حفاظت کے لئے موجود تھے (یعنی سپاہ) ان کو اہل سنت کی مدد کے لئے بھیجا اور انہوں نے شیعوں کی سرکوبی کر کے اس فتنہ کو رفع کیا- اسی سال حاکم بامر اللہ نے قمامہ کے گرجے کو جو بیت المقدس میں واقع تھا مسمار کر دیا اور اسی کے ساتھ حکم دیا کہ مصر کے تمام گرجے (کنشت) مسمار کر دیئے جائیں- نصاریٰ کے لئے حکم جاری کیا کہ وہ اپنی گردنوں میں صلیبیں لٹائیں رکھیں ہر صلیب کا طول ایک گز (شرعی) ہو اور وزن پانچ مصری رطل ہو- یہودیوں کو حکم دیا گیا کو وہ اپنی گردنوں میں قرمہ ڈالیں (قرمہ درخت کی شاخ کا گول چھوٹا ٹکڑا) جس کا وزن ۵ مصری رطل ہو- اور لازمی طور پر سیاہ عمامہ باندھیں' ان سخت احکام کی بدولت کچھ عیسائی اور یہودی مسلمان ہو گئے اس کے ساتھ ہی عبادت خانوں اور گرجاؤں کو توڑنے کا حکم واپس لے لیا اورجو لوگ مجبوراً" مسلمان ہوئے تھے- ان کو حکم دیدیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے سابقہ مذہب کو اختیار کر سکتے ہیں(واذن لمن اسلم ان یعود الی دینہ لکونہ مکرھا ص)

۳۹۹ھ میں بغرہ کے قاضی ابو عمرو کو معزول کر کے ان کی جگہ ابو الحسن بن شوارب کو مقرر کیا' اس پر مشہور فارسی شاعر عنصری نے تہنیت و تاسف پر مبنی ایک قصیدہ لکھا' اسی سال اسپین کے اموی بادشاہ کی سلطنت میں کچھ کمزوریاں پیدا ہو گئیں اور ان کی سلطنت کے نظام میں ابتری پڑ گئی-

۴۰۰ھ میں ایک بار پھر دجلہ میں سیلاب آیا اس کا پانی چڑھ گیا جس سے سخت نقصان پہنچا-

۴۰۳ھ میں حاکم نے کھجور اور خرمہ کے درختوں اور انگور کی فروخت بند کر دی (تاکہ لوگ شراب تیار نہ کر سکیں) اس طرح انگوروں کے باغات اجڑ گئے-

۴۰۴ھ میں اس امر کی ممانعت کر دی گئی کہ عورتیں رات یا دن کے کسی حصہ میں بھی

سڑک پر نہ نکلیں یہ تمام احکام جب تک حاکم زندہ رہا باقی رہے۔
۴۱۱ھ میں ملعون الحاکم کو مضافات مصر کے مقام حلوان میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند علی تخت نشین ہوا جس نے اپنا لقب الظاہر لاعزاز دین اللہ رکھا۔ اس کے زمانہ میں حکومت مصر میں ضعف پیدا ہو شروع ہوا چنانچہ حلب اور شام کے اکثر علاقے اس کے قبضہ سے نکل گئے۔

القادر باللہ کا انتقال:۔

القادر باللہ شب دو شنبہ ۱۱ ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں بعمر ستاسی سال اکتالیس سال تین ماہ حکومت کر کے انتقال کر گیا۔ القادر باللہ کے زمانے میں بکثرت مشاہیر و علماء کا انتقال ہوا جن کے نام یہ ہیں۔
ابو احمد عسکری (ادیب)' رمانی نحوی' ابو الحسن الماسر جسی شیخ الشافعیہ' ابو عبداللہ الرزبانی صاحب بن عبادہ (وزیر موئدالدولہ) مشہو محدث دارا قطنی' ابن شاہین' ابوبکر الاودی' امام شافعیہ' یوسف ابن السیرانی' ابن رولاق الامصری' ابن ابی زید المالکی (شیخ الما لکیہ) ابو طالب مکی' (مصنف قوت القلوب) ابن ۔بطتہ الحنبلی' ابن شمعون الواعظ' خطابی خاتمی اللغوی' الادفوی ابوبکر' زاہر السر خسی شیخ الشافعیہ' ابن غلبون المقری' الکشمیہنی' (صحیح البخاری کے راوی) معافی بن کریا النہروانی' ابن خویز منداد' ابن جنی الجوہری (مصنف صحاح)' ابن فارس (مصنف مجمل)' ابن مندہ (حافظ) اسماعیل شیخ الشافعیہ' اصبغ بن الزج شیخ الما لکیہ' بدیع الزماں (سب سے پہلے مقامات کے مصنف ہیں "مقامات بدیعی")' ابن لال' ابن ابی زمینن' ابو حیان التوحیدی' داؤ شاعر' ہروی مصنف غریبین ابو الفتح بستی شاعر' حلیمی شیخ الشافعیہ' ابن فارض' ابو الحسن قابسی' قاضی ابوبکر باقلانی' ابو طیب الصعلوکی' ابن اکفانی' ابن نباتہ مصنف خطب' صمیری شیخ شافعیہ' حاکم مصنف مستدرک' ابن کج' شیخ ابو حامد اسفرائینی' ابن فورک' شریف رضی' ابوبکر رازی' حافظ عبدالغنی بن سعید ابنی مردویہ' ہبتہ اللہ بن سلامہ (نابینا) صاحب تفسیر' ابو عبدالرحمن السلمی' شیخ طریقت' ابن البواب خطاط' عبدالجبار معتزلی' محاملی امام الشافعیہ' استاذ ابو اسحاق اسفرائینی' ابن فخار' (اسپین کے مشہور عالم) علی بن عیسیٰ ربعی نحوی اور بعض دوسرے مشاہیر!
علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ القادر باللہ کے طویل دور میں یہ حضرات بقید حیات تھے:۔
سرتاج مذہب اشعریہ ابو اسحاق اسرائینی' رئیس معتزلہ قاضی عبدالجبار' رئیس روافض بھ شیخ سعید' رئیس فرقہ مراکیہ محمد بن الہشیم آقائے قاریاں الوالحسن حمامی' راس الحوشن الحافظ عبدالغنی

بن سعید شیخ الطریقت ابو عبدالرحمٰن السلمی، سرتاج الشعراء ابو عمر، بن دراج، علم تجوید کے پیشوا ابن وہاب، سرتاج الملوک سلطان محمود بن سبکتگین، میرا خیال ہے کہ اس فہرست میں ان لوگوں کا بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ زندیقوں کا پیشوا حاکم بامراللہ، علمائے لغت کے سرتاج الجوہری، پیشوائے نحویاں ابن جنی، پیشوائے علمائے فن بلاغت و بدیع و خطابت ابن نباتہ، راس المفسرین ابو القاسم بن حبیب نیساپوری (نیشار پوری) سرتاج الفقہا القادر باللہ۔ اس کے لیے یہ بہت عظیم فقیہ اور صاحب تصنیف تھا۔ اس کے بارے میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ شیخ تقی الدین بن صلاح نے اس کو فقہائے شافعیہ میں شمار کیا ہے اور القادر باللہ کا ذکر طبقات فقہا میں کیا ہے۔ علاوہ ازیں القادر باللہ کی مدت سلطنت بھی بہت طویل ہے۔

القائم بامر اللہ ابو جعفر

نسب و تخت نشینی:۔

القائم بامر اللہ ابو جعفر عبداللہ بن القادر باللہ 15 ذیقعد ۳۹۱ھ میں ایک آرمنی ام ولد موسو بہ بدرالدجی کے بطن سے پیدا ہوا یہ اپنے باپ کی زندگی ہی میں ولیعہد نامزد ہو چکا تھا اور اسے قائم بامر اللہ کا خطاب باپ ہی کی طرف سے ملا تھا۔ القادر باللہ کی وفات کے بعد ۴۲۲ھ میں تخت پر متمکن ہوا۔

ابن اثیر (مشہور مورخ) کا بیان ہے کہ القائم بامر اللہ نہایت خوبصورت، ملیح، متقی، عابد و زاہد عالم اور خدا پرست سلطان تھا اس کو ذات الٰہی پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ بہت زیادہ خیرات کرتا تھا۔ شدائد پر بہت صبر کرنے والا تھا۔ نہایت بلند پایہ ادیب، خوشنویس، عادل، محسن، لوگوں کی ضرورتوں کو اسی دم پورا کرتا تھا جس شخص نے طلب کیا اس کو محروم نہیں کیا۔

بساسیری کا تشدد:۔

خطیب کہتے ہیں کہ ۴۵۰ھ میں وہ جس مغلد میں گھرا اس کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور اپنی عزت پر آنچ نہ آنے دی۔ سلطان جس کشمکش میں مبتلا ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ ارسلان ترکی بساسیری کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا ہر طرف اس کی دھاک بندھ گئی تھی چونکہ اس کا مدمقابل کوئی شخص نہیں تھا اس وجہ سے اس کی شان میں اور چار چاند لگ گئے اس کے اقتدار و اعزاز کا ذکر ہر ایک کی زبان پر جاری و ساری تھا۔ عجمیوں اور عربوں دونوں پر اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی لوگ منبروں پر بیٹھ کر دعائیں کرتے تھے کہ (اس کے چنگل نجات ملے) جس کو چاہا لوٹ لیا جس گاؤں کو چاہا برباد کر ڈالا کوئی اس سے پوچھنے اور اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں تھا۔ قائم چونکہ مرعوب تھا اس لئے کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ اول اول تو قائم کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا رہا مگر کچھ عرصہ بعد جانبین میں بدگمانیاں ہو گئیں اس لئے اس نے پروگرام بنایا کہ دارالسلطنت کو لوٹ لیا جائے اور قائم کو گرفتار کر لے۔ قائم اس کا یہ ارادہ بھانپ گیا اور اس نے ابو طالب محمد بن میکیال

سلطان غزہ المعروف بہ طغرل بک سے جورے میں حاکم تھا اپنی مدد کے لئے بلایا' محمد بن کمیال رے سے آنے نہیں پایا تھا کہ قائم نے بساسیری کے گھر میں آگ لگوا دی۔ ۴۴۷ھ میں طغرل بک قائم کی مدد کو آ پہنچا۔ بساسیری رحبت کی طرف بھاگ گیا' وہاں اس سے بہت سے ترک مل گئے پھر اس نے والی مصر کو مالی امداد کے لئے لکھا چنانچہ اس نے بساسیری کی مالی امداد کی پھر اس نے طغرل بک کے بھائی کو اپنی مدد کے لئے لکھا اور اس بات کا وعدہ کیا کہ اگر میں کامیاب ہو گیا تو طغرل بک کے منصب پر تم کو فائز کروں گا تیال نے اس لالچ اور فریب میں آ کر اپنے بھائی طغرل پر حملہ کر دیا۔ بساسیری بڑے اطمینان کے ساتھ ۴۵۰ھ میں بغداد واپس آ گیا اس کے ساتھ مصری جھنڈے بھی تھے۔ قائم باللہ اس کے مقابلے میں نکلا۔ ادھر جامع مسجد منصور میں والی مصر المستنصر کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور علی الاعلان اذانوں میں حی علی خیر العمل کا اضافہ کر دیا گیا' سلطان قائم بامر اللہ کی مسجد خاص کے علاوہ تمام مسجدوں میں المستنصر کا نام خطبہ میں لیا جانے لگا۔ بساسیری اور قائم کے مابین جنگ نے طول پکڑا اور ایک مہینہ تک سلسلہ جاری رہا آخر کار ذی الحجہ میں بساسیری کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس نے سلطان قائم بامر اللہ کو گرفتار کر کے اس کو غانہ روانہ کر دیا۔

تیال اور طغرل بک کی جنگ کا انجام:۔

ادھر تو قائم کو شکست ہوئی ادھر طغرل بک تیال پر غالب آ گیا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا پھر اس نے غانہ کے حاکم کو لکھا سلطان کو رہا کر کے پورے اعزاز کے ساتھ دارالحکومت میں پہنچا دے۔ چنانچہ اس نے (طغرل بک سے ڈر کر) سلطان قائم بامر اللہ کو رہا کر دیا اور قائم ۵ ذیقعدہ کو نہایت شان و شوکت کے ساتھ ۴۵۱ھ میں اپنے ایوان شاہی میں واپس پہنچ گیا۔ قائم دارالحکومت میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ داخل ہوا' امراء و عمائد اور حاجبین اس کے جلو میں تھے۔ طغرل بک نے اس مہم سے فارغ ہو کر ایک لشکر جرار کے ساتھ بساسیری پر حملہ کر دیا اور بہت جلد اس پر فتح پا کر اس کا سر قلم کر کے بغداد بھیج دیا۔

رہائی کے بعد قائم کا زہد و تقویٰ:۔

جب قائم بامر اللہ رہا ہو کر بغداد واپس آیا اس نے اسی دن سے سریر شاہی پر سونا ترک کر

دیا اور وہ اپنے مصلے ہی پر سو جاتا تھا۔ دن بھر روزے سے رہتا اور رات عبادت میں بسر کرتا۔ اس نے اپنے کرم سے کام لیتے ہوئے اپنے دشمنوں کو جنھوں نے اس کو سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں معاف کر دیا۔ اس نے اپنے محل کی لوٹ کا مال بھی یونہی واپس نہیں لیا بلکہ لوٹنے والوں کو اس کی قیمت ادا کی اور اس نے کہا کہ ان سب چیزوں کا حساب مجھے خدا کے یہاں دینا ہے' جس طرح وہ مصلے پر سوتا تھا اسی طرح اس نے پھر کبھی تکیہ وبالش بھی استعمال نہیں کیا۔ مورخین کہتے ہیں کو جب اس کے محل کو لوٹا گیا تھا تو وہاں سے ایک چیز بھی ایسی برآمد نہیں ہوئی جس کا تعلق لہو لعب سے ہوتا۔ یہ اس کی دینداری کی ایک اعلیٰ درجہ کی مثال ہے۔ کہتے کہ جب قائم بامراللہ قید کر کے غیانہ بھی دیا گیا تو اس نے یہ دعا لکھ کر مکہ معظمہ بھجوادی تھی اور کعبتہ اللہ کے دروازے پر اس کو آویزاں کر دیا تھا۔

بندہ مسکین کی طرف سے اللہ العظیم کی بارگاہ (عظمت و جلال) میں!

"الٰہا العالمین! تو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ دلوں کا حال تجھ پر خوب روشن ہے الٰہی! تو اپنے علم میں غنی ہے اور اپنی مخلوق کا حال تجھ پر خوب روشن ہے' الٰہی! اس بندے نے تیری نعمتوں کا کفران کیا تھا بجا نہیں لایا تھا' عواقب سے ناامید ہو کر موت کو فراموش کر دیا تھا۔ تیرے حکم کی تعمیل سے قاصر رہا یہاں تک کہ ہم پر ایک باغی مسلط ہو گیا اور اس نے ہمارے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کیا۔ الٰہی! اس وقت نصرت اور مدد کم ہو گئی' ظلم غالب آگیا۔

الٰہی تو ہر بات سے آگاہ ہے' تو عالم اور منصف ہے' حاکم ہے' ہم تجھ ہی سے فریاد کرتے ہیں اور تیری ہی طرف بھاگتے ہیں۔ تجھ ہی سے پناہ مانگتے ہیں۔ الٰہی! تیری مخلوق نے مجھ پر غلبہ پایا ہے اس کی فریاد میں تجھ سے ہی کرتا ہوں۔ تجھ کو ہی اس کا انصاف سپرد کرتا ہوں' تو ہم سے تاریکیوں کے پردے اٹھا دے اور اپنے لطف و کرم کے دروازے ہم پر کھول' ہمارے بارے میں انصاف فرما' تو ہی خیرالحاکمین ہے۔"

یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ۴۲۸ھ میں ظاہر عبیدی فوت ہو گیا تھا اور اس کے بجائے اس کا ہفت سالہ بیٹا مستنصر تخت نشین ہوا تھا اور اس نے ساٹھ سال چار ماہ حکومت کی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اتنے طویل عرصہ تک کسی بادشاہ یا سلطان نے حکومت نہیں کی۔

بغداد کا قحط:۔

اس کی حکومت کے دوران مصر میں ایسا شدید قحط پڑا کہ اس کی نظر سوائے اس قحط کے جو

یوسف علیہ السلام کے زمانے میں پڑا تھا اور کسی زمانے میں نہیں ملتی یہ قحط عزیز مصر کے قحط کی طرح سات سال تک تار رہا۔ انسانوں نے انسانوں کو کاٹ کر کھالیا۔ ایک ایک روٹی پچاس پچاس دینار میں فروخت ہوئی۔

۴۴۳ھ میں معزبن بادلیس نے تمام ممالک مغربی میں خطبوں سے عبیدیوں کا نام خارج کرا دیا اور اس کے نام کے بجائے بنو عباس کا نام لیا جانے لگا۔

سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین اور والی خراسان کے درمیان جنگ:۔

۴۵۱ھ میں سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین بادشاہ غزنہ (غزنیں) اور سلطان جغری بک بن سلجوق برادر طغرل بک والی خراسان کے مابین زبردست جنگ ہوئی اور زبردست کشت و خون کے بعد صلح کا عہد نامہ مرتب ہوا۔ اس صلح کے ایک سال بعد ہی جغری کا انتقال ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا بیٹا الپ ارسلان تخت سلطنت پر بیٹھا۔ ۴۵۴ھ میں سلطان قائم بامراللہ نے اپنی لڑکی کی شادی طغرل بک سے کردی سلطان اس شادی پر کسی طرح تیار نہ تھا لیکن اس کی تمام مدافعانہ کوششیں ناکام ہو گئیں اور اس کو یہ شادی کرنا ہی پڑی۔ آج تک یہ صورت حال واقع نہیں ہوئی تھی یعنی کسی عباسیہ کا عقد کسی غیر خاندان میں نہیں ہوا تھا اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا (وھذا الامر لم نیلہ) حتیٰ کہ بنی بویہ کو بھی کسی سلطان نے اپنی بیٹی نہیں دی۔ باوجودیکہ کئی سلاطین عباسیہ ان کے زیر انتداب تھے اور جناب ابتویہ حال ہے کہ میرے دور میں سلطان وقت نے اپنی بیٹی نائب السلطنت کے ایک غلام سے بیاہ دی اگر نائب السلطنت ہی سے بیاہتا تو خیر تھا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

۴۵۵ھ میں طغرل بک اپنی نوبیاہتا بیوی (حبیبہ قائم بامراللہ) کو لیکر بغداد آیا اور اس نے تمام جاگیریں اور خراج کی رقم واپس کر دی لیکن بغداد پر ڈیڑھ لاکھ دینا کا ٹیکس عائد کر کے رے کو واپس چلا گیا اور وہاں پہنچ کر ماہ رمضان ۴۵۵ھ میں انتقال ہو گیا (اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہ فرمائے) اس کے انتقال کے بعد اس کا برادرزادہ الپ ارسلان والی خراسان اس کا قائم مقام ہوا اس کو بھی قائم نے حسب دستور خلعت روانہ کیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو بغداد کی مسجدوں کے منبروں پر سلطان کے نام سے پکارا گیا اور جتنا عزت اس کو (الپ ارسلان) حاصل ہوئی کسی سلطان کو حاصل

نہیں ہوئی اس نے عیسائیوں کے بہت سے شہر فتح کر لئے۔ نظام الملک جیسے مدبر کو اپنا وزیر بنایا اس نے اپنے سابقہ وزیر عبدالملک کی برائیوں کو روکا مثلاً" اس کے زمانے میں اشاعرہ کو علی الاعلان برا کہا جاتا تھا اس رسم قبیح کو اس بند کرایا۔ شافعیہ کی ہر طرح سے مدد کی۔ امام الحرمین اور امام ابوالقاسم القشیری کی ضروری تعظیم و تکریم (جو ان کے علم و شہرت کے شایان شان تھا) کی۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کی بنیاد رکھی۔ کہتے ہیں کہ فقیہوں کے لئے سب سے پہلا مدرسہ یہی قائم کیا گیا تھا۔ (جس میں وہ علم فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔)

۴۵۹ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کی تعمیر مکمل ہو گئی اور اس کے مدرس اعلیٰ شیخ ابو اسحاق شیرازی مقرر ہوئے چاروں طرف سے تحصیل علم کے لئے طلباء آنے لگے لیکن شیخ ابو اسحاق کہیں روپوش ہو گئے اور انہوں نے اس منصب کو قبول نہیں کیا اور ان کے بجائے ابن صباغ (صاحب شامل) نے درس دینا شروع کیا لوگوں نے اس سلسلہ میں کسی نہ کسی طرح شیخ ابو اسحق کو بھی راضی کر لیا اور پھر وہ بھی یہاں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔

۴۶۰ھ میں آفات ارضی و سماوی:۔

۴۶۰ھ میں رملہ بہت ہی شدید زلزلہ آنے سے بالکل تباہ ہو گیا کنوؤں سے پانی ابل آیا اس زلزلے میں پچیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ سمندر بھی اپنے ساحل سے بقدر ایک منزل پیچھے ہٹ گیا۔ (یعنی ایک دن کی مسافت کی دوری پر ہٹ گیا۔) سمندر کے پانی کے ہٹنے سے کثیر مقدار میں مچھلیاں رہ گئیں تھیں لوگ ان کے پکڑنے میں بری طرح مصروف ہو گئے۔ یکایک سمندر کا پانی پھر اپنی جگہ لوٹ آیا اور مچھلیاں پکڑنے والے وہیں رہ گئے۔ اور ایک بھی زندہ نہیں بچا۔

۴۶۱ھ میں جامع دمشق میں زبردست آگ لگ گئی اس کی پچی کاری اور منبت کاری سب تباہ ہو گئی اور خوبصورتی بالکل ختم ہو گئی۔ اسی طرح اس کی چھت میں جو سونا چاندی موجود تھا وہ بھی سب کا سب برباد ہو گیا۔

۴۶۲ھ میں الپ ارسلان کو امیر مکہ کے ایلچی نے آکر خبر دی کہ مکہ معظمہ میں مستنصر (عبیدی) کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا گیا ہے اور اب پھر عباسیوں کا نام خطبے میں لیا جانے لگا ہے اب اذان میں بھی حی علی خیر العمل نہیں پڑھا جاتا (شیعت کا زور ٹوٹ چکا ہے) سلطان نے یہ خوشخبری سنانے والے کو تیس ہزار دینار اور ایک خلعت عطا فرمایا اور خطبہ

میں تغیر کی راہ پانے کا سبب وہی قحط تھا جس کے باعث مصری حکومت ابتری کا شکار ہو گئی تھی کیونکہ یہ قحط مسلسل سات سال تک جاری رہا۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو کھانا شروع کر دیا۔ ایک اردوب (مصریوں کا غلہ ناپنے کا پیمانہ) کی قیمت سو دینار ہو گئی تھی لوگ کتے اور بلیاں کھانے پر مجبور ہو گئے تھے جس کس وجہ سے یہ بھی نایاب ہو گئے تھے اور ایک کتے کی قیمت پانچ دینار اور ایک بلی تین دینار میں فروخت ہونے لگی کہتے ہیں کہ ایک عورت قاہرہ سے ایک پیمانے میں جواہرات بھر کر نکلی اور اس نے آواز لگائی کہ اس پیمانے کے تمام جوہرات لے لو اور اس کو غلے سے بھر دو لیکن اس کا کوئی خریدار نہیں پیدا ہوا۔

۴۶۳ھ میں اہالیان حلب نے دیکھا کہ مستنصر (عبیدی) کی قوت ٹوٹ چکی ہے اور عباسی اور سلطان الپ ارسلان زور پکڑ رہے ہیں (برسر اقتدار آ گئے ہیں) تو انہوں نے اپنے یہاں بھی مستنصر کانام نکال کر عباسیوں کا نام داخل کر دیا (خطبے میں عباسیوں کا نام لینے لگے) اسی سال مسلمانوں اور رومی عیسائیوں کے درمیان سخت معرکہ آرائی ہوئی اور خدا کے فضل سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں سلطان الپ ارسلان نے بہ نفس نفیس سپہ سالار کے فرائض انجام دیئے اور آخر کار بادشاہ روم کو گرفتار کر لیا جس کو بعد میں بہت بڑی رقم (زر فدیہ) لے کر چھوڑ دیا گیا اور پچاس سال کے لئے صلح نامہ لکھا گیا۔ بادشاہ روم کی رہائی کے بعد سلطان الپ ارسلان نے دریافت کیا کہ بغداد کا رخ کدھر ہے۔ الپ سلطان کو لوگوں نے بتایا تو اس نے بطور اظہار اطاعت سر ننگا کر کے جھکایا جس اس امر کا اظہار مقصور تھا کہ میں اب بھی بادشاہ کا تابع فرمان ہو۔

۴۶۴ھ میں بکریوں میں بڑی سخت وبا پھوٹ پڑی۔

۴۶۵ھ میں سلطان الپ ارسلان کو قتل کر دیا گیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند ملک شاہ سلجوقی تخت نشین ہوا۔ اس کا لقب جلال الدولہ رکھا گیا اس نے بھی اپنا وزیر نظام الملک ہی کو بدستور رکھا اور اس کو اتابک کا خطاب دیا جس کے معنی ترکی میں امیر ولد کے ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جسکو اس لقب سے سربلندی بخشی گئی۔ مصر میں اس سال بھی قحط بدستور موجود رہا۔ یہ عالم ہو گیا تھا کہ ایک عورت نے ایک خمیری روٹی ہزار دینا میں خرید کر کھائی۔ وبا کا زور بھی اسی طرح رہا۔

۴۶۶ھ میں ایک بار بغداد پھر سیلاب کی لپیٹ میں آ گیا۔ دجلہ میں پانی تیس گز چڑھ گیا۔ پانی کی بلندی اس سے قبل اتنی نہیں ہوئی تھی۔ جان و مال کا زبردست نقصان ہوا بیشمار جو پائے مر گئے۔ لوگوں نے کشتیوں میں پناہ لی یہاں تک کہ دو مرتبہ جمعہ کی نماز کشتیوں میں

پڑھی گئی۔ سلطان قائم بامراللہ نے نہایت ہی تضرع وزاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی۔ ایک لاکھ سے زیادہ مکان مسمار ہو گئے اور بغداد ایک چٹیل میدان نظر آتا تھا۔

۴۶۷ھ میں ۱۳ شعبان بروز پنج شنبہ بوقت شب قائم بامراللہ کاانتقال ہو گیا ہلاکت کا سبب یہ ہوا کہ اس نے فصد کھلوائی تھی رات کو آرام سے سو گیا مگر سوتے میں زخم میں رگڑ لگ گئی۔اور رگ کا منہ کھل گیا رات بھر اس سے خون جاری رہا اور اس کو خبر نہ ہوتی۔ صبح کو جب خواب سے بیدار ہوا تو ضعف کے باعث حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا اب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا اور اس نے اپنے پوتے عبداللہ بن محمد کو جو نامزد ولی عہد تھا طلب کیا اور اس کو کچھ وصیتیں کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ قائم بامراللہ کی مدت سلطنت و حکمرانی پینتالیس سال ہے (یعنی ۴۲۲ھ تا ۴۶۷ھ)قائم بامراللہ کے زمانے میں ان مشاہیر اور علمائے کرام نے انتقال کیا:۔

ابوبکر البرقانی' ابو الفضل فلکی (نجومی)' مفسر ثعلبی' علامہ قدوری شیخ الحنفیہ' شیخ الفلاسفہ ابن سینا' مہیار شاعر' ابو نعیم مصنف حلیہ' ابوزید دبوسی' برازعی مالکی مصنف تہذیب' ابو الحسن بصری معتزلی' علامہ مکی صاحب الاعراب' شیخ ابو محمد جوینی' مہدوی صاحب تفسیر' افلیلی' ثمانینی' ابو عمر والدانی' خلیل صاحب ارشاد' سلیم الرازی' ابو العلامعری (شاعر)' ابو عثمان (علامہ صابونی)' ابن بطال شارح بخاری' قاضی ابو الطیب الطبری' ابن شیطی المقری' (علامہ) ماوردی الشافعی' ابن باب شاذوالقضاعی مصنف الشہاب' ابن برہان نحوی' ابن خرم الظاہری' مورخ بیہقی' ابن سیدہ الاندلسی (مصنف المحکم)' ابو یعلی بن الفراء شیخ حنابلہ' الحضرمی (مشہور شافعی)' الہذلی مصنف الکامل فی القرات' القرات' فریابی' مورخ خطیب بغدادی ابن رسیق مصنف العمدہ' علامہ ابن عبدابر۔

المقتدی بامراللہ ابو القاسم

نسب و تخت نشینی :۔

المقتدی بامراللہ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن القائم بامراللہ۔ مقتدی ابھی بطن مادری ہی میں تھا کہ اس کے باپ محمد کا قائم بامراللہ کی زندگی ہی میں انتقال ہو گیا اور یہ اپنے باپ کے مرنے کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ مقتدی کی ماں بھی ایک ام ولد تھی جس کا نام ارجوان تھا۔ مقتدی کے دادا قائم بامراللہ کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور یہ تخت نشین ہوا' اس وقت اس کی عمر ۱۹ سال تین ماہ تھی۔ اس کی تاجپوشی کے وقت شیخ ابو اسحاق شیرازی (شیخ الساتذہ مدرسہ نظامیہ) ابن صباغ اور دامغانی موجود تھے۔ اس کے زمانہ حکومت میں ممالک محروسہ میں بڑی خیرو برکت کے آثار نمایاں ہوئے' اس کے دور میں قوانین سلطنت کا سختی سے احترام کیا گیا اور سلطنت کی شان بڑھ گئی جب کہ زمانہ سابق میں حکومت بالکل بے جان اور بے اثر ہو کر رہ گئی تھی۔

مقتدی کے قابل قدر کارنامے :۔

اس نے بغداد میں سرودوغناکی بالکل ممانعت کر دی' حمام میں بغیر ازار باندھے کسی شخص کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ (برہنہ نہانے پر پابندی لگا دی) حماموں کے برج اور بالا نشین گرا دیئے گئے تاکہ مکانوں کے بے پردگی نہ ہو۔ شرفاء و نجباء بنی عباس میں مقتدی نہایت دیندار' مخیر' بلند حوصلہ اور عالی ہمت تھا۔ اس کی حکومت کے سال اول میں مکہ معظمہ میں عبیدیوں کا نام پھر خطبہ میں لیا جانے لگا۔

اسی سال نظام الملک (طوسی) نے تمام منجموں کو جمع کیا اول نقطہ برج حمل میں تحویل آفتاب سے نوروز کا آغاز کرایا ورنہ اس سے قبل (ایرانیوں میں) نوروز کا آغاز اس وقت ہوتا تھا جب آفتاب نصف برج حوت میں پہنچ جاتا تھا۔ اس طرح تقویم نظامی کا آغاز ہوا اور یہی مبتدائے تقاویم قرار پایا۔ (جنتریاں اسی سال سے شروع کی جانے لگیں) اور آج تک اہل نجوم

میں یہی نظم معتبر سمجھا جاتا ہے۔

۴۶۸ھ میں دمشق میں مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اذان سے حی علی خیر العمل نکال دیا گیا۔ مقتدی کے اس عمل سے رعیت میں شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔

۴۶۹ھ میں بغداد میں ابو نصر استاذ ابو القاسم قشیریؒ (صاحب رسالہ قشیریہ) اشعری تشریف لائے اور مدرسہ نظامیہ میں تقریر فرمائی چونکہ آپ نے اپنی تقریر اور وعظ میں تمام دلائل اشعریہ عقائد کے بیان کئے تھے اس لئے حنبلیوں سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ بگڑ گئے اس سے ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا اور موافقین و مخالفین کے دو گروہ بن گئے۔ جس کے باعث اس فتنہ نے اور زور پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس فتنہ فساد میں مارے گئے۔ اسی سال فخرالدولہ بن جہیر مقتدی کو وزارت سے معزول کر دیا گیا اور اس کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ ایک متشدد حنبلی تھا۔

۴۷۵ھ میں مقتدی نے شیخ ابواسحاق شیرازی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ مقتدی نے سلطان سے عمیدابوالفتح کی بہت سی شکایتیں کہلا کر بھیجی تھیں۔

۴۷۶ھ میں پچھلے قحط کا زور ٹوٹ گیا اور ارزانی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اسی سال مقتدی بامراللہ نے ابوشجاع محمد بن حسن کو اپنا وزیر مقرر کیا اور ظہیرالدین کا لقب مرحمت کیا میرے خیال میں یہ پہلا لقب ہے (عباسیوں کے دور میں) جس میں دین کی جانب نسبت کی گئی ہے۔

۴۷۷ھ میں سلیمان بن قلتمش سلجوقی والی قونیہ واقصر اپنا لشکر ملک شام کی طرف لے گیا اور انطاکیہ کو جو ۳۵۸ھ سے رومیوں کے قبضے میں تھا۔ فتح کر لیا اور اپنے ممالک محروسہ میں شامل کر لیا۔ سلطان ملک شاہ نے اس پر اس کو مبارکباد بھیجی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ روم کے شہروں پر آل سلجوق حکمراں تھے اور ان کی سلطنت مدتوں رہی یہاں تک کہ ملک الظاہر بیبرس کے زمانے تک ان کی اولاد ان پر حکمراں رہی۔

آفات سماوی :۔

۴۷۸ھ میں بغداد میں کالی آندھی آئی، سخت گرج چمک تھی۔ آسمان سے بارش کی طرح ریت اور مٹی برسی، کئی جگہ بجلی گری، لوگوں کو خیال ہوا کہ قیامت آ گئی۔ تین گھنٹے تک یہ طوفان جاری رہا عصر کے بعد یہ کیفیت ختم ہوئی۔ اس حالت کے چشم دید گواہ امام ابوبکر

الطرطوشی ہیں اور انہوں نے اس واقعہ کو اپنی کتاب امالی میں درج کیا ہے۔

۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشفین والی بستہ و مراکش نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو ممالک اس کے قبضہ میں ہیں ان پر اس کے اقتدار کو تسلیم کر کے سلطان کا لقب مرحمت فرمایا جائے۔ مقتدی نے یہ درخواست قبول کر لی اور اس کو گراں بہا خلعت اور علم بھیجا اور امیر المسلمین کا خطاب مرحمت فرمایا۔ یوسف بن تاشفین پر ان عنایات سے علمائے مغرب بہت مسرور ہوئے۔ یوسف بن تاشفین ہی وہ سلطان ہے جس نے مراکش کا شہر آباد کیا تھا۔ اسی سال سلطان ملک شاہ پہلی مرتبہ بغداد آیا۔ دارالحکومت میں چند روز قیام کیا' مقتدی کے ساتھ اس نے چوگان کھیلا اورکچھ دن کے بعد اصفہان واپس چلا گیا۔ اسی سال مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں خطابات میں مقتدی کے نام اکا پڑھا گیا اور عبیدی کا نام موقوف کر دیا گیا (جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔)

۴۸۱ھ میں المویٔد ابراہیم بن مسعود محمود سبکتگین والی غزنی کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا فرزند جلال الدین مسعود تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔

۴۸۳ھ میں مستوفی الدولہ تاج الملک نے بغداد کے باب الابرز میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا اور ابوبکر الشاشی نے وہاں درس دینا شروع کیا۔

۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ (صقیلہ) پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ اس کو ۲۰۰ھ میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور آل اغلب ایک عرصہ تک حکمراں رہے اس کے بعد مہدی عبیدی نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ فرنگیوں نے مہدی سے یہ جزیرہ (سقلیہ) چھین لیا' اسی سال ملک شاہ پھر بغداد آیا اور یہاں ایک بہت بڑی جامع مسجد تعمیر کرائی۔ امراء نے اس کے چاروں طرف اپنے مکانات تعمیر کرا لئے۔ (جس سے اس کی رونق اور بڑھ گئی) اس تعمیر سے فراغت پا کر ملک شاہ پھر اصفہان چلا گیا۔

ملک شاہ کا حکم کہ بغداد خالی کر دو:۔

۴۸۵ھ میں یکبارگی ملک شاہ پھر بغداد آ گیا اس مرتبہ وہ شر و فساد پر آمادہ تھا اس نے بغداد پہنچ کر مقتدی کو لکھا کہ بغداد فوراً" خالی کر دو (بغداد سے فوراً" چلے جاؤ) اور جہاں تم جانا چاہو چلے جاؤ۔ یہ خبر ملتے ہی مقتدر حیران رہ گیا اور اس نے کچھ دن کی مہلت طلب کی اور کہا کہ زیادہ نہیں تو کم از کم ایک مہینے ہی کی مہلت دے دی جائے مگر ملک شاہ نے ایک گھنٹہ کی

مہلت دینے سے بھی انکار کر دیا۔ مقتدی نے ملک شاہ کے وزیر سے مہلت مانگی اور اس نے بڑی ردو قدح کے بعد صرف دس دن کی مہلت دی۔ اتفاق سے ان ہی مہلت کے دنوں میں ملک شاہ یکایک بیمار ہو گیا اور پھر اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکا لوگوں نے اس اتفاق کو مقتدی بامراللہ کی کرامت سمجھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان دنوں مقتدی برابر روزے رکھتا اور افطار کے وقت خاک پر بیٹھ کرملک شاہ کے حق میں بددعا کرتا اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی۔

ملک شاہ کا جانشین :۔

جس وقت سلطان ملک شاہ کا انتقال ہو گیا تو اس کی بیگم نے مصلحتاً" اس کی موت کو چھپایا اور خفیہ طور سے اپنے بیٹے محمود کی ولی عہدی کا عہد لے لیا حالانکہ اس وقت محمود کی عمر صرف پانچ سال تھی' امراء نے محمود کو ولی عہد بنانے پر حلف اٹھا لیا اس کے بعد مقتدی سے درخواست کی گئی کہ محمود کی ولی عہدی کو منظور کر لیا جائے۔ مقتدی نے فوراً" یہ درخواست قبول کر لی اور اس کو ناصر الدنیا والدین کے لقب سے نوازا اس اثناء میں محمود کے بھائی برکیاروق نے بغاوت کر دی۔ مقتدی بامراللہ نے اس کو تلوار مرحمت کی اور رکن الدولہ کا خطاب دیا اور تمام ممالک محروسہ میں اس کی اطاعت کا حکم بھیج دیا۔ یہ واقعہ محرم ۴۸۷ھ میں پیش آیا' اس کے دوسرے دن اچانک مقتدی بامراللہ کا انتقال ہو گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ مقتدی کو اس کی کنیز شمس النہار نے زہر دے دیا تھا۔ مقتدی کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے المستظہر کے لئے بیعت لی گئی (مقتدی کے بعد مستظہر تخت پر بیٹھا۔)

مقتدی کے عہد میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا :۔

مقتدی بامراللہ کے عہد میں ان مشاہیر اور علماء کا انتقال ہوا۔
عبدالقاہر الجرجانی' ابوالولید الباجی' الشیخ ابو اسحق شیرازی' اعلم النحوی' ابن صباغ مصنف شامل' المتولی' امام الحرمین' الدامغانی' الحنفی' ابن فضالہ المجاشعی' البزدوی شیخ الحنفیہ

المستظہر باللہ ابو العباس

نسب و تخت نشینی :-

المستظہر باللہ ابوالعباس احمد بن المقتدی باللہ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا تخت نشینی کے وقت اس کی عمر سولہ سال تھی۔

المستظہر کا کردار :-

ابن کثیر کہتے ہیں کہ مستظہر باللہ نہایت نرم خو، کریم الاخلاق اور امر خیر کی جانب بہت جلد راغب ہونے والا تھا۔ اعلیٰ درجہ کا انشاء پرداز اور خطاط تھا اور ان فنون میں وہ آپ اپنی نظیر تھا جو اس کی وسعت علمی کی دلیل ہے اسی سبب سے وہ بہت علم دوست اور علماء کو بہت عزیز رکھتا تھا، اسی طرح صلحاء سے بھی اس کو بڑا تعلق خاطر تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کو اپنے دور سلطنت میں سکون میسر نہیں آسکا اور اس کا تمام عہد سلطنت جنگوں کے باعث شورش و اضطراب کا دور رہا۔ اس کی تخت نشینی کے پہلے سال میں مستنصر عبیدی والی مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا بیٹا المستعلی احمد تخت نشین ہوا۔ اسی سال بلنسیہ پر رومیوں نے قبضہ کر لیا۔

۴۸۸ھ میں احمد نامی شاہ سمرقند کو قتل کر دیا گیا، یہ بہت بڑا زندیق تھا، اس کو امراء سلطنت نے گرفتار کر لیا تھا اور فقہا نے اس زندیق کے قتل کا فتویٰ دے دیا تھا (اللہ اس پر رحم نہ فرمائے) اس کی جگہ اس کے برادر عم زاد کو تخت پر ان امراء نے بٹھا دیا۔

۴۸۹ھ میں ستارہ زحل کے سوا کواکب سبعہ برج حوت میں جمع ہو گئے، اس حالت پر منجموں نے حکم لگایا کہ اس اجتماع کے اثر سے ایسا طوفان آئے گا جیسا نوح علیہ السلام کا طوفان تھا۔ مگر صرف اتنا ہوا کہ حجاج جس وقت دارالمناقب میں جمع تھے اس وقت طوفان آیا اور اکثر حاجیوں کو بہا لے گیا۔

۴۹۰ھ میں سلطان ارغون بن الپ ارسلان سلجوقی والی خراسان قتل کر دیا گیا اور سلطان

برکیاروق نے اس کے تمام ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا۔ تمام رعایا اور اس کے امراء سلطان برکیاروق سے آ ملے (اطاعت کا اظہار کیا) اسی سال حلب اور انطاکیہ' معرہ اور شیرز میں ایک مہینے تک عبیدیوں کے نام خطبہ پڑھا گیا لیکن ایک ماہ بعد پھر عباسیوں کا نام خطبوں میں لیا جانے لگا۔ اسی سال فرنگیوں نے انیتیہ پر قبضہ کر لیا یہ سب سے پہلا شہر ہے جو مملکت اسلامیہ سے انہوں نے اپنے قبضہ میں لیا۔ اور وہاں کفر کو جاری کیا۔ قرب وجوار کی بستیوں کو ان فرنگیوں نے خوب لوٹا۔ ملک شام کی حدود میں فرنگیوں کی یہ پہلی پیش قدمی تھی جو قسطنطنیہ کے آبی راستے سے شام کی جانب کی گئی' فرنگی ایک بڑی فوج لے کر آئے تھے ان کی اس طوفانی یورش سے بادشاہ اور رعیت میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بادشاہ مصر نے دیکھا کہ سلجوقی قوت پکڑتے جا رہے ہیں اور شام کو ان سے خطرہ بڑھ رہا ہے تو خود انہوں نے انگریزوں کو شام پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی لیکن اب ہر طرف ان کے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔

بیت المقدس میں مسلمانوں کا قتل عام :۔

۴۹۲ھ میں باطنی (قرامطہ) پورے اصفہان پر چھا گئے ۔ اسی سال فرنگیوں نے ڈیڑھ سال کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ اور علماء عباد اور زہاد کی ایک بڑی تعداد کو جن کا شمار ستر ہزار سے زیادہ ہے تہ تیغ کر ڈالا۔ انہوں نے مشاہد کو مسمار کر ڈالا۔ یہودیوں کو ایک کنبہ میں جمع کر کے اس کو آگ لگوا دی' جو لوگ بچ گئے تھے وہ بھاگ کر بغداد چلے آئے۔ اور یہاں انہوں نے مظالم کی درد انگیز داستان سنائی تو لوگ بے اختیار رونے لگے ان اندوہناک مظالم پر مرثیہ تک لکھے گئے۔ ان مراثی منظومات میں ایک درد ناک "شہر آشوب" علامہ ابیوردی کا بھی ہے۔ بادشاہوں کو بھی غیرت نے کچھ ابھارا اور سب نے متحد ہو کر حملہ کر دیا اور بیت المقدس ان سے چھین لیا۔

اسی سال محمد بن ملک شاہ نے اپنے بھائی برکیاروق پر حملہ کر دیا اور اس کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا۔ مستظہر باللہ نے ملک شاہ کو خلعت اور غیاث الدنیا والدین کا لقب عطا کیا۔ بغداد کے خطبوں میں بھی اس نام شامل کر دیا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے لکھا ہوا قرآن پاک کا نسخہ طبریہ سے دمشق میں کسی خوف کے باعث منتقل کر دیا گیا' اس قرآن شریف کو

جامع مسجد کے حجرے میں رکھ دیا گیاں لوگ دور دراز اس کی زیارت کے لئے آتے تھے۔

۴۹۴ھ میں باطنیوں نے عراق میں بھی کافی قوت پکڑ لی۔ وہاں انہوں نے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ امراء ان کی دہشت کی وجہ سے اپنے لباس کے نیچے زرہیں پہننے لگے' پھر بھی لوگ ہلاک ہونے سے نہ بچ سکے۔ ان مقتولین میں الرویائی بھی شامل ہیں جو البحر کے منصف ہیں۔ اس سال فرنگیوں نے شہر سروج' حیفہ' ارسوف اور قیساریہ پر قبضہ کر لیا۔

۴۹۵ھ میں المستعلی والی مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو آمربا حکام اللہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا' یہ ابھی صرف پانچ سال کا بچہ تھا۔ ۴۹۶ھ میں سلطان برکیاروق کے خلاف بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا۔ اس کا نام خطبے سے خارج کر دیا اور صرف المستظہر باللہ کا نام خطبوں میں لیا جاتا تھا۔

۴۹۷ھ میں سلطان محمد اور سلطان برکیاروق کی آپس میں صلح ہو گئی۔ ان دونوں کو مجبوراً" صلح کرنا پڑی کہ ان کی باہمی عداوت سے فتنے سر اٹھا رہے تھے' غارت گری اور لوٹ مار کھلم کھلا ہونے لگی تھی۔ شہر کے شہر تباہ و برباد ہو گئے۔ سلطنت کا وقار ختم ہو گیا تھا لوگوں نے سُلطنت کے مقابلے میں دراز دستیاں شروع کر دی تھیں۔ جو بادشاہ اور والی پہلے سر جھکاتے تھے اس باہمی عداوت سے انہوں نے بھی فائدہ اٹھایا اور وہ مقابلے میں آنے لگے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو عقلمندوں نے بیچ میں پڑ کر صلح کرا دی صلحنامہ کو عہد پیمان اور قسموں کے ساتھ مرتب کیا گیا۔ المستظہر باللہ نے بھی خوش ہو کر سلطان برکیاروق کو خلعت بھیجا اور خطبوں میں اس کا نام شامل کرا دیا۔

۴۹۸ھ میں سلطان برکیاروق کی وفات کے بعد اس کے امراء نے اس کے فرزند جلال الدولہ ملک شاہ کو اس کا قائم مقام مقرر کر دیا باوجودیکہ ابھی اس کی عمر صرف پانچ سال تھی' لیکن اس کے چچا سلطان محمد نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ جلال الدولہ ملک شاہ کے اکثر امراء اس کے ساتھ مل گئے المستظہر باللہ نے بھی اس کی بادشاہت کو تسلیم کرتے ہوئے سلطان محمد کو خلعت سے نوازا اور اب وہ بحیثیت سلطان کے اصفہان چلا گیا۔ سلطان محمد بہت ہی پرہیبت اور رعب و جلال والا بادشاہ تھا اور اس کے پاس ایک عظیم لشکر تھا۔ اسی سال بغداد میں چیچک کی وباء اس شدت پھیلی کہ بے شمار بچے ضائع ہو گئے اور اس کے بعد ہی ایک اور وباء پھوٹ پڑی۔

باطنیوں کا فتنہ:۔

۴۹۹ھ میں نہاوند کے مضافات میں ایک مدعی نبوت ظاہر ہوا اور کچھ لوگ اس کے پیرو بھی بن گئے' اس کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا (اور یہ فتنہ جلد ہی ختم ہو گیا)

۵۰۰ھ میں قلعہ اصفہان جو باغیوں کے قبضے میں تھا ان سے چھین کر اس کو مسمار کر دیا گیا بہت سے باغی اس جنگ میں مارے گئے' وہاں کے قائد اور امام باطنیہ کی کھال کھنچوا کر بھس بھروا دیا گیا اس کامیابی کا سہرا سلطان کے سر ہے جس نے ایک سخت محاصرے کے بعد اس قلعہ کو فتح کیا۔ فلله الحمد۔

ٹیکس کی معافی:۔

۵۰۱ھ میں سلطان محمد نے سراؤں سے وصول کیا جانے والا ٹیکس اور بغداد پر جو ٹیکس لگایا تھا موقوف کر دیا جس کی وجہ سے لوگوں نے اس کی لئے دعا مانگی اسی کے ساتھ ساتھ سلطان محمد عوام سے بڑے خلوص اور محبت سے پیش آنے لگا۔

۵۰۲ھ میں باطنیوں نے ایک بار پھر زور پکڑا اور سر اٹھایا۔ یہ شیرز والوں کو غافل پا کر شیرز میں گھس گئے اور شیرز کے قلعہ پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ لوگوں نے خوف سے اپنے دروازے بند کر لئے جس کو جدھر موقع ملا ادھر بھاگ گیا لیکن باطنی ہر صرف پھیلے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے بھاگنے والوں کو پکڑ پکڑ کر قتل کر ڈالا اس دور پر آشوب میں ان باطنیوں کے ہاتھ سے شیخ شافعیہ رویانی مصنف البحر نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ آپ کو بغداد میں قتل کیا گیا جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔

۵۰۳ھ میں دو سال کے محاصرے کے بعد فرنگیوں نے طرابلس کو فتح کر لیا۔ ۵۰۴ھ میں فرنگیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو سخت تکالیف اٹھانا پڑیں لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ شام کے وسیع علاقے پر قابض ہو جائیں گے اس لئے مسلمانوں کو ان سے صلح کر لینی چاہئے۔ صلح کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے انکار کر دیا آخر کار کئی لاکھ دینار پر انہیں صلح کے لئے تیار کیا گیا وہ رقم انہوں نے لے لی پھر اسی طرح لوٹ مار شروع کر دی (اللہ کی ان پر لعنت ہو)

اسی سال مصر میں کالی آندھی آئی' تاریکی سے یہ عالم تھا کہ لوگوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد سیاہی زردی سے بدل گئی اور کچھ کچھ روشنی نمودار ہوئی اس کے بعد پھر زردی چھا گئی یہ کیفیت عصر سے مغرب تک رہی۔ اسی سال فرنگیوں (فرانس کے بادشاہ)

اور ابن تاشفین والی اندلس کے درمیان لڑائی چھڑ گئی' خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح ہوئی بہت سے فرنگی قید ہوئے اور ہزاروں قتل کر دیئے گئے۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا اس جنگ میں فرنگیوں کے بڑے بڑے نائٹ (سردار) مارے گئے۔

۵۰۷ھ میں بادشاہ موصل مودود ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ فرنگیوں کے بادشاہ سے مقابلہ کے لئے بیت المقدس پہنچا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ (فوقع بينهم معركه هائلة ثم رجع مودود الى دمشق) دمشق کی جامع مسجد میں مودود نے جمعہ کی نماز ادا کی' نماز پڑھنے کے بعد وہ مسجد سے نکل رہا تھا کہ اچانک ایک باطنی نے حملہ کیا جس سے مودود شاہ زخمی ہو گیا' زخم اتنا کاری تھا کہ اس کے صدمہ سے اسی روز انتقال ہو گیا۔ بادشاہ انگلستان نے اس موقع پر والی دمشق کے نام ایک طعن انگیز خط لکھا جس میں تحریر تھا:۔

تمہارے ایک ادنیٰ غلام نے تمہاری عید کے دن' خدا کے گھر میں تمہارے بادشاہ کو ہلاک کر ڈالا' کیا یہ شرم کی بات نہیں؟

آفات ارضی و سماوی سیلاب تباہ کاریاں :۔

۵۱۱ھ میں زبردست سیلاب آیا اور موسلادھار بارش ہوئی جس کے باعث سنجارا اور اس کے مضافات کے اکثر گاؤں ڈوب گئے' بے شمار آدمی ہلاک ہوئے پانی کا ریلا اتنا زبردست تھا کہ شہر پناہ کے دروازے کو توڑ کر کئی کوس تک بہا لے گیا اور اس پر مٹی کی تہہ چڑھ گئی اور دو سال بعد شہر سے دور دبا ہوا نظر آیا' خدا کی شان کہ اسی سیلاب میں ایک چارپائی جس پر ایک بچہ لیٹا ہوا تھا بہہ گئی اور یہ چارپائی زیتون کے درخت میں الجھ کو معلق ہو گئی اور بچہ زندہ سلامت رہا' یہ بچہ بوڑھا ہو کر فوت ہوا۔ اسی سال سلطان محمد کا انتقال ہو گیا' اس کی جگہ اس کا بیٹا جس کی عمر اس وقت چودہ سال تھی سلطان بنایا گیا (تخت نشین ہوا۔)

المستظہر باللہ کی وفات :۔

۵۱۲ھ میں سلطان المستظهر باللہ نے روز چہار شنبہ ۱۳ ربیع اول کو وفات پائی۔ المستظهر باللہ نے پچیس سال حکومت کی۔ ابن عقیل شیخ حنابلہ نے اس کو غسل دیا اوراس کے فرزند المسترشد باللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ المستظهر باللہ کی وفات کے کچھ

دن بعد اس کی دادی ارجوان کا جو مقتدی کی والدہ تھی انتقال ہو گیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی عباسی کی دادی نے اپنے پوتے کا عہد سلطنت سوائے ارجوان کے نہیں پایا۔ ارجوان نے اپنے پوتے کیا بلکہ پڑپوتے کا عہد سلطنت بھی پایا اور اس کو تخت نشین دیکھا۔

المستظہر باللہ ایک اچھا شاعر بھی تھا اور اس کے اشعار مشہور ہیں۔ (دو اشعار یہاں بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔)

اذاب حرالھوی فی القلب ماجمدا
لما مددت الی رسم الوداع یدا

پگھلا دو عشق کی گرمی کو جو دل میں منجمد ہے
جس روز تم رسم و داع کے لئے ہاتھ دراز کرو

وکیف اسلک نھج الاصطباروقد
اری طرائق فی مھوی الھدی قددا

میں کس طرح صبر کے راستے کو طے کروں حالانکہ
میں نے معشوق کی محبت میں مختلف طریقے دیکھے ہیں

سلفی (صاحب طیوریات) کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو الخطاب بن جراح نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ "میں نے مستظہر کو رمضان میں ایک روز نماز پڑھائی اور میں کسائی کی روایت کردہ قرات کے مطابق سورۃ یوسف میں اس آیت کو اس طرح پڑھاان ابنک سرق (تحقیق کہ تیرا بیٹا چوری کیا گیا ہے) پڑھا! جب میں نے سلام پھیرا تو مستظہر نے مجھ سے کہا کہ تمہاری یہی قرآت درست ہے کہ اس میں اولاد انبیاء کی کذب سے تزیہہ پائی جاتی ہے۔"

المستظہر باللہ کے زمانے میں فوت ہونے والے مشاہیر :-

وہ مشاہیر زمانہ جنہوں نے مستظہر کے عہد میں وفات پائی یہ ہیں۔ ابو المظفر سمعانی، نصر المقدسی، ابوالفرج رازی، شیدلہ، رویانی خطیب التبریزی، الکیسا الہراسی، امام غزالیؒ امام الشاشی جس نے مستظہر کے لئے کتاب حلیہ تصنف کی اور اس کا نام المستظہر رکھا۔ علامہ الابیوردی اللغوی۔

المسترشد باللہ ابو منصور

نسب اور تخت نشینی :-

المسترشد باللہ ابو المنصور الفضل بن المستظہر باللہ۔ مستر شد باللہ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کی وفات کے بعد ماہ ربیع ۵۱۲ھ میں تخت نشیں ہوا مسترشد باللہ نہایت بلند ہمت' بلند حوصلہ' جرات مند' پر ہیبت اور صاحب الرائے شخص تھا' سلطنت کو بحسن و خوبی مرتب و منظم کیا اور بڑی خوبی کے ساتھ ان پر عمل درآمد کیا' مراسم حکمرانی کو از سر نو مرتب کر کے امور جہانبانی کو زندہ کیا اوراز سر نو ان کی قوت بخشی۔ ارکان شریعت کا احیاء کیا اور شریعت کی ترویج میں کوشش کی۔ جنگوں میں خود شرکت کی چند بار حلہ' موصل اور خراسان پر بھی لشکر کشی کی۔ ایک مرتبہ ہمدان کی جنگ میں اس کے لشکر کو شکست ہوئی اور اس کو قید کر لیا گیا اور آذربائیجان بھیج دیا گیا۔

المسترشد کا علم و فضل :-

مستر شد نے مشہو علماء سے تحصیل علم کی ابوالقاسم بن بیان' عبدالوہاب بن ہبتہ اللہ السبتی سے حدیث سماعت کی اور مستر شد سے ابن عمر بن مکی الاہوازی اور اس کے وزیر علی بن طراد اور اسماعیل بن طاہر الموصلی نے روایت کی ہے ابن سمعانی نے اس بات کا ذکر کیا ہے' ابن صلاح نے طبقات الشافعیہ میں علمائے حدیث کے باب میں المسترشد باللہ کا ذکر کیا ہے۔ المسترشد باللہ کے فضل و کمال کے سلسلہ میں اتنا ہی بیان کرنا کافی ہے کو ابوبکر الشاشی نے اپنی کتاب "عمدہ الفقہ" المستر شدہی کے نام سے معنون کی ہے۔ کتاب کی مقبولیت کا باعث یہی انتساب ہے کیونکہ اس عہد میں المسترشد "الدنیا والدین" کے لقب سے مشہور تھا۔ ابن السبکی نے طبقات الشافعیہ میں اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ مسترشد اپنی حکومت کے اولین دور میں بہت ہی پارسا اور متقی تھا' اونی لباس پہنتا تھا' اس نے اپنے محل میں عبادت کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر لیا تھا۔

المسترشد کے دوسرے کمالات :-

المسترشد کو اس کے باپ نے اپنے دور حکومت ہی میں ولی عہد مقرر کر کے اس کا نام سکوں پر مضروب کرا دیا تھا اس کے نام کے سکے ماہ ربیع الاول ۴۸۸ھ میں مسکوک کیے گئے تھے کہتے ہیں کہ تخت نشینی سے قبل وہ بہت ہی عبادت گزار تھا۔ صوف کا لباس پہنتا تھا اور اس نے اپنی عبادت کے لئے جداگانہ ایک جگہ مخصوص کر لی تھا۔
المسترشد باللہ بروز چہار شنبہ ۱۰ شعبان ۴۸۶ھ میں پیدا ہوا۔ پیدائش کے بعد ہی اس کے والد مستظہر باللہ نے اس کو ولی عہد نامزد کردیا تھا۔ وہ بہترین خطاط تھا۔ ایسا خط اس سے قبل بنی عباس میں کسی امیریا سلطان کا نہیں۔ تھا۔ اکثر خطاط اس سے خطاطی میں اصلاح لیا کرتے تھے شجاعت' ہیبت اور جنگ میں پیش قدمی کرنا اس کے خاص اوصاف تھے۔ اس کی شجاعت' شہامت اور ہیبت محتاج بیان نہیں یہ اظہر من الشمس ہیں' لیکن اس کے عہد میں ممالک محروسہ میں بڑا ہرج و مرج اور اختلال رہا اور وہ بہ نفس نفیس ان کے دفاع اور اصلاح میں کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ آخری بار وہ عراق آگیا اور ایک جنگ کی قیادت کی اس جنگ میں اس نے شکست کھائی اور گرفتار کر لیا گیا اور جام شہادت نوش کیا۔

المسترشد کا زوال گرفتاری اور بغاوت :-

ذہبی کا بیان ہے کہ ۵۲۵ھ میں جب سلطان محمود بن ملک شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا داؤد سلطان مقرر ہوا تو کچھ عرصہ بعد داؤد پر اس کے برادر عم زاد مسعود بن محمد نے خروج کیا۔ دونوں میں شدید جنگ ہوئی لیکن امراء کی کوشش سے مابین صلح و صفائی ہو گئی' بغداد میں مسعود کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا اب اس میں سلطان داؤد کا نام بھی شامل کر دیا۔ ان دونوں کی صلح ناپائیدار ثابت ہوئی اور جلد ہی پھر اختلاف پیدا ہو گیا المسترشد داؤد کا طرف دار تھا وہ خود اس کی مدد کے لئے اپنی فوج لے کر نکلا اور مسعود سے مقابلہ ہوا لیکن المسترشد کی نمک حرام فوج مسعود سے مل گئی اور مسعود کو کامیابی ہوئی اور مسترشد کو شکست! اس بار المسترشد کو مع اس کے خواص کے گرفتار کر کے نہاوند کے قریب ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ المسترشد کی گرفتاری کی خبر سے اہل بغداد میں تہلکہ پڑ گیا۔ لوگ خاک بسر بازاروں میں

پھر رہے تھے' عورتیں سلطان المسترشد کے لئے بال پریشاں کئے بین کرتی پھرتی تھیں۔ اس روز نماز اور خطبہ بھی شہر میں نہ ہو سکا۔ (خرج النساء حاسرات یندبن الخلیفة منعوالصلوۃ والغخطبته ص ۳۴۶)ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس دن بغداد میں کئی بار زلزلہ آیا اور یہ سلسلہ پانچ روز تک جاری رہا دن رات میں پانچ پانچ چھ چھ شدید جھٹکے آتے تھے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ دعائیں مانگتے تھے۔

سلطان سنجر کو (مسعود کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری اس نے) مسعود کے پاس قاصد بھیجا اور کہا کہ تم فوراً" سلطان کے پاس جاؤ اور زمیں بوسی کے بعد مجرم بن کر سلطان المسترشد سے معافی مانگو۔ کیونکہ یہ آندھیاں' زلزلے لگاتار دس روز تک جاری رہنا بے معنی نہیں ہے۔ لشکر میں یہ تشویش اور شہروں میں یہ ہیجان ایسی باتیں ہیں جو اب مزید برداشت نہیں ہو سکتی ہیں۔ مجھے تو اب خداوندعالم کی طرف سے خود اپنی جان کا خوف پیدا ہو گیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایک دن جامع مسجدوں میں نمازوں کا نہ ہونا اور خطبوں کا نہ پڑھا جانا غضب الٰہی کودعوت دینا یہ بار اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ معاذاللہ! تم فوراً" امیر المسلمین سے معافی مانگو اور تلافی مافات کرو وہ اس طرح کہ ان کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ ان کے دارالخلافہ پہنچا دو۔ اور جس طرح ہمارے آباؤ اواد ان کے مطیع و فرماں پذیر رہے ہیں اسی طرح تم بھی ان کی غاشیہ برادری کو اپنے لئے باعث عزت سمجھو! مسعود نے سلطان سنجر کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی زمیں بوس ہو کر خواستگار معافی ہوا۔ اسی اثناء میں سلطان سنجر نے ایک اور قاصد مع ایک لشکر مسعود کے پاس بھیجا تک کہ سلطان المسترشد کو عزت و احترام کے ساتھ دارالحکومت تک پہنچا دیاجائے مگر اسی لشکر میں ۱۷ نفر مردود باطنی بھی پوشیدہ طور سے موجود تھے جن کے بارے میں نہ سلطان سنجر کو کچھ علم تھا اور نہ مسعود کو ان کے بارے میں کچھ معلوم تھا بعض مورخین کا خیال ہے کہ خود مسعود نے در پردہ ان لوگوں کو مقرر کیا تھا۔ یہ سب باطنی المسترشد کے خیمے ٹوٹ پڑے اور المسترشد کو اس کے خواص کے ساتھ قتل کر دیا۔ لشکریوں کو اس وقت اس قتل کی خبر ہوئی جب یہ باطنی اپناکام کر چکے تھے آخر کار ان سب کو گرفتار کر لیا گیا اور اس پاداش میں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔

سلطان سنجر کا سوگ :۔

المسترشد کی شہادت کا سلطان سنجر کو بہت رنج ہوا اور اس نے عزاداروں کی طرح ان کا

ماتم کیا' لوگوں میں المسترشد کے قتل کی خبر سے ایک قیامت برپا ہو گئی اور جس وقت اس شہادت کی خبر بغداد پہنچی تو وہاں تو عجیب حالت ہوئی۔ لوگ گھروں سے برہنا پا نکل کھڑے ہوئے شدت غم سے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے' عورتیں بال کھولے پیٹتی پھر رہی تھیں اور مرثیے کے اشعار ان کی زبانوں پر تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ المسترشد اپنی شجاعت' انصاف اور نرم مزاجی سے لوگوں میں بہت مقبول تھا' ہر شخص اس سے محبت کرتا تھا۔

المسترشد (اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے) یوم پنج شنبہ ۱۶ ذیقعدہ ۵۲۱ کو شہید ہوا' المستشد شاعر بھی تھا (بطور نمونہ ایک شعر لکھا ہے):۔

انا الاشقر المدعوبی فی الملاحم
ومن یملک الدنیا بغیر مزاحم

میں اشقرابی ہوں جنگوں میں بلایا جاتا ہوں
اور میں بغیر مزاحمت کے دنیا کو قبضہ میں لے لیتا ہوں

جب وہ قید ہوا تو اس وقت اس نے کچھ اشعار کہے تھے ان میں سے ایک یہ ہے:۔

ولا عجبا للاسدان طغرت بھا
کلاب الاعادی من فصیح و عجم

کوئی تعجب نہیں کہ اگر شیر پر فتح پالیں کتے
دشمنوں کے' جو فصیح اور اعجم کے قبیلے کے ہیں

کہتے ہیں کہ جب المسترشد کو جنگ میں شکست ہوئی تو لوگوں نے اس کو رائے دی کہ بھاگ جانا چاہئے لیکن اس نے انکار کر دیا اور فوراً" یہ اشعار کہے:۔

ترجمہ :۔ "لوگ کہتے ہیں کہ دشمنوں نے نرغہ کر لیا ہے پس اپنی جگہ قائم رہو۔ بس میں نے اس کی رائے معلوم کر لی جو نہ بھاگنے کی رائے دیتا ہے۔"

ذہبی کہتے ہیں کہ المسترشد نے عیدالاضحیٰ کی نماز میں ایک بار نہایت ہی مسجع اور بلیغ خطبہ پڑھا تھا جو آپ اپنا جواب تھا۔ جس سے المسترشد کی ادبی اور علمی صلاحیتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس نے خطبہ اس طرح شروع کیا:۔

اللّٰہ اکبر ماسجت الانوار اشرقت نصیبا و طلعت ذکاء علت علی الارض السماء اللّٰہ اکبر ما ھمی سحاب ولمع سراب الحج طلاب و سر قادما ایاب

ابو المظفر ہاشمی نے بھی سلطان کے اس اعلیٰ اور بلیغ خطب کی تعریف میں ایک نظم لکھی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

علیک سلام اللّٰہ یا خیر من علا
علی منبر قد حف اعلامه النصر

بلند مرتبہ والوں میں سے سب سے بلند آپ پر سلام ہو۔
کہ منبر پر چڑھ کر آپ نے اپنی نصرت کے پرچم بلند کر دیئے۔

المسترشد کے وزیر جلال الدین بن علی نے بھی اس کی مدح میں چند اشعار کہے پہلا شعر یہ ہے۔

وجدت لوری کالماء طعما ورقه
وان امیر المومنین زلاله

اگر تمام دنیا کو پانی فرض کر لیا جائے
تو امیر المومنین اس کا زلال ہیں

۵۲۴ھ میں آفات سماوی :۔

۵۲۴ھ میں المسترشد کے عہد حکومت میں موصل شہر میں بادلوں سے پانی کے بجائے آگ برسی جس کے باعث بہت سے مکانات اور دیہات جل کر خاکستر ہو گئے۔ اسی سال آلامر باحکام اللہ منصور والی مصر (عبیدی) قتل کر دیا گیا چونکہ یہ لاولد تھا اس لئے اس کا برادر عم زاد عبدالجید بن محمد بن مستنصر اس کا جانشین قرار پایا۔ اسی سال بغداد پر ایک اور مصیبت نازل ہوئی یعنی پردار بچھو کثرت سے پیدا ہوئے جن کے دو دو ڈنگ تھے، لوگ ان بچھوؤں سے بہت ہی خوف زدہ تھے، بہت سے بچے ان بچھوؤں کے باعث ہلاک ہو گئے۔

المسترشد کے زمانے میں وفات پانے والے علماء اور مشاہیر:۔

المسترشد کے زمانے میں ان مشاہیر اور علمائے کرام نے وفات پائی۔
شمس الائمہ ابوالفضل امام حنفیہ، ابوالرقابن عقیل الحنبلی، قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی، ابن بلیمہ المقری، طغرائی مصنف لامیتہ العجم، ابوعلی الصدفی الحافظ، امام ابو نصر القشیری ابن

القطاع اللغوی، محی السنہ امام بغوی ؒ، ابن الفحام المقری، حریری مصنف مقامات (موسوم بہ مقامات حریری)، میدانی صاحب الامثال، ابو الولید بن رشد المالکی، امام ابوبکر طرطوشی، ابوالحجاج السرقسطی، ابن السید البطلیوسی، ابو علی الفارقی شافعی، ابن الطراوۃ النحوی، ابن بازش، ظافد الحداد شاعر، عبدالغافر فارسی وغیرہم۔

الراشد باللہ ابو جعفر

الراشد باللہ ابو جعفر منصور بن مسترشد ۵۰۲ھ میں ایک ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا' کہتے ہیں کہ جب وہ پیدا ہوا تو اس کا مقعد کا مقام بند تھا۔ اطباء نے باہم مشورہ کر کے ایک سونے کے آلہ سے اس کو کھول دیا اور یہ عمل جراحی کامیاب رہا۔

نیابت اور تخت نشینی :۔

راشد کو مسترشد نے اپنی زندگی ہی میں اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا چنانچہ یہ مسترشد کے قتل کے بعد ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں تخت پر بیٹھا!

راشد کی سیرت اور کردار :۔

راشد بھی اپنے باپ کی طرح بڑا فصیح' ادیب' ذی فہم' سخی نیک سیرت اور عادل تھا' شر سے اسے بڑی نفرت تھی' شاعری کا مذاق رکھتا تھا جس وقت سلطان مسعود بغداد واپس آیا تو یہ موصل کی طرف چلا گیا اس کی عدم موجودگی میں سلطان مسعود نے اعیان سلطنت اور علماء کو جمع کرا کر ایک خطبہ لکھوایا اور اس محضر پر بہت سے لوگوں کی شہادتیں قلمبند کرائیں مضمون یہ تھا کہ راشد نے یہ مظالم کئے ہیں' فلاں فلاں شخص کا استحصال کیا ہے' خونریزی کی ہے شراب پیتا ہے' یہ محضر شہادتوں سے مکمل کر کے قاضیوں کے سامنے پیش کیا اور اس امر کا فتویٰ چاہا کہ ایسی مکروہ اور ناجائز حرکات کا مرتکب ہونے والا خلیفہ کا خلع اس کے نائب السلطنت کو جائز ہے یا نہیں اور اسے معزول کر سکتا ہے یا نہیں کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے؟ سلطان وقت کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو ایسے بے راہ رو خلیفہ کے بجائے تخت پر بٹھا دے۔ علماء نے اس کے خلع کے جوز کا فتویٰ دے دیا' ان علماء کی جماعت میں قاضی شہر ابن کرخی بھی موجود تھے چنانچہ سلطان مسعود کے اشارے سے لوگوں نے فوراً" اس کے چچا محمد بن

مستظہر کو المقتفی لاالله کا خطاب دے کر ۱۶ ذیقعدہ ۵۳۰ھ میں اپنا امام تسلیم کر لیا۔

الراشد کی موصل سے واپسی :۔

موصل میں جب راشد کو اس بغاوت اور خلع کی خبر ملی تو موصل سے آذربائیجان کی طرف ایک عظیم لشکر کے ساتھ کوچ کیا فوج کو بے دریغ روپیہ پیسہ دیا فوج نے آذربائیجان میں پہنچ کر ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ یہاں لوٹ مار کر کے پھر ہمدان لشکر کے ساتھ واپس آ گیا' ہمدان میں بھی فوج نے اسی طرح لوٹ مار مچائی بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا کچھ لوگوں کو سولی پر چڑھا دیا۔ علماء کی داڑھیاں منڈوا دیں' یہاں قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کے بعد اصفہان پہنچا' شہر کا محاصرہ کر لیا اور خوب ہی لوٹ مار کی (اب ذرا اس کے کردار کے بارے میں یہی جملہ ملاحظہ فرمایئے دیکرہ الشر (کیا اسی کو یکرہ الشر کہتے ہیں۔ مترجم) اصفہان میں یہ سخت بیمار پڑا اور آخر کار 16 رمضان ۵۳۲ھ میں کچھ عجمی اس کے خرگاہ میں گھس گئے اور چھریوں سے اس کو مار ڈالا پھر اس کے مصاحبین کو بھی قتل کر دیا جب یہ خبر بغداد پہنچی تو ایک روز سرکاری طور پر اس کا ماتم کیا گیا۔

عماد کاتب الراشد باللہ کے بارے میں کہتا ہے راشد باللہ حسن یوسف کا مالک تھا اور سخاوت میں حاتم کی مانند تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ صولی کا بیان ہے کہ لوگوں کا قول ہے کہ بنی عباس پر چھٹا سلطان (خلیفہ) جو تخت سلطنت پر متمکن ہوا وہ معزول کیا گیا۔ میں نے جب ان کے اس کلیہ پر غور کیا تو واقعی میں حیران ہو گیا کہ ایسا ہی ہوا ہے اور میں نے آغاز کتاب ہی میں ان کا یہ قول نقل کر دیا ہے ردا اور عصا جو بنی عباس میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی وہ خلع کے بعد راشد ہی کے پاس تھی اس کے قتل کے بعد مقتفی کے پاس یہ چیزیں پہنچیں۔

المقتفی لامراللہ ابو عبداللہ

نسب اور تخت نشینی:۔

المقتفی لامراللہ ابو عبداللہ محمد بن المستظہر باللہ ۱۲ ربیع الاول ۴۸۹ھ کو ایک جیشہ کنیز کے بطن سے پیدا ہوا اور راشد باللہ کے خلع کے بعد چالیس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ المقتفی لامراللہ کے لقب اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ تخت نشینی سے چھ روز پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویا میں اس سے ارشاد فرمایا کہ جلد خلافت تجھ کو پہنچنے والی ہے تو اپنا لقب المقتفی لامراللہ اختیار کرنا۔ تخت نشین ہو کر اس نے یہی لقب اختیار کیا۔

تخت نشین ہوتے ہی مقتفی عدل و انصاف پر کاربند ہوا جب بغداد پر اس کا تسلط اچھی طرح ہو گیا تو سلطان مسعود نے دارالحکومت کا تمام سامان، تمام چاندی، سونا، ہر قسم کے جانور اور فرش فروش غرضیکہ تمام سامان اپنے قبضہ میں لے لیا، شاہی اصطبل میں صرف چار گھوڑے اور آٹھ خچر باقی چھوڑ دیئے۔ کہتے ہیں مسعود مقتفی سے بیعت کے وقت یہ عہد لے چکا تھا کہ دارالحکومت میں جس قدر بھی سامان ہے وہ ان کا ہے۔ چنانچہ ۵۳۱ھ میں سلطان مسعود نے بارگاہ خلافت سے متعلق تمام غیر منقولہ اشیاء بھی اپنے قبضہ میں لے لیں صرف چند باغات مقتفی کے لئے چھوڑ دیئے گئے۔ لیکن اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے وزیر کو بھیجا کہ خلیفہ سے ایک لاکھ دینا بھی وصول کرلے، مقتفی نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ مسترشد اپنا کل مال لے کر مسعود کے پاس چلا گیا تھا اور اس کا جو کچھ حشر ہوا وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں اور جو کچھ یہاں باقی بچا تھا اس کو چن چن کر مسعود لے گیا یہاں تک کہ تمام اثاث البیت بھی وہ لے گیا۔ جب راشد تخت نشیں ہوا تو اس کا انجام بھی کسی سے پوشیدہ نہیں، مسعود نے اسی زمانے میں ٹکسال کی بھی تلاشی لے لی تھی اور جو کچھ سونا اور چاندی وہاں موجود تھا اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا اب میں ایک لاکھ دینار تم کو کہاں سے دوں۔ اب صرف یہ کمی رہ گئی ہے کہ میں خاص اپنا گھربار تمہارے حوالے کر دوں اور خود کہیں نکل جاؤں اور میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں رعایا پر ظلم کر کے مال جمع نہیں کروں گا۔ مقتفی کے ان جواب سے مسعود

اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ لیکن لوگوں سے مال جس طرح بھی ممکن ہو سکا اس نے حاصل کرنا شروع کر دیا اور لوگوں پر بہت سختی ہونے لگی۔ آخر کار جمادی الاول میں سلطان مسعود نے المقتفی لامراللہ کے تمام املاک و اثاثہ اور غیر منقولہ املاک اس کو واپس کر دیں۔

عجیب و غریب رویت ہلال :۔

اسی سال ۲۹ رمضان شرف کو چاند نظر نہیں آیا دوسرے اہل بغداد نے روزہ رکھا جب شام ہوئی تو ۳۰ رمضان کو بھی شوال کا چاند نظر نہ آیا حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا' ایسی عجیب و غریب صورت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔

۵۳۳ھ میں بحرۃ میں زبردست زلزلہ آیا اور زلزلہ کا اثر دس کوس تک تھا اس زلزلہ میں بہت سے آدمی ہلاک ہوئے۔ زلزلہ کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بحرۃ زمین میں دھنس گیا اور وہاں سے سیاہ رنگ کا پانی ابلنے لگا۔ اسی سال امراء میں اس قدر مطلق العنانی پیدا ہوئی کہ شہروں کی آمدنی پر امراء نے قبضہ کر لیا۔ سلطان مسعود ایسا عاجز اور بے بس ہو گیا کہ بس نام کا سلطان باقی رہ گیا۔ یہی حال سلطان سنجر کا بھی ہوا تھا کہ جب مغلوبیت کا آغاز ہوا تو بس وہ مغلوب ہوتا ہی چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ عجیب بے نیاز ہے جسے چاہے ذلیل کر دے' ان دونوں کی ذلت اور بے بسی سے یہ فائدہ ہوا کہ مقتفی لامراللہ کی حرمت و عزت میں بے حد اضافہ ہو گیا اور ممالک محروسہ پر پورا پورا اقتدار بحال ہو گیا دولت عباسیہ کی اصلاح کی بنا پڑ گئی۔

نئے دارالضرب کا آغاز :۔

۵۴۱ھ میں سلطان مسعود بغداد آیا اور ایک نئی ٹکسال قائم کی المقتفی باللہ نے ٹکسالی کو گرفتار کر لیا ادھر اس کے جواب میں سلطان مسعود نے مقتفی کے حاجب کو گرفتار کر لیا مقتفی کو بہت ناگوار گزرا۔ لوگوں نے گھروں سے نکلنا بند کر دیا اور تین دن تک مسجدوں کے دروازے بند رہے آخر کار چوتھے روز دونوں فریقین نے اپنے اپنے قیدی کو آزاد کر دیا۔ اور اس طرح بغیر کشت و خون کے یہ فساد ختم ہو گیا۔

اسی سال ابن۔عبادی واعظ مجلس وعظ میں بیٹھے تھے کہ سلطان مسعود بھی آ گیا۔ ابن عبادی نے سلطان مسعود سے کہا کہ لوگ مظلوم و لاچار ہیں اس وقت جو محصول ان سے

وصول کیا جاتا ہے وہ جبراً" وصول کیا جاتا ہے لیکن آپ اس مال کو جو غریب اور محتاج عوام سے بجبر وصول کیا جاتا ہے ایک ہی رات میں مغنیہ کو انعام میں دے ڈالتے ہیں' آپ کو اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کرنا چاہئے تھا۔ سلطان نے ان کی اس نصیحت کو قبول کر لیا۔ اور تمام شہر میں منادی کرا دی اوراس کے بعد ایسے کتبات کو جگہ جگہ نصب کرا دیا۔ یہ کتبات الناصر الدین اللہ کے زمانے تک بغداد میں جا بجا نصب تھے مگر اس نے یہ کہہ کر اس کو اکھڑوا دیا کہ ہمیں عجمیوں کی رسم برقرار رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

۵۴۳ھ میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصر کر لیا' نورالدین محمود بن زنگی والی حلب اور اس کے بھائی نے ان کی یلغار کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و کامرانی سے سربلند فرمایا نورالدین فرنگیوں سے کئی سال تک مسلسل نبرآزما رہا اور وہ تمام شہر ان سے واپس لے لئے جو انہوں نے مسلمانوں سے چھین لئے تھے۔

۵۴۴ھ میں الحافظ الدین اللہ والی مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کے بجائے اس کا بیٹا الظاہر اسماعیل تخت نشین ہوا۔ اسی سال بغداد میں ایک بار سخت زلزلہ آیا اور اس بار بغداد کے در و دیوار بری طرح ہل گئے یہاں تک کہ حلوان کی ایک پہاڑی ٹوٹ کر گر پڑی۔

۵۴۵ھ میں خون کی بارش ہوئی کئی روز تک تمام زمین سرخ رہی' لوگوں کے کپڑے بھی جو بھیگے تھے سرخ ہو گئے۔

سلطان مسعود کا انتقال اور ملک شاہ :۔

۵۴۷ھ میں سلطان مسعود کا انتقال ہو گیا۔ ابن ہبیرہ وزیر مقتفی کا بیان ہے کہ جب مسعود کے امراء کے خواص کی دست درازیاں مقتفی کے خلاف حد سے زیادہ بڑھ گئیں اور ان کی بے ادبیوں کا شمار نہ رہا ادھر ہمارے اندر طاقت مقاومت باقی نہیں تھی چنانچہ ہم نے ایک مہینے تک برابر مسعود کے لئے بددعا کی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رعل او ذکوان کے حق میں فرمائی تھی چنانچہ میں نے اور مقتفی نے درپردہ اپنی اپنی جگہ ۲۹ جماوی الاول کی شب سے بددعا کا یہ سلسلہ شروع کیا تھا ابھی پورا ایک مہینہ گزرنے پایا تھا کہ مسعود اپنے تخت پر مردہ پایا گیا ایک ماہ میں نہ ایک دن کم ہوا اور نہ ایک زیادہ۔ مسعود کے انتقال کے بعد تمام لشکر نے ملک شاہ کی حمایت کی اور ملک شاہ نہایت آسانی سے تخت نشین ہوگیا لیکن خاص بک نے اس پر خروج کر دیا اور اس کو گرفتار کر لیا۔ پھر خاص بک نے اس کے بھائی محمد کو

خوزستان سے بلالیا۔ اور سلطنت اس کے حوالے کر دی۔ اس روز سے مقتفی کو آزادی نصیب ہوئی اور اس پر کسی کا اقتدار و انتداب نہیں رہا۔ اور اب ممالک محروسہ میں پھر اس کے احکام کا نفاذ ہو گیا۔ مدرسہ نظامیہ میں سلطان مسعود کی جانب سے جس قدر اساتذہ مقرر تھے سب کے سب معزول کر دیئے گئے ادھر مقتفی کو یہ خبر ملی کہ واسط کے نواح میں شورش برپا ہے چنانچہ مقتفی خود لشکر لے کر شورش پسندوں کی سرکوبی کے لئے پہنچا اور ان کی سرکوبی کے بعد قلہ اور کوفہ پر قبضہ کرتا ہوا بغداد واپس آیا اس دن بغداد میں بہت خوشی اور شادمانی کا اظہار کیا گیا۔

سلطان سنجر پر حملہ :۔

۵۴۸ھ میں ترکان غز نے سلطان سنجر پر حملہ کر دیا اور اسے گرفتار کر کے اس کی بڑی توہین و تذلیل کی' اس کے ممالک محروسہ سب کے سب اس کے قبضہ سے نکل گئے صرف اس کا نام خطبہ میں باقی رہنے دیا' اب وہ صرف برائے نام سلطان تھا' اپنی اس حالت پر سنجر رویا کرتا تھا' اس کا وظیفہ جو مقرر کیا گیا تھا وہ ایک سائیس کی تنخواہ کے برابر تھا۔ ۵۴۹ھ والی مصر الظاہر باللہ عبیدی کو قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ امراء نے اس کے بیٹے الفائز عیسیٰ کو جو بہت ہی کم سن تھا تخت پر بٹھا دیا' اس کی کم سنی کے باعث امور سلطنت میں بڑی ابتری پیدا ہو گئی' یہ موقع غنیمت جان کر مقتفی لامراللہ نے نور الدین محمود بن زنگی کو والی مصر بنا کر اس کو لکھا کہ فوراً" مصر پر لشکر کشی کر دو۔ اس وقت نورالدین محمود فرنگیوں سے جنگ میں الجھا ہوا تھا اور وہ اس جہاد سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے دمشق میں بہت سے قلعے اور گڑھیاں فتح کر لی تھیں اور رومی سلطنت کے کچھ شہروں پر بھی اس کا قبضہ ہوگیا تھا اس طرح حدود سلطنت وسیع ہو گئے تھے اور اس کی دھاک دور دور تک دلوں پر بیٹھ گئی تھی لیکن مقتفی کے اصرار پر اسے مجبور ہونا پڑا اور وہ مقتفی کے حکم کے بموجب مصر چلا گیا اور وہاں کا نظم و نسق اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا' مقتفی نے اس کو ملک العادل کا خطاب عطا فرمایا۔

مقتفی کا انتقال :۔

اب مقتفی لامراللہ کا اقتدار اور بھی بڑھ گیا اس کے تمام مخالفین دبک کر بیٹھ گئے

لیکن پھر دشمنوں نے ہر طرف سے متفق ہو کر ایک ساتھ حملہ کی تیاری شروع کی لیکن وہ اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے اور اس کے اقتدار میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ اس کی شان و شوکت میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آخر کاز مقتفی کا بھی وقت آخر آ پہنچا اور شب یک شنبہ ۲ ربیع الاول ۵۴۵ھ کو اس کا انتقال ہو گیا۔

مقتفی کا کردار:۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مقتفی سرتاج الفقہا تھا' زبردست عالم' ایک اعلیٰ درجہ کا ادیب' شجاع و حلیم اور خوش اخلاق شخص تھا اس میں تمام اعلیٰ خوبیاں موجود تھیں عباسیوں میں اس کی مثال کم ہی ملتی ہے' یہ معمولی سے معمولی کام کو ضبط تحریر میں لاتا تھا۔ اس نے اپنے دور سلطنت میں کوئی کام امانت و دیانت کے خلاف نہیں کیا۔ مقتفی نے اپنے استاد ابوالبرکات ابن ابی الفرج سے حدیث شریف میں سماعت کی تھی۔ ابن سمعانی کہتے ہیں کہ کچھ دن اس نے حدیث شریف اپنے بھائی مسترشد کے ساتھ ابو القاسم بن بیان سے بھی سنی تھیں اور امام ابوالمنصور جو الیقی لغوی اور بن ہبیرہ (وزیر) نے اس سے احادیث روایت کی ہیں۔

مقتفی کا کارنامے:۔

مقتفی نے بیت اللہ میں ایک نیا دروازہ بنوایا تھا۔ اپنی نعش کیلئے عقیق کا ایک تابوت پہلے سے بنوا لیا تاکہ اس میں اس کو دفن کیا جائے مقتفی نہایت نیک سیرت' احسانات الٰہی کا شکور' دیندار صاحب عقل و فہم' فاضل اور صاحب الرائے سیاست دان تھا اس نے امور سلطنت کی از سرنو تنظیم کی احکام خلافت و سلطنت نہایت عمدگی سے جاری کئے وہ تمام امور سلطنت خود ہی انجام دیتا تھا اس نے کئی معرکوں میں شرکت کی اور ایک عمر طویل پائی۔
ابو طالب عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالسمیع الہاشمی نے اپنی کتاب "المناقب العباسیہ" میں لکھا ہے کہ مقتفی کا عہد اس کے عدل کے باعث بہت ہی کامیاب عہد تھا اور اس کے نیک کاموں کے باعث ہر طرف مرفہ حالی تھی' سلطنت کی ذمہ داریوں سے پہلے عبادات و تلاوت قرآن شریف اور علوم کی تحصیل میں اس کا تمام وقت صرف ہوتا تھا' معتصم کے بعد ایسا نرم دل سخی اور پر خلوص کوئی اور عباسی سلطان نہیں گزرا وہ بڑا شجیع' بہادر اور رعب داب والا

شخص تھا۔ زاہد متقی بھی تھا۔ وہ آخر دم تک اپنی فوج کے ساتھ جہاں گیا وہاں سے کامیاب و کامراں واپس آیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ مقتفی نے عراق پر دوبارہ تسلط قائم کر لیا۔ مقتفی کے دور میں کوئی بھی عراق پر اقتدار قائم کرنے کی جرات نہ کرسکا ورنہ مقتدر کے وقت سے بغداد و عراق پر ان کا اقتدار صرف برائے نام ہوتا تھا۔ اور نائب السلطنت ہی بادشاہ ہوتا تھا۔ (جیسا کہ آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔)

مقتفی کے نائب السلطنت سلطان سنجر والی خراسان اور سلطان نورالدین مرحوم ولی شام تھے۔ مقتفی نہایت سخی' کریم' حدیث سے نہایت محبت اور شغف رکھنے والا تھا وہ خود عالم تھا اور ان کا بڑا قدردان' ابن سمعانی نے بروایت ابو منصور جو الیقی ایک حدیث بھی بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کی ہے کہ

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امراء میں سختی زیادہ ہو جاتی ہے تو رعیت میں بخل پیدا ہو جاتا ہے اور قیامت اس وقت آئے گی جب زیادہ تر لوگ شریر ہو جائیں گے۔"

ابو المنصور اور ایک عیسائی ادیب و طبیب :۔

ایک مرتبہ مقتفی نے ابو منصورجو الیقی نحوی کو امامت کے لئے طلب کیا تو ابو منصور نے مقتفی کے قریب آکر کہا السلام علی المومنین ورحمتہ اللہ! اس وقت مقتفی کے پاس عیسائی طبیب ابن تلمیذ موجود تھا اس نے امام منصور سے کہا کہ اے شیخ امیرالمومنین کو سلام کرنے کا یہ کونسا طریقہ ہے؟ اس پر ابو منصور نے ابن تلمیذ کی جانب تو کچھ توجہ نہیں کی لیکن مقتفی سے کہا کہ اے امیرالمومنین میں نے آپ کو سنت نبوی (صلی اللہ علی وسلم) کے مطابق سلام کیا ہے پھر اپنی تائید میں ایک حدیث بھی اس کو سنا دی۔ پھر کہا کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ کوئی یہودی یا نصرانی ایسا علم حاصل نہیں کر سکتا جس سے خیرو برکت کے آثار نمایاں ہوں تو ایسی قسم کھانے والے پر کفارہ لازم نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے دلوں پر مہرلگا دی ہے (وہ ایسا علم حاصل نہیں کر سکتے) اور یہ مہرایمان لانے کے بعد ٹوٹ سکتی ہے' یہ سن کر مقتفی نے کہا آپ درست کہتے ہیں' اس موقع پرابن تلمیذ عیسائی طبیب جو ایک بلند پایہ ادیب بھی تھا باوجود اپنے علم و فضل کے ایسا خاموش ہوا کہ گویا اس

کے منہ میں پتھریاں بھری ہیں (خاموش ہو گیا اور کچھ جواب بن نہ پڑا۔)

مقتضی کے دور میں وفات پانے والے مشاہیر:۔

مقتضی کے دور سلطنت میں ان مشاہیر و علمائے کرام نے انتقال کیا۔
ابن ابرش نحوی' یونس بن مفیث' جمال السلام ابن المسلم الشافعی' ابوالقاسم الصفہانی مصنف ترغیب' ابن برجان' المازری المالکی مصنف المعلم' علامہ زمخشری صاحب کشاف' الرشاطی صاحب الانساب' الجوالیقی' (آپ متقی کے امام تھے) ابن عطیہ صاحب التفسیر' ابو لاسعادات بن الشجری' امام ابوبکر ابن عربی' ناصح الدین ارجانی شاعر' علامہ قاضی عیاض' الحافظ ابو الولید بن دباغ' ابولاسعد' ہبتہ الرحمٰن القشیری' ابن علام الفرس المقری' رفاع الشاعر علامہ شہر ستانی مصنف الملل و النحل' تیسرانی شاعر' محمد بن یحیٰی تلمیذ الغزالی' ابو العفضل بن ناصر الحافظ' ابوالکرم شہزوری المقری' الواوء شاعر' ابن الجلاءؒ امام الشافعیہ اور دوسرے لوگ۔

المستنجد باللہ ابو المظفر

نسب اور تخت نشینی:-

المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المقتفی ۵۱۸ھ میں ایک گرجستھانی کنیز (ام ولد) کے بطن سے جس کا نام طاؤس تھا پیدا ہوا۔ ۵۴۷ھ میں مقتفی نے اس کو اپنا ولی عہد نامزد کیا چنانچہ مقتفی کی وفات کے بعد اس سے بیعت کی گئی۔

سیرت:-

مستنجد عدل اور انصاف اور طبیعت کا بہت نرم تھا اس نے رعیت سے بہت سے ٹیکس ختم کر دیئے اور عراقیوں کے تو تمام ٹیکس معاف کر دیئے۔ مفسدین اور اشرار کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتا تھا ایک اشتہاری مجرم گرفتار ہو کر آیا لوگ اس کے اور اس کے ساتھی کے ہاتھ سے بہت تنگ تھے، مستنجد نے گرفتار کرنے والے شخص کو دس ہزار دینار انعام دیئے اور کہا کہ اگر اس کے ساتھی کو بھی گرفتار کر کے لاؤ تو دس ہزار دینار مزید انعام دوں گا تاکہ مخلوق خدا ان کے شر سے بالکل محفوظ ہو جائے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ مستنجد باللہ فہیم اور صاحب الرائے تھا۔ بہت ہی ذکی اور فضل و کمال کا مالک تھا زبردست ادیب تھا نظم بدیع اور نثر بلیغ پر اس کو عبور حاصل تھا۔ علم ہیئت میں اتنا کمال اس کو حاصل تھا کہ آلات ہیئت کے عمل اور اصطرلاب سے کماحقہ اس کو واقفیت تھی۔ شعر بھی خوب کہتا تھا۔ (بطور نمونہ دو شعار پیش کئے جاتے ہیں۔)

عیرتنی بالشیب وھو وقار
لیتھا عیرت بما ھو عار

میری میری محبوبہ نے، سفد بالوں کی وجہ سے
عار دلایا حالانکہ میرے یہ سفید بال باعث وقار ہیں

ان تکن ثابت النوائب منی

فا للیا لی تزینھا لاقمار

کاش وہ مجھے ان باتوں سے عار دلاتی

جو حقیقت میں وجہ عار ہیں۔ اگر میرے بال سفید ہو گئے۔ تو کچھ حرج نہیں کہ رات کی زینت چاندی سے ہوتی ہے۔

اس کے وزیر ابن ہبیرہ نے مسلمانوں کی بھلائی کے لئے بہت سی تدابیر کا نفاذ کیا تو مستنجد باللہ نے وزیر کی تعریف میں کچھ اشعار کہے۔ (بطور نمونہ ایک شعر پیش کر رہا ہوں)

صفت نعمتان خصتاک وعمنا

بذکر ھما حتی القیمۃ تذکر

وہ نعمتیں تیرے لئے خاص بھی ہیں اور عام بھی

اور ان کام ذکر تو قیامت تک باقی رہے گا

صلیبی محاربات :-

مستنجد کی تخت نشینی کے پہلے سال ہی یعنی ۵۵۵ھ میں الفائز حاکم مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا العاضد الدین اللہ جو عبیدین میں سب سے آخری بادشاہ ہے تخت پر بیٹھا۔ ۵۶۲ھ میں امیر اسد الدین شیر کوہ کو سلطان نورالدین نے دو ہزار سواروں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا اس نے جزیرہ میں اتر کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ دو ماہ تک جاری رہا اس اثنا میں شاہ مصر نے انگریزوں سے مدد طلب کی انہوں نے اس کی درخواست منظور کرلی اور انگریزی فوج دمیاط کے راستے مدد کو پہنچ گئی۔ یہ دیکھ کر امیراسد الدین مقام صعید پر پہنچ گیا یہاں اس کا مصریوں سے مقابلہ ہوا اور زبردست جنگ ہوئی۔ اگرچہ اسد الدین کے ساتھ فوجی نفری بہت زیادہ نہیں تھی اور مقابلہ میں دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن اسدالدین اس طرح لڑا کہ میدان اس کے ہاتھ رہا اس جنگ میں مصریوں کے علاوہ ۲۰ ہزار انگریز بھی مارے گئے یہاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسدالدین نے صعیدیہ کا خراج معاف کر دیا۔ انگریزوں نے اسکندریہ کی طرف بڑھنا چاہا مگر ان کے پہنچنے سے پہلے صلاح الدین یوسف بن ایوب جو اسدالدین کا برادر زادہ تھا اس پر قابض ہو چکا تھا' انگریزوں نے یہاں پہنچ کر اسکندریہ کا محاصر کر لیا جو چار ماہ تک جاری رہا آخر امیر اسدالدین اس کی مدد کے لئے ادھر بڑھا اس کی یورش کی خبر سن کر انگریز فوجیں محاصرہ اٹھا کر بھاگ گئیں اور اسدالدین میدان خالی پا کر شام کی طرف پلٹ گیا۔

۵۴۶ھ میں ایک بار پھر انگریزوں کا ایک عظیم الشان لشکر دیار مصر کی طرف بڑھا اور انہوں نے ایک حملہ کر کے شہر بلبیس پر قبضہ کر لیا اور آگے بڑھ کر قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔ والی مصر نے انگریزوں کے خطرے کے پیش نظر قاہرہ میں آگ لگا دی اور سلطان نورالدین کو اپنی مدد کے بلایا سلطان نور الدین کے حکم سے امیر اسدالدین اپنے لشکر کے ساتھ اس کی مدد کو پہنچ گیا جب انگریزی فوج کو اسدالدین کی پیش قدمی کی خبر ملی تو وہ محاصرہ اٹھا کو قاہر سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اسدالدین جب یہاں پہنچا تو العاضد والی مصر نے اس کو وزارت کی پیشکش کی اور خلعت بھی عطا فرمایا جس کو اسدالدین نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔ مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی اور ۵۶۵ھ میں اس مجاہد کا انتقال ہو گیا۔

والی مصر نے امیر اسدالدین کی وفات کے بعد اس کے برادرزادہ صلاح الدین یوسف کو اپنا وزیر بنایا اور اس کو ملک الناصر کے لقب سے نوازا چنانچہ صلاح الدین کی اس وفات تک اس کا وزیر رہا اور مدتوں ان فرائض کو انجام دیا۔

۸ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں مستنجد کا انتقال ہو گیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ جس وقت مستنجد بیمار ہوا اس روز سے اس کے یوم وفات تک آسمان پر گہری شفق نمودار ہوتی رہی جس کی سرخی دیواروں پر نظر آتی تھی۔

مستنجد کے دور میں وفات پانے والے مشاہیر :-

مستنجد کے دورِحکومت میں ان مشاہیر اور علمائے عظام نے انتقال فرمایا۔
دیلمی مصنف مسند الفردوس، عمرانی مصنف البیان الشافعیہ، ابن بزری شافعی، ابن ہبیرہ وزیر، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، امام ابو سعید سمعانی، حضرت ابن نجیب سہروردی، ابو الحسن بن ہزیل مقری و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستضی بامراللہ حسن

نسب اور تخت نشینی:۔

المستضی بامراللہ حسن بن المستنجد باللہ ۵۳۶ھ میں ایک ام ولد آرمینہ کے بطن سے پیدا ہوا اس آرمینہ ام ولد کا نام غضہ تھا اپنے باپ مستنجد کے انتقال کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا۔ مورخین کہتے ہیں کہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی قلمرو میں یہ منادی کرا دی کہ آج سے تمام ٹیکس معاف ہیں اس کے بعد اس نے ٹیکسوں کے انسداد کے سلسلہ میں بندوبست کیا اور ایسا نظام عدل قائم کیا کہ ہم نے اپنی عمر میں ایسا عدل و انصاف نہیں دیکھا۔ مستضی نے ہاشمیوں، علویوں، علماء، فضلاء، اساتذہ نیز سرداؤں کی تعمیر پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا، وہ ہمیشہ کسی نہ کسی امر خیر میں مال خرچ کرتا رہتا تھا اس کی نظر میں مال دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ نہایت بردبار، بامروت اور طبیعت کا بے حد نرم تھا وہ جس وقت تخت سلطنت پر بیٹھا تو تین ہزار تین سو ابریشمی قبائیں لوگوں میں تقسیم کیں۔ بغداد میں جس وقت اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تو اس نے اپنی فیاض طبیعت کے اقتضا سے بے شمار دینار تصدق کئے۔ مستضی نے رویت بن حدیثی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا اور ان کو سترہ غلام خدمت کے لئے مرحمت فرمائے۔ حیض بیض شاعر نے منظوم تہنیت پیش کی۔

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ مستضی ان کے سامنے نہیں آتا تھا۔ بغیر خدام کے کبھی سوار نہیں ہوتا تھا اور سوائے خدمت گاروں کے نہ کوئی اس کے پاس جا سکتا تھا۔

بنو عبید کا زوال:۔

مستضی کے عہد سلطنت میں دولت بنی عبید کا خاتمہ ہو گیا اور پھر مصر میں مستضی کے نام ہی کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور مصر میں اس کے نام سکے بھی مسکوک ہوئے جب یہ خوشخبری بغداد پہنچی تو بغداد میں چراغاں کیا گیا اور جشن شادمانی منایا گیا، ابن جوزی کہتے ہیں کہ میں نے اس طرب آگیں واقعہ پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جس کا نام "النصر علی مصر" ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ

مستنفی کے عہد حکومت یعنی ۵۶۷ھ میں بغداد میں رافضیوں کا زور بالکل ٹوٹ گیا اور لوگ امن اومان سے زندگی بسر کرنے لگے اس کا عہد سعادت عظیم تھا یمن، برقہ، توزر، مصر اور اسوان تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اکثر والیان اس کے مطیع ہو گئے۔ عباد کاتب کہتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوب نے ۵۶۷ھ میں جامع مسجد مصر کے اندر اس اطاعت و فرمانبرداری کا آغاز کیا اور پہلے ہی جمعہ میں بنی عباس کا خطبہ پڑھا اسی سال یوم عاشورہ کے بعد العاضد باللہ والی مصر کا انتقال ہو گیا۔ صلاح الدین بن ایوب نے اس کے قصر اور اس کے تمام ذخائر اور نفائس کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جو چیزیں پسند آئیں ان کو رکھ لیا اور باقی کو فروخت کر دیا اس سامان کے بیچے جانے کا سلسلہ دس سال تک قائم رہا (اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ العاضدباللہ کے اثاثے کی کیا حیثیت تھی)۔ سلطان نورالدین نے اس خوشخبری کے ساتھ شہاب الدین المظفر بنی علامہ شرف الدین ابن ابی عصرون کو بغداد روانہ کیا اور مجھے (عباد کاتب) حکم دیا کہ ایک بشارت نامہ لکھو تاکہ وہ تمام ممالک اسلامیہ میں پڑھا جائے، میں نے تعمیل حکم میں ایک تہنیت نامہ لکھا اس کی ابتدا اس طرح کی تھی۔

مستنفی کی خدمت میں تہنیت نامہ :۔

حق تعالیٰ کا جو حق کو بلند کرنیوالا اور اس کا ظاہر کرنے والا ہے، ہزار ہزار شکر و احسان ہے، اس تہنیت نامہ میں آگے میں نے لکھا تھا کہ ان شہروں میں کوئی منبر ایسا نہیں رہا جس پر ہمارے آقا امام مستنفی بامراللہ امیرالمومنین کا خطبہ نہ پڑھا گیا ہو، اب تمام مسجدیں عابدوں اور زاہدوں کے لئے چھوڑ دی گئی ہیں اور بدعت کے صومعے (عبادت خانے) ڈھا دیئے گئے ہیں، اس کے بعد میں نے لکھا تھا کہ جس جگہ ڈھائی سو سال سے صرف جھوٹے دعویداروں اور شیطانوں کے پیروؤں کے دور دورہ تھا۔ وہاں اب خداوند بزورگ و برتر نے ہماری حکومت قائم کر دی ہے اور ہمارے لئے زمین کو کشادہ فرما دیا ہے اور ہم کو ہماری آرزوؤں کے مطابق الحاد اور رفض کے مٹا دینے پر قادر کر دیا ہے اور ہم نے ان کو مٹا دیا ہے خداوند بزرگ و برتر نے ہم کو اس بات کی توفیق عطا کی کہ ہم نے اب بنی عباس کی سلطنت حقہ کو قائم کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی تحریر کی گئی تھیں۔

اس بشارت نامہ کے ساتھ عماد شاعر کا ایک قصیدہ تہنیت بھی تھا (جس کا مطلع یہ ہے)

قد خطبنا للمستضی بمصر

نائب المصطفیٰ امام العصر
ہم نے مصر کی زمین میں المستفی کے نام کا
خطبہ پڑھا جو نائب مصطفیٰ اور امام العصر ہے۔

مصر میں مستفی کا خطبہ :۔

جب یہ تہنیت نامہ مستفی کے پاس پہنچا تو اس نے سلطان صلاح الدین اور سلطان نورالدین کو گراں بہا خلعتیں اور مصر کے خطیبوں کو علم عطا فرمائے اور تہنیت نامہ لکھنے والے عماد کاتب کو ایک سو دینار روانہ کئے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ مصر میں عباسی سلاطین کے نام خطبوں میں آنے کے سبب یہ ہوا کہ جب العاضد باللہ کے اقتدار میں خلل پیدا ہوا اور سلطان صلاح الدین نے اپنے قدم مصر میں اچھی طرح جما لئے تو سلطان نورالدین نے صلاح الدین کو لکھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مصر میں سلطان مستفی باللہ (خلیفہ وقت کا خطبہ پڑھا جائے لیکن سلطان صلاح الدین نے مصریوں کی سرکشی کے خیال سے اس حکم کے نفاذ میں پہلو تہی کی لیکن سلطان نورالدین نے پھر اس بات پر زور دیا' اسی عرصہ میں العاضد باللہ بیمار ہو گیا اس وقت سلطان صلاح الدین نے اپنے امراء سے مشورہ لیا بعض نے تائید اور بعض نے مخالفت کی اس وقت مصر میں ایک عجمی امیر العالم نامی شخص موجود تھا جب اس نے لوگوں کو اس معاملہ میں مختلف الرائے پایا تو اس نے کہا کہ میں اس کام کو شروع کرتا ہوں (آپ اس کا رد عمل دیکھیں) چنانچہ محرم کے پہلے جمعہ میں امیر العالم خطیب سے پہلے منبر پر پہنچا اور مستفی کے واسطے دعائے خیر کی' تمام لوگ خاموشی سے سنا کئے اور کسی شخص نے مخالفت نہیں کی۔ جب دوسرا جمعہ آیا تو صلاح الدین نے خطیبوں کو حکم دیا کہ اب آئندہ العاضد کا نام خطبہ میں نہ لیا جائے چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور کسی شخص نے دم نہیں مارا ان ایام میں العاضد کا مرض روز برز ترقی پر تھا آخر کار یوم عاشورہ کو اس کا انتقال ہو گیا۔

سلطان صلاح الدین نے مستفی کو تحائف روانہ کئے :۔

۵۶۱ھ میں سلطان نورالدین نے مستفی کی بارگاہ میں بہت سے تحائف روانہ کئے ان تحائف میں ایک گورخر بھی تھا۔ یہ گورخر بہت شوخ نہایت زیادہ اچھلتا کودتا تھا لوگ اس کے باعث اس کو عقابی کہتے تھے۔ لوگ جوق در جوق ان تحائف کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

آفات سماوی

اسی سال بغداد میں نارنگی کے برابر اولے (ژالہ) پڑے' بہت سے مکانات اس ژالہ باری سے مسمار ہو گئے۔ بے شمار مویشی ہلاک ہو گئے' دجلہ کا پانی اتنا چڑھ گیا کہ تمام بغداد ڈوب گیا اور شہر میں طغیانی کے باعث لوگوں نے جمعہ کی نماز شہر سے باہر میدان میں پڑھی۔ ادھر فرات میں بھی طغیانی آ گئی گاؤں اور کھیتیاں اجڑ گئیں' لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں خضوع و خشوع سے دعائیں مانگنے لگے لیکن اس سیلاب میں یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ اس قدر پانی کے باوجود ودجیل کے باغات خشک رہے اور وہاں کے دیہاتی پیاس سے مر گئے۔

اسی سال سلطان نورالدین والی دمشق کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ملک الصالح اسمٰعیل جو ابھی بہت کم سن تھا تخت پر بیٹھا' اہل فرنگ نے موقع غنیمت جان کر سواحل کی طرف پیش قدمی کی' لیکن مصلحت وقت کے پیش نظر بہت سا مال دے کو صلح کر لی گئی اگرچہ وہ شہر کے قریب پہنچ گئے تھے۔

سلطنت عبیدیہ کے قیام کے لئے دوبارہ کوشش :-

اس سال پھر سلطنت عبیدیہ کے قیام کے لئے کوشش شروع کی گئی۔ صلاح الدین کو بروقت اس سازش کا پتہ چل گیا اور اس نے تمام سازشیوں کو گرفتار کر کے قصرین کے قریب سزائے موت دے دی (سولی پر چڑھا دیا)

۵۷۲ھ میں سلطان صلاح الدین نے مصر اور قاہرہ کے گرد ایک فصیل بنانے کا حکم دیا (امر صلاح الدین بنباء السور الاعظم الیہ و بمصرو القاہرہ) اور اس کا اہتمام امیر بہاؤالدین قراموش کے سپرد کیا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس فصیل کا کل دور انیس ہزار تین سو گز ہاشمی تھا۔

صلاح الدین کا دارالسلطنت منتقل کرنے کا ارادہ! :-

اسی سال سلطان صلاح الدین نے جبل مقطم میں قلعہ بنوانے کا حکم دیا تا کہ

دارالسلطنت کو یہاں منتقل کر دیا جائے مگر ابھی قلعہ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا تھا کہ سلطان صلاح الدین کا انتقال ہو گیا اور اس کی تکمیل سلطان ملک الکامل (برادر زادہ سلطان صلاح الدین) کے زمانے میں ہوئی اور وہی سب سے پہلے وہاں آباد ہوا۔

اسی سال انتقال سے پہلے سلطان صلاح الدین نے حضرت امام شافعی کا مزار تعمیر کرایا۔

۵۷۴ھ میں پھر بغداد میں رات کے وقت زبردست طوفان باد آیا اور آسمان کے افق پر آگ کے ستون نظر آنے لگے لوگوں نے یہ عذاب دیکھ کربارگاہ الٰہی میں خضوع و خشوع سے دعائیں مانگنا شروع کر دیں یہ کیفیت صبح تک قائم رہی۔

۵۷۵ھ سلطان المستنئی بالامراللہ کا ماہ شوال کی آخری تاریخ کو انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا احمد تخت نشین ہوا۔

مستنئی کے عہد میں ان مشاہیر کا انتقال ہوا۔

ابن الخشاب نحوی، ملک النحاۃ ابو نزارالحسن بن صافی، حافظ ابو العلا الہمدانی، ناصرالدین ابن الدھان النحوی، حافظ ابوبکر ابو القاسم بن عساکر اخلاف امام الشافعی، حیض بیض شاعر، حافظ ابوبکر بن خیر اور دوسرے لوگ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الناصرلدین اللہ احمد

نسب و تخت نشینی:۔

الناصرلدین اللہ احمد ابو العباس ابن المستضی بامراللہ ۱۰ رجب ۵۵۳ھ کو ایک ام ولد زمرد نامی کے بطن سے پیدا ہوا اور ذیقعدہ ۵۷۵ میں شب ماہ میں تخت سلطنت پر ممتکن ہوا۔
اس کو محدثین کی ایک جماعت سے روایت حدیث کی اجازت حاصل تھی ان محدثین میں ابوالحسین عبدالحق الیوسفی اور ابوالحسن علی بن عساکر البسطامی بھی شامل ہیں اور اس سے ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں لوگ اس کی زندگی ہی میں اس سے روایت کیا کرتے تھے بطور فخرو ابتاج نہ بطور سند!

الناصر کے اوصاف:۔

ذہبی کہتے ہیں کہ بنی عباس میں کسی سلطان نے اتنی طویل عمر نہیں پائی اس کی مدت سلطنت سینتالیس سال ہے۔ الناصرمدت العمرنہایت عزت و جلال کے ساتھ حکومت کرتا رہا اس نے سلطنت کے تمام دشمنوں کا قلع قمع کر دیا۔ تمام ملوک نے اس اطاعت قبول کر لی تھی کوئی ایسا حاکم اس سے سرکشی کی جرات نہیں کر سکتا تھا اگر کبھی کسی نے اس کے خلاف خروج کیا یا اس سے سرکشی کی تو الناصر نے فوراً" اس کی سرکوبی کر ڈالی کوئی مخالف اٹھا تو الناصر نے اس کو فوراً" دبا دیا۔ یہ اپنے دادا مستنجد کی طرح امور ملکی میں بہت سخت تھا' اگر کوئی در پردہ اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا تومنجانب اللہ اس کو تباہی و بربادی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا' الناصر بہت ہی بلند اقبال سلطان تھا۔ پرچہ نویسی کا ایسا اعلیٰ انتظام کیا تھا کہ وہ رعایا کے ہر چھوٹے یا بڑے معاملہ سے خبردار رہتا تھا' اس کے اخبار نویس اور پرچہ نویس ہر شہر میں موجود تھے۔

پرچہ نویسی کا اعلیٰ انتظام:۔

یہ پرچہ نویس رعیت کے یومیہ حالات اور اخبار' والیان مملکت کے خفیہ حالات تک سے

اس کو روز کے روز باخبر رکھتے تھے وہ بہت ہی عظیم مدبر تھا ایسا غضب کا جوڑ توڑ کرنے والا تھا اور ایسا ماہر سیاست داں تھا کہ اپنے تدبر سے دو مخالفین سلاطین میں صلح و دوستی کا رنگ پیدا کر دیتا اور گہرے دوست بادشاہوں کو آن کی آن میں ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا دیتا تھا اور ان کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ یہ چالیں کس کی ہیں۔

شاہ مازندران کا سفیر اور کامیاب پرچہ نویسی :۔

جب شاہ مازندران کا سفیر الناصر کے دربار میں آیا اور یہاں کچھ قیام کیا تو الناصر کے پرچہ نویس اس سفیر کے خفیہ حالات اور شب روز کے مشاغل سے ہر صبح الناصر کو آگاہ کر دیا کرتے تھے۔ سفیر کو اس پرچہ نویسی کی ہوا لگ گئی تو اس نے اور زیادہ احتیاط برتنا شروع کی مگر جس قدر وہ احتیاط برتتا تھا اسی قدر الناصر اس کی پوشیدہ باتیں سفیر کے سامنے بیان کر دیتا تھا۔ ایک رات اسی سفیر نے ایک عورت کو چور دروازے سے اپنی خواب گاہ میں بلوایا۔ رات بھر اس کے ساتھ داد عیش دیتا رہا۔ صبح کو الناصر کو اس کی بھی اطلاع پہنچ گئی اور حسب معمول یہ پرچہ چسپاں کر دیا گیا جس میں یہاں تک صراحت موجود تھی کہ ان دونوں نے رات کو جو لحاف اوڑھا تھا اس پر ہاتھی کی تصویر منقش تھی' یہ پرچہ پڑھ کر ایلچی کو نہایت حیرت ہوئی اور پھر اس نے بغداد کا قیام ترک کر دیا اور واپس چلا گیا اس کو اب یہ پورا پورا یقین ہو گیا تھا کہ الناصر کو غیب کا علم ہے اور فرقہ امامیہ کا تو یہ اعتقاد بھی ہے کہ امام معصوم کو تو اتنا بھی معلوم ہے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی' دیوار کے پیچھے جو کچھ ہے اس کا علم امام کو ہوتا ہے۔

ایک بار خوارزم شاہ کا ایلچی ایک سر بمہر خط لے کر الناصر کے پاس آیا اور وہ خط پیش کرنا چاہا تو الناصر نے کہہ دیا کہ خط کی ضرورت نہیں ہے مجھے معلوم ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے' تم واپس جاؤ جواب پہنچ جائے گا اس وقت اس ایلچی کو یقین ہو گیا کہ واقعی اس کو غیب کا علم ہے۔

خوارزم شاہ کا بغداد سے بغیر حملہ کے پلٹ جانا :۔

لوگوں کا عام طور پر یہ خیال تھا کہ جنات الناصر کے تابع ہیں جس وقت خوارزم شاہ خراساں اور ماوراء النہر آیا تو اس نے وہاں کی رعیت پر بہت مظالم ڈھائے بڑے بڑے والیان ملک کو اپنا مطیع بنا لیا خوب لوٹ مار کی اور اپنے مقبوضہ ممالک سے بنی عباس کا غلبہ موقوف کر دیا یہاں

لوٹ مار کر کے جب وہ بغداد کے ارادے سے آگے بڑھا اور ہمدان پہنچا تو حیرت میں پڑ گیا کہ اس پر بیس دن تک مسلسل بغیر موسم کے برف گرتی رہی جس کی وجہ سے وہ ہمدان سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کے خواص نے اس سے کہا کہ چونکہ آپ الناصر پر حملے کے ارادے نکلے تھے اس لئے یہ غضب الٰہی ہم سب پر نازل ہوا ہے' اسی اثنا میں اس کو خبر ملی کہ ترکوں نے متفق ہو کر اس کے ممالک محروسہ اور خاص طور پر دارالسلطنت پر حملہ کر دیا' اس کے امراء نے کہا کہ ترکوں کو یہ جرات محض اس لئے ہوئی ہے کہ آپ دارالسلطنت سے بہت دور ہیں یہ سن کر خوارزم شاہ کو فوراً" واپس ہونا پڑا اور بغداد جدال و قتال سے محفوظ رہا۔ (لوگوں نے اس کو بھی الناصر کی کرامت سمجھا)

الناصر کا مزاج :۔

الناصر عجیب و غریب طبیعت لے کر آیا تھا اگر کسی کو کچھ دیتا تو بھرپور دیتا تھا اور اگر سزا دیتا تو بڑی دردناک سزا دیتا اکثر اس کی سخاوت اس حال پر منتج ہوتی تھی کہ وہ خالی ہاتھ رہ جاتا تھا۔ ایک شخص ہندوستان سے ناصر کے لئے ایک طوطا۔ (غالباً" مینا) لیکر آیا جو قل ھو اللّٰہ احد صاف صاف پڑھتا تھا لیکن رات میں وہ مر گیا صبح دم طوطے کو مردہ دیکھ کر یہ شخص نہایت حیران و پریشان ہوا۔ اتنے میں اس کے پاس الناصر کا خادم آیا اور اس سے وہ تحفہ میں دیئے جانے والے طوطا کو طلب کیا وہ شخص رونے لگا اور کہا کہ وہ تو رات میں مر گیا خادم نے کہا کہ ہاں معلوم ہے کہ وہ مر چکا ہے لاؤ وہ مردہ ہی دے دو اور ہاں یہ بتلاؤ کہ تمہیں اس کے صلہ میں کتنی رقم خلیفہ سے انعام میں ملنے کی توقع تھی اس نے کہا کہ پانچ سو دینار خادم نے اسی وقت پانچ سو دینار نکال کر اسے دے دیئے اور کہا کہ یہ سلطان نے تمہیں بھیجے ہیں' جس وقت تم ہندوستان سے روانہ ہوئے تھے اسی وقت اس کی خبر سلطان کو ہو گئی تھی۔

صدر جہاں کے ساتھ عجیب و غریب واقعہ :۔

جب صدر جہاں سمرقند سے بغداد روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ اور بھی بہت سے فقہا تھے' ان میں سے ایک فقیہ کے پاس بہت ہی نفیس گھوڑا تھا' جب یہ فقیہ صدر جہاں کے ساتھ روانہ ہونے لگے تو ان کی بیوی نے کہا کہ اس گھوڑے کو ساتھ نہ لے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ بغداد'

میں کوئی اس کو چھین لے فقیہ نے جواب دیا کہ اور تو اور رہا یہ تو مجھ سے خلیفہ الناصر بھی نہیں چھین سکتا۔ الناصر کو ان لوگوں کے آنے کی خبر پہلے ہی مل گئی تھی اس نے اپنے مشعلچیوں سے کہا کہ جب وہ فقیہ بغداد میں داخل ہو تو اس کا گھوڑا چھین لیا جائے اور اس فقیہ کو بھی زد و کوب کیا جائے چنانچہ جیسے ہی یہ فقیہ بغداد میں داخل ہوا فقیہ کو مار پیٹ کر اس کا گھوڑا چھین لیا بے چارے نے بہت کچھ شور و شین کیا اور فریاد کی لیکن بے سود! جب صدر جہاں بغداد سے واپس ہونے لگے تو الناصر نے ان کو اور ان کے ساتھی دوسرے فقیہوں کو خلعتیں عطا کیں اور اس فقیہ کو بھی خلعت دیا گیا اور ساتھ ہی وہ گھوڑا بھی مرصع ساز اور طلائی طوق کے ساتھ شامل تھا لیکن ان کو یہ خلعت اور گھوڑا دیتے وقت کہا گیا کہ سلطان کو تو تمہارا گھوڑا چھیننے کی جرات نہیں تھی لیکن اس کے ادنیٰ غلاموں (مشعلچیوں) نے تم سے وہ گھوڑا چھین لیا یہ سن کر فقیہ ششدر رہ گیا اور ہیبت سلطان سے غش کھا کر گر پڑا' سب لوگ الناصر کی کرامت کے قائل ہو گئے۔

الناصر کی ہیبت و عظمت :۔

الموفق عبداللطیف کہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں الناصر کی ہیبت اور خوف بیٹھ گیا تھا اس سے اہل ہند اور اہل مصر بھی اتنا ہی ڈرتے تھے جتنا اہل بغداد حقیقت یہ ہے کہ الناصر نے حکومت کی اس شان شوکت کو دوبارہ بحال کر دیا جو معتصم کے بعد مردہ ہو چکی تھی اور اس کی وفات کے ساتھ ہی وہ ہیبت و عظمت و جلال رخصت ہو گیا' اس کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ جب جلیل القدر سلاطین اپنی خلوت گاہوں میں سلطان کا ذکر کرتے تھے تو اس کی ہیبت اور جلال کے باعث بہت ہی نیچی آواز میں کیا کرتے تھے۔

ایک عجیب واقعہ :۔

ایک بار ایک سوداگر بغداد میں آیا اس کے پاس دمیاط کی قیمتی چادریں تھیں جن پر زر دوزی کا کام تھا چنگی والوں نے اس سے محصول طلب کیا مگر اس نے کہا کہ میرے پاس ایسا مال نہیں جس پر محصول عائد ہوتا ہو۔ حالانکہ چنگی والوں نے اس کے تمام مال کی فہرست ان کی تعداد ان کی اقسام یہاں تک کہ کپڑوں کی رنگت بھی بتا دی مگر وہ پھر بھی انکار کرتا رہا' آخر کار الناصر کی ہدایت کے بموجب اس سے کہا گیا کہ تو نے اپنے فلاں ترکی غلام کو فلاں قصور کی وجہ سے کیا قتل

نہیں کیا ہے اور اس کو فلاں جگہ خفیہ طور پر دفن نہیں کیا ہے اور آج تک تیرے اس راز سے کوئی آگاہ نہیں ہے یہ سن کر سوداگر حیران رہ گیا کیونکہ واقعہ اسی طرح تھا اور اس کے سوا کسی اور کو خبر نہیں تھی اس لئے مال کی نشاندہی پر مجبور ہو کر اس نے وہ محصول ادا کر دیا۔

الناصر کے پاس باشاہ آتا اس کی اطاعت قبول کر لیتا:۔

ابن بخار کہتے ہیں کہ سلطان الناصر کے پاس جو بادشاہ بھی آتا اس کی ہیبت و جلال سے متاثر ہو کر اس کی اطاعت قبول کر لیتا تھا۔ جس شخص نے اس کی مخالفت کی وہ حد درجہ ذلیل ہوا' اس سے سرکشی کرنے والوں کو بڑی رسوائی اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑتا۔ بڑے بڑے سرکشوں اور غرور والوں کے سر اس کی تلوار نے جھکا دیئے اور اس کے دشمنوں کے قدم ڈگمگا گئے۔ اس کے اپنے عہد میں اس قدر فتوحات حاصل ہوی کہ اس کی مملکت بنی عباس کی سابقہ حدود سے بھی بڑھ گی۔ صرف ممالک محروسہ ہی میں اس کے نام کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا تھا بلکہ چین اور اسپین کے بہت سے شہروں میں پڑھا گیا۔ الناصر بنی عباس کے تمام سلاطین سے ہر حیثیت میں ارفع و اعلیٰ تھا۔ اس کی ہیبت سے پہاڑ کانپتے تھے۔

الناصر کا سراپا:۔

الناصر نہایت خوبرو تھا۔ خوبصورت ہاتھ پیر کا مضبوط اور قوی شخص تھا اسی طرح وہ فصیح البیان اور فصیح اللسان بھی تھا۔ اس کے فرامین اور اقوال ادبیات کا ایک اچھا ذخیرہ ہیں۔ اس کا زمانہ ایک تابناک عہد اور تمام ادوار کا سرتاج تھا۔

ابن واصل کہتے ہیں کہ الناصر نہایت ہوش مند' طباع' ذہین' صحیح' صائب الرائے اور عقل رسا کا مالک تھا سیاسی تدبر میں تو اس کا جواب نہیں تھا' اس کے جاسوس اور مخبر عراق میں ہی نہیں بلکہ اطراف و اکناف عالم میں پھیلے ہوئے تھے جو اس کو ذرا ذرا سی بات سے آگاہ کر دیا کرتے تھے بلکہ یہاں تک کہ بغداد میں ایک شخص نے چند دوستوں کی دعوت کی اتفاقاً" اس نے مہمانوں سے قبل ہی اپنے ہاتھ دھولئے مخبر نے یہ اطلاع الناصر کو پہنچا دی۔ الناصر نے اس کو تنبیہہ کی کہ مہمانوں سے قبل ہاتھ دھونا بے ادبی ہے۔ یہ سن کر وہ حیران رہ گیا ابن واصل کہتے ہیں ان تمام باتوں کے باوجود اپنی رعایا کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا نہیں تھا وہ ظلم کی طرف مائل تھا' اس کے اس

تشدد سے پریشان ہو کر اس کے ملک کے اکثر لوگ دوسرے ملکوں میں چلے گئے اور الناصر نے ان ترک وطن کرنیوالوں کے تمام اموال و املاک کو ضبط کر لیا۔ اس کے بعض افعال تو عجیب متضاد کیفیت کے حامل تھے، کبھی کچھ کہتا کبھی کچھ! اس کا عقیدہ بھی اس کے آباؤ اجداد کے خلاف تھا وہ شیعت (رفض) کی طرف میلان رکھتا تھا۔

ابن جوزی کا عجیب و غریب جواب :۔

ایک روز الناصر نے ابن جوزیؒ سے دریافت کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص افضل ہے، ابن جوزی کھل کر تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے سکے اور صرف ابہام کے ساتھ جواب دیا کہ (افضلھم بعدہ من کانت ابنتہ تحتہ) کہ ان کی بیٹی ان کے عقد میں تھی۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ الناصر سیرت کا اچھا نہیں تھا، اس نے عراق پر جو رسوم (ٹیکس) عائد کر رکھے تھے اس سے عراق بالکل تباہ ہو گیا جس کا مال یا املاک چاہتا ملک خالصہ (شاہی ملک) میں شامل کر لیتا تھا، تلون طبع کا یہ عالم تھا کہ ایک کام خود ہی کرتا پھر اس کے خلاف کمربستہ ہو جاتا اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اول کبوتر کو بندوق کا نشانہ بناتا پھر خفا ہوتا کہ یہ کیوں مر گیا؟

تحصیل علم حدیث کا شوق :۔

الموفق عبداللطیف کہتے ہیں وسط ایام سلطنت میں الناصر کو علم حدیث کا شوق پیدا ہوا اس نے دور دراز سے حضرات محدثین کو بلا کر ان سے احادیث سماعت کیں اور پھر ان سے اجازت حاصل کی پھر اپنی طرف سے اکثر سلاطین اور علماء کو روایت کی اجازت دی۔ خود ایک کتاب میں ۷۰ احادیث جمع کر کے شہر حلب کو وہ کتاب بھیج دی جس کو جلیوں نے بڑے ذوق شوق سے سنا، ذہبی کہتے ہیں کہ الناصر نے بہت سے اکابر علماء کو اجازت حدیث دے دی تھی۔ ان لوگوں میں ابن سکینہ، ابن احضر، ابن النجار اور ابن الدومغانی بھی شامل ہیں۔

ابو المظفر کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے لکھا ہے آخر زمانہ میں الناصر کی نظر کمزور ہو گئی تھی بلکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بینائی بالکل جاتی رہی تھی مگر اس کی رعیت میں کسی کو بھی یہ خبر نہیں تھی، رعیت کیا اس کے گھر کے لوگوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا اس نے اپنی کنیز کو اپنے خط

کی مشق کرا دی تھی اور مشق کے بعد اس کا خط الناصر کے خط سے بالکل مشابہہ ہو گیا تھا۔ الناصر اسی سے تمام احکام لکھوایا کرتا تھا اور کسی کو بھی یہ شک نہیں ہوتا تھا کہ یہ خط کسی دوسرے نے لکھا ہے۔

شمس الدین الجوزی کہتے ہیں کہ الناصر اپنے پینے کے پانی کا بہت ہی اہتمام کرتا بغداد سے سات فرسخ کے فاصلہ سے اس کے لئے پانی آتا تھا اور اس کو سات دن تک ایک ایک جوش دیا جاتا تھا۔ پھر سات دن تک برتنوں میں بھروا کر رکھ دیا جاتا تھا پھر اس کے بعد وہ الناصر کے پینے میں استعمال ہوتا تھا۔

الناصر کا انتقال:۔

الناصر نے ایک مرتبہ (۶۲۲ھ کے رمضان کا واقعہ ہے) کوئی خواب آور دوا استعمال کی اس میں پانی ملایا گیا' دوا پینے کے بعد اس کے پیشاب کی نالی سے ایک پتھری نکلی لیکن پتھری اتنی بڑی اور سخت تھی کہ نکلتے وقت پیشاب کی نالی پھٹنے سے اس کا آلہ تناسل بھی پھٹ گیا اور وہ اس صدمہ کی تاب نہ لا کر یک شنبہ ۲۹ رمضان ۶۲۲ھ کو انتقال کر گیا۔ الناصر کے لطائف میں سے ہے کہ اس کا ایک خادم تھا جس کا نام یمن تھا الناصر نے اس کو خط لکھا جس میں یہ شعر تحریر تھا۔

بمن یمن یمن بمن ثمن ثمن

الناصر الدین اللہ نے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کو خلعت اور شمشیر روانہ کیا اور اسے ایک مکتوب میں لکھا کہ الحمدللہ کہ خادم (مجھے) کو دولت عباسیہ میں سبقت کا شرف حاصل ہوا (میری مملکت سب عباسی سلاطین سے بڑھ گئی) اگرچہ مملکت عباسیہ کا پہلا بادشاہ ابو مسلم تھا اور آخری بادشاہ طغرل بک ہوا' میں نے ہر ایک کو خلعت سے سرفراز کیا' اور جو لوگ راہ راست سے بھٹک گئے تھے میں نے ان کو قرار واقعی سزا دی اب کوئی باطل پرست (عبیدیوں سے مراد) منبروں پر نہیں آ سکے گا اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے باطنی بتوں کو اسلام کی ظاہری تلوار سے کاٹ کر پھینک دیا ہے۔

الناصر کے دور کی خاص باتیں:۔

۵۷۷ھ میں الناصر نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو بہت سختی سے لکھا کہ باوجودیکہ تم کو

معلوم ہے کہ ہمارا خطاب الناصر الدین اللہ ہے اپنا خطاب الملک الناصر کیوں رکھا ہے۔

۵۸۰ھ میں الناصر نے ایک حکم جاری کیا جس میں اس نے موسیٰ کاظم کے مزار کو مامن قرار دے دیا تھا کہ جو مجرم یہاں پناہ لے گا اس کے لئے امن وامان ہے' اس حکم کے نفاذ کے بعد بے شمار مجرموں نے وہاں پناہ لے لی (اور وہ سزا سے محفوظ رہے) اس طرح ملک میں ہر طرف مفاسد پیدا ہو گئے۔

۵۸۱ھ میں ایک عجیب و غریب بچہ پیدا ہوا جس کی پیشانی کا طول ایک بالشت چار انگل تھا اور صرف کان تھا۔ اسی زمانہ میں سلطان کو یہ خبر ملی کہ بلاد مغرب میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا ہے۔

۵۸۲ھ میں ساتوں سیارے برج میزان میں جمع ہو گئے اس پر نجومیوں نے حکم لگایا کہ ماہ جماوی کی نویں شب کو ایسی آندھی آئے گی کہ شہر کے تمام مکانات مسمار ہو جائیں گے۔ لوگوں کو اس خبر سے بڑی وحشت ہوئی اور انہوں نے جگہ جگہ خندقیں اور گڑھے کھود لئے اور ان میں رہنے کا ارادہ کر لیا۔ خندقوں میں کھانے پانی کا بھی بندوبست کر لیا۔ اور سخت تشویش کے ساتھ اس رات کا انتظار کرنے لگے جس کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا کہ قوم عاد جیسی آندھی آئے گی۔ لیکن جب وہ رات آئی تو اتنی بھی ہوا نہیں چلی کہ چراغ بھی گل ہو جاتا' اس پر شعراء کو موقعہ مل گیا اور انہوں نے اپنی نظموں میں نجومیوں کا خوب مذاق اڑایا۔

۵۸۳ھ کو ایک عجیب و غریب بات ہوئی یعنی ۵۸۳ھ کی پہلی تاریخ ہفتہ کو ہوئی اور یہی دن سال شمسی کی پہلی تاریخ کا تھا اور اسی دن فارسی سال کی پہلی تاریخ پڑی' چاند اور سورج بھی اس دن ایک ہی برج میں تھے۔

بیت المقدس کی فتح:۔

اس سال مسلمانوں کو بیشمار فتوحات حاصل ہوئیں۔ سلطان صلاح الدین نے ملک شام کے اکثر وہ شہر جو فرنگیوں کے قبضہ میں تھے ان سے واپس لے لئے اور سب سے بڑی فتح یہ ہوئی کہ بیت المقدس جس پر عیسائی قابض ہو گئے تھے اور اکیانوے برس سے اس پر قابض تھے صلاح الدین نے فتح کر لیا اور مسلمانوں کے جو آثار ان کے قبضے میں تھے وہ بھی واپس لے لئے اور عیسائیوں نے جو کینسے اور گرجے وہاں بنا لئے تھے ان کو منہدم کرا دیا اور ان کینسوں کی بجائے ایک بہت عظیم مدرسہ الشافعیہ قائم کر دیا (اللہ تعالیٰ سلطان صلاح الدین کو جزائے خیر عطا

فرمائے) سلطان صلاح الدین نے قمامہ کو منہدم نہیں کیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح بیت المقدس کے وقت اس کو منہدم نہیں کیا تھا۔ اس موقع پر محمد بن اسعد النسابہ نے تہنیت نامہ لکھا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اتری مناما ما بعینی البصر
القدس یفتح والنصاری تکسر

ایک عجیب پیش گوئی قرآن سے :۔

اور عجیب و غریب بات یہ کہ ابن برجان نے الم غلبت الروم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بیت المقدس رومیوں کے قبضے میں ۵۸۳ھ تک رہے گا اس کے بعد وہ مغلوب ہو جائیں گے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہو گا اور وہ بیت المقدس فتح کریں گے اور پھر انشاء اللہ العزیز ابد تک دارالسلام رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابن شامہ کہتے ہیں کہ ابن برجان جو تفسیر بیان کی ہے وہ نہایت ہی عجیب ہے اس لئے کہ ابن برجان فتح بیت المقدس سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے۔ (یہ ان کی پیش گوئی کرامت پر محمول کی جا سکتی ہے۔)

۵۸۹ھ میں سلطان صلاح الدین کا انتقال ہو گیا اور ایک ایلچی ان کی زرہ جو ہر وقت ان کے ساتھ ہی رہتی تھی' ایک گھوڑا (ان کی سواری کا) ایک دینار اور چھتیس درہم لے کر بغداد آیا (ان کا وفات کے وقت کل اثاثہ یہی تھا) انہوں نے اس سوا ترکہ میں کچھ اور نہیں چھوڑا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا عماد الدین عثمان ال... العزیز مصر کا دوسرا بیٹا الملک الافضل نور الدین علی اشقی کا تیسرا بیٹا' الملک الظاہر غیاث الدین ...ی حلب کا بادشاہ مقرر ہوا (اور کوئی اختلافی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔)

۵۹۰ھ میں سلطان طغرل بک (ابن ارسلان بن طغرل بک بن محمد بن ملک شاہ) جو خاندان سلجوقیہ کا آخری بادشاہ تھا مر گیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس خاندان (سلجوقیہ) میں جیں بادشاہ گزرے ہیں جن میں سب سے پہلا بادشاہ' طغرل بک (بیگ) ہے جو عباسی سلطان القائم بامراللہ کا ہم عصر تھا۔ ان سب کی مدت سلطنت ایک سو ساٹھ سال ہوتی ہے۔

۵۹۲ھ میں مکہ معظمہ میں کالی آندھی آئی جس کی وجہ سے تمام فضا ترہ و تار ہو گئی اور لوگوں پر سرخ ریت بہت دیر تک برستا رہا۔ آندھی کے تیز جھونکوں سے رکن یمانی کا ٹکڑا گر گیا۔ اسی سال جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے' خوارزم شاہ نے الناصر پر لشکر کشی کا قصد کیا چنانچہ

پچاس ہزار فوج کے ساتھ جیحون پر ڈیرے ڈال دیئے' یہاں سے اس نے الناصر کو لکھا تھا کہ مجھے سلطان کا خطاب دیا جائے ورنہ میں بغداد پہنچا ہی چاہتا ہوں' تم کو ملوک سلجوقیہ کی طرح میرا ماتحت ہو کر رہنا پڑے گا۔ الناصر نے خوارزم شاہ کے ایلچی کو بغیر کسی جواب کے واپس کر دیا تھا اور جیسا کہ آپ اس سے قبل پڑھ چکے ہیں۔ خداوند بزرگ و برتر نے الناصر کو خوارزم کے شر سے محفوظ رکھا۔

۵۹۳ھ میں ایک بڑا ستارہ (شہاب ثاقب) ٹوٹا اور اس قدر سخت دھکا کہ ہوا کہ مکان ہل گئے دیواریں دہل گئیں لوگوں نے قہر خداوندی سے بچنے کے لئے دعائیں مانگنا شروع کر دیں لوگ یہ سمجھے کہ قیامت آگئی۔

۵۹۵ھ میں والی مصر ملک العزیز کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا منصور تخت نشین ہوا مگر الملک العادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب نے اس پر خروج کر دیا اور اس کا تخت و تاج چھین لیا اور مصر پر قابض ہو گیا۔ ملک العادل کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ملک الکامل تخت نشین ہوا۔

آفات ارضی و سماوی :۔

۵۹۶ھ میں مصر میں زبردست قحط پڑا جس کا باعث یہ ہوا کہ دریائے نیل کا پانی بہت کم ہو گیا۔ تیرہ گز نیچے اتر گیا (آبپاشی و آب رسانی کے ذرائع مسدود ہو گئے۔) قحط سے پریشان ہو کر لوگوں نے مردار اور چڑا تک کھانا شروع کر دیا اور مردار کھانے میں ان کو عار نہیں تھی کھلم کھلا کھاتے تھے' اس قحط سلسلہ میں عجیب و غریب روایات سنی گئی ہیں۔ لوگوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ لوگ کھانے کے لئے قبروں سے مردے نکال لاتے تھے اور اور انہیں کھا کر پیٹ بھرتے تھے غرضیکہ اس قحط سے مصر بالکل تباہ ہو گیا' جس طرف نظر جاتی تھی مردے ہی مردے نظر آتے تھے بھوک سے اس قدر لوگ مرے کہ ان کا شمار ممکن نہیں لوگ جاں کنی کی حالت میں راستوں پر پڑے دکھائی دیتے تھے' گاؤں تو سارے کے سارے ویران ہو گئے وہاں کوئی شخص بھی زندہ نہیں بچا اگر کوئی مسافر گاؤں کی طرف نکل جاتا تو اس کو کہیں سے بھی دھواں اٹھتا نظر نہیں آتا تھا۔ گھروں کے دروازے یونہی کھلے پڑے تھے اور صحن میں مردے پڑے ہوئے تھے (کوئی ان کو اٹھانے والا نہیں تھا) ذہبی نے اس قحط کے سلسلہ میں عجیب و غریب واقعات تحریر کئے ہیں وہ کہتے ہیں کو اس قدر کثرت سے لوگ مرے تھے کہ سڑکیں مردوں سے پٹ گئی تھیں ان کا گوشت

پرندے یا درندے کھاتے رہتے تھے لوگوں نے قحط سے تنگ آ کر اپنے بچوں تک کو سستے داموں میں بیچ ڈالا تھا۔ یہ قحط ۵۹۸ھ تک جاری رہا۔

۵۹۹ھ میں محرم کی چاند رات کو اس قدر شہاب ثاقب ٹوٹے کہ آسمانی فضا میں ٹڈیوں کی طرح اڑتے نظر آتے تھے لوگ سخت پریشان ہوئے اور بارگاہ ایزدی میں تضرع و زاری کرنے لگے' جناب رسول مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے وقت ایسا واقعہ پیش آیا تھا اس کے بعد اب یہ صورت ظہور میں آئی۔

۶۰۰ھ میں فرنگیوں نے قسطنطیہ پر حملہ کیا اور رومیوں کو وہاں سے نکال دیا جو قبل از ظہور اسلام سے اس پر قابض تھے اور وہاں یہ ۶۶۰ھ تک قابض رہے لیکن اس کے بعد رومیوں نے پھر قسطنطیہ کو ان سے چھین لیا۔ اسی سال قطیعا کے مقام پر ایک عجیب الخلقت بچہ پیدا ہوا۔ اس بچہ کے دو سر' دو ہاتھ اور چار پاؤں تھے لیکن وہ زندہ نہ رہ سکا۔

۶۰۶ھ میں تاتاریوں نے زور پکڑا جس کی تفصیل ہم آئندہ اوراق میں بیان کریں گے۔

۶۱۵ھ میں فرنگیوں نے دمیاط کے قلعہ سلسلہ پر قبضہ کر لیا۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ قلعہ دراصل مصری شہروں کی کنجی تھا (اس پر قبضہ ہونے کے بعد مصر کے شہر فتح ہو سکتے تھے۔) یہ قلعہ دریائے نیل کے وسط میں تعمیر کرایا گیا تھا اس برج (قلعہ) کے مشرقی جانب دمیاط اور مغربی سمت الجزائر تھا۔ اس قلعہ کے دو راستے زیادہ معروف تھے ایک نیل سے دمیاط جاتا تھا' اور دوسرا نیل سے جزیرہ کو۔ ان دونوں سلسلوں کے باعث جہاز بحرالمالح (شور سمندر) سے یہاں نہیں آ سکتے تھے۔

۶۱۶ھ میں شدید جنگوں کے بعد فرنگیوں نے دمیاط فتح کر لیا۔ ملک کامل میں ان سے مقابلہ کی تاب نہ تھی لہٰذا فرنگی اس پر قابض ہو گئے۔ انہوں نے جامع مسجد کو گرجا بنا لیا' ملک الکامل نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے دریائے نیل کے ڈیلٹا پر ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام منصورہ رکھا' اس کے چاروں طرف ایک مضبوط فصیل بنوائی اور وہ دمیاط سے نکل کر اپنی فوجوں کے ساتھ یہاں مقیم ہو گیا' دمیاط پر قبضہ کرنے کے بعد فرنگیوں نے بہت لوٹ مار اور قتل و غارت کی مسجدوں کو گرجوں میں بدل دیا۔

اسی سال شاہ دمشق نے اپنے قاضی القضاۃ رکن الدین کو ایک بقچہ بھیجا جس میں ایک زہر آلود قبا اس نے رکھوا دی تھی اور حکم دیا کہ فیصلہ کے وقت اجلاس میں اسے پہنو قاضی صاحب کو انکار کی جرات نہ ہو سکی اور وہ قبا پہن لی اور اجلاس سے فارغ ہو کر جب گھر پہنچے تو زہر اپنا کام شروع کر چکا تھا۔ اور پھر یہ زندہ گھر سے نہ نکل سکے اور ایک ماہ بعد اس زہر کے اثر سے ان

انتقال ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ان کا جگر کٹ کٹ کر نکل گیا' لوگوں کو ان کی موت بہت گراں گزری۔
اس واقعہ کے بعد ملک المعظم نے جناب شرف بن عنین زاہد کے پاس شراب بھیجی اور حکم دیا کہ اس شراب کی تعریف میں کچھ اشعار کہیں چنانچہ انہوں نے یہ اشعار لکھ کر اسے بھیجے!

یاایھا الملک المعظم سنه
احدثتھا تبقی علی الاباد

اے ملک معظم تیری یہ سنت
ہمیشہ ہمیشہ ابد تک باقی رہے گی

تجری الملوک علی طریق بعدھا
خلع القضاۃ دو تحفه الزھاد

تیرے بعد بادشاہ اس طریق پر گامزن ہوں گے
اور وہ قاضیوں کو خلعت اورزاہدوں کو تحفے میں شراب بھیجا کریں گے

۶۱۸ھ میں فرنگیوں سے مسلمانوں نے پھر دمیاط چھین لیا۔ (فللہ الحمد)
۶۲۱ھ میں ایک دارالحدیث الکاملیہ کے نام سے قاہرہ میں قصرین کے پاس تعمیر کیا گیا جس کے مدرس اعلیٰ جناب ابوالخطاب بن وصیہ مقرر کیے گئے۔
مامون الرشید کے زمانے سے اب تک یہ دستور تھا کہ کعبہ شریف پر سفید ریشمی پردے ڈالے جاتے تھے اب الناصرالدین اللہ نے اس کے بجائے سبز ریشمی پردے ڈلوانا شروع کئے اس کے کچھ عرصہ بعد سبز کے بجائے سیاہ پردے ڈالے اور یہ دستور اب تک قائم ہے۔ (غلاف کعبہ سیاہ ہوتا ہے۔)

الناصرالدین اللہ کے عہد میں انتقال کرنے والے علماء اور مشاہیر :-

ناصر الدین کے عہد میں ان علماء نے انتقال فرمایا۔
حافظ ابو طاہر سلفی' ابو الحسن بن القصار اللغوی' الکمال ابوالبرکات بن الانباری' حضرت شیخ احمد بن الرفاعیؒ' ابن بشکوال یونس الذنی یونس شافعی' ابوبکر بن طاہر الاحداب النحوی' ابو الفضل والد الرافعی' ابن الملکون نحوی' عبدالحق الاشبیلی مصنف احکام' ابوزید السہیلی مصنف روض الانف' الحافظ ابو موسیٰ المدینی' ابن بری اللغوی' الحافظ ابوبکر حازی' شرف بن ابی عصردن' ابو القاسمؒ بخاری

العثمانی مصنف الجامع الکبیر (اکابر حنفیہ)' النجم حبوشانی المروف بہ الصلاح' ابو القاسم بنی فیرۃ الشاطبی مصنف القصیدہ' فخر الدین ابو شجاع محمد بن علی بن شعیب بن الدھان الفرضی (جنھوں نے فرائض کے جدول' منبر کی شکل پر سب سے مدون کئے)' برہان' علامہ مرغینانیؒ مصنف ہدایہ (حنفی)' قاضی خان صنف فتاوی حنفیہ (المعروف بہ فتاوی قاضی خاں)' شیخ عبدالرحیم بن حجون صعیدی' ابو الولید بن رشید مصنف علوم فلسفہ' ابوبکر بن زہر (طبیب) جمال بن فضلاں شافعی' قاضی فاضل صاحب انشاء دارالترسل' شہاب طوسی' ابو الفرج بن جوزی' عماد کاتبؒ حافظ عبدالغنی المقدسی مصنف العمدہ' برکی الطاؤسی' مصنف الخلاف' شیم الحلی' ابوذر الخشنی نحوی' امام فخرالدینؒ رازی' ابو السعادت ابن اثیر (المعروف بہ ابن اثیر)' مصنف جامع الاصول و نہایت الغریب' عماد بن یونس مصنف شرح ابو جنیر' شرف مصنف التنبیہ' حافظ ابو الحسن ابن المفصل' ابو محمد بن حوط اللہ اور ان کے بھائی سلیمان حافظ عبدالقادر بادی شیخ الطریقہ ابو الحسن بن صباغ بقنی' تقی الدین بن مقترح' ابو الیمن الکندی' النحوی المعین الحاجری مصنف الکفایہ (شافعی) الرکن العمیدی مصنف طریقہ فی الخلاف' ابو البقاء العکبری مصنف الاعراب' ابن ابی اصیبعہ' طبیب' عبدالرحیم بن السمعانی' مولانا نجم الدین کبریٰ' ابن ابی السیف الیمنی موفق الدین قدامہ الحنبلی اور فخر الدین ابن عساکر علاوہ ازیں اور دیگر حضرات۔

الظاہر بامراللہ ابو نصر

نسب اور تخت نشینی :۔

الظاہر بامراللہ ابو نصر محمد بن الناصر الدین اللہ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا۔ الناصر نے اپنی زندگی ہی میں اس کی ولی عہدی پر بیعت لے لی تھی۔ وہ اپنے والد کے انتقال کے بعد بعمر ۵۲ سال تخت نشین ہوا۔ تخت نشین ہونے کے بعد امراء و عمائد نے اس سے کہا کہ آپ ملک کی توسیع کی طرف توجہ کیوں نہیں فرماتے' الظاہر نے جواب دیا کہ کھیت تو سوکھ چکا ہے(میرا ولولو ختم ہو چکا ہے) اب مجھ میں کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے گا۔ الظاہر نے کہا کہ جو شخص عصر کے بعد اپنی دکان لگا کر بیٹھے وہ کمانے کی کیا خاک امید رکھ سکتا ہے (یعنی میں ۵۲ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا ہوں اب حکومت کا کیا لطف اٹھاؤں گا اور امور مملکت کیا انجام دوں گا)۔

تخت نشینی کے بعد اس نے رعایا پر بڑے احسانات کئے جس قدر ٹیکس رعایا پر لگائے گئے تھے سب معاف کر دیئے' بے انتہا عطیات سے لوگوں کو نوازا اور مظالم کا پورا پورا سدباب کیا!

بن اثیر کہتے ہیں کہ جب الظاہر بامراللہ تخت نشین ہوا تو ایسا عدل و انصاف کیا کہ اس کے سوا حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت عدل اور کسی نے ادا نہیں کی اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس جیسا عادل خلیفہ کوئی اور پیدا نہیں ہوا تو بے جا نہ ہو گا بلکہ صحیح اور درست ہے۔

الظاہر نے تمام ٹیکس معاف کر دیئے :۔

الظاہر نے وہ تمام املاک اور اموال جو الناصرالدین اللہ اور اس کے باپ نے لوگوں سے جبراً" چھین لی تھی یا ضبط کر لی تھیں یا ان کو اپنے تصرف میں کر لیا' سب کی سب لوگوں کو واپس کر دیں تمام ممالک کے ٹیکس یک قلم موقوف کر دیئے اور حکم دیا کہ زمانہ سابق میں جو خراج تھا وہی خراج تمام عراق سے وصول کیا جائے' جو کچھ میرے والد (الناصر) نے اس میں اضافہ کیا تھا

میں اس اضافہ کو ختم کرتا ہوں حالانکہ یہ بہت بڑی رقم بنتی تھی۔ چنانچہ سلاطین سابقہ کے دور میں عراق سے صرف دس ہزار دینا وصول ہوتے تھے لیکن الناصر نے یہ رقم بڑھا کر اسی ہزار دینار کر دی تھی جسے اب الظاہر نے گھٹا کر پہلے کے مطابق کر دیا۔ اس کمی کے باوجود رعیت کے کچھ نامزد لوگ آئے اور انہوں نے استغاثہ کیا کہ ہماری زمینوں کے اکثر درخت سوکھ گئے ہیں ٹیکس کی رقم کم کی جائے تو الظاہر نے حکم دیا کہ صرف ترو تازہ درختوں پر ٹیکس لگایا جائے سوکھے درخت چھوڑ دیئے جائیں۔

الظاہر کی دیانت اور انصاف :۔

الظاہر کے عدل و انصاف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے خزانہ کی ترازو میں نصف قیراط کے برابر پاسنگ تھا (ایک پلڑا جھکتا تھا) خزانے کے اہلکار جب کوئی چیز لیتے تو ہلکے پلڑے سے لیتے اور دیتے تو بھاری پلڑے سے دیتے' یہ اطلاع الظاہر کو ہوئی اور اس نے وزیر خزانہ کو ایک تہدید آمیز خط لکھا جس کے شروع میں وہ چند آیات تحریر تھیں جس میں اس طرح ڈنڈی مارنے والوں پر تہدید تھی جیسے ویل للمطغفین اور لکھا کہ مجھے ایسی ایسی خبر ملی ہے اگر یہ سچ ہے تو عامل خزانہ (گورنر خزانہ) کہ ہدایت کر دی جائے کہ لوگوں کو بلا بلا کر ان کا وزن پورا کر کے دیا جائے۔ وزیر نے جواب میں لکھا کہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا اس طرح ہم کو پینتیس ہزار دینار لوگوں دینا پڑیں گے۔ الظاہر نے اس کے جواب میں لکھا کہ اگر پینتیس کروڑ دینار بھی دینا پڑیں تو مضائقہ نہیں (یہ غلط طریقہ بند ہونا چاہئے۔) ایک دوسری روایت اس کے عدل کے سلسلے میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ شہر واسط سے کسی دفتر کا ایک افسر ایک لاکھ دینار لے کر آیا تھا لیکن یہ تمام مال لوگوں سے جبر و تعدی سے حاصل کیا گیا تھا الظاہر نے فوراً حکم دیا کہ یہ مال مستحقین کو دے دیا جائے خزانہ میں جمع نہ کیا جائے۔

بذل اموال :۔

رعیت کے اکثر افراد قرضہ کے باعث گرفتار تھے چنانچہ الظاہر نے قاضی کے پاس دس ہزار دینار بھیج کر حکم دیا کہ اس سے قرض خواہوں کا قرضہ اتار کر ان گرفتار شدہ لوگوں کو رہا کر دیا جائے۔ عیدالاضحیٰ کی شب کو علماء اور صلحا کو ایک لاکھ دینار (تہنیت عید پیش کرنے پر) انعام میں

تقسیم کر دیئے۔ بعض ندیموں اور امیروں نے کہا کہ آپ اتنا مال خرچ کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا بادشاہ تو اس کا ایک فیصد بھی خرچ نہیں کر سکتا تھا مناسب ہے کہ آپ نظر ثانی فرمائیں الظاہر نے جواب دیا کہ میں نے اپنی دکان عصر کے بعد کھولی ہے میں کس طرح کسی امر خیر کو ترک کر دوں۔ مجھے خوب نیکیاں کر لینے دو میری زندگی ہی کتنی باقی ہے۔ الظاہر کے تخت سلطنت پر متمکن ہونے کے بعد ہزاروں سربمہر لفافے پائے گئے (جن کو الناصر نے اپنے جانشین کے لئے بطور ہدایت چھوڑے تھے کہ وہ ان پر کاربند ہو گا) الظاہر نے وہ کھول کر بھی نہیں دیکھے' جب لوگوں نے اس طرف توجہ دلائی کہ انہیں کھولا جائے تو اس نے کہا کہ میں اسے کھول کر کیا کروں ان میں کسی نہ کسی کی برائی یا چغلی تحریر ہو گی۔ (ابن کثیر)

سبط ابن الجوزی کہتے ہیں کہ الظاہر ایک دن خزانوں کے معائنہ کے لئے گیا تو وہاں کے خادم نے کہا کہ آپ کے آباؤ اجداد کے زمانے میں یہ ہمیشہ بھرے رہتے تھے۔ الظاہر نے جواب دیا کہ میں کون سی تدبیر کروں کہ یہ دوبارہ بھر جائیں' مجھے تو اللہ کے راستہ میں بس خرچ کرنا آتا ہے جمع کرنا سوداگروں کا کام ہے (مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔) ابن واصل کہتے ہیں کہ الظاہر نے عدل و انصاف سے ہمیشہ کام لیا' رعیت سے ٹیکس معاف کر دیئے لوگوں سے بلا جھجک ملتا جلتا تھا۔ حالانکہ الناصر اکثر بیشتر پردے میں رہتا تھا (لوگوں کے سامنے کم آتا تھا)۔

الظاہر کا انتقال:۔

الظاہر نے ۱۳ رجب المرجب 623ھ کو وفات پائی (اللہ تعالٰی اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے(الظاہر کی مدت خلافت صرف نو ماہ چند یوما ہے۔ الظاہر نے روایت حدیث کی اجازت اپنے والد الناصر الدین اللہ سے حاصل کی تھی اور اسی سے ابو صالح بن نصر بن عبدالرزاق بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے حدیث روایت کی ہے۔

الظاہر کا جس سال انتقال ہوا یعنی ۶۲۳ھ تو اس سال دو مرتبہ چاند گرہن پڑا۔ والی موصل نے الظاہر کے انتقال پر تعزیت نامہ ابن اثیر نصر اللہ کے ہاتھ روانہ کیا جس میں تحریر تھا کہ

"کہ رات دن کیوں نہ آہ فغاں کریں جب کہ ان پر ایک عظیم مصیبت آ پڑی ہو' چاند و سورج کو کیوں نہ گہن لگے جب ان کا تیسرا ساتھی رخصت ہو گیا اور وہ تھے ہمارے مولٰی امام الظاہر امیر المومنین جن کی ولادت میں آخر تک ایک شان رحمت موجود تھی۔

المستضر باللہ ابو جعفر

نسب اور تخت نشین:۔

المستضر باللہ ابو جعفر منصور بن الظاہر بامراللہ، ماہ صفر ۵۸۸ھ میں ایک ترکیہ ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا، الظاہر کی وفات کے بعد رجب ۶۲۳ھ میں تخت نشین ہوا، اس نے اقتدار پاتے ہی رعیت میں عدل و انصاف عام کیا مقدمات میں عدل سے کام لیا جانے لگا اس نے علماء کو اپنا مقرب بنایا، مسجدیں تعمیر کرائیں، سرائیں بنوائیں، مدرسے کھولے، شفاخانے جابجا قائم کئے غرض یہ کہ دین کو ہر طرح مضبوط کیا، دشمنوں کو زیر کیا، سنت کی اشاعت کی اور لوگوں کو سنت پر چلنے کی تاکید کی جہاد کے انتظام پر خاص توجہ کی۔ اسلام کی نصرت کے لئے فوجیں جمع کی، سرحدوں کا بہترین بندوبست کیا اور اکثر شہر بھی فتح کئے۔

موفق عبداللطیف کہتے ہیں کہ جب ابوجعفر تخت نشین ہوا تو اخلاق حمیدہ پر گامزن ہوا۔ بدعتوں کو اپنی قلمرو سے مٹایا۔ شعائر دین کو قائم کیا اور اسلام کے مناروں کو تقویت بخشی ان فضائل و اوصاف حمیدہ کے باعث لوگ اس سے بڑی محبت کرنے لگے اور اس کے گرویدہ ہو گئے، ہر طرف اس کی تعریف کی جاتی تھی کوئی اس کی عیب جوئی کرنے والا نہیں تھا۔ المستنصر کا دادا الناصر اس سے بہت مانوس تھا، اس کی عقل و فطانت اور زہد و پرہیزگاری کو دیکھ کر اس کو قاضی کہا کرتا تھا۔

المستنصر کے اوصاف:۔

حافظ ذکی الدین عبدالعظیم منذری کا بیان ہے کہ مستنصر نیک کاموں کی طرف رغبت رکھتا تھا ہمیشہ نیکیوں پر مائل تھا، اس کے بہت سے آثار جمیلہ موجود ہیں سب سے اہم کام اس کا یہ ہے کہ اس نے ایک مدرسہ قائم کیا اور مدرسہ المستنصریہ اس کا نام رکھا اعلیٰ تنخواہوں پر اہل علم کو بلا کر درس و تدریس کی خدمات ان کے سپرد کیں۔ ابن واصل کہتے ہیں کہ مستنصر نے دجلہ کے مشرقی کنارے پر ایک مدرسہ قائم کیا تھا اس سے بہتر مدرسہ آج تک قائم نہیں ہوا۔ نہ اس سے

زیادہ اہل علم کسی مدرسہ کو نصیب ہوئے' اس میں چاروں مذاہب کی تعلیم کے لئے چار فاضل مدرس مقرر کئے (جو حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی فقہ کی تعلیم دیتے تھے) ان کے علاوہ دیگر اساتذہ بھی تھے' اسی کالج سے متعلق کالج میں ایک شفاخانہ' اساتذہ کے لئے مطبخ اور سرد پانی کا انتظام موجود تھا' قیام کے لئے مکان مع فرش و فروش موجود تھے روشنی کا بہترین انتظام' یہاں تک لکھنے پڑھنے کے لئے کاغذ قلم دوات تک فراہم کر دیئے گئے تھے۔ ان اساتذہ کو تنخواہ کے علاوہ ماہانہ ایک اشرفی بھی دی جاتی تھی' مدرسہ میں حمام بھی موجود تھے اور طلباء کے لئے دارالاقامہ بھی موجود تھا' یہ ایسا شاندار مدرسہ تھا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی کیونکہ اس سے قبل (کسی عباسی سلطان نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔

مستنصر کے پاس کثیر تعداد فوج موجود تھی کہ اس سے قبل اس کے آباؤ اجداد کو ایسی فوج میسر نہیں آسکی تھی۔ مستنصر خود بڑا بلند حوصلہ تھا' بہت ہی دلاور اور شجیع تھا بڑے بڑے اقدامات کر ڈالتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ تاتاریوں نے اس پر حملہ کیا تو مستنصر نے تاتاریوں کو زبردست شکست دی' مستنصر کا بھائی جسے خفاجی کہتے تھے بہت ہی دلاور اور شجاع تھا وہ کہا کرتا تھا کہ جب میں بادشاہ بنوں گا تو اپنی فوج لے کر دریائے جیحون کے اس پار تاتاریوں پر حملہ کروں گا اور تاتاریوں کی جڑیں اکھاڑ پھینک دوں گا لیکن خفاجی کی یہ آرزو پوری نہیں ہوئی اس لئے کہ مستنصر کے انتقال کے بعد خفاجی کی سخت مزاجی کے باعث دو خاص امیروں یعنی دویدار اور شرابی نے بیعت نہیں کی بلکہ انہوں نے مستنصر کے فرزند ابو احمد کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ خفاجی کے برعکس ابو احمد بہت نرم مزاج اور ضعیف الرائے تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح تمام کاروبار سلطنت ان کے ہاتھوں میں آجائے گا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ک مقدر میں جو تباہی تاتاریوں کے ہاتھوں لکھ دی تھی وہ ابو احمد کے دور میں پوری ہو کر رہی اور مسلمان بری طرح تباہ ہو گئے اور تاتاری ہر طرف چھا گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

مدرسہ مستنصریہ کے تعمیری اخراجات :۔

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ مدرسہ مستنصریہ کی تعمیر پر ستر ہزار مثقال (سونا) خرچ ہوا اس کی تعمیر کی ابتداء ۶۲۵ھ میں کی گئی تھی اور تکمیل ۶۳۱ھ میں ہوئی (اس سے اندازہ ہو سکتا کہ اس میں کس قدر رقم خرچ ہوئی ہو گی)۔ مدرسہ میں ایک عالیشان کتب خانہ بھی قائم کیا گیا تھا یہ کتابیں ایک سو ساٹھ بار بردار جانوروں پر لاد کر پہنچائی گئی تھیں۔ دو سو اڑتالیس فقیہ مذاہب اربعہ کی

تدریس کے لئے مقرر تھے۔ ان کے علاوہ چار شیوخ تھے (مدرس اعظم) یعنی شیخ حدیث' شیخ نحو شیخ طب اور شیخ علم و فرائض۔ ان سب کے کھانے پینے مٹھائی اور پھلوں کا اعلیٰ انتظام تھا۔ اس مدرسہ میں تین سو یتیم طلباء بھی درس حاصل کرتے تھے۔ ان کے اخراجات کے لئے بے انتہا مال وقف کر دیا گیا تھا۔ مدرسہ کے لئے گاؤں اور سرائیں وقف تھیں' علامہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں ان کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔

المستنصریہ کا شاندار افتتاح:۔

اس مدرسہ کے افتتاح میں ممالک محروسہ کے تمام قاضی' فضلاء اور شیوخ' عمائد و اعیان سلطنت موجود تھے۔ بروز پنج شنبہ بماہ رجب ۶۳۱ھ کو اس شاندار مدرسہ کا افتتاح ہوا۔

ایک اور مدرسہ:۔

المستنصر نے یہ ایک ایسی شاندار روایت قائم کی تھی کہ اس کی تقلید میں ۶۳۸ھ میں والی دمشق ملک اشرف نے بھی (المستنصر کے عہد حکومت میں) دمشق میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام اپنے نام پر مدرسہ اشرفیہ رکھا۔ ۶۳۰ھ میں مدرسہ اشرفیہ کی تعمیر مکمل ہوئی۔ چونکہ یہاں خصوصیت کے ساتھ حدیث شریف کا درس دیا جاتا تھا اس مناسبت سے اس کو دارالحدیث اشرفیہ کہنے لگے۔

چاندی کے سکوں کا آغاز:۔

۶۳۲ھ میں مستنصر نے چاندی کے سکے مضروب و مسکوک کرانے کا حکم دیا تاکہ اب تک سونے کے جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لین دین میں استعمال ہوتے تھے ان سکوں سے اس کا بدل کیا جائے' یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بند کر دیئے جائیں وزیر خزانہ نے تمام تاجروں اور صرافوں کو جمع کیا اور کہا کہ ہمارے آقا امیر المومنین نے تمہارے لئے چاندی کے سکے ڈھلوائے ہیں تاکہ سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے لین دین سے تم لوگوں کو جو پریشانی ہوتی ہے رفع ہو جائے اور اس کی وجہ سے جو سود لے کر تم حرام کے مرتکب ہوتے ہو اس سے بچ جاؤ یہ سن

کر انہوں نے مستنصر کو بہت دعائیں دیں (ان کے لئے کاروبار اور لین دین میں بہت سہولت پیدا ہو گئی)۔ پھر تمام عراق میں چاندی کے یہ دس سکے ایک اشرفی (دینار) کے برابر قرار دیئے گئے۔ اس کارنامہ پر موافق ابو المعالی قاسم بن ابی حدید نے المستنصر کی تعریف میں متعدد قصیدے کہے۔

۶۳۵ھ میں شمس الدین الجونی کو دمشق کا قاضی مقرر کیا گیا۔ انہوں نے شہر میں گواہوں کی گواہی لینے کے لئے چند مراکز متعین کرائے تاکہ گواہوں کو آسانی رہے' ان سے پہلے لوگ شہادت دینے عدالت میں جایا کرتے تھے۔ ایسا انتظام کسی اور قاضی نے نہیں کیا تھا۔ اس سال والی دمشق سلطان الاشرف کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے دو ماہ بعد والی مصر کامل نے بھی وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا قلامہ نامی مصر کے تخت پر بیٹھا اور اس نے العادل لقب اختیار کیا۔ لیکن کچھ مدت بعد وہ تخت سے دستبردار ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی الصالح ایوب نجم الدین تخت نشین ہوا۔

۶۳۷ھ میں شیخ عزالدین ابن عبدالسلام دمشق کے خطیب مقرر ہوئے' انہوں نے جو پہلا خطبہ دیا وہ خطبہ بدعات سے بالکل عاری اور سادگی سے بھرپور تھا' انہوں نے طلائی کام کے تمام علم موقوف کر دیئے اور ان کے بجائے سیاہ اور سفید پرچم لگوائے اور جامع بغداد میں صرف ایک موذن رہنے دیا۔ باقی تمام مؤذنوں کو موقوف کر دیا۔ اسی سال نورالدین عمرنی علی بن رسول ترکمانی والی یمن کا سفیر دربار میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ملک مسعود بن ملک الکامل کے انتقال کے بعد اب نورالدین عمر کو سلطنت کا والی تسلیم کر لیا جائے' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ سلطنت ۸۳۵ھ تک اسی خاندان میں قائم رہی۔

۶۹۳ھ میں الصالح والی مصر نے قصرین کے درمیان ایک مدرسہ تعمیر کرایا اور روضہ میں ایک قلعہ بنوایا مگر اس کے غلاموں نے ۶۵۱ھ (المستنصر کی وفات کے بعد) میں قلعہ کو برباد کر دیا۔

المستنصر کا انتقال:-

۱۰ جمادی ۶۴۰ھ میں بروز جمعہ مستنصر کا انتقال ہو گیا۔ اس کی وفات پر بہت سے شعراء نے مرثیے کہے اور ان تمام مرثیوں میں صفی الدین عبداللہ بن جعیل نے جو مرثیہ کہا وہ بہت ہی بلند پایا تھا۔ المستنصر کے مناقب و اوصاف میں ایک یہ واقعہ بھی مذکورہ مشہور ہے کہ ایک

دفعہ وجیہہ قیروانی نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

لو کنت یوم السقیفۃ حاضرا
کنت مقدم والامام الاورعا

اگر تو سقیفہ کے دن موجود ہوتا
تو تجھے ہی پرہیزگاروں کا پیش رو سمجھا جاتا۔

یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ تم نے بڑی فاش غلطی کی ہے سقیفہ کے دن امیر المومنین کے جد اعلیٰ حضرت عباس رضی اللہ عنہم تو موجود تھے اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیشوا اور پیشرو تسلیم کیا گیا' یہ سن کر المستنصر نے بھی تائید کی اور کہا تمہارا یہ شعر گستاخی پر مبنی ہے اور وجیہہ کو خلعت ،غیرہ دینے کے بجائے حکم دیا کہ تم شہر سے نکل جاؤ (شہر بدر کر دیا) وہ ناکام ہو کر مصر چلا گیا۔ ذہبی اس حکایت کے راوی ہیں۔

المستنصر کے عہد میں وفات پانے والے مشاہیر و علماء :۔

المستنصر کے زمانے میں ان مشاہیر و فضلاء کا انتقال ہوا۔

امام ابو القاسمؒ الرافعی' جمال المصری' ابن المغروز النحوی' یاقوت الحموی السکاکی مصنف المفتاح' الحافظ ابو الحسن ابن القطان' یحییٰ بن معطی صاحب الفیہ' الموفق عبداللطیفؒ بغدادی' الاحافظ عزالدین علی بن الاثیر المعروف بہ ابن اثیر مصنف تاریخ والا نساب و اسدالغابہ' ابن عتبی شاعر' سیف آلامدی' ابن فضلان' عمر بن الفارضؒ مصنف التائیتہ' حضرت شہاب الدین سہروردی مصنف عوارف المعارف' بہابن شداد' ابو العباس عوفی مصنف المولدالنبوی' علامہ ابو الخطاب بن وحیہ اور ان کے بھائی ابو عمر' حافظ ابو الربیعؒ بن مسلم مصنف الاشفاء (مغازی رسول میں)' ابن شواء شاعر' حافظ ذکی الدینؒ البرزالی' جمال الحصر' شیخ حنفیہ' شمس جوفی' الحرانی' حافظ ابو عبداللہ الزینی' ابو البرکات بن المستوفی' ضیاء بن الاثیر مصنف المثل السائر' ابن عربی صاحب الفصوص (فصوص الحکم)' الکمالؒ بن یونس شارح' اور ان حضرات کے علاوہ بہت سے لوگ

المستعصم باللہ ابو احمد

نسب اور تخت نشینی :-

المستعصم باللہ ابو احمد المستنصر عراق میں آخری عباسی سلطان یا خلیفہ ہے المستعصم ۶۰۹ھ میں پیدا ہوا اس کی ماں بھی ایک کنیز (ام ولد) تھی جس کا نام ہاجر تھا' اپنے باپ المستنصر کے مرنے پر تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ اس نے ابن النجار المؤید وطوسی" ابو روح الہروی' النجم البادرائی اور شرف الدمیاطی وغیرہ سے سند حاصل کی تھی۔ دمیاطی نے خود اپنے قلم سے اس کی چالیس حدیثیں لکھ کر دی تھیں۔ دمیاطی کی تحریر کردہ یہ احادیث خود میں نے دیکھی ہیں۔

مستعصم کریم الطبع' حلیم اور دیانتدار تھا۔ شیخ قطب الدین کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کی طرح دیندار اور سنت کا پابند تھا۔

لیکن اس میں اپنے باپ ایسی بیدار مغزی' ہوشیاری اور الوالعزمی کا فقدان تھا البتہ اس کا بھائی خفاجی بہت ہی بہادر اور جہاندیدہ تھا' وہ کہا کرتا تھا کہ اگر مجھے حکومت مل جائے تو میں دریائے جیحون کے پار اپنی فوجیں اتار کر تاتاریوں کا مزاج ٹھکانے لگا دوں گا اور انکی جڑیں اکھاڑ پھینکوں گا اور ان کے ملک پر قبضہ کر لوں گا۔ لیکن جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے المستنصر کے انتقال کے بعد دو زبردست امیروں یعنی دویدار اور شرابی نے خفاجی کی درشت مزاجی سے خوف زدہ ہو کر خفاجی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی بلکہ مستنصر کے نرم دل اور نیک خو فرزند مستعصم کے ہاتھ پر اس لئے بیعت کر لی کہ وہ اس کے دور سلطنت میں اپنا اثر اور اقتدار اور بھی بڑھا لیں گے۔ مختصر یہ کہ مستعصم نے تخت نشین ہو کر موئید الدین علقمی کو اپنا وزیر بنایا جو ایک غالی شیعہ تھا اس نے مستعصم کی سلطنت کے تمام تارو پورد بکھیر دیئے اور مستعصم ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن گیا در پردہ اہل تاتار سے سازباز کر لی اور یہاں کی خبریں خفیہ طور پر برابر ان کو فراہم کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ اس نے تاتاریوں کو بغداد پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا وہ دولت

عباسیہ کی جڑیں کاٹنے میں مصروف تھا اور اس کا مقصود یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح علوی خلافت کو قائم کر دے' اگر تاتاریوں کے بارے میں کوئی خبر بغداد پہنچتی تو اس کو چھپالیتا تھا لیکن یہاں کی خبر وہاں برابر پہنچاتا رہا آخر کار اس کا جو کچھ نتیجہ نکلا وہ دنیا نے دیکھ لیا۔

۶۴۷ھ میں اہل فرنگ نے دمیاط پر قبضہ کر لیا۔ سلطان الملک الصالح کچھ دن بیمار رہ کر نصف شعبان میں ایک شب کو مرگیا۔ ملک الصالح کی ایک کنیز ام خلیل موسومہ بہ شجرۃ الدراس کی موت سے اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ اس نے فوراً" توران شاہ الملک المعظمہ کو بلا بھیجا چنانچہ اطلاع ملتے ہی توران شاہ آگیا مگر محرم ۶۴۸ھ میں اس کے باپ کے غلاموں نے موقع پاکر دھوکے سے اسے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد عزالدین ایبک ترکمانی اور کنیز شجرۃ الدر کے ہاتھوں پر ترکوں نے بیعت کی' شجرۃ الدر نے امراء کو خلعت اور انعامات سے نوازا اس کے دو ماہ بعد ہی عزالدین نے مستقل سلطان کی حیثیت اختیار کر لی اور اپنا لقب ملک العزر کھا۔ لیکن اس سے جلد ہی لوگ بیزار ہو گئے اور فوج نے ملک الاشرف ابن صلاح الدین یوسف بن مسعود الکامل سے جو اس وقت صرف ۸ سال کا تھا بیعت کر لی اور اس سے حلف لیا لیکن عزالدین بحیثیت اتابک (اتالیق) قائم رہا اور دونوں کا نام سکے پر کندہ ہوا اور خطبہ میں بھی لیا جانے لگا۔ اسی سال یعنی ۶۴۸ھ میں مسلمانوں نے فرنگیوں سے دمیاط پھر چھین لیا۔

آفات سماوی و ارضی :۔

۶۵۲ھ میں آسمانی آفت نازل ہوئی یعنی سرزمین عدن میں ایک ایسی آگ نمودار ہوئی کہ اس کے شرارے رات کے وقت سمندر کی طرف اڑتے ہوئے نظر آتے تھے اور دن کو سمندر سے دھواں اٹھتا تھا۔ اس سال معزنے اپنے نام ساتھ ملک الاشرف کے نام کی شمولیت ختم کر دیا (سکوں اور خطبوں سے اس کا نام نکال دیا) اور خود بلا شرکت غیرے مستقل بادشاہ بن گیا۔

۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ منورہ سے جو خطوط و مکاتیب آئے ان میں تحریر تھا کہ شب چہار شنبہ ۳ جمادی الاخر کو یہاں بہت زبردست گرج سنائی دی اور اس کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفہ سے زلزلہ آتے رہے اور جنگلوں کی حالت ۵ جمادی الاخر تک قائم رہی اس کے بعد مقام حرہ میں قر نطہ بن امر کے پاس آگ لگ گئی۔ یہ آگ اتنی شدید تھی کہ مدینہ منورہ میں ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آگ بالکل ہمارے پاس کسی جگہ لگی ہے اس کے بعد تمام وادیوں میں سیلاب آ

گیا اور پانی وادی شظا تک پہنچ گیا ہم لوگ ڈوبنے والوں کی مدد کرنا چاہتے تھے کہ پہاڑ سے لاوا ابلنے لگا (تسیر النار) اور آنا" فانا" یہ پہنچا وہ پہنچا' اس لاوے سے آگ کے پہاڑ بلند ہو رہے تھے اور اس سے اس طرح شرارے نکل رہے تھے جیسے آگ کے مینارے کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ اس آگ کی روشنی مکہ معظمہ اور اس کے قرب و جوار تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس موقع پر تمام لوگ جمع ہو کر روضہ مقدس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور توبہ استغفار کی' آگ اور روشنی کا یہ سلسلہ ایک ماہ سے کچھ زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ آگ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ خبر متواتر کے اعتبار سے بالکل درست ہے اور یہ وہی آگ تھی جس کی خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دی ہے کہ :۔

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ بلند نہ ہو گئی جس کی روشنی میں بصرے والے اپنے اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔

متعدد لوگوں نے بیان کیا کہ جو اس زمانے میں بصرہ میں موجود تھے کہ اس آگ کی روشنی میں رات کے وقت اونٹوں کی گردنیں ہم کو اچھی طرح نظر آتی تھیں۔

تاتاری یورشیں :۔

۶۵۵ھ میں عزالدین ایبک سلطان مصر کو اس کی بیگم شجرۃ الدر نے قتل کر ڈالا اس کے بعد اس کا بیٹا الملک المنصور تخت پر بیٹھا۔ اسی زمانے میں تاتاریوں نے عباسی سلطنت پر حملے شروع کر دیئے اور عباسی ممالک محروسہ پر ان کی تاخت و تاراج شروع ہوگئی اور روز بروز ان کا زور بڑھتا جارہا تھا مستعصم اور رعایا دونوں ان کی بڑھتی ہوئی طاقت اور ممالک محروسہ پر آئے دن کی تاخت و تاراج سے بالکل بے خبر تھے (ملقمی بغداد میں ایسی کوئی خبر پہنچنے ہی نہیں دیتا تھا)۔ ملقمی دولت عباسیہ کی تباہی پر تلا ہوا تھا اور اس نے طے کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو' میں دولت علویہ کو قائم کر کے رہوں گا جیسا کہ آپ کو علم ہے یہ برابر خفیہ طور پر تاتاریوں سے خط و کتابت کرتا تھا اور مستعصم اپنی لذتوں اور کامرانیوں میں مصروف تھا جو کچھ ہو رہا تھا اس کی مستعصم کو بالکل خبر ہی نہ تھی اور نہ وہ جاننا چاہتا تھا اس کو اصلاح امور اور مصالح ملکی سے کوئی سرکار نہیں تھا حالانکہ اس کا باپ المستنصر باوجود کثیر فوج کے مصلحت ملکی کے پیش نظر تاتاریوں سے کبھی نہیں الجھا۔ ان سے صلح رکھتا اور ان کو ناراضگی کا موقع فراہم نہیں کرتا تھا۔ لیکن جب سے مستعصم

تخت نشین ہوا تو چونکہ عقل سے بے بہرہ اور تدبر ملکی میں کورا تھا نمک حرام وزیر نے فوج کی تعداد گھٹانے کا مشورہ دیا اور رائے دی کہ تاتاریوں کی تالیف قلب ہی سے کام نکل سکتا ہے۔ لہٰذا ان کا اکرام کیا جائے۔ چنانچہ مستعصم نے بغیر غور فکر کے ملقمی کا یہ مشورہ قبول کر لیا۔ وزیر ملقمی نے تاتاریوں کو لکھ دیا کہ اب موقع ہے تم ان ان علاقوں پر قبضہ کو لو اور ان کے قبضہ کے لئے سہولتیں بھی بہم پہنچا دیں اور ان سے وعدہ لے لیا کہ بغداد پر قابض ہو جانے کے بعد تاتاری اس کو اپنا نائب السلطنت بنا دیں گے۔

اہل تاتار کا مختصر تعارف

موفق عبداللطیف اہل تاتار کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس قوم (تاتاریوں) کی زبان اہل ہند کی زبان سے بہت مشابہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ملک ہندوستان سے ملا ہوا ہے تاتار اور مکہ معظمہ کے مابین چار ماہ کا راستہ ہے' تاتاری شکل و صورت میں ترکوں سے مشابہہ ہیں ان کے چہرے چکلے اور فراخ ہوتے ہیں ان کے سرین چھوٹے اور ان کا رنگ گندمی ہوتا ہے' یہ قوم بہت ہی سریع الحرکت اور سریع الفکر ہے بہت جلد فیصلہ کرتے ہیں ان کو تو غیر ممالک کی خبریں ہر دم پہنچتی رہتی ہیں لیکن ان کا نظام کچھ ایسا ہے کہ ان کے ملک کی خبریں کسی طرح ملک سے باہر نہیں جا سکتی ہیں ان کے ملک میں جاسوسی کرنا بہت مشکل ہے اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان کے ملک میں پہنچ کر اجنبی فوراً" شناخت کر لیا جاتا ہے۔ جس وقت یہ کسی جگہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنا مقصود و مدعا چھپائے رکھتے ہیں اور اچانک بے خبری کے عالم میں اس جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں ان کے پہنچنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اہل شہر کو اس وقت خبر ہوتی ہے جب وہ ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور شہر میں داخل ہو جاتے ہیں' لشکر کو خبر نہیں ہوتی اور وہ دفعتہ" ان کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا ہے اس لئے لوگوں کو ان کے چنگل سے نکل کر کہیں بھاگنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔ یہ فرار کے تمام راستے بند کر دیتے ہیں ان کو طرح طرح کے حیلے آتے ہیں ان کے دوش بدوش ان کی عورتیں بھی لڑتی ہیں۔ شمشیرزنی اور تیر اندازی میں تاتاری عورتیں مردوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتیں۔ جس قسم کا گوشت ان کو میسر آ جائے کھا لیتے ہیں (حرام و حلال کی کوئی تمیز نہیں ہے) کسی چیز کا ان میں پرہیز نہیں یہ مفتوح قوم کے مردوں' عورتوں اور بچوں کو بے دریغ قتل کر ڈالتے ہیں۔ ان کے قتل میں کسی کا استثناء نہیں ہے بلکہ ان کا مقصود مفتوح کی نسل کشی ہوتی ہے اسی لئے وہ عورتوں کو بھی قتل کرنے میں باک نہیں کرتے ان کا ارادہ دنیا کو تباہ کرنا ہے' ملک و مال حاصل کرنا تو حتمی مقصد ہے۔

دوسرے مورخین کی آراء:۔

بعض دوسرے لوگوں نے بھی تاتاریوں کے خصائل و عادات کے بارے میں لکھا ہے بعض

مورخین کا قول ہے کہ ارض تاتار ملک چین سے ملحق ہے یہ لوگ بادیہ نشین ہیں شر و فساد برپا کرنے میں مشہور زمانہ ہیں۔ خروج و ظہور کا سبب یہ ہے کہ ملک چین ایک نہایت وسیع ملک ہے چند ماہ میں بھی ایک شخص پوری مملکت کا دورہ نہیں کر سکتا' ان کا ملک کچھ ممالک (چھ صوبے) پر مشتمل ہے۔ ان تمام ملکوں پر ایک ہی بادشاہ حکمران ہوتا ہے اس کو القان اکبر کہتے ہیں (لھم کلک حاکم علی الممالک الست وھو القان اکبر) جو تمغاج میں رہتا ہے اس کی وہی حیثیت ہے جو اسلامی شخصی حکومت میں خلیفۃ المسلمین کی ہوتی ہے ان چھ ممالک مذکورہ میں سے ایک ملک پر اس کا نائب السلطنت دوش قان حکمراں تھا جس کی شادی چنگیز قاآن کی پھوپھی سے ہوئی تھی۔ دوش قان مرچکا تھا ایک بار چنگیز قان (خان) اپنی پھوپھی سے ملنے آیا تو اس کے ساتھ کشلوقان بھی تھا چنگیز کی پھوپھی نے کشلوقان سے کہا کہ دوش قان چونکہ لاولد مر گیا ہے اس لئے مناسب ہو گا کہ اب چنگیز خان تخت کو سنبھال لے چنانچہ چنگیز نے اس مشورے پر عمل کیا اور تخت پر بیٹھ گیا اس نے مغلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا پھر ایل خان کے پاس حسب سابق و دستور کے مطابق تحائف بھیجے لیکن اس کو یہ بات ناگوار گزری کہ اس کی منظوری کے بغیر چنگیز کس طرح تخت نشین ہو گیا (حالانکہ تاتاریوں میں آج تک کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا صرف قبیلے کا سردار ہوتا تھا) اس ناگواری کی بنا پر ایل قان نے جو گھوڑے چنگیز خاں نے اس کو تحفے میں بھیجے تھے سب کے سب کٹوا دیئے اور ایلچیوں کو بھی قتل کر ڈالا جب یہ خبر چنگیز خان اور کشلوقان کو ملی تو انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کا عہد و پیمان کیا اور ایل قان اعظم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تمام تاتاری ان سے مل گئے۔ اب ان کی جمعیت اور قوت بہت بڑھ گئی ایل قان اعظم جب ان کی قوت اور ارادے سے آگاہ ہوا تو بہت گھبرایا اپنے سفیر بھیجے اور ان کو ڈرایا دھمکایا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ آخر کار دونوں کا مقابلہ ہوا اور زبردست جنگ اور کشت و خون کے بعد ایل قان کو شکست فاش ہوئی اس کے تمام مقبوضات اور ممالک چنگیز قان اور کشلوقان کے قبضہ میں آ گئے اب ان کا شر اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔ عرصہ دراز تک چنگیز قان اور کشلوقان مشترکہ طور پر ان ممالک پر حکومت کرتے رہے پھر چین کی طرف دونوں نے پیش قدمی کی اور چین کے شہر شاقون پر لشکر کشی کی اور اس کو فتح کر لیا۔ اسی عرصہ میں کشلوقان کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا اس کا قائم مقام ہوا لیکن چنگیز نے اپنے تدبر اور اولا" تو اس کی قوت کو توڑا پھر موقع پا کر اس پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر ڈالا' اب چنگیز خاں بلا شرکت غیرے بادشاہ تھا۔

تاتاری چنگیز کو خدا سمجھنے لگے :۔

تاتاری تو پہلے ہی اس کے ساتھ تھے اب اس کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھ کر اس کی اطاعت میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگے اور چنگیز قان کو خدائی کا درجہ دے دیا سب سے پہلے تاتاریوں نے ۶۰۶ھ میں اپنے ملک سے باہر قدم نکالا اور ان کا لشکر ممالک ترک اور فرغانہ کی طرف بڑھا اور سب سے پہلے انہوں نے خوارزم شاہ محمد بن تکش والی خراسان پر لشکر کشی کی' آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ خوارزم شاہ محمد قرب و جوار کے بہت سے بادشاہوں کو زیر و زبر کرتا اور ان کے ممالک کو اپنے قبضہ میں کرتا ہوا بغداد کی طرف بڑھا تھا مگر بغیر موسم کے شدید برفباری کے باعث اس کو واپس ہونا پڑا تھا (اس کے امراء نے یقین دلایا تھا کہ بغداد پر خروج کے باعث یہ آسمانی عذاب نازل ہو رہا ہے) جب وہ واپس ہوا اور اس نے تاتاریوں کا رخ اپنی طرف دیکھا تو فرغانہ' شاش' کاشان اور اکثر دوسرے شہروں کو پامال کرتا ہوا ان کے باشندہ کو بطور یرغمال یا قیدیوں کے اپنے ساتھ لے کو سمرقند کی جانب چلا گیا تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ تاتاریوں سے وہ مقابلہ نہیں کر سکتا تو کسی نامعلوم مقام کی طرف نکل گیا۔

تاتاریوں کی غارت گری:۔

آخر کار چنگیز قان نے سلطان خوارم شاہ کے پاس ایک ایلچی مع تحائف کے بھیجا اس ایلچی نے خوارزم شاہ کو چنگیز قان کا یہ پیغام زبانی پہنچایا کہ

ایل قان نے تم کو سلام کہا ہے اور کہا کہ تم کو میری عظمت' جلالت اور شان و شوکت کا پوری طرح اندازہ ہو گیا ہو گا اور تمہاری نظروں سے تمہاری حیثیت اور حکومت بھی پوشیدہ نہیں ہے' اپنی اور تمہاری بھلائی کے لئے مصالحت میں بہت سی خوبیاں دیکھتا ہوں اور آپس کی صلح کو ضروریات سے سمجھتا ہوں' تم مجھے میری اولاد سے زیادہ عزیز ہو تم بے فکر رہو۔

تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام چین پر قابض ہوں' جہاں لشکر اور گھوڑوں کی کوئی کمی نہیں ہے یہاں سونے اور چاندی کی کانیں بھی ہیں چونکہ اہل چین کو تمام چیزیں میسر ہیں اس لئے وہ کسی کے دست نگر بھی نہیں ہیں اب اگر تم مناسب سمجھو تو مجھ سے دوستی کا عہد و پیمان کر لو چینی تاجروں کو اپنے مقبوضات میں آمدورفت کی اجازت دے دو۔

خوارزم شاہ نے یہ بات منظور کر لی چنگیز قان اس سے بہت خوش ہوا۔ باہمی عہد نامہ کے مطابق سوداگروں کو آمدورفت کی اجازت مل گئی یہ دوستی اور باہمی عہد و پیمان بہت عرصہ تک

دونوں کے درمیان قائم رہا۔

خوارزم شاہ کی بدعہدی اور چینی قاصدوں کا قتل:۔

خوارزم شاہ کا ماموں ماورالنہر کا حاکم تھا' اس کے پاس بیس ہزار سوار موجود تھے اس کے ملک سے بھی چین کے یہ سوداگر گزرا کرتے تھے اس کی نیت میں فتور پیدا ہوا اور اس نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ جو سوداگر چنگیز قان کے یہاں سے آتے ہیں وہ اگرچہ سوداگروں سے لباس میں ہوتے ہیں لیکن تمہارے ملک میں جاسوسی کرنے آتے ہیں اگر اگر تم مجھے اجازت دو تو میں ان کی نگرانی کروں' خوارزم شاہ نے بربنائے احتیاط اس کو اجازت دے دی لیکن اس نے ان تاجروں کا مال چھین لیا اور ان کر گرفتار کر لیا۔ جب چنگیز قان کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً" چنگیز قان کا ایلچی خوارزم شاہ کے پاس آیا اور چنگیز قان کا یہ تہدید آمیز پیام لایا کہ:۔

اول تو تم نے تاجروں کو اپنے ملک میں آنے جانے کی اجازت دی لیکن پھر بدعہدی کی بدعہدی اور غداری ہر حال میں بری چیز ہے اور تم تو مسلمان بادشاہ ہو مسلمانوں میں تو اس کو بہت ہی برا سمجھا جاتا ہے اگر تم کو اس فعل کی جو تمہارے ماموں سے سرزد رونما ہوا ہے کوئی خبر نہیں اور نہ یہ کام تمہاری مرضی سے ہوا ہے تو تم اپنے ماموں کو فوراً" میرے سپرد کر دو ورنہ میری تلواریں تمہارا جو حال کریں گی تم کو اچھی طرح معلوم ہے۔

چنگیز خاں کا یہ پیام سن کر خوارم شاہ کے حواس جاتے رہے اور ان ایلچیوں کو قتل کروا دیا ان ایلچیوں کے قتل کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ایک ایک قطرہ خون کے بدلہ مسلمانوں کے خون کے دریا بہہ گئے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایلچیوں کے قتل کی خبر ملتے ہی چنگیز طوفان بن کر خوارزم شاہ کی طرف بڑھا اور خوارزم شاہ سراسیمگی کی حالت میں دریائے جیحون کو عبور کرکے نیشاپور پہنچا لیکن وہاں تاتاری قریب ہی تھے ان کی قربت سے پریشان ہو کر ہمدان کے قلعہ میں آگیا اور وہاں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا چنگیز خاں نے وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور اس کی تمام فوج کو قتل کر دیا' خوارزم شاہ کے تمام ساتھی ایک ایک کرکے قتل کر دیئے گئے صرف خوارز شاہ بچ کر نکل گیا وہ دریا عبور کرکے جب جزیرہ پہنچا تو وہاں نمونیہ کے مرض مبتلا ہو گیا اور اسی مرض میں وہاں عالم کسمپرسی میں اس کا انتقال ہو گیا کفن بھی میسر نہیں آیا بلکہ جو بستر اس کے پاس تھا اس میں لپیٹ کر اس کو دفن کر دیا گیا' خوارزم شاہ کا انتقال ۶۱۷ھ میں ہوا۔ خوارزم شاہ کے تمام ممالک محروسہ تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا۔

مظالم ڈھائے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ سکندر رومی جو دنیا کے اکثر حصوں پر قابض ہو گیا تھا اس نے بھی اتنی تیزی سے فتوحات حاصل نہیں کی تھی اس کی ان تمام فتوحات میں کم از کم دس سال کا زمانہ صرف ہوا تھا اتنی وسیع اور عظیم فتوحات کے باوجود قتل و غارت اس کا مقصود نہیں تھا نہ اس نے کسی کو قتل کیا اور نہ سختی سے کام لیا لیکن ان تاتاریوں نے معمورہ دنیا کے عظیم حصہ کو فتح کر لیا اور ان کا وہ دبدبہ تمام دنیا پر قائم ہوا کہ کوئی شہر ایسا نہیں تھا جہاں ان کے نام سے لوگ نہ کانپتے ہوں اور لطف یہ کہ ان کو نہ مدد کی ضرورت تھی اور نہ رسد کی۔ یہ لوگ بہت کم رسد کے ضرورت مند تھے۔ رسد کی ضرورت میں سب سے اہم گوشت ہوتا ہے اور وہ ان کے پاس بھاری مقدار میں موجود تھا۔ بھیڑ بکریں ان کے پاس موجود تھیں وہ انہیں کا گوشت کھا کر پیٹ بھر لیتے تھے۔ ان کے گھوڑے اپنے سموں سے ایسی جگہ کھود ڈالتے جہاں گھاس کی جڑیں موجود ہوتی تھیں اور یہ گھوڑے اسی پر گزارہ کر لیتے تھے دانہ (چنہ) وغیرہ تو ان گھوڑوں نے دیکھا بھی نہیں تھا۔

ان کے مذہب کے بارے میں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ کہ یہ لوگ بس طلوع خورشید کے وقت آفتاب کو سجدہ کر لیتے تھے۔ ان کے مذہب میں کوئی چیز حرام نہیں تھی تمام جانور بلکہ انسان کا گوشت بھی ان کے یہاں حلال تھا۔ شادی بیاہ و عورت کے جھگڑے بھی نہیں تھے' ایک عورت چند مردو کے لئے کافی تھی۔

تاتاریوں کا بغداد پر حملہ:۔

۶۵۵ھ میں ان ظالموں کی ایک فوج ہلاکو قان کی سرکردگی میں بغدد پر حملہ آور ہوئی۔ افواج سلطانی نے مقابلہ کیا مگر انہیں شکست اٹھانا پڑی اور غارت گر تاتاری ۱۰ محرم ۶۵۶ھ کو بغداد میں داخل ہوگئے خبیث وزیر ابن علقمی نے سلطان کو مشورہ دیا کہ آپ تاتاریوں کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کیجئے اور تاتاریوں کی افواج کے سپہ سالار سے چل کر ملاقات کیجئے میں اس سے صلح کے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔ نمک حرام ابن علقمی اولا" خود گیا اور اپنے لئے ہلاکو خان سے امان کا وعدہ لے کر پھر سلطان کے پاس واپس آیا اور کہا کہ بادشاہ تاتار کو میں نے راضی کر لیا ہے' بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی آپ کے فرزند ابوبکر کے ساتھ دوستی اور تعلقات کو بڑھانے کے لئے کرنے پر تیار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تخت سلطنت پر آپ ہی متمکن رہیں۔ وہ آپ کا نائب السلطنت بالکل اسی طرح بننا چاہتا ہے جس طرح آپ کے بزرگوں نے سلاطین سلجوق کو اپنا نائب السلطنت مقرر رکھا

سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ سب سے اول ۶۱۵ھ میں تاتاریوں نے ماورالنہر میں خروج کیا اور انہوں نے وہاں سے آگے بڑھ کر بخارا اور سمرقند پر قبضہ کر لیا تمام شہریوں کو قتل کر ڈالا اس کے بعد خوارزم شاہ کا محاصرہ کیا۔ اس کو تباہ و برباد کرنے کے بعد دریا عبور کر خراسان پہنچے' خراسان کو خوارزم شاہ پہلے ہی برباد کر چکا تھا' اب تاتاریوں نے رہی سہی کی پوری کر دی۔ خوب خوب لوٹا اور تمام شہریوں کو تیغ کر دیا اس کے بعد اسی سال ہمدان و قزوین پر حملہ کر کے اس کو برباد کر دیا۔

تاتاریوں کا عظیم فتنہ :۔

ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ تاتاریوں کا فتنہ ایک حادثہ عظیم اور مصیبت عظمیٰ تھا ایک ایسی مصیبت جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی' تاتاریوں نے عام طور پر اپنی بربریت اور وحشت کا نشانہ بنایا خاص طور پر مسلمانوں نے بڑی تباہی اٹھائی اگر کہا جائے کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک اس قسم کے مظالم نہ کسی نے دیکھے تھے نہ سنے تھے۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جو تاتاری ظلم کی مثال بن سکے' تاریخ میں سب سے عظیم ظلم کی مثال بخت نصر کی ہے جو اس ہاتھوں بیت المقدس کے یہودیوں سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔ بیت المقدس میں اسرائیلوں کا جو قتل عام ہوا اس سے مسلمانوں کے اس قتل عام سے کوئی نسبت نہیں۔ یہ حادثہ تو ایک ایسی آگ تھی جس کے شرارے بھڑک رہے تھے ایک عمومی تباہی تھی۔ تاتاری ایک ایسا بادل تھے جن کو ہوا تیزی سے ادھر سے ادھر اڑائے لئے پھرتی تھی۔ یہ چین سے نکلے اور بہت جلد ان کے ہاتھوں ترکستان کے شہر کاشغر' شاغرق تباہ ہوئے جب یہ بخارا اور سمرقند پہنچے تو ان کو تباہ کر ڈالا جب خراسان پہنچے تو وہاں بھی تباہی اور ہلاکت لائے یہاں جی بھر کر قتل و غارت گری کرنے کے بعد رے اور ہمدان کا بھی یہی حشر کیا۔ عراق میں پہنچ کر وہاں سے آذربائیجان روانہ ہوئے تو تمام عراقی علاقوں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ غرض کہ ان تمام پر رونق اور آباد شہروں کو ایک سال ہی میں برباد کر ڈالا۔ ایسی مثال بہت کم ملتی ہے کہ ایک سال کے اندر اندر کسی قوم نے ایسی فتوحات حاصل کی ہوں۔ جب یہ آذربائیجان سے نکلے تو دربند شروان پہنچے اس کو برباد کیا پھر وہاں سے لان اور لکز گئے اور اس کو بھی جلا کر خاکستر کر ڈالا ہزاروں شہریوں کو قید کیا اور ہزاروں کو قتل' وہاں سے قفجان کی طرف بڑھے وہاں کی اکثر آبادی ترک تھی تاتاریوں نے سب کو تہ تیغ کیا جو بھاگ سکے وہ بچ کر بھاگ گئے لیکن جو شہر میں رکا رہا وہ قتل سے نہیں بچ سکا' اہل تاتاران کے ملک پر قابض ہو گئے۔ تاتاری لشکر کا ایک حصہ غزنی بجستان اور کرمان کی طرف بڑھ گیا اور ان شہروں پر بھی دل بھر کے

تھا۔ اس کے بعد ہلاکو خان اپنی تمام فوج کے ساتھ واپس چلا جائے گا۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ اس بات کو بخوشی منظور کر لیں اس کے علاوہ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کی اور کوئی تدبیر نہیں ہے یوں آپ کو اختیار ہے۔ مصلحت وقت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ہلاکو خاں کے پاس تشریف لے چلیں۔ ابن علقمی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مستعصم اپنے تمام عمائد و اعیان کے ہمراہ ہلاکہ خان کے پاس گیا۔ یہ سب لوگ ایک خیمے میں جا کر بیٹھ گئے' سب سے پہلے وزیر علقمی ہلاکہ خاں کے پاس پہنچا اور وہاں پہنچ کر سب سے پہلے علماء و فقہا کو شرائط صلح طے کرانے لئے طلب کیا جس وقت یہ سب لوگ وہاں پہنچے فوراً" ان کو قتل کر دیا گیا' اس طرح ایک ایک جماعت کو وزیر بلواتا جاتا اور ان کی گردنیں مار دی جاتی جب تمام علماء و فقہا' قضاۃ اور اعیان سلطنت کو قتل ہو چکا تو راستہ صاف ہو گیا۔اور تاتاریوں نے بغداد میں قتل عام شروع کر دیا۔ خون کا دریا بہنے لگا' چالیس روز تک تاتاریوں کی تلواریں میان سے باہر رہیں اور خون بہاتی رہیں۔ لاکھوں مسلمان قتل ہوئے جو لوگ کنوؤں یا تہہ خانوں میں چھپ رہے تھے وہ زندہ بچ گئے ورنہ کوئی ان کی تلوار سے محفوظ نہ رہا' مصیبت کا مارا مستعصم تو لاتیں اور ٹھوکریں کھا کھا کر مر گیا انا للہ وانا الیہ راجعون!

مستعصم کا انجام :۔

ذہبی کہتے ہیں کہ بدنصیب مستعصم کو دفن ہونا بھی نصیب نہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی بہت سی اولاد اور قرابت دار اس کے چچا تائے وغیرہ بھی قتل ہوئے اور اکثر اہل خاندان قید کر لئے گئے۔ تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو جس بدترین مصیبت سے دوچار ہونا پڑا اس سے قبل مسلمان ایسی مصیبت سے کبھی دوچار نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے تاتاریوں کے ہاتھوں تاریخ کی سب سے بڑی ذلت اٹھائی۔ ابن علقمی بھی اس واقعہ کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا اور موت نے اس کو بھی جلد ہی اپنی آغوش میں لے لیا۔ زوال بغداد پر بہت سے شعراء نے مرثئے لکھے ان مرثیوں میں سے سبط التعاویدی کا یہ شعر لوگوں کے زبان زد ہو گیا تھا۔

بادت و اہلوھا معا فبیوتھم
ببقاء مولانا الوزیر خراب

بغداد اور اہل بغداد مع گھر بار کے تباہ ہو گئے۔
ان کے گھروں کو ہمارے وزیر نے تباہ کر دیا

دوسرے شعراء نے بھی بغداد اور اہل بغداد کی تباہی پر مرثیے لکھے۔

بغداد کی تباہی کے بعد:۔

جب ہلاکو بغداد اور اہل بغداد کو خوب تباہ کر چکا تو اس نے عراق میں اپنا نائب سلطنت مقرر کیا۔ ابن علقمی نے اس بات پر بڑی منت سماجت کی کہ کسی علوی کو نائب السلطنت مقرر کر دیا جائے مگر ہلاکو نے انکار کر دیا۔ تاتاریوں نے اسے کتے کی طرح دھتکار دیا۔ ان کے ساتھ کچھ عرصہ تک معمولی غلاموں کی طرح رہا اور پھر مر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کم بخت پر رحم نہ فرمائے اور نہ اس نمک حرام کے گناہ معاف فرمائے۔

ہلاکو کا مراسلہ ناصر والی دمشق کے نام:۔

بغداد سے فارغ ہو کر ناصر والی دمشق کو لکھا۔ سلطان ناصر۔ عالی تبار
تم کو معلوم ہے کہ ہم عراق کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کی فوجوں نے ہمارا مقابلہ کیا مگر ہم نے ان سب کو خدائی تلوار کے گھاٹ اتار دیا پھر ہمارے پاس شہر کے رئیس مصالحت کے لئے آئے لیکن ان کے ذو افراد چونکہ قتل کر دیئے گئے تھے پھر وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے اور وہ بھی موت سے ہم کنار ہوئے۔ پھر اہل شہر ہمارے حضور میں آئے اور بظاہر ہماری بندگی کا اظہار کیا مگر جب ہم نے ان سے کچھ سوالات کئے تو انہوں نے جھوٹ بولا اس پر انہوں نے اپنے کئے کی سزا پائی اس لئے کہ ان کا جھوٹ ہم پر کھل گیا تھا۔
اے سلطان ناصر! بس اب تم بھی ہماری اطاعت قبول کرو۔ تم اس بات کا دل میں خیال بھی نہ لانا کہ تمہارے پاس تم کو بچانے والے قلعے اور شمشیر زن سپاہ موجود ہے۔ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ بغداد کے بچے کھچے لوگوں نے تمہارے ہاں پناہ لی ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ہم سے بچ کر کہاں جا سکیں گے، ہم آج بحر و بر کے مالک ہیں پس مناسب یہی ہے کہ یہ نامہ موصول ہوتے ہی تم شام کے تمام قلعے مسمار کرا دو، والسلام!
اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اور خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بخدمت ملک الناصر ——— طال عمرہ!
تم پر واضح ہے کہ ہم نے بغداد کو فتح کر لیا اور اس ملک کو تحس نہس کر دیا چونکہ وہاں کے لوگوں نے مال کے دینے میں بخل کیا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کا ملک ناقابل تسخیر ہے لیکن اب

ہر ... اس کی تباہی کا ذکر ہے اور اب اس بدر کامل کو گہن لگ چکا ہے۔

اذا اتم امر یدا انفصه
توقع زوالاً اذا قبل تم

ہر کمالے راز زوال
تمام ہونے پر زوال کی توقع رکھنا ہی چاہئے

اب ہم ہلاکت اور تباہی کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھنے والے ہیں للذا تم کو چاہئے کہ ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنھوں نے اپنے آپ کو بھلا دیا تھا بس خدا نے بھی ان کو بھلا دیا اب جو کچھ تمہارا ارادہ ہے فوراً ظاہر کرو خواہ وہ نرمی کا ہو سختی کا (صلح کا ارادہ ہو یا جنگ کا) تم کو چاہئے کہ تم شہنشاہ عالم کی دعوت قبول کرو تاکہ ہمارے شر سے محفوظ رہو اور ہمارے انعام و احسان سے مالا مال ہو جاؤ تم اپنے مال اور آدمیوں سے ہمارے ساتھ بخل سے پیش نہ آنا اور ہمارے ایلچیوں کو جلدی رخصت کرنا زیادہ نہ ٹھہرانا۔ والسلام۔

پھر کچھ دنوں کے بعد ایک تیسرا خط اس مضمون میں لکھا!

ملک الناصر!

تمہیں معلوم ہو کہ ہم اللہ کے لشکر ہیں۔ وہ ہمارے ہی ذریعہ سے گنہگاروں ظالموں اور متکبروں سے انتقام لیتا ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں اگر ہم کو کبھی غصہ آ جاتا ہے تو ہم کایا پلٹ دیتے ہیں' کچھ سے کچھ ان کا حال کر دیتے ہیں' جو لوگ ہم سے سیدھی طرح پیش آتے ہیں تو ہم اس سے تعارض نہیں کرتے ہم نے بہت شہروں برباد کر دیا اور بزرگان خدا کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہیں کھایا ہے! اے باقی ماندہ لوگو! تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے والا ہے۔ اے عاملو تم بھی (اسی تباہی کے) راستہ پر چلنے والے ہو۔ لیکن یاد رکھو ہمارا لشکر رحم کھانے والا نہیں ہے بلکہ برباد کرنے والا ہے' ہمارا مقصود اور نصب العین ملک گیر نہیں ہے بلکہ انتقام لینا ہے۔ ہمارے مہمان پر ظلم نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا عدل و انصاف ہمارے ملکوں میں مشہور ہے' ہماری تلوار سے کوئی نہیں بچ سکتا!

ترجمہ اشعار :۔ ہم سے بھاگ کو کوئی کہاں جائے گا کیونکہ بحر و بر پر ہماری ہی سلطنت ہے' ہماری ہیبت سے دنیا کانپ اٹھی ہے ہمارے قبضہ میں تمام امراء اور خلفاء آ گئے ہیں۔ اور اب ہم تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں اب تم بھاگو ہم تمہارا تعاقب کریں گے۔

ستعلم لیلی ای دین تداینت
وای غریم بالتقاضی غریمها

میری رات کو معلوم ہو جائے گا کون سے قرض کا معاملہ ہوتا ہے اور کونسا قرض خواہ اپنے قرض کا تقاضہ کرتا ہے۔

ہم نے شہروں کو کھنڈر کر دیا ہے بچوں کو یتیم بنا دیا ہے لوگوں کو قتل کر دیا ہے اور ان کو ہم نے اپنے عذاب کا مزہ چکھا دیا ہے ہم نے ان کے بڑوں کو ذلیل اور امیروں کو اپنا اسیر کر لیا ہے۔

کیا تم کو یہ خیال ہے تم ہم سے چھٹکارہ پاؤ گے یا ہم سے بچ کر نکل جاؤ گے' بہت تھوڑی مدت میں تم یہ سب کچھ جان لو گے اور جس بات کا تم کو خطرہ ہے وہ بہت جلد تم پر ظاہر ہو جائے گی۔

سیف الدین قطن والی مصر بن گیا:۔

۶۵۷ھ شروع ہوا اس وقت دنیا میں کوئی بھی خلیفہ المسلمین کے نام سے سلطان تخت نشین نہیں تھا (آخری خلیفہ مستعصم پر جو گزری تھی وہ گزر چکی تھی) اب اسی زمانہ میں والی مصر المنصور علی ابن معز تھا یہ ابھی کمسن تھا اور اس کی اتالقی کے فرائض امیر سیف الدین قطن المعزی کے سپرد تھے (امیر سیف الدین المنصور کے باپ کا غلام تھا) امیر کمال الدین عدیمی نے اہل تاتار سے مقابلہ کرنے کے لئے اس سے فوجی امداد مانگی۔ امیر سیف الدین نے تمام امراء اور عمائد سلطنت کو جمع کیا۔ شیخ عز الدین بن عبدالسلام (شیخ الاسلام) بھی اس مجلس میں موجود تھے ان سے اس امر میں فتویٰ طلب کیا گیا انہوں نے کہا کہ جب کوئی دشمن حملہ آور ہو تو تمام دنیا (اسلامی دنیا) پر اس کا مقابلہ واجب ہو جاتا ہے ایسے موقع پر رعایا سے جنگ کی تیاری کے لئے اگر بیت المال خالی ہو تو جو کچھ لے لیا جائے وہ جائز ہے ایسے موقع پر نفیس اشیاء اور بیش بہا چیزوں کو گھوڑے اور ہتھیاروں کے سوا' فروخت کر ڈالنا چاہئے اس میں تم (امیر) اور رعایا برابر ہیں (امیر غریب کی کوئی تخصیص نہیں ہے) بشرطیکہ فوج کے پاس آلات حرب اور اموال ضروری موجود نہ ہوں تو عام لوگوں سے ان کے اموال لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

چند روز کے بعد امیر سیف الدین قطن امراء اور علماء سے مشورہ کیا کہ بادشاہ وقت ابھی بچہ ہے اور موقع نہایت نازک ہے اس وقت تو یہ ضرورت تھی کہ کوئی شجاع اور الوالعزم شخص سربراہ حکومت ہوتا جو جہاد کرتا۔ (اس طرح امیر سیف الدین نے اپنی بادشاہت کے لئے میدان ہموار کیا) اور پھر خود ہی تخت نشین ہو گیا اور اپنا لقب ملک المظفر رکھا۔

تاتاریوں کا حلب پر حملہ:۔

۶۵۸ھ اب شروع ہو چکا اور اب تک تخت خلافت خالی تھا' تاتاریوں نے دریائے فرات عبور کر لیا تھا اور انہوں نے حلب پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ خوب دل کھول کر قتل و غارت کیا ادھر سے پلٹ کر دمشق پہنچے جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ماہ شعبان میں اہل تاتار کے مقابلے کے لئے مصری لشکر آگے بڑھا فوج کے ہمراہ خود ملک المظفر بھی چلا۔ فوج کی قیادت سپہ سالار رکن بیبرس کے سپرد تھی۔ تاتاری اس وقت نہر جالوت پر پہنچ گئے تھے۔

۱۵ رمضان ۶۵۸ھ بروز جمعہ مصری لشکر بھی یلغار کرتا ہوا مقابل پہنچ گیا۔ زبردست جنگ ہوئی اور تاتاریوں کو پہلی بار شکست اٹھانا پڑی' بہت سے تاتاری مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے۔

الملک المظفر کی بدعہدی اور بیبرس کی تخت نشینی:۔

المظفر مسرور و شاداں دمشق میں رہ گیا تھا جیسے ہی اس کو اس فتح کی خوشخبری پہنچائی گئی لوگ خوشی سے دیوانے ہو گئے ہر طرف سے مظفر کے لئے دعاؤں کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ اور رعیت اس سے بہت زیادہ محبت کرنے لگی۔ سپہ سالار رکن الدین بیبرس نے دور تک تاتاریوں کا مقابلہ کیا اور جب تک انہیں حلب سے نکال باہر نہیں کیا اس نے تعاقب جاری رکھا۔ سلطان مظفر نے رکن الدین بیبرس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تاتاریوں پر اس نے فتح حاصل کر لی تو اس کے عوض حلب کا پورا علاقہ اس کو دے دیا جائے گا لیکن اب فتح کے بعد ملک مظفر کی نیت بدل گئی۔ سپہ سالار بیبرس کو بھی اس کی خبر مل گئی اور اس طرح دونوں میں کبیدگی اور رنجش پیدا ہوئی ملک مظفر حلب کی طرف اس نیت سے روانہ ہوا تھا کہ تاتاریوں کے جو کچھ اثرات باقی رہ گئے ہیں ان کو بھی دور کر دیا جائے' راستہ میں اسے اطلاع ملی کو بیبرس مجھ سے کشیدہ خاطر ہے اور میرے خلاف قدم اٹھانے والا ہے اس لئے وہ آگے نہیں بڑھا اور مصر لوٹ آیا لیکن یہاں آ کر وہ بیبرس کے خلاف سازشیں کرنے لگا سپہ سالار بیبرس بھی مصر پہنچ گیا اور اب دونوں اپنے اپنے طرفداروں سے صلاح و مشورہ کرنے لگے' آخر کار بیبرس اپنی تدبیر میں کامیاب ہوا (تاتاریوں پر فتح و کامرانی نے اس کو لوگوں میں بے حد مقبول بنا دیا تھا) اور امراء کو اپنے ساتھ ملا کر ذیقعدہ ۶۵۸ھ کو ملک مظفر کو قتل کر ڈالا اور خود اپنا لقب الملک القاہر اختیار کر کے تخت سلطنت پر متمکن ہو گیا ملک المظفر نے اپنے دور حکومت میں رعیت پر جو کچھ مظالم کئے تھے اس نے ان کی تلافی کی۔ ملک القاہر نے زین الملت والدین ابن زبیر کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ ایک دن موقع پا کر وزیر ابن

زبیر نے الملک القاہر سے کہا کہ آپ اپنا لقب تبدیل کر دیں جس نے یہ لقب اختیار کیا اس کو کبھی فلاح حاصل نہیں ہوئی چنانچہ دیکھئے القاہر بن المعتضد نے جب یہ لقب اختیار کیا تو چند روز کے بعد ہی معزول ہوا اور اندھا کر دیا گیا (آنکھیں نکلوا دی گئیں) پھر والی موصل نے القاہر اپنا لقب رکھا اس کو زہر دے دیا گیا' سلطان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور مشورہ کو قبول کرتے ہوئے اپنا لقب قاہر سے ظاہر کر دیا۔

اب ۶۵۹ھ شروع ہو چکا تھا بغداد کا تخت خلافت اب بھی خالی تھا اس طرح ۳ سال چھ ماہ گزر چکے تھے کہ عباسی خلافت منقطع ہو چکی تھی' تین سال چھ ماہ بعد مصر پھر مستنصر کی خلافت (سلطنت) قائم ہوئی جس کی تفصیل ہم آئندہ اوراق میں پیش کریں گے۔

المستعصم کے زمانے میں ان علماء نے انتقال کیا:۔

المستعصم کے دور سلطنت میں ان علماء و مشاہیر نے وفات پائی۔

حافظ تقی الدین صریفنی' حافظ ابو القاسم بن الطیلسانی' شمس الائمہ الکروی (جلیل القدر حنفی امام)' تقی الدین بن صلاح' علم السخاوی' حافظ محب الدین بن النجار (مورخ بغداود)' منتخب الدین شارح المفصل' ابن یعیش النحوی' ابو الحجاج الاقصری (زاہد شیخ الطریقت) ابو علی الشروبنی (نحوی)' ابن بطار مصنف المفردات' علامہ امام جلال الدین بن حاجب امام مالکیہ' ابو الحسن بن الدباج (نحوی)' قفطی مصنف تاریخ النحاۃ' الفضل الدین النجونجی مصنف منطق' حافظ یوسف بن خلیل بہابنت الحمیری' جمال بن عمرون النحوی' الراضی اللغوی مصنف العباب وغیرہ' کمال عبدالوحد الزملکانی' مصنف المعانی والبیان و اعجاز القرآن' شمس خسروی شاہی' مجد بن تیمیہ' یوسف سبط بن الجوزی مصنف مراۃ الزمان' ابن باطیش شافعی' نجم بادرائی ابن ابی افصل المرسی مصنف التفسیر و دیگر علمائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ۔

اب ہم ان چند علماء و فضلاء کا ذکر کرتے ہیں جن کا انتقال اس زمانہ ہوا جب کہ عباسیہ خاندان کا تخت سلطنت جس کو تخت خلافت سے تعبیر کیا جاتا رہا۔ وہ حضرات یہ ہیں۔

الزکی عبدالعظیم المنذری' شیخ ابو الحسن شاذلی (شیخ الطائفہ شاذلیہ)' شعبہ المقری الفاسی شارح الشاطبیہ' سعد الدین بن عبدالعزیز شاعر' صرصری شاعر' ابن الابار مورخ اندلس' چند دوسرے حضرات رحمھم اللہ تعالیٰ۔

سلاطین عباسیہ مصر

(المعروف خلفائے عباسیہ مصر)

المستنصر باللہ احمد

نسب اور تخت نشینی:۔

المستنصر باللہ احمد ابو القاسم الظاہر بامر اللہ ابونصر محمد بن ناصر الدین اللہ احمد۔ شیخ قطب الدین احمد کہتے ہیں کہ جب تاتاریوں نے بغداد کو تاخت و تاراج کیا تو اس وقت احمد المستنصر باللہ قید میں تھا موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے رہائی پائی (قید خانے سے نکل بھاگا) اور مغربی عراق کی طرف نکل گیا۔ جب الملک الظاہر بادشاہ ہوا تو وہ ماہ رجب میں بنی مہارش کے دس افراد کو وفد کی صورت میں لے کر سلطان کے پاس آیا۔ سلطان کو جب اسے کے آنے کی خبر ملی تو وہ قضاۃ اور اعیان سلطنت کو ساتھ لے کر اس کے استقبال کو گیا اور اس کو خوش آمدید کہہ کر قاہرہ لے آیا۔ قاضی القضاۃ تاج الدین بنت الاغر نے اس نسب ثابت کیا (اب وجد کے حوالوں سے ثابت کیا کہ وہ عباسی ہے) چنانچہ ۱۳ رجب ۶۵۹ھ میں سب سے پہلے سلطان الملک الظاہر نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے بعد قاضی القضاۃ نے اور انکے بعد شیخ عزالدین بن سلام نے اس کی بیعت کی پھر تمام معززین اور ارکان سلطنت نے اپنے اپنے مراتب کے لحاظ و اعتبار سے اس کی بیعت کی، سکوں پر اس کا لقب المستنصر مسکوک و مضروب کرایا گیا لوگوں کو اس کی تخت نشینی سے بڑی مسرت ہوئی۔ 1

المستنصر نے نماز جمعہ کی امامت کی:۔

المستنصر نے جمعہ کے روز جلوس کے ساتھ جامع مسجد میں پہنچا اور منبر پر پہنچ کر اس نے فی البدیہہ خطبہ دیا اس خطبہ میں اولاً" اس نے بنی عباس کی شرافت و فضیلت بیان کی اور اس

کے بعد سلطان بیبرس اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر مانگی پھر نماز پڑھائی - نماز کے بعد حسب رسم قدیم المستنصر نے سلطان کو خلعت سلطانی عطا فرمایا۔ قاہرہ کے باہر ایک خیمہ نصب کیا گیا اور دو شنبہ ۴ شعبان ۶۵۹ھ کو سلطان المستنصر باللہ مع سلطان بیبرس کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ مملکت کے قاضی' امراء وزراء اور عمائد بھی حاضر تھے اس موقع پر المستنصر نے اپنے ہاتھ سے سلطان بیبرس (الملک الظاہر) کو خلعت اور طوق زر پہنایا' منبر بچھایا گیا اور اس پر فخرالدین نعمانی نے کھڑے ہو کر المستنصر کا فرمان پڑھا۔ سلطان یہ خلعت اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھا اور سوار تھا باقی تمام اراکین سلطنت پیدل تھے' اس روز قاہرہ کو خوب سجایا گیا تھا۔ یہ جلوس باب النصر سے شہر میں داخل ہوا۔

سلطان الملک الظاہر نے المستنصر کے لئے ایک ہمہ وقتی محافظ دستہ' چوبدار' باورچی' خزانچی' دربان' منشی مقرر کئے۔ خزانے سے اس کے لئے رقم مقرر کی اور تمام لونڈیاں اس کے سپرد کر دیں' ایک سو گھوڑے' تیس خچر اور دس قطار اونٹ اور اس طرح کی بہت چیزیں اسکے لئے منظور کر دیں۔ (گویا گزارہ الاؤنس مقرر کر دیا گیا وحاجبا" وکاتبا" عین له خزانه وجملة امالیک ومایة فرس وثلیثین بغالا" و عشرة قطارات جمال انی امثال ذلک)

المستنصر کا انجام:-

ذہبی کہتے ہیں کہ اس مستنصر اور مقتفی باللہ کے سوا عباسیہ سلاطین یا خلفاء میں اپنے بھتیجے کے بعد کسی کو خلافت نہیں پہنچی۔ امیر شمس الدین اقوش والی حلب نے اپنا لقب الحاکم بامراللہ رکھا اور دعویٰ کیا ہے کہ خلافت کا صحیح حقدار وہ ہے چنانچہ حلب میں اس نے اپنی خلافت قائم کر لی سکوں اور خطبوں میں اس کا نام جاری کر دیا گیا (اس کا کچھ بھی تدارک نہ ہو سکا۔)

حواشی

مسلمانوں کی خوش عقیدگی ملاحظہ ہو کر چونکہ اب تک کوئی شخص ان پر خلیفہ کے نام سے حکمران نہیں تھا۔ وہ بہت مایوسی کے عالم میں تھے ہرچند کہ مجاہد اعظم بیبرس ان پر حکمرانی کر رہا تھا جس کا وہ ہر طرح مستحق اور جس کے لئے ہر اعتبار سے موزوں تھا لیکن چونکہ عباسی خاندان

سے اس کی توثیق نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اب جب کہ عباسی خاندان کے ایک فرد نے لبادۂ خلافت زیب تن کر لیا اس لئے وہ خلیفہ بھی ہو گیا اور اس نے جب سلطانی کا خلعت سلطان بیرس کو پہنایا تو اس کی سلطانی پر جواز کا ٹھپا بھی لگ گیا۔ مدتوں تک برصغیر ہندو پاک میں خلافت عثمانیہ اور تخت پر بیٹھنے والے سلاطین کا ذکر بحیثیت خلیفہ کیا جاتا تھا اور سلطان عبد الحمید مرحوم کے لئے خلد اللہ ملکہ' و سلطنتہ کے الفاظ خطبہ میں پڑھے جاتے تھے ہم تو لفظ خلیفہ پر جاں نثاری ہمیشہ سے کرتے چلے آ رہے ہیں ہندوستان کی تحریک خلافت میں مسلمانوں نے جس مردانگی اور ایثار کا مظاہرہ کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں (مترجم)

الحاکم بامراللہ ابو العباس

نسب اور تخت نشینی:۔

الحاکم بامراللہ ابوالعباس احمد ابن ابی علی الحسن الفی ابن علی ابن ابی بکر بن المسترشد باللہ بن المستظہر باللہ!

بغداد کے حادثہ میں یہ جان بچاکر کہیں روپوش ہوگیا تھا جب کچھ امن و امان ہوا تو بغداد سے ایک جماعت کے ساتھ حسین بن فلاح امیر بنی خفاجہ کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کرکے عربوں کے ساتھ دمشق پہنچا یہاں پہنچ کر امیر عیسٰی بن مہنا کے پاس کچھ دن قیام کیا' یہاں سے الناصر والی دمشق نے بلا لیا ابھی یہ روانہ بھی نہیں ہوا تھا کہ تاتاریوں نے پھر حملہ کر دیا' جب ملک المظفر اس جنگ سے فارغ ہوکر آیا تو اس نے امیر قلیج بغدادی کے ذریعہ اس کو اپنے پاس بلایا یہاں سب لوگوں نے جن میں ملک مظفر بھی شامل تھا اس کے ہاتھ پر بعیت کرلی' امراء کی ایک جماعت بھی اس بعیت میں شریک ہوگئی۔ الحاکم نے ان والیان ملک کو ساتھ لیکر غانہ' حدیثہ' وہیت اور انبار کو فتح کیا اور اس کے بعد تاتاریوں سے مدبھیڑ ہوگئی۔ الحاکم اور اس کے ساتھی بڑی بہادری سے لڑے اور کامیاب ہوئے۔

ملک الظاہر کی بعیت:۔

اسی اثنا میں الحاکم کو علاؤ الدین طیبرس نائب دمشق کا خط ملا کہ آپ کو الملک الظاہر یاد کرتے ہیں۔ یہ ماہ صفر میں دمشق پہنچا دمشق سے اس کو نائب السلطنت طیبرس نے سلطان ملک الظاہر کے پاس بھیج دیا لیکن اس کے قاہرہ پہنچنے سے تین دن پہلے ہی لوگ مستنصر سے بعیت کر چکے تھے' حاکم کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس کو قید نہ کرلیا جائے' یہ خیال آتے ہی حلب کی جانب چل پڑا اس کے حلب پہنچتے ہی والی حلب اور امراء حلب نے اس سے بعیت کرلی۔ بعیت کرنے والوں میں عبدالحلیم بن تیمیہ بھی شامل تھے جب اس کے ساتھ کافی لوگ ہوگئے تو حاکم نے غانہ کا قصد کیا ادھر جب مستنصر غانہ پہنچا تو حاکم نے مستنصر کی اطاعت قبول کرلی لیکن جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں مستنصر تاتاریوں کی جنگ میں لاپتہ ہوگیا تھا اس وقت الحاکم عیسٰی بن مہنا

کے پاس رحبہ پہنچا یہاں پہنچا ہی تھا کہ اس کے ملک الظاہر بیبرس نے بلا لیا چنانچہ الحاکم اپنے فرزندوں اور رفیقوں کے ساتھ قاہرہ آگیا' ملک الظاہر نے اس کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور اس کو خلیفہ (سلطان) تسلیم کر لیا' الحاکم کو یہ حکومت اور سلطانی ایسی راس آئی کہ پھر وہ مسلسل چالیس سال تک تخت حکومت پر متمکن رہا' ملک الظاہر نے اس کو قلعہ کے ایک عظیم الشان برج میں ٹھہرایا۔ الحاکم نے چند مرتبہ دوران قیام خطبہ پڑھا۔

الحاکم کا خطبہ اور ملک الظاہر کی تعریف:۔

شیخ قطب الدین بیان کرتے ہیں کہ ثبوت نسب یعنی عباسی خاندان کا فرد ثابت ہو جانے کے بعد' بروز پنجشنبہ ۸ محرم ۶۶۱ھ کو سلطان ملک الظاہر نے دربار عام منعقد کیا اور حاکم بامراللہ شاہانہ شکوہ کے ساتھ سوار ہو کر قلعہ الجبل کے ایوان کبیر میں پہنچا اور سلطان کے ساتھ بیٹھا۔ سلطان بیبرس (ملک الظاہر) نے زمین بوسی کے بعد الحاکم کے ہاتھ پر بیعت کی' الحاکم نے سلطان بیبرس کو خلعت سلطانی عطا کیا اس کے بعد سے امراء و خواص نے حسب مراتب بیعت کی چونکہ دوسرے روز جمعہ تھا اس لئے معمول اور دستور کے مطابق الحاکم نے جمعہ کا خطبہ پڑھا۔ حمد و صلوۃ کے بعد جہاد اور امامت کی تشریح کی اور خلافت کی جو ہتک اور تذلیل ہوئی تھی اس پر تاسف کا اظہار کیا اور لوگوں کو یاد دلایا کہ سلطان الملک الظاہر نے اپنی جوانمردی سے امامت کی مدد کے لئے خروج کیا اور قلیل فوجوں کے باوجو تاتاریوں کو مار بھگایا اور ہاتھ سے گئے ہوئے ملک پھر واپس لے گئے اس نے خطبہ میں ثنا اس انداز میں بیان کی تھی کہ

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے آل عباس کے لئے رکن اور مددگار پیدا کیا"۔

اس خطبہ کے بعد سلطان الملک الظاہر نے تمام ممالک محروسہ میں احکام رسال کر دیئے کہ الحاکم بامراللہ ابوالعباس خلیفہ وقت ہے۔

تاتاریوں کا قبول اسلام:۔

۶۶۱ھ اور سال ہائے مابعد میں بہت سے تاتاری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے بہت سے ممالک اسلامیہ میں سکونت پذیر ہو گئے' سلاطین اسلام نے ان کے وظیفے ار روزینے مقرر کر دیئے اور اس

طرح ان کی طاقت رفتہ رفتہ ٹوٹنے لگی۔

۶۶۲ھ میں قصر بن میں جو مدرسہ تیار ہورہا تھا اس کی تعمیر مکمل ہوگئی' فقہ شافعی کی تدریس کے لئے فقیہہ تقی بن زرین اور تدریس حدیث کے لئے محدث شرف دمیاطی مقرر ہوئے' اسی سال مصر میں سخت زلزلہ آیا۔

۶۶۳ھ میں سلطان المسلمین ابوعبداللہ بن الاحمر بادشاہ اندلس (اسپین) کو فرنگیوں (فرانسیسیوں پر فتح حاصل ہوئی اور وہ تیس شہر جو ان کے قبضے من چلے گئے تھے واپس لے لئے منجملہ دیگر شہروں کے ان میں اشبیلیہ اور مرسیہ بھی تھے اسی سال قاہرہ کے مختلف مقامات پر آگ لگ گئی یہ آگ لاوے کی شکل میں تھی اور سطح ارض پر گندھک پائی جاتی تھی چنانچہ سلطان بیبرس نے بحر اشمون (دریائے اشمون یا اسوان) کو کھدوایا اور سلطان دوسروں کے ساتھ بہ نفس نفیس اس کام میں شریک ہوا لہٰذا تمام امراء و عمائد نے بھی اس کام میں عملی شرکت کی۔ اس سال تاتاریوں کا سردار ھلاکو بھی مرگیا اور اس کا جانشین اس کا بیٹا ابقا (ایکائی) تاتاریوں کا سردار مقرر ہوا۔ اسی سال سلطان ملک الظاہر نے اپنے بیٹے ملک السعید کو جو صرف چار سال کا تھا اپنا ولیعہد نامزد کیا اور شاہانہ جلوس کے ساتھ اس کی سواری قلعہ الجبل سے نکلی' اس کے جلوس کی یہ شان تھی کہ سلطان مل کا لظاہر اس کا غاشیہ باب السر سے باب السلسلہ تک اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھاء رہا پھر وہاں سے قلعہ قاہرہ کی طرف یہ جلوس واپس ہوا۔ ملک السعید سوار تھا اور تمام امراء جلوس کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔

اسی سال دیار مصر میں ہر مذہب (فقہی) کے لئے چار قاضی از سرنو مقرر کئے گئے اس کا سبب یہ تھا کہ قاضی تاج الدین ابن بنت الاغر اکثر مقدمات (جن کا تعلق مختلف مذاہب فقہی سے ہوتا) کا فیصلہ کرنے سے گریز کرتے تھے اور اکثر مقدمات کو بغیر فیصلہ کئے ڈال رکھا تھا۔ ازروئے فقہ شافعی تیموں کے اموال بیت المال میں داخل نہیں ہوسکتے تھے۔ اسی طرح بیت المال کے اور بہت سے مسئلے تھے جن کو وہ اپنے فقہی مسلک کی بنا پر سلطان بیبرس کے حسب منشا حل نہیں کرسکتے تھے۔ مصر کی اس روش پر دمشق میں بھی عمل کیا گیا۔ اسی سال ماہ رمضان المبارک میں سلطان نے خلیفہ کو پردے میں رکھا۔[۲] لوگوں کو خلیفہ کے پاس آنے سے روک دیا۔ کیونکہ لوگوں نے یہ وطیرہ بنالیا تھا کہ وہ شہر میں جاکر حکومت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے تھے۔

جامع حسنیہ کی تعمیر:۔

۶۶۵ھ میں سلطان نے حسنیہ میں جامع مسجد کی تعمیر کا حکم دیا' ۶۶۷ھ میں جب اس کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اس میں حنفی خطیب مقرر کیا گیا۔

۶۷۴ھ میں سلطان الملک الظاہر نے نوبہ اور دنقلہ پر فوج کشی کی اور دونوں مقامات پر قبضہ کر لیا' نوبہ کے والی کو گرفتار کرکے اس کے حضور میں پیش کیا گیا اور اہل دنقلہ پر جزیہ لگا دیا گیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ۳۳ھ میں میں نوبہ پر حضرت عبداللہ ابن سرح نے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا تھا' لیکن آپ کے ہاتھ سے یہ فتح نہ ہوسکا تھا بلکہ آپ ان سے صلح کرکے واپس آگئے تھے پھر ہشام کے زمانے میں فوج کشی کی گئی تھی جب بھی وہ فتح نہ ہوسکا تھا اس کے بعد منصور نے بھی حملہ کیا تھا مگر بے سود رہا۔ اس کے بعد تکن زنگی' کا فورا خشیدی' ناصر الدولہ بن حمدان اپنے اپنے دور سلطنت و سرداری میں حملہ آور ہوئے مگر ناکام رہے اس کے بعد توران شاہ (برادر سلطان صلاح الدین) نے ۵۶۸ھ میں اس پر حملہ کیا اور سلطان صلاح الدین بھی ناکام رہا اب اس سال یہ فتح ہوا (یہ بہت عظیم الشان فتح بھی جو کسی کو میسر نہیں آئی تھی)۔ ابن عبدالظاہر نے اس فتح و کامرانی پر ایک قصیدہ بھی لکھا تھا۔

بیبرس کا انتقال :۔

محرم ۶۷۶ھ میں سلطان ملک الظاہر (بیبرس) کا انتقال ہوگیا اور اس کا جانشین اس کا فرزند ملک السعید ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۱۸ سال تھی اس سال محدث تقی بن زرین مصر اور قاہرہ کے قاضی مقرر ہوئے اور آپ سے پہلے دونوں جگہ علیحدہ علیحدہ قاضی ہوتا تھا اس کے بعد قاہرہ کی قضا' قضائے مصر نے ضم رہی کبھی الگ قائم نہیں ہوئی۔

۶۷۸ھ میں ملک السعید کو امراء نے سلطنت سے معزول کر دیا اور وہ کرک چلا گیا۔ جہاں اسی سال اس کا انتقال ہوگیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی بدر الدین شلامش جو ابھی صرف سات سال کا تھا بادشاہ بنا دیا گیا اور اس کا لقب الملک العادل رکھا گیا اور امیر سیف الدین قلاودن کو اس کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ سکوں پر ایک طرف ملک العادل اور دوسری طرف امیر سیف الدین کا نام کنندہ (مسکوک) ہوتا تھا۔ ان دونوں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا لیکن اسی سال ماہ رجب میں ملک العادل بغیر کسی نزاع کے تخت سے دستبردار ہوگیا اور امیر سیف الدین اس کی جگہ خود تخت پر بیٹھا اور الملک المنصور اپنا لقب رکھا۔

۶۷۹ھ اس سال مصر میں سخت ژالہ باری ہوئی بڑے بڑے اولے گرے اور خوب بجلی

چمکی۔ (وقع بدبار مصر برد کبار و صواعق) یہ عرفہ کا دن تھا۔

۶۸۰ھ میں تاتاری ایک بار پھر (سنبھل کر) شام پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے وہاں افراتفری برپا کر دی۔ سلطان ان سے مقابلے کے لئے روانہ ہوا' گھمسان کا رن پڑا اور خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں طرابلس مسلمان فتح کر چکے تھے مگر ۵۰۳ھ میں انگریزوں نے اس پر اپنا قبضہ کر لیا تھا اور اس وقت سے اب تک یہ ان ہی کے قبضہ میں تھا لیکن ۶۸۸ھ میں بزور شمشیر انگریزون سے اسے چھین لیا۔ تاج ابن اثیر نے والی یمن کو اس فتح کی خوشخبری میں ایک خط ارسال کیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ

گزشتہ خلفاء اور سلاطین عیش و عشرت کے باعث جہاد کو فراموش کر چکے تھے اسی وجہ سے خطبوں اور سکوں سے ان کا نام خارج ہوگیا' افسوس کہ ان کو اپنی عزت و اقتدار کے زوال کا احساس تک نہیں ہوا"۔

ترجمہ اشعار:۔

خدا کا شکر ہے کہ طرالس کی فتح سے مسلمانوں کو عزت و سربلندی نصیب ہوئی اور شیطان فطرت کافر ذلیل و رسوال ہوئے"۔

سلطان قلاوون کا انتقال:۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ طرابلس کے معنی رومی زبان میں تین یکجا قلعوں کے ہیں۔ ذویقعدہ ۶۸۹ھ میں سلطان قلاؤن کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کا بیٹا الملک الاشرف صلاح الدین خلیل تخت نشین ہوا' الحاکم بامراللہ جو اب تک پردہ گمنامی میں تھا یہاں تک کہ سلطان نے اپنے بیٹے کی ولیعہدی کے وقت بھی الحاکم بامراللہ کو نہیں بلایا تھا' اب پردہ گمنامی سے نکلا اور اس نے جمعہ کے روز خطبہ میں ملک الاشرف کا سلطان ہونا تسلیم کیا خطبہ کے بعد قاضی لقضاۃ بدر الدین ابن صماعہ نے نماز پڑھائی اور الحاکم بامراللہ نے پھر دسری بار خطبہ دیا۔ جہاد کی فضیلت بیان کی اور بغداد کا ذکر چھیڑ کر اس کو دوبارہ قبضے میں لانے کا شوق دلوں میں پیدا کیا۔

۶۹۱ھ میں سلطان ملک الاشرف نے لشکر کشی کرکے قلعہ الروم کا محاصرہ کر لیا۔

۶۹۳ھ میں سلطان ملک الاشرف کو قتل کر دیا گیا اور اس کا بھائی محمد بن منصور تخت نشین کیا گیا اور الملک الناصر کا لقب دیا گیا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر صرف نو سال تھی لیکن دوسرے سال ہی محرم ۶۹۴ھ میں اس کو تخت سے اتار دیا گیا اور کت بغا المنصوری تخت نشین ہوا اور ملک العادل لقب رکھا گیا۔

قازان شاہ تاتار کا قبول اسلام :۔

اسی سال قازان بن ارغون بن الغابن ہلاکو بادشاہ تاتار نے اسلام قبول کر لیا۔ لوگ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اس کے مسلمان ہونے سے اس کی بہت سے لشکری بھی مسلمان ہو گئے۔

۶۹۲ھ میں چونکہ سلطان الملک العادل دمشق گیا ہوا تھا اس کی غیبت میں سردار لاجین نے زبردستی تخت پر قبضہ کر لیا اور تمام امراء سے بجبر حلف اطاعت اٹھوایا اور کسی کو بھی مخالفت کی جرات نہ ہو سکی۔ لاجین نے اپنا لقب ملک المنصور رکھا۔ یہ اہم واقعہ ماہ صفر ۶۹۶ھ میں پیش آیا' خلیفہ الحاکم نے اس کو حسب معمول (نیابت کا) سیاہ خلعت عطا فرمایا اس طرح گویا اس کی بادشاہت تسلیم کر لی۔ ملک العادل اپنے نائب کے پاس صرخد چلا گیا ادھر جمادی الاکر ۶۹۸ھ میں لاجین کو قتل کر دیا گیا اور ملک ناصر محمد بن منصور بادشاہ قلاوؤن جو کرک میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہا تھا واپس آگیا اور تخت سلطنت پر قابض ہو گیا خلیفہ نے اس کو بھی خلعت عطا کر دیا اور اسکی بادشاہت بھی تسلیم کر لی۔ ادھر سلطان ملک العادل کو صرخد سے واپس ہونا میسر نہ ہو سکا اور اس کا اپنے نائب ہی کے پاس ۷۰۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

خلیفہ الحاکم کا انتقال :۔

خلیفہ الحاکم بامراللہ ابوالعباس نے ۱۸ جمادی الاول ۷۰۱ھ شب جمعہ انتقال کیا اور دوسرے دن جمعہ کے روز بوقت عصر قلعہ کے نیچے محلہ سوق الخیل میں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی اس کے جنازے میں تمام امراؤ اراکین سلطنت نے شرکت کی اور یہ تمام افراد پیدل جلوس جنازہ میں شریک تھے' سیدہ نفیسہ خاتون کے مزار کے پاس اس کو دفن کر دیا گیا' اسی مقام پر الحاکم ہی سب سے پہلے دفن ہونے والا مرد ہے اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا اور اس خاندان کے دیگر افراد بھی دفن ہونے لگے۔

خلیفہ الحاکم نے اپنی زندگی ہی میں اپنے فرزند ابو ربیع سلیمان کو ولیعہد خلافت نامزد کر دیا تھا۔

الحاکم کے عہد میں انتقال کرنے والے مشاہیر:۔

الحاکم بامراللہ کے عہد میں مندرجہ ذیل علماء و مشاہیر کا انتقال ہوا۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام، علم الورقی، مشہور زاہد ابوالقاسم قباری، زید خالد النابلسی، حافظ ابوبکر بن سدی، امام ابو اشامہ، تاج بن بنت الاعز، ابوالحسن بن عدلان، مجدد الدین بن دقیق العبد، ابوالحسن بن عصفور نحوی، کمال بن سلار اربلی، عبدالرحیم بلیونس مصنف التجیز، القرطبی مصنف تفسیر و التذکرہ، شیخ جمال الدین بن مال، فرزند شیخ جمال الدین مسمی بدر الدین، شیخ نصیر الدین طوسی (صاحب ناصری) سرخیل فلاسفہ، التاج بن السباعی خازن المستنصریہ، برہان بن جماعہ، نجم کاتبی منطقی، الشیخ محی الدین نوری، صدر سلیمان امام الحنفیہ، تاج بن میسر المورک، کواشی (صاحب تفسیر)، ابن رزین، مشہور مورخ ابن خلکان، مصنف وفیات الاعیان، ابن ایاز نحوی، عبدالحلیم بن تیمیہ، ابن جعوان، ناصر الدین ابن المنیر، نجم بن البارزی، برہان النسفی، (مصنف عقائد نسفی) فن خلاف و کلام میں جن کی بہت سی تصانیف ہیں، الرصی الشاطبی لغوی، جمال شرشی، نفیسی شیخ الاطباء (مصنف شرح نفیسی)۔ ابوالحسین بن الربیع نحوی، (اصبہانی کتاب المحصول کے شارح۔ عفیف التلمسانی شاعر ملحد، تاج ابن الفرکاح، زین بن مرحل، شمس الجوئی، الغرالفاروقی، محب طبری، تقی ابن بنت الاعز رضی قسطنطینی، بہا بن النحاس نہوی، یا قوت المستعصی، مصنف الخط المنسوب اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

المستکفی باللہ ابوالربیع

نسب اور تخت نشینی:۔

المستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن الحاکم بامراللہ ۱۵ محرم ۶۸۴ء میں پیدا ہوا اپنے باپ کے عہد خلافت میں جمادی الاول ۷۰۱ء میں ولیعہد نامزد ہوا۔ مصروشام کے بلاد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس کی ولیعہدی کی خوشخبری تمام ممالک محروسہ میں بھیج دی گئی۔ مستکفی کی تخت نشینی تک خاندان کے افراد کبش میں رہا کرتے تھے سلطان نے ان سب کو قلعہ میں بلا لیا اور قلعہ میں ایک محل ان کی رہائش کے لیے مخصوص کر دیا۔

تاتاریوں کی شام پر یلغار:۔

۷۰۲ء میں تاتاریوں نے ایک بار پھر شام پر یلغار' سلطان اور خلیفہ مستکفی دونوں مقابلے کے لیے نکلے اور مسلمان فتح مند ہوئے۔ بیشمار تاتاری اس جنگ میں مارے گئے۔ جو زندہ بچ گئے وہ فرار ہوگئے۔ اسی سال مصروشام میں زبردست زلزلہ آیا بہت سے مکانات گر گئے اور ملبے کے نیچے دب کر بہت سے لوگ مر گئے۔

۷۰۴ء میں امیر بیبرس نے الجاشنکیر کو حکم دیا کہ جامع الحاکم میں سلسلہ درس وتدریس جاری کیا جائے اور طلباء کو وظائف دیئے جائیں اس غرض سے جامع مسجد کے اس حصہ کو جو زلزلہ س مسمار ہوگیا تھا دوبارہ تعمیر کیا گیا اور مدرسہ میں چاروں مزاہب کے قاضی مقرر کئے گئے اور فقہ کی تعلیم کے لیے دو استاد مقرر کئے گئے سعد الدین جارثی کو اس مدرسہ میں شیخ الحدیث مقرر کیا گیا' ابو حبان کو شیخ لنحو کے منصب پر مامور کیا گیا۔ اس کے علاوہ طلبا کے لیے بیشمار وظائف جاری کئے گئے۔

۷۰۸ء میں سلطان ملک ناصر محمد بن قلاوون ماہ رمضان میں مصر سے حج کے لیے روانہ ہوئے' امراء مصر کی ایک عظیم جماعت نے دور تک سلطان کی مسابعت کی اور جب سلطان کرک پہنچا تو اس کی امد کے موقع پر ایک پل تعمیر کیا گیا جب سلطان پل کے وسط میں پہنچا تو نو تعمیر سدہ پل ٹوٹ گیا جو لوگ پہلے پل سے گزر چکے تھے وہ تو صحیح وسلامت رہے سلطان نے بھی گھوڑے کو ایڑ لگ اکر خود کو بچالیا اور جو آدمی سلطان کے پیچھے تھے وہ سب کے گر گئے' چار اشخاص تو اسی

وقت مر گئے بہت سے لوگوں کے چوٹیں آئیں' اب سلطان کرک ہی میں ٹھہر گیا اور دیار مصر میں اس نے خود تکت سے دستبرداری کی اطلاع بھیج دی۔ دستبرداری کے س مراسلہ کے موصول ہونے پر مصروشام کے قاضیوں نے اراکین سلطنت کی موجودگی میں ۱۳شوال ۷۰۸ء بیبرس رکنالدین الجا شنکیر کو بادشاہ تسلیم کر لیا اور اس کو الملک المظر کا لقب دیا گیا۔ خلیفہ المستکفی باللہ الوربیع نے بھی اس کو سلطان تسلیم کرلیا اوراس کو بھی حسب دستور سیاہ خلعت اور گول عمامہ اور اس کے ساتھ اطلس کی تھیلی میں شاہیفرمان بند کرکے شام روانہ کیا۔ جب یہ فرمان وہاں پہنچا اوراس کے ساتھ اسکی ابتداء ان قرآنی الفاظ کے ساتھ کی گئی تھی۔ انه من سليمان وانه بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملک ناصر نے دوبارہ تخت حاصل کرلیا:۔

۷۰۹ء ماہ رجب میں ملک ناصر نے دوبارہ اپنا تخت واپس لینا چاہاس کے قدیم امرا اور اراکین سلطنت نے اس کی حمایت کی چنانچہ اس مقصد کے تحت ملک ناصر ماہ شعبان میں دمشق پہنچا اور عید الفطر کے دن دمشق سے شاہی قلعہ میں پہنچا' بیبرس الجاشنکیر ملک ناصر کی خبر سن کر یہاں سے فرار ہو چکا تھا لیکن آخرکار گرفتار کر لیا گیا اور ملک ناصر نے س کو قتل کرادیا۔ دوبارہ تخت نشینی پر علاء الوداعی نے تہنیت میں قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع یہ تھا۔ الملك

الناصر قداقبلت دولته مشرفته الشمس

اسی سال وزیر سلطنت نے حکم دیا کہ جسقدر رزمی حکومت میں ہیں وہ اپنے سروں پر سفید عمامہ باندھیں (تاکہ پہچان لیے جائیں) حالانکہ وہ جزیہ میں ساتھ لاکھ دینار کی رقم ادا کر چکے تھے لیکن شیخ تقی الدین ابن تمیمہ نے اس کی سخت مخالفت کی اور وزیر کو یہ حکم واپس لینا پڑا۔

رفض کی ترقی اور پھر اس کا زوال:۔

اسی سال تاتاریوں کے بادشاہ نوبند نے اپنے قلمرو میں رفض کی اشاعت شروع کر دی اور حکم دیا کہ خطبوں میں سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کے کسی اور کا ذکر نہ کیا جائے چنانچہ اس کے مرنے تک یعنی ۷۱۶ء اس کی قلمرو میں خطبے اسی طرح پڑھے جاتے رہے' اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ابو سعید تخت نشین ہوا اس نے ہر طرف عدل وانصاف کو پھیلایا ور

سنت کا احیاء کیا' اور خطبوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ناموں کے بعد علی الترتیب حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام رکھے اور خلفائے اربعہ کے ناموں کے ساتھ پھر خطبے پڑھے جانے لگے اور اس طرح فوبند کے عہد کے بہت سے فتنے خود بخود ختم ہوگئے۔ تاتاری بادشاہوں میں ابوسعید (خدابندہ) کا عہد سب سے زیادہ مبارک اور شاندار عہد تھا یہ تاتاری بادشاہوں میں سب سے اچھا بادشاہ تھا اپنی وفات یعنی ۷۳۶ء تک یہ سنت کا پابند رہا اور بیعت کے طریقے تمام قلمرو میں جاری رہے' اپنے مرنے کے ساتھ مملکت کا اقبال بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے مرنے کے بعد مملکت تاتار میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئیں اور رخنے پڑ گئے۔

۷۱۷ء میں دریائے نیل میں ایسی طغیانی آئی کہ ایسی کبھی سننے میں بھی آئی تھی قریب کی بہت سی بستیاں برباد ہوگئیں اور بہت سے لوگ ڈوب کر مرگئے' دریائے نیل ے ایسی ہی طغنیانی ۷۶۴۰ء میں بھی ائی اس کا پانی کئی ماہ تک چڑھا رہااور بہت زبردست نقصان ہوا۔

۷۲۸ء میں مسجد الحرام کی چھتیں دوبارہ (از سر نو) تعمیر کی گئیں اسی طرح اس کے بعض دروازے بھی خاص طور پر باب بنی شیبہ کی دیوار کی از سرنو تعمیر ہوئی۔

۷۳۰ء میں بمقام قصرین مدرسہ صالحہ کے ایوان شافعیہ میں پہلی بار جمعہ کی نماز پڑھی گئی اور آئندہ یہاں پڑھنے کا حکم جاری کر دیا گیا (یعنی آئندہ بھی یہاں جمعہ پڑا جائے)۔

اسی سال باب زویلہ کے سامنے اس مسجد کر تعمیر بھی مکمل ہوئی جس کی بنیاد سلطان قوصون نے رکھی تھی جب مسجد مکمل ہوگئی تو سلطان اراکین وعمائد سلطنت کے ساتھ یہاں تشریف لائے اس موقع پر قاضی القضاۃ جلال الدین قزوینی نے خطبہ پڑھا اور آئندہ کے لیے اس مسجد کی امامت و خاطابکے فرائض فخرالدین کے سپرد کر دیئے گئے۔

۷۳۳ء میں سلطان نے حکم دیا کہ بندوق نہ چلائی جائے' یہودی پادریوں اور نجومیوں سے لوگ میل جول نہ رکھیں' اسی سال سلطان نے کعبہ مکرمہ کے لیے آبنوس کا دروازہ بنوایا جس ک پٹوں پر ۳۵۳۰۰ تولے چاندی کے پترچڑھائے گئے۔ یہ دروازہ خانہ کعبہ میں لگوا دیا گیا تھا۔ قدیم دروازے کے پٹ (کواڑ) بنو شیبہ اکھاڑ کر لے گئے اس پر بادشاہ یمن کا نام بھی کندہ تھا۔

خلیفہ کاانتقال:۔

۷۳۶ء میں خلیفہ اور سلطان کے مابین رنجش ہوگئی چنانچہ سلطان نے خلیفہ کاو ایک قلعہ

میں بند کر دیا ور حکم دیا کہ کوئی ادمی خلیفہ کے پاس نہ آنے پائے پھر کچھ عرصہ بعد خلیفہ کو قوص بھیج دیا ۔اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جو ان کی ضروریات ک لیے کافی تھا (خلیفہ کے متعلقین کی تعداد تقریباً" ایک سو افراد تھی) خلیفہ مستکفی باللہ ابو ربیع کئی سال تک نظر بند رہنے کے بعد ماہ شعبان ۷۴۰ء میں راہی ملک عدم ہوا' مستکفی کو وہیں قلعہ میں دن کر دیا گیا۔ خلیفہ مستکفی ابو ربیع نے ۵۶ سال کی عمر پائی۔

مستکفی باللہ کی سیرت اور کردار:۔

ابن حجر عسقلانی کتاب درر میں رقمطراز ہیں کہ المستکفی باللہ عالم فاضل' سخی بہترین خطاط اور بہادر تھا' چوگان بازی اور بندوق کا نشانہ لگانے میں ماہر تھا عالموں اور ادیبوں کو ہمیشہ اپنی صحبت میں رکھتا اور انھیں انعام واکرام سے نوازتا اس کا نام خطبوں میں ہمیشہ لیا جاتا رہا۔ خواہ وہ اس کی آزادی کا زمانہ ہوتا یا قید کا یا قوص میں نظر بندی کا۔

ابتدا" سلطان اور مستکفی کے مابین تعلقات بڑے خوشگوار تھے اور آپس میں محبت کا رابطہ تھا وہ سلطان کے ساتھ ہمیشہ پر فص مقامات کی سیرو تفریح کرتا اور سلطان کے ساتھ چوگان بھی کھیلتا' دونوں بھائیوں کر طرح رہتے تھے لیکن پھر یہ محبت اور خلوص عداوت سے بدل گیا جس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے سلطان نے سامنے ایک خط پیش کیا جس میں خلیفہ نے کسی شخص کو لکھا تھا کہ قاضے کی عدالت میں سلطان کو بھی طلب کیا جائے۔ سلطان یہ خط پڑھ کر بہت طیش میں آیا اور آخرکار خلیفہ کو قوص میں نظر بند کر دیا لیکن اسکے لیے وہ تمام اسباب راحت فراہم کر دیئے گئے تھے جو مصر کے قیام میں اسے حاصل تھے۔۔۱۰

عہد مستکفی میں انتقال کرنے والے مشاہیر:۔

مستکفی باللہ کے عہد میں ان مشاہیر اور علمائے عظام و مصنفین نے انتقال کیا قاضی القضاۃ تقی الدین بن دقیق العید' شیخ زین الدین فاروقی شیخ شافعیہ' شیخ الحدیث (آپ امام نوویؒ کے بعد شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے تھے)۔ صدرالدین وکیل جو شیخ دارالحدیث کے نائب تھے۔ شرف فزاری' صدر بن وزیر بن حاسب حافظ شرف الدین و میاطی' ضیا طوسی شارح الھادی' شمس سروجی' حنفی شارح ہدایہ' امام شافعیہ علامہ نجم الدین بن الرفعۃ' حافظ سد الدین حارثیؒ' فخر ثوری

محدث مکہ معظمہ، مذہب حنفیہ کے زبردست عالم رشید بن معلم علامہ اربوی، صدر بن وکیل شیخ شافعیہ، کمال بن شربسی، تاج تبریزی، فخر بن بنت ابوسعد، شمس بن ابی العز شیخ الحنفیہ، رضی الطبری" امام مکہ، صفی ابوالثنار، محمود ارموی، شیخ نور الدین اکبری، علاء بن عطار شاگرد امام نودی" شمس اصبہانی صاحب تفسیر و شرح مختصر ابن صاحب و شرح التجرید وغیرہ۔ تقی صائغ المقری خاتم مشائخ القرا، شہاب محمود فن انشاء کے امام۔ جمال بن مطہر شیخ الشیعہ، کمال بن قاضی شبہ" نجم القولی مصنف الجواہر والبحر، کمال بن الزملکانی" شیخ تقی الدین بن تیمیہ، ابن جبارہ شیخ الشاطبیہ، نجم البالسی شارح التیمہ برہان انفراری شیخ شافعیہ، علا القونوی شارح الحاوی، فخر ترکمانی، حنفی شارح جامع الکبیر، الملک المؤید مصنف حماۃ، جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں منجملہ ان کا دیوان حاوی اہل ذکر ہے۔ شیخ یاقوت العرشی شاگرد شیخ ابن عباس المرسی، برہان جعبری" بدر بن جماعۃ، تاج بن فاکہانی، فتح بن سید الناس، قطب الحلبی، زین الکنانی، قاضی محی الدین بن فضل اللہ، رکن بن قولیع، زین بن مرحل، شرف بن البارزی، جلال قزوینی وغیرہ۔

الواثق باللہ ابراہیم

نسب اور بیعت :۔

لواثق باللہ ابراہیم بن ولیعہد المستمسک باللہ ابی عبداللہ محمد بن الحاکم بامراللہ ابی العباس احمد' واثق الحاکم کا پوتا تھا' اس نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے محمد کو اپنا ولیعہد نامزد کیا تھا اور المستمسک باللہ اس کا لقب رکھا تھا لیکن وہ الحاکم کی زندگی میں ہی مرگیا۔ لہٰذا الحاکم نے اپنے پوتے ابراہیم کو ولیعہد نامزد کیا۔ اس لئے کہ وہ ہروقت لہو ولعب میں منہمک رہتا تھا' ہمیشہ اوباشوں کے ساتھ اس کی نشست و برخاست رہتی۔ لہٰذا الحاکم نے اس کو ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے بیٹے مستکفی کو ولیعہد نامزد کر دیا (جو ابراہیم کا چچا تھا) جیساکہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں مستکفی اور سلطان بیبرس کے مابین کسی سبب سے اختلاف پیدا ہوگا۔ ہالانکہ اس اختلاف سے قبل دونوں بھائیوں کی طرح رہتے تھے' کسی چغلخور کی یہ حرکت تھی اس نے ادھر ادھر کی ابتوں سے سلطان کے کان ھردیئے اور اس کا جو کچھ خمیازہ المستکفی کو بھگتنا پڑا وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ بہرحال جب قوص میں مستکفی کا انتقال ہوگیا تو اس کے فرزند احمد سے لوگوں نے بعیت کرلی لیکن سلطان کو یہ بات پسند نہیں تھی چنانچہ اس نے ابراہیم سے بعیت کرلی اور بارگاہ سلطانی سے اس کو واثق باللہ کا خطاب ملا۔ لیکن جب سلطان کے مرنیکا وقت آیا تو وہ بھی اپنے عمل پر شرمندہ ہوا اور آخر کار ۷۴۲ھ میں ابراہیم کو عزول کرکے ولیعہد احمد سے بعیت کرلی اور اس کو الحاکم کا لقب دیا یہ غرل و نصب کیم محرم ۷۴۲ھ کو پیش آیا۔

واثق باللہ کی سیرت :۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ لوگوں نے الحاکم کی کجری اور بدسیرتی کی سلطان سے شکایت کی لیکن سلطان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا اور اس سے بعیت کرلی عوام نے اس کو المتعلی باللہ کا خطاب دیا۔ ابن فضل اللہ مسالک میں کہتے ہین کہ واثق باللہ ابراہیم کو اس کے داوا (الحاکم) نے یہ خیال کرکے ولیعہد مقرر کر دیا تھا کہ شاید اس میں امور سلطنت سرانجام دینے کی صلاحیت پیدا ہو لیکن جوان ہوکر اس نے خوب ہاتھ پیر نکالے' وہ اور بھی بدکار بن گیا ہمیشہ بیہودہ اور بیکار کاموں میں مشغول و مصروف رہتا۔ رذیلوں سے اس کی دوستی تھی' برے کام فکریہ کرتا' بداعمالیوں پر ناز

کرتا' کبوتر بازی' مرغ بازی ار مینڈھے لڑانے میں ہمہ تن مصروف رہتا' ہر وقت ایسے کاموں میں مصروف رہتا جن سے وقار ختم ہوجاتا ہے اور انسان بے مروت اور بے حیا بن جاتا ہے' اول نمبر کا بدمعاملہ تھا لوگوں سے چیزیں خرید لیتا تھا اور پھر قیمت ادا نہیں کرتا تھا۔ بہانہ بازی اور مکاری کو اس نے اپنا شعار بنالیا حیلے حوالے کرکے حرام کا مال خود بھی کھاتا اور یہی مال حرام اپنے اہل و عیال کو کھلاتا۔

واثق کا انجام:۔

ابراہیم واثق باللہ وہی چغلخور شخ تھا جس نے سلطان ملک ناصر کو خلیفہ وقت مستکفی باللہ کے خلاف بھڑکایا تھا اور غضبناک کر رکھا تھا چنانچہ جب مستکفی کا انتقال ہوا تو واثق اپنے ساتھ احمد بن مستکفی باللہ ولیعہد خلافت کو لیکر سلطان کے دربار میں پہنچا۔ا۔ لیکن سلطان اس درجہ حالت غیظ میں تھا کہ احمد کی طرف التفات بھی نہیں کیا۔ وہ واثق کے کردار سے واقف تھا کہا س نے خلیفہ اور اس کے درمیان اختلافات پیدا کرائے ہیں بایں ہمہ اس نے جوش انتقام میں احمد کو خلافت سے معزول کرکے واثق کو خلیفہ بنا دیا اور اسک ے ہاتھ پر مکرر بیعت کر لی۔ قاضی القضاۃ ابو عمر عزالدین بن جماعہ نے سلطان کی اس رائے سے اختلاف کیا لیکن سلطان نے ان کی ایک نہیں سنی اور اس نے ابراہیم سے بیعت کر لی۔ ابن فضل اللہ کے اختلاف کا صرف یہ اثر ہوا کہ سلطان نے حکم دے دیا کہ خطبوں میں واثق کا نام نہ لیا جائے صرف سلطان ملک الناصر کا نام لینا ہی کافی ہے۔ چنانچہ اس پر عمل ہونے لگا اور مستکفی کی موت کے ساتھ ہی ساتھ خطبوں سے بھی خلفا کا نام ہٹ گیا اور دعا میں محض سلطان کا نام باقی رہ گیا اس طرح گویا اس کو آخری عباسی خلیفہ سمجھنا چاہیئے۔ لگوں نے قدیم شعار کو ترک کر دیا اور ایک تیز تلوار کو میان میں ڈال دیا۔ جب تک ملک الناصر بقید حیات رہا یہی صورت حال رہی لیکن جب سلطان بستر مرگ پر دراز ہوا اور اس کی موت قریب تر پہنچی تو اسے اس حق تلفی کا خیال ہوا اور وہ اپنے کئے پر نادم ہوا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ جس کو خلافت سپرد کرنے کی خلیفہ نے دم آخر وصیت کی تھی اسی کو خلافت کا حق پہنچنا چاہیئے اللہ تعالی نے حق بات کو اس پر ظاہر کر دیا اور وہ اپنی وعدہ خلافی پر نادم و پشیمان ہوا چنانچہ اس نے ابراہیم کو معزول کر دیا اور حقدار کو اس کا حق مل گیا۔ ابراہیم تو بھیڑ کے لباس میں بھیڑیا تھا' وہ شریفوں کے لباس میں پواج اور لحیم و شحیم شخص کی شکل میں ایک ورم زدہ شخص تھا۔ اللہ اللہ ایک واثق (ہارون الرشید) وہ تھا جس کا رعب دلوں میں بیٹھ گیا تھا اور اس کی ہیبت نے مشرق و مغرب مین

ایک تہلکہ مچا دیا تھا اور ایک واثق یہ تھا (جس نے وقار خلافت کو خاک میں ملا دیا)۔ سچ ہے کہ گس (گدھ) اپنی لمبی گردن سے ہاتھ نہیں ہوجاتا اور نہ بلی پھول کر شیر بن سکتی ہے' اب معزول ہو کر واثق بالکل بے درست و پا ہو گیا۔ خود بھی بے عزت ہوا اور خاندان کا نام بھی ڈبویا۔ سچ ہے جو کسی کو ذلیل کرتا ہے آخر الامر خود ذلیل ہوتا ہے یہاں تک ابن فضیل اللہ کا بیان ہے۔

الحاکم بامراللہ ابو العباس

نسب و نصب :۔

الحاکم بامراللہ ابوالعباس احمد بن المستکفی

جب شہر قوص میں الحاکم کے باپ المستکفی کا وقت آخر قریب آیا تو اس نے الحاکم کو اپنا ولیعہد مقرر کیا لیکن سلطان الملک الناصر اس پر رضا مند نہیں ہوا بلکہ اس نے الھاکم کے بھتیجے ابراہیم کو ترجیح دی لیکن ابراہیم سیرت کا اچھا نہیں تھا اس لئے قاضی عزالدین بن جماعۃ نے سلطان کے اس فیصلہ سے اختلاف کیا ار سلطان کو اس سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا ار سلطان الملک الناصر نے ابراہیم سے بعیت کر لی لیکن جب ملک الناصر کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کو احمد کی حق تلفی کا احساس ہوا ار اس نر امراء کو وصیت کی کہ ابراہیم کو معزول کرکے احمد سے بعیت کر لی جائے چنانچہ الناصر کے انتقال کے بعدع جب المنصور ابوبکر بن الناصر بادشاہ ہوا تو اس نے ۱۰ ذی الحجہ ۷۴۱ھ بروز پنجشنبہ امرائے سلطنت اور عمائد کی ایک مجلس طلب کی ابراہیم اور ولیعہد الحاکم کو بھی بلایا پھر اس نے قضاۃ مملکت سے دریافت کیا کہ خلاف کس کا حق ہے احمد کا یا ابراہیم کا۔ قاضی عزالدین بن جماعۃ نے کہا کہ خلیفہ المستکفی نے شہر قوص میں انتقال کے وقت اپنے بیٹے احمد کو ولیعہد نامزد کیا تھا اور احمد کی ولیعہدی پر شہر قوص کے چالیس ثقہ اور عادل لوگوں کی گواہی بھی لے لی تھی یہ شہادت میرے نائب شہر قوص کے قاضی کی نظروں سے گزر چکی ہے اور یہ محفر میں نے بھی دیکھا ہے' ابن جماعۃ کی یہ شہادت سن کر سلطان المنصور ابوبکر نے ابراہیم سے خلع بعیت کرکے احمد سے بعیت کر لی اور اس کے داوا کے لقب ہی پر اس کا لقب بھی الحاکم بامراللہ رکھ دیا گیا۔

ابن فضل اللہ اپنی تصنیف مسالک میں تحریر کرتے ہیں کہ الحاکم بامراللہ ہمارے زمانے کا امام اور ہمارے ممالک کا بادشاہ ہے اس نے دشمنوں وک غیظ اور دوستوں و فیض پہنچایا ہے۔ تمام امور سلطنت کو بخوبی انجام دیا ہے' سب لوگ اسے محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس نے رسوم خلافت کو ازسر نو زندہ کیا' اس کے عہد میں اس کی مخالفت کی کوئی جرات نہیں کر سکتا تھا' یہ اپنے اسلاف کے قدم بہ قدم چلا اور خلافت کا وقار جو دلوں سے رخصت ہوچلا تھا ازسرنو اس کی تدبیر جہانداری سے بحال ہوگیا اور اپنی اولاد کے لئے راستہ ہموار کر گیا۔ خاندان خلافت جن پریشانیوں کا شکار تھا ان کو سکون و اطمینان سے بدل دیا جس قدر بد نظمی اور خلفشار بڑھا تھا اس کو ختم کر دیا۔

نمبروں پر پھر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا جس سے تمام ممالک اسلامیہ میں اس کا وقار بڑھ گیا۔

ابن فضیل اللہ کہتے ہیں کہ الحاکم کے لئے ایک بعیت نامہ تیار کیا گیا جس میں تمام حالات کو مفصل طور پر بیان کیا گیا تھا۔ اس بعیت نامیکی ابتدا قرآن شریف کی اس آیت سے کی گئی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم! ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ تا آخر آیتہ'

اس بعیت نامہ میں بہت سے احکام اور نصائح تحریر کئے گئے ہیں اور احمد بن مستکفی بامراللہ کی بھی بہت کچھ تعریف و توصیف کی گئی تھی۔ یہ عہد نامہ ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔

وھو من الخلق احمد وقد اتاہ اللہ ملک سلیمان واللہ یمتع امیر المومنین بما وھبہ ویملکہ افطار الارض ویورثہ بعد العمر طویل عقبہ' ولا یزال علی سدۃ العلیا قعودہ ولد ست الخلافۃ ابھۃ الجلالۃ کانہ مامات منصورہ ولا اودی مھدیہ ولا رشیدہ!

جس طرح یہ چند سطور مبالغہ' تملق اور لایعنی باتوں سے مملو ار مزین ہیں اسی طرح وہ تمام خطبہ ہے جس میں انشاء پردازی کی شان دکھائی گئی ہے۔ (مترجم)

ابن حجر (عسقلانی) اپی تصنیف الدرر میں لکھتے ہیں کہ احمد نے اولا" اپنا لقب المستنصر رکھا تھا لیکن پھر اسے ترک کرکے الحاکم رکھ لیا۔ شیخ زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ الحاکم نے عہد متاخرین کے بہت سے محدثین سے حدیث شریف کی سماعت کی۔ الحاکم کا انتقال ۷۵۲ھ کے نصف سال میں طاعون کے مرض سے ہوا۔

الحاکم کے عہد کے اہم واقعات و سوانح:۔

الحاکم کے عہد حکومت میں حسب ذیل اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے سلطان منصور اپنی بدکاریوں اور مے نوشی کے باعث تخت سے اتار دیا گیا' اس نابہنجار کی بدکاری کی انتہا یہ تھی کہ اس نے اپنے باپ کی بیبیوں سے بھی جماع کیا ان کو بھی نہیں چھوڑا' معزولی کے بعد اس کو قوص بھیج دیا گیا اور وہیں اس کو قتل کر دیا گیا۔ دراصل یہ سب کچھ اس برائی اور بدی کا بدلہ تھا جو ملک الناصر نے الحاکم کے باپ المستکفی کے ساتھ کی تھی' کیونکہ یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آرہا ہے کہ جس کسی نے آل عباس کو ایذا پہنچائی جلد ہی اس وذی کو اس کا بدلہ مل جاتا ہے۔

منصور کی معزولی کے بعد اس کے بھائی الملک الاشرف کجک بادشاہ ہوا لیکن اسی سال یہ بھی تخت سے اتار دیا گیا اور پھر اس کا ایک اور بھائی احمد تخت نشین ہوا جس نے اپنا لقب (الناصر) رکھا۔ قاضی شام شیخ تقی الدین سبکی نے سلطان سے خلیفہ الحاکم کی بیعت کرائی۔ا

۷۴۳ھ الناصر احمد بھی معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی صالح سلطان کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ ۷۴۶ھ میں صالح سلطان کا انتقال ہو گیا' خلیفہ الحاکم نے اس کے بھائی شعبان کو الملک الکامل کا لقب دے کر بادشاہ بنا دیا۔

۷۴۷ھ میں الکامل کو قتل کر دیا گیا اور اس کا بھائی سماج المظفر کے لقب کو اختیار کر کے تخت سلطنت پر بیٹھا۔

۷۴۸ھ میں مظفر بھی معزول کر دیا گیا اور اسکی جگہ اس کا بھائی حسن الناصر سلطان کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا۔

۷۴۹ھ میں زبردست طاعون پھیلا' ایسا طاعون اب سے پہلے نہ کبھی دیکھا گیا اور نہ سنا گیا۔

۷۶۲ھ میں حسن الناصر کو بھی معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی صالح الملک صالح کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا' الناصر محمد بن قلاوون کی اولاد میں صالح آٹھواں فرد ہے جو بادشاہ ہوا الملک صالح کا اتابک شیخو تھا صاحب کتاب المالک کہتے ہیں کہ سب سے اول مصر ہی میں اتابک کو امیر الکبیر کے معزز لقب سے نوازا گیا۔

الحاکم کے زمانے میں وفات پانے والے مشاہیر:-

الحاکم کے عہد میں ان ممتاز معروف علماء کا انتقال ہوا۔ حافظ ابوالحجاج المزنی' تاج عبدالباقی یمنی' شمس بن عبدالہادی' ابوحیان' ابن الوردی ابن اللبان' ابن عدلان' علامہ ذہبی' قاضی ابن فضل اللہ' ابن قیم جوزی' فخر المصری شیخ شافعیہ' (شام و دمشق) تاج المراکشی' رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

المعتضد باللہ ابوالفتح

نسب اور تخت نشینی :۔

المعتضد باللہ ابوالفتح ابوبکر بن المستکفی

۷۵۳ھ میں اپنے بھائی (الحاکم بامراللہ) کے انتقال کے بعد تخت پر بیٹھا لوگوں نے بطیب خاطر اس سے بعیت کی یہ نیک صاحب تواضع اور اہلعلم کا عربی اور دوست تھا' جمادی الاولیٰ ۷۵۳ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ المعتضد کے عہد خلافت کے خاص کاص واقعات اور سوانح یہ ہیں۔

۷۵۴ھ میں طرابلس میں ایک لڑکی کا انکشاف ہوا کہ اس کا یکے بعد دیگرے تین مردوں سے نکاح ہوا لیکن ان میں سے کوئی بھی اس سے جماع پر قادر نہ ہوسکا' اس لڑکی کا نامہ نفیسہ تھا' لوگوں کا اس کے بارے میں خیال تھا کہاس کو رتق کی بیماری ہے (اس بیماری میں اندام نہانی میں رحم کے اوپر ایک لوتھڑا پیدا ہوجاتا ہے جو جماع میں حارج و مانع ہوتا ہے) جب اس لڑکی کی عمر پندرہ سال کی ہوی تو اس کے پستان خود بخود نابود ہوگئے اور فرج سے گوشت کا ایک لوتھڑا نمودار ہونے لگا' رفتہ رفتہ وہ ایک انگشت کے قریب ذکر کی صورت میں بڑھ گیا اور خصیتین بھی نمودار ہوگئے۔ا (محاضرات ابن کثیر)۔ ۷۵۵ھ میں الملک الصالح کو تخت سے اتار دیا گیا اور الناصر حسن پھر بادشاہ بن گیا۔

۷۵۶ھ میں حجم اور وزن میں دینار کے برابر پیسے ڈھالے گئے اور ایک درہم کے چوبیں پیسے (نرخ) مقرر کئے گئے اس سے قبل ایک درہم کے ڈیڑھ طل بھر کر پیسے آتے تھے ان نئے پیسوں سے نقری درہموں کا حساب کرکے شیخو اور مرغتش کے حکم سے ارباب وظائف کے وظیفے اور ارباب حل و عقد کی تنخواہیں ادا کی جانے لگیں۔

۷۶۲ھ میں ملک الناصر حسن قتل کر دیا گیا اور اس کا برادر زادہ محمد بن المظفر چچا کے تخت پر بیٹھا۔ معتضد کے زمانے میں علماء و مشاہیر ذیل کا انتقال ہوا۔ جناب شیخ تقی الدین سبکی' سمین مصنف الاعراب' قوام اتقانی' بہا بن عقیل' صلاح العلائی' جمال بن ہشام' حافظ مغلطائی' ابو امامہ ابن نقاش وغیرہ۔

المتوکل علی اللہ ابو عبداللہ

نسب اور تخت نشینی:۔

المتوکل علی اللہ محمد بن المعتضد (چند خلفائے عصر کا باپ)۔

یہ ولیعہد خلافت اپنے باپ کے انتقال کے بعد جمادی الاول ۷۶۳ھ میں تخت پر بیٹھا یہ اپنے باپ کے زمانے میں ہی ولیعہد خلافت نامزد ہوچکا تھا۔ اس کی مدت سلطنت ۴۵ سال ہے جس میں اس کی معزولی نظربندی اور قید کے سال بھی شامل ہیں جس کا ذکر آئندہ کریں گے۔ المتوکل نے بہت زیادہ اولاد یادگار چھوڑی کہتے ہیں کہ اس کے ایک سو بچے پیدا ہوئے کچھ ایام حمل میں ضائع ہوگئے اور بہت سے بیٹا بیٹی بڑے ہوکر مرگئے اور ان میں سے پانچ ولیعہد خلافت نامزد ہوئے جس کی نظیر بنو عباس میں نہیں ملتی۔ ان ولیعہدوں کے نام یہ ہیں۔

المستعین عباس۔۱' المعتضد داؤد۔۲' المستکفی سلیمان۔۳' القائم حمزہ۔۴ اور المستنجد یوسف۔۵۔

متوکل کی اولاد میں سے اب بھی ایک شخص جس کا نام موسیٰ ہے موجود ہے جو ابراہیم ابن مستکفی سے بہت مشابہہ ہے' اللہ تعالیٰ ان کی ذریت میں اضافہ فرمائے اور ان کا معاون و مددگار ہو۔

متوکل کے عہد کے اہم واقعات:۔

متوکل علی اللہ کے دور سلطنت میں چند ایہ اہم واقعات رونما ہوئے۔ ۷۶۴ھ میں ابوالمنصور محمد کو معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ ماہ شعبان میں اسین بن ناصر محمد بن قلاؤون کو بادشاہ مصر بنایا گیا اور اشرف کا لقب دیا گیا۔

۷۷۳ھ میں سلطان نے حکم دیا کہ تمام شرفاء مملکت اپنے سروں پر آئندہ سے سبز پٹکا (صافہ) باندھیں تاکہ دوسرے سے ممتاز رہیں یہ بالکل ایک نئی وضع جاری کی گئی تھی' چنانچہ عبداللہ ابن جابر الاعمیٰ نحوی نے اس کے حکم کے سلسلہ میں چند اشعار بھی کہے ۔۱۔ اسی سال تمرلنگ (تیمور لنگ) کا فتنہ پیدا ہوا اس باغی اور لٹیرے نے خروج کیا اور بہت سے شہروں اور وہاں کے باشندوں کو تباہ و برباد کر ڈالا' اس تابکار نے خدا کی زمین پر بہت ہی فتنہ و فساد مچایا آخر کار

یہ ملعون و مردود ۷۷۳ھ میں اٹھا لیا گیا۔

تیمور لنگ کی اصل یہ ہے کہ وہ ایک کسان کا بیٹا تھا اس نے شروع ہی سے چوری اور رہزنی شروع کر دی تھی اس کے بعد سلطان کے سپہ سالار لشکر کی خدمت میں پہنچ گیا اور اس کے مرنے کے بعد خود اسکی جگہ پر قابض ہوگیا اور رفتہ رفتہ پھراتنی ترقی کی کہ تاریخ میں قیامت تک کے لئے اپنا نام (بدنامی ہی کے ساتھ سہی) باقی چھوڑ گیا۔ لوگوں نے تیمور لنگ کے خروج کی تاریخ' عذاب ۷۷۳ھ سے نکالی ہے۔

۷۷۵ھ میں بماہ رمضان سلطان کے قلعے کے سامنے بخاری شرف کا درس شروع ہوا اور حافظ زین الدین عراقی یہاں کے قاری (حدیث) مقرر ہوئے پھر شہاب الدین عربانی بھی ان کے ساتھ درس میں شریک ہوگئے۔ ۷۷۷ھ میں دمشق میں ایسا سخت قحط پڑا کہ ایک حبہ تین درہم میں ملتا تھا۔

۷۷۸ھ میں اشرف شعبان قتل کر دیا گیا' اور اسکی بجائے اس کا بیٹا علی المنصور کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا' اشرف کے قتل اور منصور کی تخت نشینی کا قصہ یہ ہیکہ اشرف شعبان' خلیفہ' قضاہ اور بہت سے امراء کو ساتھ لیکر حج کے لئے روانہ ہوا لیکن امراء جھپ کر راستے ہی میں واپس آگئے امراء کی واپسی کے باعث المتوکل علی اللہ بھی راستے ہی سے پلٹ پڑا۔ یہاں واپس آکر تمام امراء نے ارادہ کیا کہ المتوکل علی اللہ کو بادشاہ بنا دیا جائے لیکن المتوکل نے منع کر دیا مجبوراً" امراء نے اس کے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا۔ اشرف شعبان کو امراء کی اس بغاوت کا جب پتہ چلا تو وہ روپوش ہوگیا مگر تا بکے ماہ ذیقعدہ میں اس کو پکڑ لیا گیا اور گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

اس سال آفتاب ار ماہتاب کو گہن لگا' دونوں پورے پورے گہنا گئے' شعبان کی ۱۴ تاریخ کو جب چاند نکلا تو گہنایا ہوا تھا اس طرح ۲۸ شعبان کو سورج گرہن۔۲ پڑا۔

۴ ربیع الاول ۷۷۹ھ کو ایبک البدری سپہ سالار لشکر نے ذکریا بن ابراہیم بن المستمسک ابن الحاکم کو اپنے حضور میں طلب کیا اور اس کو خلعت پہنا کر خلیفہ نامزد کر دیا حالانکہ نہ کسی نے اس سے بیعت کی اور نہ اس پر اجماع امت ہوا۔ ذکریا بن ابراہیم کو المستعصم کا خطاب دیا گیا اور المتوکل علی اللہ کو حکم دیا کہ قوص چلا جائے اور شہر کو چھوڑ دے' اسی غزل و نصب کا اصل سبب وہ کینہ تھا جو اتابک کے دل میں اشرف شعبان کے قتل کے سلسلہ میں المتوکل کی طرف سے پیدا ہوگیا تھا المتوکل نے ایبک البدری کے حکم کی اطاعت کی اور شہر چھوڑ کر قوص چلا گیا لیکن پھر دوسرے روز واپس آگیا۔ المستعصم معزول ہونے والے مصری سلاطین یا خلفاء میں چھٹا خلیفہ یا

سلطان ہے جیسا کہ ہم شروع میں کہہ چکے ہیں (کہ چھ سلاطین یا خلفاء ایسے ہیں جو معزول کئے گئے) یہ عجیب اتفاق ہے۔

۷۸۲ھ میں یہ عجیب و غریب کبر پہنچی کہ امام ایک نماز کی امامت کر رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کی اقتدا میں بیہودہ گوئی شروع کر دی لیکن امام صاحب تحمل کے ساتھ نماز پڑھانے میں مصروف رہے اور انہوں نے نیت نہیں توڑی نماز پوری کر کے جب سلام پھیر کر اس یا وہ گوئی کرنے والے شخص کو دیکھا تو اس شخص کی صورت سور جیسی ہوگئی تھی وہ اٹھ کر جنگل کی طرف بھاگ گیا لوگون کو اس کی صورت مسخ ہو جانے پر بڑا تعجب ہوا۔

ماہ صفر ۷۸۳ھ میں منصور کا انتقال ہوگیا اور اس کا بھائی حاجی الاشرف اس کا جانشین مقرر ہوا اور لقب الصالح دیا گیا لیکن دوسرے سال یعنی ماہ رمضان ۷۸۴ھ میں الصالح کو تخت سے معزول کر دیا گیا اور برقوق کو تخت نشین کر دیا گیا' برقوق کو الظاہر کا لقب دیا گیا۔ برقوق خاندان چرکس کا پہلا شخص ہے جو بادشاہ ہوا۔

۷۸۵ھ میں برقوق نے المتوکل کو گرفتار کر کے تخت سے معزول کر دیا اور قلعہ الجبل میں قید میں وال دیا اور خود اس نے محمد بن ابراہیم بن المستمسک بن الحاکم کی بعیت کر کے اس کو واثق باللہ کا لقب دیا۔ محمد بن ابراہیم اپنے انتقال تک تخت پر متمکن رہا یہاں تک کہ ۱۷ شوال ۷۸۵ھ بروز پنجشنبہ اس کا انتقال ہوگیا۔ محمد بن ابراہیم کے انتقال کے بعد رعایا نے برقوق سے عرض کیا کہ المتوکل کو بحال کردیا جائے مگر اس نے انکار کر دیا اور اس کے بھائی محمد ذکریا کو (جو اس وقت تک ولی عہد سلطنت تھا) المستعصم باللہ کا لقب دے کر تکت پر بٹھایا۔ محمد ذکریا مستعصم کے لقب سے ۷۹۱ھ تک تخت نشین رہا' برقوق کو اب اپنی غلط پر افسوس ہوا کہ میں نے متوکل کے ساتھ زیادتی کی ہے) چنانچ ۷۹۱ھ میں المتوکل کو قید سے نکال کر پھر تخت پر بٹھا دیا اور محمد ذکریا کو معزول کر دیا اور وہ خانہ نشین ہوگیا اور اسی خانہ نشینی کی حالت میں کچھ عرصہ بعد اس کا انتقال ہوگیا اس بار تخت نشینی کے بعد المتوکل مرتے دم تک تخت نشین رہا۔

حاجی الصالح کی واپسی:۔

اسی سال ماہ جادی الاکرہ میں الصالح حاجی پھر حکمرانی کے لئے واپس آگیا اور اس بار اس نے اپنا لقب بدل کر المنصور رکھ لیا اور برقوق کو گرفتار کر کے کرک کے قید خانے میں ڈال دیا۔ اس سال موذنوں نے ایک نئی بات شروع کر دی یعنی اذان کے بعد انہوں نے والصلوۃ

والتسلیم علی النبی ﷺ پڑھنا شروع کر دیا۔۲۔ بالکل ایک نئی بات تھی' یہ تثویب محتسب نجم الدین الطبندی کے حکم سے شروع کی گئی تھی۔

ابن برقوق کی تخت نشینی:۔

ماہ صفر ۷۹۲ھ میں برقوق نے خود کو قید سے آزاد کرا لیا اور پھر اپنے ملک پر قبضہ کر لیا اور اس مرتبہ اپنے انتقال تک تخت نشین رہا۔ برقوق کا انتقال شوال ۸۰۱ھ میں ہوا۔ برقوق کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا فرج تخت پر بیٹھا اور الناصر لقب اختیار کیا۔ الناصر مسلسل آٹھ سال تک حکمراں رہا یہاں تک کہ ماہ ربیع الاول ۸۰۸ھ میں اس کو معزول کر دیا گیا اور اس کا بھائی عبدالعزیز اس کی جگہ تخت سلطنت پر المنصور کے لقب سے متمکن ہوا لیکن اسی سال ۴ جمادی الاخر کو اسے بھی تخت سے دستبردار ہونا پڑا اس لئے کہ الناصر نیا اس کو تخت سے اتار دیا اور خود بیٹھ گیا۔

اسی سال شب سہ شنبہ ۱۸ رجب المرجب ۸۰۸ھ کو المتوکل کا انتقال ہو گیا۔

متوکل کے زمانے میں انتقال پانے والے مشاہیر:۔

متوکل کے زمانے میں ان مشاہیر اور اکابر علماء کا انتقال ہوا۔ شمس بن مفلح (حنبلی عالم) قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعۃ' تاج بن سبکی' تاج کے بھائی شیخ بہاؤالدین' جمال استوی' صائغ حنفی' جمال بن نباتۃ' عفیف یافعی جمال شربی' شرف بن قاصی جبل' سراج الہندی' ابن ابی حجلہ' حافظ تقی الدین بن رافع' حافظ عماء الدین بن کثیر' العتابی نحوی' بہاالبقا سبکی' شمس بن خطیب پیرود' العماد حسبانی' الدر بن حبیب' الضیاء القرمی' الشہاب الاذرعی' شیخ اکمل الدین' شیخ سعد الدین تفتازانی' البدر زرکشی' السراج البلقینی اور حافظ زین الدین عراقی رحمہم اللہ تعالی

الواثق باللہ عمر

الواثق باللہ عمر بن ابراہیم بن ولی العہد المستمسک بن الحاکم
متوکل کی تخت سے معزولی کے بعد ماہ رجب ۷۸۵ھ میں لوگوں کی بیعت کے بعد تخت نشین ہوا اور ۱۹ شوال ۷۸۸ھ بروز چہار شنبہ، اس کا انتقال ہوگیا، جب تک زندہ رہا حکمرانی پر فائز رہا۔

المستعصم باللہ زکریا

المستعصم باللہ زکریا ابن ابراہیم بن المستمسک کی بیعت اس کے بھائی واثق کے انتقال کے بعد کی گئی، لیکن ۷۹۱ھ میں اس کو معزول کر دیا گیا اور اسی معزولی کی حالت میں زندگی کے باقی ایام اس نے اپنے محل میں گزارے یہاں تک کہ پیغام اجل آپہنچا اور جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا جاچکا ہے متوکل پھر تخت نشین ہوگیا۔

المستعین باللہ ابوالفضل

نسب اور تخت نشینی :۔

المستعین باللہ ابوالفضل عباس بن المتوکل کی ماں ایک ترکیہ ام ولد تھی جس کا نام بائی خاتون تھا۔ اپنے والد متوکل کی زندگی میں ولیعہد سلطنت منتخب ہوا، اس ولیعہدی پر ماہ رجب ۸۰۸ھ میں بیعت لی گئی اس زمانہ میں الملک الناصر فرج بادشاہ تھا۔ جب ملک الناصر فرج شیخ سے لڑنے کے لئے نکلا اور اس جنگ مین اس کو شکست ہوئی اور مارا گیا تو اس وقت ایکبار پھر بحیثیت سلطان کے مستعین کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ یہ واقعہ محرم ۸۱۵ھ کا ہے المستعین نے اس بیعت کو امرا سے حلف وفاداری لینے کے بعد قبول کر لیا اور اس وقت وہ مصر اس شان سے آیا کہ تمام امرا

و عمائد اس کے جلوس میں تھے۔ مصر پہنچ کر المستعین نے تمام اختیارات ولائت' امراء کا نصب و عزل اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ (اس موقع پر شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی نے ایک شاندار قصیدہ تہنیت اس کی نذر گزارا جس کا مطلع یہ ہے

الملک فینا جابت الاساس بالمستعین العادل العتباس۔

مستعین عباس عادل کے باعث ملک کی بنیاد مضبوط ہوگئی ہے

میں یہاں وہ اشعار پیش نہیں کر رہا ہوں جو کہ تمام مبالغے کی پوٹ ہیں۔ مشہور زمانہ علامہ کا یہ شعر اور ملاحظہ فرمالیجئے اور غور فرمائی کہ خوشامدیوں کی کسی زمانے میں کمی نہیں تھی۔

ذوالبیت طاف بہ الرجال فھل یری من قاصد متردوفی الیاس

شیخ الاصطبل کے اعزاز میں اضافہ:۔

جب مستعین مصر میں آیا تو قلعہ شاہی میں قیام کیا اور شیخ الاصطبل بھی قلعہ ہی میں رہا (مستعین نے اس کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا) بلکہ مملکت مصر کے تمام امور شیخ الاصطبل کے سپرد کر دیئے اور اس کو نظام الملک کا خطاب مرحمت فرما کر معزور و مفتخر فرمایا' امراء اپنی اپنی خدمات سے فراغت کے بعد شیخ الاصبتل کی خدمات میں حاضر ہوتے (اسی کو وہ اپنی ترقی کا ذریعہ سمجھتے تھے) اسی طرح رفتہ رفتہ شیخ الاصطبل سلطنت کے تمام سیاہ و سفید کا مالک بن گیا تمام امور سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لئے یہاں تک کہ فرامین وغیرہ بھی خود ہی جاری کرنے لگا۔ مستعین کو ان فرامین کے اجراء کی خبر بھی نہیں ہوتی تھی اور وہ صرف شیخ الاصطبل کے حکم سے شرف صدور پاتے تھے۔ خلیفہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بہت ہی مکدر ہوا اور سخت اضطراب و پریشانی ہوئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود شیخ الاصطبل نے مستعین سے درخواست کی کہ حکومت مصر اس کے سپرد کر دی جائے جیسا کہ ہمیشہ سے دستور چلا آرہا ہے مستعین نے اس کی یہ درخواست اس شرط کے ساتھ قبول کر لی کہ وہ قلعہ چھوڑ کر اپنے محل میں چلا جائے لیکن شیخ نے اس شرط کو قبول نہیں کیا اور زبردستی اس نے سلطنت پر قبضہ کر لیا تمام امور سلطنت و پہیل ہی سے اس کے ہاتھ میں تھے' سلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد المؤید کا خطاب اپنی ذات کے لئے تجویز کیا اور علی الاعلان مستعین سے خلع کر کے مستعین کے بھائی داؤد کے ہاتھ پر بیعت کر لی' مستعین کے لئے اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ خود قلعہ کی سکونت ترک کر دے چنانچہ وہ قلعہ کی سکونت ختم کر کے اپنے محل میں آگیا ادھر شیخ اصطبل نے ایک حکم جاری کیا کہ آئندہ سے کوئی شخص

مستعین سے نہیں مل سکتا۔

شام کا رد عمل:۔

شیخ الاصطبل کے اس جبر و تعدی کی خبر جب شام کے نائب نوروز کو ہوئی تو اس نے قاضیوں اور عالموں کو جمع کیا اس معاملے پر فتوئی لیا کہ مستعین کا خلع جائز ہے یا نہیں' تمام علماء اور قضاۃ نے فتوئی دیا کہ یہ خلع جائز نہیں اس طرح انہوں نے موید کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اور اس کی خلافت کو باطل قرار دیا یہ فتوئی حاصل کرکے نوروز نے موئد پر لشکر کشی کی تیاریاں شروع کر دیں ار موئد کو یہ تمام خبریں پہنچ رہی تھیں چنانچہ اس نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور نوروز سے مقابلے کے لئے نکلا۔ مستعین اس اثناء میں اسکندریہ چلا گیا جہاں اس کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا گیا لیکن جب اسکندریہ پر ططر سلطان کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے مستعین کو رہا کر دیا اور قاہرہ جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن مستعین نے اسکندریہ ہی میں رہنا پسند کیا اور وہاں اس نے تجارت کے ذریعہ بہت سی دولت کمائی۔ آخر کار مستعین وطن سے دور جمادی الاخر ۸۳۳ھ میں بمرض طاعون اسکندریہ میں وفات پاگیا۔

مستعین کے دور کے حوادث و واقعات:۔

۸۱۳ھ میں ایک بار پھر دریائے نیل اس قدر اتر گیا کہ اس سے قبل اتنا کبھی نہیں اترا تھا اور دوسرے دن خود بخود پھر چڑھ گیا اور اتنا چڑھا کہ معمول سے بائیس گز زیادہ چڑھاؤ تھا۔
۸۱۴ھ میں غیاث الدین اعظم شاہ بن سکندر شاہ ہندوستان نے مستعین کی خدمت میں کثیر تعداد میں تحائف اور بہت ساز و جواہر ارسال کیا اور بارگاہ سلطانی سے خطاب وغیرہ کی درخواست کی اور سلطان وقت کے لئے بھی بہت سے تحائف ارسال کئے۔

مستعین کے دور میں وفات پانے والے مشاہیر:۔

مستعین کے دور میں ان مشاہیر زمانہ کا کا انتقال ہوا۔ الموفق الناشری' شاعر یمن' حنبلی عالم نصر اللہ بغدادی' شمس المعید نحوی' شہاب الحسبانی' شہاب الناشری فقیہ یمن' ابن الہمام مصنف

کتاب الفرائض و والحساب' ابن العفیف شاعر یمن' محب بن شمنہ۔ (حنفی عالم جو قاضی عسکر کے والد تھے) رحمہم اللہ تعالی

المعضد باللہ ابوالفتح

المتعضد باللہ ابوالفتح دائد بن المتوکل۔ یہ بھی ایک ترکی ام الولد کزل نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا یہ اپنے بھائی مستعین کی معزولی کے بعد ۸۱۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت جیسا کہ آپ مطالعہ کر چکے ہیں سلطنت پر المؤید متمکن تھا۔ سلطان نے محرم ۸۲۴ھ میں انتقال کیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا احمد المظفر کے لقب سے تخت سلطنت پر قابض ہوگیا' حاکم اسکندریہ ططر اس کا ناظم مقرر ہوگیا لیکن شعبان میں اسی سال ططر نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس نے مجبور ہو کر ططر کو حکومت سپرد کر دی اور اس نے الظاہر کا لقب اختیار کیا لیکن اسی سال ذوالحجہ میں ططر کا انتقال ہوگیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد الصالح کے لقب سے تخت نشین ہوا اور برسیائی اس کا ناظم مقرر ہوا لیکن بہت جلد برسیائی نے حملہ کیک الصالح کو تخت سے اتار دیا اور کلیفہ نے (جو محض خطابات عطا کرنے کا مجاز تھا) اس کو ربیع الاخر ۸۲۵ھ میں سلطان بنا دیا اور اس کی سلطانی کی وثیق کر دی' ذوالحجہ ۸۴۱ھ میں بحالت حکمرانی انتقال کیا اور اسکی جگہ اس کا بیٹا یوسف العزیز کے لقب سے بادشاہ مقرر ہوا اور چقمق اس کا وزیر مقرر ہوا لیکن دوسرے ہی سال یعنی ۸۴۲ھ میں چقمق نے اس کو تخت سے اتار دیا (خلیفہ جو خطاب دینے کے لئے تیار ہی بیٹھے تھے) اس کو بھی الظاہر کا لقب عطا فرما کر اس کی بادشاہت کی توثیق کر دی آخر کار المعتضد باللہ نے اسی بادشاہ کے دور حکومت میں انتقال کیا۔

متعضد کی سیرت :-

متعضد تمام سلاطین (خلفاء) میں بہت ہی ممتاز تھا علامہ سیوطیؒ اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ وکان المعتضد من سروات الخلفا نبیلا" زکیا" فطنا" مجالس العلماء والفضلا ○

(المتعضد خلفا کا سردار' بہت ہی ہوشمند' فطین اور ذکی تھا ہمیشہ علماء اور فضلا کی صحبت میں رہتا)

علماء اور فضلاء کی ہم نشینی سے استفادہ کرتا اور ماحضر میں ہمیشہ ان کو شریک کرتا' بے حد سخی تھا' یکشنبہ ۴ ربیع الاول ۸۴۵ھ میں انتقال کیا۔ انتقال کے وقت عمر ستر سال تھی یہ ابن حجر کی تحقیق ہے۔ اس کے برعکس اس کے برادر زادے نے مجھ سے بیان کیا کہ انتقال کے وقت المعتضد

کی عمر ۶۳ (تریسٹھ) سال تھی۔ المعتضد کے دور میں ہونے والے عجیب و اہم واقعات۔

۸۱۶ھ میں صدر الدین بن الادمی کو قضاہ کے عہدے کے ساتھ ساتھ محتسب کا بھی عہدہ دیا گیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ قاضی اور محتسب ایک ہی شخص کو بنایا گیا۔

۸۱۹ھ میں عہدہ محتسب متسکلی بغا کے سپرد کیا گیا۔ ترکوں میں یہ پہلا شخص ہے جو اس اہم منصب پر مامور ہوا۔ اسی سال مصر میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ آسمانوں پر لیجایا گیا وہاں اس نے دیدار الٰہی کیا اور خداوند تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوئے۔ بہت سے عوام اس کے جھانسے میں آگئے اور اس کے معتقد ہوگئے۔ چنانچہ ایک مجلس منعقد کی گئی اور اس مجلس میں اس شخص سے کہا گیا کہ وہ توبہ کرے مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ اس پر علماء سے فتویٰ لیا گیا' مالکی مفتی نے حکم دیا کہ اگر دو شخص اس بات کی گواہی دیدیں کہ یہ پاگل ہے یا اس کی عقل میں فتور ہے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اطباء سے مشورہ کیا گیا اطباء نے اس کو دیکھا اور کہا یہ شخص فاتر العقل ہے' ہوش و حواس بجا نہیں ہیں اس لئے اس کو پاگل خانے بھیج دیا جائے۔

۸۲۱ھ میں ایک بھینس نے عجیب الخلقت بچہ دیا جو صفت خداوندی کا ایک عجوبہ تھا اس بچے کے دو سر' دو گردنیں چار اگلے ہاتھ اور دو پچھلے پیر تھے کمر کی دو ریڑھ کی ہڈیاں تھیں' ایک پاخانہ کی جگہ اور پیشاب کی جگہ مادہ کی طرح تھی' دمیں بھی دو تھیں۔

۸۲۲ھ میں ازرنکان میں زبردست زلزلہ آیا۔ اکثر اشخاص اس زلزلے مین ہلاک ہوگئے اسی سال المدرسہ المؤید کی تعمیر مکمل ہوگئی اس کے صد مدرس شیخ شمس الدین بن مدیدی مقرر ہوئے اور سلطان کی موجودگی ہی میں درس کا آغاز کیا گیا' سلطان کے فرزند ابراہیم نے شیخ کی مسند اپنے ہاتھ سے بچھائی۔

۸۲۳ھ میں شہر غزوہ میں ایک اونٹ ذبح کیا گیا' اس کا گوشت اس طرح چمکتا تھا جیسے چراغ جل رہا ہو' کسی آدمی نے اس کا گوشت نہیں کھایا بلکہ اس میں سے کچھ گوشت کتے کو ڈالا گیا تو اس نے بھی اس پر منہ نہ ڈالا۔

۸۲۴ھ میں دریائے نیل پھر ایک مرتبہ اپنی پوری بلندی تک جڑھ گیا اور اس کے نتیجے میں بہت سی کھڑی فلصیں تباہ ہوگئیں۔

۸۲۵ھ میں فاطمہ (بنت قاضی جلال الدین بلقینی) کے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامات موجود تھیں ایک ایک ہاتھ زائد تھا۔ سر پر دو سینگ تھے یہ بچہ پیدائش کے فوراً بعد مر گیا اسی سال قاہرہ میں زلزلہ آیا لیکن معمولی تھا اس کے نتیجے مین

دریائے نیل پھر چڑھ گیا۔

المعتضد کے زمانے میں انتقال فرمانے والے مشاہیر اور علماء:۔

معتضد کے زمانے میں ان مشاہیر اور علماء کا انتقال ہوا۔ شہاب بن حجہ' فقیہہ شام' برہان بن رفاعہ ادیب' زین ابوبکر مراغی مدینہ منورہ کے فقیہہ و محدث' حساب الابیو ردی' جمال بن ظہیر حافظ مکہ مکرمہ' مجد شیرازی مصنف قاموس' حلف النحریری مالکی' شمس بن قبانی عالم احناف' ابو ہریرہ نقاش' دانو غنی استاد عزالدین بن جماعہ' ابن ہشام عجمی' صلاح الا قفہسی' شہاب الغزی' (امام شافعیہ)۔ جلال بلقینی' برہان بیجوری' ولی العراقی' شمس بن مدیری' شرف قبانی' العلاء بن المعلی' بدر بن الدمامینی' التقی الحصینی (شارح ابی شجاع)۔ الہروی' سراج (قاری الہدایہ) نجم بن حجی' البدر البشتکی' شمس البرماوی' شمس الشطنوفی' تقی القاسی' الز بن القمنی' نظام یحی السیرافی' قراء یعقوب الرومی' شرف بن مفلح الحنبلی' شمس بن القشیری' ابن الجرزی شیخ القراہ' ابن خطیب الدہشہ' الشہاب الاشطی' الزین التفہنی' بدر المقدسی' شرف بن المقری (عالم یمن صاحب عنوان الشرف) التقی بن حجتہ شاعر' جالل الرشدی نحوی مکہ ہمام (شاعر)' شیرازی شاگرد شریف' جمال بن خیاط (عالم یمن)' بو ی محدث (صاحب قصیدہ بردہ شریف) شہاب بن مجمرہ' علاء البخاری شمس البساطی' جمال کا زرونی عالم طیبہ' محب بغدادی حنبلی' شمس بن عماز اور چند دوسرے حضرات (رحمہم اللہ تعالیٰ)

المستکفی باللہ ابوالربیع

نسب اور تخت نشینی:۔

المستکفی باللہ ابو الربیع سلیمان بن المتوکل کو اس کے بھائی نے اپنے زندگی ہی میں ولی عہد نامزد کر دیا تھا اور اس کی بیعت لے لی تھی۔ المستکفی کا بھائی اس پر بے حد شفیق اور مہربان تھا۔ چنانچہ میرے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان کے حکم سے ایک تولیت نامہ (ولی عہد کی دستاویز) تحریر کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"یہ عہد نامہ ہے جو میں ابوالربیع (المستکفی باللہ) کی ذات کے لئے تحریر کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی حفاظت فرمائے اور اس کو برائیوں سے بچائے اور اس کی رعایت کرے۔"

ہمارے سردار مولیٰ و موافقت الشریعۃ الشریفہ طاہر، امام اعظم عباسیہ بنویہ معتضدیہ امیرالمومنین ابن عم سید المرسلین وارث خلفائے راشدین باللہ تعالیٰ ابو الفتح داؤد ہیں (خداوند تعالیٰ ان کے وجود سے دین کو غلبہ اور مسلمانوں اور اسلام کو نفع پہنچائے) میں ابو الفتح داود کہتا ہوں کہ میں نے یہ دستاویز یا تولیت نامہ اپنے برادر خورد کے حق میں تحریر کیا جس کا نام نامی المولوی الاصیلی العریقی الحسبی النسبی، الملکی سیدی ابی الربیع سلیمان المستکفی باللہ ہے، خلافت عظمیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کی شان کو بلند فرمائے اور میرے بعد اس کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امام بنائے۔ یہ عہد شرعی معتبر ہے جو برضا و رغبت خود مسلمانوں کی بہتری کے لئے کیا گیا ہے تاکہ لوگ اس پر مطلع ہو کر اس امرکو پورا کریں جو از قسم مصالح مومنین اور از قبیل مراعات مسلمین ان پر واجب ہے اور سلطنت خلفائے راشدین اور آئمہ مہدیین کی اقتداء کریں۔

یہ تولیت نامہ اس وقت لکھا گیا ہے اور معرض وجود میں آیا ہے جب المستکفی باللہ ابوالرابع دین اور نیکی، عدالت، کفالت، اہلیت اور ادائے حقوق کو پوری طرح سمجھ چکا ہے اور اس کے تمام حالات اور اس کی تمام پوشیدہ باتوں کی اچھی طرح آزمائش کرلی گئی ہے اور یہ معلوم کرلیا گیا کہ وہ اللہ کے دین میں نہایت ثقہ اور معتبر شخص ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں پائی گئی جو اس کے استحقاق ولی عہدی کے خلاف ہو۔ علاوہ ازیں اس کو ارباب حل و عقد کے حالات سے باخبرہونے کا پورا پور ملکہ حاصل ہے اسی غرض سے عامتہ المسلمین پر شفقت کرنے کی غرض سے اور میں نے بر الذمہ ہونے کے واسطے اور حقدار کو اس کا حق پہنچانے کے لئے اس دستاویز کو معرض تحریر میں لانے پر اقدام کیا تاکہ ضرورت کے وقت جو لوگ اس کو دیکھیں یا اس کو سنیں وہ اسکی تعمیل کریں

اوراس تولیت نامہ کی اطاعت کا اپنا فرض منصبی سمجھیں اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی اطاعت کے لئے بلائیں۔

یہ دستاویز (تولیت) امیر المومنین المعتضد باللہ کی موجودگی میں ان کے حکم و اجازت سے لکھی گئی اور سیدی المستکفی ابوالربیع نے اس پر قبول شرعی کیا۔ فقط۔

المستکفی کی سیرت:۔

المستکفی باللہ ابو الربیع سلیمان تمام امراء المسلمین میں نہایت ہی صالح امیر گزرا ہے' بہت ہی زیادہ عبادت گزار' قرآن شریف کی تلاوت کرنے والا' خاموش طبع' لوگوں کے جرائم سے چشم پوشی کرنے والا باالخلاق شخص تھا' اس کے بارے میں معتضد اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنے بھائی سلیمان کو کبھی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے نہیں دیکھا) بادشاہ الملک الظاہر اس کا بے حد معتقد تھا اور بہت ہی احترام کرتا تھا اور اس کا حق شناس تھا۔ میرے والد ماجد (ابوبکر سیوطی) المستکفی کے امام تھے وہ ان کا بہت ہی ادب و احترام کرتا تھا اور ان کو ہمیشہ اپنا مخدوم سمجھتا تھا اور میں نے تو اسی گھر میں پرورش پائی ہے اور اس کی تربیت میں ہی اس عمر کو پہنچا ہوں المستکفی کی اولاد بھی بہت نیک اور دیندار اور نیکی کی طرف مائل ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کے بعد کسی امیر المسلمین کی اولاد اتنی عابد و زاہد نہیں ہوئی جیسی کہ امیر المومنین المستکفی باللہ کی ہے۔

المستکفی نے بروز جمعہ ماہ ذی الحجہ ۸۵۴ھ میں انتقال کیا' میرے والد ماجد بھی المستکفی کے انتقال کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے اور مستکفی کے انتقال کے صرف چالیس دن بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ سلطان الملک الظاہر ان کے جنازے کے ساتھ ساتھ قبر تک گیا اور جنازہ کو خود کندھا بھی دیا (اس سے ان کی قبولیت اور اعزاز کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔)

مستکفی کے زمانے میں انتقال پانے والے مشاہیر:۔

مستکفی کے عہد میں ان مشاہیر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

تقی المقریزی' شیخ عبادہ' ابن کمیل شاعر' الوفائی' القایاتی' اور شیخ الاسلام ابن حجرؒ (عسقلانی) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

القائم بامراللہ ابو البقاء

نسب اور تخت نشینی :۔

القائم بامراللہ ابو البقا حمزہ بن المتوکل سے لوگوں نے اس کے بھائی (المستکفی) کے انتقال کے بعد بیعت کی، مستکفی نے اس یا اور کسی شخص کو اپنا ولی عہد نامزد نہیں کیا تھا القائم طبیعت کا تیز اور تند مزاج شخص تھا، جسمانی ساخت اعتبار سے دوہرے جسم کا مالک تھا، اپنے دوسرے بھائیوں کے برعکس باسطوت اور رعب والا شخص تھا۔

سوانح اور حادثات :۔

۸۵۷ھ کے آغاز میں الملک الظاہر کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عثمان تخت نشین ہوا اور س نے المنصور لقب اختیار کیا ابھی اس کی تخت نشینی کو صرف ایک ماہ چند یوم ہی گزرے تھے کہ انیال نے اس پر حملہ کر دیا اور تخت سے اتار کر قید میں ڈال دیا۔ امیرالمسلمین القائم نے انیال کو ربیع الاول میں اشرف کا خطاب دے کر اس کے سلطان ہونے کی منظوری دے دی۔ اس کے بعد ہی ایک علاقہ پر لشکر کشی کے سلسلہ میں امیرالمسلمین اور سلطان انیال کے مابین اختلاف رائے پیدا ہو گیا جس کے باعث جمادی الاول ۸۵۹ھ میں اس نے القائم بامراللہ کو معزول کر کے اسکندریہ بھیج دیا اور وہ مرتے دم تک یعنی ۸۶۳ھ تک اسی قید میں رہا۔ جب قید ہستی سے رہائی ملی تو قید زنداں سے بھی چھٹکارا نصیب ہوا۔ مرنے کے بعد اس کو اس کے بھائی مستعین کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ پہلو بہ پہلو دفن ہونے والے دونوں بھائیوں کا امارت سے خلع ہوا تھا اور دونوں اسکندریہ ہی میں قید کیے گئے تھے۔

القائم کے عہد میں وفات پانے والے مشاہیر :۔

القائم بامراللہ کے عہد میں میرے والد ماجد ابوبکر سیوطیؒ اور علاء قلقشندی رحمہا اللہ تعالیٰ نے انتقال فرمایا۔

المستنجد باللہ ابوالمحاسن

نسب اور بیعت :-

المستنجد باللہ ابو المحاسن یوسف بن المتوکل (خلیفہ العصر) اپنے بھائی کی معزولی کے بعد جسے اینال نے تخت سے اتار دیا تھا' تخت سلطنت پر متمکن ہوا' اس زمانے میں اشرف اینال سلطان تھا۔ اشرف اینال کا انتقال ۸۶۵ھ میں ہوا اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا احمد' سلطان ہوا اور اس نے اپنے لئے المؤید کا لقب پسند کیا لیکن ابھی وہ سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ خوش قدم (ترک امیر) نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو تخت سے اتار دیا اور اس کی جگہ سلطان قاتیبائی اشرف کے لقب سے سطان بن گیا اور اس نے تمام سلطنت پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا اور بڑی شان و شوکت اور دور اندیشی کے ساتھ امور سلطنت انجام دینا شروع کئے۔ الناصر محمد بن قلاؤوں کے بعد سے اب تک ایسا ہوشمند اور مدبر سلطان کوئی بھی تخت حکومت پر متمکن نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ مصر سے لے کر دریائے فرات تک ایک معمولی لشکر کے ساتھ اس نے بے خوف خطر سفر کیا (اور راہ میں کوئی حادثہ پیش نہیں آیا)۔ المستنجد نہایت خوش اخلاق اور پسندیدہ کردار کا مالک تھا' اس کی بلند سیرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے مصر میں کسی نئے قاضی یا وظیفہ خوار کو بحیثیت قاضی یا مشائخ مدرسین مقرر نہیں کیا اور نہ کسی کو مال کے عوض یہ منصب دیا بلکہ جو لوگ جس منصب پر پہلے سے موجود تھے ان کو ان کے مناصب پر بحال رکھا۔ نہ مال کے بدلے کسی کو قاضی یا شیخ الاسلام مقرر کیا۔ (جیسا کہ بعض امراء المسلمین کا المستنجد سے پہلے دستور رہا تھا)۔

الظاہر خوش قدم جب سلطان مقرر ہوا تو شام کا نائب السلطنت اس سے ملنے آیا لیکن جب الظاہر کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے یہ شرط لگائی کہ اس کے ساتھ امیرالمسلمین المستنجد اور چاروں قاضی (مذاہب اربعہ کے) مع لشکر کے قلعہ میں آئیں' چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ الظاہر نے شام کے نائب السلطنت کو کچھ شرائط طے کرنے کے بعد واپس کر دیا۔ قاضیوں اور لشکریوں کو بھی واپس کر دیا گیا صرف امیرالمسلمین المستنجد کو قلعہ میں روک لیا گیا۔ اور پھر مرتے دم تک اس کو اپنے ایوان خلافت میں جانا نصیب نہیں ہوا اور آخر دم تک وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ ۱۴ محرم ۸۸۴ھ میں دو سال تک فالج کے مرض میں فریش رہنے کے بعد انتقال ہو گیا۔ نماز جنازہ قلعہ ہی میں پڑھی گئی۔ مشہد نفیسی کے پاس خلفاء کے قبرستان میں اس کو دفن کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت المستنجد کی عمر نوے برس سے بھی کچھ زیادہ تھی۔

المتوکل علی اللہ ابو العز

نسب اور تخت نشینی:۔

المتوکل علی اللہ ابو العزعبدالعزیز بن یعقوب بن المتوکل علی اللہ' جندی کی دختر حاج ملک کے بطن سے ۸۱۹ھ میں پیدا ہوا' اس کے والد یعقوب بن المتوکل کو امارت یا خلافت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہ جب جوان ہوا تو اپنے ذاتی اوصاف ' خصائل جمیلہ اور اخلاق حمیدہ' تواضع حسن سیرت اور خوش خلقی اور تجر علمی کے باعث خاص و عام میں مقبول ہو گیا بلکہ رعیت کا محبوب بن گیا۔

المتوکل بڑا علم دوست تھا' ہر وقت علم میں مشغول رہتا' میرے والد ماجد (ابوبکر سیوطیؒ) کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا تھا ان کے علاوہ بعض دوسرے مشاہیر بھی المتوکل کے استاد تھے' اس کے اوصاف حمیدہ کے باعث اس کے چچا المستکفی نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دی تھی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو نہایت صالح اور نیک خو ہے وہ فرزند خود بھی ہاشمی ہے اور ہاشمیہ کی اولاد ہے۔

جب المتوکل کے چچا المستنجد کے مرض نے طول کھینچا تو اس کو ولی عہد نامزد کر دیا گیا چنانچہ جب المستنجد کا انتقال ہوا تو لوگوں نے بغیر کسی اختلاف کے ۱۶ محرم ۸۸۴ھ بروز دو شنبہ سلطان قاضیوں اور امراء و اعیان سلطنت کی موجودگی میں اس سے بیعت کر لی' پہلے تو اس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کرنا چاہا پھر متوکل کا آخر کار دونوں القابوں میں غور فکر کرنے کے بعد یہی رائے قرار پائی کو المتوکل کالقب اختیار کیا جائے چنانچہ یہی لقب مقرر ہوا۔ بیعت کے بعد یہ قلعہ سے بحالت سواری اپنے ایوان کو واپس ہوا تمام قضاۃ' مصاحب اور امراء اعیان سلطنت اس کے جلو میں تھے پھر شام تک ایوان میں رہ کر قلعہ میں واپس آگیا اور وہیں مستقل قیام اختیار کر لیا۔

اسی سلطان ملک اشرف حج کی نیت سے حجاز کو روانہ ہوا' سو برس گزر چکے تھے کہ کسی سلطان نے حج نہیں کیا تھا۔ ملک اشرف حج سے پہلے مدینہ منورہ گیا اور حرم نبوی کی زیارت سے شرف اندوز ہوا۔ وہاں ملک اشرف نے چھ ہزار دینا خرچ کئے پھر وہاں سے مکہ معظمہ واپس آیا' یہاں بھی پانچ ہزار دینا خرچ کئے' ملک اشرف نے یہاں مدرسہ میں قیام کیا اور تمام مناسک حج ادا کر کے واپس ہوا جب حج سے فراغت کے بعد شہر میں قدم رکھا تو اس کے آنے کی خوشی میں شہر کو خوب سجایا گیا اور کئی روز تک چراغاں کیا جاتا رہا۔

۸۸۵ھ میں دوادار کی قیادت میں مصری لشکر نے عراق پر حملہ کی تیاریاں کیں، عراق سے مقابلہ اور مدافعت کے لئے یعقوب بن حسن بھیجا گیا، دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ راہی کے قریب ہوئی اور مصریوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ بہت سے مصری اس جنگ میں کام آ گئے اور باقی ماندہ گرفتار کر لئے گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں قائد لشکر دوادار بھی تھا جسے آخر کار قتل کر دیا گیا۔ یہ جنگ رمضان کے نصف ماہ میں لڑی گئی حنفی قاضی شمس الدین اور مشاطی اور دوادار کا آپس میں سخت بگاڑ تھا ایک دوسرے کے زوال کے خواہاں تھے لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس روز دوادار فرات کے کنارے قتل کیا گیا، اسی روز مصر میں قاضی شمس الدین کا بھی انتقال ہو گیا۔

۱۷ محرم ۸۸۶ھ کو سخت زلزلہ آیا، اتنا شدید تھا کہ پہاڑ، زمین اور بیابان پانی کی طرح ہچکولے کھانے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ حالت بہت تھوڑی دیر قائم رہی اور اس کے بعد سکون ہو گیا پھر بھی مدرسہ صالحیہ کی چھت قاضی القضاۃ شرف الدین عبد پر گر پڑی جس کے صدمہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اسی سال (۸۸۶ھ) ماہ ربیع الاول میں ایک ہندی شخص جو اپنا نام فاکی بتاتا تھا مصر میں وارد ہوا وہ دعویٰ کرتا تھا اس کی عمر ڈھائی سو سال کی ہے، میں خود اس سے جا کر ملا، کافی قوی اور تنومند شخص تھا اس کی تمام داڑھی سیاہ تھی عقل اس کی یہ عمر کسی طرح باور نہیں کرتی تھی بلکہ زیادہ سے زیادہ ستر سال معلوم ہوتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں حج کیا تھا پھر میں اپنے وطن ہندوستان واپس چلا گیا تھا۔ بغداد پر تاتاریوں کے حملہ کا حال یہ سنانے لگا۔ سلطان حسن کے زمانے میں مدرسہ کی بنیاد سے قبل وہ دوبارہ مصر آیا لیکن ان سے اپنی عمر کے ثبوت میں کوئی ایسی بات پیش نہیں کی جس سے اس کی وضاحت ہوتی اور اس کی صداقت کا پتہ چلتا۔ میری رائے میں تو اس نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ تھا۔

اسی سال سلطان محمد بن عثمان بادشاہ روم کے انتقال کی خبر یہاں پہنچی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے دونوں لڑکوں کے مابین تخت کے حصول کے لئے زبردست جنگ و جدال ہوا ان میں سے ایک شکست کھا کر مصر چلا آیا۔ اور دوسرا فتح یاب ہو کر بادشاہ بن بیٹھا۔ سلطان مصر نے اس مفرور سلطان کی بڑی مدارات کی اور اس کا بے حد اکرام کیا مدتوں اس کو اپنا مہمان رکھا پھر کچھ عرصہ بعد وہ شام کے راستہ فریضہ حج کو ادائیگی کے لئے حجاز چلا گیا۔

شوال ۸۸۶ھ میں مدینہ منورہ سے خطوط موصول ہوئے کہ ۱۴ رمضان المبارک کو مسجد کے منارہ پر بجلی گری جس کی وجہ سے مازنہ، مسجد اقدس کی چھت، وہاں کا کتب خانہ اور خزانہ جل گیا۔ اب سوائے دیواروں کے کچھ باقی نہیں رہا، اللہ اکبر کس قدر ہولناک واقعہ ہے۔

چہار شنبہ اواخر ماہ محرم ۹۰۳ھ کو امیر المسلمین متوکل علی اللہ کا انتقال ہو گیا' المتوکل علی اللہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے فرزند یعقوب کو المستمسک باللہ کا لقب دے کر اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا' وہی اس کے بعد امیر المسلمین بنایا گیا۔ امیر المسلمین متوکل علی اللہ کے حالات آخری حالات ہیں جو میں نے اس تاریخ "تاریخ الخلفاء" میں لکھے ہیں۔

میری تاریخ کا ماخذ

میں نے "تاریخ الخلفاء" کی تصنیف میں "حوادثات" تاریخ ذہبی سے لئے ہیں' ذہبی کی تاریخ اسلام میں ۷۰۰ھ تک کے حالات درج ہیں' پھر میرا ماخذ تاریخ ابن کثیر رہی ہے جس میں ۷۳۸ھ تک کے حالات درج ہیں' پھر میں نے مسالک سے استفادہ کیا ہے' مسالک میں ۷۷۳ھ تک کے حالات درج ہیں اس کے بعد انباء العمر مصنفہ ابن حجر عسقلانیؒ سے واقعات کو لیا ہے اس میں ۸۵۰ھ تک واقعات موجود ہیں حوادث کے استخراج کے ان ماخذوں کے علاوہ جن کا میں نے ذکر کیا ہے میں نے ان تاریخوں سے بھی اقتباسات کئے ہیں۔ تاریخ بغداد مصنفہ خطیب بغدادی (دس جلدیں) تاریخ دمشق مصنفہ ابن عساکر (ستاون جلدیں) اوراق مصنفہ (سات جلدیں) طیوریات (تین جلدیں)' حلیہ مصنفہ ابو نعیم (سات جلدیں)' مجالسہ مصنفہ علامہ دینوری' تاریخ کامل مصنفہ مبرد (دو جلدیں)' امالی مصنفہ ثعلب (ایک جلد)' اور دیگر کتب تاریخ۔

آخر میں تاریخ الخلفاء کو اس قصیدے پر ختم کر رہا ہوں جس میں خلفائے راشدین المہدیین سے لے کر معتمد کے زمانے تک کے تمام امراء المسلمین کے نام اور ان کا سال وفات درج ہے۔

اموی حکومت کا جو اسپین میں قائم ہوئی

ایک سرسری مطالعہ

اسپین میں دولت امویہ کا بانی عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان ہے جب ۱۳۸ھ میں عباسیوں کی گرفت سے بچ کر اسپین بھاگ کر پہنچا تو یہاں کے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی عبدالرحمن صاحب علم اور عادل امیر تھا ربیع الآخر ۱۷۰ھ میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا ہشام ابوالولید تخت نشین ہوا۔ جس نے صفر 180ھ میں انتقال کیا' ہشام

کے مرنے پر اس کا بیٹا الحاکم ابو المظفر المرتضیٰ کے لقب سے تخت پر متمکن ہوا۔ الحاکم کا انتقال ذی الحجہ ۲۰۲ھ میں ہوا۔ اس کا جانشین اس کا فرزند عبدالرحمن ثانی ہوا یہ سب سے پہلا امیر ہے جس نے بنی امیہ کی سلطنت کو اسپین میں استحکام بخشا اور اس کی جڑیں مضبوط کر دیں اور اس حکومت کی عظمت کو اسپین میں بحال کیا جو خلافت کے (فرضی) نام سے اب تک قائم تھی۔ اس کے زمانے میں اسپین کے اندر لباس میں نئی نئی وضع قطع پیدا کی گئی' درہم مسکوک ہوئے۔ عبدالرحمٰن ثانی سے پہلے اسپین میں دارالضرب (ٹکسال) موجود نہیں تھی' عبدالرحمٰن اپنی سطوت اور جبروت میں اموی بادشاہ ولید بن عبدالمالک سے بہت مشابہ تھا۔ اس نے فلسفہ کی ترویج میں مامون الرشید عباسی کی طرح بہت کوشش کی' اس نے اسپین میں سب سے پہلے فلسفہ کو روشناس کرایا۔

۲۳۹ھ میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت نشین ہوا جس نے ماہ صفر ۲۷۳ھ میں انتقال کیا۔ اور اب اس کا بیٹا المنذر اسپین کے تخت کا مالک ہوا لیکن جلد ہی ۲۷۵ میں وہ فوت ہوگیا۔ المنذر کے بعد اس کا بھائی عبداللہ تخت نشین ہوا۔ یہ امراء اندلس میں ازروئے علم و دینداری سب سے بہتر اور بڑھ کر تھا ماہ ربیع الاول ۳۰۰ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ عبدالرحمن بن محمد الناصر کے لقب سے تخت پر متمکن ہوا یہ پہلا امیر ہے جس نے اندلس کی حکومت کو خلافت سے تعبیر کیا اور بادشاہ اسپین کو امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا اور اس کی وجہ خاص یہ ہوئی کہ جب مقتدر باللہ کے زمانے میں خلافت عباسیہ کمزور پڑ گئی تو اس نے خلافت کا دعوئی کر کے اپنا لقب امیر المومنین رکھ لیا (غنیمت ہے کہ خلیفتہ المسلمین نہیں رکھا) ورنہ اس سے قبل اسپین کے تمام بادشاہ حضرات امیر کے لفظ سے یاد کئے جاتے تھے۔

ماہ رمضان ۳۵۰ھ میں عبدالرحمن بن محمد کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا الحکم المستنصر بادشاہ ہوا جس کا انتقال صفر ۳۶۶ھ میں ہو گیا۔ الحکم کے بعد اس کا فرزند ہشام المؤید تخت نشین ہوا' ۳۹۹ھ میں اس کو تخت سے اتار کر قید کر دیا گیا اس کی جگہ محمد ہشام بن عبدالجبار بن الناصر عبدالرحمن المہدی کے لقب سے تخت نشین ہوا اور ابھی صرف چھ ماہ حکومت سے لطف اندوز ہوا تھا کہ اس پر اس کے برادر زادہ ہشام بن سلیمان (بن الناصر عبدالرحمن) نے لشکر کشی کر دی اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ اس نے لقب الرشید رکھا لیکن جیسے کو تیسا اس کے چچا نے حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر کے خود بادشاہ بن گیا لیکن رعایا نے اس کو پسند نہیں کیا اور اس کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا جان بچا کر بھاگا لیکن لوگوں نے پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب رعایا نے مقتول ہشام کے برادر زادہ سلیمان بن حکم المستنصر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کو المستعین کا لقب دے کر تخت پر بیٹھا دیا لیکن رعایا جلد ہی اس سے بیزار ہو گئی اور 406ھ میں اس کو تخت

سے معزول کر کے قید میں ڈال دیا اور اب عبدالرحمن بن عبدالملک بن الناصر کو المرتضیٰ کا لقب دے کر اس سے بیعت کر لی گئی لیکن اس سال کے آخر میں اس کو بھی قتل کر دیا گیا اس کے بعد دولت امویہ بے جان ہو گئی اور اس کے دم خم ختم ہو گئے اور دولت امویہ کے بجائے علویہ حسینیہ قائم ہو گئی۔

حکومت علویہ حسینہ کا پہلا بادشاہ الناصر علی بن حمود' محرم ۴۰۷ھ میں تخت نشین ہوا اور ذوالقعدہ ۴۰۸ھ میں قتل کر دیا گیا' اس کی جگہ اس کا بھائی المامون القاسم بادشاہ ہوا ۴۱۱ھ میں اس کو بھی تخت سے معزول کر دیا گیا۔ المامون القاسم کے خلع کے بعد اس کا برادر زادہ یحییٰ بن الناصر علی بن المستعلی کے لقب سے تخت سلطنت پر متمکن ہوا لیکن ایک سال سات ماہ حکومت کرنے پایا تھا کہ اس کو بھی قتل کر دیا گیا' اب اقتدار پھر امویوں کے ہاتھ میں آ گیا اور المستظہر عبدالرحمن بن ہشام بن عبدالجبار اموی تخت پر بیٹھا مگر پچاس دن سے زیادہ حکومت نہ کر سکا اور قتل کر دیا گیا اور اس کی بجائے محمد بن عبدالرحمن بن عبیداللہ بن الناصر عبدالرحمن المستکفی کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا لیکن ایک سال چار ماہ حکومت کرنے کے بعد اس کو بھی معزولی کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کی جگہ ہشام بن محمد بن عبدالمالک بن الناصر عبدالرحمن الملقب بہ معتمد بادشاہ ہوا کچھ عرصہ بعد اس کو بھی معزول کر دیا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ ۴۰۰ھ کے بعد قید خانہ ہی میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے انتقال کے ساتھ ہی اسپین میں اموی سلطنت کے دوسرے دور کا بھی خاتمہ ہو گیا (اور پھر کبھی امویوں کو اسپین پر حکومت کرنا نصیب نہ ہو سکی)

دولت خبیثہ عبیدیہ

المہدیٰ عبداللہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اس حکومت کو سب سے اول مغرب میں قائم کیا' ۲۹۶ھ میں اس نے عبیدیہ حکومت کی بنیاد ڈالی اور ۲۶ سال تک حکومت کر کے ۳۲۲ھ میں مر گیا' اس کے بعد اس کا بیٹا القائم باللہ محمد جانشین ہوا اور ۳۳۴ھ میں یہ بھی مر گیا' اس کا بیٹا المنصور اسمٰعیل اس کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا اور ۳۴۱ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا پھر اس کا بیٹا المعز الدین اللہ سعد بادشاہ ہوا یہ ۳۶۳ھ میں بحیثیت فاتح قاہرہ میں داخل ہوا اور ۳۶۵ھ میں مر گیا' اس کا جانشین اس کا فرزند العزیز البزار تخت نشین ہوا۔ ۳۸۶ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا' اس کے بعد اس کا بیٹا الحاکم بامراللہ منصور تخت نشین ہوا جو ۴۱۱ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کا بیٹا الظاہر الاعزاز دین اللہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور سترہ سال حکومت کر کے

428ھ میں وفات پا گیا اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا المستنصر محمد تخت پر بیٹھا اور ایک طویل مدت تک حکومت کر کے ۴۸۷ھ میں مر گیا گویا اس نے ساٹھ سال سے زیادہ حکومت کی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں کسی خلیفہ یا بادشاہ نے اتنی مدت تک حکومت نہیں کی اس کے بعد اس بیٹا المستعلی باللہ احمد تخت نشین ہوا اور ۴۹۵ھ میں اس نے انتقال کیا' اس کے بعد اس کا بیٹا الامر باحکام اللہ منصور پانچ سال کی عمر ہی میں تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ الامر کو ۵۲۴ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس نے چونکہ کوئی فرزند یادگار نہیں چھوڑا تھا اس لئے اس کے برادر عم زاد الحافظ الدین اللہ عبدالمجید ابن محمد المستنصر نے تخت سنبھال لیا۔ ۵۴۴ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا الظافر باللہ اسمٰعیل تخت نشین ہوا' ظافر بھی ۵۴۹ھ میں قتل کر دیا گیا۔ ظافر کا جانشین اس کا فرزند الفائز بنصر اللہ عیسیٰ ہوا اور اس نے ۵۵۵ھ میں وفات پائی۔ تخت سلطنت پر اب العاضد الدین اللہ عبداللہ بن یوسف ابن الحافظ الدین اللہ متمکن ہوا لیکن ۵۶۷ھ میں اس کو بھی تخت سے معزول کر دیا گیا' معزولی کے بعد اسی سال اس کا انتقال ہو گیا اور اسی پر دولت خبیثہ عبیدیہ کا خاتمہ ہو گیا اور اب مصر میں دعوت عباسیہ قائم ہو گئی۔

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ عبیدیہ حکومت میں کل چودہ (۱۴) حکمراں ہوئے جو زبردستی اپنے آپ کو خلیفہ کہتے تھے لیکن کسی نے بھی ان کی خلافت کو جائز تسلیم نہیں کیا۔ (علامہ سیوطی مقدمہ میں اس حکومت کے بارے میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ وہ مقام پیش نظر رہے۔)

بنی طبا طبا علویہ حسینیہ!

کی حکومت پر ایک نظر

اس حکومت کا بانی ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم طبا طبا ہے جس نے یہ حکومت ۱۹۹ھ میں قائم کی اور اسی زمانے میں الہادی بن الحسین بن قاسم بن طبا طبا نے یمن میں اس حکومت کو استحکام بخشا اور اپنے آپ کو امیر المومنین کہلوایا۔ اور ۹ سال حکومت کر کے ۲۰۸ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا فرزند المرتضیٰ محمد تخت حکومت پر متمکن ہوا اور ۳۳۰ھ میں اس نے وفات پائی اس کے انتقال کے بعد اس کا بھائی الناصر احمد تخت نشین ہوا اور صرف تین سال حکومت کر کے ۳۲۳ھ میں انتقال کر گیا۔ اب اس کا بیٹا المنتخب الحسین تخت نشین ہوا۔ ۳۲۹ھ میں اس نے وفات پائی' المنتخب الحسین کے مرنے کے بعد اس کا بھائی القاسم تخت شاہی پر

بیٹھا' ماہ شوال ۳۳۴ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا (اس نے اس خاندان میں سب سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی) پھر اس کا بھائی الہادی اور اس کے بعد الرشید العباس تخت نشین ہوئے اور الرشید العباس پر اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

دولت طبرستانیہ پر ایک نظر

حکومت طبرستانیہ پر صرف چھ بادشاہوں نے حکمرانی کی ان میں تین اول حکمران تو بنی الحسن (حضرت امام حسینؓ کے فرزند حسن کے خاندان اور نسل) سے اور تین آخر میں حضرت امام حسینؓ کی نسل سے تخت نشین ہوئے بنی الحسن سے یہ تین بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ ہشام الداعی الی الحق حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسین بن زید بن جواد بن حسن بن حسین بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب نے رائے اور دیلم۔ میں ۲۵۰ھ میں اپنی حکومت قائم کی' اس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی القائم بالحق محمد جانشین ہوا۔ لیکن ۲۸۸ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد اس کا برادر زادہ المہدی الحسن بن زید القائم بالحق تخت سلطنت پر بیٹھا اس کے بعد (البیاض فی الاصل) اصل کتاب میں جگہ خالی کچھ تحریر نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے شاہ معین الدین ندوی کی تاریخ اسلام جلد سوم) (خلافت عباسیہ جلد اول صفحہ ۳۸۶ صفحہ ۳۸۸) اس حکومت کا احمد بن اسمٰعیل سامانی کے ہاتھوں خاتمہ ہو گیا۔ محمد بن زید علوی والی طبرستان اس حکومت کا آخری بادشاہ ہے (مترجم)

عبرت

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن عبدک القزوینی نے بطریق عیاض بن الہیثم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ جب سے دنیا پردہ خفا سے عالم وجود میں آئی ہے اس وقت سے ہر نئی صدی کے آغاز پر کوئی نہ کوئی حادثہ ضرور واقع ہوتا ہے' میں جلال الدینؒ سیوطی کہتا ہوں کہ سب سے پہلے پہلی صدی ہجری میں فتنہ حجاج ظہور میں آیا (۹۶ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے وفات پائی)

دوسری صدی ہجری میں امیر المسلمین مامون الرشید کا فتنہ اٹھا۔ وہ اپنے بھائی ابن الرشید سے لڑا' بغداد کا حسن تباہ ہو گیا' لاکھوں اہل بغداد تباہ ہوئے ابن الرشید قتل ہوا پھر اس نے لوگوں کو خلق قرآن میں آزمایا یہ اس امت میں سب سے بڑا فتنہ اور بدعت کے اعتبار سے پہلی بدعت

تھی۔ اس سے قبل کسی امیر المسلمین نے مسلمانوں کو بدعت کی طرف نہیں ملایا تھا۔
تیسری صدی ہجری میں قرامطہ کا ظہور ہوا' اس کے بعد مقتدر کا فتنہ پیدا ہو' جب کہ اس کو تخت سے معزول کیا گیا اور جب معتز سے بیعت لی گئی اس کے بعد مقتدر ثانی تخت نشین ہوا۔ قاضی کو ذبح کیا گیا' اکثر علماء قتل کیے گئے' اس سے قبل اسلام میں کسی قاضی کا قتل نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد تفریق کلمہ کا فتنہ اور متغلبیں کا غلبہ جو شہروں پر میرے زمانہ تک جاری و ساری رہا' اس کے ساتھ ہی دولت عبیدیہ علویہ کا قائم ہونا' میں صرف اتنے ہی اشارے پر اکتفا کرتا ہوں کہ لوگوں نے فساد برپا کیا۔ کفر پھیلایا' علماء اور صالحین کو قتل کیا۔
چوتھی صدی ہجری میں الحاکم کا فتنہ کھڑا ہوا جو شیطان لعین کے اشارے سے تھا اس پر خود اس کے افعال شاہد ہیں۔ پانچویں صدی ہجری میں شام اور بیت المقدس کی سرزمین پر فرنگیوں کا قبضہ' چھٹی صدی ہجری کا عظیم حادثہ وہ سخت اور عظیم قحط ہے جس کی نظیر یوسف علیہ السلام کے زمانے کے بعد کہیں اور نہیں ملتی۔ تاتاریوں کی آمد آمد کا غلغلہ! ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں کا وہ عظیم فتنہ جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی' اس فتنہ مغول میں مسلمانوں کے خون کی دریاں بہہ گئیں۔
آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں تیمورلنگ کی یلغار' جس کے عظیم فتنے کے سامنے فتنہ تاتار بھی شرمندہ ہو گیا۔ میں خداوند عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے نویں صدی ہجری کا فتنہ نہ دکھائے اور اس سے پہلے اپنے حبیب لبیب ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے طفیل اپنے جوار رحمت میں بلا لے' (آمین یارب اللعالمین)

(تمت بالخیر)

تاریخ الخلفاء کا ترجمہ۔ از قلم بندہ ناچیز شمس بریلوی ابن حضرت ابوالحسن بریلوی مرحوم تمام ہوا۔

غنیۃ الطالبین